احادیث کا عظیم ذخیرہ

اثمار الہدایۃ

علی الہدایۃ

مکمل ہدایۃ اولین

ترجمہ و تشریح

مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

زمزم پبلشرز

فہرست مضامین اثمار الہدایہ جلد ثامن

اثمار الهداية

علی الهدایۃ

ھدایہ ثالث

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد ثامن

ناشر

مدرسہ ثمرۃ العلوم

گھٹّی، جھارکھنڈ، انڈیا

نام کتاب.............................اثمار الهدایہ
نام شارح.....................مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر.............................. مدرسہ ثمرۃ العلوم گھٹّی
نگراں.....................مولانا مسلم قاسمی سینپوری
طباعت بار اول..........فروری ۲۰۱۲ء
پرنٹر..........................ایچ،ایس، پرنٹر، دہلی،
قیمت..........................دو جلدیں 12 پونڈ

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi

70 Stamford Street , Old trafford

Manchester,England -M16 9LL

Tel 00 44(0161) 2279577

ناشر کا پتہ

مولانا ابو الحسن صاحب ناظم مدرسہ ثمرۃ العلوم

At Sirsi PO Kusmahara

Via Mahagama

Dist Godda Jharkhand

INDIA Pin 814154

Tel 0091 9955 864985

معذرت

ہدایہ اولین میں سے کتاب العتاق تک پانچ جلدوں کی شرح لکھی جا چکی ہے اس کے بعد سے دو جلدیں۔ چھٹی جلد، اور ساتویں جلد نہیں لکھ سکا۔ طلبہ نے مطالبہ کیا کہ کتاب البیوع سے لکھ دیں کیونکہ یہ ابواب پڑھائے جاتے ہیں اور بہت مشکل ہیں اس لئے درمیان میں دو جلدیں چھوڑ کر کتاب البیوع سے دو جلدیں۔ آٹھویں جلد اور نویں جلد لکھی جو ابھی پیش خدمت ہیں۔ اور آگے ارادہ یہ ہے کہ ہدایہ جلد رابع سے کتاب الشفعہ لکھوں، کیونکہ یہ پڑھائی جاتی ہے اور مشکل ہے، پھر زندگی رہی اور صحت نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ بقیہ جلدوں کو لکھوں گا اور اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، ابھی درمیان میں دو جلدوں کو چھوڑ دینے کا معذرت خواہ ہوں۔

والسلام

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

ملنے کے پتے

مولانا مسلم صاحب دہلی۔ امام مسجد بادل بیگ
بازار سرکی والان 5005
حوض قاضی، دہلی
Pin 110006
Tel 09891 213348

ثاقب بک ڈپو
مقام، پوسٹ دیوبند ضلع سہارنپور
یوپی۔ انڈیا
پین کوڈ 247554
tel 09412 496688

مدرسہ ثمرۃ العلوم، گھٹّی

ضلع گڈّا، جھارکھنڈ، انڈیا

حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب دامت برکاتہ، کا گاؤں گھٹّی ہے اس میں کافی زمانے سے مکتب چل رہا ہے جس میں دو اساتذہ خدمت انجام دیتے ہیں، گاؤں کے سبھی بچے اس میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ طلبہ کم وبیش ۷۰ ہوتے ہیں، اور للہ رقم سے اس کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ الحمد للہ اس میں پڑھے ہوئے طلبہ کئی درجن حافظ اور عالم بنے اور ملک کے مختلف گوشے میں خدمت انجام دے رہے ہیں، اس مکتب کی وجہ سے اس گاؤں کی دینی فضا کافی اچھی ہے۔

یہاں کے ذمہ دار حضرات کی دیرینہ خواہش تھی کہ اس مکتب کی جانب سے حضرت مولانا کی کتاب شائع ہو، تاکہ یہ مکتب بھی اس عظیم کار خیر میں شامل ہوجائے، چنانچہ اسی خدمت کے جذبے سے اثمار الھدایہ جلد تاسع شائع کی جارہی ہے، اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اس کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اور اجر آخرت کا ساماں ہوجائے، آمین یارب العالمین

ناظم، مدرسہ ثمرۃ العلوم، گھٹّی

۹/ ۱/ ۲۰۱۲ء

﴿خصوصیات اثمار الهدایة﴾

(۱)	ھدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے
(۲)	پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔
(۳)	طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔
(۴)	کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں
(۵)	مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔
(۶)	وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔
(۷)	حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔
(۸)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے
(۹)	کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۱۰)	لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۱۱)	لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔
(۱۲)	جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے قول صحابی، یا قول تابعی لکھا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔
(۱۳)	حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔
(۱۴)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔
(۱۵)	کتاب البیوع میں بہت سارے مسئلے اصول پر ہیں، میں نے ہر جگہ اصول لکھا ہے تا کہ اصول یاد ہو جائے اور مسئلہ سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔

ہم اثمار الھدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱)	اس شرح میں ہر جگہ اصول لکھے گئے ہیں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اصول بھی یاد ہو جاتے ہیں
(۲)	اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔
(۳)	کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔
(۴)	صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔
(۵)	ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔
(۶)	بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔
(۷)	سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔
(۸)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔
(۹)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست مضامین اثمار الھدایہ جلد ثامن

اثمارالہدایہ کا کتاب البیوع تیسرا عظیم کارنامہ

ہدایہ کو عالم اسلام میں اسلامی آئین کا درجہ حاصل ہے، ہر زمانہ میں اس کتاب نے امتِ مسلمہ کی بھرپور رہنمائی کی ہے۔ مگر کچھ عرصے سے اس کتاب عظیم پر ایک طبقہ نے بیجا اعتراض کا طوفان کھڑا کر رکھا ہے کہ سارا ذخیرہ صرف عقلیات سے مستنبط ہے۔ اس کا ماخذ قرآن وحدیث نہیں ہے اس لیے ضرورت تھی کہ اس عظیم ذخیرے کو قرآن وحدیث سے جوڑ دیا جائے۔ اور یہ واضح کر دیا جائے کہ اس کتاب کا ہر مسئلہ مضبوط قرآن وحدیث کی دلیل سے مستنبط ہے، چناں چہ حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی نے ذخیرۂ احادیث کی غواصی کی اور تیس سے زائد کتب احادیث سے دلائل کشید کر کے مسائل ہدایہ کو مبرہن کر دیا اور ہر ہر مسئلہ کے لیے تین تین دلائل اکٹھے کر دیئے۔ اور مزید ہدایہ میں مذکورہ دلائل کے حوالے بھی نقل کئے، جو مولانا کی طرف سے امت کے لیے فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔

مزید کتاب کو نفع بخش بنانے کے لیے ہر ہر مسئلہ کو الگ کر کے نمبر ڈال دیا گیا ہے تا کہ ہر قسم کے طالب علم کے لیے استفادہ آسان ہو جائے۔ احادیث کے ساتھ باب اور صفحہ کے درج ہونے کی وجہ سے کتاب کی قدر و قیمت میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔

کتاب البیوع میں ایک اہم کام یہ بھی کیا کہ جہاں جہاں صاحب ھدایہ نے مسئلے کو اصول سے مستنبط کیا ہے حضرت مولانا نے وہاں اصول لکھا تا کہ مسئلہ سمجھنے میں بھی آسانی ہو اور طلبہ کے ذہن میں اصول بھی مستحضر ہو جائے۔ یہ کام ہدایہ میں بہت ضروری تھا جسکو حضرت نے انظام دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب کو کہ انہوں نے برطانیہ جیسے یورپی ملکوں میں جہاں دینی ماحول مفقود پڑھنے لکھنے کے اسباب معدوم ہونے کے باوجود نہایت محنت جفاکشی اور تندہی سے ایسی عظیم و نایاب شرح لکھ ڈالی اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العلمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

منیر الدین احمد عثمانی

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۵/ صفر ۱۴۳۳ھ

۹/جنوری ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نقل احادیث میں ترتیب کی رعایت﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

ھدایہ پڑھانے کے زمانے میں ذہین طلباء کبھی کبھی اشکال کرتے تھے کہ ہر مسئلے کے ثبوت کے لئے حدیث بیان کریں، صرف دلیل عقلی سے لوگ مطمئن نہیں ہوتے، وہ کہتے کہ ہماری مسجدوں میں شافعی، مالکی اور حنبلی لوگ ہوتے ہیں، ان کے سامنے مسئلہ بیان کرتا ہوں تو وہ نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ آیات قرآنی سے بنتا ہے یا حدیث سے۔ زیادہ سے زیادہ قول صحابہ اور اس سے بھی نیچے اتریں تو قول تابعی یا فتوی تابعی پیش کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہر مسئلے کے لئے آیت قرآنی یا احادیث پیش کیا کریں! طلباء کی پریشانی اپنی جگہ بجا تھی۔ واقعی شافعی، حنبلی اور مالکی حضرات مسئلے کے لئے احادیث ہی مانگتے ہیں۔ اور وہ بھی صحاح ستہ سے، وہ دلیل عقلی سے مطمئن نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ ناچیز بھی پریشان تھا اور دل میں سوچتا رہتا کہ اگر موقع ہو تو ھدایہ کے ہر مسئلے کے ساتھ باب، صفحہ اور حدیث کے نمبرات کے ساتھ پوری حدیث نقل کر دی جائے تا کہ طلباء کو سہولت ہو جائے اور دوسرے مسلک والوں کو مطمئن کر سکے۔ کسی کو اصلی کتاب دیکھنا ہو تو وہاں سے رجوع کرے۔ حدیث، باب اور احادیث کے نمبرات لکھنے سے طلباء کو بھی پتہ چل جائے کہ یہ مسئلہ کس درجے کا ہے۔ اگر آیت سے ثابت ہے تو مضبوط ہے۔ صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے تو اس سے کم درجے کا ہے۔ اور دار قطنی اور سنن بیہقی میں وہ احادیث ہیں تو اس سے کم درجے کا مسئلہ ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے قول صحابی یا قول تابعی سے ثابت ہے تو وہ مسئلہ اس سے کم درجے کا ہے۔ اس لئے ایسے مسئلے میں دوسرے مسلک والوں سے زیادہ نہ الجھیں تا کہ اتحاد کی فضا قائم رہے۔ برطانیہ میں ایک پریشانی یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی سبھی موجود ہوتے ہیں۔ اور ہر مسلک والے اپنے اپنے مسلک کے اعتبار سے نماز ادا کرتے ہیں اس لئے مسئلے کی حیثیت معلوم نہ ہو تو یہاں الجھاؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ناچیز کے ذہن میں بار بار تقاضا آتا رہا۔ حسن اتفاق سے کچھ سالوں سے فرصت مل گئی جس کی وجہ سے اس تمنا کو پوری کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ طلباء کی خواہش کے مطابق ہر مسئلے کو نمبر ڈال کر علیحدہ کیا۔ اور پوری کوشش کی ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے آیت قرآنی اور احادیث پیش کی جائیں

﴿احادیث لانے میں ترتیب﴾

نمبر ڈال کر جس ترتیب سے کتاب لکھی جا رہی ہے اسی ترتیب سے احادیث نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، یعنی ہر مسئلے کے تحت آیت لکھنے کی کوشش کی، اگر آیت نہیں ملی، تو بخاری شریف سے حدیث لانے کی کوشش کی، اگر بخاری شریف میں حدیث نہیں

ملی تب مسلم شریف سے حدیث لانے کی کوشش کی اور اس میں بھی نہیں ملی تب ابوداود شریف سے، اسی طرح نمبروار ترتیب رکھی ہے، مسئلے کے لئے حدیث نہیں ملی تب آثار لایا ہوں، اور وہ بھی نہیں ملا تب اصول پیش کیا ہوں۔ اور اصول کے لئے حدیث لایا ہوں اور اس پر مسئلے کو متفرع کیا ہوں۔ کتاب البیوع میں اصول کی ضرورت زیادہ پڑی ہے اس لئے ان جلدوں اصول زیادہ لایا گیا ہے۔

ایسا نہیں کیا کہ حدیث تلاش کئے بغیر قول صحابی لے آیا۔ چنانچہ اگر کسی مسئلے کے تحت صرف قول تابعی مذکور ہے اور حدیث کا حوالہ نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے حدیث تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن نہ ملنے پر قول تابعی ذکر کیا۔ یا کسی مسئلے کے ثبوت کے لئے قول تابعی بھی ذکر نہ کر سکا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ بہت تلاش کے باوجود قول تابعی بھی نہ ملا جس سے مجبور ہو کر بیاض چھوڑ دیا۔ اور اہل علم سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان کو حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی مل جائے تو ضرور اس کی اطلاع دیں۔

کوشش کی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی ذکر کر دیا جائے۔ اور ان کی دلیل بھی اسی ترتیب سے، پہلے آیت یا صحاح ستہ کی کتابوں سے حدیث لائی جائے اور وہاں نہ ملے تو قول صحابی یا قول تابعی ذکر کیا جائے۔ تاکہ طلباء ان کے مسلک اور ان کے متدلات سے واقف ہو جائیں۔ وہ بھی ہمارے امام ہیں، بلکہ سر کے تاج ہیں۔ صاحب ہدایہ نے ہر جگہ ان حضرات کا نام بڑے احترام سے لیا ہے اور ان کے دلائل دریادلی سے پیش کئے ہیں۔ ناچیز نے بھی انہیں کی اتباع کی ہے۔ اور ہر جگہ ان کا مسلک اور ان کے دلائل شرح وبسط سے بیان کئے ہیں۔

﴿گذارش﴾

تحقیق مسائل اور ان کے دلائل بحر بیکراں ہے اس کی تہ تک پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے کہ جن مسائل کے دلائل چھوٹ گئے ہیں اگر ان کو دلائل مل جائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کر دیا جائے۔ اسی طرح جہاں غلطی اور سہو نظر آئے اس کی نشاندہی کریں، اس کی بھی اصلاح کروں گا اور تہ دل سے شکر گذار ہوں گا۔

﴿شکریہ﴾

میں اپنی اہلیہ محترمہ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قسم کی سہولت پہنچا کر فراغت دی اور اشاعت کتاب کے لئے ہمہ وقت متمنی اور دعا گو رہی اور مزید ھدایہ کی چھ جلدوں کے اختتام کے لئے دعا گو ہے۔ خداوند کریم ان کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے، حضرت مولانا مسلم قاسمی صاحب سیتپوری سلمہ نے کتاب کی چھپائی

کے وقت نگرانی کی ہے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔خداوند قدوس ان حضرات کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے۔حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب باٹلی، اور حضرت مولانا مرغوب صاحب ڈیوز بری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ کتاب لکھنے کے دوران کئی اہم علماء کو ساتھ لیکر گھر پر آتے رہے اور تسلی دیتے رہے اور اہم مشورے سے نوازتے رہے۔کتاب البیوع لکھنے کے دوران بار بار طبیعت خراب ہوتی رہی، ایسے موقع پر حضرت گھر تشریف لاتے اور بہت ڈھارس بندھاتے، جس سے دل کو سکون بھی ہوتا اور مزید لکھنے کی ہمت بھی ہوتی اللہ تعالی ان حضرات کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔امین یا رب العالمین

ہمارے مخلص دوست حاجی غلام محمد بھانا صاحب مانچیسٹر والے کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں وہ بیماری کے دوران ڈاکٹر کے یہاں لیجاتے رہے اور علاج اور صحت یابی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔اس کے طفیل سے ناچیز کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور کمی کوتاہی کو معاف فرمائے۔آمین یا رب العالمین۔

ثمیر الدین قاسمی	Samiruddin Qasmi
سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ، مانچیسٹر	70 Stamford Street, Oldtrafford,
وچیرمین مون ریسرچ سینٹر، یوکے	Manchester ,England, M16 9LL
۹/۱/۲۰۱۲ء	Tel (0044) 0161 2279577

﴿ترتیب احادیث﴾

جس طرح نمبر ڈالا گیا ہے اسی ترتیب سے شرح میں حدیث لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

نمبر شمار	ترتیب	کل آیت یا کل احادیث	سن ولادت مصنف	مقام ولادت مصنف	سن وفات مصنف
(۱)	پہلے آیت آجائے	۶۲۳۶	–	–	–
(۲)	پھر بخاری شریف کی حدیث	۷۵۶۳	سنہ ۱۹۴ھ	بخارا	سنہ ۲۵۶ھ
(۳)	مسلم شریف کی حدیث	۳۰۳۳	سنہ ۲۰۴ھ	نیشاپور	سنہ ۲۶۱ھ
(۴)	ابوداؤد شریف کی حدیث	۵۲۷۴	سنہ ۲۰۲ھ	سجستان	سنہ ۲۷۵ھ
(۵)	ترمذی شریف کی حدیث	۳۹۵۶	سنہ ۲۲۰ھ	ترمذ	سنہ ۲۷۹ھ
(۶)	نسائی شریف کی حدیث	۵۷۶۱	سنہ ۲۱۵ھ	نساء	سنہ ۳۰۳ھ
(۷)	ابن ماجہ شریف کی حدیث	۴۳۴۱	سنہ ۲۰۹ھ	قزوین	سنہ ۲۷۳ھ

اوپر کی یہ چھ کتابیں صحاح ستہ ہیں۔ اگر ان کتابوں سے احادیث نہ ملے تو پھر

نمبر شمار	ترتیب	کل آیت یا کل احادیث	سن ولادت مصنف	مقام ولادت مصنف	سن وفات مصنف
(۸)	دارقطنی کی حدیث	۴۷۹۰	سنہ ۳۰۶ھ	بغداد	سنہ ۳۸۵ھ
(۹)	سنن بیہقی کی حدیث	۲۱۸۱۲	سنہ ۳۸۴ھ	بیہق	سنہ ۴۵۸ھ
(۱۰)	مصنف عبدالرزاق سے اثر	۲۱۱۹۹	سنہ ۱۲۶ھ	صنعان	سنہ ۲۱۱ھ
(۱۱)	مصنف ابن ابی شیبۃ سے اثر	۳۷۹۳۰	سنہ ۱۵۹ھ	کوفہ	سنہ ۲۳۵ھ
(۱۲)	پھر اصول				

حاشیہ : بخارا، نیشاپور، ترمذ، نساء، بیہق یہ چاروں مقامات اس وقت روس میں ازبکستان میں ہیں۔ سجستان اور قزوین ایران میں ہیں، کوفہ اور بغداد عراق میں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفیت تینوں اماموں کے مجموعے کا نام ہے

میرے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ حنفیت صرف حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کا نام نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے مسلکوں کے مجموعے کا نام حنفیت ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرے گا تو وہ حنفیہ کے مسلک پر عمل کرنا ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر امام محمدؒ یا امام ابو یوسفؒ کے مسلک پر فتوی دیا تو وہ حنفیت کے مسلک سے خارج نہیں شمار کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ قدوری اور ہدایہ جیسی حنفیہ کی اہم کتابوں میں ان دونوں اماموں کا مسلک درج ہے۔ اور وقت ضرورت ان کے مطابق فتوی بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک احتیاط پر ہے

حضرت امام ابو حنیفہؒ بہت متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمیشہ احتیاط پر فتوی دیا اور وہی مسلک اختیار کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک فقہ مدون نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ پہلے امام ہیں جنہوں نے فقہ اور اصول فقہ مدون کیا۔ اس لئے اگر احتیاط کے علاوہ کا پہلو اختیار کرتے تو ہر آدمی کی انگلی اٹھتی۔ اس لئے حضرت نے احتیاطی مسلک اختیار کیا۔ چاہے اس کے لئے فتوی تابعی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن انہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے حدیث کی روشنی میں کہیں کہیں دوسرا مسلک اختیار کیا۔ اور کھلے دل کے ساتھ مسلک مع دلائل درج کیا۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ امام اعظم کا مسلک اختیار کرے یا ان کے شاگرد رشید کا مسلک اختیار کرے۔ دونوں صورتوں میں فضیلت امام اعظم کو ہی جاتی ہے۔

آخری صدی میں مسلک امام اعظم کو اجاگر کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا سہرا دیوبندی مکتب فکر کے سر پر رہا۔ انہوں نے بھی احتیاطی پہلو اختیار کیا اور عموما امام اعظم کی طرح احتیاط پر ہی فتوی دیا۔ اس لئے بعض ناظرین کو اشکال پیدا ہوا اور کہنے لگے کہ حنفیوں کا مسلک احادیث سے مختلف ہے۔ لیکن شاید غور نہیں فرمایا کہ جن مسائل میں ان کو احادیث نہیں مل رہی ہیں وہیں حنفیوں کے دو اہم ستونوں کا مسلک امام اعظم سے مختلف ہے۔ اور ان کے اختیار کردہ مسلک کے لئے سو فیصد احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے موقع پر صاحبین کا مسلک حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے موافق ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب 'اثمار الھدایۃ' میں جا بجا دیکھیں گے کہ جہاں جہاں صاحبین نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہے وہاں امام اعظم کے پاس قول صحابی یا فتوی تابعی ہے اور صاحبین کے پاس احادیث ہیں۔ لیکن امام اعظم کا مسلک احتیاط پر ہے۔

(۱) میرا ناقص خیال ہے کہ اشکال کرنے والوں نے صرف امام اعظم کے مسلک پر غور کیا اور بعض جگہ احادیث نہ پانے کی وجہ سے پورے حنفیت پر اشکال کو مضبوط کر لیا۔ انہوں نے ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اختلاف کو اور ان کے

مضبوط احادیث کی طرف توجہ نہیں دی۔اوراس کا خیال نہیں کیا کہ وہ بھی تو حنفیت ہی کے دو اہم ستون ہیں۔اور تمام مسائل کی اشاعت انہیں کے نوک قلم کی مرہون منت ہے۔

(۲) انہوں نے اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ امام اعظم کا مسلک احتیاط پر مبنی ہے۔اور یہ پہلے مدون فقہ ہیں جس کی وجہ سے ان کو احتیاطی پہلو اختیار کرنا پڑا۔

(۳) یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ حنفیوں کا مسلک دلیل عقلی پر ہے۔ یہ تو بعد کے علماء نے حکمت بیان کرنے کے لئے دلیل عقلی، پیش کی ہے۔ورنہ پوری قدوری اور ھدایہ کو ناچیز نے چھانا ہر ہر مسئلہ یا آیت یا حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی سے مستنبط ہے۔یا ان چاروں میں سے کسی ایک سے اصول متعین کیا اور اصول سے مسئلے کا استخراج کیا ہے۔صرف دلیل عقلی پر مسئلے کا مدار نہیں ہے۔اور جہاں جہاں صرف دلیل عقلی بیان کی ہے وہاں ناچیز نے اصول لکھ دیا ہے۔اور اصول احادیث سے مستنبط ہیں اس لئے گویا کہ وہ مسئلے بھی احادیث ہی سے مستنبط ہوئے۔

صرف کتاب الایمان اور کتاب القضاء میں کچھ مسئلوں کا مدار اس زمانے کے محاورات پر ہے۔اس لئے وہاں محاورات کے تحت مسئلہ لکھ دیا گیا ہے۔ان مسئلوں میں حدیث اور قرآن نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ ان مسئلوں کا مدار ہے ہی محاورات پر۔اس لئے ان مسئلوں کے لئے احادیث یا آیات کہاں سے ملیں گے؟

حنفیوں بلکہ تمام ہی ائمۂ کرام کے مسالک (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) قول صحابی (۴) فتوی تابعی (۵) اجماع (۶) اور قیاس سے مستنبط ہیں۔اس لئے ائمۂ کرام پر انگلی اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

احقر العباد : ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

۹/ ۱/ ۲۰۱۲ء

ائمہ کرام ایک نظر میں

اسمائے گرامی	جائے ولادت	سن ولادت	جائے وفات	سن وفات	شیوخ	تلامذہ	تالیفات	خدمات
امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت	کوفہ	۸۰ھ	بغداد	۱۵۰ھ	ابراہیم نخعیؒ حماد بن سلیمان	امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ ابن مبارکؒ	-	تدوین فقہ تدوین اصول فقہ
امام مالکؒ مالک بن انس	حمیری مدینہ	۹۵ھ	مدینہ	۱۷۹ھ	نوسو زائد شیوخ تھے، نافع	ابن مبارکؒ قطانؒ	موطا امام مالکؒ	بانی مذہب امام مالک
امام شافعیؒ محمد بن ادریس شافعی	غزہ گاؤں عسقلان	۱۵۰ھ	مصر	۲۰۴ھ	امام مالکؒ امام محمدؒ سفیان بن عیینہؒ	احمد بن حنبلؒ علی بن مدینی اسحاق بن راہویہ	موسوعۃ امام شافعی کتاب الام	بانی مذہب شافعی
امام احمدؒ احمد بن محمد بن حنبل	مروزی بغداد	۱۶۴ھ	بغداد	۲۴۱ھ	امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ یحیی بن قطان	بخاری، مسلم، ابوداؤد، عبداللہ بن احمد	مسند امام احمد ۱۲۷۱۰۰ احادیث	رد خلق قرآن بانی مذہب حنبلی
امام ابو یوسفؒ یعقوب بن ابراہیم	کوفہ	۱۱۳ھ	بغداد	۱۸۲ھ	امام ابوحنیفہؒ	احمد بن حنبلؒ امام محمدؒ یحیی بن معینؒ	کتاب الآثار کتاب الخراج	فقہ کی ترتیب دی
امام محمدؒ محمد بن حسن	الشیبان کوفہ	۱۳۲ھ	ری	۱۸۹ھ	امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ سفیان ثوریؒ	امام شافعیؒ ابوحفصؒ یحیی بن معینؒ	موطا امام محمد، جامع صغیر، جامع کبیر	حنفی کی اکثر کتابیں انہوں نے لکھی

﴿ھدایہ پر ایک نظر﴾

ھدایہ کی شرح لکھتے وقت یہ اندازہ ہوا کہ صاحب ھدایہ نے اصل متن قدوری کو بنایا ہے اور زیادہ تر اسی کے مسئلے کو لیکر اسکی تشریح کی ہے، باب کے درمیان میں کہیں کہیں جامع صغیر سے بھی لیکر متن بنایا ہے، اور کہیں کہیں کتاب الاصل امام محمدؒ جسکو مبسوط کہتے ہیں اس سے بھی عبارت لی ہے اور اس کو متن بنا کر تشریح کی ہے، اور بعض جگہ اپنا متن بھی بنایا ہے تو گویا کہ ھدایہ کا متن ان تین کتابون کا مجموعہ ہے

﴿صاحب ھدایہ کی احادیث﴾

صاحب ھدایہ جو احادیث لائے ہیں وہ عموما روایت بالمعنی ہیں، کتاب کو سامنے رکھ کر نہیں لکھی ہے، اس لئے وہ پوری حدیث نہیں لکھتے، بلکہ حدیث کا صرف وہ ٹکڑا لکھتے ہیں جس سے انکو استدلال کرنا ہوتا ہے، اس لئے یہ چند اشکالات پیش آتے ہیں۔ الحمد للہ میں نے ہر جگہ اصلی حدیث نقل کر دی ہے، اور جہاں دو حدیثوں کا مجموعہ تھا وہاں دونوں حدیثوں کو مع حوالہ نقل کر دیا ہے، اب تک صرف چار حدیثوں کا حوالہ نہیں ملا، لیکن اس کے بدلے میں دوسری حدیثیں نقل کر دی جس سے مسئلہ مؤئد ہو جائے۔

[۱] کبھی کبھی وہ ٹکڑا دو حدیثوں میں ملتا ہے، لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جملہ کسی حدیث میں نہیں ہے یا یہ حدیث ہی نہیں ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہ جملہ دو حدیثوں میں پھیلا ہوا ہے، ناچیز نے ایسی جگہوں پر دونوں حدیثیں نقل کر دی ہیں اور نشان دہی کر دی ہے کہ یہ جملے ان دو حدیثوں میں ہیں۔

[۲] کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ حدیث سے پہلے قولہ علیہ السلام، تحریر فرمایا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، اور حدیث کی کتابوں میں نہ ملنے سے یہ کہہ دیا کہ یہ حدیث غریب جدا، ہے یعنی یہ حدیث ہے ہی نہیں، صاحب نصب الرأیۃ [زیلعیؒ]، اور صاحب درایہ فی تخریج احادیث الھدایہؒ، نے اس طرح زیادہ کیا ہے، اس سے کچھ حضرات کا تأثر ہو جاتا ہے کہ صاحب ھدایہ موضوع حدیث نقل کرتے ہیں، لیکن جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ قول صحابی، یا قول تابعی ہے اور مصنف ابن ابی شیبۃ، یا مصنف عبد الرزاق، یا طبرانی میں ہے، اس لئے میں نے پورے حوالے کے ساتھ ایسے اثر کو بیان کر دیا ہے، اور یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ یہ حدیث تو نہیں ہے لیکن قول صحابی، یا قول تابعی ضرور ہے، جسکو حدیث مرسل کہہ سکتے ہیں البتہ بالکل بے بنیاد نہیں ہے

[۳] کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ صاحب ھدایہ نے ایسا لفظ لکھا جو حدیث میں نہیں ہے، لیکن اس کا ہم معنی لفظ موجود ہے جس سے مسئلے پر استدلال کیا جا سکتا ہے، اس وقت بھی لوگوں کو اشکال ہوتا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، لیکن میں نے ہم معنی لفظ والی حدیث کو نقل کر دیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ صاحب ھدایہ نے اس کے قریب قریب لفظ کو استعمال کیا ہے اور بالکل بے بنیاد نہیں ہے۔

[۴] ایسا بھی ہوا کہ مثلا حدیث یا قول حضرت عبد اللہ بن عمر کا ہے اور صاحب ھدایہ نے عبد اللہ ابن عباس کا نام ذکر کر دیا، جس کی وجہ سے بعض حضرات نے لکھ دیا کہ یہ حدیث نہیں ہے، لیکن تلاش کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ قول دوسرے صحابی کا ہے، اس لئے ایسے اثار بھی بے بنیاد نہیں ہیں۔

[۵] اثمارالھدایہ میں ہدایہ جلد ثالث، کتاب الوکالہ پوری ہورہی ہے اور بالالتزام صاحب ھدایہ کی حدیث کی تخریج جاری ہے، اس کے باوجود صرف چار یا پانچ حدیث یا قول صحابی کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا باقی سب کا مل گیا ہے، میں نے وہاں لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی، کسی صاحب کو مل جائے تو براہ کرم اطلاع کریں، لیکن یہ بھی ذکر کر دیا ہے کہ اس مسئلے کا مدار صاحب ھدایہ کے ذکر کی ہوئی حدیث پر نہیں ہے، بلکہ اس مسئلے کے لئے الگ سے تین تین احادیث صحاح ستہ سے نقل کر دی گئی ہیں تاکہ یقین ہو جائے کہ اس مسئلے کے لئے مضبوط احادیث موجود ہیں۔

﴿صاحب ھدایہ کی مجبوری﴾

صاحب ھدایہ نے جو حدیث پیش کی ہے ان میں کا بہت سا حصہ سنن بیہقی، مصنف ابن ابی شیبۃ، مصنف عبد الرزاق، اور طبرانی کبیر میں ملتا ہے، اور یہ کتابیں بارہ بارہ جلدوں میں ہیں، طبرانی چوبیس جلدوں میں ہے، ان میں سے کوئی کتاب اردن میں تھی، کوئی مصر کے کتب خانہ میں، کوئی سعودی عرب میں اور کوئی عراق میں، اور وہ بھی ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی جسکو پڑھنا ایک مستقل کام تھا، اس وقت پریس کا سلسلہ نہیں تھا لوگ ہاتھ سے لکھ کر اپنے پاس رکھتے تھے اس لئے اتنی موٹی کتاب کو ہاتھ سے لکھنا آسان نہیں تھا اس لئے سب کتابیں ایک مصنف کے پاس جمع ہونا آسان نہیں تھا اس لئے ان سے حدیث تلاش کرنا مشکل کام تھا اس لئے صاحب ھدایہ کے لئے یہ مشکل رہی کہ وہ حوالے کے ساتھ حدیث نہیں پیش کر سکے، جسکی وجہ سے بعد کے لوگوں نے انکی اس عظیم کتاب پر اعتراض کیا۔ لیکن اس زمانے میں کمپیوٹر کا سلسلہ ہے بیروت سے تمام کتابیں چھپ کر سامنے آچکی ہیں، ہر حدیث پر نمبر لگا ہوا ہے، آپ کمپیوٹر پر صرف نمبر لکھئے اور حدیث سامنے آجاتی ہے، یا حدیث کا پہلا جملہ لکھئے اور حدیث سامنے آجاتی ہے اس لئے اس دور میں حدیث تلاش کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، اس لئے بہت آسانی سے ہر مسئلے کے ساتھ حدیث سیٹ کی جاسکتی ہے۔ اور اسی سہولت کی وجہ سے ناچیز اس قابل ہوا کہ ہر مسئلے کے ساتھ حدیث مع حوالہ کے سیٹ کر سکا، اور صاحب ھدایہ پر دیرینہ اعتراض کو دفع کر سکا، فللہ الحمد،

نوٹ :۔ صاحب ھدایہ نے مسئلے کے لئے جو حدیث پیش کی ہے، چاہے قوی ہو یا ضعیف، قول صحابی، یا قول تابعی، مسئلے کا مدار اس پر نہیں ہے، مسئلے تو پہلے سے لکھے ہوئے ہیں اور انکو احادیث سے استنباط کیا ہے، صرف ضرورت یہ تھی کہ اصلی حدیث کو مسئلے کے تحت جمع کر دی جائے، تاکہ ناظرین کو پتہ چل جائے کہ اس مسئلے کے لئے یہ احادیث ہیں۔ الحمد للہ ناچیز نے کمپیوٹر کی مدد سے تمام مسئلوں کے تحت تین تین احادیث ذکر دیا ہے اور انکا حوالہ بھی لکھ دیا ہے تاکہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ حنفی مسئلوں کے لئے احادیث نہیں ہیں، البتہ جہاں پوری تلاش کے بعد بھی حدیث نہیں ملی وہاں بیاض چھوڑ دیا ہے اور اہل کرم سے درخواست کی ہے کہ اگر انکو یہ احادیث مل جائیں تو اس کتاب میں شامل کرنے کی زحمت کریں، اللہ تعالی اجر عظیم سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

۹ /۱/ ۲۰۱۲ء

﴿کتاب البیوع﴾

﴿ کتاب البیوع ﴾

ضروری نوٹ: بیع : باع یبیع بیعا سے مشتق ہے، بیچنا۔ مال کو مال کے بدلے میں دینا۔ ماخذ اشتقاق باع ہے۔ بیع ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتی ہے چاہے خریدنے والا پہلے ایجاب کرے چاہے بیچنے والا پہلے ایجاب کرے۔ بیع جائز ہونے کی دلیل یہ آیت ہے واحل اللہ البیع وحرم الربوا. (آیت ٢٧٥ سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیع جائز ہے۔

پورے کتاب البیوع میں یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بائع یا مشتری کو نقصان نہ ہو، اسی طرح اجرت پر لینے والا یا اجرت پر دینے والے کو نقصان نہ ہو

وجہ: اس کی وجہ یہ آیتیں ہیں (١) **لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ** ۔ (آیت ٢٣٣، سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں ہے کہ والد یا والدہ کو نقصان نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح بائع یا مشتری کو نقصان نہ ہو۔ (٢) **فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم** ۔ (آیت ١٩٤، سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے ۔(٣) **عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال : لا ضرر و لا ضرار ، من ضار ضرہ اللہ و من شاق شق اللہ علیہ** . (دار قطنی ، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ٦٤، نمبر ٣٠٦٠) اس حدیث میں ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو۔ اس لئے بائع یا مشتری پر ظلم نہ ہو اسی اصول پر کتاب البیوع کے تمام مسائل لکھے گئے ہیں، چاہے بعض مسئلے کے تحت باضابطہ حدیث نہیں ہے۔

نوٹ: کتاب البیوع معاملات میں سے ہے۔ اس لئے ان میں بہت سے مسئلے تعامل الناس پر مبنی ہیں۔ اس لئے ان مسائل کے لئے حدیث یا قول صحابی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ مسائل صرف اصول پر متفرع ہیں۔ البتہ اصول متعین ہونے کے لئے حدیث یا قول صحابی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

﴿کتاب البیوع لانے کی ترتیب﴾

مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے خالص عبادت نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کی بحث ذکر کی، اس کے بعد نکاح اور طلاق کو ذکر کیا جو عبادت اور معاملات کے درمیان تھا، اور اس کے بعد خالص معاملات یعنی کتاب البیوع کو لایا۔

(١)قال البيــع يـنـعـقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي ۲ مثل أن يقول أحدهما بعت

﴿بیع جائز ہونے کی شرطیں یہ ہیں﴾

[۱]......عاقد کا عاقل اور بالغ ہونا

[۲]......مبیع کا مال متقوم ہونا اور مقدور التسلیم ہونا۔

﴿بیع کا رکن﴾

بیع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، جو پہلے بولے اس کو ایجاب کہتے ہیں چاہے بائع پہلے بولے، یا مشتری پہلے بولے، اور جو بعد بولے اس کو قبول کہتے ہیں۔

﴿بیع ذات کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں﴾

[۱]......بیع نافذ۔ [۲]......بیع موقوف [۳]......بیع فاسد [۴]......بیع باطل۔

﴿بیع مبیع کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں﴾

[۱]......بیع مطلق۔یعنی عین کو ثمن سے بیچنا۔جیسے گیہوں کو درہم سے بیچنا۔

[۲]......بیع مقایضہ۔یعنی عین چیز کو عین چیز سے بیچنا، جیسے گیہوں کے بدلے جو کو بیچنا۔

[۳]...... بیع صرف، یعنی ثمن کو ثمن کے بدلے میں بیچنا، جیسے درہم کو دینار کے بدلے میں بیچنا۔

[۴]......بیع سلم، دین کو عین کے بدلے میں بیچنا۔یعنی قیمت ابھی لینا، اور مبیع بعد میں دینا۔

﴿بیع ثمن کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں﴾

[۱]......بیع مرابحہ، جتنی قیمت سے خریدا ہے اس سے زیادہ میں بیچنا۔

[۲]......بیع تولیہ۔جتنی قیمت میں خریدا ہے اسی قیمت میں بیچ دینا۔

[۳]......بیع وضیعہ۔جتنی قیمت میں خریدا ہے اس سے کم میں بیچنا۔

[۴]......بیع مساومہ۔بائع اور مشتری جس قیمت پر اتفاق کرلیں اس قیمت پر بیچنا۔

ترجمہ:(۱) بیع ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتی ہے جبکہ دونوں فعل ماضی کے صیغے سے ہوں۔

ترجمہ:۲ مثلا یہ کہ بائع اور مشتری میں سے ایک کہے ,بعت، اور دوسرا کہے ,اشتریت۔

والآخر اشتريت ٢ لأن البيع إنشاء تصرف والإنشاء يعرف بالشرع والموضوع للإخبار قد

تشریح : بیع ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتی ہے یعنی ایک آدمی کہے کہ میں نے خریدا اور دوسرا آدمی کہے کہ میں نے بیچ دیا تو اس ایجاب اور قبول سے بیع منعقد ہو جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ فعل ماضی کے ہوں۔

وجہ :(١) فعل ماضی کے استعمال کرنے سے بات پکی ہوتی ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں یا فعل ماضی ہے یا فعل مضارع ہے اور فعل مضارع کا ترجمہ حال ہے یا استقبال، پس اگر استقبال کے معنی لے لے تو بیچنے یا خریدنے کا صرف وعدہ ہوگا، باضابطہ بیچنا اور خریدنا نہیں ہوگا اس لئے بات پکی کرنے کے لئے فعل ماضی ہی کا صیغہ استعمال کرنا ہوگا (٢) حدیث میں ہے **قال لی العداء بن خالد بن هوذه الا اقرئک کتابا کتبه لی رسول الله قال قلت بلی فاخرج لی کتابا هذا ما اشتری العداء بن خالد بن هوذه من محمد رسول الله ﷺ اشتری منه عبدا او امة لاداء ولا غائلة ولا خبثة**۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کتابۃ الشروط، ص ٢٣٠، نمبر ١٢١٦) اس حدیث میں اشتری فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ بات پکی ہو۔ پھر خرید و فروخت کو لکھ لیا گیا تاکہ اور پکے ہو جائیں (٣) اور ایک حدیث میں فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ **عن انس بن مالک ان رسول الله باع حلسا و قدحا وقال من یشتری هذا الحلس والقدح؟ فقال رجل اخذتهما بدرهم** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی بیع من یزید، ص ٢٣٠، نمبر ١٢١٨) اس حدیث میں خریدنے والے نے اخذتہما بدرھم کہا ہے اور فعل ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ اس لئے بیع میں فعل ماضی استعمال کرنا ضروری ہے۔

اصول: معاملات میں بات پکی ہونا ضروری ہے (٢) بیع اور شراء فعل ماضی کے صیغے سے ادا کرے، اور ایجاب اور قبول ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کی رضامندی کے بغیر بیع نہیں ہوگی اور اس رضامندی کا اظہار ایجاب اور قبول سے ہوگا۔ اس لئے ایجاب اور قبول کی ضرورت ہے۔ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ **عن ابن عمر قال کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر ... فقال النبی لعمر بعنیه قال هو لک یا رسول الله ﷺ**۔ (بخاری شریف، باب اذا اشتری شیئا فوهب من ساعته قبل ان یتفرقا، ص ٢٨٤، نمبر ٢١١٥) اس حدیث میں حضورؐ نے **بعنیه** کہہ کر ایجاب کیا اور حضرت عمر نے **هو لک یا رسول الله.** کہہ کر قبول کیا۔ اس لئے بیع میں ایجاب اور قبول ضروری ہیں۔

ترجمہ: ٢ اس لئے کہ بیع تصرف کا انشاء کرنا ہے، اور انشاء شریعت سے پہچانا جائے گا، اور ماضی کا صیغہ خبر دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن شرعا انشاء میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے ماضی کے صیغے سے بیع منعقد ہوگی۔

تشریح: یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ بیع منعقد ہونے کے لئے فعل ماضی کا صیغہ استعمال کرنا کیوں ضروری ہے، فعل

استعمل فيه فينعقد به. ۳؎ ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل والآخر لفظ الماضي

مضارع کا یا امر کا صیغہ استعمال کرنے سے کیوں بیع منعقد نہیں ہوگی، اور ایک اشکال کا جواب بھی ہے۔ اشکال یہ ہے کہ انشاء تو مستقبل میں ہوگا پھر بھی اس کو صیغہ ماضی کے ذریعہ کیوں منعقد کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ انشاء کس صیغے سے منعقد ہوگا اس کا پتہ شریعت سے چلے گا، اور شریعت میں ماضی کے صیغے سے انشاء منعقد کیا گیا ہے اس لئے ماضی کے صیغے سے ہی منعقد ہوگا۔ اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ماضی کا صیغہ اگرچہ زمانہ ماضی میں خبر دینے کے لئے آتا ہے، لیکن کبھی شریعت کے طور پر مستقبل کے لئے بھی استعمال ہوجاتا ہے، اس لئے جب مستقبل کے معنی میں استعمال ہوا تو انشاء منعقد ہوجائے گا، اور بیع ہوجائے گی، چنانچہ بیع شراء میں بھی ماضی کے صیغے سے بیع منعقد ہوجائے گی۔

لغت: انشاء تصرف: کوئی عقد ابھی نہ ہوا ہو اس کو وجود میں لانے کو انشاء تصرف کہتے ہیں، جیسے بیع سے پہلے مبیع پر مشتری کی ملکیت نہیں ہے، بیع کے ذریعہ مشتری کی ملکیت ثابت کرنے کو انشاء کہا جائے گا، یا بیع سے پہلے ثمن پر بائع کی ملکیت نہیں ہے، بیع کے ذریعہ ثمن پر بائع کی ملکیت کو ثابت کرنے کو انشاء تصرف کہا جاتا ہے۔ انشاء مستقبل میں ہوتا ہے لیکن بات پکی کرنے کے لئے اس کو صیغہ ماضی کے ذریعہ منعقد کرتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اور بیع منعقد نہیں ہوگی ایسے دو لفظوں سے کہ ان میں سے ایک مستقبل کا صیغہ ہو، بخلاف نکاح کے۔

تشریح: ایجاب یا قبول دونوں میں سے ایک ماضی کا صیغہ ہو اور دوسرا مستقبل کا صیغہ ہو یعنی امر کا صیغہ ہو تو اس سے نکاح تو منعقد ہوجائے گا، لیکن بیع منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں ایجاب اور قبول دونوں الفاظ ماضی کا چاہئے، اور یہاں ایک امر کا صیغہ ہوگیا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح میں ایک لفظ امر کا صیغہ ہوجائے، مثلا عورت نے کہا زوجنی، میرا نکاح کرا دیجئے تو اس سے ہونے والے شوہر کو نکاح کا وکیل بنانا ہوا، اور شوہر نے اپنی جانب سے اور بیوی کی جانب سے، زوجت، کہا تو نکاح ہو جائے گا، کیونکہ نکاح میں تمام حقوق مؤکل کی طرف لوٹتے ہیں اس لئے ایک ہی آدمی مطالبہ کرنے والا اور مطالبہ کو ادا کرنے والا نہیں ہوا بلکہ عورت کے حقوق کو ادا کرنے والی عورت ہوگی، اور شوہر کے حقوق کو ادا کرنے والا شوہر ہوگا۔ اور بیع میں تمام حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں اور وہی حقوق ادا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اس لئے اگر زید نے خالد سے کہا بع عبدی بالف، [میرا غلام ہزار کے بدلے میں بیچ دو، اس امر سے خالد زید کی جانب سے بیچنے کا وکیل بن گیا، اور بیع کے تمام حقوق اسی کے ذمے ہوگئے، پھر خالد نے اس کے جواب میں، اشتریتُ، کہا [کہ میں نے خرید لیا] تو خود مؤکل ہونے کی وجہ سے خریدنے کے تمام حقوق ادا کرنے کے بھی وہی ذمے دار ہوگئے، اس صورت میں حق کا طلب کرنا اور حق کا ادا کرنا بھی ایک ہی آدمی کے ذمے

بخلاف النكاح وقد مر الفرق هناك. ۴ وقوله رضيت بكذا أو أعطيتك بكذا أو خذه بكذا في معنى قوله بعت واشتريت لأنه يؤدي معناه والمعنى هو المعتبر في هذه العقود ۵ ولهذا

ہو گیا جو جائز نہیں ہے اس لئے بیع میں ایک آدمی کی جانب سے امر کا صیغہ ہو تو اس سے بھی بیع منعقد نہیں ہوگی۔

نوٹ : ہدایہ کے کتاب النکاح مسئلہ (نمبر۱۴۸۲) میں مستقبل کی مثال دیتے ہوئے فرمایا مثل ان یقول زوجنی فیقول زوجتک، اس سے معلوم ہوا مستقبل سے مراد امر کا صیغہ ہے۔ مضارع کا صیغہ نہیں ہے۔

ترجمہ : ۴ اور آدمی کا قول رضیت بکذا، اور اعطیتک بکذا، اور خذہ بکذا بعت اور اشتریت کے معنی میں ہے، اس لئے کہ یہ الفاظ بعت اور اشتریت کے معنی ادا کرتے ہیں، اور ان عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔

تشریح : بعت اور اشتریت کے بجائے رضیت بکذا، اور اعطیتک بکذا، اور خذہ بکذا، کہا تو اس سے بھی بیع شراء ہو جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے بھی خرید و فروخت کے لئے ایجاب اور قبول کا معنی ادا ہو جاتا ہے اس لئے ان الفاظ سے بھی خرید و فروخت منعقد ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اخذت کے لفظ سے چیز خریدی گئی ہے۔ **عن انس بن مالک ان رسول الله باع حلسا و قدحا وقال من يشترى هذا الحلس والقدح؟ فقال رجل اخذتهما بدرهم .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی بیع من یزید، ص۲۳۰، نمبر۱۲۱۸) اس حدیث میں خریدنے والے نے اخذتہما بدرھم، کہہ کر خریدا ہے۔ (۲)۔ **عن ابن عمر قال كنا مع النبى ﷺ فى سفر فكنت على بكر صعب لعمر ... فقال النبى لعمر بعنيه قال هو لك يا رسول الله ﷺ** ۔ (بخاری شریف، باب اذا اشتری شیئا فوھب من ساعتہ قبل ان یتفرقا، ص۲۸۴، نمبر۲۱۱۵) اس حدیث میں ھو لک، کہہ کر حضورؐ سے گھوڑا بیچا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بعت اور اشتریت کے علاوہ جو الفاظ اس معنی کو ادا کرتے ہوں ان سے بھی خرید و فروخت ہو جائے گی۔

لغت : رضیت بکذا: میں اتنے میں راضی ہوں۔ عطیتک بکذا: میں نے آپ کو اتنے میں دے دیا۔ خذہ بکذا: اتنے میں لے لو۔ ان الفاظ میں بیع اور شراء کے معانی ہیں اس لئے ان سے خرید و فروخت ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۵ اسی لئے نفیس اور خسیس چیز میں تعاطی سے بیع منعقد ہو جائے گی، صحیح روایت یہی ہے دونوں کی رضامندی متحقق ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : بیع تعاطی میں کلام سے ایجاب قبول نہیں ہوتا ہے، لیکن بیع کا معنی پایا جاتا ہے اور دونوں کی رضامندی پائی جاتی ہے اس لئے چاہے حقیر چیز ہو یا عمدہ چیز ہو دونوں میں بیع تعاطی جائز ہے، صحیح روایت یہی ہے۔ حضرت امام کرخیؒ نے فرمایا کہ حقیر

ينعقد بالتعاطي في النفيس والخسيس هو الصحيح لتحقق المراضاة.(٢) قال وإذا أوجب أحد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار إن شاء قبل في المجلس وإن شاء رد ۱؎ وهذا خيار القبول لأنه لو

چیز میں بیع تعاطی جائز ہے، لیکن عمدہ چیزوں میں بیع تعاطی جائز نہیں ہے۔آج کل دکانوں میں بڑی بڑی چیزوں پر قیمت لکھی ہوتی ،آدمی قیمت دیکھ کر لے لیتا ہے اور دکاندار بغیر کچھ بولے ہوئے اس کی قیمت وصول کر لیتا ہے چونکہ دونوں کو قیمت معلوم ہے،اور دونوں اس پر راضی ہیں اس لئے یہ بیع بھی جائز ہے۔

لغت :مثلا آدمی کو پہلے سے معلوم ہے کہ ماچش کی قیمت دو روپیہ ہے،اب اس نے ماچش لی اور دو روپیہ دکاندار کو دے دیا، اور اس نے لے بھی لیا، نہ بائع نے بعت کا جملہ کہا اور نہ مشتری نے اشتریت کا جملہ کہا بلکہ خاموش طور پر لین دین کر لیا تو اس کو بیع تعاطی، کہتے ہیں۔

ترجمہ :(٢) پس جبکہ خرید وفروخت کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے چاہے مجلس میں قبول کرے اور اگر چاہے تو اس کو رد کر دے۔

ترجمہ :۱؎ اور اس کا نام خیار قبول ہے، اس لئے کہ اگر سامنے والے کو اختیار ثابت نہ ہوتو بغیر اس کی رضامندی کے عقد کا حکم لازم ہو جائے گا،[اور اس میں حرج ہوگا]

تشریح :ایک کے بیع کے ایجاب کرنے کے بعد دوسرے کو اختیار ہے چاہے اس کو قبول کرے چاہے اس کو رد کر دے لیکن قبول کرنے کا اختیار مجلس باقی رہنے تک ہی ہوگا۔اگر مجلس ختم ہوگئی تو اب قبول کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اور اگر قبول کرنے کا حق نہ ہو بلکہ قبول کئے بغیر ہی عقد لازم کر دیا جائے تو بغیر اس کی رضامندی کے عقد لازم ہوا جو جائز نہیں ہے۔اس اختیار کو خیار قبول کہتے ہیں

وجہ:(١) مجلس چاہے کتنی لمبی ہو اس کو, جامع للمتفرقات ،قرار دیا ہے۔کیونکہ فورا قبول کرنے کی شرط لگا دے تو قبول کرنے والے کو سوچنے کا موقع نہیں ہوگا،اور مجلس کے بعد قبول کرنے کا اختیار ہو تو ایجاب کرنے والے کو بہت انتظار کرنا ہوگا جس سے حرج پیدا ہوگا۔اس لئے دونوں کے درمیان کی چیز مجلس کو قبول کرنے کا معیار شریعت نے رکھا۔اس قبول کو خیار قبول کہتے ہیں (٢) اوپر کی حدیث میں حضورؐ نے بعنیه کہا اور حضرت عمرؓ نے مجلس ہی میں ,هو لک یا رسول الله، کہہ کر قبول کیا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس میں ہی قبول کرے۔(٣) اور بائع اور مشتری دونوں کی رضامندی ہو تب بیع ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی قلابة قال انس مر رسول الله ﷺ علی اهل البقیع فقال یا اهل البقیع فاشرأبوا فقال یا اهل البقیع لا یفترقن بیعان الا عن رضا**۔(سنن بیہقی،باب المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا،ج خامس،ص

لم يثبت له الخيار يلزمه حكم البيع من غير رضاه ۲؎ وإذا لم يفسد الحكم بدون قبول الآخر

۴۴۵، نمبر ۷۴۴۷ ۱۰ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لایتفرق بیعان الاعن تراض، ج رابع، ص ۴۹۲، نمبر ۲۲۴۱۱ رمصنف عبد الرزاق، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا، ج ثامن، ص ۴۱، نمبر ۱۴۳۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں کی رضامندی سے بیع ہو۔

نوٹ: اگر مجلس کے بعد قبول کیا اور ایجاب کرنے والے نے اس کو مان لیا تب بھی بیع ہو جائے گی کیونکہ رضامندی ہوگئی۔

اصول: مجلس تک قبول کرسکتا ہے اس کے بعد نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور جب دوسرے کے قبول کے حکم کا فائدہ نہیں دیگا تو ایجاب کرنے والے کو حق ہے کہ اپنی بات سے رجوع کر جائے دوسرے کے حق کو باطل کرنے سے خالی ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: ایجاب کرنے والے نے بیچنے کا ایجاب کیا ابھی دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے اس سے پہلے اپنی بات واپس لینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اب میں اس چیز کو نہیں بیچوں گا تو وہ اپنی بات کو واپس لے سکتا ہے، لیکن دوسرے نے قبول کر لیا تو چاہے ابھی مجلس باقی ہو ایجاب کرنے والا اپنی بات سے رجوع نہیں کرسکتا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک دوسرا قبول نہ کرے وہ چیز نہیں بکی اور نہ اس پر دوسرے کی ملکیت ہوئی اور نہ اس کا حق ثابت ہوا اس لئے اپنی بات واپس لی تو اس سے دوسرے کا حق باطل نہیں ہوا اس لئے وہ اپنی بات واپس لے سکتا ہے اور اب بیچنے سے انکار کرسکتا ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ جب تک دوسرا قبول نہ کرے ایجاب کرنے والے کو اپنی بات واپس لینے کا حق ہے۔ **عن حكيم بن حزام قال قال رسول الله البيعان بالخيار مالم يتفرقا**۔ (بخاری شریف، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، ص ۲۷۹، نمبر ۲۰۷۹ رمسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، ص ۶۶۴، نمبر ۱۵۳۱/۳۸۵۳ ر ابوداؤد شریف نمبر ۳۴۵۹ رترمذی شریف نمبر ۱۲۴۶) اس حدیث میں مالم یتفرقا کا ترجمہ ہے کہ جب تک دوسرا آدمی قبول نہ کرے۔ (۳) **عن مغيرة قال كان ابراهيم يرى البيع جائزا بالكلام اذا تبايعا و ان لم يتفرقا**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا، ج ثامن، ص ۴۱، نمبر ۱۴۳۵۰) اس اثر میں ہے کہ قبول کر لے تو بیع منعقد ہو جائے گی چاہے مجلس کے اعتبار سے جدا نہ ہو۔

لغت: یتفرقا: یتفرقا کا دو ترجمہ ہے [۱] ایک ترجمہ ہے کہ ایجاب اور قبول کرنے والے دونوں جسمانی اعتبار سے جدا ہو جائیں اور دونوں کی مجلس بدل جائے، چنانچہ امام شافعی کی رائے یہی ہے کہ قبول کرنے کے بعد بھی جسمانی طور پر الگ نہ ہوں تب تک اپنی بات واپس لینے کا حق ہے۔ [۲] دوسرا ترجمہ ہے ایجاب کے بعد قبول کرے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب

فللموجب أن يرجع عنه قبل قبوله لخلوه عن إبطال حق الغير ۳؎ وإنما يمتد إلى آخر المجلس لأن المجلس جامع المتفرقات فاعتبرت ساعاته ساعة واحدة دفعا للعسر وتحقيقا لليسر

کے بعد قبول نہ کرے تب تک اپنی بات واپس لینے کا حق ہے، اور قبول کرلیا تو اب چاہے مجلس باقی ہو اپنی بات واپس ل لینے کا حق نہیں ہے۔

﴿خیار کی چھ قسمیں ہیں﴾

[۱]......خیار قبول۔۔ایجاب کرنے کے بعد قبول کرنے کا اختیار رہتا ہے۔اس کو خیار قبول کہتے ہیں۔

[۲]......خیار مجلس۔۔ایجاب اور قبول ہو جانے کے بعد مجلس باقی رہنے تک بات واپس لینے کا اختیار رہتا ہے۔ اس کو خیار مجلس کہتے ہیں۔

[۳]......خیار شرط۔۔ایجاب اور قبول ہو جانے کے بعد، دونوں میں سے کوئی تین دن کا اختیار لے ۔اس کو خیار شرط کہتے ہیں

[۴]......خیار رؤیت۔۔مبیع کو ابھی دیکھا نہیں ہے اور ایجاب اور قبول کرلیا تو مبیع کو دیکھنے کے بعد لینے یا نہ لینے کا اختیار رہتا ہے۔اس کو خیار رؤیت کہتے ہیں۔

[۵]......خیار عیب۔۔ایجاب اور قبول کے بعد مبیع میں کوئی بڑا عیب ہے جس کی وجہ سے مبیع کو واپس کرنے کا حق ہوتا ہے اس کو خیار عیب کہتے ہیں۔

[۶] خیار اخذ۔مبیع لینے کا اختیار۔۔مبیع میں کوئی دھوکا ہوا جس کی وجہ سے مبیع کو لینے اور اس کو چھوڑ دینے کا اختیار ہوتا ہے اس کو خیار اخذ کہتے ہیں۔یہ صورت کا نام ہدایہ میں نہیں ہے

ترجمه: ۳؎ قبول کرنے کا اختیار مجلس کے آخیر تک ممتد ہوگا اس لئے کہ مجلس متفرقات کو جمع کرنے والی ہے اس لئے تنگی کو دور کرنے کے لئے اور آسانی کو ثابت کرنے کے لئے تمام گھڑیوں کو ایک ہی گھڑی شمار کی گئی ہے۔

تشـــریح : مثلا بائع نے ایجاب کیا تو مجلس کے ختم ہونے تک مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو قبول کرے یا نہ کرے، مجلس ختم ہونے کے بعد خود بخود یہ ایجاب منسوخ ہو جائے گا، اس لئے مجلس ختم ہونے کے بعد مشتری قبول کرے گا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بائع کہہ سکتا ہے کہ مجلس ختم ہوگئی اس لئے میرا ایجاب ختم ہوگیا، ہاں مجلس ختم ہونے کے بعد مشتری نے قبول کیا اور بائع نے اس قبول کو مان لیا تو اس سے اب بیع ہو جائے گی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ مشتری نے شروع سے ایجاب کیا اور بائع نے قبول کرلیا اس لئے اب اس ایجاب اور قبول سے بیع ہو جائے گی۔ کیونکہ مجلس کو جامع للمتفرقات کہا گیا ہے، یعنی تمام گھڑیوں کو ایک گھڑی کی طرح شمار کی گئی ہے، مثلا ایک مجلس میں ایک مرتبہ سجدے کی آیت پڑھی تو ایک سجدہ واجب ہوگا، اور اسی مجلس میں دس

۴ والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة ۵ وليس له أن يقبل في بعض المبيع ولا أن يقبل المشتري ببعض الثمن لعدم رضا الآخر بتفرق

مرتبہ آیت سجدہ پڑھی تو بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، کیونکہ تمام گھنٹوں کو ایک ہی گھنٹہ شمار کیا گیا ہے، اسی کو المجلس جامع للمتفرقات، کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں مجلس کے شروع ہی میں قبول کر لے یا مجلس کے آخیر میں قبول کرے تمام ایک ہی گھڑی کی طرح ہے۔ اس میں مشتری کو سہولت ہے کہ اس کو فورا قبول کرنا لازم نہیں ہوا، اور مجلس ختم ہونے تک غور و فکر کرنے کا موقع مل گیا۔

لغت: یمتد: لمبا ہوتا ہے، ممتد ہوتا ہے۔ ساعۃ: گھڑی، ایک گھنٹہ، یہاں گھڑی مراد ہے، اسی سے ہے ساعات: چند گھڑیاں۔ عسر: تنگی۔ یسر: سہولت۔

ترجمہ: ۴ اور خط لکھنا سامنے بات کرنے کی طرح ہے، ایسے ہی پیغام بھیجنا یہاں تک کہ خط کے پہونچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائے گا، اور اسی طرح پیغام کے پہونچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: آدمی سامنے کھڑا ہو اور اس کو مبیع بیچنے کا ایجاب کرے، اسی طرح خط بھیجنے سے اور اس کو پیغام پہونچانے سے بھی بیع ہو جائے گی، اور جس مجلس میں خط ملا اس مجلس کا اعتبار کیا جائے گا، اگر اس مجلس میں قبول کر لیا تو بیع ہو جائے گی، اور اس مجلس میں قبول نہیں کیا تو ایجاب منسوخ ہو جائے گا، اسی طرح مثلا زید نے خالد کو کہا کہ ساجد کو خبر پہونچا دو کہ میں اس غلام کو ایک ہزار درہم میں اس کے ہاتھ بیچتا ہوں، اب خالد نے ساجد کو جس مجلس میں یہ خبر پہونچائی اس مجلس کا اعتبار ہوگا، اس اگر ساجد نے اس مجلس میں قبول کر لیا تو بیع ہو جائے گی، اور اس مجلس میں قبول نہیں کیا تو بیع رد ہو جائے گی۔

لغت: کتاب: سے یہاں خط مراد ہے۔ خطاب: آمنے سامنے کلام کرنا۔ ارسال: بھیجنا، کسی کے ذریعہ پیغام بھیجنا۔ اسی سے ہے اداء الرسالۃ: پیغام کو ادا کرنا، پیغام پہونچانا۔

ترجمہ: ۵ مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ بعض مبیع میں قبول کرے معاملہ متفرق ہونے کی وجہ سے دوسرے کی رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے۔ مگر جبکہ ہر ایک کی قیمت الگ الگ بیان کر دے، معنی کئی بیع ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: مثلا بائع نے دو بیل کی قیمت پانچ سو درہم بتائی اب مشتری ایک بیل کو ڈھائی سو درہم میں خریدنا چاہے تو نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں بیل کی ایک ہی بیع، اور اس میں سے ایک بیل لینے سے دو صفقہ ہو جائیں گے، اور ایک صفقہ میں سے دو صفقہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر بائع دونوں بیلوں کی قیمت الگ الگ بتائی ہو ایک ایک بیل کی قیمت ڈھائی سو ہے اور دوسرے بیل کی قیمت ڈھائی سو ہے تب ایک بیل کو ڈھائی سو میں خرید سکتا ہے، ہاں مشتری نے کہا کہ ایک بیل کو ڈھائی سو میں

الصفقة إلا إذا بين كل واحد لأنه صفقات معنى.(٣) وأيهما قام عن المجلس قبل القبول بطل الإيجاب لِلأن القيام دليل الإعراض والرجوع وله ذلک علی ما ذکرنا.(۴) وإذا حصل

خریدتا ہوں اور بائع اس پر راضی ہو جائے تو اب گویا کہ مشتری کی جانب سے ایجاب ہوا اور بائع کی جانب سے اس کا قبول ہوا اس لئے اب ایک بیل کی بیع ہو جائے گی۔ دوسری مثال یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ دو بیل کی قیمت پانچ سو درہم ہے، اور مشتری نے کہا کہ میں دونوں بیلوں کو چار سو میں خریدتا ہوں تب بھی تفریق صفقہ ہو گیا، اور بائع کی رضامندی اس پر نہیں ہوئی اس لئے بیع تام نہیں ہوگی، ہاں بائع اس بات پر راضی ہو جائے گی کہ چار سو میں لے لو تو اب بیع تام ہو جائے گی کیونکہ بائع چار سو پر راضی ہو گیا۔

وجه:(۱) اس حدیث میں ہے کہ ایک بیع میں سے دو بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ **عن ابی هريرة ان النبی ﷺ نهی عن بيعتين فی بيعة و فی رواية يحی قال نهی رسول الله ﷺ عن بيعتين فی بيعة** ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ج خامس، ص ۵۶۱، نمبر ۱۰۸۷۸)(۲) **ان عمر بن شعيب اخبرهم عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ نهی عن بيع و سلف و عن بيعتين فی صفقة واحدة و عن بيع ماليس عندک** ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ج خامس، ص ۵۶۱، نمبر ۱۰۸۸۰) اس حدیث میں ہے کہ ایک بیع میں دو بیع نہ کریں۔(۳) اس اثر میں ہے۔ **عن منصور عن ابراهيم كرها ان يسلف الرجل فی السلعة و يأخذ بعض سلعته و بعض رأس ماله** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السلف فی شیء فیأخذ بعضہ، ج ثامن، ص ۹، نمبر ۱۴۱۷۲) اس اثر میں ہے کہ بعض مبیع کو لے اور بعض کو نہ لے حضرت ابراہیم نخعیؒ نے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔

لغت: صفقۃ: ہاتھ پر ہاتھ مارنا، تالی بجانا، خرید و فروخت کرتے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا، یہاں مراد ہے، بیع کرنا، یا ایک معاملہ کرنا۔ ایک ہی معاملہ ہو تو اس کو ایک صفقہ کہتے ہیں اور دو معاملہ ہو تو اس کو دو صفقہ کہتے ہیں۔

ترجمه:(۳) بائع او مشتری مین سے جو بھی قبول سے پہلے مجلس سے اٹھ جائیں گے تو ایجاب باطل ہو جائے گا۔

ترجمه: لِ اس لئے کہ کھڑا ہونا اعراض کی دلیل ہے، اور اپنی بات سے رجوع کی دلیل ہے اور اس کو اس کا اختیار ہے، جیسا کہ ذکر کیا۔

تشریح: بائع نے ایجاب کیا کہ ان دو بیلوں کو پانچ سو درہم میں بیچتا ہوں، مشتری نے ابھی قبول نہیں کیا اس سے پہلے بائع مجلس سے اٹھ گیا تو ایجاب ختم ہو گیا اب مشتری قبول کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور نہ اس سے بیع ہوگی، کیونکہ مجلس سے کھڑا ہونا اعراض کی دلیل ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی بات واپس لینا چاہتا ہے اس لئے ایجاب منسوخ ہو جائے گا، اور قبول

الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية

کرنے سے پہلے پہلے تک اس کو اپنی بات منسوخ کرنے کا حق ہے۔

وجہ :(۱) چونکہ قبول کرنے کا اختیار مجلس تک ہی تھا اس لئے مجلس ختم ہونے کے بعد قبول کا اختیار نہیں ہوگا اور ایجاب ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ مجلس سے اٹھ جانا ایجاب سے اعراض کرنے کی دلیل ہے۔(۲) تفرق کا معنی ہے مشتری کا قبول کرنا، اور حدیث میں ہے کہ جب تک کہ قبول نہ کرے ایجاب کرنے والے کو اپنی بات واپس لینے کا اختیار ہے، اس کے لئے یہ حدیث گزر چکی ہے۔عن حكيم بن حزام قال قال رسول الله البيعان بالخيار مالم يتفرقا۔(بخاری شریف، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا ،ص ۲۷۹، نمبر ۲۰۷۹ رمسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ،ص ۶۶۴ ،نمبر ۱۵۳۱/۳۸۵۳ر ابوداؤد شریف نمبر ۳۴۵۹ ر ترمذی شریف نمبر ۱۲۴۶) اس حدیث میں مالم یتفرقا کا ترجمہ ہے کہ جب تک دوسرا آدمی قبول نہ کرے۔

نوٹ : ہر وہ عمل جو اعراض پر دلالت کرتا ہے اس سے بھی مجلس ختم ہو جائے گی اور ایجاب باطل ہو جائے گا۔ مثلا ایجاب کے بعد قبول کرنے والا مجلس ہی میں کسی اور کام مین مشغول ہو گیا تو ایجاب کی مجلس ختم ہو جائے گی۔

اصول :اعراض سے مجلس ختم ہو جاتی ہے۔

ترجمہ :(۴) پس جب ایجاب اور قبول حاصل ہو جائے تو بیع لازم ہو جائے گی اور بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار نہیں ہوگا۔ مگر عیب اور نہ دیکھنے کی وجہ سے۔

تشریح :بائع اور مشتری دونوں نے ایجاب قبول کر لئے اب بیع مکمل ہو گئی۔ چاہے مجلس موجود ہو پھر بھی کسی کو بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہے ہاں! مبیع میں عیب ہو یا مبیع کو دیکھا نہ ہو تو خیار عیب اور خیار رویت کی وجہ سے بیع توڑنے کی اجازت ہوگی۔ مجلس باقی رہنے کی وجہ سے خیار مجلس کی بنیاد پر بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہوگا، یعنی حنفیہ کے نزدیک خیار مجلس کسی کو نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن حكيم بن حزام قال قال رسول الله البيعان بالخيار مالم يتفرقا ۔(بخاری شریف، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا ،ص ۲۷۹، نمبر ۲۰۷۹ رمسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ،ص ۶۶۴ ،نمبر ۱۵۳۱/۳۸۵۳ رابوداؤد شریف نمبر ۳۴۵۹ ر ترمذی شریف نمبر ۱۲۴۶) اس حدیث میں ہے کہ بائع اور مشتری کو بیع توڑنے کا اختیار ہوگا جب تک تفرق نہ کرے یعنی قبول نہ کرے۔ تفرق کا ترجمہ قبول کرنا اور بات پر بات جمانا ہے۔ جب ایجاب کے بعد قبول کر لیا تو بیع مستحکم ہو گئی اب توڑنے کا اختیار نہیں ہوگا چاہے بیع کی مجلس برقرار ہو۔(۲) حضرت عمرؓ نے تفرق کی یہی تفسیر کی ہے وقال عمر البيع عن صفقة او خيار ۔(مصنف عبد الرزاق، باب البیان بالخیار مالم یتفرقا، ج ثامن، ص ۴۲،

لے وقال الشافعي رحمه الله يثبت لكل واحد منهما خيار المجلس لقوله عليه الصلاة والسلام

نمبر۱۴۳۵۲/مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۷۹ من کان یوجب البیع اذا تکلم بہ، ج رابع، ص ۵۰۷، نمبر ۲۲۵۶۹) (۳) حضرت سفیان نے بھی تفرق کی یہی تفسیر کی ہے قال سفيان و الصفقة باللسان (مصنف عبدالرزاق، ج ثامن، ص ۴۱، نمبر ۱۴۳۵۱) کہ بیع زبان سے طے ہو جائے گی (۴) حدیث میں المتبایعان (بیع کرنے والے) ہے۔ اور بیع کرنے والے اسی وقت کہے جاتے ہیں جب ایجاب اور قبول کر رہے ہوں۔ اور اسی حالت میں ان کو نہ قبول کرنے کا یا قبول سے پہلے ایجاب کرنے والے کو اپنی بات واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اور جب قبول کر لیا تو متبایعان کی صفت ختم ہوگئی اس لئے حدیث کی رو سے اب ان کو بات واپس لینے کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ اب وہ بائع اور مشتری نہیں رہے چاہے ابھی مجلس موجود ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ۔ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ البيعان بالخيار ما لم يتفرقا من بيعهما، او يكون بيعهما بخيار.** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۷۸ من قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا، ج رابع، ص ۵۰۶، نمبر ۲۲۵۶۰) اس حدیث میں ہے کہ تفرق یعنی قبول کرنے سے پہلے پہلے تک واپس لینے کا اختیار ہے، اور قبول کرنے کے بعد بات واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: لے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے خیار مجلس ثابت ہوگا حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ بائع اور مشتری کو اختیار ہوگا جب تک کہ جدا نہ ہو جائیں۔

تشریح: امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کی رائے ہے کہ قبول کرنے کے بعد اور بیع مکمل ہونے کے بعد بھی مجلس بیع موجود ہو تو دونوں کو اپنی اپنی بات واپس لینے اور بیع توڑنے کا اختیار ہوگا اور دونوں کو خیار مجلس ہوگا۔ موسوعہ میں ہے۔ **قال الشافعيؒ في الحديث ما يبين هذا ايضا لم يحضر الذى حدثنى حفظه و قد سمعته من غيره انهما باتا ليلة ثم غدوا عليه فقال لا اراكما تفرقتما، و جعل له الخيار اذا باتا مكانا واحدا بعد البيع** ۔ (موسوعہ امام شافعیؒ باب بیع الخیار، ج سادس، ص ۱۰، نمبر ۷۵۰۲) اس عبارت میں ہے کہ مجلس برقرار رہنے تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

وجہ: (۱) وہ بھی اوپر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مالم یتفرقا سے مراد تفرق بالابدان ہے۔ یعنی جسمانی طور پر دونوں جدا ہو جائیں اس وقت تک دونوں کو اپنی اپنی بات واپس لینے کا اختیار رہوگا۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر یہ کرتے تھے کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اگر اس بیع کو توڑنے کا ارادہ نہ ہو تو کھڑے ہو کر تھوڑا سا چل لیتے تھے تاکہ مجلس بدل جائے اور بائع کو خیار مجلس کے تحت بیع کو توڑنے کا اختیار نہ ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ خود راوی تفرق سے تفرق بالاقوال نہیں بلکہ تفرق بالابدان مراد لیتے تھے۔ روایت یہ ہے۔ **سمع عبد الله بن عمر يقول قال رسول الله ﷺ اذا تبايع المتبايعان بالبيع فكل واحد منهما بالخيار من بيعه مالم يتفرقا او يكون بيعهما عن**

المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا ۲؎ ولنا أن في الفسخ إبطال حق الآخر فلا يجوز. ۳؎ والحديث محمول على خيار القبول. وفيه إشارة إليه فإنهما متبايعان حالة المباشرة لا بعدها ۴؎ أو يحتمله

خيار فاذا كان بيعهما عن خيار فقد وجب ۔

زاد ابن عمر في روايته قال نافع فكان اذا بايع رجلا فاراد ان لايقيله قام فمشى هنيئة ثم رجع اليه.(مسلم شریف ، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ص۶۶۵، نمبر ۱۵۳۱/۳۸۵۶/ابو داؤد شریف ، باب فی خیار المتبایعین ص۵۰۰، نمبر ۳۴۵۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر تھوڑا اچل لیتے تا کہ مجلس بدل جائے اور بائع کو بیع توڑنے کا اختیار نہ رہے۔ (۲)اس حدیث میں بھی ہے۔**عن ابن عمر عن رسول الله ﷺ انه قال اذا تبايع الرجلان فكل واحد منهما بالخيار مالم يتفرقا و كانا جميعا ، او يخير احدهما الآخر فان خير احدهما الآخر فتبايعا على ذالک فقد وجب البيع و ان تفرقا بعد ان تبايعا و لم يترک واحد منهما البيع فقد وجب البيع ۔**(مسلم شریف ، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ص۶۶۵، نمبر ۱۵۳۱/۳۸۵۵/ابو داؤد شریف ، باب فی خیار المتبایعین ص۵۰۰، نمبر ۳۴۵۷)اس حدیث کے انداز سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہے۔

اصول: حنفیہ کے نزدیک خیار مجلس کا حق نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنے میں دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے اس لئے فسخ جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں سے امام شافعیؒ کا جواب دیا جا رہا ہے اور انکی پیش کردہ حدیث کا تین جواب دیا جا رہا ہے۔امام شافعیؒ کا جواب یہ ہے کہ قبول کرنے کے بعد بیع تام ہوگئی اس لئے اب خیار مجلس دی جائے گی تو بیع ٹوٹے گی اور مشتری کا حق باطل ہوگا، یا بائع کا حق باطل ہوگا اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:۳؎ اور حدیث خیار قبول پر محمول ہے، چنانچہ حدیث میں اس کا اشارہ ہے اس لئے کہ ایجاب اور قبول کرنے کی حالت میں ہی وہ دونوں بیع کرنے والے ہیں نہ کہ بعد میں۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی حدیث کی پہلی تاویل ہے کہ جب ایک آدمی نے ایجاب کیا تو دوسرے آدمی کے قبول کرنے سے پہلے پہلے تک یہ دونوں متبایعان، ہیں یعنی بیع کرنے والے ہیں، اور جب دوسرے نے قبول کر لیا تو اب یہ متبایعان نہیں رہے، اور حدیث میں **اذا تبايع المتبايعان بالبيع فكل واحد منهما بالخيار من بيعه مالم يتفرقا.** کہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبول کرنے کے بعد یہ دونوں بائع اور مشتری نہیں رہے اس لئے اب دونوں کو خیار مجلس بھی نہیں ہوگی۔

لغت :خیار کی دو قسمیں ہیں[۱] ایجاب کے بعد قبول کرنا اس کو خیار قبول، کہتے ہیں، اسی کو تفرق بالاقوال، بھی کہتے ہیں۔اور

فیحمل علیه والتفرق فیه تفرق الأقوال.(۵) قال والأعواض المشار إلیها لا یحتاج إلی معرفة

قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کو اپنی بات واپس لینے کا اختیار ہے۔ [۲] اور قبول کر لینے کے بعد اور بیع تام ہونے کے بعد جب تک مجلس رہے اس وقت تک دونوں کو بیع کو توڑنے کا حق ہو اسکو خیار مجلس کہتے ہیں، اسی کو تفرق بالابدان کہتے ہیں

ترجمه: ۴ یا خیار قبول کا احتمال رکھتا ہے اس لئے اس پر حمل کیا جائے گا۔

تشریح : حدیث میں ,مالم یتفرقا، کا دو مطلب ہے [۱] ایک تفرق بالاقوال، یعنی ایجاب کے بعد قبول کا اختیار، [۲] اور دوسرا تفرق بالابدان، یعنی مجلس میں اپنی بات واپس لینے کا اختیار۔ اور حدیث ان دونوں مطلبوں کا احتمال رکھتی ہے، اس لئے دوسرے کا حق باطل نہ ہو اس لئے تفرق بالاقوال پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ترجمه: اور حدیث میں تفرق سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔

تشریح: اوپر حدیث میں ,مالم یتفرقا، سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔ یعنی ایجاب کرنے کے بعد قبول کرنے کو تفرق بالاقوال، کہتے ہیں حدیث میں یہی مراد ہے۔

ترجمه :(۵) بدلے کی چیز جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو بیع کے جائز ہونے میں اس کی مقدار پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه: ا اس لئے کہ اشارے سے تعرف کرنا کافی ہے اور اس میں وصف کی جہالت جھگڑے کی طرف نہیں پہنچاتی ہے۔

تشریح : الاعواض سے مراد ہے مبیع یا ثمن جو بدلے میں دیئے جاتے ہیں۔ اگر مبیع یا ثمن سامنے موجود ہو اور بیع کے وقت اس کی طرف اشارہ کر دیا ہو تو اس کی مقدار کتنی ہے، کتنے کیلو ہے یا کتنی تعداد ہے، یا اس مبیع کی یا ثمن کی صفت کیا ہے، اعلی ہے یا ادنی ہے، بیع کے جائز ہونے میں اس کو جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے متعین کئے بغیر بھی بیع جائز ہو جائے گی۔

وجه :(۱) پچھلے زمانے میں کوئی چیز سامنے ہو تو اس کی مقدار جانے بغیر بیع کر لیا کرتے تھے۔ کیونکہ مشتری اس کو اسی حال میں خریدنے کے لئے راضی ہے۔ اور جہاں تک اچھا یا خراب ہونے کی بات ہے تو مشتری خود اس کو آنکھوں سے دیکھ کر خرید رہا ہے اور اس پر راضی ہے۔ اس لئے بیع ہو جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔ **سمعت ابا هریرة یقول قال رسول الله ﷺ لا یفترقن اثنان الا عن تراض** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی خیار المتبایعین، ج ثانی ص ۱۳۳ نمبر ۳۴۵۸) معلوم ہوا کہ چیز سامنے ہو اور رضامندی سے خرید رہا ہو تو بیع جائز ہے۔ اٹکل سے بیع بیچنے کی دلیل حدیث میں ہے۔ **ان ابن عمر قال رایت الناس فی عهد رسول الله ﷺ یبتاعون جزافا یعنی الطعام** ۔(بخاری شریف، باب من رای اذا اشتری طعاما جزافا، ص ۲۸۶، نمبر ۲۱۳۷ رمسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص ۶۶۳، نمبر ۱۵۲۷ / ۳۸۴۷) اس

مقدارها في جواز البيع ۱؎لأن بالإشارة كفاية في التعريف وجهالة الوصف فيه لا تفضي إلى المنازعة. (٦) والأثمان المطلقة لا تصح إلا أن تكون معروفة القدر والصفة ۱؎لأن التسليم والتسلم واجب بالعقد وهذه الجهالة مفضية إلى المنازعة فيمتنع التسليم والتسلم وكل جهالة

حدیث سے معلوم ہوا کہ مبیع سامنے ہوتو اٹکل سے بیچ سکتا ہے چاہے مقدار کا پتہ نہ ہو۔

اصول: بیع کے لئے غائب چیز کی مقدار اور صفت بیان کی جاتی ہے۔موجود کی نہیں۔

لغت: الاعواض : عوض کی جمع ہے بدلے کی چیز، یہاں مبیع یا ثمن مراد ہے۔

ترجمہ:(٦) اور مطلق ثمن نہیں صحیح ہے اس سے بیع مگر یہ کہ مقدار معلوم ہو اور صفت معلوم ہو۔

ترجمہ:۱؎ اسلئے کہ عقد کی وجہ سے لینا اور دینا واجب ہے، اور یہ جہالت جھگڑے تک پہونچائے گی، اسلئے دینا اور لینا ممتنع ہو جائے گا، اور ہر وہ جہالت جو اس صفت کی ہو [یعنی جھگڑا تک پہونچاتی ہو] تو وہ بیع جائز ہونے کو روکتی ہے، یہ قاعدہ ہے

تشریح : وہ ثمن اور قیمت جو سامنے نہ ہو بلکہ غائب ہو اور اس کی طرف اشارہ نہ کیا جا رہا ہو، اس کی مقدار کہ کتنے کیلو ہیں یا کتنے لیٹر ہیں یا کتنی تعداد ہے اور صفت یعنی اچھا ہے یا خراب ہے معلوم نہ ہو اس وقت تک اس سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں ثمن سامنے نہیں ہے لیکن اس کی صفت متعین کر دی جائے، مثلا وہ اعلی درجے کا ہے یا ادنی درجے کا، اسکی مقدار بیان کر دی جائے، مثلا وہ پانچ سو درہم ہے تو اب بیع جائز ہو جائے گی، مقدار اور صفت معلوم ہوگئی، اور قیمت دینا اور مبیع لینا آسان ہو گیا۔

وجہ :(۱) جو چیز سامنے نہ ہو اس کو بائع دیکھ کر رضا مندی کا اظہار نہیں کر سکے گا۔ اس لئے اس میں دھوکہ ہے، اور اس صورت میں صفت کی جہالت جھگڑے تک پہونچائی گی، اور قاعدہ یہ ہے کہ جو جہالت جھگڑے تک پہونچائے اس سے بیع جائز نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے ثمن کی صفت کی جہالت سے بیع جائز نہیں ہوگی۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالثمر السنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم . (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ رمسلم شریف، باب السلم ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۴/۴۱۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بیع یا ثمن سامنے موجود نہ ہو اس کا کیل یا وزن اور مدت معلوم ہو تب بیچنا خریدنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (۳) رضا مندی کے بغیر بیع جائز نہیں ہوگی اس کی دلیل مسئلہ نمبر ۵ میں حدیث ابو داؤد شریف نمبر ۳۴۵۸ گزری۔ (۴) اور جس میں دھوکہ ہو اس ثمن یا مبیع سے بیع جائز نہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابی هریرة قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر ۔(مسلم شریف، باب بطلان بیع الحصاة والبیع الذی فیہ غرر، ص ۶۵۸، نمبر ۱۵۱۳/۳۸۰۸ رابو داؤد شریف، باب فی بیع الغرر، ص ۴۹۰، نمبر ۳۳۷۶) اس سے معلوم ہوا کہ جس بیع میں

هذه صفتها تمنع الجواز هذا هو الأصل(۷) قال ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلوما ل لإطلاق قوله تعالى وأحل الله البيع وعنه عليه الصلاة والسلام أنه اشترى من يهودي

دھوکہ ہو وہ جائز نہیں۔(۵) چیز معلوم نہ ہو تو اس کی بیع جائز نہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن عبد الله عن رسول الله ﷺ انه نهى عن بيع حبل الحبلة . (مسلم شریف، باب تحریم بیع حبل الحبلۃ ،ص ۶۵۸ نمبر ۳۸۰۹/۱۵۱۴ / بخاری شریف، باب بیع الغرر وحبل الحبلۃ ،ص ۳۴۴ ،نمبر ۲۱۴۳) اس حدیث میں حاملہ جانور کے اندر کا بچہ دیکھا نہیں جا سکتا۔اس کی صفت مجہول ہے اور مقدار بھی معلوم نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا ناجائز قرار دیا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس غائب کی مقدار اور صفت معلوم نہ ہو اس کو بیچنا یا اس سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں۔

اصول: غائب ثمن کی مقدار اور صفت بیان کرنا ضروری ہے(۲) دھوکے کی چیز نہ مبیع بن سکتی ہے اور نہ ثمن۔

لغت : الاثمان المطلقة : جو ثمن غائب ہو یا اس کی مقدار اور صفت معلوم نہ ہو۔ القدر : مقدار مثلا کتنے کیلو ہیں۔التسلیم : سپرد کرنا، دینا۔التسلم : کسی سے کوئی چیز لینا۔مفضية : پہونچانے والی ہو۔منازعۃ : جھگڑا، اختلاف۔

ترجمہ:(۷) بیع نقد ثمن سے بھی جائز ہے اور ادھار ثمن سے بھی جائز ہے جبکہ تاریخ متعین ہو۔

ترجمہ : ل اللہ تعالی کا قول احل اللہ البیع ، کے مطلق ہونے کی وجہ سے ،اور حضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک یہودی سے ایک متعین وقت کے لئے گیہوں خریدا اور اسکے بدلے میں ذرہ رہن پر رکھا۔

تشریح: مبیع کی قیمت ابھی ادا کرے وہ بھی جائز ہے اور بعد میں ادا کرے اور مبیع ادھار لے وہ بھی جائز ہے،البتہ ادھار لینے کی شکل میں ثمن کے ادا کرنے کے لئے وقت کا متعین ضروری ہے۔ کیونکہ وقت متعین نہ ہو تو بائع جلدی مانگے گا اور مشتری دیر کرے گا جس سے جھگڑا ہوگا،اس لئے ثمن دینے کے لئے وقت متعین ہونا ضروری ہے۔

وجہ :(۱) ثمن ادا کرنے کی تاریخ متعین نہ ہو تو مشتری ثمن ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے گا اور جھگڑا کرے گا۔اس لئے بیع کے وقت ہی ثمن دینے کی تاریخ متعین کرلے(۲) دونوں طرح اس لئے جائز ہے کہ آیت میں مطلق بیع کرنے کے لئے کہا ہے۔صاحب ہدایہ کی پیش کردہ آیت یہ ہے۔ احل الله البيع وحرم الربوا (آیت ۲۷۵،سورۃ البقرۃ ۲) اس میں ادھار اور نقد کی قید نہیں لگائی ہے اس لئے نقد اور ادھار دونوں طرح سے بیع جائز ہوگی (۳) ادھار ثمن سے بیع کرنے کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن عائشة ان النبى اشترى طعاما من يهودى الى اجل ورهنه درعا من حديد . (بخاری شریف، باب شراء النبی ﷺ بالنسیۃ ،ص ۳۳۲ ،نمبر ۲۰۶۸ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل ،ص ۲۳۰ ،نمبر ۱۲۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادھار ثمن کے ساتھ مبیع خرید سکتا ہے۔(۴) مدت متعین ہو اس کی دلیل یہ حدیث

طعاما إلى أجل معلوم ورهنه درعه. ۲؎ ولا بد أن يكون الأجل معلوما لأن الجهالة فيه مانعة من التسليم الواجب بالعقد فهذا يطالبه به في قريب المدة وهذا يسلمه في بعيدها.(۸) قال ومن أطلق الثمن في البيع كان على غالب نقد البلد ۱؎ لأنه المتعارف وفيه التحري للجواز فيصرف

ہے۔ **عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدينة وهم يسلفون بالثمر السنتين والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم .** (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ رمسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۱، نمبر ۴۱۱۸/۱۶۰۴) اس حدیث میں ہے کہ ثمن ادھار ہوتو وقت متعین ہو، بلکہ ثمن کی صفت اور اس کی مقدار بھی معلوم ہوتب جائز ہوگا۔

اصول: دھوکہ نہ ہو اس لئے ثمن ادا کرنے کی تاریخ متعین ہونا ضروری ہے۔

نوٹ : اگر تاریخ متعین نہیں کی اور بعد میں جھگڑا ابھی نہیں ہوا تو بیع جائز ہو جائے گی۔اوپر کی حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔حضورؐ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے لوگ بغیر تاریخ متعین کئے بھی بیع کر لیا کرتے تھے، اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا تھا اس لئے مبیع اور ثمن قبضہ ہونے تک جھگڑا نہیں ہوا تو بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔

لغت: مؤجل : مؤخر۔ الاجل : مدت۔

ترجمہ : ۲؎ ضروری ہے کہ تاریخ معلوم ہو اس لئے کہ عقد کے ذریعہ جو سپرد کرنا واجب ہوا ہے تاریخ کی جہالت اس کو روکتا ہے، اس لئے کہ بائع ثمن کو قریب مدت میں مطالبہ کرے گا اور مشتری اس کو دیر میں سپرد کرے گا۔

تشریح: ثمن کس دن دے گا اس کا تعین ہونا ضروری ہے، کیونکہ تاریخ مجہول ہو تو ثمن کس دن دے گا اس میں جھگڑا ہو جائے گا، بائع جلدی طلب کرے گا اور مشتری دیر سے ادا کرے گا، اس لئے ثمن ادھار ہو تو تاریخ کا متعین ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ:(۸) جس نے بیع میں ثمن مطلق رکھا تو وہ شہر کے غالب نقد پر ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ غالب نقد ہی متعارف ہے [اس لئے وہی متعین ہوگا]

تشریح: شہر میں کئی قسم کے سکے رائج ہوں اور بیع کرتے وقت کسی ایک کو متعین نہیں کیا تو اگر کسی ایک سکے کا رواج زیادہ ہو تو وہی سکہ مراد ہوگا۔

وجہ :(۱) کیونکہ جس سکے کا رواج زیادہ ہوتا ہے بیع کرتے وقت دونوں کا ذہن اسی طرف جاتا ہے۔اس لئے وہی مراد ہوگا اور بیع جائز ہو جائے گی۔

إليه (۹) فإن كانت النقود مختلفة فالبيع فاسد إلا أن يبين أحدها ۱؎ وهذا إذا كان الكل في الرواج سواء لأن الجهالة مفضية إلى المنازعة إلا أن ترتفع الجهالة بالبيان أو يكون أحدها أغلب وأروج فحينئذ يصرف إليه تحريا للجواز ۲؎ وهذا إذا كانت مختلفة في المالية فإن كانت سواء فيها كالثنائي والثلاثي والنصرتي اليوم بسمرقند والاختلاف بين العدالى بفرغانة

ترجمہ:۲؎ اوراس میں جواز کے لئے تحری ہے،اس لئے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح:اگر غالب سکے کا اعتبار نہ کرے تو بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے غور کر کے جائز کی طرف لانے کے لئے اس سکے کو لازم کیا جائے جس کا رواج زیادہ ہے۔

لغت:تحری:غور وفکر کرنا،تحری للجواز کا ترجمہ ہے بیع جائز ہونے کے لئے غور وفکر کرنا۔

ترجمہ: (۹) پس اگر نقود مختلف ہوں تو بیع فاسد ہوگی مگر یہ کہ ایک نقد کو بیان کر دے۔

۔لیکن اگر تمام ہی سکوں کا رواج برابر ہے اور ہر ایک کی مالیت مختلف ہے تو اب جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔کیونکہ بائع اعلی سکہ طلب کرے گا اور مشتری ادنی سکہ دینا چاہے گا۔اور کوئی سکہ متعین نہیں ہے اس لئے نزاع ہوگا۔اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔البتہ اگر مجلس ختم ہونے سے پہلے کوئی ایک سکے کی نشان دہی کر دی جائے تو وہی سکہ متعین ہو کر بیع جائز ہو جائے گی۔

اصول: تعین نہ ہوتے وقت غالب کا اعتبار کیا جائے گا۔اور کوئی سکہ غالب نہ ہو تو جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔

لغت: نقد البلد : شہر کا سکہ۔

ترجمہ:۱؎ یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ رواج میں تمام سکے برابر ہوں،اس لئے کہ جہالت جھگڑے تک پہونچائے گی،مگر یہ کہ بیان کر کے جہالت ختم کر دے،یا کوئی ایک غالب ہو اور اس کا رواج زیادہ ہو،تو اس وقت بیع جائز کرنے کے لئے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح: تمام سکوں کی قیمت الگ الگ ہے اور شہر میں سب کا رواج برابر ہے،کسی ایک کا رواج زیادہ نہیں ہے،تب بیع فاسد ہوگی،کیونکہ یہ جہالت جھگڑے تک پہونچائے گی،اس لئے بائع اعلی درجے کا مانگے گا اور مشتری ادنی سکہ دینا چاہے گا اس لئے جھگڑا ہو جائے گا اسلئے بیع فاسد ہو جائے گی۔لیکن مجلس ختم ہونے سے پہلے پہلے کسی ایک سکے کا تعین کر دے تو اب وہی سکہ متعین ہو جائے گا اور بیع جائز ہو جائے گی۔یا کسی ایک سکے کا رواج زیادہ ہو تو وہی سکہ متعین ہو جائے گا تا کہ بیع جائز رہے

ترجمہ:۲؎ یہ بیع کا فساد جب ہے کہ مالیت مختلف ہو،پس اگر سب کی مالیت برابر ہو جیسے ثنائی سکہ،ثلاثی سکہ،اور نصرتی سکہ آج کل سمرقند میں رائج ہے،یا عدالی سکے میں اختلاف ہے فرغانہ میں تو بیع جائز ہوگی۔

جاز البيع إذا أطلق اسم الدرهم كذا قالوا ٣ وينصرف إلى ما قدر به من أي نوع كان لأنه لا منازعة ولا اختلاف في المالية. (١٠)قال ويجوز بيع الطعام والحبوب مكايلة ومجازفة ١ وهذا

تشریح:اگر ہر ایک سکے کی مالیت مختلف ہوتب تو بیع فاسد ہوگی،لیکن کئی قسم کے درہم ہوں لیکن سب کی مالیت برابر ہوتو بیع فاسد نہیں ہوگی،کیونکہ کسی ایک درہم کو دے دینا کافی ہوگا۔مصنفؒ نے اس کی مثال دی ہے کہ سمرقند میں ایک درہم پر کسی چیز کو بیچا،اور درہم کا نام متعین نہیں کیا،تو ایک نصرتی درہم دے دیا تب بھی کافی ہے،یا دو ثنائی درہم دے دیا تب بھی کافی ہے،اور تین ثلاثی درہم دے دیا تب بھی کافی ہو جائے گی،کیونکہ دو ثنائی کی مالیت،اور تین ثلاثی درہم کی مالیت ایک ہے،جیسے دو پچاس پینس دے دے،یا ایک پونڈ دے دے تب بھی کافی ہے،کیونکہ دونوں کی مالیت برابر ہے۔یا فرغانہ میں عدالی درہم مختلف ہوتا تھا مگر سب کی مالیت ایک ہی ہوتی ہے اس لئے کوئی درہم بھی ادا کر دے تو بیع فاسد نہیں ہوگی۔

لغت :نصرتی:سمرقند کے والی نصرۃ الدین نے ایک درہم کا سکہ رائج کیا تھا جس سکے کا نام نصرتی تھا۔الثنائی: ثنائی کا ترجمہ ہے دو،سمرقند میں ثنائی ایسا درہم تھا جو ایک درہم کا آدھا ہوتا تھا،اس لئے دو ثنائی درہم مل کر ایک درہم ہوتا تھا۔ثلاثی: ثلاثی کا ترجمہ ہے تین،سمرقند میں ایسا درہم تھا جو ایک درہم کا تہائی حصہ ہوتا تھا،اس لئے دو ثنائی درہم مل کر ایک درہم ہوتا تھا یہ تین درہم ہوتو ایک درہم پورا ہوتا تھا۔عدالی: فرغانہ میں کئی قسم کے درہم رائج تھے لیکن سب کی مالیت برابر تھی،ان درہموں کو عدالی کہتے تھے۔۔اب یہ سب دراہم موجود نہیں ہیں۔

ترجمہ :٣ اور پھیرا جائے گا جو اس سے متعین ہوتا ہے جس قسم کا بھی ہو اس لئے کہ اس میں جھگڑا نہیں ہے،اور مالیت کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

تشریح:کئی قسم کے سکے رائج ہیں لیکن اس کی مالیت میں اختلاف نہیں ہے جس قسم کا بھی سکہ دے دے ادا ہو جائے گا،کیونکہ مالیت میں اختلاف نہیں ہے۔

ترجمہ:(١٠) جائز ہے کھانے اور غلوں سب کو بیچنا کیل کر کے اور اٹکل سے۔

تشریح :جو مبیع سامنے موجود ہو اور غلہ اور کھانے کی جنس سے ہو،درہم اور دنانیر نہ ہوں تو اس کو چار طریقوں سے بیچنا جائز ہے جن کا تذکرہ متن میں ہے(١) برتن میں کیل کر کے بیچے(٢) اٹکل سے ویسے ہی بیچ دے یہ بھی جائز ہے(٣) ایک برتن ہے جس کا وزن یا کیل معلوم نہیں ہے کہ اس میں کتنے گیہوں سماتے ہیں لیکن بائع اور مشتری کے درمیان یہ طے ہو گیا کہ ایک برتن کے بدلے پانچ پونڈ دوں گا تو بیع جائز ہو جائے گی۔مقدار کی جہالت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مبیع اور ثمن کی جنس ایک ہو تو دونوں کو اٹکل سے بیچنا جائز نہیں ہے،کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کی مقدار زیادہ ہو جائے اور ربو

إذا بـاعـه بخلاف جنسه لقوله عليه الصلاة والسلام إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم بعد أن يـكون يدا بيد بخلاف ما إذا باعه بجنسه مجازفة لما فيه من احتمال الربا ٢ ولأن الجهالة غير

اورسود ہوجائے اس لئے اس کو برابر سرابر کر کے بیچنا ضروری ہے۔

وجه : (١) جب اٹکل سے بیچنا جائز ہے تو اس طرح بھی بیچنا جائز ہوگا (٢) اٹکل سے بیچنے کی حدیث یہ ہے۔ **ان ابـن عمر قال لقد رايت الناس فی عهد رسول الله ﷺ يبتاعون جزافا يعنی الطعام يضربون ان يبيعوا فی مكانهم حتـی يـؤوه الـی رحالهم** . (بخاری شریف، باب من رای اذا اشتری طعاما جزافا ان لا یبیعہ حتی یؤ ویہ الی رحلہ، ص ۳۴۳، نمبر ۲۱۳۷ر مسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص ۶۶۳، نمبر ۱۵۲۷/۳۸۴۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اٹکل سے کھانا اور غلہ بیچنا جائز ہے اور اس وقت اٹکل سے نہیں بیچتے تھے جب تک کجاوے تک غلہ نہ آجائے اس سے معلوم ہوا کہ غلہ سامنے موجود ہوتب ہی اٹکل سے بیچ سکتا ہے۔ (٣) اور سامنے موجود نہ ہوتو اس کی مقدار اور صفت کا متعین ہونا ضروری ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عـن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدينة وهم يسلفون بالثمر السنتين والثلاث فقال مـن اسـلف فـی شیء ففی كيل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم** . (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ر مسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۴/۴۱۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بیع یا ثمن سامنے موجود نہ ہو اس کا کیل یا وزن اور مدت معلوم ہوتب بیچنا خریدنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

لغت: مکایلۃ : کیل کر کے۔ مجازفۃ : اٹکل سے۔ طعام: کھانا، یہاں گیہوں مراد ہے، کیونکہ عرب کے نزدیک گیہوں کو کھانا اور طعام کہا کرتے تھے۔ حبوب، گیہوں کے علاوہ دانہ اور غلہ۔

ترجمه : ١ یہ بیع کا جواز اس وقت ہے جبکہ جنس کے خلاف سے بیچا ہو، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ اگر نوع مختلف ہوتو جیسا چاہو بیچو، اس کے بعد کہ ہاتھوں ہاتھ ہو، بخلاف جبکہ اسی کی جنس سے اٹکل سے بیچا ہو اس لئے کہ اس میں سود کا احتمال ہے

تشریح : متن میں جو کہا کہ اٹکل سے بیچنا جائز ہے وہ اس صورت میں ہے کہ خلاف جنس سے بیچے، مثلا گیہوں کو چنے کے بدلے میں بیچے، لیکن اگر ایک جنس سے بیچے، مثلا گیہوں کو گیہوں کے بدلے میں بیچے تو اٹکل سے بیچنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ کیل کر کے بیچنا ضروری ہوگا کیونکہ اٹکل سے بیچے گا تو ہوسکتا ہے کہ کم بیش ہوجائے، اور ایک جنس کی چیز میں کم بیش ہوجائے تو ربوا اور سود ہے اس لئے ایک جنس کی چیز میں اٹکل سے بیچنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک جنس کی چیز ہوتو برابر کر کے بیچنا جائز ہے، البتہ جنس مختلف ہوتو کم بیش کر کے جائز ہے بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ ہو، ادھار نہ ہو۔

وجه :(١) اس کے لئے حدیث یہ جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ **عـن عبـادة بـن صـامت قال قال رسول الله**

مانعة من التسليم والتسلم فشابه جهالة القيمة.(۱۱) قال ويجوز بإناء بعينه لا يعرف مقداره وبوزن حجر بعينه لا يعرف مقداره ۱؎ لأن الجهالة لا تفضي إلى المنازعة لما أنه يتعجل فيه

ﷺ الذهب بالذهب ، و الفضة بالفضة و البر بالبر و الشعير بالشعير و التمر بالتمر ، و الملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد ۔(مسلم شریف، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا،ص۶۹۲،نمبر۱۵۸۷/۴۰۶۳/ابوداودشریف، باب فی الصرف،ص۴۸۷، نمبر۳۳۴۹)(۲)اس حدیث میں بھی ہے.عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب ، و الفضة بالفضة و البر بالبر و الشعير بالشعير و التمر بالتمر ، و الملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد، فمن زادأو استزاد فقد اربى الآخز و المعطى فيه سواء ۔(مسلم شریف،باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، ص۶۹۲،نمبر۱۵۸۷/۴۰۶۴/ابوداودشریف، باب فی الصرف،ص۴۸۷،نمبر۳۳۴۹) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ ایک جنس ہوتو کمی بیشی جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے،لیکن جنس الگ الگ ہوتو کمی بیشی کر کے جیسے چاہے بیچے۔(۳) اس حدیث میں نوعان کا لفظ ہے۔عن عباده و انس بن مالک عن النبی ﷺ قال ما وزن مثل بمثل اذا كان نوعا واحدا و ما كيل فمثل ذالک فاذا اختلف النوعان فلا بأس به ۔(سنن دار قطنی ،باب کتاب البیوع،ج ثالث،ص۱۴، نمبر۲۸۲۹)اس حدیث میں ہے کہ نوع کا اختلاف ہوجائے تو جیسا چاہو بیچو۔

ترجمہ:۲؎ اوراس لئے کہ یہ جہالت دینے اور لینے سے روکتی نہیں ہے،اس لئے قیمت کی جہالت کی طرح ہوگئی۔

تشریح :مبیع سامنے موجود ہوتو اس کی مقدار کیا ہے اوراس کی صفت کیا ہے یہ جہالت مبیع سپرد کرنے سے نہیں روکتی،اور نہ اس کی قیمت لینے سے روکتی ہے کیونکہ وہ تو سامنے ہے اور بائع اور مشتری اس کے لینے پر راضی ہے۔جیسے بائع مشتری ثمن متعین کرلے تو اس سے بیع ہوجائے گی، چاہے بازار کی قیمت کیا ہے اس کی خبر نہ ہو،اسی طرح یہاں مبیع کی مقداراورصفت معلوم نہ ہوتب بھی بیع جائز ہوجائے گی۔

لغت :ثمن: بائع اور مشتری دونوں جس قیمت کو متعین کرے اس کو ثمن کہتے ہیں،اور بازار میں اس چیز کی جو قیمت ہواس کو قیمت کہتے ہیں۔

ترجمہ:(۱۱) اور جائز ہے بیع کسی متعین برتن سے جسکی مقدار کا علم نہ ہو یا کسی متعین پتھر کے وزن سے جسکی مقدار کا علم نہ ہو

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ جہالت جھگڑے تک نہیں پہونچائے گی،اس لئے کہ جلدی ہی سونپنا ہے اس لئے اس سے پہلے ہلاک شاذونادر ہے۔

التسليم فيندر هلاكه قبله ٢ے بخلاف السلم لأن التسليم فيه متأخر والهلاك ليس بنادر قبله فتتحقق المنازعة. ٣ے وعن أبي حنيفة أنه لا يجوز في البيع أيضا والأول أصح وأظهر .(١٢)قال

تشریح : کسی برتن کی مقدار معلوم نہ ہو یا کسی پتھر کا وزن معلوم نہ ہو اور اس کے ذریعہ بیع کرے تو بیع جائز ہے، کیونکہ مبیع سامنے موجود ہے اس لئے ابھی مشتری کو سپرد کر دے گا اور اتنی جلدی پتھر یا برتن کا ہلاک ہونا بھی شاذ و نادر ہے، اس لئے پتھر یا برتن کی مقدار کی جہالت جھگڑے کی طرف نہیں پہونچائے گی۔

لغت : پچھلے زمانے میں تمام غلوں کو برتن میں ڈال کر بیچتے تھے جسکو کیل کہتے تھے، اس زمانے میں غلوں کو وزن کر کے نہیں بیچتے تھے، چاندی سونا، لوہا وغیرہ وزن کر کے بیچتے تھے۔ اس زمانے میں سب کو وزن کر کے بیچتے ہیں، صرف بہتی ہوئی چیز کو برتن میں ڈال کر بیچتے ہیں جسکو لیٹر کہتے ہیں۔ یتعجل فیہ: جلدی سے سپرد کر دے گا۔ یندر: شاذ و نادر ہوگا۔

ترجمہ : ٢ے بخلاف بیع سلم کے اس لئے کہ اس میں سپرد کرنا بعد میں ہوتا ہے، اور سپرد کرنے سے پہلے ہلاک ہونا نادر نہیں ہے اس لئے جھگڑا متحقق ہوگا۔

تشریح : بیع سلم میں ثمن پہلے لیا جاتا ہے اور مبیع بہت بعد میں دی جاتی ہے اس لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اس درمیان وہ برتن ہلاک ہو جائے، یا وہ پتھر ہلاک ہو جائے، اور چونکہ اس کی مقدار معلوم نہیں ہے اس لئے اس سے کیل کر کے یا اس پتھر سے وزن کر کے مبیع دینا مشکل ہو اس لئے ایسے برتن یا ایسے پتھر سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ٣ے امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ بیع بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور زیادہ ظاہر ہے

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ فوری بیع میں بھی مجہول برتن اور مجہول پتھر سے بیع جائز نہیں ہے۔ لیکن زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر روایت پہلی ہے کہ جائز ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اگر چہ بیع سلم کے سلسلے میں ہے کہ کیل معلوم ہونا چاہئے اور وزن معلوم ہونا چاہئے، لیکن اس سے فوری بیع میں بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم يسلفون بالثمر السنتين والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم** . (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ رمسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۴ ر ۴۱۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بیع یا ثمن سامنے موجود نہ ہو اس کا کیل یا وزن اور مدت معلوم ہو تب بیچنا خریدنا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۱۲) کسی نے کھانے کا ڈھیر بیچا ہر قفیز ایک درہم کے بدلے میں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک قفیز کی بیع ہوگی اور

ومن باع صبرة طعام كل قفيز بدرهم جاز البيع في قفيز واحد عند أبي حنيفة إلا أن يسمي جملة

باقی میں باطل ہوگی مگر یہ کہ تمام قفیز متعین کردے۔اور صاحبین نے فرمایا دونوں سورتوں میں بیع جائز ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قبول کے وقت مبیع کی مقدار اور اس کی قیمت معلوم ہونا ضروری ہے۔

تشریح: غلے کا ڈھیر ہے لیکن پورے غلے کی قیمت بیک وقت نہیں لگائی اور نہ یہ معلوم ہے کہ ڈھیر میں کتنے قفیز غلہ ہے اور اس کی مجموعی قیمت کتنے درہم ہیں۔ یہ تو ناپنے کے بعد معلوم ہوگا کہ کتے قفیز ہیں اور اس کی مجموعی قیمت کتنی ہوئی۔ایسی صورت میں بائع کہتا ہے کہ ہر قفیز ایک درہم کا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک قفیز کی بیع فی الحال ہوگی۔

وجه : ابھی پورے ڈھیر کی نہ مقدار معلوم ہے اور نہ اس کی مجموعی قیمت معلوم ہے اس لئے اقل درجے کی طرف پھیرا جائے گا اور ایک قفیز کی بیع ہوگی اسی پر جھگڑا ہو جائے تو قانونی حیثیت سے ایک قفیز ہی لینا ہوگا۔

نوٹ : پورا ڈھیر ناپ دے اور اس کی مجموعی قیمت گنا دے اور اس پر بعد میں بائع مشتری راضی ہو جائے تو اب پورے ڈھیر کی بیع ہوگی۔امام ابوحنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ ایجاب وقبول سے پہلے پوری مبیع اور اس کی پوری قیمت معلوم ہونا ضروری ہے تا کہ ایجاب کے وقت جہالت نہ رہے۔

وجه :(۱) پورے ڈھیر کی مقدار کی جہالت ہو تو بیچنا ممنوع ہے اس کا ثبوت حدیث میں ہے **سمعت جابر بن عبد الله يقول نهى رسول الله عن بيع الصبرة من التمر لا يعلم مكيلها بالكيل المسمى من التمر** ۔(مسلم شریف، باب تحریم بیع صبرة التمر المجہولة القدر بتمر ،ص ۶۶۴،نمبر ۱۵۳۰/۳۸۵۱) اس حدیث میں ہے کہ ڈھیر کی مقدار معلوم نہ ہو تو اس کو کھجور کے بدلے نہ بیچے تا کہ ربوا نہ ہو تا ہم اس کا بھی ثبوت ہوا کہ ڈھیر کی مقدار معلوم نہ ہو تو جہالت کی وجہ سے پورے ڈھیر کی بیع نہیں ہوگی (۲) حدیث میں ہے **عن ابی هريرة ان رسول الله مر برجل يبيع طعاما فسأله كيف تبيع فاخبره فاوحى اليه ان ادخل يدک فيه فادخل يده فيه فاذا هو مبلول فقال رسول الله ﷺ ليس منا من غش** ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی النہی عن الغش ،ص ۵۰۰،نمبر ۳۴۵۲/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ الغش فی البیوع ،ص ۲۴۵ ،نمبر ۱۳۱۵) اس حدیث میں بھی بھیگے گیہوں نیچے تھے اور صفت کی جہالت تھی تو آپؐ نے منع فرمایا ہے۔اس لئے قبول کے وقت ڈھیر کی مقدار معلوم نہ ہو اور اس کی مجموعی قیمت معلوم نہ ہو تو پورے ڈھیر کی بیع نہیں ہوگی۔

فائده :صاحبین فرماتے ہیں کہ ناپ کر پورے ڈھیر کی مقدار اور اس کی مجموعی قیمت کا معلوم کرنا بائع اور مشتری کے ہاتھ میں ہے۔وہ فوراناپ لیں گے اور مجموعی قیمت معلوم کرلیں گے اور مجلس ختم ہونے سے پہلے یہ کام ہو جائے گا تو کوئی جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے ان کے نزدیک قبول سے پہلے پورے ڈھیر کی مقدار بیان کردے تب بھی پورے ڈھیر کی بیع ہوگی۔اور پورے ڈھیر کی

قفزانها وقالا يجوز في الوجهين ۱؎ لـه أنه تعذر الصرف إلى الكل لجهالة المبيع والثمن فيصرف إلى الأقل وهو معلوم إلا أن تزول الجهالة بتسمية جميع القفزان أو بالكيل في المجلس ۲؎ وصار هذا كما لو أقر وقال لفلان علي كل درهم فعليه درهم واحد بالإجماع. ۳؎ ولهما أن الجهالة بيدهما إزالتها ومثلها غير مانع ۴؎ وكما إذا باع عبدا من عبدين على أن المشتري

مقدار نہ بتائے تب بھی پورے ڈھیر کی بیع ہو جائیگی۔

اصول : ان کا اصول یہ ہے کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے ڈھیر کی مقدار اور اس کی مجموعی قیمت معلوم ہو جانے کا امکان ہو تب بھی جواز بیع کے لئے کافی ہے۔

لغت: صبرۃ : ڈھیر۔ قفیز : ناپنے کا ایک پیمانہ اس کی جمع قفزان ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع اور ثمن کی جہالت کی وجہ سے بیع کو کل کی طرف پھیرنا متعذر ہے اس لئے کم سے کم کی طرف پھیرا جائے گا کیونکہ وہ معلوم ہے مگر یہ کہ تمام قفیز کو بیان کر کے یا مجلس میں کیل کر کے جہالت زائل کر دے [تو بیع جائز ہو جائے گی]

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ ڈھیر میں کل مبیع کتنی ہے اور اس کا ثمن کتنا ہے معلوم نہیں ہے، اس لئے مبیع اور ثمن کی جہالت کی وجہ سے کم سے کم مقدار ایک قفیز کی طرف پھیرا جائے گا اور ایک قفیز کی بیع ہو جائے گی۔ ہاں مجلس ختم ہونے سے پہلے پورے ڈھیر کو بیان کر دے، یا کیل کر کے معلوم کر لے کہ کتنی قفیز ہے اور اس کی قیمت کتنا درہم ہے اور اس پر مشتری راضی ہو جائے تو اب پورے ڈھیر کی بیع ہو گی، پہلے نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور یہ ایسا ہو گیا کہ، اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر کل درہم ہے، تو بالاجماع اس پر ایک درہم لازم ہو گا۔

تشریح : کسی نے کہا فلاں کے میرے اوپر کل درہم ہیں۔ اور کل بول کر کتنے درہم ہیں یہ بیان نہیں کیا تو سب کے نزدیک اقل درجہ ایک درہم واجب ہو گا، اسی طرح ڈھیر کی مقدار بیان نہیں کی تو اقل درجہ ایک قفیز کی بیع ہو گی۔

ترجمہ: ۳؎ صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ جہالت کو زائل کرنا دونوں کے ہاتھ میں ہے اور اس طرح کی جہالت عقد سے مانع نہیں ہے

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ پورے ڈھیر کی مقدار ابھی معلوم نہیں ہے لیکن دونوں کے ہاتھ میں ہے کہ ڈھیر کو ناپ کر پورے ڈھیر کی مقدار معلوم کر لے، اس لئے یہ تھوڑی سی جہالت جھگڑے کی طرف لیجانے والی نہیں ہے اس لئے پورے ڈھیر کی بیع ہو جائے گی۔

بالخيار. ۵ؕ ثم إذا جاز في قفيز واحد عند أبي حنيفة فللمشتري الخيار لتفرق الصفقة عليه وكذا إذا كيل في المجلس أو سمى جملة قفزانها لأنه علم ذلک الآن فله الخيار كما إذا رآه ولم يكن رآه وقت البيع .(۱۳)ومن باع قطيع غنم كل شاة بدرهم فسد البيع في جميعها عند أبي حنيفة وكذلک من باع ثوبا مذارعة كل ذراع بدرهم ولم يسم جملة الذرعان ۱ؕ وكذا كل

ترجمہ:۴ؕ جیسے کہ دو میں سے ایک غلام کو بیچا اس شرط پر کہ مشتری کو ایک غلام کو منتخب کرنے کا اختیار ہوگا [تو بیع جائز ہے]

تشریح: بائع نے کہا کہ دو غلاموں میں سے ایک کو پانچ سو درہم میں بیچتا ہوں اس شرط پر کہ اس ایک غلام کو منتخب کرنے کا اختیار مشتری کو ہوگا، اس صورت میں مبیع مجہول ہے، لیکن مشتری کے ہاتھ میں ہے کہ کسی ایک غلام کو منتخب کر کے مبیع متعین کر لے ،اس لئے بیع جائز ہو جائے گی، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں بائع یا مشتری ڈھیر ناپ لے گا تو جہالت ختم ہو جائے گی اس لئے بیع جائز ہوگی۔

اصول: صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے جہالت ختم کی جا سکتی ہو تو اس جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوگی

ترجمہ: ۵ؕ پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک قفیز میں جائز ہوئی تو مشتری کو اختیار ہوگا تفرق صفقہ کی وجہ سے۔اور ایسے ہی مجلس میں کیل کیا گیا، یا تمام کیلوں کو بیان کیا گیا اس لئے کہ یہ اب جانا ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا جیسا کہ اب دیکھا ہو اور بیع کے وقت نہ دیکھا ہو۔

تشریح: جملہ ایسا استعمال کیا گیا تھا کہ پورے ڈھیر کی بیع ہو لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک قفیز کی بیع ہوئی اس لئے یہ تفرق صفقہ ہوا اس لئے مشتری کو اختیار ہوگا چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے، اسی طرح مجلس میں ڈھیر کو ناپنے کے بعد پورے ڈھیر کی مقدار کا علم ہوا اور اس کی قیمت کا علم ہوا تو بھی مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ اس کو اب معلوم ہوا کہ اتنا کیلو ہے اور اس کی قیمت اتنی دینی ہے۔اس کی مثال دیتے ہیں کہ خریدتے وقت مشتری نے مبیع کو دیکھا نہیں ہے اور اب دیکھا ہے تو اسکو اب لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا اسی طرح اب مبیع اور اس کی قیمت کا اندازہ ہوا ہے اسلئے اس کو اختیار ہوگا

ترجمہ :(۱۳) کسی نے بکری کا ریوڑ بیچا اس طرح کہ ہر بکری ایک درہم کی تو تمام ہی بکری میں بیع فاسد ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، ایسے ہی کسی نے ناپنے والے کپڑے کو ہر ہاتھ ایک درہم کے بدلے بیچا اور مجموعی ہاتھ کتنا ہے بیان نہیں کیا [تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ :۱ؕ اور ایسے ہی عددی چیز کو جو متفاوت ہے۔اور صاحبین کے نزدیک کل میں جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

معدود متفاوت وعندهما يجوز في الكل لما قلنا ۲؎ وعنده ينصرف إلى الواحد لما بينا غير أن

اصول: افراد میں تفاوت ہو اور مجموعہ کی بیع نہ ہوئی ہو تو تفاوت کی وجہ سے ایک فرد کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

تشریح: یہاں تین مسئلے بیان کئے ہیں اور تینوں کے اصول ایک ہے۔ کہ مبیع میں تفاوت کی وجہ سے ایک مبیع کی بھی بیع نہیں ہوگی

[۱] پہلا مسئلہ ہے۔۔ بکریوں کا ایک ریوڑ بیچا لیکن تمام بکریوں کو نہیں گنا، اور نہ تمام بکریوں کی مجموعی قیمت بیان کی، بلکہ اس طرح کہا کہ ہر بکری ایک درہم کی ہے، اس اعتبار سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک بکری کی بیع ہونی چاہئے، لیکن وہ بھی نہیں ہو گی، کیونکہ ہر بکری الگ الگ طرح کی ہوتی ہے اس لئے بائع کمزور بکری دینا چاہے گا اور مشتری موٹی بکری لینا چاہے گا، جس سے جھگڑا ہوگا اس لئے ایک بکری کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

[۲]...... دوسرا مسئلہ ہے۔ گز سے ناپے جانے والے کپڑے کے تھان کو بیچا، مجموعی تھان کا گز بیان نہیں کیا اور اس کی مجموعی قیمت بتائی، بلکہ یوں کہا کہ ہر گز ایک درہم کا۔ اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک گز کی بیع ہوگی۔ اور تھان ایسا تھا کہ ہر گز الگ الگ رنگ کا تھا اور الگ الگ انداز کا تھا، اس لئے بائع ادنی گز دینا چاہے گا اور مشتری اعلی گز لینا چاہے گا، جس سے جھگڑا ہوگا اس لئے ایک گز کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

[۳]...... تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی عددی چیز کا ڈھیر ہے، اور وہ عددی چیز متفاوت ہے، اور ڈھیر کی تعداد بیان نہیں کی تو ایک کی بیع ہونی چاہئے، لیکن ہر عدد متفاوت ہے اس لئے بیع ادنی دینا چاہے گا اور مشتری اعلی لینا چاہے گا اس لئے جھگڑا ہوگا اس لئے ایک عدد کی بھی بیع فاسد ہوگی۔ اور گیہوں کے پورے ڈھیر میں سے ایک قفیز کی بیع اس لئے ہوگا کہ گیہوں میں تفاوت نہیں ہے صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ پورے ریوڑ اور پورے تھان اور پورے ڈھیر کی بیع ہوگی اس لئے جھگڑے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لئے انکے یہاں بیع ہو جائے گی۔

لغت: قطیع: بکریوں کا مجموعہ، بکریوں کا ریوڑ۔ مذارعۃ: ذراع سے مشتق ہے، ہاتھ سے ناپ کر، گز سے ناپ کر۔ صبرۃ گیہوں کا ڈھیر۔ قفیز: کیلو کی طرح ایک قسم کا وزن۔

نوٹ: آج کل کی طرح تمام کپڑا ایک ہی انداز کا ہو تو ایک گز کی بیع ہو جائے گی، یا دوبارہ پورا تھان ناپ کر پورے تھان کی بیع کر لے تب بھی از سر نو رضامندی کی وجہ سے پورے تھان کی بیع ہو جائے گی۔ اوپر کا فیصلہ تو اختلاف کے وقت ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک کی طرف پھیرا جائے گا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی، یہ اور بات ہے کہ ریوڑ میں سے ایک بکری، اور کپڑے میں سے ایک گز تفاوت کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور گیہوں میں سے ایک قفیز کی بیع

بيع شاة من قطيع غنم وذراع من ثوب لا يجوز للتفاوت. وبيع قفيز من صبرة يجوز لعدم التفاوت فلا تفضي الجهالة إلى المنازعة فيه وتفضي إليها في الأول فوضح الفرق .(١٤)قال ومن ابتاع صبرة طعام على أنها مائة قفيز بمائة درهم فوجدها أقل كان المشتري بالخيار إن شاء أخذ الموجود بحصته من الثمن وإن شاء فسخ البيع ل لتفرق الصفقة عليه قبل التمام فلم يتم رضاه بالموجود(١٥) وإن وجدها أكثر فالزيادة للبائع ل لأن البيع وقع على مقدار معين والقدر

جائز ہے تفاوت نہ ہونے کی وجہ سے، اس لئے جہالت جھگڑے کی طرف نہیں پہونچائے گی، اور پہلی شکل میں جھگڑے کی طرف پہونچائے گی اس لئے فرق واضح ہو گیا۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں ایک بکری اور ایک گز اور ایک عدد کی بیع ہوگی، اور ہر بکری اور ہر گز اور ہر عدد متفاوت ہے اس لئے ایک بکری، اور ایک گز، اور ایک عدد میں جھگڑا ہو جائے گا اس لئے ایک میں بھی بیع فاسد ہو گی، اور گیہوں میں تفاوت نہیں ہے اس لئے ایک قفیز دینے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اس لئے ایک قفیز کی بیع ہو جائے گی، دونوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ :(۱۴) کسی نے کھانے کا ڈھیر بیچا اس طرح کہ سو قفیز ہے سو درہم کے بدلے۔ پس اس کو اس سے کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو موجود کو اس کے حصے کے مطابق ثمن سے لے لے اور چاہے تو بیع فسخ کر دے۔

ترجمہ:ل بیع تمام ہونے سے پہلے صفقہ کے تفرق کی وجہ سے اس لئے موجودہ مبیع سے اس کی رضا مندی مکمل نہیں ہوئی۔

تشریح : غلے کا ڈھیر ہے اور بائع یوں کہہ رہا ہے کہ اس میں سو قفیز گیہوں ہے سو درہم کے بدلے دوں گا۔ تو چونکہ پوری مقدار معلوم ہے اور مجموعی قیمت بھی سو درہم معلوم ہے اس لئے پورے ڈھیر کی بیع ہوئی۔ لیکن جب ناپا تو سو قفیز سے کم نکلا تو چونکہ بائع نے یہ بھی کہا تھا کہ سو قفیز ہے اور سو درہم کے بدلے میں دوں گا تو ایک قفیز ایک درہم کا ہوا اس لئے اگر مثلا نوے قفیز نکلے تو نوے درہم لازم ہونگے۔ جتنا حصہ گیہوں ہے اتنا ہی حصہ ثمن لازم ہوگا۔ لیکن چونکہ سو قفیز کی بات تھی اور مشتری کو اس سے کم ملا تو وعدہ کے مطابق نہیں ملا اس لئے اس کو اختیار ہوگا چاہے تو نوے درہم سے نوے قفیز لے اور چاہے تو بیع فسخ کر دے۔ کیونکہ بیع مکمل ہونے سے پہلے تفرق صفقہ ہو گیا، یعنی وعدے کے مطابق سو قفیز نہیں ملا بلکہ رضا مندی سے پہلے نوے قفیز کی بات شروع ہوگی اس لئے مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ: (۱۵) اور اگر سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادہ بائع کے لئے ہے۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ بیع معین مقدار پر واقع ہوئی ہے، اور مقدار وصف نہیں ہے۔

لیس بوصف .(۱۶)ومن اشتری ثوبا علی أنه عشرة أذرع بعشرة دراهم أو أرضا علی أنها مائة ذراع بمائة درهم فوجدها أقل فالمشتري بالخیار إن شاء أخذها بجملة الثمن وإن شاء ترک

اصول: غلہ میں قفیز اصل ہے صفت نہیں ہے۔ اور اصل کے بدلے میں الگ سے قیمت ہوتی ہے۔

تشریح: ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ ڈھیر میں ایک سو سے مثلا دس قفیز زیادہ ہے تو یہ دس قفیز بائع کی ہے۔ کیونکہ وعدے کے مطابق ہر قفیز ایک درہم کی ہے اس لئے زیادہ قفیز کی زیادہ قیمت چاہئے۔

وجہ:(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع تو ایک سو قفیز پر ہی ہوئی ہے اور ایک سو قفیز ہی کی قیمت ایک سو درہم دی گئی اس لئے اس سے جو زیادہ قفیز ہے اس پر بیع ہی نہیں ہوئی ہے اس لئے وہ قفیز بائع کی ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر قفیز گیہوں کی صفت ہوتی تو گیہوں کے ساتھ مشتری کے پاس چلی جاتی، جیسے بیل کا موٹا پا بیل کی صفت ہے تو بیل کے ساتھ چلے جائے گی، لیکن قفیز صفت نہیں ہے بلکہ مقدار ہے اور اصل ہے اس لئے گیہوں کے ساتھ نہیں جائے گی، بلکہ الگ سے اس کی قیمت لگے گی، اور وہ قیمت نہیں لگی ہے اس لئے بائع ہی کی رہے گی (۳) اثر میں ہے **سمع عکرمة یقول ان ابتعت طعاما فوجدته زائدا فالزیادة لصاحب الطعام والنقصان علیک.** (مصنف عبد الرزاق، باب اشتریت طعاما فوجدته زائدا، ج ثامن ص ۱۰۴، نمبر ۱۴۶۸۹) اس اثر میں ہے کہ جو گیہوں زیادہ ہو وہ بائع کا ہوگا۔

لغت: ابتاع : باع سے مشتق ہے خریدا۔

ترجمہ:(۱۶) کسی نے کپڑا خریدا اس طرح کہ وہ دس گز ہے دس درہم میں، یا زمین خریدی اس طرح کہ وہ سو گز ہے سو درہم میں پھر اس کو اس سے کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اس زمین اور کپڑے کو پوری ہی قیمت میں لے اور چاہے تو اس کو چھوڑ دے۔

تشریح: یہ مسئلہ اوپر جیسا ہی ہے لیکن حکم میں فرق اس لئے ہے کہ کپڑے میں اور زمین میں گز سے ناپنا ایک صفت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت کے مقابلہ میں الگ سے کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لئے دس گز یا سو گز زمین صرف ترغیب کے لئے ہوئی ہر گز کے بدلے ایک درہم نہیں ہوا تو گویا کہ پورے تھان کپڑے کی قیمت دس درہم اور پورے زمین کے ٹکڑے کی قیمت سو درہم ہوئی چاہے تھان میں اور زمین میں گز زیادہ ہو یا کم ہو۔ اس لئے لینا چاہے تو پورے دس درہم دے کر پورا تھان لے، اسی طرح سو درہم دے کر پورا ٹکڑا زمین لے۔ چاہے گز کم ہو چاہے زیادہ ہو۔ البتہ کم گز ہونے کی صورت میں مشتری کی رغبت کم ہے اس لئے اس کو چھوڑنے کا اختیار ہوگا اور زیادہ گز ہو جائے تو بائع کو روکنے کا اختیار اس لئے نہیں ہوگا کہ پورے تھان اور پورے ٹکڑے زمین کی بیع کر چکا ہے، چاہے جتنا ہو۔

۱؎ لأن الذراع وصف في الثوب ألا يرى أنه عبارة عن الطول والعرض والوصف لا يقابله شيء من الثمن كأطراف الحيوان فلهذا يأخذه بكل الثمن ۲؎ بخلاف الفصل الأول لأن المقدار يقابله الثمن فلهذا يأخذه بحصته إلا أنه يتخير لفوات الوصف المذكور لتغير المعقود عليه فيختل الرضا.(۱۷) قال وإن وجدها أكثر من الذراع الذي سماه فهو للمشتري ولا خيار للبائع

اصول : کپڑے اور زمین میں گز صفت ہے اور صفت کے مقابلہ میں الگ سے قیمت نہیں ہوتی جب تک کہ اس کو اصل نہ بنا دیا جائے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ ہاتھ کپڑے میں صفت ہے کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ لمبائی چوڑائی کا نام ذراع ہے اور وصف کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی جیسے حیوان کے اعضاء، اس لئے پوری ثمن میں ہی لے گا۔

تشریح : کپڑے اور زمین میں کمی بیشی نکلے تو مشتری کا ہے اس کی دلیل عقلی بیان کر رہے ہیں، کہ کپڑے اور زمین کی لمبائی چوڑائی کپڑے اور زمین کی صفت ہے اصل نہیں ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت کے بدلے میں الگ سے کوئی قیمت نہیں ہوتی، جیسے حیوان کی ٹانگ کی الگ سے کوئی قیمت نہیں ہوتی، یہ اور بات ہے کہ صفت اچھی ہونے سے قیمت بڑھتی اور گھٹتی ہے، لیکن الگ سے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، اس لئے گز کم یا زیادہ نکلے وہ سب مشتری کا ہے، اسکی قیمت میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۲؎ بخلاف پہلے فصل کے اس لئے کہ مقدار کے مقابلے پر ثمن ہوتا ہے اس لئے موجود مبیع کو اس کے حصے سے لیگا، مگر وصف مذکور کے فوت ہونے سے اختیار دیا جائے گا معقود علیہ کے بدلنے کی وجہ سے اس لئے رضا مندی میں خلل ہوا۔

تشریح: فصل اول سے مراد یہ ہے کہ مقدار ہو یعنی گیہوں کے ڈھیر کے بدلے میں ثمن ہو، وہاں مقدار صفت نہیں ہے بلکہ اصل ہے اس لئے جتنا کیلو گیہوں ہوگا اسی کے مطابق ثمن لازم ہوگا، لیکن کمی ہوگئی یا بیشی ہوگئی اس لئے مشتری کو لینے کا اختیار ہو گا، اس لئے وعدہ بدل گیا اس لئے رضا مندی میں خلل ہو گیا اس لئے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ: (۱۷) اور اگر اتنے گز سے زیادہ پایا جتنا متعین کیا تھا تو وہ سب مشتری کا ہے اور بائع کو روک لینے کا اختیار نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ذراع صفت ہے اور ایسا ہوا کہ عیب دار بیچا اور صحیح نکل گیا۔

تشریح: سو گز کہہ کر کپڑا بیچا تھا اور ایک سو دس گز نکلا تو یہ دس گز بھی مشتری ہی کا ہوگا اور بائع کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کپڑے میں ذراع صفت ہے اس لئے زیادہ بھی نکلا تو یہ مشتری کا ہوگا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ یہ کہہ کر بیچا کہ یہ مبیع عیب دار ہے اور وہ صحیح سالم نکل گئی تو یہ صحیح سالم بھی مشتری کی ہی ہوگئی بائع کو روکنے کا اختیار نہیں ہے، اسی طرح مبیع

۱ لأنه صفة فكان بمنزلة ما إذا باعه معيبا فإذا هو سليم .(١٨)ولو قال بعتكها على أنها مائة ذراع بمائة درهم كل ذراع بدرهم فوجدها ناقصة فالمشتري بالخيار إن شاء أخذها بحصتها من الثمن وإن شاء ترك ۱ لأن الوصف وإن كان تابعا لكنه صار أصلا بإفراده بذكر الثمن فينزل كل ذراع منزلة ثوب ۲ وهذا لأنه لو أخذه بكل الثمن لم يكن آخذا لكل ذراع بدرهم

زیادہ نکل گئی تو وہ بھی مشتری ہی کی ہوگی۔

ترجمہ:(١٨) اور کہا کہ اس زمین کو آپ سے بیچتا ہوں اس طرح کہ سو گز ہے سو درہم کے بدلے میں، ہر گز ایک درہم کے بدلے، پھر اس کو کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اس زمین کو اس کے حصے کے مطابق ثمن سے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ وصف اگر چہ تابع ہے لیکن ثمن کو الگ ذکر کر کے اس کو اصل بنا دیا اس لئے ہر گز ایک کپڑا بن گیا۔

تشریح: کپڑے اور زمین میں گز صفت ہے لیکن اگر صفت کو اصل بنا دیا جائے تو اس کے مقابلے میں الگ سے قیمت ہوگی۔ یہاں بائع نے جب یہ کہا کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے میں تو ہر گز کو اصل بنا دیا اور اب ہر گز کے بدلے میں ایک درہم ہوگا۔ اب پورے ٹکڑے زمین کی بیع نہیں ہے بلکہ ہر گز کی بیع ہے۔ اس لئے جتنے گز ہوں گے اتنے ہی درہم لازم ہوں گے۔ کم ہوں گے تو اس کے حساب سے کم درہم اور زیادہ ہوں گے تو اس کے حساب سے زیادہ درہم۔ البتہ کم گز ہونے کی شکل میں مشتری کو وعدہ شدہ زمین نہیں ملی اس لئے رغبت کم ہوئی اس لئے اس کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ اور زیادہ ہوا تو مشتری کو زیادہ رقم لگے گی اس لئے اس میں بھی مشتری کو اختیار ہوگا۔

ترجمہ: ۲ مشتری کو جتنا گز ہے اتنا درہم دیکر لینے کا حق اس لئے ہے کہ اگر پورے ثمن سے لے تو ہر گز کو ایک درہم سے لینے والا نہیں ہوا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ اگر کم گز نکلا اور رقم پوری ہی دی گئی تو ہر گز کے بدلے ایک درہم نہیں ہوا، اور بائع نے کہا تھا کہ ہر گز کے بدلے ایک درہم ہوگا اس لئے وعدہ کے مطابق جتنے گز ہونگے اتنے ہی درہم لازم ہوں گے۔

اصول: گز صفت ہے لیکن اگر اس کو اصل بنا دیا جائے تو ہر گز کے بدلے اس کی الگ الگ قیمت لگے گی۔

نوٹ: یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ بائع پورے ٹکڑے کی مجموعی قیمت لگا رہا ہے یا ہر ہر گز کی الگ الگ قیمت لگا رہا ہے۔ اگر پورے ٹکڑے کی قیمت لگا رہا ہے تو گز زیادہ ہو یا کم پورے ٹکڑے کی پوری قیمت دینی ہوگی۔ اور اگر ہر ہر گز کی قیمت لگا رہا ہے تو گز کے حساب سے اس کی قیمت طے کی جائے گی۔ ان ہی اصولوں پر یہ سب مسائل متفرع ہیں۔

(۱۹)وإن وجدها زائدة فهو بالخيار إن شاء أخذ الجميع كل ذراع بدرهم وإن شاء فسخ البيع ۱؎ لأنه إن حصل له الزيادة في الذرع تلزمه زيادة الثمن فكان نفعا يشوبه ضرر فيتخير ۲؎ وإنما يلزمه الزيادة لما بينا أنه صار أصلا ولو أخذه بالأقل لم يكن آخذا بالمشروط.(۲۰) ومن اشترى عشرة أذرع من مائة ذراع من دار أو حمام فالبيع فاسد عند أبي حنيفة وقالا هو جائز وإن

ترجمہ:(۱۹) اور اگر زمین کو زیادہ پایا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو پوری زمین کو لے ہر گز ایک درہم کے بدلے میں اور چاہے تو بیع توڑ دے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ اگر چہ اس کو زیادہ گز ملے لیکن ثمن بھی زیادہ لازم ہوا اس لئے نفع کے ساتھ ضرر بھی شامل ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا۔

تشریح: سو گز سو درہم کے بدلے، اور ہر گز ہر درہم کے بدلے بیچی گئی تھی اور زمین ایک سو دس گز نکلی تو ایک سو دس درہم دیکر ایک سو دس گز لے گا البتہ اس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

وجہ :(۱) کیونکہ اس کو زیادہ گز تو مل رہا ہے لیکن اس کو رقم بھی زیادہ دینی پڑ رہی ہے اس لئے فائدے کے ساتھ نقصان بھی ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا۔

لغت:یشوب: شامل ہونا۔

ترجمہ:۲؎ مشتری کو زیادہ درہم لازم ہوگا اس دلیل کی بنا پر جو بیان کیا کہ گز اصل ہو گیا، اور اگر کم درہم سے لیا تو شرط کے مطابق لینے والا نہیں ہوا۔

تشریح:مشتری کو زیادہ رقم اس لئے لازم ہوگی کہ اب گز صفت نہیں رہی بلکہ کل ذراع بدرہم، کی وجہ سے ہر گز اصل ہو گیا ، اس لئے اگر مثلا سو درہم میں لیا تو ہر گز کے بدلے ایک درہم نہیں ہوا جو شرط تھی اس لئے گز کے حساب سے زیادہ رقم لازم ہوگی

ترجمہ :(۲۰) کسی نے گھر کے یا حمام کے سو گز میں سے دس گز خریدے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ اور اگر سو حصوں میں سے دس حصے بیچے تو سب کے نزدیک جائز ہے۔

اصول: یہ مسئلہ دو اصولوں پر متفرع ہے [۱] پہلا اصول یہ ہے کہ کوئی زمین بیچے جسکو ناپ کر متعین کرنے کی ضرورت ہے، اور ناپ کر متعین نہ کرے بلکہ مشترک رہ جائے تو وہ بیع فاسد ہے۔

[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ مثلا سو حصوں میں سے دس حصے جو خارج میں متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ذہنی طور پر شرکت کافی ہے تو خارج میں حصے متعین نہ بھی کرے تب بھی بیع جائز ہے۔۔ اس متن میں دو مسئلے ہیں [۱] سو گز میں سے دس گز بیچے،

اشتری عشرة أسهم من مائة سهم جاز في قولهم جميعا ۱؎ **لهما أن عشرة أذرع من مائة ذراع**

[۲]اور سو حصوں میں سے دس حصے بیچے۔

تشریح :مسئلہ یہ ہے۔کسی نے گھر کے سو گز میں سے دس گز خریدے، یا غسل خانے کے سو گز میں سے دس گز خریدے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے۔کیونکہ گھر ایسی چیز ہے جسکے دائیں بائیں کی قیمت میں بڑا فرق ہوتا ہے، مثلا گھر کے دروازے کی طرف کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اور پیچھے کی قیمت کم ہوتی ہے، اس لئے بائع پچھلا حصہ دینا چاہے گا اور مشتری دروازے کی طرف لینا چاہے گا، اور کس جگہ سے دس گز دینا ہے یہ پہلے سے متعین نہیں ہے اس لئے ناپتے وقت جھگڑا ہوگا اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گھر کو یا حمام کو ناپ کے نہیں دینا ہے، بلکہ اس کے سو سہام [یعنی حصے بنائے] پھر ان میں سے دس حصے بیچے تو یہ جائز ہے، کیونکہ حصہ کی صورت میں زمین ناپ کر نہیں دینا ہے بلکہ صرف حصے میں شریک ہو کر اس سے فائدہ اٹھانا ہے، مثلا جس کے نوے حصے ہیں وہ اس گھر سے نو دن تک فائدہ اٹھائیں گے، اور جس کا دس حصہ ہے وہ ایک دن فائدہ اٹھائے گا کیونکہ اس کا حق دسواں حصہ ہے، یا اگر اس گھر کا کرایہ سو روپیہ آیا تو نوے روپے بائع کو ملیں گے، اور دس روپے مشتری کو ملیں گے۔اور گھر مشترک رہے گا، اس کو ناپ کر دینے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کوئی جھگڑا نہیں ہوگا، اس لئے یہ بیع درست رہے گی۔

وجہ:(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ گز میں زمین کو ناپ کر متعین کرنا ہوگا، حصے کی طرح ذہنی طور پر شرکت کافی نہیں ہے۔ اس لئے کس طرف دینا ہے اس میں اختلاف ہوگا اور جھگڑا ہوگا اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ سو گز میں سے دس گز دسواں حصہ بنا تو جس طرح سو حصوں میں سے دس حصے بیچے تو جائز ہے اسی طرح سو گز میں سے دس گز بیچے تو جائز ہوگا۔

لغت : دار: بڑا گھر، اس میں کئی کمرے ہوتے ہیں اس لئے اس میں تقسیم ہو سکتی ہے۔حمام: پچھلے زمانے میں غسل خانہ ہوتا تھا جس میں ایک طرف گرم پانی ہوتا تھا، اور دوسری طرف ٹھنڈا پانی ہوتا تھا اور لوگ کرایہ دیکر اس میں غسل کرنے جاتے تھے، حمام کی تقسیم کی جائے تو یہ کسی کام کا نہیں رہتا، اس لئے یہ مثال غیر تقسیم کی ہے۔

ترجمہ:۱؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ سو گز میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے اس لئے دسویں حصے کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ سو گز میں سے دس گز سو میں سے دسواں حصہ ہوا تو جس طرح سو حصوں میں سے دسواں حصہ بیچنا جائز ہے اسی طرح سو گز میں سے دس گز بیچنا بھی جائز ہے اس لئے بیع درست رہے گی۔

ترجمہ:۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع نام ہے جس چیز سے ناپا جائے [یعنی گز] اور مستعار لیا گیا ہے اس

عشر الدار فأشبه عشرة أسهم. ٢ ولـه أن الـذراع اسـم لما يذرع به واستعير لما يحله الذراع وهـو المعين دون المشاع وذلک غير معلوم بخلاف السهم. ٣ ولا فرق عند أبي حنيفة بين ما إذا علـم جـملة الـذرعـان أو لـم يـعلـم هـو الـصحيح خلافا لما يقوله الخصاف لبقاء الجهالة.

(۲۱)ولـو اشتـرى عـدلا عـلى أنه عشرة أثواب فإذا هو تسعة أو أحد عشر فسد البيع ١ لجهالة

چیز کے لئے جس کو ناپا جائے اور وہ معین ہے مشترک نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں ہے بخلاف سہم کے۔

اصـــول : ذراع کو متعین کرنا ضروری ہے اس لئے شیوع میں بیع فاسد ہوگی، سہام میں شیوع بھی کافی ہے اس لئے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

تشـــريح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس گز سے ناپا جاتا ہے اس کو ذراع کہتے ہیں، لیکن عاریت کے طور پر زمین کو یا جس کپڑے کو ناپا جائے اس کو ذراع کہا جانے لگا ہے اس لئے اس زمین یا کپڑے کو متعین کر کے ناپنا ہوگا اس میں شیوع اور شرکت نہیں چلے گی اور یہاں متعین شدہ زمین معلوم نہیں ہے، کہ وہ مشرق جانب ہے یا مغرب جانب، اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی، اس کے برخلاف سہام اور حصوں میں متعین کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے اس میں شرکت چل جائے گی، اس لئے وہاں جھگڑا نہیں ہوگا، اس لئے سہام کی بیع جائز ہوگی۔

لغت : لمایذرع بہ: جس آلے سے ناپا جائے۔ یحلہ الذراع: ذراع جہاں حلول کرتا ہے، یعنی زمین اور کپڑا وغیرہ جسکو ذراع سے ناپا جائے۔ مشاع: مشترک، شائع شدہ۔

ترجمہ: ٣ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے اس درمیان کہ تمام ذراع کا علم ہو یا نہ ہو، صحیح روایت یہی ہے، خلاف اس کے جو حضرت خصافؒ نے فرمایا جہالت باقی رہنے کی وجہ سے۔

تشریح :[۱] بائع اور مشتری گھر کے تمام گزوں کو بیان کرے پھر اس میں سے دس گز بیچے، مثلا کہے کہ یہ گھر سو گز ہے ان میں سے دس گز بیچتا ہوں، تب بھی بیع جائز نہیں، کیونکہ جگہ متعین نہیں ہے [۲] اور مجموعی گز کا علم نہ ہو مثلا کہے کہ اس گھر میں سے دس گز بیچتا ہوں، اور یہ بیان نہیں کیا کہ گھر کا رقبہ سو گز ہے یا کتنا ہے، تب بھی بیع فاسد ہوگی، کیونکہ جگہ کا تعین نہیں ہوا اور مجموعی گز کا بھی علم نہیں ہے اس لئے دو جہالتوں کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔۔ امام خصافؒ فرماتے ہیں کہ تمام گزوں کا علم ہو تو بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ سو گزوں میں سے دس گز دسواں حصہ ہوا اور جس طرح سو حصوں میں سے دس گز کا بیچنا جائز ہے اسی طرح سو گزوں میں سے دس گز بیچنا جائز ہوگا۔ لیکن صحیح روایت پہلی ہے۔

تـرجمه :(۲۱) اگر ایک گٹھر خریدا اس شرط پر کہ دس کپڑے ہیں لیکن اس میں نو کپڑے نکلے، یا گیارہ کپڑے نکلے تو بیع فاسد

المبيع أو الثمن ٢؎ ولو بين لكل ثوب ثمنا جاز في فصل النقصان بقدره وله الخيار ولم يجز في الزيادة لجهالة العشرة المبيعة. ٣؎ وقيل عند أبي حنيفة لا يجوز في فصل النقصان أيضا وليس

ہوگی۔

ترجمہ:۱؎ مبیع یا ثمن کی جہالت کی وجہ سے۔

تشریح : ایک گٹھری میں دس تھان کپڑے تھے اور ہر تھان الگ الگ انداز کے تھے۔ بائع نے اب کہا کہ پوری گٹھری بیچتا ہوں اس شرط پر کہ دس تھان کپڑے ہیں۔ اور یہ نہیں کہا کہ ہر تھان مثلا دس درہم کا ہے، اور تھان نو نکلے یا گیارہ نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہوگی۔ اور دس تھان نکلے تو بیع درست ہوگی۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہر تھان کی قیمت کتنی نہیں بیان کی اس لئے نو تھان کی یا گیارہ تھان کی قیمت کیا ہوئی یہ مجہول ہوگئی اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگیارہ تھان نکلا تو وہ ایک تھان جو مبیع نہیں ہے وہ کون سا ہے وہ مجہول ہے اس لئے مبیع مجہول ہونے کی وجہ بھی بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر ہر کپڑے کی قیمت بیان کی تو نقصان کی صورت میں اس کی مقدار سے جائز ہے، لیکن مشتری کو اختیار ہو گا، اور زیادہ کپڑا ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوگا بیچے ہوئے دس کپڑے کے مجہول ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : ہر کپڑے کی قیمت الگ الگ بتائی کہ مثلا ہر کپڑے کی قیمت دس درہم ہے تو کم کپڑا نکلنے کی صورت میں بیع جائز ہے کیونکہ مثلا دس کپڑے کی قیمت سو درہم بتائی اور ہر کپڑے کی قیمت دس درہم بتائی تو نو کپڑے کی قیمت نوے درہم ہوئی، اس لئے بیع جائز ہوگی، اور مشتری کو اختیار ہوگا کیونکہ دس کپڑے کی بات ہوئی تھی اور نو ہی نکلا ہے اس لئے خلاف وعدہ ہونے کی وجہ سے مشتری کو اختیار ہوگا۔ اور اگر اگیارہ کپڑا نکلا تو بیع فاسد ہوگی، کیونکہ ایک کپڑے کی جو بیع نہیں ہوئی وہ کون سا کپڑا ہے، وہ مجہول ہے، اس میں بائع اعلی کپڑا رکھنا چاہے گا اور مشتری ادنی کپڑا دینا چاہے گا جس میں جھگڑا ہوگا اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ :۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کم کپڑا نکلنے کی شکل میں بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔

تشریح : گٹھری میں دس کے بجائے نو کپڑے نکلے تو اس صورت میں بھی بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہوگی۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

وجہ : بیع فاسد ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ، جب ایک کپڑا نہیں ہے تو موجود کپڑے کی بیع کے لئے معدوم کپڑے کو شرط قرار دی، اور بیع کے لئے کسی غیر بیع کو شرط قرار دینا بیع کو فاسد کرتی ہے اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے،

بصحيح ۴؎ بخلاف ما إذا اشترى ثوبين على أنهما هرويان فإذا أحدهما مروي حيث لا يجوز فيهما وإن بين ثمن كل واحد منهما لأنه جعل القبول في المروي شرطا لجواز العقد في الهروي وهو شرط فاسد ولا قبول يشترط في المعدوم فافترقا. ۵؎ ولو اشترى ثوبا واحدا على أنه عشرة

وجہ آرہی ہے۔

ترجمہ:۴؎ بخلاف جبکہ دو کپڑا خریدااس شرط پر کہ دونوں ہروی ہیں، پھرایک کپڑا مروی نکل گیا تو دونوں میں بیع جائز نہیں ہے چاہے ہرایک کی قیمت الگ الگ بیان کی ہواس لئے کہ مروی میں قبول کرنے کوشرط قرار دیا ہروی کے عقد کے لئے اور یہ شرط فاسد ہےاور معدوم میں شرط مقبول نہیں ہےاس لئے دونوں مسئلے الگ الگ ہو گئے۔

اصول: کپڑے یا کسی چیز کے افراد میں تفاوت ہواوراس کو چھانٹنے میں اختلاف ہوسکتا ہوتو بیع فاسد ہوگی۔

تشریح: یہاں دلیل بہت پیچیدہ ہے۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ، دو کپڑے خریدے اس شرط پر کہ یہ دونوں ہروی کپڑے ہیں، اوردونوں کی قیمت الگ الگ بیان کردی۔لیکن ایک کپڑا ہروی نکلا اور دوسرا کپڑا مروی نکلا تو دونوں کی بیع فاسد ہوگی۔

وجہ:(۱) کیونکہ مروی کپڑے کی ذات الگ ہے،اور دونوں کپڑوں کی بیع ایک ہی ہے،تو گویا کہ ہروی کپڑا لینے کے لئے مروی کپڑا لینے کی شرط ہوگئی، جوشرط فاسد ہےاس لئے دونوں کپڑوں کی بیع فاسد ہوجائے گی۔اس لئے چاہے ہروی کپڑے کی قیمت الگ الگ بیان کردی ہو پھربھی دونوں کی بیع فاسد ہوگی۔اس کے برخلاف دسواں کپڑا جونہیں ہے وہ معدوم ہے،اور معدوم کوشرط بنائے تو اس شرط کا اعتبار نہیں ہےاس لئے گویا کہ کوئی شرط ہی نہیں ہے، اس لئے دسواں کپڑا نہ نکلنے کی صورت میں بیع فاسد نہیں ہوگی۔

لغت: الرزمۃ: گٹھری۔ ثوب: کپڑا،تھان۔ ہروی: ہروایک گاؤں کا نام ہےجس میں کپڑا بنتا تھااس کپڑے کو ہروی کپڑا کہتے تھے۔مروی: مروبھی ایک گاؤں کا نام ہےجس میں کپڑا بنتا تھااس کپڑے کومروی کپڑا کہتے ہیں۔ان دونوں کپڑوں کی ذات میں بھی فرق ہوتا تھا،اورصفت میں بھی فرق ہوتا تھا۔

ترجمہ:۵؎ اگرایک کپڑا خریدااس شرط پر کہ دس گز ہے، ہرگز ایک درہم کا، پھروہ ساڑھے دس گز نکلا، یا ساڑھے نوگز نکلا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی صورت میں [جبکہ ساڑھے دس گز نکلا] دس درہم میں لیگا بغیر اختیار کے،اور دوسری صورت میں [جبکہ ساڑھے نوگز نکلا] نو درہم میں لیگا اگر چاہے۔

اصول: یہ مسئلہ دواصولوں پر ہے[۱]......ایک اصول یہ ہے کہ کپڑے میں گز اصل میں صفت ہےجسکی وجہ سےاس کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی،لیکن اس کواصل بنادیا جائے اور کہا جائے کہ ہرگز کے بدلے میں ایک درہم ہےتو اب وہ اصل

أذرع كل ذراع بدرهم فإذا هو عشرة ونصف أو تسعة ونصف قال أبو حنيفة رحمه الله في الوجه الأول يأخذه بعشرة من غير خيار وفي الوجه الثاني يأخذه بتسعة إن شاء ٦ وقال أبو يوسف رحمه الله في الوجه الأول يأخذه بأحد عشر إن شاء وفي الثاني يأخذ بعشرة إن شاء. ٧ وقال محمد رحمه الله يأخذ في الأول بعشرة ونصف إن شاء وفي الثاني بتسعة ونصف ويخير

بن جائے گا اور ہر گز کے بدلے میں ایک درہم ہو جائے گا

[۲]......دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر ایک گز سے کم ہو تو پھر وہ وصف ہی کی طرف لوٹ جائے گا اور اس کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوگی۔

تشریح : ایک کپڑا خریدا اس شرط پر کہ یہ دس گز ہے، اور ہر گز ایک درہم کا، پھر اس کو ناپا تو ساڑھے دس گز نکلا یا ساڑھے نو گز نکلا، ٹھیک دس گز نہیں نکلا۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ساڑھے دس گز کی صورت میں دس درہم میں لے گا اور مشتری کو اختیار بھی نہیں ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ کپڑے میں گز تو حقیقت میں صفت ہے لیکن ہر گز کو اصل بنایا تو اصل بن گیا، لیکن ایک گز سے کم آدھے گز کو اصل نہیں بنایا اس لئے یہ صفت ہی رہے گی اس لئے اس کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوگی اس لئے ساڑھے دس گز نکلا تو دس درہم ہی لازم ہوگا اور اسی سے کپڑا لے گا، اور مشتری کو کوئی اختیار اس لئے نہیں ہوگا کہ اس کو زیادہ قیمت نہیں دینی پڑی اور دس ہی درہم میں زیادہ کپڑا مل گیا۔ اور ساڑھے نو گز نکلا تو نو درہم لازم ہوگا، لیکن مشتری کو لینے کا اختیار ہو کیونکہ وعدے کے مطابق دس گز کپڑا نہیں ملا۔

ترجمہ :٦ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ پہلی صورت [ساڑھے دس گز نکلنے کی صورت میں] اگیارہ درہم میں لے گا۔ اور دوسری صورت میں [ساڑھے نو گز نکلنے میں] دس درہم میں لے گا اگر چاہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ ہر گز کو اصل بنایا تو گز سے کم ہو تب بھی وہ اصل ہو جائے گا اور اس کے مقابلے میں بھی ایک درہم قیمت ہوگی، اس لئے دس گز سے زیادہ نکلا تو اس ٹکڑے کی بھی ایک درہم قیمت ہوگی اس لئے اگیارہ درہم لازم ہوگا، اور ساڑھے نو گز نکلنے کی صورت میں دس درہم لازم ہوگا، کیونکہ ساڑھے نو گز نکلنے کی صورت میں نو گز کے بعد آدھا گز زیادہ نکلا تو وہ بھی اصل ہو جائے گا اور اس کی قیمت بھی ایک درہم ہوگی اس لئے دس درہم لازم ہوگا۔

ترجمہ : ٧ امام محمدؒ نے فرمایا کہ پہلی صورت میں [ساڑھے دس گز نکلنے کی صورت میں] ساڑھے درہم میں لے گا اگر چاہے گا۔ اور دوسری صورت میں [ساڑھے نو گز نکلنے کی صورت میں] ساڑھے نو درہم میں لے گا اور اختیار ہوگا، اس لئے گز کا

لأن من ضرورة مقابلة الذراع بالدرهم مقابلة نصفه بنصفه فيجري عليه حكمها. ۸ ولأبي يوسف رحمه الله أنه لما أفرد كل ذراع ببدل نزل كل ذراع منزلة ثوب على حدة وقد انتقص. ۹ ولأبي حنيفة رحمه الله أن الذراع وصف في الأصل وإنما أخذ حكم المقدار بالشرط وهو

درہم کے مقابلے کی ضرورت کی وجہ سے نصف کا مقابلہ نصف سے ہوگا اس لئے آدھے پر مقابلے کا حکم جاری ہوگا۔

تشریح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ساڑھے دس گز نکلا تو ساڑھے دس درہم لازم ہوگا، اور ساڑھے نو گز نکلا تو ساڑھے نو درہم لازم ہوگا۔

وجہ: ان کا اصول یہ ہے کہ گز کو درہم سے مقابلہ کیا اور کہا ہر گز کے بدلے ایک درہم تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدھے گز کے بدلے آدھا درہم اس لئے جب ساڑھے دس گز نکلا تو ساڑھے درہم لازم ہوں گے اور ساڑھے نو گز نکلا تو ساڑھے نو گز لازم ہوں گے۔ اور دونوں صورتوں میں اختیار اس لئے دیا جائے گا کہ وعدہ کے مطابق دس نہیں نکلا، اور ساڑھے دس گز کی صورت میں رقم زیادہ دینا پڑا، اور ساڑھے نو کی صورت میں کام کا جتنا کپڑا تھا اس سے کم نکلا، اس لئے اختیار ہوگا۔

ترجمہ: ۸ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ہر گز بدلے کے ساتھ الگ کیا تو ہر گز ایک الگ کپڑے کے درجے میں ہو گیا، اور وہ گز سے کم ہو گیا [تو اس کی بھی الگ قیمت ہوگی]

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب کل ذراع بدرہم، [ہر گز ایک درہم کے بدلے] کہا تو ہر گز کو ایک علیحدہ کپڑے کے درجے میں رکھ دیا، اس لئے ایک گز سے کم بھی نکلا تو یہ ایک مستقل کپڑا ہو گیا، اس لئے ایک گز سے کم ہو اس کی قیمت ایک درہم ہی ہوگی۔ اس لئے ساڑھے دس گز کی شکل میں اگیارہ درہم لازم ہوگا اور ساڑھے نو گز کی شکل میں دس درہم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۹ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر گز اصل میں وصف ہے مقدار کا حکم لیگا شرط لگانے سے اور وہ ایک گز سے مقید ہے اور پورا ایک گز نہ ہونے سے حکم اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ گز اصل میں تو وصف ہے جسکے مقابلے میں قیمت نہیں ہوتی، اور ہر گز کے بدلے میں ایک درہم ہو یہ شرط لگائی جائے تب وہ مقدار کے درجے میں آئے گا، اور یہاں پورا ایک گز ہو تب مقدار کے درجے میں ہوگا اور اس کے بدلے میں ایک درہم ہوگا، اور ایک گز سے کم ہو تو وہ وصف کے درجے میں ہی رہے گا اور وصف کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لئے آدھے گز کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، اس لئے ساڑھے دس گز نکلنے کی صورت میں دس درہم اور ساڑھے نو گز نکلنے کی صورت میں نو درہم لازم ہوگا۔

مقيد بالذراع فعند عدمه عاد الحكم إلى الأصل. ١٠ وقيل في الكرباس الذي لا يتفاوت جوانبه لا يطيب للمشتري ما زاد على المشروط لأنه بمنزلة الموزون حيث لا يضره الفصل وعلى هذا لو قالوا يجوز بيع ذراع منه.

ترجمہ: ١٠ کہا گیا ہے کہ سوتی کا کپڑا جس کے جوانب میں تفاوت نہیں ہوتا، اس میں شرط سے زیادہ سے زیادہ ہوتو وہ مشتری کے لئے اچھا نہیں ہے اس لئے کہ وہ موزون کے درجے میں اس لئے کہ اس کو کاٹنا نقصان نہیں دیتا، اسی پر علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے ایک گز کا بیچنا بھی جائز ہے۔

تشریح: اوپر اس کپڑے کا بیان تھا جس کے کنارے پر پھول بنا ہوا ہو اس کو کاٹنے سے پورا کپڑا خراب ہو جاتا ہو، اور ہر جانب الگ الگ طرح کے ہوں اس میں گز اصل میں وصف ہے۔ اب اس کپڑے کا حکم ہے کہ جس کا ہر جانب ایک ہی طرح کا ہو اور ایک ایک گز کاٹ کر دینے میں کوئی حرج نہ ہو، اس میں ہر گز اصل ہے وصف نہیں ہے اور وزن کے درجے میں ہے، چنانچہ جس طرح غلوں میں ہر کیلو کی قیمت الگ ہوتی ہے اسی طرح یہاں ہر گز کی قیمت الگ ہوگی۔۔ فرمایا سوتی کا کھردرا کپڑا جسکے کنارے متفاوت نہ ہو اس میں آدھا گز بھی زیادہ ہو گیا تو اس کو مشتری کے لئے بغیر قیمت کے لینا اچھا نہیں ہے، اس لئے کہ کپڑا وزن کے درجے میں ہے اور آدھے گز کی الگ قیمت ہے اس لئے بغیر قیمت کے مشتری کے لئے لینا اچھا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں سے ہر گز کو کاٹ کر الگ الگ بیچنا جائز ہے۔

﴿فصل﴾

(۲۲)ومن باع دارا دخل بناؤها في البيع وإن لم يسمه ۱؎ **لأن اسم الدار يتناول العرصة والبناء في العرف ولأنه متصل بها اتصال قرار فيكون تبعا له. (۲۳) ومن باع أرضا دخل ما فيها من**

﴿فصل :مبیع میں کیا کیا چیزیں داخل ہوں گی﴾

ضروری نوٹ : اس فصل میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مبیع بیچی اور اس کے بعض لوازمات کا باضابطہ نام نہیں لیا تو کون کون سی چیزیں خود بخود اس میں داخل ہو جائیں گی۔

ترجمہ:(۲۲) کسی نے گھر خریدا تو اس کی دیوار بیع میں داخل ہوگی چاہے اس کا نام نہ لیا ہو۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ دار کا نام عرف میں صحن اور عمارت کو شامل ہے ،اور اس لئے بھی کہ یہ دونوں دار کے ساتھ برقرار رہنے کے لئے متصل ہیں اس لئے یہ اسکے تابع ہوں گے۔

اصول: یہ اس اصول پر ہے کہ۔ جو چیز مبیع کے ساتھ دائمی طور پر متصل ہو وہ چیز بیع میں بغیر اس کا نام لئے ہی داخل ہو جائے گی۔

تشریح :کسی نے گھر خریدا تو وہ چیزیں جو گھر کے ساتھ عرف میں شامل ہوتی ہیں اور ہمیشہ اور دوام کے طور پر اس کے ساتھ چپکی رہتی ہیں وہ تمام چیزیں بیع میں خود بخود داخل ہو جائیں گی۔ چاہے بیع کرتے وقت ان کا نام نہ لیا ہو۔ اور دیوار گھر کے ساتھ ہمیشہ کے لئے متصل ہے اس لئے بیچتے وقت دیوار بیچنے کا نام نہ بھی لیں تب بھی وہ بیع میں داخل ہوگی۔

لغت :عرصۃ: صحن۔ البناء: دیوار۔ قرار: تین قسم کی چیزیں ہوتیں ہیں۔[۱] بعض چیز مبیع کے ساتھ ہمیشہ کے لئے لازم اور چپکی ہوئی ہوتی ہے، جیسے گھر کے ساتھ دیوار گھر کے ساتھ چپکی ہوئی ہے، بغیر دیوار کے گھر کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ یہ مبیع میں بغیر نام لئے ہی داخل رہتی ہے [۲] بعض چیز مبیع کے ساتھ متصل تو ہو لیکن ہمیشہ کے لئے نہ ہو، جیسے زمین کے ساتھ کاشتکاری زمین کے ساتھ لگی ہوئی ہے لیکن دو چار مہینے کے لئے ہے اس کے بعد زمین سے کاٹ کر علیحدہ کر دی جائے گی۔ اس قسم کی چیز نام لئے بغیر مبیع کے ساتھ نہیں بکے گی۔[۳] ملائمات: مبیع سے الگ ہے لیکن اس کی زینت بڑھانے کے لئے ہے، جیسے ہل بیل، اس قسم کی چیز بھی نام لئے بغیر مبیع میں داخل نہیں ہوگی۔

ترجمہ :(۲۳) کسی نے زمین بیچی تو اس میں جو کھجور کے درخت اور دوسرے درخت ہیں سب بیع میں داخل ہوں گے چاہے ان کا نام نہ لیا ہو۔

النخل والشجر وإن لم يسمه ل **لانه متصل بها للقرار فأشبه البناء (۲۴) ولا يدخل الزرع في بيع الأرض إلا بالتسمية** ل **لأنه متصل بها للفصل فشابه المتاع الذي فيه. (۲۵) ومن باع نخلا**

ترجمہ: ل اس لئے کہ درخت زمین کے ساتھ ہمیشہ کے لئے متصل ہے اس لئے وہ دیوار کے مشابہ ہوگئی۔

اصول: جو چیز مبیع کے ساتھ دائمی طور پر متصل ہوں وہ چیزیں بیع میں بغیر ان کا نام لئے بھی داخل ہو جائیں گی۔

تشریح: زمین بیچی تو اس میں جو کھجور وغیرہ کے درخت ہیں وہ سب خود بخود بیع میں داخل ہو جائیں گے چاہے بیع کرتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ زمین کے ساتھ درخت بھی خریدتا ہوں۔

وجہ: کھجور کے درخت اور دوسرے درخت ہمیشہ کے لئے زمین پر لگے رہتے ہیں۔کھیتی اور کاشتکاری کی طرح چار چھ ماہ میں کاٹ نہیں لیتے اس لئے وہ زمین کے جزء کی طرح ہیں۔اس لئے جب زمین کی بیع کی تو درخت بھی خود بخود بیع میں داخل ہو جائیں گے۔ہاں ان کو باضابطہ بیع سے الگ کر دے تو پھر بیع میں داخل نہیں ہوں گے۔

لغت: نخل : کھجور کا درخت۔

ترجمہ:(۲۴) کاشتکاری زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوگی مگر اس کا نام لینے کے بعد۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ وہ کاٹنے کے لئے متصل ہے اس لئے اس میں سامان کے مشابہ ہوگئی۔

اصول: جو چیز مبیع کے ساتھ وقتی طور پر متصل ہو وہ چیز بیع میں داخل نہیں ہوگی۔

تشریح: جب تک یہ نہ کہے کہ کاشتکاری بھی زمین کے ساتھ خریدتا ہوں تب تک زمین کی بیع میں کاشتکاری داخل نہیں ہوگی۔

وجہ:(۱) کاشتکاری اور کھیتی زمین کے ساتھ ہمیشہ کے لئے متصل نہیں ہے، وہ تو دو چار ماہ میں کٹ جائے گی اور الگ ہو جائے گی، وہ تو وقتی طور پر زمین کے ساتھ متصل ہے اس لئے زمین کی بیع میں کاشتکاری داخل نہیں ہوگی جب تک کہ اس کا بیع میں نام نہ لیا جائے۔(۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔**عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قد ابرت فثمرها للبائع الا ان يشترط المبتاع**. (بخاری شریف، باب من باع نخلا قد ابرت او ارضا مزروعة او باجارة، ص ۳۵۱، نمبر ۲۲۰۴ رمسلم شریف، باب من باع نخلا علیها تمر، ص ۶۷۰، نمبر ۱۵۴۳ / ۳۹۰۱) اس حدیث میں کھجور کا درخت بیچا تو فرمایا کھجور بائع کے لئے ہیں مگر یہ مشتری خریدنے کے وقت شرط لگائے۔اور کھجور درخت پر وقتی طور پر لگا رہتا ہے پھر کٹ جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وقتی طور پر کوئی چیز مبیع کے ساتھ متصل ہو تو وہ چیز مبیع میں داخل نہیں ہوگی مگر یہ کہ شرط کرے۔(۳) اس حدیث میں ہے **عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر**

أو شجرا فيه ثمر فثمرته للبائع إلا أن يشترط المبتاع ‌ ‌ ؎١ لقوله عليه الصلاة والسلام من اشترى أرضا فيها نخل فالثمرة للبائع إلا أن يشترط المبتاع ؎٢ ولأن الاتصال وإن كان خلقة فهو للقطع

فثمرتها للذى باعها الا ان يشترط المبتاع و من ابتاع عبدا فماله للذى باعه الا ان يشترط المبتاع۔(مسلم شریف، باب من باع نخلا علیہا تمر،ص۶۷۰،نمبر۱۵۴۳/۳۹۰۵) اس حدیث میں بھی ہے کہ غلام بیچا ہو تو اس کا مال اسکی بیع میں جائے گا۔

لغت: الزرع :کھیتی،کاشتکاری۔

ترجمہ:(۲۵) کسی نے کھجور کا درخت بیچا یا کوئی اور درخت بیچا جس پر پھل تھے تو پھل بائع کے لئے ہوں گے مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط لگالے کہ یہ بھی بیع میں داخل ہوں گے۔

ترجمہ:؎١ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ کسی نے زمین خریدی اور اس میں کھجور کا درخت ہے تو پھل بائع کے لئے ہوگا، مگر یہ کہ خریدنے والا اس کی شرط لگالے۔

تشریح : درخت بیچا تو پھل بیع میں داخل نہیں ہوں گے۔ہاں!مشتری شرط لگالے کہ پھل بھی درخت کے ساتھ خرید رہا ہوں تو پھر پھل درخت کی بیع میں داخل ہوں گے۔

وجہ :(۱) پھل درخت کے ساتھ ہمیشہ کے طور پر متصل نہیں ہے بلکہ چند مہینوں میں کاٹ کر درخت سے الگ کر دیئے جائیں گے۔(۲)اس حدیث میں اس کی صراحت ہے۔عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قد ابرت فثمرها للبائع الا ان يشترط المبتاع. (بخاری شریف، باب من باع نخلا قد ابرت او ارضا مزروعۃ او باجارۃ، ص۳۵۱،نمبر۲۲۰۴رمسلم شریف، باب من باع نخلا علیہا تمر،ص۶۷۰،نمبر۱۵۴۳/۳۹۰۱)اس حدیث میں مذکور ہے کہ کھجور کا درخت بیچا تو کھجور بیع میں داخل نہیں ہوگا۔

لغت:نخل :کھجور کا درخت۔

ترجمہ: ؎٢ اور اس لئے کہ اتصال اگر چہ خلقۃ ہے لیکن وہ کاٹنے کے لئے ہے باقی رکھنے کے لئے نہیں ہے اس لئے کھیتی کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ درخت کے اوپر کھجور درخت ہی سے پیدا ہوا ہے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے درخت پر نہیں ہے بلکہ کاٹنے کے لئے اس لئے اس کا حکم کھیتی کی طرح ہے کہ درخت بیچنے سے کھجور کی بیع نہیں ہوگی۔

ترجمہ:(۲۶) بائع سے کہا جائے گا کہ پھل کو کاٹو اور مبیع کو سپرد کرو۔

لا للبقاء فصار كالزرع. (٢٦) ويقال للبائع اقطعها وسلم المبيع ۱؎ وكذا إذا كان فيها زرع لأن ملك المشتري مشغول بملك البائع فكان عليه تفريغه وتسليمه كما إذا كان فيه متاع.

اصول: بغیر اجازت اور بغیر ضمان کے دوسرے کی ملکیت سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

تشریح : جب پھل درخت کی بیع میں داخل نہیں ہوا تو پھل بائع کا رہا اور درخت مشتری کا ہوگیا۔ اور بائع کی ملکیت نے مشتری کی ملکیت کو مشغول کر رکھا ہے حالانکہ دونوں کی ملکیت الگ الگ ہونی چاہئے۔ اس لئے بائع سے کہا جائے گا کہ پھل کاٹو اور درخت خالی کر کے مشتری کے حوالے کر دو۔

وجہ: (۱) بغیر ضمان کے دوسرے کی چیز سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اس لئے پھل کاٹنا ہوگا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال لا يحل سلف و بيع ولا شرطان فى بيع ولا ربح مالم يضمن ،ولا بيع ماليس عندك.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندہ، ص ۲۳۳، نمبر ۱۲۳۴ رسنن للبیہقی، باب الشرط الذی یفسد البیع، ج خامس، ص ۵۴۸، نمبر ۱۰۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ جس چیز کا ضمان نہ دیتا ہو اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں۔ اس لئے بائع سے کہا جائے گا کہ مشتری کے درخت سے مزید فائدہ نہ اٹھاؤ اور پھل کاٹ کر درخت مشتری کے حوالے کر دو۔ (۳) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرنا الثورى قال اذا باع الرجل ارضا و اشترط ثمرها فقال المبتاع : خذ زرعك من الارض و قال البائع لم يحصد طعامها قال يحصده ان لم يحصد لانه يقول فرغ ارضى و ان اشترط البائع عليه ان الطعام فى ارضه شهرين ضمن الارض ان اصابتها جائحة.** (مصنف عبد الرزاق، باب بیع العبد ولہ مال اوالارض وفیہا زرع لمن یکون؟ ج ثامن، ص ۱۰۷، نمبر ۱۴۷۰۴) اس اثر میں ہے کہ بائع سے کہا جائے گا کہ مشتری کی زمین فارغ کرو۔

ترجمہ: ۱؎ ایسے ہی اگر زمین میں کھیتی ہو [تو بائع کو کاٹنے کے لئے کہا جائے گا] اس لئے کہ مشتری کی ملکیت بائع کے ملک کے ساتھ مشغول ہے اسلئے بائع پر اس کو فارغ کرنا اور زمین کو سپرد کرنا ضروری ہے، جیسا کہ زمین میں بائع کا سامان پڑا ہو

تشریح : جو حکم درخت پر پھل کا ہے وہی حکم زمین میں کھیتی کی ہے اگر زمین خریدی اور اس میں کھیتی لگی ہوئی ہو تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی بائع کی ہوگی، اس لئے بائع سے کہا جائے گا کھیتی کاٹ لو اور زمین مشتری کے حوالے کر دو، جیسے زمین میں بائع کا سامان رکھا ہوا ہو تو بائع سے کہا جائے گا کہ زمین سے اپنا سامان اٹھا لے اور اس کو مشتری کے حوالے کر دے، اسی طرح یہاں کہا جائے گا کہ کھیتی کاٹ لے اور زمین مشتری کے حوالے کر دے، کیونکہ کھیتی اگر چہ اسی زمین سے پیدا ہوئی ہے لیکن وہ ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں ہے، کاٹنے کے لئے ہے اس لئے وہ سامان کی طرح ہوگئی۔

۲؎ وقال الشافعي رحمه الله يترك حتى يظهر صلاح الثمر ويستحصد الزرع لأن الواجب إنما هو التسليم المعتاد والمعتاد أن لا يقطع كذلك وصار كما إذا انقضت مدة الإجارة وفي

ترجمه : ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ پھل درخت پر چھوڑ دیا جائے گا یہاں تک کہ پھل قابل انتفاع ہو جائے اور کھیتی کاٹنے کے قابل ہو جائے۔ اس لئے کہ معتاد سونپنا ہے اور عادت میں یہ ہے کہ اس طرح نہ کاٹا جائے، اور ایسا ہو گیا جبکہ اجرت کی مدت ختم ہو جائے اور زمین میں کھیتی ہو۔

تشریح: صاحب ہدایہ امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان فرما رہے ہیں کہ پھل ہر حال میں بائع کا ہوگا، لیکن پھل چھوٹا ہو تو پکنے تک مشتری کے درخت پر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ چھوٹے ہونے کی حالت میں مشتری کا ہوگا، اور پکنے کے قابل ہو تو بائع کا ہوگا، اور اس کو جلد ہی کاٹنے کا حکم دیا جائے گا، تاکہ مشتری کی ملکیت سے فائدہ اٹھانا نہ ہو۔۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال و الثانية ان الحائط اذا بيع و لم يؤبر نخله فالثمرة للمشترى لان رسول الله ﷺ اذا فقال اذا أبر فثمرته للبائع فقد اخبر ان حكمه اذا لم يؤبر غير حكمه اذا أبر ۔ (موسوعہ امام شافعی، باب ثمر الحائط يباع اصله، ج سادس، ص ۱۲۶، نمبر ۸۰۴۵) اس عبارت میں ہے کہ کی تابیر نہ ہوا تو یہ پھل چھوٹا ہے اس لئے یہ درخت کے ساتھ مشتری کا ہو جائے گا

وجه : (۱) انکی دلیل حدیث کا مفہوم مخالف ہے، حدیث میں ہے کہ جب کھجور تابیر کے قابل ہو جائے اور درخت بیچے تو یہ پھل بائع کا ہوگا، جس کا مخالف مفہوم یہ نکلا کہ تابیر سے پہلے درخت بیچے تو یہ بائع کا نہیں ہوگا بلکہ مشتری کا ہوگا۔ حدیث یہ گزر چکی ہے۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قد ابرت فثمرها للبائع الا ان يشترط المبتاع. (بخاری شریف، باب من باع نخلا قد ابرت او ارضا مزروعة او باجارة، ص ۳۵۱، نمبر ۲۲۰۴ر مسلم شریف، باب من باع نخلا عليها تمر، ص ۶۷۰، نمبر ۱۵۴۳/۳۹۰۱) اس حدیث میں ہے کہ پھل پکنے کے قریب ہو تو بائع کا ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ پکنے سے پہلے مشتری کا ہوگا۔ (۲) دوسری دلیل صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے کہ دیہات والوں کی عام عادت یہی ہے کہ پھل پکنے سے پہلے درخت بیچے تو وہ پھل درخت کے ساتھ مشتری کی ہوتی ہے تاکہ پھل ضائع نہ ہو اس لئے یہاں بھی پھل پکنے سے پہلے بیچے تو پھل مشتری کا ہوگا۔ (۳) صاحب ہدایہ نے امام شافعیؒ کی جانب سے ایک مثال پیش کی ہے کہ۔ زمین اجرت پر لی اور اس میں کاشتکاری کی ابھی کھیتی پکی بھی نہیں تھی کہ اجرت کی مدت ختم ہو گئی تو کھیتی نہیں کاٹے گا بلکہ مزید وقت کے لئے زمین اجرت پر لے گا تاکہ کھیتی پک جائے، اسی طرح پھل پکنے کے قریب نہیں ہوا تو پھل بائع کا ہوگا لیکن پھل پکنے تک مشتری کے درخت پر چھوڑے رکھے گا۔

الأرض زرع. ۳؎ قلنا هناك التسليم واجب أيضا حتى يترك بأجر وتسليم العوض كتسليم المعوض. ۴؎ ولا فرق بين ما إذا كان الثمر بحال له قيمة أو لم يكن في الصحيح ويكون في الحالين للبائع لأن بيعه يجوز في أصح الروايتين على ما تبين فلا يدخل في بيع الشجر من غير

لغت :ابر : کھجور بڑا ہوکرا میں سرخی آجائے تو اس کو ،ابر، کہتے ہیں۔ کھجور میں دو قسم کے درخت ہوتے ہیں[۱] ایک میں پھل نہیں آتا جسکو مرد کھجور کہتے ہیں، [۲] اور دوسرا جس میں کھجور کا پھل آتا ہے جسکو عورت کھجور کہتے ہیں۔ جب کھجور کا پھل تھوڑا ابڑا ہو جائے تو مرد کھجور کا گابھا عورت کھجور کے گابھا میں ڈالتے ہیں جس سے کھجور کا پھل بڑا بڑا ہوتا ہے اس کو ،تأ بیر نخلہ، کہتے ہیں۔ صلاح الثمر : پھل فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ یستحصد :حصد سے مشتق ہے کھیتی کاٹنے کے قابل ہو جائے۔ زرع: کھیتی، کاشتکاری۔

ترجمہ:۳؎ ہم نے کہا کہ یہاں بھی زمین سپرد کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اجرت کے ساتھ چھوڑی جاتی ہے، اور عوض کا سپرد کرنا معوض کا سپرد کرنے کی طرح ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ اجرت کی شکل میں بھی گویا کہ اجرت رکھنے والے نے مالک کو زمین سپرد کر دی، کیونکہ اب زمین رکھے گا تو الگ سے اس کی اجرت دے گا تو مزید اجرت دینا گویا کہ زمین کے مالک کو زمین سپرد کر دینا ہے۔

لغت: العوض: سے مراد اجرت ہے۔ المعوض: سے مراد زمین ہے۔

ترجمہ: ۴؎ کوئی فرق نہیں ہے اس درمیان کہ پھل اس حال میں ہو کہ اس کی قیمت ہو، یا اس کی قیمت نہ ہو، صحیح روایت یہی ہے اور دونوں حالتوں میں بائع کے لئے ہے، اس لئے کہ صحیح روایت میں بیع جائز ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے، اس لئے بغیر ذکر کے درخت کی بیع میں پھل داخل نہیں ہوگا۔

تشریح: پھل اتنا چھوٹا ہے کہ اسکی کوئی قیمت نہیں ہے تب بھی وہ پھل بائع کا ہے، اور اس حال میں ہے کہ پھل سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اس کی قیمت ہے تب بھی وہ بائع کا ہے، ہاں بائع باضابطہ درخت کے ساتھ پھل بیچ دے تب وہ مبیع میں داخل ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ پھل چاہے چھوٹا ہو پھر بھی اس کو بیچ سکتا ہے، اور جب اس کو بیچ سکتا ہے تو بائع کی چیز ہے اس لئے یہ مبیع میں داخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ بہر حال اگر زمین بیچی اور اس کے مالک نے اس میں بیج بویا اور ابھی اگا نہ ہو تو وہ بیع میں داخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ سامان کی طرح امانت ہوگا۔

ذكر. ۵ وأما إذا بيعت الأرض وقد بذر فيها صاحبها ولم ينبت بعد لم يدخل فيه لأنه مودع فيها كالمتاع. ۶ ولو نبت ولم تصر له قيمة فقد قيل لا يدخل فيه وقد قيل يدخل فيه وكأن هذا بناء على الاختلاف في جواز بيعه قبل أن تناله المشافر والمناجل ۷ ولا يدخل الزرع والثمر

تشریح : ایسی زمین بیچی جس میں بیج بویا ہوا ہے اور ابھی تک پودا نہیں اگا ہے تو یہ بیج بائع کا ہے، کیونکہ یہ بیج زمین میں بائع کی امنت ہے۔ تو جس طرح کوئی سامان زمین میں رکھا ہوا ہو تو وہ بائع کا ہے اسی طرح یہ بیج بھی بائع کا ہوگا۔

ترجمہ: ۶ اور اگر اگ گیا اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے تو کہا گیا ہے کہ بیع میں داخل نہیں ہوگا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بیع میں داخل ہوگا۔ گویا کہ یہ اس کے بیع کے جائز ہونے میں اختلاف کی بنیاد پر ہے درانتیوں اور ہونٹوں سے کاٹنے کے قابل ہونے سے پہلے۔

تشریح : پودا ابھی اتنا چھوٹا ہے کہ درانتیوں سے کاٹا نہیں جا سکتا اور نہ اس کو جانور چر سکتا ہے، تو اس کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں اختلاف ہے، اور اسی اختلاف کے اصول پر اس بات کا مدار ہے کہ یہ سبزہ بائع کا ہوگا یا مشتری کا [۱] بعض حضرات نے فرمایا کہ بیچ سکتے ہیں، کیونکہ وہ کوئی چیز ہے، اس لئے اس کو بیچ سکتے ہیں۔ جن حضرات نے فرمایا کہ بیچ سکتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ اہم چیز ہے اس لئے یہ بائع کی ہی رہے گی۔ [۲] اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ابھی وہ قابل استفادہ نہیں ہوا ہے اس لئے اس کو بیچ نہیں سکتے، انکے یہاں یہ ہوگا کہ یہ زمین کے ساتھ مشتری کی ہو جائے گی، کیونکہ وہ کوئی قیمتی چیز نہیں رہی

لغت : بذر: بیج بونا۔ ینبت: پودا اگنا۔ مودع: ودع سے مشتق ہے، امانت رکھنا۔ المشافر: اونٹ کا ہونٹ، یہاں مراد ہے ہونٹ سے چرنا۔ مناجل: درانتی، جس سے گھاس کاٹتے ہیں۔

ترجمہ: ۷ حقوق اور مرافق کے ذکر سے بیع میں کھیتی اور پھل داخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ دونوں حقوق اور مرافق میں سے نہیں ہیں۔

لغت: یہاں تین الفاظ ہیں [۱] حقوق۔ [۲] مرافق۔ [۳] ھولہ فیھا۔ تفصیل یہ ہے۔

[۱]......حقوقھا: جو چیز مبیع کے تابع ہو اور مبیع کے لئے بہت ضروری ہو اس کو مبیع کے حقوق کہتے ہیں، جیسے زمین کے لئے پانی کی نالی، یا زمین پر جانے کے لئے راستہ، یہ زمین کے لئے بہت ضروری ہیں اس لئے اسکو زمین کے حقوق کہتے ہیں، اس لئے زمین کو اس کے حقوق کے ساتھ خریدا تو پانی کی نالی اور اس پر جانے کا راستہ بیع میں داخل ہوں گے۔

[۲]......مرافقھا: جو چیز مبیع کے لئے ضروری نہ ہو لیکن مبیع کے ساتھ خاص ہو اور اس سے مبیع کا فائدہ ہو تو اس کو مرافق کہتے ہیں، جیسے گھر کے لئے باورچی خانہ، وضوخانہ، گھر سے نکلنے کا راستہ، یہ بیت کے لئے ضروری نہیں ہیں لیکن یہ چیزیں گھر کے لئے

بـذكـر الحقوق والمرافق لأنهما ليسا منهما. ٨ ولـو قـال بكل قليل وكثير هو له فيها ومنها من حـقوقها أو قال من مرافقها لم يدخلا فيه لما قلنا ٩ وإن لم يقل من حقوقها أو من مرافقها دخلا

خاص ہیں، اور گھر کو ان چیزوں سے زینت ہوتی ہے، اس لئے یہ گھر کے مرافق میں داخل ہیں، اگر کہا کہ گھر کو اس کے مرافق کے ساتھ خریدتا ہوں تو باورچی خانہ، وضوخانہ وغیرہ گھر کے بیع میں داخل ہوں گے۔

[۳]......هـو لـه فيها :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز چاہے مبیع کے حقوق میں یا مرافق میں داخل نہیں ہیں لیکن مبیع کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے تو وہ چیز بیع میں داخل ہو جائے گی، جیسے زمین میں لگی ہوئی کھیتی، زمین کے ساتھ ھولہ فیھا میں داخل ہے۔ اور درخت پر لگا ہوا پھل درخت کے ساتھ ھولہ فیھا میں داخل ہے، اس لئے زمین ھولہ فیھا کے ساتھ خریدا تو کھیتی اس کے ساتھ بیع میں داخل ہو جائے گی، اسی طرح درخت ھولہ فیھا کے ساتھ خریدا تو اس کا پھل اس میں داخل ہو جائے گا، کیونکہ پھل درخت کے ساتھ متعلق ہے۔

تشریح : یہاں سے مبیع کے ساتھ چند الفاظ ذکر کرنے کا تذکرہ ہے۔ یوں کہا، **بعت الشجر بحقوقها و مرافقها**، تو اس صورت میں درخت کی بیع میں اس پر لگا ہوا پھل داخل نہیں ہوگا۔ یا بعت الارض بحقوقھا ومرافقھا، تو اس صورت میں زمین کی بیع میں اس پر لگی ہوئی کھیتی داخل نہیں ہوگی۔ کیونکہ پھل درخت کے حقوق میں سے یا مرافق میں سے نہیں ہے، اسی طرح کھیتی زمین کے حقوق یا مرافق میں سے نہیں ہے، بلکہ ایک چیز ہے جو کچھ دنوں کے لئے اس کے ساتھ چپکی ہوئی ہے۔

ترجمہ :٨ اور اگر کہا کہ کل قلیل وکثیر ھولہ فیھا ومنھا من حقوقھا ومرافقھا [زمین میں جتنی بھی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں اس کے حقوق اور اس کے مرافق میں سے] اسکے ساتھ خریدتا ہوں تو پھل اور کھیتی بیع میں داخل نہیں ہوں گے، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : یہاں ہر چھوٹی اور بڑی چیز تو کہا ہے لیکن حقوق اور مرافق کی چھوٹی بڑی چیز کہا ہے، اور پھل اور کھیتی زمین اور درخت کے حقوق، اور مرافق میں سے ہیں اس لئے پھل اور کھیتی بیع میں داخل نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ٩ اور اگر اس کے حقوق اور اس کے مرافق میں سے نہیں کہا تو کھیتی اور پھل داخل ہوں گے۔

تشریح: اگر یوں کہا، **بعت الشجرة بكل قليل و كثير هو له فيها و منها** [میں نے درخت بیچا ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ جو اس کے لئے ہے اور اس میں ہے] اور من حقوقھا، اور من مرافقھا، نہیں کہا تو درخت کی بیع میں پھل، اور زمین کی بیع کھیتی داخل ہوگی، کیونکہ یہ حقوق اور مرافق میں سے نہیں ہیں لیکن کل قلیل وکثیر ھولہ فیھا، ہے، اس لئے یہ دونوں داخل ہوں گے

ترجمہ :١٠ بہر حال توڑے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی تو وہ بغیر تصریح کئے ہوئے داخل نہیں ہوں گے، اس لئے کہ وہ

فيه. ۱۰؎ أما الثمر المجذوذ والزرع المحصود لا يدخل إلا بالتصريح به لأنه بمنزلة المتاع.

(۲۷)قال ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها أو قد بدا جاز البيع ۱؎ لأنه مال متقوم إما لكونه منتفعا به في الحال أو في الثاني ۲؎ وقد قيل لا يجوز قبل أن يبدو صلاحها والأول أصح

سامان کے درجے میں ہیں۔

تشریح :کھیتی کٹی ہوئی زمین پر موجود ہے، یا توڑا ہوا پھل درخت کے پاس موجود ہے تو یہ کل قلیل وکثیر ھولہ فیھا، کہنے سے بھی بیع میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اس کا تعلق اب زمین سے یا درخت سے نہیں رہا یہ تو سامان کی طرح زمین پر رکھا ہوا ہے، ہاں اس کی تصریح کرے گا کہ اس کی بھی بیع کرتا ہوں تب وہ داخل ہوں گے۔

ترجمه:(۲۷) کسی نے پھل بیچے جس کی صلاحیت ظاہر ہو چکی ہو یا ظاہر نہ ہوئی ہو تو بیع جائز ہے۔

ترجمه:۱؎ اس لئے کہ وہ مال متقوم ہے، یا اس لئے کہ فی الحال فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا مستقبل میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

تشریح : پھل ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، یا فائدہ اٹھانے کے قابل ہو گیا ہے دونوں صورتوں میں اس کو بیچنا جائز ہے۔۔اس عبارت میں الثانی سے مراد ہے بعد کے زمانے میں۔مستقبل میں۔

وجه :(۱) یہ مال متقوم ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ چاہے ابھی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا ہے لیکن مستقبل میں بڑا ہونے کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز ہے

ترجمه: ۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ صلاح ظاہر ہونے سے پہلے جائز نہیں ہے، اور صحیح اول روایت ہے۔

تشریح:بعض حضرات نے فرمایا کہ جب تک پھل قابل استفادہ نہ ہو اس کو بیچنا ہی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ضائع ہوگا۔لیکن صحیح پہلی روایت ہے۔

وجه:(۱)انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع . (بخاری شریف، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا ص ۳۵۰، نمبر ۲۱۹۴ر مسلم شریف، باب النھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا بغیر شرط القطع ،ص ۶۶۵، نمبر ۱۵۳۴/۳۸۶۲)اس حدیث میں ہے کہ پھل پکنے سے پہلے اور آفات سے محفوظ ہونے سے پہلے نہ بیچے۔

لغت:متقوم: جس مال کی کوئی قیمت ہو اس کو متقوم کہتے ہیں۔۔یبدو صلاحھا: پھل کا صلاح ظاہر ہو، یعنی وہ اس قابل ہو کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو۔

دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے یہ مشورہ کے طور پر کہا تھا ورنہ حقیقت میں ایسے پھل کا بیچنا جائز ہے۔ان کی دلیل یہ

(۲۸) وعلى المشتري قطعها في الحال لہ **تفريغا لملك البائع وهذا. إذا اشتراها مطلقا أو بشرط القطع (۲۹) وإن شرط تركها على النخيل فسد البيع** لہ **لأنه شرط لا يقتضيه العقد وهو**

حدیث ہے۔ **عن زيد بن ثابت قال كان الناس في عهد رسول الله ﷺ يبتاعون الثمار فاذا جذ الناس وحضر تقاضيهم قال المبتاع انه اصاب الثمر الدمان اصابه مرض اصابه قشام عاهات يحتجون بها فقال رسول الله ﷺ لما كثرت عنده الخصومة في ذلك فاما لا فلا تبتاعوا حتى يبدو صلاح الثمرة كالمشورة يشير بها لكثرة خصومتهم.** (بخاری شریف، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا، ص ۳۵۰، نمبر ۲۱۹۳) اس حدیث میں ہے کہ صلاح ظاہر ہونے سے پہلے پھل بیچنے سے پہلے بطور مشورہ کے تھا۔

ترجمہ: (۲۸) اور مشتری پر واجب ہوگا اس کو فی الحال کاٹے۔

ترجمہ: لہ بائع کے ملک کو فارغ کرنے کے لئے، اور یہ جب ہے کہ مطلقا خریدا ہو یا، یا کاٹنے کی شرط پر خریدا ہو۔

تشریح: مشتری نے پھل خرید لیا تو یہ چیز مشتری کی ہوگئی، اور ہے بائع کے درخت پر اس لئے اس کی ملکیت کو فارغ کرنے کے لئے مشتری سے کہا جائے گا کہ پھل ابھی کاٹو۔ مطلقا خریدا ہو تب بھی ابھی کاٹنا ہوگا۔ اور اس شرط پر خریدا ہو کہ اس کو ابھی کاٹوں گا تب بھی ابھی ہی کاٹنا ہوگا، اور بیع صحیح ہوگی۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ دوسرے کی ملکیت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال لا يحل سلف و بيع ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس عندك.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع ما لیس عندہ، ص ۲۳۳، نمبر ۱۲۳۴ / سنن للبیہقی، باب الشرط الذی یفسد البیع، ج خامس، ص ۵۴۸، نمبر ۱۰۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ جس چیز کا ضمان نہ دیتا ہو اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں۔ اس لئے مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع کے درخت سے مزید فائدہ نہ اٹھاؤ اور پھل کاٹ کر درخت بائع کے حوالے کردو۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرنا الثوري قال اذا باع الرجل ارضا و اشترط ثمرها فقال المبتاع: خذ زرعك من الارض و قال البائع لم يحصد طعامها قال يحصده ان لم يحصد لانه يقول فرغ ارضي و ان اشترط البائع عليه ان الطعام في ارضه شهرين ضمن الارض ان اصابتها جائحة.** (مصنف عبد الرزاق، باب بیع العبد لہ مال او الارض وفیھا زرع لمن یکون؟ ج ثامن، ص ۱۰۷، نمبر ۱۴۷۰۴) اس اثر میں ہے کہ مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع کا درخت فارغ کرو۔

ترجمہ: (۲۹) پس اگر اس کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

شغل ملك الغير ١ **أو هو صفقة في صفقة وهو إعارة أو إجارة في بيع** ٢ **وكذا بيع الزرع** ٣

تشریح:اوراگرمشتری نے شرط لگائی کہ یہ پھل درخت پر کچھ دنوں کے لئے رکھوں گا تا کہ پھل مکمل ہو جائے ،اس شرط کے ساتھ خریدا تو اس شرط کے لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

وجه:(۱) یہ بیع کے ساتھ الگ شرط ہے جس میں مشتری کا فائدہ ہے۔اور بیع کے ساتھ اس قسم کی شرط لگانے سے جس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کا فائدہ ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔(۲)اوپر ترمذی کی حدیث میں ایسی شرط والی بیع کو نا جائز کہا ہے۔**عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال لا يحل سلف و بيع ولا شرطان فى بيع ولا ربح مالم يضمن ،ولا بيع ماليس عندك**. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندہ،ص ۲۳۳،نمبر ۱۲۳۴رسنن للبیھقی ،باب الشرط الذی یفسد البیع ، ج خامس ،ص ۵۴۸،نمبر ۱۰۸۳۸) اس حدیث میں ولا شرطان ہے جس کی تفسیر یہی ہے کہ بیع کے ساتھ فائدہ کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی (۳)اثر میں اس کو سود کہا ہے۔**عن عبد الله بن مسعود قال الصفقتان فى الصفقة ربا ان يقول هو بالنسية بكذا و بكذا** (مصنف عبدالرزاق، باب بیعتان فی بیعۃ ،ج ثامن ،ص ۱۰۸،نمبر ۱۴۷۱۵)

نوٹ:اگر بیع کے وقت پھل کو درخت پر رکھنے کی شرط نہ لگائے۔البتہ بعد میں بائع کی اجازت سے پھل پکنے کے لئے چھوڑ دے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے بلکہ بائع کا احسان ہوگا۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ ایسی شرط ہے جو عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا ،اور وہ دوسرے کے ملک کو مشغول رکھنا ہے۔

تشریح: مشتری کے درخت پر چھوڑے رکھنے کی شرط ،یا مشتری کی زمین میں چھوڑے رکھنے کی شرط ایسی شرط ہے جو عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے اس لئے یہ شرط فاسد ہے اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمه: ٢ یا وہ صفقہ میں صفقہ ہے،اور وہ بیع میں عاریت ہے یا اجارہ ہے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ اگر عاریت لیکر درخت پر پھل چھوڑنے کی شرط کی تو بیع کے ساتھ دوسرا صفقہ عاریت ہو گی ،اور درخت کو اجرت پر لیکر پھل چھوڑنے کی شرط کی تو یہ بیع کے اندر اجرت ہوگی ،اس لئے ایک صفقے کے ساتھ دوسرا صفقہ ہوا جو حدیث کے اعتبار سے فاسد ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

وجه:(۱)**عن ابى هريرة ان النبى ﷺ نهى عن بيعتين فى بيعة و فى رواية يحى قال نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين فى بيعة** ۔(سنن بیہقی ،باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ ،ج خامس،ص ۵۶۱،نمبر ۱۰۸۷۸)(۲)**ان عمر بن شعيب اخبرهم عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع و**

بشرط الترک لما قلنا ۴؎ و کذا إذا تناهی عظمها عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لما قلنا واستحسنه محمد رحمه الله للعادة ۵؎ بخلاف ما إذا لم يتناه عظمها لأنه شرط فيه الجزء المعدوم وهو الذي يزيد لمعنى من الأرض أو الشجر. ۶؎ ولو اشتراها مطلقا وتركها بإذن البائع

سلف و عن بیعتین فی صفقة واحدة و عن بیع مالیس عندک ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ج خامس،ص ۵۶۱،نمبر ۱۰۸۸۰)اس حدیث میں ہے کہ ایک بیع میں دو بیع نہ کریں۔

ترجمہ: ایسے ہی کھیتی کو چھوڑنے کی شرط پر اس دلیل کی بنا پر جو میں نے کہا۔

تشریح :زمین میں کھیتی لگی ہوئی تھی اس کو اس میں چھوڑنے کی شرط پر خریدا تو یہ بیع فاسد ہے۔[۱] کیونکہ یہ شرط فاسد ہے [۲]اور یہ صفقۃ فی صفقۃ ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ : ۴؎ ایسے ہی جبکہ اس کا بڑھاوا پورا ہو گیا ہو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا،اور عادت کی بنا پر امام محمدؒ نے اس کو اچھا سمجھا۔

تشریح: پھل جتنا بڑھنا تھا اتنا بڑھ گیا اب نہیں بڑھے گا،صرف پکے گا اور میٹھاس بھرے گی،ایسی حالت میں درخت پر چھوڑنے کی شرط پر بیچنے سے بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں بیع فاسد ہوگی،کیونکہ یہ شرط فاسد ہے کہ دوسری کی ملک کو مشغول رکھنے کی شرط ہے۔لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ کاشتکاروں کی عادت ہے کہ پھل بڑے ہونے کے بعد درخت پر کچھ دنوں تک چھوڑ دینے کی شرط پر بیچتے ہیں اس لئے انکی عادت کی وجہ سے اچھا ہے۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اب صرف رنگ بدلے گا درخت سے رس نہیں چوسے گا،تو چونکہ دوسرے کے درخت سے کوئی قوت حاصل نہیں کرے گا اس لئے جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ : ۵؎ بخلاف جبکہ پھلوں کا بڑھاوا پورا نہ ہوا ہو[تو بیع فاسد ہوگی]اس لئے کہ اس میں معدوم جز کی شرط ہے،اور وہ یہ کہ زمین یا درخت کی قوت سے بڑھے گا۔

تشریح:بخلاف اگر پھل کا بڑھاوا پورا نہیں ہوا ہے،اور درخت پر رکھنے کی شرط پر بیچ دیا تو بیع فاسد ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رس اور جز جو ابھی تک پھل میں نہیں آیا ہے وہ زمین اور درخت کی قوت سے حاصل کرے گا،تو دوسرے کی ملکیت سے فائدہ حاصل کرنا شرط فاسد ہے اس لئے اس صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

لغت :معنی: کا معنی ہے زمین یا درخت کی قوت۔تناھی عظمھا:اس کی ہڈی پوری ہوگئی ہو،یعنی اب اس کا بڑھاوا پورا ہو گیا ہو۔

ترجمہ: ۶؎ اگر پھل کو مطلق خریدا اور اس کو بائع کی اجازت چھوڑ دیا تو مشتری کے لئے اس کا کھانا اچھا ہے۔

طاب له الفضل ۷ وإن تركها بغير إذنه تصدق بما زاد في ذاته لحصوله بجهة محظورة ۸ وإن تركها بعدما تناهى عظمها لم يتصدق بشيء. لأن هذا تغير حالة لا تحقق زيادة ۹ وإن اشتراها مطلقا وتركها على النخيل وقد استأجر النخيل إلى وقت الإدراك طاب له الفضل لأن

تشریح : پھل کودرخت پرچھوڑنے کی شرط پرنہیں خریدا، بلکہ مطلق خریدا،اور بعد میں بائع نے درخت پر رکھنے کی اجازت دے دی تو پھل میں جو کچھ بڑھاوا ہو ہووہ بھی مشتری کے لئے جائز ہے،اور بیع بھی جائز ہے۔ کیونکہ بائع کی اجازت سے پھل چھوڑا ہے

ترجمہ:۷ اور اگر پھل کوبغیر بائع کی اجازت کے درخت پرچھوڑا تواس کی ذات میں جتنی زیادتی ہوئی اس کوصدقہ کرے محظور جہت سے حاصل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:بغیر بائع کی اجازت کے درخت پر پھل چھوڑ دیا تو پھل میں جتنی زیادتی ہوئی وہ صدقہ کرے کیونکہ بغیر مالک کی اجازت کے نفع حاصل ہوا ہے۔

ترجمہ:۸ اور بڑھاوا پورا ہونے کے بعد پھل کودرخت پرچھوڑا تو کچھ صدقہ نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنا ہے زیادتی متحقق نہیں ہے۔

تشریح :بڑھاوا پورا ہونے کے بعد بائع کے درخت پر اس کی اجازت کے بغیر پھل چھوڑا تو اب کچھ صدقہ نہیں کرے گا، کیونکہ درخت سے حاصل نہیں کیا ہے، بلکہ صرف ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوا ہے اس لئے اب کچھ صدقہ نہیں کرے گا

ترجمہ:۹ اگر پھل کومطلقا خریدا اور درخت پرچھوڑا اس حال میں کہ درخت کوپھل پکنے کے وقت تک اجرت پر لیا تو اس کے لئے زیادتی اچھی ہے،اس لئے کہ اجرت باطل ہے تعارف نہ ہونے کی وجہ سے اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے اجازت معتبر باقی رہی۔

تشریح : یہاں۔اجرت باطل ہے،اور اجرت فاسد ہے، دونوں میں فرق سمجھنا ضروری ہے اسی پر دونوں مسئلوں کا مدار ہے۔ باطل اجرت ؛ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل ختم ہوگئی، وہ اجرت ہے ہی نہیں اس لئے اس کی وجہ سے جو اجازت دی ہے وہ باقی رہے گی۔ فاسد اجرت : کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجرت باقی ہے لیکن تاریخ مجہول ہونے کی وجہ سے وہ فاسد ہوئی اس لئے فاسد اجازت ہوئی تو گویا کہ بغیر اجازت کے درخت پر پھل رکھا اس لئے زیادتی اچھی نہیں ہے۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ، بڑھاوا ختم ہونے سے پہلے پھل خریدا اور درخت کوپھل پکنے تک اجرت پر لیکر اس کوچھوڑ دیا تو جو کچھ پھل میں زیادتی ہوئی یہ جائز ہے۔

الإجارة باطلة لعدم التعارف والحاجة فبقي الإذن معتبرا ١٠ؔ بخلاف ما إذا اشترى الزرع واستأجر الأرض إلى أن يدرك وتركه حيث لا يطيب له الفضل لأن الإجارة فاسدة للجهالة فأورثت خبثا. ١١ؔ ولو اشتراها مطلقا فأثمرت ثمرا آخر قبل القبض فسد البيع لأنه لا يمكنه تسليم المبيع لتعذر التمييز. ١٢ؔ ولو أثمرت بعد القبض يشتركان فيه للاختلاط والقول قول

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ درخت کو اجرت پر لینے کی عام عادت نہیں اس لئے اجرت پر لینا بیکار ہے (۲) زمین کو اجرت پر لینے کی ضرورت ہے اس لئے کہ اس کو خرید نہیں سکتا، لیکن درخت کو خرید کر اس پر پھل چھوڑ سکتا ہے اس لئے درخت کو اجرت پر لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) کب پھل پکے گا یہ معلوم نہیں ہے اس لئے تاریخ مجہول ہونے کی وجہ سے اجرت باطل ہے اور اجرت باطل ہوگئی تو گویا کہ وہ معدوم ہوگئی، اس لئے پھل چھوڑنے کی جو اجازت تھی وہ باقی رہی اس لئے پھل میں جو زیادتی ہوئی وہ جائز ہے

لغت: طاب له الفضل: کا مطلب ہے کہ جو زیاتی ہوئی وہ جائز ہے، اور اس کے لئے بہت اچھا ہے۔

ترجمہ: ١٠ؔ بخلاف جبکہ کاشتکاری خریدی اور زمین کا شتکاری پکنے تک اجرت پر لیا اور اس کو چھوڑ دیا تو مشتری کے لئے اچھا نہیں ہے، اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے اس لئے خبث پیدا ہوگیا۔

تشریح: زمین کو کرایہ پر لیکر کاشتکاری کرنے کی عادت ہے اور اس کی ضرورت بھی ہے اس لئے کہ پوری زمین کو خریدنا مشکل ہے، لیکن یہاں کاشتکاری پکنے تک کرایہ پر لیا اور تاریخ متعین نہیں کی اس لئے تاریخ کی جہالت کی وجہ سے اجرت فاسد ہوگئی، اس لئے پھل چھوڑنے کی اجازت تو ہوئی لیکن مخدوش اجازت ہوئی تو گویا کہ بغیر اجازت کے کاشتکاری زمین میں چھوڑی اس لئے جو کچھ زیادتی ہوئی وہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ١١ؔ اگر مطلقا خریدا پھر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرا پھل پیدا ہوگیا تو بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ مبیع کا سپرد کرنا ناممکن ہے تمیز متعذر رہونے کی وجہ سے۔

تشریح: پھل مطلقا خریدا، یعنی درخت پر چھوڑنے کی شرط نہیں لگائی، اور کاٹنے کی شرط بھی نہیں لگائی، پھر پھل پر قبضہ کرنے سے پہلے دوسرا پھل اس میں پیدا ہوگیا، مثلا درخت پر بینگن خریدا، ابھی اس کو توڑا بھی نہیں تھا کہ دوسرا بینگن پیدا ہوگیا، اور مبیع اور غیر مبیع خلط ملط ہوگئی، اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تمیز متعذر رہونے کی وجہ سے مبیع کو سپرد کرنا ناممکن ہوگیا۔

ترجمہ: ١٢ؔ اگر قبضہ کرنے کے بعد پھل پیدا ہوا تو خلط ملط ہونے کی وجہ سے دونوں شریک ہو جائیں گے اور مبیع کی مقدار میں مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ یہ اس کے ہاتھ میں ہے، اور ایسے ہی بینگن میں اور خربوزے میں۔

المشتري في مقداره لأنه في يده وكذا في الباذنجان والبطيخ ۱۳ والمخلص أن يشتري الأصول لتحصل الزيادة على ملكه. (۳۰)قال ولا يجوز أن يبيع ثمرة ويستثني منها أرطالا

تشریح: پھل پر قبضہ کرلیا اس کے بعد اس میں دوسرا پھل پیدا ہوگیا تو بائع اور مشتری دونوں اس میں شریک ہو جائیں گے کیوں کہ دونوں خلط ملط ہو گئے ،اور کتنا پھل بائع کا ہے اور کتنا پھل مشتری کا اس بارے میں مشتری کا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا ، کیونکہ مبیع پر قبضہ اس کا ہے اور غیر مبیع کے بارے میں وہ امین ہے ،اس لئے گواہ نہ ہو تو قسم کے ساتھ امین کی بات مانی جاتی ہے ۔اس لئے یہاں بھی مشتری کی بات مانی جائے گی ۔

وجه :(۱)اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے ۔ **عن ابراهيم قال لا بأس ببيع الرطاب جزة بعد جزة**(مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی شراء البقول والرطاب ، ج رابع ،ص ۲۷۹،نمبر ۲۰۰۴۱)اس اثر میں ہے کہ سبزیوں کی بیع ٹکڑا ٹکڑا کر کے جائز ہے ۔(۲) **فقال عبد الله [ابن مسعود] فاني اقول بما قضى به رسول الله ﷺ اذا اختلف البيعان و لم تكن بينة فالقول قول رب المال و يترادان البيع** ۔(مصنف عبدالرزاق ، باب البیعان یختلفان وعلی من الیمین ؟ ، ج ثامن ،ص ۲۱۱،نمبر ۱۵۲۶۳)اس حدیث میں ہے کہ جس کا مال ہو اسی کی بات مانی جائے گی ،اور قبضہ کے بعد مشتری کا مال ہے اس لئے مشتری کی بات مانی جائے گی ۔

لغت: باذنجان : بینگن ۔البطیخ : خربوزے ۔

ترجمه:۱۳ نکلنے کی صورت یہ ہے کہ درخت کو بھی خرید لے تا کہ زیادتی اس کی ملکیت پر حاصل ہو ۔

تشریح: خلط ملط سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ پھل کے ساتھ درخت بھی خرید لے تا کہ جو پھل بعد میں آئے وہ بھی مشتری کی ملکیت میں آئے اور خلط ملط نہ ہو ۔

ترجمه:(۳۰)اور نہیں جائز ہے کہ پھل بیچے اور اس میں سے کچھ متعین رطل مستثنی کرلے ۔

اصول: یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ، استثناء مجہول ہو تو بیع جائز نہیں ۔

تشریح :مثلا پانچ درختوں کا پھل بیچ رہا ہے اور معلوم نہیں اس پر کتنے پھل ہیں ۔ساتھ کہہ رہا ہے اس میں سے سو کیلو پھل نہیں بیچوں گا تو ایسا استثناء کرنا جس سے باقی بیع مجہول ہو جائے جائز نہیں ہے ۔اسی طرح سو درخت کے پھل بیچ رہا ہے لیکن اس میں سے پانچ نہیں بیچ رہا اور نہیں متعین کر رہا کہ کونسے پانچ درخت ہیں ۔تو پچانوے مجہول ہو گئے ۔ بائع پانچ اعلی درخت لینا چاہے گا اور مشتری پانچ ادنی درخت دینا چاہے گا ۔تو ایسا استثناء جس سے مبیع مجہول ہو جائے جائز نہیں ہے ۔ ہاں ! استثناء کے بعد مبیع معلوم رہے تو جائز ہے

معلومة ۱؎ خلافا لمالک رحمه الله ۲؎ لأن الباقي بعد الاستثناء مجهول. بخلاف ما إذا باع واستثنى نخلا معينا لأن الباقي معلوم بالمشاهدة. قال رضي الله عنه قالوا هذه رواية الحسن وهو قول الطحاوي ۳؎ أما على ظاهر الرواية ينبغي أن يجوز لأن الأصل أن ما يجوز إيراد العقد عليه

وجه :(۱) حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال نهى رسول الله ﷺ عن المزابنة وعن المحاقلة وعن الثنيا الا ان يعلم.** (ابوداؤد شریف، باب فی المخابرة، ص ۱۲۷، نمبر ۳۴۰۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن الثنیا ص ۲۴۲، نمبر ۱۲۹۰ / مسلم شریف، باب من باع نخلا علیھا تمر، ص ۶۷۱، نمبر ۳۹۱۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے استثناء کرنے سے منع فرمایا، مگر استثناء سے مبیع مجہول نہ ہو بلکہ معلوم رہے تو جائز ہے **الا ان يعلم** کا یہی مطلب ہے (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **اخبرنا معمر عن قتادة فی رجل قال له ابيرک ثمر حائطی بمائة دينار الا خمسين فرقا فكرهه وقال الا ان يشترط نخلات معلومات** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب بیع الثمرة ویشترط منھا کیلا، ج ثامن، ص ۲۰۲، نمبر ۱۵۲۲۸) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ متعین درخت مستثنی کرے تو ٹھیک ہے اور مجہول مستثنی کرے تو مکروہ ہے

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام مالکؒ کے۔

تشریح: امام مالکؒ کی رائے ہے کہ استثناء کر کے بیچے تب بھی جائز ہے، انکی دلیل یہ ہے کہ استثناء معلوم ہو تو بیع جائز ہے اسی طرح استثناء مجہول ہو تب بھی بیع جائز ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اس لئے کہ استثناء کے بعد جو باقی ہے وہ مجہول ہے، بخلاف جبکہ بیچا اور متعین درخت کا استثناء کیا [تو جائز ہے] اس لئے کہ باقی مشاہدہ کے ساتھ معلوم ہے، علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضرت حسنؒ کی روایت ہے اور یہی قول امام طحاویؒ کا ہے۔

تشریح: استثناء کرنے کے بعد جو پھل باقی رہا وہ مجہول ہے، اور مجہول مبیع کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔ ہاں متعین درخت مستثنی کرے، مثلا کہے کہ سو درخت بیچتا ہوں اور یہ پانچ درخت نہیں بیچتا تو یہ بیع جائز ہے، کیونکہ متعین کیا ہوا پانچ درخت مستثنی ہو گئے تو باقی پچانوے درخت بھی متعین ہو گئے اس لئے اب بیع جائز ہوگی ۔۔ علماء نے فرمایا کہ یہ مجہول استثناء کی بیع ناجائز ہے یہ حضرت حسنؒ کا قول ہے اور یہی قول حضرت امام طحاویؒ کا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ لیکن ظاہر روایت پر مناسب یہ ہے کہ مجہول استثناء کی بیع جائز ہو، اس لئے کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ جسکو الگ کر کے بیچنا جائز ہو عقد میں سے اس کو مستثنی کر کے بیچنا بھی جائز ہے، اور ڈھیر میں سے ایک قفیز کو استثناء کر کے بیچنا جائز ہے، ایسے ہی ڈھیر میں سے ایک قفیز کو بیچنے سے مستثنی کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح: ظاہر رویت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یوں کہا مثلا سو درخت کے پھل کو بیچتا ہوں مگر دو سو کیلو نہیں بیچتا ہوں تو یہ

بانفراده يجوز استثناؤه من العقد وبيع قفيز من صبرة جائز فكذا استثناؤه ۴؎ **بخلاف استثناء الحمل وأطراف الحيوان لأنه لا يجوز بيعه فكذا استثناؤه. (۳۱)ويجوز بيع الحنطة في سنبلها والباقلاء في قشره** ۱؎ **وكذا الأرز والسمسم.** ۲؎ **وقال الشافعي رحمه الله لا يجوز بيع الباقلاء**

استثناء مجہول ہے لیکن اس کے باوجود بیع صحیح ہونی چاہئے۔اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجموعے میں سے جس چیز کا مستثنی کر کے بیچنا جائز ہے اس کو مستثنی کر کے نہ بیچنا بھی جائز ہوگا،اب ایک ڈھیر میں سے دوسو کیلو کو مستثنی کر کے بیچنا جائز ہے، تو ڈھیر بیچے اور اس میں سے دوسو کیلو مستثنی کر دے کہ اس کو نہیں بیچتا ہوں یہ بھی جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف حمل اور حیوان کے اعضاء کا استثناء اس لئے کہ اس کی بیع بھی جائز نہیں تو اس کا استثناء بھی جائز نہیں۔

تشریح: یوں کہے کہ حمل بیچتا ہوں اور بکری نہیں بیچتا، یہ جائز نہیں،اسی طرح یوں کہے کہ بکری بیچتا ہوں اور حمل نہیں بیچتا تو جائز نہیں ہوگا کیونکہ جس طرح بیچنے میں حمل کا استثناء جائز نہیں اسی طرح نہ بیچنے میں بھی حمل کا استثناء جائز نہیں ہے۔۔دوسری مثال یہ ہے کہ یوں کہے کہ پیر بیچتا ہوں اور بکری نہیں بیچتا، یہ جائز نہیں،اسی طرح یوں کہے کہ بکری بیچتا ہوں اور پیر نہیں بیچتا تو جائز نہیں ہوگا کیونکہ جس طرح بیچنے میں پیر کا استثناء جائز نہیں اسی طرح نہ بیچنے میں بھی پیر کا استثناء جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:(۳۱) جائز ہے گیہوں کی بیع اس کے خوشے میں،اور مونگ پھلی کی بیع اس کے چھلکے میں۔

ترجمہ:۱؎ ایسے ہی چاول اور تل کا حکم ہے۔

اصول: مبیع چھلکے میں چھپی ہوئی ہو تو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔چھلکے کی تھوڑی جہالت معاف ہے۔

تشریح: ہر وہ دانہ جو چھلکے میں ہو اور بہت زیادہ چھپا ہوا نہ ہو،تھوڑا بہت چھپا ہوا ہو تو اس کو چھلکے کے ساتھ بیچنے کی اجازت ہے۔جیسے گیہوں اس کے چھلکے میں،مونگ پھلی اس کے چھلکے میں، چاول اس کے چھلکے میں اور تل اس کے چھلکے میں بیچے تو جائز ہے۔ہاں مبیع بہت موٹے چھلکے میں اس طرح چھپ جائے کہ مجہول ہو جائے تو اب اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) تھوڑی بہت جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوگی،عموم بلوا کی وجہ سے اس کی گنجائش ہے(۲) حدیث میں خوشے میں گیہوں بیچنے کی اجازت ہے۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع النخل حتى يزهووعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة و نهى البائع و المشترى** ۔(مسلم شریف، باب نہی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا،ص ۶۶۶، نمبر ۱۵۳۵/۳۸۶۴/ابوداؤد شریف، باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا،ص ۴۸۹،نمبر ۳۳۶۸/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیہ بیع الثمرۃ حتی یبدو صلاحھا،ص ۲۹۹،نمبر ۱۲۲۷)اس حدیث میں خوشے کو بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ پک کر سفید نہ ہو جائے۔جس سے معلوم ہوا کہ گیہوں کو خوشے میں بیچنا جائز ہے چاہے گیہوں مستور اور چھپا ہوا ہو۔اور یہی حال مونگ پھلی

الأخضر وكذا الجوز واللوز والفستق في قشره الأول عنده. وله في بيع السنبلة قولان وعندنا يجوز ذلک کله. ٣ـ له أن المعقود عليه مستور بما لا منفعة له فيه فأشبه تراب الصاغة إذا بيع

کا ہوگا اس کے چھلکے کے ساتھ۔

لغت:سنبل: خوشہ۔ باقلی: مونگ پھلی۔ قشر: چھلکا۔ ارز: چاول۔ السمسم: تل۔ الجوز: اخروٹ۔ اللوز: بادام۔ الفستق: پستہ۔

ترجمہ:۲ـ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سبز مونگ پھلی کی بیع جائز نہیں اور ایسے ہی اخروٹ اور بادام، اور پستہ کی بیع اس کے پہلے چھلکے میں، اور اس کا خوشے کی بیع میں دو قول ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ سب جائز ہیں۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مونگ پھلی کو پہلے چھلکے میں ، اسی طرح اخروٹ، اور بادام، اور پستہ کو اس کے پہلے چھلکے میں بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ مبیع چھلکے میں چھپی ہوئی ہے اس لئے یہ دھوکے کی بیع ہوئی جس سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اور حدیث میں جو اجازت ہے وہ وقتی طور پر اجازت ہے۔ موسوعہ میں ہے۔ عن انس ان رسول الله ﷺ اجاز بيع القمح فى سنبله اذا ابيض فقال الشافعیؒ ان ثبت الحديث قلنا به فكان الخاص مستخرجا من العام ۔(موسوعہ امام شافعیؒ باب مسألۃ بیع القمح فی سنبلہ، ج سادس، ص ۲۲۳، نمبر ۸۴۰۳) اس عبارت میں ہے کہ خوشے کی بیع کی حدیث صحیح ہو تو خاص اسی سال کے لئے اجازت تھی کیونکہ یہ دھوکے کی بیع ہے اور دھوکے کی بیع سے حضور نے منع فرمایا ہے۔

وجہ: انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ نهى عن بيع الغرر ، زاد عثمان و الحصاة ۔(ابوداود شریف، باب فی بیع الغرر، ص ۴۹۱، نمبر ۳۳۷۶) اس حدیث میں ہے کہ دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔

ترجمہ:۳ـ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس پر عقد ہوا ہے وہ ایسی چیز میں چھپا ہوا ہے جس میں کوئی منفعت نہیں ہے اس لئے سنار کی مٹی کے مشابہ ہو گیا جبکہ اس کی جنس سے بیچی جائے۔

تشریح: امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مبیع ایسی چیز میں چھپی ہوئی ہے جس میں کوئی منفعت نہیں ہے تو منفعت کو غیر منفعت کے ساتھ ملانے کی وجہ سے ناجائز ہوگی، جیسے سنار کی مٹی کو سونے کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ سونا مٹی چھپا ہوا ہے۔ اصل دلیل تو اوپر کی حدیث ہے۔

لغت: تراب الصاغۃ: سنار مٹی میں سونا اور چاندی کو ڈھالتا ہے، اس لئے اس میں سونے اور چاندے کے ذرات چھپے رہ جاتے ہیں، اگر اس مٹی میں سونے کے ذرات ہیں اور سونے کے بدلے بیچے تو کم بیش ضرور ہوگا اس لئے سود ہونے کی وجہ سے سونے کے بدلے بیچنا ناجائز ہے، لیکن چاندی کے بدلے میں بیچے تو جائز ہے اس لئے کہ خلاف جنس ہونے کی وجہ سے کم بیش ہونے سے سود نہیں ہوگا۔ اسی طرح مٹی میں چاندی کے ذرات ہیں، پس اگر چاندی کے بدلے بیچے تو سود ہونے کی وجہ سے

بجنسه. ۴ ولنا ما روي عن النبي عليه الصلاة والسلام أنه نهى عن بيع النخل حتى يزهو وعن بيع السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة ۵ ولأنه حب منتفع به فيجوز بيعه في سنبله كالشعير والجامع كونه مالا متقوما ٦ بخلاف تراب الصاغة لأنه إنما لا يجوز بيعه بجنسه لاحتمال الربا

ناجائز ہوگا ،لیکن اگر سونے کے بدلے یا گیہوں کے بدلے بیچے تو سود نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہوگا ۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سونا یا چاندی مٹی میں چھپی ہوئی ہے جس سے مبیع مجہول ہوگئی اس لئے بیع ناجائز ہوگی ۔

ترجمہ: ۴ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو حضورؐ سے روایت کی گئی ہے آپؐ نے کھجور کے درخت بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ رنگ پکڑ لے ،اور بالیاں بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ سفید پڑ جائیں اور آفت سے محفوظ ہو جائیں ۔

تشریح :اس حدیث میں ہے کہ بالیاں سفید پڑ جائے اس سے پہلے نہ بیچے ،جسکا مطلب یہ ہوا کہ سفید پڑ جانے کے بعد بیچنا جائز ہے ۔حدیث یہ ہے ۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع النخل حتى يزهو وعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة و نهى البائع و المشترى** ۔(مسلم شریف ،باب نھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا ،ص ٦٦٦، نمبر ۱۵۳۵/۳۸٦۴/ابو داؤد شریف ،باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا ،ص ۴۸۹ ،نمبر ۳۳٦۸/ترمذی شریف ،باب ماجاء فی کراھیہ بیع الثمرۃ حتی یبدو صلاحھا ،ص ۲۹۹ ،نمبر ۱۲۲۷)اس حدیث میں خوشے کو بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ پک کر سفید نہ ہو جائے ۔جس سے معلوم ہوا کہ گیہوں کو خوشے میں بیچنا جائز ہے چاہے گیہوں مستور اور چھپا ہوا ہو ۔

لغت: یزھی: رنگ اختیار کرے ۔یبیض :سفید ہو جائے ۔یامن العاھۃ : آفت سے مأمون ہو جائے ۔

ترجمہ :۵ اور اس لئے کہ منتفع بہ دانہ ہے اس لئے ک اس کے خوشے کے اندر بیچنا جائز ہے ،جیسے جو اس کے خوشے میں بیچنا جائز ہے اور دونوں کا مجموعی قاعدہ یہ ہے کہ یہ مال متقوم ہے ۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جس طرح جو منتفع بہ مال ہے اور اس کو اس کی بالیوں میں بالاتفاق بیچنا جائز ہے اسی طرح گیہوں منتفع بہ مال ہے اس کو بھی بالیوں کے ساتھ بیچنا جائز ہونا چاہئے ۔

ترجمہ: ٦ بخلاف سنار کی مٹی کے اس لئے کہ اس کی جنس کے بدلے بیچے تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ سود کا احتمال ہے ، یہاں تک کہ اگر خلاف جنس سے بیچے تو جائز ہے چنانچہ گیہوں والے مسئلے میں بھی ہے کہ گیہوں کے بدلے میں بیچے تو جائز نہیں ہوگا سود کے شبہ کی وجہ سے ،کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ بالیوں میں کتنا گیہوں ہے ۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے ،کہ سنار کی مٹی اسی کی جنس سے بیچنا اس لئے ناجائز نہیں ہے کہ سونا مٹی میں چھپا ہوا ہے ، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہاں سود کا خطرہ ہے یہی وجہ ہے کہ خلاف جنس سے مٹی بیچے تو جائز ہے ،مثلا مٹی میں سونے کے ذرات

حتى لو باعه بخلاف جنسه جاز وفي مسألتنا لو باعه بجنسه لا يجوز أيضا لشبهة الربا لأنه لا يدري قدر ما في السنابل. (٣٢) ومن باع دارا دخل في البيع مفاتيح إغلاقها ﴿ لأنه يدخل فيه الإغلاق لأنها مركبة فيها للبقاء والمفتاح يدخل في بيع الغلق من غير تسمية لأنه بمنزلة بعض منه إذ لا ينتفع به بدونه. (٣٣) قال وأجرة الكيال وناقد الثمن على البائع ﴿ أما الكيل فلا بد منه

ہیں اور چاندی یا گیہوں کے بدلے بیچے تو جائز ہے، چنانچہ [ہمارا متنازع فیہ مسئلہ] گیہوں کی بالیوں کے سلسلے میں ہمارا بھی مسلک یہی ہے کہ گیہوں کے بدلے میں بیچے تو جائز نہیں ہوگا کیونکہ ایک گیہوں کی مقدار کم ہوگی اور دوسرے کی زیادہ، اور گیہوں کی بالیوں کو درہم کے بدلے یا خلاف جنس کے بدلے بیچے تو جائز ہوگا کیونکہ سود کا خطرہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (٣٢) کسی نے گھر بیچا تو بیع میں اس کے تالے کی کنجی داخل ہوگی۔

ترجمہ: ﴿ کیونکہ تالے بیع میں داخل ہیں، اس لئے کہ تالے اس میں باقی رہنے کے واسطے جڑے ہوتے ہیں، اور تالے کی بیع میں اس کی کنجی بغیر ذکر کے داخل ہوتی ہے، کیونکہ کنجی تالے کے جز کے مرتبہ میں ہے، کیونکہ بغیر کنجی کے تالے سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔

اصول: بیع میں مبیع کا جز بغیر نام لئے بھی داخل ہوگا۔

تشریح: وہ تالا جو دروازے کے ساتھ چپکا ہوتا ہے وہ تالا دروازے کا جز ہو گیا۔ اور جز بغیر نام لئے بھی بیع میں داخل ہوتا ہے۔ اس لئے گھر کی بیع میں تالا داخل ہوگا۔ اور کنجی تالے کا حصہ ہے اس لئے کنجی بھی بیع میں داخل ہوگی۔

ترجمہ: (٣٣) مبیع کے کیل کرنے کی اجرت اور ثمن کو پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے۔

ترجمہ: ﴿ کیل کی اجرت اس لئے بائع پر ہے مبیع کو سپرد کرنا بائع پر ضروری ہے، اور جب ہے کہ کیل کر کے بیچی ہو۔

اصول: جس کے لئے کام کرے گا اجرت اسی پر لازم ہوگی۔

تشریح: بائع کی ذمہ داری ہے کہ کیلی مبیع کو کیل کر کے مشتری کے حوالے کرے۔ اس لئے بائع کو ہی کیل کروانا ہوگا۔ اس لئے کیل کرنے والے کی اجرت بائع پر ہوگی کیونکہ اسی کے لئے کیل کیا ہے۔

وجہ: (١) اثر میں ہے۔ عن بردان ابی النضر قال كنت بعتُ من رجل طعاما فاعطى الرجل اجر الكيال فسألت الشعبى عن ذلك فقال اعطه انت فانما هو عليك (مصنف ابن ابی شیبۃ، ٢٥٠ الرجل یبیع الطعام علی من یکون اجر الکیال، ج رابع، ص ٤٤٥، نمبر ٢١٩٣١) اس اثر میں ہے کہ کیل کرنے والے کی اجرت بائع پر لازم کی ہے۔

ترجمہ: ﴿ ایسے ہی مبیع کو وزن کرنے والے کی اجرت اور گزوں سے ناپنے والے کی اجرت اور گننے والے کی اجرت بائع ہ

لـلتسـليـم وهـو على البائع ومعنى هذا إذا بيع مكايلة ٢ وكـذا أجرة الوزان والزراع والعداد ٣ وأمـا الـنـقد فالمذكور رواية ابن رستم عن محمد لأن النقد يكون بعد التسليم ألا ترى أنه يكون بـعـد الـوزن والبـائـع هو المحتاج إليه ليميز ما تعلق به حقه من غيره أو ليعرف المعيب ليرده. ٤ وفـي رواية ابـن سـماعة عنه على المشتري لأنه يحتاج إلى تسليم الجيد المقدر والجودة تعرف

پر ہے۔

تشــریــح : ایسی مبیع ہے جس کو وزن کرنے کی ضرورت ہے، یا گز سے ناپنے کی ضرورت ہے، یا گننے کی ضرورت ہے تو یہ سب بائع کی ذمہ داری ہے اس لئے اس کی اجرت بائع پر لازم ہوگی۔

تــرجمه:٣ اور ثمن پرکھنے کی اجرت جو مذکور ہے وہ امام محمد سے ابن رستم کی روایت ہے، اس لئے کہ ثمن کو پرکھنا سپرد کرنے کے بعد ہوتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ ثمن وزن کرنے کے بعد ہوتا ہے، اور بائع کو اس کی ضرورت ہے تا کہ کا بائع کا حق جس کے ساتھ متعلق ہے اس سے غیر کو تمیز کر لے، یا اس لئے کہ عیب دار کو پہچان کر مشتری کو واپس کر دے۔

تشریح : ایک ہے ثمن کو وزن کر کے بائع کو دینا، یہ مشتری کی ذمہ داری ہے اس لئے اس کی اجرت مشتری پر ہے، اور دوسرا ہے ثمن کو پرکھوانا کہ یہ درہم اور دینار کھرا ہے یا کھوٹا، اگر درہم کے کھرے کھوٹے پہچاننے کے لئے اجرت دینے کی ضرورت ہو تو یہ کس پر ہے بائع پر یا مشتری پر، اس بارے میں اختلاف ہے، امام محمدؒ سے ابن رستم کی روایت یہ ہے کہ یہ اجرت بائع پر ہے۔

وجــه :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ مشتری ثمن وزن کر کے بائع کے حوالے کر دیتا ہے اس کے بعد پرکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ معلوم کر سکے کہ بائع کا حق کھرے میں ہے یا کھوٹے میں، اور یہ بھی ہے کہ کھرا درہم طے ہوا تھا اور عیب دار درہم دیا تو یہ درہم مشتری کو واپس کر سکے اس سے معلوم ہوا کہ پرکھنے کی ضرورت بائع کو ہے اس لئے اس کی اجرت بائع پر ہوگی۔

ترجمه:٤ اور ابن سماعہؒ کی روایت یہ ہے کہ ثمن پرکھنے کی اجرت مشتری پر ہے، اس لئے کہ جو کھرا طے ہوا ہے اس کو سپرد کرنے کی ضرورت مشتری کی ہے، اور کھرا ہونا پرکھنے کے بعد پہچانا جائے گا، جیسے کہ وزن کرنے سے مقدار پہچانی جاتی ہے، اس لئے اس کی اجرت مشتری پر ہوگی۔

تشریح: حضرت ابن سماعہؒ کی روایت میں یہ ہے کہ پرکھنے کی اجرت مشتری پر ہے۔

وجــه :اس کی وجہ یہ ہے کہ جید ثمن دینا طے ہوا ہے اس لئے جید سپرد کرنا مشتری کی ذمہ داری ہے، اور کھرا اور کھوٹا پرکھنے سے معلوم ہوگا، اس لئے پرکھنے کی اجرت مشتری پر ہوگی۔ جیسے وزن کرنے سے ثمن کی مقدار معلوم ہوگی کہ کتنا کیلو ہے، اس لئے

بـالـنـقد كما يعرف القدر بالوزن فيكون عليه. (۳۴) قال وأجـرة وزان الثمن على المشتري ۱؎ لـمـا بيـنـا أنه هو المحتاج إلى تسليم الثمن وبالوزن يتحقق التسليم. [الف](۳۵) قال ومن باع سلعة بثمن قيل للمشتري ادفع الثمن أولا ۱؎ لأن حق المشتري تعين في المبيع فيقدم دفع الثمن

ثمن وزن کروانے کی اجرت مشتری پر لازم ہوتی ہے، اسی طرح پرکھنے کی اجرت بھی مشتری پر لازم ہونی چاہئے۔

ترجمہ: (۳۴) اور ثمن کو وزن کرنے کی اجرت مشتری پر ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی، اس لئے کہ ثمن سپرد کرنے کی ضرورت مشتری کو ہے، اور وزن کرنے سے سپرد کرنا متحقق ہوگا [اس لئے اجرت بھی مشتری پر ہوگی]

وجہ: (۱) ثمن چونکہ مشتری کو ادا کرنا ہے اس لئے وہ ثمن کو وزن کروائے گا۔ لہذا وزن کرنے والے کو اجرت بھی اسی کو دینا ہوگی۔ اس لئے کہ وزن کرنے والے نے کام اس کیلئے کیا ہے۔ اس لئے اجرت اسی پر ہوگی (۲) اس حدیث میں ہے عن ابن عباس قال احتجم النبی ﷺ واعطی الحجام اجره . (بخاری شریف، باب خراج الحجام، ص ۳۰۴، نمبر ۲۲۷۸) اس حدیث میں حضور کے لئے حجامت کی تو آپؐ نے ہی حجام کو اس کی اجرت دی۔

لغت: کیال : کیل کرنے والا آدمی۔ ناقد : ثمن، درہم، دنانیر کو پرکھنے والا کہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ وزان : گیہوں وغیرہ کو وزن کرنے والا۔

ترجمہ: [الف] (۳۵) اگر کسی نے سامان کو ثمن کے بدلے بیچا تو مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے ثمن پیش کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مبیع میں مشتری کا حق متعین ہوگیا اس لئے ثمن کو پہلے پیش کرے تا کہ قبضہ کر کے بائع کا حق متعین ہو جائے کیونکہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، تا کہ برابری متحقق ہو جائے۔

تشریح: [۱]......قاعدہ یہ ہے درہم اور دینار جن کو پیدائشی ثمن کہتے ہیں وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔ مثلا پانچ کے نوٹ سے بیع کی اور بعد میں پانچ کا سکہ دیا تو بیع درست رہے گی۔ کیونکہ پانچ کے نوٹ اور پانچ کے سکے دونوں کی مالیت برابر ہے۔ اور چونکہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے کوئی بھی دے سکتا ہے۔ البتہ قبضہ کرنے کے بعد درہم اور دنانیر متعین ہوتے ہیں۔ [۲]......دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ سامان مثلا غلہ، دانہ متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں۔ مثلا پانچ کیلو گیہوں دینا طے پایا تو دوسرا پانچ کیلو گیہوں نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ گیہوں خراب ہو۔ جب یہ دو قاعدے سمجھ گئے تو یہ سمجھیں کہ سامان کو درہم یا دنانیر کے بدلے میں بیچا تو سامان تو پہلے سے متعین ہے اور ثمن یعنی درہم اور دنانیر اور نوٹ پہلے سے متعین نہیں ہیں اس لئے مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے آپ ثمن پیش کر دیں تا کہ درہم و دنانیر قبضہ کرنے سے متعین ہو

ليتعين حق البائع بالقبض لما أنه لا يتعين بالتعيين تحقيقا للمساواة.[ب] (٣٥) قال ومن باع سلعة بسلعة أو ثمنا بثمن قيل لهما سلما معا ل **لاستوائهما في التعين فلا حاجة إلى تقديم**

جائیں اور بائع اور مشتری دونوں کے حق برابر ہو جائیں۔ بعد میں بائع سے کہا جائے گا کہ آپ سامان دیں۔

نوٹ: یہ فیصلہ جھگڑے کے وقت ہے کہ کون پہلے دے ورنہ رضا مندی سے کوئی بھی پہلے دیگا تو بیع جائز ہو جائے گی۔

وجه: (۱) درہم اور دنانیر متعین نہ ہونے کی دلیل اس حدیث کا اشارہ ہے **عن عمر قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالفضة ربا الا هاء و هاء ،وفي حديث آخر يدا بيد.** (ابوداؤد شریف، باب الصرف، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۸/۳۳۴۹/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصرف، ص ۲۳۵، نمبر ۱۲۴۳) اس حدیث میں فرمایا کہ ھاء وھاء لو یعنی ایک ہاتھ سے لو اور دوسرے ہاتھ سے دو یعنی مجلس میں قبضہ کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ درہم اور دنانیر متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ہیں۔ (۲) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن ابن عمر انه كان لا يرى بأسا ان يأخذ الدراهم من الدنانير و الدنانير من الدراهم . قال داود و كان سعيد بن جبير يفتي به.** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل علیہ فضة أیاخذ مکانہ ذھبا؟، ج ثامن، ص ۹۹، نمبر ۱۴۶۵۶) اس اثر میں ہے کہ درہم کی جگہ پر دینار لے سکتا ہے، اور دینار کی جگہ پر درہم لے سکتا ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ یہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے، جب تک کہ ان پر قبضہ نہ کر لیا جائے۔

اصول: سامان متعین ہوتے ہیں (۲) ثمن یعنی درہم و دنانیر متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔

ترجمه: [ب] (۳۵) اگر سامان کو سامان کے بدلے میں بیچا، یا ثمن کو ثمن کے بدلے میں بیچا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ساتھ ساتھ لو اور ساتھ ساتھ دو۔

ترجمه: ل متعین ہونے میں اور نہ ہونے میں دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے، اس لئے دینے میں ایک کو مقدم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: مبیع بھی سامان کی قسم ہے اور ثمن بھی سامان کی قبیل سے ہے اس لئے دونوں متعین ہیں۔ اس لئے دونوں کے درجے برابر ہیں۔ اس لئے بائع اور مشتری دونوں سے کہا جائے گا ساتھ ساتھ لو اور ساتھ ساتھ دو۔ ایک کو پہلے اور دوسرے کو بعد میں لینے کا حق نہیں ہے۔ یہی حال ہے جب مبیع بھی درہم یا دنانیر ہیں اور ثمن بھی درہم یا دنانیر ہیں۔ تو دونوں متعین نہیں ہے اس لئے ایک ساتھ لینے اور ایک ساتھ دینے کے لئے کہا جائیگا۔

وجه: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ قال ... بيعوا الذهب بالفضة كيف شئتم يدا بيد وبيعوا البر بالتمر كيف شئتم يدا بيد.** (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل

أحدهما في الدفع

وکراہیۃ التفاضل فیہ،ص ۲۳۵ ،نمبر ۱۲۴۰/ابو داؤد شریف، باب الصرف،ص ۴۸۷،نمبر ۳۳۴۸) اس حدیث میں سونا اور چاندی ایک طرح کے ثمن ہیں،اسی طرح گیہوں اور کھجور ایک طرح کے سامان ہیں تو ایک ہاتھ سے لینے اور دوسرے ہاتھ سے دینے کے لئے کہا۔اس لئے یدا بید فرمایا گیا۔چاہے کمی بیشی کے ساتھ بیچے

﴿باب خيار الشرط﴾

(۳٦)قال خيـار الشـرط جـائـز فـي البيـع لـلبائع والمشتري ولهما الخيار ثلاثة أيام فما دونها ۱؎ والأصـل فيـه ما روي أن حبان بن منقذ بن عمرو الأنصاري رضي الله عنه كان يغبن في البياعات فـقال له النبي عليه الصلاة والسلام إذا بايعت فقل لا خلابة ولي الخيار ثلاثة أيام. ولا يجوز أكثر

﴿ باب خيار الشرط ﴾

ضروری نوٹ: خیار شرط کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول ہونے کے بعد مجلس میں رہتے ہوئے بائع یا مشتری دونوں یہ کہے کہ ہمیں تین دن کا اختیار دیں اس تین دن میں چاہوں تو مبیع لو اور چاہوں تو بیع رد کردوں۔اور سامنے والا اس پر ہاں کہہ دے تو اس کو خیار شرط کہتے ہیں۔اب اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیع جائز قرار دے اور چاہے تو بیع توڑ دے۔البتہ اگر تین دن تک بیع کو نہیں توڑا تو بیع برقرار رہے گی۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے عـن ابـن عـمـر عـن الـنبـی ﷺ قال ان المتبايعين بـالخيار فی بيعهما مالم يتفرقا او يكون البيع خيارا . (بخاری شریف، باب کم یجوز الخیار، ص ۳۳۸، نمبر ۲۱۰۷ / مسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، ص ۶۶۴، نمبر ۱۵۳۱ / ۳۸۵۳ / ابو داؤد شریف، باب فی خیار المتبایعین، ص ۵۰۰، نمبر ۳۴۵۴) اس حدیث کے لفظ او يكون البيع خيارا سے معلوم ہوا کہ بائع اور مشتری کو خیار شرط ملے گا۔

تـرجـمـه: (۳٦) خیار شرط جائز ہے بیع میں بائع کے لئے اور مشتری کے لئے، اور ان دونوں کو تین دنوں کا اختیار ہوگا یا اس سے کم کا اختیار ہوگا۔

تـرجـمـه: ۱؎ اصل اس میں روایت ہے کہ حضرت حبان ابن نقذ بن عمرؓ بیع میں دھوکا کھا جاتے تھے تو حضورؐ نے ان سے کہا کہ جب آپ بیع کیا کریں تو کہہ دیا کریں، لا خلابۃ، دھوکا نہیں ہے، اور مجھکو تین دن کا اختیار ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں ہے، اور یہی قول امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔

تشـریح: ایجاب اور قبول ہونے کے بعد اگر بائع اور مشتری دونوں یا ایک خیار شرط لے لے تو اس کو خیار شرط ملے گا۔اس بارے میں حضرت حبان ابن منقذؓ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ تین کا اختیار ہوگا، اور اس سے زیادہ کا اختیار نہیں ہوگا، یہی قول امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کا ہے۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ قال هو جدی منقذ بن عمر و كان رجلا قد اصابته آمة فی رأسه فـكسـرت لسـانـه و نـازعتـه عقله و كان لا يدع التجارة و لا يزال يغبن فأتى رسول الله ﷺ فذكر له

منها عند أبي حنيفة وهو قول زفر والشافعي . ۲؎ وقالا يجوز إذا سمى مدة معلومة لحديث ابن عمر رضي الله عنهما أنه أجاز الخيار إلى شهرين ولأن الخيار إنما شرع للحاجة إلى التروي

ذالک فقال اذا بعت فقل لا خلابة ثم انت فی کل سلعة تبتاعها بالخيار ثلاث ليال فان رضيت فأمسک و ان سخطت فاردها علی صاحبها ۔(دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۴۶، نمبر ۲۹۹۲ رسنن بیہقی، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثۃ ایام، ج خامس، ص ۴۴۹، نمبر ۱۰۴۵۹) اس حدیث میں ہے کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے۔(۲) عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ان المتبايعين بالخيار فی بيعهما مالم يتفرقا او يكون البيع خيارا . (بخاری شریف، باب کم یجوز الخیار، ص ۳۳۸، نمبر ۲۱۰۷ رمسلم شریف، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، ص ۶۶۴، نمبر ۱۵۳۱ ر ۳۸۵۳ رابوداؤد شریف، باب فی خیار المتبایعین، ص ۵۰۰، نمبر ۳۴۵۴) اس حدیث کے لفظ او يكون البيع خيارا سے معلوم ہوا کہ بائع اور مشتری کو خیار شرط ملے گا۔(۳) تین دن سے زیادہ کا اختیار لینے میں سامنے والے آدمی کو نقصان ہوگا کہ بہت دنوں تک اس کو انتظار کرنا ہوگا کہ بیع ہوئی یا نہیں۔اس لئے تین دن سے زیادہ اختیار نہیں دیا جائے (۴) حدیث میں تین دن کے ہی اختیار کا ثبوت ہے۔عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال الخيار ثلاثة ايام ۔(دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۴۸، نمبر ۲۹۹۳ رسنن للبیھقی، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثۃ ایام، ج خامس، ص ۴۵۰، نمبر ۱۰۴۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المصراۃ ص ۳۰۵، نمبر ۱۲۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف تین دن کا اختیار ملے گا۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مدت متعین کرے تو تین دن سے زیادہ کا اختیار ہوگا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث کی وجہ سے کہ انہوں نے دو مہینے تک اجازت دی۔اور اس لئے کہ غور وفکر کی ضرورت کے لئے مشروع ہوا ہے تا کہ دھوکہ دور ہو، اور کبھی تین دن سے زیادہ کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے،اس لئے ثمن کے لئے وقت مقرر کرنے کی طرح ہوگیا۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں تو تین دن سے زیادہ کا خیار شرط لینا بھی جائز ہوگا۔پھر اس کے لئے تین دلیلیں دی ہیں [۱] حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول [۲] غور وفکر کی ضرورت [۳] اور ثمن ادا کرنے کے لئے تین دن سے زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے اس کی مثال۔

وجہ: (۱) انکی ایک دلیل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ انہوں نے دو ماہ تک خیار شرط لینے کی اجازت دی ہے۔ صاحب زیلعیؒ نے لکھا ہے کہ یہ اثر بہت غریب ہے یعنی نہیں ملتی ہے، میں نے بھی تلاش کی تو نہیں ملی۔(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ خیار شرط غور وفکر کرنے کے لئے لیتے ہیں،تو کبھی اس کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے کہ غور کرنے کے لئے تین دن سے زیادہ کی

ليندفع الغبن وقد تمس الحاجة إلى الأكثر فصار كالتأجيل في الثمن. ٣ ولأبي حنيفة أن شرط الخيار يخالف مقتضى العقد وهو اللزوم وإنما جوزناه بخلاف القياس لما رويناه من النص فيقتصر على المدة المذكورة فيه وانتفت الزيادة. إلا أنه إذا أجاز في الثلاث جاز عند أبي حنيفة ٤ خلافا لزفر هو يقول إنه انعقد فاسدا فلا ينقلب جائزا. ٥ وله أنه أسقط المفسد قبل تقرره

مہلت لے، (۳) ایک مثال ۔جس طرح ثمن ادا کرنے کے لئے تین دن سے زیادہ کی مہلت لی جاسکتی ہے اسی طرح خیار شرط کے لئے بھی تین دن سے زیادہ کی مہلت لی جاسکتی ہے۔

لغت: التروی: روی، یروی سے مشتق ہے سیراب کرنا، غور فکر کرنا۔ الغبن: دھوکہ ہونا۔ التاجیل: وقت متعین کرنا۔ تاخیر کرنا۔

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہے، اور وہ ہے عقد کا لازم ہونا، لیکن ہم نے خلاف قیاس اس کو جائز قرار دے دیا، اس نص کی بنا پر جو روایت کی اس لئے مدت مذکورہ [تین دن] پر اکتفاء کیا جائے گا، اور زیادتی کی نفی ہوجائے گی، مگر یہ کہ اگر تین دن میں جائز قرار دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہوجائے گا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ عقد ہو گیا تو بیع لازم ہوجانی چاہئے اور خیار شرط لینے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی عقد لازم نہیں ہے جو عقد کے تقاضے کے خلاف ہے لیکن چونکہ حدیث میں ہے کہ تین دن کا اختیار ملے گا اس لئے خلاف قیاس تین دن کی اجازت ملے گی، اور چونکہ خلاف قیاس ہے اس لئے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ملے گی۔ البتہ چار دن کا خیار لیا اور تین دن میں ہی خیار ساقط کر کے ہاں یا نا کہہ دیا تو اب خیار کا اعتبار کیا جائے گا، اس کی وجہ آگے آرہی ہے کہ چوتھے دن میں فساد آتا لیکن تین دن میں ہی جائز قرار دید یا تو فساد گھسنے سے پہلے جائز قرار دے دیا تو جائز ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۴ خلاف امام زفرؒ کے، وہ فرماتے ہیں کہ فاسد منعقد ہوا ہے اس لئے اب پلٹ کر جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ چار دن کا خیار لیا تھا جس کی وجہ سے خیار صحیح نہیں تھا اس لئے اب تین دن میں ہی خیار ختم کر دیا تب بھی الٹ کر جائز نہیں ہوگا فاسد ہی رہے گا۔

ترجمہ: ۵ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مفسد ثابت ہونے سے پہلے ساقط کر دیا اس لئے پلٹ کر جائز ہوجائے گا۔ جیسا کہ بیع بالرقم سے بیچا اور مجلس میں ہی قیمت بتلادی، [تو جائز ہوجائے گا]

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ چوتھے دن آنے پر فساد ہوگا، اور اس کے ثابت ہونے سے پہلے ختم کر دیا تو ختم ہو جائے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ بیع بالرقم کی [یعنی کپڑے پر قیمت لکھی ہوئی تھی اور مشتری اس کو نہیں پڑھ پا رہا تھا، اور بائع نے کہا کہ کپڑے پر جو قیمت لکھی ہوئی ہے اس پر بیع کرتا ہوں، تو چونکہ مشتری کے سامنے قیمت مجہول ہے اس لئے بیع نہیں

فيعود جائزا كما إذا باع بالرقم وأعلمه في المجلس. ٦ **ولأن الفساد باعتبار اليوم الرابع فإذا أجاز قبل ذلک لم يتصل المفسد بالعقد ولهذا قيل إن العقد يفسد بمضي جزء من اليوم الرابع وقيل ينعقد فاسدا ثم يرتفع الفساد بحذف الشرط وهذا على الوجه الأول.** ٧ **ولو اشترى على أنه إن لم ينقد الثمن إلى ثلاثة أيام فلا بيع بينهما جاز. وإلى أربعة أيام لا يجوز عند أبي حنيفة وأبي يوسف. وقال محمد يجوز إلى أربعة أيام أو أكثر فإن نقد في الثلاث جاز في قولهم جميعا**

ہوئی، لیکن مجلس ختم ہونے سے پہلے کپڑے پر لکھی قیمت بتلا دی تو الٹ کر بیع ہو جائے گی، کیونکہ فساد گھسنے سے پہلے ختم ہو گئی، اسی طرح خیار میں چوتھے دن میں فساد آتا اس کے گھسنے سے پہلے ختم کر دیا جائے تو بیع الٹ کر جائز ہو جائے گی۔

لغت: بیع بالرقم: رقم کا معنی ہے لکھنا، کپڑے پر جو قیمت لکھی ہوئی ہو اس پر بیع کرنا بیع بالرقم، ہے۔

ترجمہ: ٦ اور اس لئے کہ فساد چوتھے دن کے اعتبار سے ہے اس لئے اگر اس سے پہلے جائز قرار دے دیا تو تو عقد کے ساتھ فساد متصل نہیں ہوا [اس لئے جائز ہو جائے گا]، اسی لئے کہا گیا ہے کہ چوتھے دن کے جز کے گزرنے سے عقد فاسد ہوگا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بیع فاسد منعقد ہوگی پھر شرط حذف ہونے سے فساد مرتفع ہو جائے گا۔ یہ تاویل پہلی صورت کے اعتبار سے ہے۔

تشریح: یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ، چوتھے دن کے جز گزرنے سے فساد واقع ہوگا، چنانچہ اس قول کے مطابق ابھی تک بیع فساد آیا ہی نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چوتھے دن کے خیار لینے سے فساد آ چکا ہے، لیکن فساد کے مضبوط ہونے سے پہلے وہ مرتفع ہو گیا، اس لئے بیع الٹ کر جائز ہو گئی۔ پہلی صورت میں جو اسقط المفسد: ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ بیع فاسد ہو گئی تھی لیکن فساد کے مضبوط ہونے سے پہلے ساقط ہو گیا۔

ترجمہ: ٧ اگر اس طرح خریدا کہ تین دن تک قیمت نہیں ادا کی تو دونوں کے درمیان بیع نہیں ہے تو جائز ہے، اور اگر کہا کہ چار دن تک نہ دوں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ چار دنوں تک جائز ہے

تشریح: مشتری نے اس طرح خریدا کہ اگر تین دن تک قیمت نہ دوں تو دونوں کے درمیان بیع نہیں رہے گی تو اس طرح خریدنا سب کے نزدیک جائز ہے، اور تین دن میں قیمت دی تو بیع رہے گی اور قیمت نہیں دی تو خود بخود بیع ختم ہو جائے گی ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کہنا یہ خیار نقد ہے، اور خیار نقد خیار شرط کی طرح ہے پس جس طرح خیار شرط میں تین دن کا خیار لینا جائز ہے اسی طرح خیار نقد میں بھی تین دن کا خیار لینا جائز ہے، کیونکہ دونوں میں انسان کی ضرورت پڑتی ہے۔

۸ؐ والأصل فيه أن هذا في معنى اشتراط الخيار إذ الحاجة مست إلى الانفساخ عند عدم النقد تحرزا عن المماطلة في الفسخ فيكون ملحقا به. ۹ؐ وقد مر أبو حنيفة على أصله في الملحق به

اور اگر یوں کہا کہ چار دن تک ثمن ادا نہ کروں تو ہم دونوں کے درمیان بیع نہیں ہے تو امام امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع جائز ہے، اس کے باوجود اگر تین دن میں قیمت دے دی تو سب کے نزدیک بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی، کیونکہ فساد چوتھے دن میں تھا، اور چوتھے دن کے آنے سے پہلے فساد ختم کر دیا اس لئے بیع جائز ہو جائے گی۔

لغت :اقالہ: بائع اور مشتری کی رضامندی سے بیع توڑ دے تو اس کو اقالہ کہتے ہیں، پس اگر بغیر شرط کے اقالہ کرے تو یہ اقالہ صحیحہ ہے اور کسی شرط پر معلق کر کے اقالہ کرے تو یہ اقالہ فاسدہ ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ بیع میں پہلے سے اقالہ صحیحہ بھی کرے تو یہ مفسد بیع ہے، اور اقالہ فاسدہ کرے تو یہ بدرجہ مفسد بیع ہوگا۔ الحاجۃ مست: کا ترجمہ ہے کہ جس طرح آدمی کو غور فکر کرنے کے لئے خیار شرط لینے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح ثمن دینے میں ٹال مٹول نہ ہو اس لئے خیار نقد کی ضرورت پڑتی ہے، کہ اگر رقم نہ ہوئی تو ہمارے درمیان بیع نہیں رہے گی۔ خیار نقد: تین دن میں قیمت نہ دوں تو بیع نہیں، اس کو ,خیار نقد, کہتے ہیں۔

ترجمہ :۸ؐ اصل قاعدہ اس میں یہ ہے کہ یہ خیار شرط کے معنی میں ہے اس لئے کہ نقد رقم نہ ہوتے وقت فسخ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے فسخ میں ٹال مٹول سے بچنے کے لئے اس لئے یہ بھی خیار شرط کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔

تشریح :یہاں سے یہ قاعدہ بتا رہے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں تین دن تک قیمت نہیں دے سکوں گا تو بیع ٹوٹ جائے گی، یہ اقالہ ہے جس سے بیع ٹوٹ جاتی ہے، لیکن چونکہ انسان کو ضرورت پڑتی ہے کہ بیع فسخ کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے بلکہ قیمت نہ ہوتے وقت خود بخود بیع ٹوٹ جائے، اس لئے اس کو خیار شرط کے درجے میں رکھ دیا، اور خیار شرط میں یہ گزرا کہ تین دن کا خیار شرط لے تو جائز ہے اور اس سے زائد لے تو صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، ہاں زائد لے لیا اور تین دن میں خیار ختم کر دیا تو پلٹ کر جائز ہو جائے گا، اسی طرح یہاں بھی جائز ہو جائے گا۔

ترجمہ:۹ؐ امام ابوحنیفہؒ ملحق بہ میں بھی تین دن سے زیادہ کی نفی میں اپنے اصول پر رہے، اور ایسے ہی امام محمدؒ زیادہ کے جائز ہونے میں اپنے اصول پر رہے۔

تشریح :اصل سے مراد ہے خیار شرط، اور ملحق بہ سے مراد ہے خیار نقد ہے۔ امام ابوحنیفہؒ خیار شرط کے بارے میں اس بات کی طرف گئے کہ تین دن سے زیادہ خیار لینا جائز نہیں، اور اس پر جو خیار نقد لاحق کیا گیا اس کے بارے میں بھی اس بات کی طرف گئے کہ خیار نقد بھی تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ اور امام محمدؒ خیار شرط کے بارے میں بھی اس بات کی طرف گئے کہ

ونفى الزيادة على الثلاث وكذا محمد في تجويز الزيادة. ١٠ وأبو يوسف أخذ في الأصل بالأثر. وفي هذا بالقياس ١١ وفي هذه المسألة قياس آخر وإليه مال زفر وهو أنه بيع شرط فيه إقالة فاسدة لتعلقها بالشرط واشتراط الصحيح منها فيه مفسد للعقد فاشتراط الفاسد أولى ١٢ ووجه الاستحسان ما بينا. (۳۷) قال وخيار البائع يمنع خروج المبيع عن ملكه ١ لأن تمام

تین دن سے زیادہ بھی جائز ہے، تو اس پر لاحق کیا گیا خیار نقد کے بارے میں بھی اس بات کی طرف گئے کہ تین دن سے زیادہ جائز ہے۔

ترجمہ :١٠ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اصل میں اثر کی وجہ سے تین دن سے زیادہ کو جائز قرار دیا، اور اس میں [خیار نقد] قیاس کی وجہ سے۔

تشریح :حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول گزرا کہ خیار شرط دو ماہ تک بھی جائز ہے، اس اثر کی بنا پر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ خیار شرط تین دن سے زیادہ بھی جائز ہے، اور ملحق بہ یعنی خیار نقد کے بارے میں کوئی قول نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں قیاس کی طرف گئے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ خیار نقد نہ دیا جائے کیونکہ اس سے بائع اور مشتری کو حرج ہوگا، اس لئے خیار نقد میں تین دن سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

ترجمہ:١١ اس مسئلے میں دوسری قیاس بھی ہے، اور اسی کی طرف امام زفرؒ مائل ہوئے، وہ یہ ہے کہ یہ ایسی بیع ہے کہ اس میں اقالہ فاسدہ شرط لگائی گئی ہے، کیونکہ شرط کے ساتھ اس کا تعلق ہے، اور اقالہ صحیحہ کی شرط لگانا اس میں بیع کے لئے مفسد ہے تو اقالہ فاسدہ کی شرط لگانا بدرجہ اولی مفسد ہوگا۔

تشریح : اقالہ کا مطلب ہے بیع کر کے اس کو رضامندی سے توڑنا، پس اگر اقالہ صحیح ہو تب بھی بیع ٹوٹ جائے گی، اور یہاں تو اقالہ کے ساتھ شرط لگی ہوئی ہے کہ اگر قیمت نہ دوں تو بیع ٹوٹے، اس لئے یہ اقالہ فاسدہ ہے اس لئے اس سے تو بدرجہ اولی بیع ٹوٹ جائے گی، یہی حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ، اس صورت میں بیع ٹوٹ جائے گی۔

ترجمہ:١٢ استحسان کی وجہ وہ جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح :استحسان کے طور پر فرمایا تھا کہ تین دن کا خیار نقد لے گا تو سب کے نزدیک بیع جائز رہے گی۔ اس کی وجہ دو فرمائی۔ [١] ایک تو یہ کہ اس کو خیار شرط پر قیاس کیا۔ [٢] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خیار شرط کی طرح خیار نقد کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے خیار نقد بھی جائز ہے۔

ترجمہ:(۳۷) بائع کا اختیار روکتا ہے مبیع کے نکلنے کو اس کی ملکیت سے۔

هـذا السبب بـالمراضاة ولا يتم مع الخيار ولهذا ينفذ عتقه. ولا يملك المشتري التصرف فيه وإن قبضه بإذن البائع(٣٨) فلو قبضه المشتري وهلك في يده في مدة الخيار ضمنه بالقيمة

ترجمه: لے اس لئے کہ بیع کے پورا ہونے کا سبب رضامندی سے ہے، اور خیار شرط لینے سے رضامندی پوری نہیں ہوتی، [اس لئے مبیع بائع کے ہاتھ سے نہیں نکلے گی] یہی وجہ ہے کہ بائع کا آزاد کرنا نافذ ہوگا، اور مشتری مبیع میں تصرف کرنے کا مالک نہیں ہوگا، چاہے بائع کی اجازت سے قبضہ کیا ہو۔

اصول: بائع کی پوری رضامندی کے بغیر مبیع اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گی۔

تشریح: بائع نے خیار شرط لیا تو چاہے مبیع مشتری کے ہاتھ میں جا چکی ہو لیکن ابھی بھی وہ بائع کی ملکیت ہی میں ہے۔ اس کی ملکیت سے نکلی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بائع اس کو آزاد کر سکتا ہے، لیکن مشتری خیار شرط کے دوران مبیع میں کوئی تصرف کرنا چاہے، مثلا باندی ہے تو اس سے وطی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، کیونکہ ابھی تک بائع کی ملکیت سے نکلی نہیں ہے اور مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوئی ہے۔

وجه: (۱) بائع نے اختیار لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بیع کرنے کے باوجود وہ ابھی اپنی ملکیت میں رکھنا چاہتا ہے۔ جب وہ بیع نافذ کرے گا تب اس کی ملکیت سے مبیع نکلے گی۔ (۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عـن ابـی هـريرة عـن الـنبی ﷺ قـال لا يـفترقن عن بيع الا عن تراض۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی خیار المتبایعین، ص ۳۰۵، نمبر ۱۲۴۸/ابو داؤد شریف، باب خیار المتبایعین، ص ۵۰۰، نمبر ۳۴۵۸) اس حدیث میں ہے کہ رضامندی کے بغیر بائع اور مشتری جدا نہ ہوں۔ اس لئے خیار شرط کی وجہ سے بائع کی ملکیت سے مبیع نہیں نکلے گی۔

ترجمه: (۳۸) پس اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اور مدت خیار میں اس کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو مشتری قیمت کا ضامن ہوگا۔

تشریح: بائع نے تین دن کا خیار شرط لیا تھا اور مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا اور بعد میں مشتری کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہوگئی تو جو ثمن بائع اور مشتری کے درمیان طے ہوا تھا وہ تو لازم نہیں ہوگا۔ لیکن بازار میں اس مبیع کی جو قیمت ہوگی وہ ادا کرنا ہوگا

وجه: (۱) بائع کا خیار تھا اس لئے بائع کی ملکیت سے وہ چیز نہیں نکلی اور بیع بھی نہیں ہوئی لیکن مشتری نے بھاؤ کے طور پر وہ چیز لی تھی اور ہلاک ہوگئی اس لئے بازار کی جو قیمت ہو سکتی ہے وہ قیمت مشتری پر لازم ہوگی (۲) اس کا ثبوت قول تابعی میں ہے۔ حضرت عمر نے ایک آدمی سے گھوڑا خریدا اگر پسند آئے گا تو رکھ لوں گا۔ پھر ایک آدمی کو اس پر سوار کیا جس کی وجہ سے گھوڑا عیب

ل لأن البيع ينفسخ بالهلاک لأنه كان موقوفا ولا نفاذ بدون المحل فبقي مقبوضا في يده على سوم الشراء وفيه القيمة ۲ ولو هلک في يد البائع انفسخ البيع ولا شيء على المشتري

دار ہو گیا۔حضرت عمر نے قاضی شریحؒ کو فیصل مانا تو قاضی شریحؒ نے فرمایا کہ آپ نے صحیح سالم لیا تھا اس لئے یا تو صحیح سالم گھوڑا واپس کرو یا اس کی قیمت ادا کریں۔اثر یہ ہے۔فقال شریح لعمرؓ اخذته صحيحا سليما وانت له ضامن حتى ترده صحيحا سليما . (سنن للبیھقی ، باب الماخوذ علی طریق السوم وعلی بیع شرط فیہ الخیار، ج خامس،ص ۴۵۰،نمبر۱۰۴۶۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یشتری الشیء علی ان یجربہ فیھلک ، ج ثامن،ص ۱۷۲،نمبر ۱۵۰۵۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مشتری کو قیمت دینی ہوگی، کیونکہ اس کے کرتوت سے مبیع ہلاک ہوئی ہے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ مبیع ہلاک ہونے کی وجہ سے بیع فسخ ہوگئی اس لئے کہ بیع موقوف تھی اور محل کے بغیر بیع نافذ نہیں ہوگی اس لئے بھاؤ کے طور پر قبضہ کرنا باقی رہا،اور اس میں قیمت ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔بائع کے خیار شرط لینے کی وجہ سے بیع موقوف تھی اور مشتری کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہونے کی وجہ سے اب اس پر بیع کا نفاذ نہیں کر سکتے ،اس لئے یوں کہا جائے گا کہ مشتری نے بھاؤ کرنے کے لئے مبیع پر قبضہ کیا تھا،اور قاعدہ ہے کہ بھاؤ کے طور پر قبضہ کیا ہو اور مبیع ہلاک ہو جائے تو اس میں بازار کی قیمت لازم ہوتی ہے،اسی طرح یہاں بھی بازار کی قیمت لازم ہوگی، بائع اور مشتری کے درمیان جو ثمن طے ہوئی تھی وہ لازم نہیں ہوگی۔

لغت : قیمۃ: کسی چیز کی قیمت جو بازار میں ہو اس کو قیمت کہتے ہیں،اور بائع اور مشتری کے درمیان جو قیمت طے ہو اس کو، ثمن، کہتے ہیں۔یہاں قیمت لازم ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ بازار کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ بائع اور مشتری کے درمیان بیع نہیں رہی۔سوم الشراء: اس کا ترجمہ ہے۔خریدنے کے لئے بھاؤ کے طور پر، گھر کی عورتوں کو پسند کرانے کے لئے لوگ کپڑا وغیرہ گھر لے جاتے ہیں، جسکو بھاؤ کے طور پر قبضہ کرنا کہتے ہیں،اس صورت میں مشتری کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہو جائے تو چونکہ ابھی بیع طے نہیں ہوئی ہے اور مبیع ہلاک ہو گئی اس لئے بازار میں اس سامان کی جو قیمت ہو سکتی ہے وہ دلواتے ہیں اسی کو مقبوض علی سوم الشراء، کہتے ہیں۔

ترجمہ:۲ اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو بیع فسخ ہو جائے گی،اور مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوگا،صحیح مطلق بیع پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : مبیع بائع کے ہاتھ میں تھی اور اسی سے ہلاک ہوئی ہے،اور بائع ہی نے خیار شرط لیا تھا اس لئے مبیع اس کی ملکیت سے نکلی نہیں تھی ،اس لئے مشتری کی کوئی غلطی نہیں ہے اس لئے مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوگا ،اور بیع ٹوٹ جائے گی ،جس طرح

اعتبارا بالصحيح المطلق. (٣٩)قال وخيار المشتري لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع ١؎ لأن البيع في جانب الآخر لازم وهذا لأن الخيار إنما يمنع خروج البدل عن ملك من له الخيار لأنه شرع نظرا له دون الآخر. (٤٠)قال إلا أن المشتري لا يملكه عند أبي حنيفة ١؎ وقالا يملكه لأنه لما خرج عن ملك البائع فلو لم يدخل في ملك المشتري يكون زائلا لا إلى

اگر بائع خیار شرط نہ لیتا اور بائع کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہوتی تو بیع ٹوٹ جاتی، اور مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔

ترجمه:(٣٩) مشتری کا خیار شرط نہیں روکتا ہے مبیع کے نکلنے سے بائع کی ملکیت سے۔

ترجمه:١؎ اس لئے کہ بائع کی جانب بیع لازم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے خیار لیا ہے بدل اس کی ملکیت سے نکلنے سے روکتا ہے، اس لئے کہ خیار اس کے فائدے کے لئے مشروع ہوا ہے۔

تشریح : مشتری نے خیار شرط لیا تو اور بائع نے نہیں لیا تو بائع کی ملکیت سے مبیع نکل جائے گی، اس لئے کہ بائع کی جانب سے تو گویا کہ بیع لازم ہو گئی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس نے خیار لیا ہے اس کی ملک سے مبیع نہیں نکلے گی، کیونکہ خیار اس کے فائدے کے لئے مشروع ہوا ہے، دوسرے کے فائدے کے لئے مشروع نہیں ہوا، اس لئے بائع کی ملک سے مبیع نکل جائے گی

لغت :ثمن : وہ ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان قیمت طے ہو۔ قیمت : جو قیمت بازار میں لگ سکتی ہو اس کو قیمت کہتے ہیں۔نظرا لہ:اس کے فائدے کے لئے۔

ترجمه: (٤٠) مگر یہ کہ مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح :مشتری کے اختیار لینے سے مبیع بائع کی ملکیت سے نکل جائے گی، لیکن مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی، یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

وجه:(١) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ مشتری نے اختیار لیا ہے تو اس کے ہاتھ سے ثمن نہیں نکلا ہے، پس اگر مبیع بھی اسی کی ملکیت میں داخل کر دیں تو مبیع اور ثمن دونوں اس کے ہاتھ میں جمع ہو جائیں گے، اور شریعت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ بدل اور مبدل منہ دونوں ایک ہی کے ہاتھ میں جمع ہو جائیں اس لئے مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی۔(٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے فائدے کے لئے خیار لیا ہے، اور مبیع اس کی ملکیت میں داخل کر دی جائے تو فائدے کے بجائے نقصان ہو جائے گا، مثلا مبیع مشتری کا قریبی رشتہ دار تھا، اب اگر وہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائے تو اس کی چاہت کے بغیر وہ آزاد ہو جائے گا، جو مشتری کا بہت بڑا نقصان ہے، اس لئے بھی مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل نہ کیا جائے۔

ترجمه:١؎ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا۔ اس لئے کہ جب بائع کی ملکیت سے نکلی اور مشتری

مالک ولا عهد لنا به في الشرع. ۲؎ ولأبي حنيفة أنه لما لم يخرج الثمن عن ملكه فلو قلنا بأنه يدخل المبيع في ملكه لاجتمع البدلان في ملک رجل واحد حكما للمعاوضة ولا أصل له في الشرع لأن المعاوضة تقتضي المساواة ۳؎ ولأن الخيار شرع نظرا للمشتري ليتروى فيقف

کی ملک میں داخل نہیں ہوئی تو بغیر مالک کے زائل ہوئی حالانکہ شریعت میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع کے خیار نہ لینے کی وجہ سے مبیع اس کی ملکیت سے نکل گئی اب اگر مشتری کی ملکیت میں داخل نہ کریں تو مملوک شیء بغیر مالک کے رہ جائے گی ، حالانکہ شریعت میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ مملوک شیء بغیر مالک کے ہواس لئے مبیع مشتری کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

ترجمه :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ثمن مشتری کی ملک سے نہیں نکلا تو اگر ہم کہیں کہ مبیع اس کی ملک میں داخل ہو گئی تو عقد معاوضہ میں ایک ہی آدمی کی ملک میں دونوں بدل جمع ہو گئے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اس لئے کہ عقد معاوضہ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کے اختیار لینے کی وجہ سے ثمن اس کی ملک سے نہیں نکلی، اب مبیع بھی اس کی ملک میں داخل ہو جائے تو عقد معاوضہ میں ایک ہی آدمی کی ملک میں دونوں جمع ہو گئے، حالانکہ عقد معاوضہ مساوات کا تقاضہ کرتا ہے، کہ اگر ثمن اس کی ملک سے نہ نکلی ہو تو مبیع اس کی ملک میں داخل نہ ہو، اور یہاں دونوں داخل ہو گئے، حالانکہ شریعت میں کوئی مثال نہیں ہے، اس لئے مبیع مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوگی۔

لغت : ملک وقف: واقف وقف کرے تو وہ مال واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور متولی کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی، یہاں مملوک شیء بغیر مالک کے رہی، لیکن یہ صورت عقد معاوضہ میں نہیں ہے، بلکہ اوقاف میں ہے، جس میں ایسا ہوتا ہے کہ چیز مالک کی ملکیت سے نکل جاتی ہے، اور متولی کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی۔ عقد ضمان: مدبر کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مالک کی ملکیت سے نہیں نکلتا، لیکن اگر مدبر کو کوئی غصب کر لے اور اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس پر اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، اب یہ ضمان بھی مالک کی ملک میں جائے گا اور مدبر بھی اسی کی ملک میں رہا تو بدل اور مبدل دونوں ایک ہی آدمی کی ملکیت میں جمع ہو گئے۔ لیکن یہ صورت عقد ضمان میں ہے جو ایک جزئی مسئلہ ہے، عقد معاوضہ [یعنی تجارت میں] نہیں ہے، وہاں تو مساوات چاہئے، کہ ثمن مشتری کی ملک سے نہ نکلی ہو تو مبیع اس کی ملک میں داخل نہ ہو۔

ترجمه : ۳؎ اور اس لئے کہ خیار مشتری کی مصلحت کے لئے مشروع کیا گیا ہے تا کہ وہ غور کر لیں اور مصلحت پر واقف ہو جائیں، اور اگر ملک ثابت کر دی جائے تو بعض مرتبہ اس کے اختیار کے بغیر آزاد ہو جائے گا، مثلا مبیع اس کا قریبی رشتہ دار ہو تو

على المصلحة ولو ثبت الملک ربما يعتق عليه من غير اختياره بأن كان قريبه فيفوت النظر. (٤١) قال فإن هلک في يده هلک بالثمن (٤٢) وكذا إذا دخله عيب ل بخلاف ما إذا

مصلحت فوت ہو جائے گی۔

تشریح : مشتری کی ملک میں داخل نہ ہواس کے لئے یہ دوسری دلیل ہے کہ خیار شرط مشتری کی مصلحت کے لئے مشروع کی گئی ہے، اور اگر بغیر اس کے اختیار کے اس کی ملکیت میں داخل ہو جائے تو اس کی مصلحت کے خلاف ہو جائے، مثلا مبیع اس کا قریبی رشتہ دار ہو، اور اس کی ملکیت میں داخل ہو جائے تو اس کی نیت کے بغیر آزاد ہو جائے گا جو اس کے مفاد کے خلاف ہے، اس لئے اس کی ملکیت میں داخل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

ترجمہ: (۴۱) پس اگر مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو ثمن کے بدلے میں ہلاک ہوگی۔

اصول: بیع مکمل ہوگئی ہو تو ثمن لازم ہوتا ہے۔

تشریح: مشتری نے خیار شرط لیا اس لئے اس کی ملکیت میں داخل نہیں ہوئی تھی لیکن جب مبیع ہلاک ہونے لگی تو ہلاک ہونے سے پہلے وہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہوگئی اور بیع مکمل ہوگئی۔ اور جب بیع مکمل ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا۔ یعنی وہ قیمت جو بائع اور مشتری کے درمیان طے ہوئی تھی۔

ترجمہ: (۴۲) ایسے ہی اگر مبیع میں عیب پیدا ہو گیا۔

تشریح : یعنی مشتری نے خیار لیا تھا اور مبیع پر بھی قبضہ کیا تھا۔ مبیع مشتری کے ہاتھ میں رہتے ہوئے عیب دار ہوگئی تو بیع تام ہوگئی۔ اس لئے مشتری کو ثمن دینا ہوگا جو آپس میں طے ہوا تھا۔ کیونکہ مشتری کے ہاتھ میں رہتے ہوئے مبیع کے عیب دار ہونے سے بیع مکمل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مبیع صحیح سالم لی تھی تو اب عیب دار کیسے واپس کرے گا۔

وجہ: (۱) فقال شريح لعمرؓ اخذته صحيحا سليما وانت له ضامن حتى ترده صحيحا سليما. (سنن للبیھقی، باب الماخوذ علی طریق السوم وعلی بیع شرط فیہ الخیار، ج خامس، ص ۴۵۰، نمبر ۱۰۴۶۳ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یشتری الشیء علی ان یجر بہ فیھلک، ج ثامن، ص ۱۷۲، نمبر ۱۵۰۵۸) اس سے معلوم ہوا کہ مشتری کے ہاتھ میں مبیع عیب دار ہو جائے تو اس کو اس کی قیمت دینی ہوگی اور مبیع مشتری کی ہوگی اور بیع تام ہو جائے گی۔

ترجمہ: ل بخلاف جبکہ خیار بائع کے لئے ہو۔

تشریح: بائع کو اختیار ہو اور مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو پہلے گزرا ہے کہ بیع ٹوٹ جائے گی، اور مشتری پر بازار کی قیمت لازم ہوگی۔

كان الخيار للبائع. ٢؎ ووجه الفرق أنه إذا دخله عيب يمتنع الرد والهلاك لا يعرى عن مقدمة عيب فيهلك والعقد قد انبرم فيلزمه الثمن ٣؎ بخلاف ما تقدم لأن بدخول العيب لا يمتنع الرد حكما بخيار البائع فيهلك والعقد موقوف. (۴۳) قال ومن اشترى امرأته على أنه بالخيار ثلاثة أيام لم يفسد النكاح [لأنه لم يملكها لما له من الخيار] وإن وطئها له أن يردها ١؎ لأن

ترجمه : ٢؎ اورفرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر مبیع میں عیب داخل ہو جائے تو مبیع واپس کرنا ممتنع ہو جائے گا، اور ہلاک ہونے سے پہلے عیب ضرور ہوتا ہے پھر ہلاک ہوتا ہے اس حال میں کہ عقد پورا ہو چکا ہے، اس لئے ثمن لازم ہوگا۔

تشریح : مشتری نے خیار لیا ہو اور مشتری ہی کے قبضے میں مبیع ہلاک ہوئی ہو یا اس میں عیب پیدا ہوا ہو تو ثمن لازم ہوگا، اور بائع نے خیار لیا ہو اور مشتری کے قبضے میں مبیع ہلاک ہوئی ہو، یا عیب پیدا ہوا ہو تو بازار کی قیمت لازم ہوتی ہے، ان دونوں میں فرق کی وجہ کیا ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مشتری نے خیار لیا ہو اور مبیع ہلاک ہوئی ہو، اور یہ بات طے ہے کہ ہلاک ہونے سے پہلے کوئی ایسا عیب ضرور پیدا ہوتا ہے جس سے مبیع کو واپس کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ یا ہلاک تو نہ ہوا ہو لیکن اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا ہو جس سے اس کو بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن ہو تو اس عیب سے خیار ختم ہو جائے گا اور بیع مضبوط ہو جائے گی، اس لئے ثمن واجب ہوگا۔

ترجمه :٣؎ بخلاف جو پہلے گزرا [بائع نے خیار لیا ہو] اس لئے کہ عیب کے داخل ہونے سے حکما واپس کرنا ممتنع نہیں ہے بائع کے خیار لینے کی وجہ سے، پس مبیع اس حال میں ہلاک ہوئی کہ بیع موقوف ہے۔

تشریح : بخلاف کہہ کر دوسری صورت بیان فرما رہے ہیں، یعنی بائع نے خیار لیا ہو، اور مبیع میں عیب پیدا ہو جائے، یا مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع ٹوٹ جائے گی، اور جب بیع ٹوٹی تو مشتری پر بازار کی قیمت لازم ہوگی، ثمن لازم نہیں ہوگا۔ بیع ٹوٹنے کی دو وجہ بیان فرما رہے ہیں [١] ایک یہ کہ عیب دار مبیع کو بائع واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اس لئے بیع ٹوٹ جائے گی۔ [٢] اور دوسری وجہ یہ فرما رہے ہیں کہ جس وقت مبیع میں عیب پیدا ہوا یا ہلاک ہوا جسکی وجہ سے اس سے پہلے عیب لازمی طور پر پیدا ہوا تو بیع موقوف تھی، اس لئے بیع ختم ہو جائے گی، اس لئے بازار کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمه :(۴۳) کسی نے اپنی بیوی کو تین دن کے اختیار پر خریدا تو نکاح نہیں ٹوٹے گا۔[اس لئے کہ خیار کی وجہ سے وہ بیوی کا مالک نہیں بنا۔] اور اگر اس باندی سے وطی کی تو شوہر کے لئے حق ہے کہ اس کو واپس کر دے۔

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ وطی نکاح کی وجہ سے ہے۔

تشریح : خیار شرط کی وجہ سے مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوتا، اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے۔ کسی کی بیوی باندی تھی، اس کے

الوطء بحكم النكاح(۴۴) إلا إذا كانت بكرا ۱؎ لأن الوطء ينقصها وهذا عند أبي حنيفة ۲؎ وقالا يفسد النكاح لأنه ملكها وإن وطئها لم يردها لأن وطأها بملك اليمين فيمتنع الرد وإن

مالک سے خرید لیا اور تین دن کا خیار شرط لے لیا، تو چونکہ ابھی تین دن تک اس کی ملکیت میں داخل نہیں ہوئی اس لئے بیوی سے نکاح نہیں ٹوٹے گا، جب خیار ختم کر کے شوہر اس باندی کا مالک ہو جائے گا، تب اس کا نکاح ٹوٹے گا۔ اور اس تین دن کے درمیان شوہر نے اس باندی سے وطی کر لی تو بیوی ہونے کی وجہ سے وطی کی اپنی باندی ہونے کی وجہ سے وطی نہیں کی ہے، اس لئے اس وطی کے باوجود باندی کو خیار شرط کے ماتحت واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، یہ وطی کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خیار ختم کر کے باندی بنانے کیلئے وطی کی ہے، کیونکہ بیوی ہونے کی حیثیت سے پہلے سے وطی کرنا جائز تھا، اسی اعتبار سے وطی کی ہے

اصول: خیار شرط لینے کی وجہ سے مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۴۴) مگر جبکہ بیوی باکرہ ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وطی عورت کو عیب دار کر دے گی۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: بیوی کسی کی باندی تھی اور وہ ابھی تک باکرہ تھی، اس حال میں اس کو خریدا اور تین کا خیار شرط لے لیا، اور اس تین دن کے درمیان اس سے وطی کر لی، تو اس وطی سے وہ ثیبہ ہو گئی اور گویا کہ عیب دار ہو گئی، اور قاعدہ ہے کہ مشتری نے خیار شرط لیا ہوا ور اس درمیان اس نے مبیع کو عیب دار کر دیا تو خیار شرط ختم ہو جائے گا، اور بیع لازم ہو جائے گی۔ یہ ساری تفصیل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نکاح ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ مشتری باندی کا مالک بن گیا، اور اگر باندی سے وطی کی ہے تو اس کو بائع کی طرف واپس نہیں کر سکے گا، اس لئے کہ اس کی وطی ملک یمین کی وجہ سے ہے، اس لئے واپس کرنا ممتنع ہو گا چاہے عورت ثیبہ ہو۔

تشریح: صاحبینؒ کے نزدیک خیار شرط کے باوجود مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا، اس لئے جیسے ہی شوہر [مشتری] باندی کا مالک بنا تو عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا [کیونکہ شوہر باندی کا مالک بنے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے]، اور اگر خیار شرط کے تین دنوں میں اس باندی سے وطی کی تو چاہے باندی پہلے سے ثیبہ ہو یہ وطی بیوی ہونے کی حیثیت سے نہیں ہو گی بلکہ ملک یمین ہونے کی حیثیت سے ہو گی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ شوہر خیار شرط کو ختم کر کے اس بیع سے راضی ہونا چاہتا ہے اس لئے وطی کی، اس لئے اس وطی سے خیار شرط ختم ہو جائے گا، اور بیع لازم ہو جائے گی۔

اصول: صاحبینؒ کے نزدیک خیار شرط کے باوجود مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے۔

كانت ثيبا ٣ ولهذه المسألة أخوات كلها تبتني على وقوع الملك للمشتري بشرط الخيار وعدمه ٤ منها عتق المشترى على المشتري إذا كان قريبا له في مدة الخيار ٥ ومنها عتقه إذا كان المشتري حلف إن ملكت عبدا فهو حر. بخلاف ما إذا قال إن اشتريت فهو حر لأنه

ترجمہ :٣ اس مسئلے کے لئے بہت سے نظائر ہیں،کل اس بات پر مبنی ہیں کہ [صاحبینؒ کے یہاں] خیار شرط کے باوجود مشتری کی ملک واقع ہوجاتی ہے،اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ملک واقع نہیں ہوتی۔

تشریح : یہاں اس مسئلے کے لئے ۷ نظاہر پیش کر رہے ہیں،سب اس بات پر متفرع ہیں کہ،مشتری خیار شرط لیا ہو تب بھی صاحبینؒ کے نزدیک مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا،اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالک نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٤ [١] اس میں سے خریدے ہوئے غلام کا مشتری پر آزاد ہونا ہے اگر وہ رشتہ دار ہو مدت خیار میں۔

تشریح : یہاں سے ان سات مسئلوں کی وضاحت ہے۔[پہلی نظیر] مشتری نے اپنے قریبی رشتہ دار کو خریدا،اور خیار شرط لے لیا تو صاحبینؒ کے نزدیک مشتری رشتہ دار کا مالک بن گیا اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا۔اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالک نہیں بنا اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ:٥ [٢] ان نظائر میں سے مبیع کا آزاد ہونا ہے اگر مشتری نے قسم کھائی ہو کہ اگر میں غلام کا مالک بنا تو وہ آزاد ہے، بخلاف جبکہ کہا کہ اشتریت،اگر میں نے خریدا [تو وہ آزاد ہے] کیونکہ وہ خریدنے کے بعد آزادی کو ایجاد کرنے والا ہو جائے گا، اس لئے خیار ساقط ہو جائے گا۔

تشریح :یہ دوسری نظیر ہے۔یہاں دو الفاظ کی تشریح ہے اور اس پر دو مسئلوں کی تفریع ہے [١] مشتری نے قسم کھائی ،ان ملکت عبدا فھو حر،[اگر میں غلام کا مالک بنا تو وہ آزاد ہے] اس کے بعد خیار کی شرط پر غلام خریدا،تو صاحبینؒ کے نزدیک خیار کے باوجود غلام کا مالک بن گیا اس لئے وہ آزاد ہو جائے گا،اور ختم ہو جائے گا۔اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خیار کے زمانے تک مالک نہیں بنا ہے،اس لئے ابھی غلام آزاد نہیں ہوگا اور خیار بھی ختم نہیں ہوگا۔[٢] بخلاف سے دوسرے جملے کی تشریح ہے ۔کسی نے کہا ،انا شتریت عبدا فھو حر،[اگر میں نے غلام خریدا تو وہ آزاد ہے] اس کے بعد خیار شرط کے ساتھ غلام خریدا تو سب کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا ، کیونکہ ایجاب اور قبول کے بعد خریدنا [اشتریتُ] پایا گیا۔اور جب غلام مشتری کی جانب سے آزاد ہو گیا تو خیار ختم ہو جائے گا،اور بیع تام ہو جائے۔

لغت :ملکتُ ،اور اشتریتُ، میں فرق یہ ہے کہ ایجاب اور قبول کے بعد ہی خریدنا ہو گیا اس لئے اشتریتُ ہو گیا،اسی کو مصنف نے منشیء للعتق ،کہا ہے،آزادگی کو پیدا کرنے والا۔اور خیار ختم ہونے کے بعد مالک بننا ہوتا ہے،صرف خریدنے سے

يصير كالمنشء للعتق بعد الشراء فيسقط الخيار ٦؎ ومنها أن حيض المشتراة في المدة لا يجتزأ به عن الاستبراء عنده وعندهما يجتزأ ٧؎ ولو ردت بحكم الخيار إلى البائع لا يجب عليه الاستبراء عنده وعندهما يجب إذا ردت بعد القبض. ٨؎ ومنها إذا ولدت المشتراة في

مالک بننا نہیں ہوتا۔اس لئے مالک بننے کا معاملہ بعد کا ہے۔

ترجمہ: ٦؎ [٣] اس نظائر میں سے یہ ہے کہ خریدی ہوئی باندی کو خیار کی مدت میں حیض آنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استبراء کے لئے کافی نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک کافی ہے۔

تشریح : یہ تیسری نظیر ہے۔مشتری کے خیار لینے کے باوجود باندی پر مشتری کی ملکیت ہوگئی، اس لئے خیار کی مدت [تین دن میں] باندی کو حیض آجائے تو یہ حیض صاحبینؒ کے نزدیک استبراء کا حیض شمار کیا جائے گا، اس لئے خیار کی مدت ختم ہونے کے بعد مشتری پر دوبارہ استبراء کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خیار کی مدت میں مشتری کی ملکیت نہیں تھی اس لئے یہ حیض مشتری کی ملکیت میں نہیں آیا اس لئے بعد میں دوبارہ استبراء کرانا ہوگا، یہ حیض استبراء کے لئے کافی نہیں ہے۔

لغت :استبراء: براء سے مشتق ہے، باندی کے خریدنے کے بعد ایک حیض گزروانا پڑتا ہے، تا کہ پتہ چل جائے کہ اس باندی کے پیٹ میں بائع کا حمل نہیں ہے، اس کو، استبراء، کہتے ہیں۔ملک بدلنے پر استبراء لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ :٧؎ اور اگر خیار کے حکم سے بائع کی طرف لوٹ گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے اگر قبضے کے بعد واپس کی گئی ہو۔

تشریح: یہ پہلے مسئلے ہی کا ضمیمہ ہے۔باندی خریدی اور مشتری نے اختیار لے لیا، اور خیار کے ماتحت باندی بائع کے پاس واپس ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بائع پر استبراء کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ استبراء لازم ہوتا ہے ملک بدلنے سے، اور یہاں بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، اور نہ پھر مشتری کی ملک سے نکل کر بائع کی ملک میں داخل ہوئی، اس لئے چونکہ تبدیل ملک نہیں ہوئی اس لئے بائع پر استبراء لازم نہیں ہوگی۔اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ خیار کے دوران اگر مشتری نے قبضہ کیا ہے اور بائع کی طرف واپس آئی تو بائع پر استبراء واجب ہے، کیونکہ انکے قاعدے کے مطابق باندی مشتری کی ملک میں داخل ہوگئی، اور پھر بائع کی ملک میں داخل ہوئی ہے اور قبضہ بھی ہوا ہے، تو چونکہ تبدیل ملک ہوئی اس لئے بائع پر استبراء واجب ہے۔

ترجمہ : ٨؎ [٤] اس نظائر میں سے یہ ہے کہ خریدی ہوئی باندی نے مدت خیار میں نکاح کی وجہ سے بچہ جنا، تو امام ابوحنیفہؒ

المـدة بالنكاح لا تصير أم ولد له عنده خلافا لهما. ۹؎ ومنها إذا قبض المشتري المبيع بإذن البائع ثم أودعه عند البائع فهلك في يده في المدة هلك من مال البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملك عنده وعندهما من مال المشتري لصحة الإيداع باعتبار قيام الملك. ۱۰؎ ومنها لو كان المشتري عبدا مأذونا له فأبرأه البائع من الثمن في المدة بقي على خياره عنده لأن الرد امتناع عن التملك والمأذون له يليه وعندهما بطل خياره لأنه لما ملكه كان الرد منه تمليكا

کے نزدیک مشتری کی ام ولد نہیں بنے گی، خلاف صاحبینؒ کے۔

تشریح: یہ چوتھی نظیر ہے۔ مشتری نے پہلے سے بائع کی باندی سے نکاح کیا تھا جسکی وجہ سے حمل تھا، اب مشتری نے اس باندی کو خریدا اور خیار شرط لیا، اسی دوران باندی نے بچہ دیا تو اس بچے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کی ام ولد نہیں بنے گی، کیونکہ جس وقت بچہ دیا اس وقت یہ عورت مشتری کی ملک میں نہیں تھی، اس لئے اس کی ام ولد نہیں بنے گی، کیونکہ ام ولد اس وقت بنے گی جبکہ مشتری کی ملک میں بچہ دیا ہو۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک بچہ دیتے وقت باندی مشتری کی ملک میں ہے اس لئے یہ باندی مشتری کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ: ۹؎ [۵] ان نظائر میں سے یہ ہے کہ۔ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کیا پھر اس کو بائع کے پاس امانت رکھا اور بائع کے ہاتھ میں خیار کی مدت میں ہلاک ہوئی، تو بائع کے مال میں سے ہلاک ہوئی، واپس کرنے کی وجہ سے قبضہ مرتفع ہونے کی وجہ سے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کی ملک نہ ہونے کی وجہ سے، اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کے مال میں سے ہلاک ہوا، اس لئے کہ بائع کے پاس امانت رکھنا صحیح ہے اس لئے کہ اس کی ملکیت ہے۔

تشریح: [یہ پانچویں نظیر ہے] مشتری کا خیار شرط تھا، اس دوران اس نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کیا پھر بائع ہی کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا، اور وہ مبیع بائع کے پاس ہلاک ہوگئی، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بائع کی چیز ہلاک ہوئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے جب قبضہ کیا تو وہ مالک نہیں بنا، اس لئے جب بائع کے پاس امانت رکھی تو اپنی چیز امانت نہیں رکھی، بلکہ بائع ہی کی چیز اس کو واپس کر دی اور اپنا قبضہ ختم کر دیا، اس لئے بائع ہی کی چیز ہلاک ہوئی۔ اور صاحبینؒ کے یہاں مشتری مبیع پر قبضہ کے بعد مالک بن گیا، اس لئے جب بائع کے پاس امانت رکھی تو مشتری نے اپنی چیز امانت رکھی، اس لئے مشتری کی چیز ہلاک ہوئی۔

ترجمہ: ۱۰؎ [۶] ان نظائر میں سے یہ ہے کہ اگر خریدنے والا ماذون لہ غلام ہو، اور خیار کی مدت میں بائع نے اس کو قیمت

بغير عوض وهو ليس من أهله. ۱۱ ومنها إذا اشترى ذمي من ذمي خمرا على أنه بالخيار ثم أسلم

سے بری کر دیا تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا خیار باقی رہے گا، اس لئے کہ مبیع کو واپس کرنا مالک بننے سے رکنا ہے اور ماذون لہ غلام کو اس کا حق ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام کا خیار ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ جب مبیع کا مالک بن گیا تو اب واپس کرنا بغیر عوض کے کسی کو مالک بنانا ہے، اور ماذون لہ غلام اس کا اہل نہیں ہے۔

تشریح :[یہ چھٹی نظیر ہے] اس مسئلے کا مدار ایک اصول پر ہے، پہلے اسکو سمجھیں [۱] اصول یہ ہے۔ جس غلام کو مالک نے تجارت کرنے کی اجازت دی ہے اس کو یہ حق تو ہے کہ بغیر عوض کے کسی چیز کا مالک نہ بنے، اور کوئی مفت کی کوئی چیز دے تو اس کو لینے سے انکار کر دے ، کیونکہ یہ اس کی ذاتی غیرت کا تقاضا ہے، اور اس نے مالک کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ لیکن کسی چیز کا مالک بن چکا ہو اب اس کو بغیر عوض کے کسی کو دینا چاہے تو نہیں دے سکتا ہے، کیونکہ جب اس کی ملکیت ہوئی تو یہ چیز مالک کی ہوگئی، اور مالک کی چیز مفت کے کسی کو نہیں دے سکتا۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ ماذون لہ غلام نے کوئی چیز خریدی، اور تین دن کا خیار شرط لے لیا، اس تین دن کے درمیان بائع اس مبیع کی قیمت معاف کر دے اور مفت دے دے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کو یہ حق ہے کہ اس چیز کو مفت نہ لے، اور خیار شرط کے ماتحت اس مبیع کو واپس کر دے۔ کیونکہ غلام ماذون نے خیار لیا ہے اس لئے وہ اس چیز کا مالک نہیں بنا، اور جب وہ مالک نہیں بنا تو اس کا آقا بھی اس چیز کا مالک نہیں بنا، اب غلام واپس کرنا چاہتا ہے تو آقا کا کوئی نقصان نہیں کیا، بلکہ اپنی ذاتی غیرت کی وجہ سے بائع کے احسان لینے کو انکار کر دیا، اور یہ اس کا حق ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام اس مبیع کا مالک بن چکا ہے، اس لئے اس کا آقا بھی اس چیز کا مالک بن چکا ہے، اب غلام بائع کے احسان کو رد کرے اور اس مبیع کو بائع کی طرف واپس کرے تو گویا کہ بغیر کسی عوض کے آقا کی چیز بائع کو واپس کر رہا ہے، حالانکہ غلام بغیر کسی عوض کے آقا کی چیز نہیں دے سکتا، اس لئے غلام کا خیار ساقط ہو جائے گا، اور یہ مبیع بائع کی طرف واپس نہیں دے سکے گا۔

اصول : ماذون التجارت غلام مفت کسی چیز کے لینے کا انکار کر سکتا ہے، لیکن کسی چیز کے مالک ہونے کے بعد اس کو مفت نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ چیز آقا کی ملکیت ہے۔

لغت: عبد ماذون لہ: جس غلام کو مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو اس کو عبد ماذون لہ، کہتے ہیں۔ الرد امتناع عن التملک : بائع کی طرف واپس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مفت میں مالک بننے سے رکنا ہے، اور غلام کو اس کا حق ہے۔ لہ یلیہ : غلام کو اس کی ولایت ہے، غلام کو اس کا حق ہے۔ ھو لیس من اھلہ: اس کا ترجمہ ہے کہ غلام اس کا اہل نہیں ہے کہ بغیر عوض کے مالک کا مال کسی کو دے دے۔

ترجمہ: ۱۱ [۷] ان نظائر میں سے یہ ہے کہ۔ اگر ذمی نے ذمی سے شراب خریدی اس شرط پر کہ تین دن کا خیار ہے، پھر

بطل الخيار عندهما لأنه ملكها فلا يملك ردها وهو مسلم. وعنده يبطل البيع لأنه لم يملكها فلا يتملكها بإسقاط الخيار بعده وهو مسلم. (۴۵) قال ومن شرط له الخيار فله أن يفسخ في المدة وله أن يجيز فإن أجازه بغير حضرة صاحبها جاز. وإن فسخ لم يجز إلا أن يكون الآخر حاضرا ۱ عند أبي حنيفة ومحمد. ۲ وقال أبو يوسف يجوز وهو قول الشافعي والشرط هو

مشتری مسلمان ہو گیا تو صاحبینؒ کے یہاں خیار ختم ہو گیا اس لئے کہ مشتری شراب کا مالک بن گیا اب وہ مسلمان ہونے کی حالت میں دوسرے کو مالک نہیں بنا سکتا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائے گی، اس لئے کہ مشتری شراب کا مالک نہیں بنا تھا، اس لئے مسلمان ہونے کی حالت میں خیار ساقط کر کے بائع کو کیا مالک بنائے گا۔

تشریح: [یہ ساتویں نظیر ہے]۔ یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، مسلمان ہونے کی حالت میں شراب کا مالک نہیں بن سکتا، اور نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے، کیونکہ وہ حرام ہے۔۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔ ذمی نے ذمی سے شراب خریدی اور مشتری نے تین دن کا خیار شرط لے لیا، اس دوران مشتری مسلمان ہو گیا، تو صاحبینؒ کے نزدیک مشتری شراب کا مالک بن چکا ہے اس لئے اب وہ بائع کی طرف شراب واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ اوپر اصول گزر چکا ہے کہ مسلمان کسی دوسرے کو بھی شراب کا مالک نہیں بنا سکتا، اس لئے خیار شرط ختم ہو جائے گا، اور مشتری شراب کا مالک بن جائے گا، اور بیع مکمل ہو جائے گی۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری شراب کا مالک نہیں بنا ہے، اور اب مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا مالک بن بھی نہیں سکتا، اس لئے بیع ٹوٹ جائے گی اور شراب بائع کی طرف چلی جائے گی اور خیار شرط ختم ہو جائے گا۔

اصول: مسلمان شراب کا مالک نہیں بن سکتا، اور نہ دوسروں کو مالک بنا سکتا ہے۔

ترجمہ: (۴۵) جس نے خیار شرط لیا اس کے لئے جائز ہے کہ مدت خیار میں بیع فسخ کر دے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اس کو جائز کر دے۔ پس اگر سامنے والے کی غیر حاضری میں بیع جائز قرار دی تو جائز ہے، اور اگر بیع فسخ کی تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ دوسرا حاضر ہو۔

ترجمہ: ۱ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک۔

تشریح: یہاں تین مسئلے بیان کئے ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ بائع یا مشتری جس نے بھی اختیار لیا ہے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ مدت خیار میں بیع کو جائز قرار دے، اور اس کا بھی اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے۔

[۲]......دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا، کہ اگر بیع کو جائز قرار دے تو سامنے والا نہ بھی ہو یا اس کو علم نہ ہو تب بھی تب بھی جائز قرار دے سکتا ہے، کیونکہ جائز قرار دینے میں کسی کا نقصان نہیں ہے

العلم وإنما كنى بالحضرة عنه. له أنه مسلط على الفسخ من جهة صاحبه فلا يتوقف على علمه كالإجازة ولهذا لا يشترط رضاه وصار كالوكيل بالبيع.

[۳]......تیسرا مسئلہ یہ ہے، کہ اگر بیع کو فسخ کرنا ہوتو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سامنے والے کو اس کا علم ہونا ضروری ہے کہ یہ مدت خیار میں بیع فسخ کر رہا ہے، کیونکہ اگر سامنے والے کو علم نہیں ہے کہ بیع فسخ کر رہا ہے تو اس کو نقصان ہوگا، مثلا بائع نے خیار لیا تھا، اور اس نے بیع فسخ کر دی تو اور مشتری کو اس کا علم نہیں ہے اس لئے اس نے دوسری مبیع تلاش نہیں کی اور تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ بیع فسخ ہو چکی ہے تو اس سے مشتری کو نقصان ہوگا۔ یا مشتری کو اختیار تھا اور اس نے بیع فسخ کر دی، لیکن بائع کو علم نہیں تھا اس لئے اس نے مبیع کے لئے گاہک تلاش نہیں کی اور اب تین دن کے بعد اس قیمت میں مبیع کا بکنا مشکل ہو گیا اس لئے اس سے بائع کو نقصان ہوا اس لئے طرفین کے نزدیک بیع فسخ کرنے کے لئے سامنے والے کو علم ہونا ضروری ہے، اور اگر مدت خیار میں سامنے والے کو خبر نہیں کی تو بیع مکمل ہو جائے گی۔

وجه :(۱) دونوں کے اختیار کی وجہ یہ ہے۔ چونکہ اس نے بیع جائز قرار دینے اور بیع کے توڑنے کا اختیار لیا ہے اس لئے اس کو دونوں اختیار ہیں۔ چاہے تو تین دن کے اندر بیع توڑ دے، چاہے تو جائز قرار دے۔ (۲) فسخ کرتے وقت سامنے والے کو باخبر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بائع کو علم نہیں ہوگا تو وہ گاہک تلاش نہیں کرے گا، اور مشتری کو علم نہیں ہوگا تو وہ مبیع تلاش نہیں کرے گا۔ (۳) حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ **عن عائشة عن النبی ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار** ۔(دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام، ج رابع ص ۱۴۶، نمبر ۳۰۶۰/۴۴۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو نقصان دینے سے بچنا چاہئے۔

ترجمہ: ۲ے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فسخ کرنا جائز ہے، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے، اور شرط وہ جاننا ہے، اور حاضر ہونے سے جاننے کو کنایہ کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ساتھی کی جانب سے فسخ کرنے پر مسلط کیا گیا ہے اس لئے اس کے جاننے پر موقوف نہیں ہوگا، جیسے بیع کی اجازت میں [اس کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے]، اور اسی لئے اس کی رضامندی کی شرط نہیں ہے۔ اور وکیل بالبیع کی طرح ہو گیا۔

لغت:و الشرط هو العلم و انما كنى بالحضرت عنه: متن میں, الا ان يكون الآخر حاضرا: کہا ہے۔ کہ بیع فسخ کرتے وقت دوسرا حاضر ہو، تو اس کا مطلب بتلا رہے ہیں کہ سامنے حاضر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ تین دن کے اندر اس کو علم ہو جائے کہ بیع فسخ کر دیا ہے، اتنا ہی کافی ہے، اور اگر تین دن میں اس کو بیع فسخ ہونے کا علم نہیں ہوا تو بیع تام ہو جائے گی۔

لغت: صاحبہ: صاحب کا ترجمہ ہے ساتھی، یہاں اگر بائع کو خیار ہے تو اس کا صاحب مشتری ہے، اور مشتری کو خیار ہے تو اس کا صاحب بائع ہے، اس لئے صاحب کا ترجمہ میں نے ,سامنے والا، کیا ہے۔

۳ ولهما أنه تصرف في حق الغير وهو العقد بالرفع ولا يعرى عن المضرة لأنه. عساه يعتمد تمام البيع السابق فيتصرف فيه فتلزمه غرامة القيمة بالهلاک فيما إذا كان الخيار للبائع

تشریح : امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جسکو خیار شرط ہے اگر وہ فسخ کرنا چاہے تو سامنے والے کو باخبر کرنا ضروری نہیں ہے، پھر اس کے لئے تین دلیلیں دی ہیں۔

[۱]......پہلی دلیل ,لہ انہ مسلط الخ ، سے ہے۔ کہ سامنے والے نے اس کو خیار شرط دیکر فسخ کرنے پر مسلط کیا ہے اس لئے اب اس کو باخبر کرنے پر فسخ کرنا موقوف نہیں ہوگا۔ جیسے بیع جائز قرار دے تو سامنے والے کو باخبر کرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسلط کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ بیع جائز کرنے پر بھی مسلط ہے اور بیع توڑنے پر بھی مسلط ہے اس لئے ناب کو بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۲]......دوسری دلیل ,ولهذا لا يشترط رضاه ، سے ہے، کہ۔ جس نے خیار پر مسلط کیا ہے، بیع فسخ کرنے کے لئے اس کی رضامندی کی ضرورت نہیں، اس کی رضامندی کے بغیر بھی بیع فسخ کر سکتا ہے، اسی طرح بیع فسخ کرنے کے لئے اس کو باخبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[۳]......تیسری دلیل ,وصار كالوكيل بالبيع ، سے ہے، کہ کوئی آدمی بیع کا وکیل بنے تو یہ بیع فسخ کرے یا بیع کو جائز قرار دے دونوں صورتوں میں اپنے مؤکل کو بتلانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع کرنے پر مسلط ہے، اسی طرح من لہ الخیار کو سامنے والے کو باخبر کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ غیر کے حق میں تصرف کرنا ہے، اور وہ عقد کو اٹھانا ہے جو مضرت سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ مشتری سابق بیع ہونے پر اعتماد کرے اس لئے اس میں تصرف کر لے، پھر ہلاک ہونے سے ہلاک کا تاوان لازم ہو اس صورت میں جبکہ بائع کو اختیار ہو۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع فسخ کرنے میں غیر کے حق میں تصرف کرنا ہے اور اس میں بائع کو یا مشتری کو نقصان ہوسکتا ہے، مثلا بائع نے خیار لیا اور مشتری کو گمان ہوا کہ تین دن گزر چکا ہے اور ابھی تک بائع کی جانب سے کوئی خبر نہیں آئی ہے اس لئے بہت ممکن کہ بیع تام ہوگئی ہو اس گمان سے مشتری نے مبیع میں تصرف کر لیا اور مبیع ہلاک ہوگئی، حالانکہ بائع نے بیع توڑ دی تھی اس لئے مشتری کو بازار کی قیمت لازم ہوگی جو ایک قسم کا تاوان ہے، اس نقصان کی وجہ سے مشتری کو خبر کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۴ یا اپنے سامان کے لئے مشتری تلاش نہ کرے جبکہ اختیار مشتری کو ہو، یہ ایک قسم کا ضرر ہے اس لئے بائع کو

۴ أو لا يطلب لسلعته مشتريا فيما إذا كان الخيار للمشتري وهذا نوع ضرر فيتوقف على علمه وصار كعزل الوكيل ۵ بخلاف الإجازة لأنه لا إلزام فيه ۶ ولا نقول إنه مسلط وكيف يقال ذلک وصاحبه لا يملک الفسخ ولا تسليط في غير. ما يملكه المسلط ۷ ولو كان فسخ في حال غيبة صاحبه وبلغه في المدة تم الفسخ لحصول العلم به ولو بلغه بعد مضي المدة

ہونے پر موقوف ہوگا۔تو وکیل کو معزول کرنے کی طرح ہو گیا۔

تشریح: مشتری کو خیار تھا اس لئے تین دن گزرنے کے بعد اس کو گمان تھا کہ مبیع بک چکی ہوگی اس لئے اس نے اپنے سامان کے لئے دوسرا مشتری تلاش نہیں کیا ہے یہ اس کا نقصان ہے، اس لئے بائع کے علم پر فسخ کرنا موقوف ہوگا، اس کی ایک مثال دی ہے کہ جیسے وکیل کو معزول کرنا ہو تو اس کو بتلانا ضروری ہے، اور اگر معزول کر دیا لیکن وکیل کو نہیں بتلایا تو وکیل معزول نہیں ہوگا، اسی طرح بیع فسخ کیا اور سامنے والے کو نہیں بتلایا تو بیع فسخ نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۵ بخلاف بیع کی اجازت کے اس لئے کہ اس میں الزام نہیں ہے۔

تشریح: بیع کی اجازت دی تو اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے، تین دن گزرنے کے بعد اس کو گمان ہے کہ بیع تام ہو چکی ہوگی اس لئے سامنے والے کو باخبر کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۶ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلط کرنے والا ہے، یہ کیسے کہہ سکتا ہوں جبکہ سامنے والا فسخ کرنے کا مالک نہیں ہے اور مسلط کرنے والا جس چیز کا مالک نہیں ہے وہ دوسرے کو کیسے مسلط کر سکتا ہے۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے حضرت امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ صاحب کی جانب سے اس کو فسخ کرنے پر مسلط کیا گیا ہے اس لئے یہ فسخ کر سکتا ہے، اس کو جواب دیا جا رہا ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ جو دوسرے کو فسخ پر مسلط کرے وہ خود بھی فسخ کرنے کا مالک ہو، اور یہ خود فسخ نہیں کر سکتا تو دوسرے کو فسخ پر مسلط کیسے کر سکتا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ اس نے خیار والے کو فسخ کرنے پر مسلط کیا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اور اگر فسخ کرنا سامنے والے کی غیر حاضری میں ہو اور اس کو تین دن کی مدت میں خبر پہنچ گئی تو خبر پہنچنے کی وجہ سے فسخ پورا ہو گیا، اور اگر مدت گزرنے کے بعد خبر پہنچی تو فسخ سے پہلے مدت گزرنے کی وجہ سے عقد پورا ہو گیا۔

تشریح: مثلا بائع نے تین دن کا خیار لیا تھا اور اس نے تین دن کے اندر بیع توڑ دی، اور تین دن کے اندر مشتری کو اس کی اطلاع مل گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی، کیونکہ اس کو علم ہونا کافی تھا اور اس کو علم ہو گیا اس لئے بیع ٹوٹ جائے گی، اور اگر تین دن تک خبر نہیں ملی تو بیع بحال رہے گی، کیونکہ مدت گزر گئی اور اس کو فسخ کا علم نہیں ہو سکا اس لئے بیع تام ہو جائے گی۔

تـم العقد بمضي المدة قبل الفسخ. (۴٦) قال وإذا مـات من له الخيار بطل خياره ولـم ينتقل إلى ورثته ۱ وقال الشافعي يورث عنه لأنه حق لازم ثابت في البيع فيجري فيه الإرث كخيار العيب والتعيين. ۲ ولنا أن الخيار ليس إلا مشيئة وإرادة ولا يتصور انتقاله والإرث فيما يقبل الانتقال.

ترجمه :(۴٦) پس اگر جس کو خیار شرط تھا وہ مرگیا تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔اور یہ اس کے ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

تشریح : بائع یا مشتری جس نے خیار شرط لیا تھا وہ مرگیا تو اب یہ اختیار اس کے ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔اور وارث کو اس بیع کا خیار شرط نہیں ہوگا۔ بلکہ چونکہ پہلے ایجاب اور قبول ہو چکے ہیں اس لئے بیع لازم ہو جائے گی۔

وجه: (۱) یہ اختیار، ارادے اور چاہت کا نام ہے کہ بیع جائز قرار دیں یا نہ دیں۔ورنہ ایجاب اور قبول پہلے ہو چکے ہیں۔اور ارادے معنوی شی ہیں وہ منتقل نہیں ہوتے اس لئے اختیار ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا (۲) حدیث میں اشارہ ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا الا بيع الخيار . (بخاری شریف، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا، ص ۲۸۳، نمبر ۲۱۱۱) اس حدیث میں صرف المتبایعان یعنی بائع اور مشتری کو اختیار دیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی اور کو یہ اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میت کی جانب سے وارث ہوگا، اس لئے کہ یہ حق لازم ہے بیع میں ثابت ہے، اس لئے خیار عیب اور خیار تعیین کی طرح اس میں وراثت جاری ہوگی۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میت کی جانب سے اس کا وارث خیار شرط کا حقدار رہوگا۔

وجه :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ حق بیع میں لازم بھی ہے اور میت کے لئے ثابت بھی ہے اس لئے جس طرح خیار عیب، اور خیار تعیین وارث کو ملتا ہے اسی طرح یہ خیار بھی وارث کو ملے گا۔

لغت: خیار عیب: مبیع میں عیب ہو تو وارث کو حق ہے کہ عیب کے ماتحت مبیع کو واپس کرے۔ خیار تعیین: دو غلام میں سے ایک کو لینا تھا اور مشتری کو اس غلام کو منتخب کرنا تھا، اور اصل مشتری مرگیا تو اس کے وارث کو حق ہوگا کہ ایک غلام کو منتخب کرے اس کو، خیار تعیین، کہتے ہیں۔ مورث: جس میت کے مال میں وراثت جاری ہو اس کو مورث، کہتے ہیں۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ خیار صرف مشیت اور ارادہ کا نام ہے اس لئے اس کا منتقل ہونا متصور نہیں ہے، اور وراثت اس میں جاری ہوتی ہے جو منتقل ہونا قبول کرتی ہو۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ خیار شرط مشیت اور ارادے کا نام ہے، جس میں منتقل ہونا متصور نہیں ہے، کیونکہ حسی چیز منتقل

۳ بخلاف خيار العيب لأن المورث استحق المبيع سليما فكذا الوارث فأما نفس الخيار لا يورث ۴ وأما خيار التعيين يثبت للوارث ابتداء لاختلاط ملكه بملك الغير لا أن يورث الخيار. (۴۷) قال ومن اشترى شيئا وشرط الخيار لغيره فأيهما أجاز جاز وأيهما نقض انتقض ۱ وأصل هذا أن اشتراط الخيار لغيره جائز استحسانا وفي القياس لا يجوز وهو قول زفر لأن الخيار من مواجب العقد وأحكامه فلا يجوز اشتراطه لغيره كاشتراط الثمن على غير المشتري.

ہوتی ہے، اور یہ حسی چیز نہیں ہے اس لئے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳ بخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ مورث صحیح سلامت مبیع کا حقدار تھا، پس ایسے ہی وارث حقدار ہے۔ بہر حال نفس خیار تو وارث نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔ خیار عیب لغت کے اعتبار سے مشیت اور چاہت ہے اس لئے وہ منتقل نہیں ہوگا ، اور خیار عیب کا مطلب یہ ہے کہ مورث صحیح سالم مبیع کا حقدار ہے، اس لئے وارث بھی صحیح سالم مبیع منتخب کر سکتا ہے، یہ وراثت کا منتقل ہونا نہیں ہے بلکہ اپنے حق کو وصول کرنا ہے۔

ترجمہ: ۴ خیار تعیین شروع ہی سے وارث کے لئے ثابت ہے، کیونکہ اس کی ملک غیر کی ملک کے ساتھ ملی ہوئی ہے یہ بات نہیں ہے کہ خیار کی وراثت ہوئی۔

تشریح: یہ بھی امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔ کہ خیار تعیین وراثت میں منتقل نہیں ہوئی ہے بلکہ وارث کو شروع سے یہ حق ہے کہ مبیع غیر کی ملک کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس لئے اس کو علیحدہ کر کے اپنی ملک میں لے آئے اس لئے وارث کو اس کا حق ہوگا، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خیار شرط بھی وراثت کے طور پر وارث کی طرف منتقل ہو۔

ترجمہ: (۴۷) کسی نے کوئی چیز خریدی اور دوسرے کے لئے خیار شرط لیا تو جو بھی جائز قرار دے گا جائز ہو جائے گی، اور جو بھی بیع توڑے گا تو ٹوٹ جائے گی۔

تشریح: مثلا زید نے کپڑا خریدا اور خیار شرط اپنی بیوی کے لئے لیا کہ تین دن میں وہ جائز کرے گی تو جائز ہوگی اور وہ بیع توڑ دے گی تو بیع ٹوٹ جائے گی۔ تو یہ جائز ہے، اور دونوں کو اختیار ملے گا، یعنی خود خریدنے والا بھی بیع جائز کر سکتا ہے اور توڑ سکتا ہے اور جس کے لئے اختیار لیا ہے وہ بھی بیع جائز قرار دے سکتا ہے اور توڑ سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱ اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ خیار شرط غیر کے لئے استحسانا جائز ہے، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جائز نہ ہو اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے، اس لئے کہ خیار عقد کے موجب اور اس کے احکام میں سے ہے، اس لئے غیر پر اس کی شرط لگانا جائز

۲ ولنا أن الخيار لغير العاقد لا يثبت إلا بطريق النيابة عن العاقد فيقدر الخيار له اقتضاء ثم يجعل هو نائبا عنه تصحيحا لتصرفه وعند ذلك يكون لكل واحد منهما الخيار فأيهما أجاز جاز وأيهما نقض انتقض ۳ ولو أجاز أحدهما وفسخ الآخر يعتبر السابق لوجوده في زمان لا يزاحمه فيه غيره ۴ ولو خرج الكلامان منهما معا يعتبر تصرف العاقد في رواية وتصرف

نہ ہو، جیسے کہ ثمن کی شرط مشتری کے علاوہ پر جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے دوسرے کے لئے اختیار لینے کی وجہ بتا رہے ہیں، اور یہ بھی بتا رہے ہیں کہ دونوں کے لئے اختیار کیوں ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے کے لئے اختیار جائز ہونا استحسان کے طور پر ہے، ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جائز نہ ہو چنانچہ امام زفرؒ کی رائے یہی ہے کہ دوسرے کے لئے خیار جائز نہ ہو۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار عقد کے موجب میں سے ہے، اور اس کے احکام کے موجب میں سے ہے اس لئے جو عقد کرنے والا ہے یعنی بائع صرف اسی کے لئے خیار ہونا چاہئے۔ جیسے بائع خریدے اور شرط لگائے کہ ثمن کوئی دوسرا آدمی دے گا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح خیار کے لئے کسی دوسرے آدمی کی شرط لگائے تو یہ جائز نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمہ : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر عاقد کے لئے خیار نیابت کے طور پر ثابت ہوگا، اس لئے پہلے اقتضاء کے طور پر خود بائع کے لئے خیار ثابت ہوگا پھر غیر کو بائع کا نائب بنایا جائے گا بائع کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے، اور اس وقت دونوں کو اختیار ہوگا، اس لئے جو بھی جائز قرار دے جائز ہو جائے گا، اور جو توڑ دے ٹوٹ جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ بائع کے علاوہ کو جو خیار شرط حاصل ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے خود بائع کو خیار حاصل ہوگا اس لئے اس کو بھی بیع توڑنے کا حق ہوگا، اور اس کی نیابت میں غیر عاقد کو خیار ہوگا اس لئے اس کو بھی توڑنے کا حق ہوگا، اس لئے جو بھی جائز قرار دے دے جائز ہو جائے گا، اور جو توڑ دے ٹوٹ جائے گی۔

ترجمہ : ۳ اور اگر ایک جائز قرار دے اور دوسرا فسخ کر دے تو سابق کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا وجود ایسے زمانے میں ہے جس میں دوسرا اس کا مزاحم نہیں ہے۔

تشریح : اگر ایک نے بیع جائز قرار دی اور دوسرے نے توڑ دی تو جس نے پہلے بات کہی اس کا اعتبار ہوگا کیونکہ پہلی بات کرتے وقت دوسرے کی بات سامنے نہیں تھی، اور نہ اس کا کوئی مزاحم تھا اس لئے پہلے والے نے توڑا تو ٹوٹ جائے گی اور جائز قرار دی تو جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۴ اور اگر دونوں کے کلام ایک ساتھ نکلے تو ایک روایت میں عاقد کے تصرف کا اعتبار کیا جائے گا، اور دوسری

الفاسخ في أخرى. وجه الأول أن تصرف العاقد أقوى لأن النائب يستفيد الولاية منه. ۵ وجه الثاني أن الفسخ أقوى لأن المجاز يلحقه الفسخ والمفسوخ لا تلحقه الإجازة ولما ملك كل واحد منهما التصرف رجحنا بحال التصرف. ٦ وقيل الأول قول محمد والثاني قول أبي يوسف ے واستخراج ذلک مما إذا باع الوكيل من رجل والموكل من غيره معا فمحمد يعتبر

روایت میں فسخ کرنے والے کا اعتبار ہے، پہلے کی وجہ یہ ہے کہ عاقد کا تصرف زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ نائب بائع سے ولایت حاصل کرتا ہے

تشریح :اگر عاقد کا اور غیر عاقد دونوں کا کلام ایک ساتھ نکلا تو ایک روایت میں یہ ہے کہ عاقد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ عاقد کا اختیار اصل ہے اور غیر عاقد نے عاقد سے خیار کی ولایت حاصل کیا ہے اس لئے عاقد کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، اور دوسری روایت میں ہے کہ جس نے فسخ کیا ہے اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ وجہ آگے آرہی ہے۔

لغت:عاقد: بیع کرنے والے کو عاقد کہا جائے گا، غیر عاقد :بائع نے جس کے لئے خیار شرط لیا اس کو غیر عاقد کہا جائے گا۔

ترجمہ :۵ دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ فسخ زیادہ قوی ہے اس لئے کہ جائز کرنے کو فسخ لاحق ہو سکتا ہے اور فسخ شدہ کو اجازت لاحق نہیں ہو سکتی، اور جب ہر ایک تصرف کا مالک ہے تو ہم نے تصرف کی حالت کو ترجیح دی۔

تشریح :دوسری روایت یہ تھی کہ جس نے فسخ کیا اس کی بات مانی جائے گی، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر بیع جائز قرار دی ہو تو اس کو فسخ کر سکتا ہے، اور فسخ کیا ہو تو اس کو جائز قرار نہیں دے سکتے، وہ تو فسخ کر چکا ہے، اس لئے فسخ کا تصرف حالت کے اعتبار سے مضبوط ہے اس لئے جس نے فسخ کیا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

ترجمہ:٦ بعض حضرات نے فرمایا کہ پہلا قول [عاقد کا اعتبار کیا جائے گا] امام محمدؒ کا ہے۔ اور دوسرا قول [فسخ کا اعتبار کیا جائے گا] امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

ترجمہ :ے اس سے استخراج کیا ہے کسی آدمی سے بیچا، اور ساتھ ہی مؤکل نے کسی دوسرے آدمی سے بیچا تو امام محمدؒ اس میں مؤکل کے تصرف کا اعتبار کرتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ دونوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

تشریح:اوپر کا مسئلہ دوسری جگہ سے استخراج کیا گیا ہے۔ امام محمدؒ کے مبسوط میں، کتاب البیوع میں ہے کہ عقد کرنے والے کا اعتبار ہوگا۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے۔(۱۹)و كذالک لو كان البائع اشترط الخيار لنفسه و لبعض اهله فقال :قد اوجبت البيع ، و قال الذى له الخيار لاارضى فالبيع جائز

فيـه تـصـرف الـمـوكل وأبو يوسف يعتبرهما. (۴۸)قال ومـن بـاع عبـدين بألف درهم على أنه بالخيار في أحدهما ثـلاثة أيـام فالبيع فاسد وإن باع كل واحد منهما بخمسمائة على أنه بالخيار

(۲۰)و لـو قـال البـائـع قـد رددت او أبـطـلـت و قال الذى له الخيار قد اوجبت البيع كان البيع باطلا مـردودا عـلـى صـاحـبـه لان الـخـيـار انـمـا هو للبائع ۔(مبسوط لامام محمد، باب خيار، ج خامس، ص ۱۲۳، نمبر ۱۹) اس عبارت میں ہے کہ اصل خیار بائع کا ہے اس لئے کہ وہی عاقد ہے۔اور مبسوط کے کتاب الماذون میں امام ابو یوسفؒ کا قول نقل کیا ہے کہ دونوں کا اعتبار کیا جائے گا، وہیں سے یہاں مسئلے کا استخراج کیا گیا ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ وکیل نے مثلا گائے ایک آدمی سے بیچی، اور موکل نے دوسرے آدمی سے بیچی تو امام محمدؒ کے یہاں چونکہ موکل اصل عاقد ہے اس لئے موکل نے جس سے بیچا ہے اس کا اعتبار ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں دونوں کا درجہ برابر ہے اور دونوں نے ایک ساتھ بیچا ہے اس لئے دونوں سے دونوں سے بیع ہو جائے گی، اور دونوں کو آدھی آدھی گائے ملے گی اور دونوں پر آدھی آدھی قیمت لازم ہوگی، البتہ تفریق صفقہ ہے اس لئے دونوں کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ:(۴۸) کسی نے دو غلام ہزار کے بدلے میں بیچا اس طرح کہ دونوں میں سے ایک میں تین دن کا خیار شرط ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو پانچ سو درہم میں بیچا اس طرح کہ دونوں میں سے ایک متعین غلام میں خیار ہے تو بیع جائز ہے۔

اصول : دو اصولوں کو یاد رکھیں۔[۱] ایک اصول یہ ہے کہ اگر مبیع مجہول ہو جائے تو بیع فاسد ہو جائے گی، اسی طرح ثمن مجہول ہو جائے تب بھی بیع فاسد ہو جائے گی۔

[۲]......دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر مبیع کے ساتھ ایسی چیز کو ملا دی جو بالکل مال ہی نہیں ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی، جیسے غلام کے ساتھ آزاد کو ملا دیا اور دونوں کو ایک ہزار میں بیچ دیا تو بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ مبیع کے لئے غیر مال کو قبول کی شرط لگا دی اس لئے دونوں کی بیع فاسد ہو جائے گی۔لیکن اگر مبیع کے ساتھ ایسی چیز کو ملا دی جو مبیع تو نہیں ہے لیکن مال ہے تو بیع فاسد نہیں ہوگی، جیسے خالص غلام کے ساتھ مدبر غلام کو بیع میں ملا دیا تو مدبر غلام مال ہے لیکن حنفیہ کے یہاں بک نہیں سکتا ہے اس لئے مبیع نہیں ہے، اس لئے باوجود خالص غلام کی بیع جائز ہوگی، کیونکہ مبیع کو مال کے ساتھ ملایا ہے۔

تشریح : دو غلاموں کو ہزار درہم کے بدلے میں خریدا، لیکن یہ متعین نہیں کیا کہ ہر ایک غلام کی قیمت کتنی ہے اس لئے دونوں غلاموں کی قیمت مجہول رہی، اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ اوپر اصول گزرا کہ ثمن مجہول ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ پھر دونوں غلاموں میں سے ایک میں خیار لیا۔، اور یہ متعین نہیں کیا کہ کس غلام میں خیار ہے۔اب جس میں خیار لیا وہ

في أحدهما بعينه جاز البيع ۱؎ **والمسألة على أربعة أوجه أحدها أن لا يفصل الثمن ولا يعين الذي فيه الخيار وهو الوجه الأول في الكتاب وفساده لجهالة الثمن والمبيع لأن الذي فيه الخيار كالخارج عن العقد إذ العقد مع الخيار لا ينعقد في حق الحكم فبقي الداخل فيه أحدهما**

غلام مبیع میں داخل نہیں ہے کیونکہ مثلا بائع نے خیار لیا تو یہ غلام مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگا، اور جس غلام میں خیار نہیں لیا وہ مبیع میں داخل ہے اور مشتری کی اس پر ملکیت ہو جائے گی۔ اب کس غلام میں خیار ہے وہ متعین نہیں ہے، اس لئے جس غلام میں خیار نہیں ہے اور مبیع ہے وہ بھی مجہول ہوگئی، اس لئے اس سے بھی بیع فاسد ہو جائے گی، تو گویا کہ یہاں مبیع بھی مجہول ہے اور ثمن بھی مجہول ہے اس لئے دونوں وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اور مسئلہ چار طریقوں پر ہے۔[۱] ان میں سے ایک یہ نہ ثمن کی تفصیل کرے، اور نہ جس غلام میں خیار ہے اس کو متعین کرے، اور یہ متن میں پہلی شکل ہے، اور اس کا فساد ثمن کی جہالت کی وجہ سے ہے اور مبیع کی جہالت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ جس غلام میں اختیار ہے گویا کہ وہ عقد سے خارج ہے، اس لئے کہ عقد خیار کے ساتھ حکم کے حق میں منعقد نہیں ہوتا، اس لئے بیع میں ایک ہی داخل رہا، اور وہ معلوم نہیں ہے[اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

تشریح: یہ مسئلہ چار طریقوں پر ہے، [۱] ان میں سے پہلی صورت یہ ہے جو متن میں ہے کہ ہر غلام کی الگ الگ قیمت متعین نہ ہو، اور جس غلام میں خیار لیا ہو وہ بھی متعین نہ ہو، اس لئے اس میں قیمت بھی مجہول ہے، اور مبیع بھی مجہول ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی، کیونکہ جس غلام میں خیار لیا ہے وہ غلام مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوا اور جس غلام میں خیار نہیں لیا وہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو گیا، اب کون سا غلام داخل ہے یہ پتہ نہیں ہے اس لئے مبیع مجہول ہوگئی۔

﴿چاروں قسمیں ایک نظر میں﴾

	ثمن متعین ہو، یا نہ ہو	خیار متعین ہو، یا نہ ہو	حکم
(۱)	ثمن متعین نہ ہو	خیار متعین نہ ہو	بیع فاسد ہے
(۲)	ثمن متعین ہو	خیار متعین ہو	بیع جائز ہے
(۳)	ثمن متعین ہو	خیار متعین نہ ہو	بیع فاسد ہے
(۴)	ثمن متعین نہ ہو	خیار متعین ہو	بیع فاسد ہے

ترجمہ: ۲؎ دوسری صورت یہ ہے کہ ثمن کی تفصیل کرے اور اس غلام کو متعین کرے جس میں خیار ہے، اور یہ کتاب [متن]

وهو غير معلوم. ٢ والوجه الثاني أن يفصل الثمن ويعين الذي فيه الخيار وهو المذكور ثانيا في الكتاب وإنما جاز لأن المبيع معلوم والثمن معلوم ٣ وقبول العقد في الذي فيه الخيار وإن كان شرطا لانعقاد العقد في الآخر ولكن هذا غير مكسد للعقد لكونه محلا للبيع كما إذا جمع بين قن ومدبر. ٤ والثالث أن يفصل ولا يعين. ٥ والرابع أن يعين ولا يفصل فالعقد فاسد في

میں دوسری صورت مذکور ہے،اور بیع جائز اس لئے ہے کہ مبیع معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے۔

تشریح: دوسری صورت یہ ہے کہ ہر غلام کی قیمت معلوم ہو کہ ہر ایک پانچ پانچ سو درہم کا ہے،اور وہ غلام بھی متعین ہے جس میں خیار شرط ہے، یہ بیع جائز ہے، کیونکہ ثمن بھی معلوم ہے اور مبیع بھی معلوم ہے۔متن میں یہ دوسری صورت مذکور ہے۔

ترجمہ: ۳ جس غلام میں اختیار ہے عقد میں اس کو قبول کرنا اگر چہ دوسرے کی بیع ہونے کے لئے شرط ہے،لیکن یہ عقد کو فاسد کرنے والا نہیں ہے اس لئے کہ وہ بیع کا محل ہے، جیسے کہ خالص غلام اور مدبر کو جمع کیا ہو۔

تشریح: یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ جس غلام میں خیار نہیں لیا گیا اس کی بیع منعقد ہونے کے لئے اس غلام کو بھی قبول کرنا شرط قرار دیا جس میں خیار لیا گیا ہے،تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جس غلام میں خیار ہے وہ بیچا جا سکتا ہے اور بیع کا محل ہے یہ اور بات ہے کہ خیار کی وجہ سے ابھی اس کی بیع موقوف رہی اس لئے اس کو قبول کرنے کی شرط لگانا بیع کو فاسد نہیں کرے گا، جیسے خالص غلام کو مدبر غلام کے ساتھ بیچے تو خالص غلام کی بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ مدبر غلام اگر چہ حنفیہ کے نزدیک بک نہیں سکتا،لیکن وہ مال ہے اس لئے اس کو قبول کرنے شرط لگانے سے خالص غلام کی بیع فاسد نہیں ہوگی،اور اگر خالص غلام کے ساتھ آزاد کی بیع کرتا تو چونکہ آزاد بالکل مال ہی نہیں ہے اس لئے دونوں کی بیع فاسد ہو جاتی۔

لغت: قن: خالص غلام، جس میں آزادگی کا شائبہ نہ آیا ہو۔مدبر: آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو تو اس کو ,مدبر، کہتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ یہ ابھی آقا کا مال ہے

ترجمہ: ۴ تیسری صورت یہ ہے کہ ثمن کی تفصیل کرے،،لیکن کس غلام میں خیار ہے اس کو متعین نہ کرے۔

تشریح: یہ تیسری صورت ہے کہ ہر غلام کی قیمت الگ الگ متعین کرے،لیکن کس غلام میں خیار ہے اس کو متعین نہ کرے، بلکہ یوں کہے ,مجھے دونوں غلاموں میں سے ایک میں خیار شرط ہے،اس صورت میں بیع فاسد ہوگی، کیونکہ مبیع مجہول ہے۔

ترجمہ: ۵ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جس غلام میں خیار ہے اس کو متعین کرے،لیکن ثمن کی تفصیل نہ کرے،اور عقد دونوں صورتوں میں فاسد ہے یا مبیع کی جہالت کی وجہ سے یا ثمن کی جہالت کی وجہ سے۔

تشریح: چوتھی صورت یہ ہے کہ جس غلام میں خیار لیا ہے وہ غلام متعین ہے،لیکن ہر غلام کی قیمت کیا ہے یہ تفصیل نہیں کی تو

الوجهين إما لجهالة المبيع أو لجهالة الثمن. (۴۹)قال ومن اشترى ثوبين على أن يأخذ أيهما شاء بعشرة وهو بالخيار ثلاثة أيام فهو جائز وكذا الثلاثة فإن كانت أربعة أثواب فالبيع فاسد ل **والقياس أن يفسد البيع في الكل لجهالة المبيع وهو قول زفر والشافعي .**

اس صورت میں بھی بیع فاسد ہوگی کیونکہ جو غلام مبیع میں داخل نہیں ہے اس کی قیمت مجہول ہے اس کی وجہ سے جس غلام کی بیع ہوئی اس کی بھی قیمت مجہول ہوگئی اس لئے اس صورت میں بھی بیع فاسد ہوگی۔

وجه: اس حدیث میں ہے کہ دھوکے کی بیع سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هريرة قال نهى رسول الله** ﷺ **عن بيع الغرر و بيع الحصاة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الغرر،ص۲۹۹،نمبر۱۲۳۰) اس حدیث میں ہے کہ دھوکے کی بیع سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔

ترجمه: (۴۹) کسی نے دو کپڑے خریدا اس شرط پر کہ دونوں میں سے ایک دس درہم میں لے گا اور اس کو تین دن کا خیار ہے تو وہ جائز ہے، اور ایسے ہی تین کپڑے ہو، پس اگر چار کپڑے ہوں تو بیع فاسد ہے۔

ترجمه: ل اور قیاس کا تقاضا یہ ہے تمام میں بیع فاسد ہو مبیع کی جہالت کی وجہ سے اور یہی قول امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ دو اصولوں پر ہے۔

[۱]...... پہلا اصول۔خیار شرط کا ثبوت حدیث میں ہے، اور جس طرح خیار شرط کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح خیار تعیین کی بھی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ کبھی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کے لئے کوئی ماہر تجربہ کار مبیع کا انتخاب کرے، یا جس کے لئے خرید رہا ہے اس کو تین کپڑے دکھائے اور ان میں سے ایک کا انتخاب کرے۔

[۲]......اور دوسرا اصول یہ ہے کہ اعلی، ادنی اور اوسط، تین کپڑوں کی ضرورت پڑ سکتی اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ اختیار ضرورت کے مطابق ہی ہے اس لئے چار کپڑوں میں بیع فاسد ہوگی۔

تشریح: دو کپڑے خریدے اس طرح کہ دو کپڑوں میں سے ایک کو دس درہم میں لے گا، اور ساتھ ہی دوسری شرط لگائی کہ تین دن کا اختیار ہوگا تو بیع جائز ہے، لیکن اگر چار کپڑے ہوں تو جائز نہیں ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تین کپڑوں میں سے کس کپڑے کو لے گا یہ مجہول ہے اس لئے جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہونی چاہئے، چنانچہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے کہ بیع فاسد ہے۔اس عبارت میں ثوبین سے مراد احد الثوبین ہے، یعنی دونوں کپڑوں کو نہیں خریدا، بلکہ دونوں میں سے ایک کو خریدا ہے۔

وجه: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جس طرح خیار شرط کی ضرورت ہے اسی طرح خیار تعیین کی بھی ضرورت ہے تا کہ کوئی ماہر

٢؎ وجه الاستحسان أن شرع الخيار للحاجة إلى دفع الغبن ليختار ما هو الأرفق والأوفق والحاجة إلى هذا النوع من البيع متحققة لأنه يحتاج إلى اختيار من يثق به أو اختيار من يشتريه لأجله ولا يمكنه البائع من الحمل إليه إلا بالبيع فكان في معنى ما ورد به الشرع غير أن هذه الحاجة تندفع بالثلاث لوجود الجيد والوسط والرديء فيها والجهالة لا تفضي إلى المنازعة في

آدمی اس کا تعین کر سکے، یا جسکے لئے خرید رہا ہے وہ یہاں نہیں ہے اس لئے وہ اس کا انتخاب کر سکے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تین کپڑے میں تو ضرورت ہے کہ اعلی، یا ادنی یا اوسط میں سے ایک کا انتخاب کر سکے، لیکن چار کپڑوں میں اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہ گنجائش بقدر ضرورت ہوتی ہے اس لئے چار کپڑوں میں بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ: ٢؎ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ خیار شرط مشروع کیا گیا ہے خسارہ کو دور کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تا کہ جو زیادہ نفع بخش ہو اور موافق ہو اس کو اختیار کرے اور اس قسم کی بیع کی حاجت بھی متحقق ہے اس لئے کہ عقد کرنے والا اس شخص کے اختیار کرنے کی طرف محتاج ہوگا جس پر وہ اعتماد کرتا ہے، یا اس شخص کے پسند کرنے کی طرف جس کے لئے خریدنا ہے، اور بائع مبیع کو بغیر عقد کے اس کے پاس لے جانے اجازت نہیں دے گا پس خیار تعین بھی اس کے معنی میں ہوا جس کے لئے شریعت نے اجازت دی ہے [یعنی خیار شرط کے معنی میں ہوا] مگر یہ ضرورت تین کپڑوں میں دور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تین میں اعلی اور ردی اور اوسط موجود ہے، اور جس کے لئے اختیار ہے اس کے متعین ہونے کی وجہ سے تین کپڑوں میں جہالت جھگڑے کی طرف پہنچانے والی نہیں ہے [اس لئے یہ بیع جائز ہوگی]

تشریح: استحسان کے طور پر اس بیع کو جائز قرار دیا ہے، اس بیع کے جائز ہونے کی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ شریعت نے جس طرح خیار شرط ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا اسی طرح خیار تعین کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ کبھی اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کسی ماہر سے کپڑے کا تعین کروایا جائے، یا جس کے لئے کپڑا خرید رہا ہے اس کو دکھلا کر منتخب کروایا جائے، اور بائع بغیر عقد کے گھر لیجانے نہیں دے گا اس لئے اس قسم کی بیع کی ضرورت ہوئی۔ اور تین کپڑوں میں جائز ہے اس سے زیادہ میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کپڑا ایا اعلی ہوگا یا ادنی ہوگا اور انہیں تین میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے اس لئے اس تین کی ضرورت پڑی، اور یہ بیع ضرورت کی بنا پر خیار شرط پر قیاس کر کے جائز قرار دی گئی ہے اس لئے جتنی ضرورت ہے اتنی ہی جائز ہوگی، اور چار کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے چار کپڑوں میں بیع فاسد ہوگی، تیسری بات یہ فرماتے ہیں کہ کس کے لئے خیار ہے وہ متعین ہے اس لئے مفضی الی المنازعۃ نہیں ہے اس لئے جائز ہوگی۔

لغت: الغبن: دھوکا، خسارہ۔ الارفق: نرم ہو اور سستہ ہو۔ اوفق: حالات کے موافق ہو۔ من یثق بہ: جس پر اعتماد کرتا ہو

الثلاثة لتعيين من له الخيار ۳؎ وكذا في الأربع إلا أن الحاجة إليها غير متحققة والرخصة ثبوتها بالحاجة وكون الجهالة غير مفضية إلى المنازعة فلا تثبت بأحدهما. ۴؎ ثم قيل يشترط أن يكون في هذا العقد خيار الشرط مع خيار التعيين وهو المذكور في الجامع الصغير. وقيل لا يشترط وهو المذكور في الجامع الكبير فيكون ذكره على هذا الاعتبار وفاقا لا شرطا ۵؎ وإذا

ترجمہ:۳؎ ایسے ہی چار کپڑوں میں بھی جائز ہونی چاہئے مگر یہ کہ اس کی ضرورت متحقق نہیں ہے، اور رخصت کا ثبوت ضرورت کی بنا پر ہے، اور جہالت اگرچہ مفضی الی المنازعۃ نہیں ہے لیکن دونوں میں سے ایک سے رخصت ثابت نہیں ہوگی۔

تشریح: چار کپڑوں میں سے ایک کا اختیار لے تو بیع جائز نہیں ہے اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ دو باتوں سے بیع جائز ہو گی [۱] ایک یہ بیع مفضی الی المنازعۃ نہ ہو اور [۲] دوسری یہ کہ اس کی ضرورت ہو۔ یہاں من لہ الخیار [جس کے لئے خیار لیا گیا ہے] متعین ہے اس لئے مفضی الی المنازعۃ نہیں ہے لیکن دوسری شرط، چار کی ضرورت نہیں ہے، ضرورت تین کپڑوں میں ہی پوری ہو جاتی ہے، پس چونکہ ضرورت نہیں ہے اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ ۴؎: پھر کہا گیا ہے کہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اس عقد میں خیار شرط ہو خیار تعیین کے ساتھ، اسی کا ذکر ہے جامع صغیر میں ، اور کہا گیا ہے کہ اس کی شرط نہیں ہے، اسی کا ذکر ہے جامع کبیر میں اس اعتبار پر خیار شرط کا ذکر اتفاقی طور پر ہوگا شرط کے طور پر نہیں۔

تشریح: متن میں ذکر ہے کہ خیار تعیین کے ساتھ تین دن کا خیار شرط بھی لیا ہو۔ اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط بھی لینا ہوگا تب بیع جائز ہوگی، جامع صغیر میں عبارت اسی طرح ہے کہ خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط بھی لینا ہوگا، جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ **رجل اشترى احد ثوبين على ان يأخذ أيهما شاء بعشرة هو بالخيار ثلاثة ايام فهو جائز و كذالک الثلاثة و ان كانت أربعة اثواب فالبيع فاسد** ۔ (جامع صغیر، باب فی خیار الرویۃ وخیار الشرط، ص ۳۴۵) اس عبارت میں ہے کہ خیار تعیین کے ساتھ تین دن کا اختیار لیا ہو۔۔ اور جامع کبیر میں خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط لینا کوئی ضروری نہیں ہے اس لئے متن میں جو تین دن کے خیار شرط کا ذکر ہے وہ اتفاقی طور پر ہے خیار شرط لینا کوئی ضروری نہیں ہے۔۔ اگر خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط ہو تو خیار شرط کی وجہ سے مشتری کو تین دن میں تینوں کپڑوں کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور ایک کپڑے کو رکھ کر باقی کپڑے کو واپس کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ خیار تعیین کی وجہ سے ایک کپڑا رکھ لیا اور باقی کپڑا واپس کر دیا۔

ترجمہ :۵؎ اور جب خیار شرط کا ذکر نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دن کے ساتھ خیار تعیین کو متعین کرنا ضروری ہے

لـم يـذكـر خيـار الشـرط لا بـد من توقيت خيار التعيين بالثلاث عنده وبمدة معلومة أيتها كانت عـندهما. ٦ۓ ثـم ذكـر فـي بـعـض الـنسـخ اشتـرى ثوبين وفي بعضها اشترى أحد الثوبين وهو

اورصاحبینؒ کے نزدیک جوبھی مدت معلومہ ہواس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

تشریح : خیارتعیین تو لیا لیکن اس کے ساتھ خیار شرط نہیں لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خیارتعیین تین دن تک ہی لیا جا سکے گا اس سے زیادہ نہیں، کیونکہ انکے نزدیک خیار شرط خود ہی آجائے گا، اور انکے نزدیک خیار شرط تین دن تک ہی لے سکتا ہے اس لئے تین دن تک ہی مبیع متعین کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک چونکہ تین دن سے زیادہ بھی خیار شرط لیا جا سکتا ہے، اس لئے خیارتعیین بھی تین دن سے زیادہ لیا جا سکتا ہے، البتہ جتنے دنوں تک میں مبیع کو متعین کرے اتنے دنوں کو متعین کرنا ہوگا، مثلا پانچ دن کے اندر مبیع کو متعین کرے گا تو اس پانچ دن کا تعین کرنا ہوگا تب خیارتعیین صحیح ہوگا، اور اگر مبہم چھوڑ دیا تو تو خیارتعیین بھی فاسد ہو جائے گا۔

وجه :(۱) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل اس حدیث میں ہے۔ قـال هـو جـدی مـنقذ بن عمر وو كان رجلا قد اصابته آمة فی رأسه فكسرت لسانه و نازعته عقله و كان لا يدع التجارة و لا يزال يغبن فأتی رسول الله ﷺ فـذكـر لـه ذالک فـقـال اذا بـعـت فـقـل لا خـلابة ثم انت فی كل سلعة تبتاعها بالخيار ثلاث ليال فان رضيـت فـأمسک و ان سـخطت فارددها على صاحبها ۔(دارقطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص۴۶، نمبر ۲۹۹۲ رسنن بیہقی، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثۃ ایام، ج خامس، ص ۴۴۹، نمبر ۱۰۴۵۹) اس حدیث میں ہے کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے۔(۲) حدیث میں تین دن کے ہی اختیار کا ثبوت ہے۔ عـن ابـن عـمـر عـن الـنبی ﷺ قال الخيار ثلاثة ايام ۔(دارقطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص۴۸، نمبر ۲۹۹۳ رسنن للبیھقی، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثۃ ایام، ج خامس، ص ۴۵۰، نمبر ۱۰۴۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المصراۃ، ص ۳۰۵، نمبر ۱۲۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف تین دن کا اختیار ملے گا۔

ترجمه : ٦ۓ پھر ذکر کیا کہ بعض نسخوں میں اشتری ثوبین، ہے [دو کپڑے خریدے] اور بعض نسخے میں اشتری احد الثوبین، ہے [دو کپڑوں میں سے ایک کو خریدا]، یہی صحیح ہے، اس لئے کہ مبیع حقیقت میں ایک کپڑا ہے اور دوسرا امانت ہے، پہلی عبارت 'اشتری ثوبین' مجاز اور استعارے کے طور پر ہے۔

تشـــریح : یہاں سے متن کی عبارت کی تشریح کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک عبارت میں ہے کہ اشتری ثوبین، جس کا مطلب ہے کہ دونوں کپڑے کو خریدا، لیکن یہ عبارت اتنی صحیح نہیں ہے، کیونکہ دونوں کپڑوں کو نہیں خریدا، البتہ یہ مجاز اور استعارہ

الصحيح لأن المبيع في الحقيقة أحدهما والآخر أمانة والأول تجوز واستعارة.(۵۰) ولو هلك أحدهما أو تعيب لزمه البيع فيه بثمنه وتعين الآخر للأمانة ۱؎ لامتناع الرد بالتعيب(۵۱) ولو هلكا جميعا معا يلزمه نصف ثمن كل واحد منهما ۱؎ لشيوع البيع والأمانة فيهما. ۲؎ ولو كان فيه خيار الشرط له أن يردهما جميعا. ۳؎ ولو مات من له الخيار فلوارثه أن يرد أحدهما لأن

کے طور پر کہہ دیا۔اور دوسری عبارت ہے' اشتری احد الثوبین ، دونوں کپڑوں میں سے ایک کوخریدا، یہ عبارت صحیح ہے، کیونکہ واقعی ایک ہی کپڑا خریدا ہے،اس لئے دوسرے کپڑے کوخریدنا مجاز کے طور پر ہوا۔

ترجمہ : (۵۰) اگر دو کپڑوں میں سے ایک ہلاک ہوگیا، یا عیب دار ہوگیا تو ہلاک شدہ کپڑے میں بیع لازم ہوجائے گی اس کی قیمت کے ساتھ اور دوسرا کپڑا امانت کے طور پر متعین ہوجائے گا۔

ترجمہ : ۱؎ عیب دار ہونے کی وجہ سے واپس کرنا ممتنع ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :خیار تعیین کے طور پر دو کپڑے لئے تھے،ان میں سے ایک کپڑا ہلاک ہوگیا، یا عیب دار ہوگیا،تو اس کپڑے کی بیع لازم ہوجائے گی ، اور اس کپڑے جو قیمت آپس میں طے ہوئی تھی وہ لازم ہوگی ، کیونکہ ہلاک ہونے کی وجہ سے یا عیب دار ہونے کی وجہ سے اس کو بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن ہوگیا،اس لئے اس کی بیع لازم ہوجائے گی ،اور دوسرا کپڑا امانت کے طور پر مشتری کے پاس رہے گا،اب اس کو بائع کی طرف واپس کر دینا چاہئے۔

ترجمہ :(۵۱)اور اگر دونوں کپڑے ایک ساتھ ہلاک ہوگئے تو مشتری کو دونوں کپڑوں میں سے ہر ایک کی آدھی آدھی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ : ۱؎ بیع اور امانت دونوں کپڑوں میں شائع ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :اگر دونوں کپڑے ایک ساتھ ہلاک ہوگئے تو کسی ایک کپڑے کو بیع کے طور پر یا امانت کے طور پر قرار نہیں دے سکتے اس لئے دونوں کپڑے امانت کے طور بھی ہیں،اور بیع کے طور بھی ہیں اس لئے دونوں کپڑوں کی آدھی آدھی قیمت بیع کے طور پر مشتری پر لازم ہوگی ،اور باقی آدھی آدھی قیمت امانت کے طور پر ہے اس لئے وہ لازم نہیں ہوگی ، کیونکہ امانت کے ہلاک ہونے پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی ہے، بشرطیکہ امانت کی حفاظت کرنے میں بے پرواہی نہ کی ہو۔

ترجمہ : ۲؎ اگر مشتری کے لئے خیار شرط ہوتو وہ دونوں کپڑوں کو واپس کرسکتا ہے۔

تشریح :اس عبارت کا تعلق مسئلہ نمبر ۴۹ سے ہے۔ کہ اگر مشتری نے خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط بھی لیا ہے تو خیار شرط کے ماتحت دونوں کپڑوں کو بائع کی طرف واپس کرسکتا ہے،اور اگر خیار شرط نہ لیا ہو تو چونکہ صرف خیار تعیین ہے اس لئے ایک کپڑا

الباقي خيار التعيين للاختلاط ولهذا لا يتوقف في حق الوارث. ۴ فاما خيار الشرط لا يورث وقد ذكرناه من قبل. (۵۲) قال ومن اشترى دارا على أنه بالخيار فبيعت دار أخرى بجنبها

لینا ہوگا، اور دوسرا کپڑا خیار تعیین کے ماتحت واپس کرسکتا ہے۔

ترجمہ : ۳ جسکو ختیار تعیین ہے وہ مرگیا تو اس کے ورثہ کے لئے دو کپڑوں میں سے ایک کو واپس کرنے کا حق ہے اس لئے کہ کپڑا اگھل مل جانے کی وجہ سے خیار تعیین باقی ہے، اسی لئے وارث کے حق میں وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔

تشریح :مشتری کو خیار تعیین کا حق تھا، لیکن ابھی مبیع متعین نہیں کر پایا تھا کہ تین دن کے اندر اندر مرگیا تو یہ خیار تعیین وراثت کے طور پر ورثہ کو نہیں جائے گا، لیکن چونکہ ایک کپڑے کی بیع ہو چکی ہے اور وہ بائع کے مال کے ساتھ خلط ملط ہے اس لئے اپنے مال کو چن کر نکال لینے کا حق ہوگا، یہی وجہ ہے کہ مورث کو صرف تین دنوں تک خیار تعیین ملتا تھا، لیکن وارث کے لئے تین دن کی شرط نہیں ہے بلکہ جب تک چاہے اپنے کپڑے کو چن لینے کا حق ہوگا، پس اگر وراثت کے طور پر خیار تعیین ملتا تو جس طرح مشتری کے لئے تین دن متعین تھے وارث کے لئے بھی تین دن متعین ہوتے۔

ترجمہ : ۴ بہر حال خیار شرط کی وراثت نہیں ہوتی، اس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

تشریح :اگر مشتری نے خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط بھی لیا تھا، اور تین دن گزرنے سے پہلے مرگیا تو خیار شرط وارث کو نہیں ملے گا، اور وارث خیار شرط کے ماتحت مبیع کو واپس نہیں کر سکے گا، بلکہ ایک کپڑے کی بیع لازم ہو جائے گی، اس کو ہم نے پہلے مسئلہ نمبر ۴۶ میں ذکر کر دیا ہے۔

اصول :خیار شرط، اور خیار تعیین کی وراثت نہیں ہوتی۔ البتہ وارث اپنا مال چن لینے کا اختیار ہوتا ہے۔

ترجمہ :(۵۲) کسی نے گھر خریدا اس شرط پر کہ اسکو خیار شرط ہے، پھر اس کے بغل میں دوسرا گھر بیچا گیا اس کو مشتری نے حق شفعہ کے طور پر لے لیا تو یہ پہلی بیع سے رضامندی ہے۔

اصول: علامت کی وجہ سے بھی حق ساقط ہو جاتا ہے۔

تشریح : مثلا زید نے خالد کا گھر خریدا اور اس میں تین دنوں تک لینے یا نہ لینے کا خیار شرط لیا، اس تین دنوں کے درمیان میں خالد کے گھر کے پاس رحیم کا گھر بکنے لگا تو زید نے خالد کے گھر کے پاس ہونے کی وجہ سے رحیم کے گھر پر حق شفعہ کا دعوی کیا ،اور حق شفعہ کی وجہ سے رحیم کا گھر خرید لیا، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خالد کا گھر زید مکمل خرید چکا ہے، اسی وجہ سے تو اس نے رحیم کے گھر پر حق شفعہ کا دعوی کیا اس لئے زید نے خالد کے گھر میں جو تین دنوں کا خیار شرط لیا تھا وہ ختم ہو جائے گا اور زید اور خالد والی بیع مکمل ہو جائے گی۔

فأخذها بالشفعة فهو رضا ۱؎ لأن طلب الشفعة يدل على اختياره الملك فيها لأنه ما ثبت إلا لدفع ضرر الجوار وذلك بالاستدامة فيتضمن ذلك سقوط الخيار سابقا عليه فيثبت الملك من وقت الشراء فيتبين أن الجوار كان ثابتا ۲؎ وهذا التقرير يحتاج إليه لمذهب أبي حنيفة خاصة.(۵۳) قال وإذا اشترى الرجلان عبدا على أنهما بالخيار فرضي أحدهما فليس للآخر أن

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ شفعہ کا طلب کرنا دلالت کرتا ہے پہلے گھر میں ملک اختیار کرنے پر، اس لئے کہ شفعہ پڑوس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ثابت ہوا ہے اور یہ جوار ملک کی ہمیشگی کی وجہ سے ہے اس لئے شفعہ کا طلب کرنا خیار شرط کے ساقط کرنے کو شامل ہے، جو حق شفعہ سے پہلے ہوگا اس لئے ملک خریدنے کے وقت سے ثابت ہوگی تو ظاہر ہوگیا کہ جوار پہلے سے ثابت ہے۔

تشریح : زید کا خیار شرط ساقط ہو جائے گا اس کی یہ دلیل عقلی پیش کر رہے ہیں، حاصل یہ ہے کہ۔ شفعہ کا حق اس لئے ملتا ہے کہ کوئی دوسرا خراب آدمی اس گھر کو خرید نہ لے اور پڑوس میں ہونے کی وجہ سے ہمیشہ تکلیف نہ پہنچاتا رہے، اس لئے جب مشتری نے شفعہ کا دعوی کیا تو معلوم ہوا کہ زید پہلا مشتری اس گھر کو خرید چکا ہے اور اس پر اس کی ملک ثابت ہو چکی ہے اس لئے پڑوس کے مکان میں حق شفعہ کا دعوی کر رہا ہے، اور جب وہ خرید چکا ہے تو تین کا جو خیار شرط لیا ہے وہ حق شفعہ کا دعوی کرنے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔۔ اس عبارت میں ضمیر کا مرجع لوٹنے میں مشکلات ہے، ذرا غور سے مرجع لوٹا لیں۔

لغت : الشفعة: مالک کا اپنا گھر ہے اس کے بغل میں دوسرا گھر بک رہا ہو تو پڑوسیت کے حق کی وجہ سے یہ دعوی کرے کہ یہ گھر میں خروں گا دوسروں کو خریدنے نہیں دوں گا، اس حق کو حق شفعہ، کہتے ہیں۔ اسی کو'حق جوار' کہتے ہیں۔ استدامة: دوام سے مشتق ہے، ہمیشہ رہنا، ہمیشہ رہنے کا حق۔ یتضمن: ضمن سے مشتق ہے، شامل ہونا۔ سابقا علیہ: حق شفعہ کے دعوی کرنے سے پہلے ہی خیار شرط ختم ہو جائے گا۔ فیثبت الملک من وقت الشراء: خیر تو ختم ہوگا حق شفعہ کے دعوی کرتے وقت، لیکن اس گھر پر مشتری کی ملکیت ثابت ہوگی خریدنے کے وقت سے، کیونکہ اسی وقت سے ایجاب اور قبول ہوئے ہیں۔

ترجمه : ۲؎ اس تفصیل کی ضرورت خاص طور پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر ضروری ہے۔

تشریح : مسئلہ نمبر ۴۰ میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک گزرا کہ مشتری نے خیار شرط لیا ہو تو مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی، لیکن یہاں حق شفعہ کے دعوی کرنے کی وجہ سے خیار ختم ہو جائے گا اور گھر مشتری کے ملک میں داخل ہو جائے گا۔۔ صاحبینؒ کے یہاں مشتری کو خیار ہو تب بھی مبیع اس کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے، اس لئے مشتری حق شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے

ترجمه : (۵۳) اگر دو آدمیوں نے غلام خریدا اس شرط پر کہ دونوں کو خیار شرط ہے پھر دونوں میں سے ایک بیع سے راضی

يرده ١ عند أبي حنيفة ٢ وقالا له أن يرده وعلى هذا الخلاف خيار العيب وخيار الرؤية لهما أن إثبات الخيار لهما إثباته لكل واحد منهما فلا يسقط بإسقاط صاحبه لما فيه من إبطال حقه.

ہوگیا تو دوسرے کو واپس کرنے کا حق نہیں ہے۔

ترجمہ : ١ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح : مثلا زید اور خالد نے رحیم سے ایک غلام خریدا، اور دونوں نے تین دنوں کا خیار شرط لیا، پھر مثلا زید اس بیع سے راضی ہوگیا اور اپنا خیار ختم کر دیا تو خالد کا بھی خیار ختم ہو جائے گا، اب اپنے خیار شرط کے ماتحت م غلام واپس نہیں کر سکتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر خالد کو اپنے اختیار کے ماتحت غلام واپس کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ غلام زید اور رحیم بائع کے درمیان مشترک ہو جائے گا اور اس میں شرکت کا عیب آجائے گا، حالانکہ بائع نے جب بیچا تھا تو اس میں شرکت کا عیب نہیں تھا، اور اب بائع کی طرف شرکت کے عیب کے ساتھ واپس ہو رہا ہے، جو اس کو زبردست نقصان ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی، اور خالد کو واپس کرنے کا خیار نہیں دیا جائے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یوں سمجھا جائے گا کہ ایک ہی اختیار زید اور خالد دونوں کو تھا، دونوں کو دو اختیار نہیں تھے، پس جب زید نے اس اختیار کو ختم کر دیا تو خالد سے بھی ختم ہو جائے گا

ترجمہ : ٢ صاحبینؒ نے فرمایا کہ دوسرے کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا، اور اسی قیاس پر ہے خیار عیب اور خیار رویت بھی، ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ دونوں مشتریوں کو اختیار ثابت کرنا، گویا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے خیار ثابت کرنا ہے اس لئے ساتھی کے خیار ساقط کرنے سے خود اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں اس کا حق باطل کرنا لازم آئے گا۔

تشریح : صاحبین فرماتے ہیں کہ زید نے اپنا خیار شرط ختم کر دیا تو اس کی وجہ سے خالد کا اختیار ساقط نہیں ہوگا اس لئے خالد کو اپنے حصے کے غلام کو بائع کی طرف واپس کرنے کا حق ہوگا۔ وبخیار عیب اور خیار رویت میں بھی دونوں کو الگ الگ اختیار دیتے ہیں اور ایک کے ساقط کرنے سے دوسرے مشتری کا حق ساقط نہیں کرتے۔

وجہ : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ زید اور خالد دونوں کو الگ الگ خیر ثابت ہے، اس لئے جب زید نے اپنا خیار ختم کیا تو اس سے خالد کا خیار ختم نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں اس کا اپنا حق باطل ہو جائے گا۔

اصول : امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دونوں مشتریوں کو ایک ہی اختیار رہتا ہے۔

اصول : صاحبینؒ کے یہاں دونوں مشتریوں کو الگ الگ اختیار ملتا ہے۔

ترجمہ : ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع بائع کی ملکیت سے شرکت کے عیب کے بغیر نکلی تھی، پس اگر دوسرا مشتری

٣ ولـه أن الـمبيـع خـرج عـن ملكه غير معيب بعيب الشركة فلو رده أحدهما رده معيبا به وفيه إلزام ضرر زائد ٤ وليس من ضرورة إثبات الخيار لهما الرضا برد أحدهما لتصور اجتماعهما على الرد.(٥٤) قال ومـن بـا ع عبدا على أنه خباز أو كاتب وكان بخلافه فالمشتري بالخيار إن شـاء أخـذه بـجميع الثمن وإن شاء ترک ١ لأن هـذا وصف مـرغـوب فيه فيستحق في العقد

لوٹائے گا تو عیب دار کر کے لوٹائے گا اور اس میں بائع پر زائد ضرر کا الزام ہے۔

تشــــريـح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع نے جب بیچا تھا تو اس غلام میں کسی کی شرکت نہیں تھی اور خالد خیار کے ماتحت واپس کرے گا تو غلام زید اور بائع کے درمیان شرکت ہو جائے گی جو عیب ہے اور بائع پر زائد نقصان ہے، اس لئے خالد کو مبیع واپس کرنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔

تــرجـمــه : ٤ دونوں کو خیار ثابت کرنے کی ضرورت میں سے یہ نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک کے لوٹانے پر راضی ہو جائے، کیونکہ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ دونوں ہی لوٹانے پر جمع ہو جائیں۔

تشــــريـح :یہ حضرت کی الزامی دلیل ہے کہ دونوں مشتریوں کو ایک ساتھ خیار دیا تو اس کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ دونوں کے لئے الگ الگ خیار ثابت ہو جائے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دونوں ایک ساتھ ہی واپس کرے، یا دونوں ایک ساتھ ہی بیع کا تام کر دے، اس لئے دونوں کو الگ الگ خیار دینا ضروری نہیں ہے۔

تـرجمه :(٥٤) کسی نے غلام خریدا اس شرط پر کہ وہ روٹی پکانے والا ہے یا کاتب ہے، اور وہ اس کے خلاف تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

تشريح :کسی نے غلام خریدا اس شرط پر کہ یہ روٹی پکانے والا ہے، یا کتابت کا فن جانتا ہے، اور بعد میں پتہ چلا کہ اس میں یہ صفت نہیں ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس مبیع کو لے یا چھوڑ دے، لیکن اگر لے گا تو پوری قیمت میں ہی لینا ہوگا، صفت کے نہ ہونے کی وجہ سے قیمت میں کمی نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) اس قول تابعی میں اس کا اشارہ ہے۔ **عـن ابـن سيـرين قال اذا ابتا ع رجل منک شيئا على صفة فـلـم تـخـالف مـا وصـفـت له فقد وجب عليه البيع** (مصنف عبد الرزاق، باب البیع علی الصفۃ وہی غائبۃ، ج ثامن ص ۳۵، نمبر ۱۴۳۱۵) اس قول تابعی میں ہے کہ اسی صفت پر موجود ہے تو خیار رویت نہیں ملے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس صفت پر نہ ہو تو اختیار ملے گا۔ (۲) روٹی پکانے وغیرہ صفت کی جو شرط تھی وہ نہ ہونے کی وجہ سے مشتری کا دل چھوٹا ہو گیا ہے اس لئے اس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

بالشرط ثم فواته يوجب التخيير لأنه ما رضي به دونه ۲؎ وهذا يرجع إلى اختلاف النوع لقلة التفاوت في الأغراض فلا يفسد العقد بعدمه بمنزلة وصف الذكورة والأنوثة في الحيوانات وصار كفوات وصف السلامة ۳؎ وإذا أخذه أخذه بجميع الثمن لأن الأوصاف لا يقابلها شيء

ترجمه : ا؎ اس لئے کہ یہ ایسی صفت ہے جس میں رغبت کرتے ہیں اس لئے شرط کی وجہ سے عقب میں مستحق ہوگا، پھر اس کے فوت ہونے کی وجہ سے اختیار واجب ہوگا اس لئے کہ مشتری بغیر اس کے راضی نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ روٹی پکانا رغبت والا وصف ہے اس لئے اگر بیع میں اس کی شرط لگائی تو مشتری اس کا مستحق ہوگا، اور وہ صفت نہ ہونے کی وجہ سے مبیع واپس کرنے کا حقدار ہوگا اس لئے کہ مشتری بغیر اس صفت کے راضی نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۲؎ یہ تفصیل نوع کے اختلاف کی طرف لوٹتی ہے اغراض میں تفاوت کم ہونے کی وجہ سے اس لئے اس صفت کے نہ ہونے کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا، یہ جانوروں میں مذکر مونث کی صفت کے درجے میں ہے، اور سلامت کے وصف کے فوت ہونے کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہاں سے دو اصول بتانا چاہتے ہیں [ا] ایک ہے مبیع میں بڑی چیز کا فوت ہونا جسکو منطق میں جنس، کہتے ہیں اگر جنس فوت ہوگئی تو بیع ہی نہیں ہوگی [۲] دوسرا ہے چھوٹی چیز کا فوت ہونا، جسکو منطق میں 'نوع' کہتے، یا چھوٹی صفت کہتے ہیں، اگر مبیع میں یہ فوت ہوجائے تو اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی، البتہ مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، روٹی پکانے کی صفت اور کتابت کی صفت نہ ہو تو یہ نوع کا فوت ہونا ہے، جنس کا فوت ہونا نہیں ہے اس لئے بیع فاسد نہیں ہوگی، شارحؒ نے اس کے لئے دو مثالیں پیش کی ہیں [ا] جانوروں میں مذکر اور مؤنث ہونا نوع والی صفت ہے، چنانچہ اگر بیل کہہ کر بیچا اور گائے نکلی تو بیع فاسد نہیں ہوگی، اس کے برخلاف انسان میں مذکر اور مؤنث جنس ہے، چنانچہ غلام کہہ کر بیچا اور باندی نکل گئی تو بیع فاسد ہو جائے، اس لئے کہ جنس کا فوت ہونا ہوا۔ [۲] دوسری مثال دے رہے ہیں کہ مبیع میں عیب سے سلامت کا وصف نوع اور چھوٹی صفت ہے، چنانچہ یہ کہہ کر بیچا کہ یہ مبیع عیب دار نہیں ہے اور عیب دار نکل گئی تو بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ مبیع تو ہے، البتہ عیب سے سلامت کی صفت نہیں ہے اس لئے مشتری کو اختیار رہوگا۔

لغت : تفاوت فی الاغراض: غرض اور مقصد میں بڑا فرق ہوجائے تو وہ شریعت میں جنس ہے، جیسے غلام کا غرض خدمت لینا ہے، اور باندی کا غرض وطی کرنا اور نسل بنانا ہے، جو بہت بڑا غرض ہے اس لئے غلام اور باندی میں مذکر، اور مونث کی صفت جنس ہے۔ اور جانور میں گائے اور بیل دونوں کا غرض گوشت کھانا اور کام لینا ہے اس لئے جانور میں مذکر اور مونث نوع کا فرق ہے

ترجمه : ۳؎ اور اگر مشتری اس کو لے تو پورے ثمن سے لے اس لئے کہ صفت کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں ہوتا اس لئے

من الثمن لكونها تابعة في العقد على ما عرف .

کہ وہ عقد کے تابع ہے، جیسا کہ پہچانا گیا۔

اصول :صفت کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

تشریح : مشتری اس غلام کو لینا چاہتا ہے جس میں روٹی پکانے کی صفت نہیں ہے تو صفت کے بدلے میں کچھ قیمت کم نہیں ہوگی، جو قیمت آپس میں طے ہوئی اسی پوری قیمت میں لے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ روٹی پکانا صفت ہے اور صفت کے بدلے کوئی قیمت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ عقد کے تابع ہوتی ہے اس لئے پوری قیمت میں ہی لینی ہوگی۔(۲)اس قول تابعی میں ہے۔**عن الشعبی فی رجل اشتری رقیقا جملة فوجد بعضهم عیبا قال یردهم جمیعا او یأخذهم جمیعا** (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یشتری المبیع جملۃ فیجد فی بعضہ عیبا، ج ثامن، ص ۱۲۱، نمبر ۱۴۷۷۸) اس اثر میں ہے کہ تمام مبیع لے یا تمام چھوڑ دے۔

﴿باب خيار الرؤية﴾

(۵۵)قال ومن اشترى شيئا لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا رآه إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده ١ وقال الشافعي لا يصح العقد أصلا لأن المبيع مجهول. ٢ ولنا قوله عليه الصلاة

﴿ باب خيار الرؤية ﴾

ضروری نوٹ : کسی چیز کو دیکھے بغیر خرید لے تو اس وقت دیکھنے کے بعد چاہے تو خریدے اور چاہے تو نہ خریدے ایسے اختیار کو خیار رویت کہتے ہیں۔ خیار رویت جائز ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله من اشتری شیئا لم یره فهو بالخیار اذا راٰه** ۔(دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص۵، نمبر ۲۷۷۹ رسنن للبیھقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبۃ، ج خامس، ص۴۴۰، نمبر ۱۰۴۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مبیع کو نہ دیکھا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ : (۵۵) کسی نے ایسی چیز خریدا جسکو دیکھا نہیں ہے تو بیع جائز ہے، اور اس کو خیار رویت ہے، جب دیکھ لے، چاہے تو پورے ثمن سے لے اور چاہے تو رد کر دے۔

تشریح : کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو خرید سکتا ہے، بیع جائز ہے، لیکن چونکہ بغیر دیکھے خریدا ہے اس لئے دیکھنے کے بعد اس کو خیار رویت ملے گا، دیکھنے کے بعد چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے چاہے اس میں کوئی عیب نہ ہو، لیکن لے گا پوری ہی قیمت میں لے، قیمت میں کمی نہیں ہوگی، ہاں بائع اپنی طرف سے کمی کر دے تو یہ الگ بات ہے۔

وجه :(۱) کیونکہ دیکھنے سے پہلے اس کی رغبت کاملہ نہیں ہے اور نہ وہ اس پر راضی ہے۔ اور پہلے گزر گیا کہ رضامندی کے بغیر بیع نہیں ہوگی (۲) اوپر حدیث گزری ۔**عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من اشتری شیئا لم یره فهو بالخیار اذا راٰه** .(دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص۵، نمبر ۲۷۷۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲ فی الرجل اشتری ولا ینظر الیہ من قال ھو بالخیار اذا راٰہ ان شاء اخذ وان شاء ترک، ج رابع، ص۲۷۳، نمبر ۱۹۹۶۷) اس حدیث سے پتہ چلا کہ دیکھنے کے بعد مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ :١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عقد بالکل صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ مبیع مجہول ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چونکہ مبیع دیکھی نہیں ہے اس لئے مبیع مجہول رہی اس لئے بیع ہی نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ٢ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے جس نے کسی چیز کو بغیر دیکھے خریدا اس کو اختیار ہے جب دیکھے یہ دیث اوپر دو

والسلام من اشترى شيئا لم يره فله الخيار إذا رآه ۳؎ ولأن الجهالة بعدم الرؤية لا تفضي إلى المنازعة لأنه لو لم يوافقه يرده فصار كجهالة الوصف في المعاين المشار إليه. ۴؎ وكذا إذا قال رضيت ثم رآه له أن يرده لأن الخيار معلق بالرؤية لما روينا فلا يثبت قبلها ۵؎ وحق الفسخ قبل الرؤية بحكم أنه عقد غير لازم لا بمقتضى الحديث ۶؎ ولأن الرضا بالشيء قبل العلم بأوصافه

مرتبہ گزر چکی ہے۔

ترجمه : ۳؎ اوراس لئے کہ نہ دیکھنے کی جہالت جھگڑے کی طرف پہنچانے والی نہیں ہے،اس لئے کہ اگر پسند نہیں آئے گی تو مشتری اس کو واپس کردے گا،تو سامنے اشارہ کئے ہوئے مبیع کے وصف کی جہالت کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ نہ دیکھنے کی جہالت جھگڑے کی طرف نہیں پہنچائے گی اس لئے کہ مبیع پسند نہیں آئے گی تو اس کو واپس کردے گا۔اس کی مثال دیتے ہیں، کہ جو مبیع سامنے ہو اور اس کی طرف اشارہ کر رہا ہو اس کی صفت کا پتہ نہ چلے تب بھی بیع ہو جاتی ہے، کیونکہ مشتری نے دیکھ کر مبیع کو لیا ہے،اسی طرح نہ دیکھنے کی وجہ سے جو وصف کی جہالت رہ گئی ہو اس سے بھی بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ جھگڑے کی طرف پہنچانے والی نہیں ہے۔

ترجمه : ۴؎ ایسے ہی اگر کہا کہ میں مبیع سے راضی ہو گیا پھر اس کو دیکھا پھر بھی مشتری کو لوٹانے کا حق ہوگا،اس لئے کہ اختیار دیکھنے پر معلق ہے اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی،اس لئے دیکھنے سے پہلے رد کرنے کا حق ثابت نہیں ہوگا۔

تشریح : ابھی دیکھا نہیں اس سے پہلے ہی مشتری نے کہہ دیا کہ میں اس مبیع سے راضی ہوں،اس کے بعد مبیع کو دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھر بھی واپس کرنے کا اختیار ثابت ہوگا،اور ہاں کہنے کے باوجود مبیع واپس کر سکے گا۔اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ دیکھنے کے بعد خیار رویت ہوگا[عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اشترى شيئا لم يره فهو بالخيار اذا راه . (دار قطنی ،کتاب البیوع ، ج ثالث ،ص ۵ ،نمبر ۲۷۷۹)اس لئے دیکھنے سے پہلے اس کو خیار رویت ہی نہیں تھا تو خیار رویت کو استعمال کیسے کرے گا!اس لئے دیکھنے سے پہلے خیار رویت باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے

ترجمه :۵؎ اور مشتری کو فسخ کرنے کا حق اس وجہ سے ہے کہ عقد لازم نہیں ہے۔حدیث کے مقتضی کی وجہ سے نہیں۔

تشریح :یہ ایک شبہ کا جواب ہے۔شبہ یہ ہے کہ رویت کے بعد خیار رویت ملے گا تو رویت سے پہلے بیع کو ختم کرنا چاہے تو اس کا اعتبار کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی بنا پر بیع ختم کرنے کا حقدار نہیں ہے، بلکہ خیار رویت کی وجہ سے یہ بیع لازم ہی نہیں ہے اس لئے مبیع کو دیکھنے سے پہلے بھی بیع ختم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

ترجمه :۶؎ اوراس لئے کہ اوصاف کو جاننے سے پہلے کسی چیز سے راضی ہونا متحقق نہیں ہوتا اس لئے مبیع کو دیکھنے سے پہلے

لا يتحقق فلا يعتبر قوله رضيت قبل الرؤية بخلاف قوله رددت. (۵۶)قال ومن باع ما لم يره فلا خيار له ۱؎ وكان أبو حنيفة يقول أولا له الخيار اعتبارا بخيار العيب وخيار الشرط وهذا لأن لزوم العقد بتمام الرضا زوالا وثبوتا ولا يتحقق ذلك إلا بالعلم بأوصاف المبيع وذلك بالرؤية

'رضیتُ'[میں اس مبیع سے راضی ہوں] کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بخلاف 'رددتُ'[میں اس بیع کو رد کیا] کے

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ حدیث میں دیکھنے کے بعد خیار رویت ملا ہے، اب اس مبیع کو دیکھا نہیں اور اس کے اوصاف سے واقف نہیں ہے اس لئے اس کا یہ کہنا کہ میں راضی ہو گیا، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس کے برخلاف بیع کو رد کرنے میں اوصاف کا علم ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لئے رد کر سکتا ہے۔

اصول: مبیع کو دیکھنے سے پہلے مبیع سے راضی ہونے کا اعتبار نہیں ہے، دیکھنے کے بعد پھر سے مشتری کو خیار رویت ملے گا۔ ہاں بیع رد کرنے کا حق ہے۔

ترجمہ : (۵۶) جس نے ایسی چیز بیچی جسکو دیکھی نہیں ہے تو اس کو خیار رویت نہیں ہے۔

تشریح : بائع نے اپنی چیز دیکھی نہیں تھی اور اس کو بیچ دی تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دیکھنے کے بعد نہ بیچے۔

وجہ : (۱) مبیع تو اسی کے پاس تھی۔ اس نے بیع سے پہلے کیوں نہیں دیکھی؟ نہ دیکھنا یہ اس کی غلطی تھی اس لئے اس کو خیار رویت نہیں دیا جائے گا (۲) اوپر کی حدیث میں من اشتری شیئا فرمایا ہے کہ جس نے خریدا، جس سے معلوم ہوا کہ خریدنے والے کو اختیار ہوگا۔ من باع نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ بیچنے والے کو خیار رویت نہیں ہوگا (۳) اثر سے پتہ چلتا ہے کہ بائع کو خیار رویت نہیں ملے گا۔ **عن ابن ابی ملیکة ان عثمان ابتاع من طلحة بن عبید الله ارضا بالمدینة ناقلة بارض له بالکوفة فلما تباینا ندم عثمان ثم قال بایعتک مالم اره فقال طلحة انما النظر لی انما ابتعت مغیبا و اما انت فقد رایت ما ابتعت فجعلا بینهما حکما فحکما جبیر ابن مطعم فقضی علی عثمان ان البیع جائز وان النظر لطلحة انه ابتاع مغیبا** . (سنن للبیہقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبة، ج خامس، ص ۴۳۹، نمبر ۱۰۴۲۴) اس اثر میں جبیر بن مطعم نے بائع حضرت عثمان کو خیار رویت نہیں دیا بلکہ مشتری حضرت طلحہ کو خیار رویت دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بائع کو خیار رویت نہیں ملے گا۔ صاحب ھدایہ نے نیچے اس اثر کا لایا ہے۔

اصول: بائع کے لئے خیار رویت نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱؎ حضرت امام ابو حنیفہؒ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ مشتری کے لئے بھی خیار رویت ہوگا، وہ قیاس کرتے تھے خیار عیب پر اور خیار شرط پر، اور یہ اس لئے کہ عقد کا لازم ہونا پوری رضامندی پر اور یہ رضامندی مبیع کے اوصاف کو جانے بغیر نہیں

فلم يكن البائع راضيا بالزوال. ٢ ووجه القول المرجوع إليه أنه معلق بالشراء لما روينا فلا يثبت دونه. ٣ وروي أن عثمان بن عفان باع أرضا له بالبصرة من طلحة بن عبيد الله فقيل لطلحة إنک قد غبنت فقال لي الخيار لأني اشتريت ما لم أره. وقيل لعثمان إنک قد غبنت فقال لي الخيار لأني بعت ما لم أره. فحكما بينهما جبير بن مطعم. فقضى بالخيار لطلحة وكان ذلک

ہوسکتا، اور یہ جاننا دیکھنے سے ہوگا اس لئے بائع اپنی ملکیت زائل ہونے پر راضی نہیں ہوگا۔

تشریح : حضرت امام ابوحنیفہؒ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح مشتری کو خیار رویت ملتا ہے اسی طرح بائع کو بھی خیار رویت ملے گا، اس کے لئے دو دلیلیں پیش کر رہے ہیں [۱] پہلی بات فرماتے ہیں کہ جس طرح بائع کو خیار شرط ملتا ہے اور خیار عیب ملتا ہے اسی طرح اس کو خیار رویت بھی ملے گا۔ [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ بائع کی پوری رضا رضامندی ہو تب بھی ہوتی ہے ، اور بائع کی پوری رضامندی اس وقت ہوگی جب وہ مبیع کے تمام اوصاف کو جانے گا، اور دیکھے بغیر تمام اوصاف کو جان نہیں سکتا اس لئے پوری رضامندی بھی نہیں ہوگی، اس لئے اس کو خیار رویت ملنا چاہئے۔

لغت :زوالا و ثبوتا : مبیع سے بائع کی ملکیت زائل ہو رہی ہو تب بھی اس کی رضامندی چاہئے۔ اور مبیع پر مشتری کی ملکیت ثابت ہو رہی ہو تب بھی اس کی رضامندی چاہئے، یہاں زوالا کا تعلق بائع سے ہے کیونکہ اسی کی ملکیت زائل ہو رہی ہے۔ اور ثبوتا کا تعلق مشتری سے ہے، کیونکہ اسی کی ملکیت ثابت ہو رہی ہے۔ راضیا بالزوال: بائع اپنی ملکیت زائل ہونے پر راضی نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٢ مرجوع قول کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں کہا خیار رویت خریدنے پر معلق ہے، جیسے کہ روایت کی اس لئے بغیر خریدے خیار رویت ثابت نہیں ہوگا۔

تشریح :حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بعد میں قول یہ ہے کہ بائع کو خیار رویت نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جو خریدے گا اس کو خیار رویت ملے گا، اور بائع نے خریدا نہیں ہے بلکہ بیچا ہے اس لئے اس کو خیار رویت نہیں ملے گا۔ یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ : ٣ روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے بصرہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے زمین بیچی، تو حضرت طلحہؓ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کو گھاٹا ہوا ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے خیار رویت ہے اس لئے کہ میں مبیع کو بغیر دیکھے خریدی ہے، اور حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کو گھاٹا ہوا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھکو خیار رویت ہے اس لئے کہ میں بغیر دیکھے بیچی ہے، تو دونوں آپس میں جبیر بن مطعمؓ کو حکم بنایا، تو حضرت جبیر بن مطعمؓ نے حضرت طلحہ کے لئے خیار رویت کا فیصلہ کیا، اور یہ

بمحضر من الصحابة رضي الله عنهم. ۴ے ثم خيار الرؤية غير مؤقت بل يبقى إلى أن يوجد ما يبطله (۵۷)وما يبطل خيار الشرط من تعيب أو تصرف يبطل خيار الرؤية ۱ے ثم إن كان تصرفا لا يمكن رفعه كالإعتاق والتدبير أو تصرفا يوجب حقا للغير كالبيع المطلق والرهن والإجارة يبطله

بات سب صحابہ کے سامنے ہوئی،[اس لئے بائع کو خیار رویت نہیں ہوگا]

تشریح :حضرت عثمان والا واقعہ ابھی اوپر گزرا۔

ترجمہ :۴ے پھر خیار رویت وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے بلکہ جب تک اس کو باطل کرنے والی چیز نہ پائی جائے وہ باقی رہتی ہے۔

تشریح : خیار شرط اور خیار تعیین تین دنوں کے ساتھ متعین تھے، لیکن خیار رویت میں وقت کی تعیین نہیں ہے مشتری جب مبیع کو دیکھ لے گا اس وقت خیار رویت ختم ہوگا۔

ترجمہ(۵۷) جو باتیں خیار شرط کو باطل کرتیں ہیں جیسے مبیع کا عیب دار ہونا، یا ایسا تصرف کرنا جو خیار رویت کو باطل کرتا ہو

اصول : مشتری کا ایسا کام جس سے بائع کی طرف مبیع کا واپس کرنا ناممکن ہو گیا ہو اس سے خیار رویت ختم ہو جائے گا، اور اگر ابھی تک واپس کرنا ناممکن نہیں ہوا تو خیار رویت باقی رہے گا۔

تشریح : جو باتیں خیار شرط کو باطل کرتیں ہیں وہ خیار رویت کو بھی ختم کر دیں گی، مثلا باندی خریدی اور خیار شرط لی اور اس درمیان اس سے وطی کر لی تو مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا، اسی طرح خیار رویت تھی اور باندی سے وطی کر لی تو خیار رویت باطل ہو جائے گا۔ یا مبیع میں ایسا تصرف کر لیا کہ اب مبیع کو بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن ہو گیا تب بھی خیار رویت باطل ہو جائے گا، مثلا غلام کو آزاد کر دیا، یا مدبر بنا دیا تو اب بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن ہو گیا اس لئے اس سے بھی خیار رویت ختم ہو جائے گا، لیکن اگر ایسا تصرف کیا جس سے مبیع کو بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن نہیں ہوا تو ابھی خیار رویت باقی رہے گا، مثلا بھاؤ کے طور پر مبیع کسی کو دیا، یا خیار شرط کے طور پر اس مبیع کو بیچا تو یہ ممکن ہے کہ اس بیع کو ختم کر کے مبیع بائع کی طرف واپس کر دے اس لئے ابھی خیار رویت ختم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱ے پھر اگر ایسا تصرف ہے جسکو ختم کرنا ممکن نہیں، جیسے آزاد کرنا، مدبر بنانا، یا ایسا تصرف جس سے غیر کا حق واجب کرتا ہے، جیسے مطلق بیچنا، اور رہن رکھنا، یا اجرت پر دینا تو خیار کو دیکھنے سے پہلے بھی باطل کر دیگا اور دیکھنے کے بعد بھی باطل کرے گا اس لئے کہ جب فسخ کرنا ناممکن ہو گیا تو خیار رویت باطل ہو جائے گا۔

تشریح :اوپر بتایا کہ بغیر دیکھے ہاں بھی کہہ دے گا تب بھی دیکھنے کے بعد اس کو خیار رویت ملے گا، اب بتا رہے ہیں کہ اگر

قبل الرؤية وبعدها لأنه لما لزم تعذر الفسخ فبطل الخيار ۲؎ وإن كان تصرفا لا يوجب حقا للغير كالبيع بشرط الخيار والمساومة والهبة من غير تسليم لا يبطله قبل الرؤية لأنه لا يربو على صريح الرضا ۳؎ ويبطله بعد الرؤية لوجود دلالة الرضا.

مشتری نے مبیع میں ایسا تصرف کر دیا جس کا اٹھانا ناممکن ہے، جیسے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر بنا دیا، یا ایسا تصرف کیا جس سے دوسرے کا حق مبیع کے ساتھ متعلق ہو گیا۔ جیسے مطلق بیچ دیا، خیار شرط وغیرہ بھی نہیں لیا۔ یا رہن پر رکھ دیا یا اجرت پر رکھ دیا تو چاہے ابھی تک مشتری مبیع کو نہ دیکھا ہو پھر بھی خیار رویت ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ اب مبیع کو بائع کی طرف دینا ناممکن ہو گیا۔

لغت :البیع المطلق: اگر خیار شرط کے ساتھ بیع کی تو یہ بیع مقید ہے اس میں ابھی خیار رویت ختم نہیں ہوگا، کیونکہ خیار شرط کے ماتحت بیع توڑ کر مبیع بائع کی طرف واپس کر سکتا ہے، لیکن مطلق بیع کر دی تو اب مبیع بائع کی طرف واپس نہیں کر سکتا۔ الرھن : گروی رکھنا۔ رہن رکھنا۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر ایسا تصرف کیا کہ دوسرے کا حق واجب نہیں کرتا جیسے شرط خیار کے ساتھ بیع کرنا، اور بھاؤ کے طور پر مبیع دینا، اور سپرد کئے بغیر ہبہ کرنا رویت سے پہلے خیار باطل نہیں کرتا، اس لئے کہ یہ صریح رضا مندی سے زیادہ نہیں ہے۔

تشریح : اگر مشتری نے مبیع میں ایسا تصرف کیا جس سے دوسرے آدمی کا حق ابھی متعلق نہیں ہوا ہے تو اس سے خیار رویت ختم نہیں ہوگا، اس کے لئے شارح نے تین مثالیں دی ہیں [۱] مشتری نے اس مبیع کو دوسروں کے ہاتھ میں بیچا ہے جس میں خیار رویت تھا، لیکن تین دنوں کا خیار شرط لے لیا ہے اس لئے ابھی یہ مبیع اگلے مشتری کا نہیں ہوا ہے، کیونکہ یہ خیار شرط کے ماتحت بیع توڑ کر پہلے بائع کو واپس کر سکتا ہے [۲] دوسری مثال ہے کہ بھاؤ کرنے کے طور پر مشتری نے مبیع کو دوسرے کو دے دیا، اس سے اس کا حق متعلق نہیں ہوجاتا کیونکہ ابھی تک بیع نہیں ہوئی ہے اس لئے اس سے بھی خیار رویت ختم نہیں ہوگا۔ [۳] مشتری نے مبیع کو ہبہ کیا اور ابھی تک اس کو سامنے والے کو قبضہ نہیں دیا ہے تو اس سے موہوب لہ کا حق متعلق نہیں ہوا اس لئے خیار رویت ختم نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ دیکھے بغیر صراحتا کہتا کہ میں اس مبیع سے راضی ہوں تب بھی اس کا خیار ختم نہیں ہوتا، یہاں تو رضا مندی کا صرف اشارہ ہے اس لئے بدرجہ اولی خیار ختم نہیں ہوگا۔

لغت :ھبۃ من غیر تسلیم : کسی چیز کو ہبہ کر کے جس کو ہبہ کیا [موہوب لہ] اس کو قبضہ دے دے تو وہ چیز اس کی ہو جاتی ہے، لیکن ابھی قبضہ نہیں دیا تو یہ چیز اس کی نہیں ہوگی۔ یربو: ربوا سے مشتق ہے افضل ہونا، زیادہ ہونا۔

ترجمہ :۳؎ اور دیکھنے کے بعد یہ چیزیں خیار باطل کر دیں گی دلالت کے طور پر رضا مندی پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح :مبیع کو دیکھنے کے بعد اوپر کے تین کام کئے، مثلا خیار شرط کے ساتھ مبیع بیچی، یا بھاؤ کے طور پر مبیع دے دی، یا بغیر

(۵۸)قال ومن نظر إلى وجه الصبرة أو إلى ظاهر الثوب مطويا أو إلى وجه الجارية أو إلى وجه الدابة وكفلها فلا خيار له ۱؎ والأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره فيكتفي برؤية ما يدل على العلم بالمقصود. ۲؎ ولو دخل في البيع أشياء فإن كان لا تتفاوت آحادها

قبضہ دے ئے مبیع ہبہ کر دی تو اس سے خیار رویت ختم ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مبیع دیکھنے کے بعد مشتری کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اندازہ ہوتا ہو کہ خیار رویت ختم کر کے بیع تام کرنا چاہتا ہے تو اس سے بھی خیار رویت ختم ہو جائے گا، اور یہ تین حرکتیں اس پر دلالت کرتی ہے کہ خیار رویت ختم کرنا چاہتا ہے اس لئے اس سے خیار رویت ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۵۸) اگر ڈھیر کے اوپر کا حصہ دیکھا یا لپیٹے کپڑے کے ظاہری حصے کو دیکھا یا باندی کا چہرہ دیکھا یا جانور کا چہرہ دیکھا اور اس کا پچھلا حصہ دیکھا تو اس کے لئے خیار رویت نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس میں اصل یہ ہے کہ مبیع کے تمام عضو کو دیکھنا شرط نہیں ہے اس کے متعذر ہونے کی وجہ سے اس لئے ایسے عضو کو دیکھنے پر اکتفا کیا جائے گا جس میں جاننا مقصود ہو۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔جس حصے کے دیکھنے سے پوری مبیع کا علم ہو جائے اس حصے کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔

تشریح : مبیع کے ہر ہر عضو کو دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ عرف میں جس عضو یا جس حصے کو دیکھنا شمار کیا جاتا ہے اس حصے کو دیکھنا کافی سمجھا جائے گا۔ اور اسی کو دیکھنے سے خیار رویت ختم ہو جائے گا۔ مثلا ڈھیر کے اوپر کے حصے کو دیکھنے سے پورے ڈھیر کی معلومات ہو جاتی ہے۔ اس لئے اوپر کے حصے کو دیکھنا کافی ہوگا۔ اسی طرح باندی کے چہرے کو دیکھنے سے پوری باندی کا علم ہو جاتا ہے اس لئے چہرہ دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔ جانور کے چہرے اور سرین کو دیکھنے سے پورا علم ہوتا ہے اور اس لئے انہیں کو دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔

لغت:صبرة: ڈھیر۔ مطویا : لپیٹا ہوا۔ کفل : جانور کی سرین۔

ترجمہ : ۲؎ اگر بیع میں کئی چیزیں شامل ہوں، پس اگر اس کا ہر ایک متفاوت نہ ہو جیسے کیلی چیز اور وزنی چیز، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا نمونہ پیش کیا جاتا ہو تو ان میں سے ایک کے دیکھنے پر اکتفا کیا جائے گا، ہاں جو کچھ دیکھا ہے اگر باقی اس سے گھٹیا ہے تو اس وقت اس کو اختیار ہوگا۔

تشریح :کئی چیزوں کی بیع ایک ساتھ کی اور کسی کو دیکھا نہیں ہے، پس اگر وہ تمام ایک ہی سائز کی ہوں اور اس کے افراد میں تفاوت نہ ہو، جیسے کیلی اور وزنی چیزوں میں تفاوت نہیں ہوتا ہے، تو ایک کے دیکھ لینے سے باقی کا دیکھنا شمار کیا جائے گا، اور باقی

كالمكيل والموزون وعلامته أن يعرض بالنموذج يكتفي برؤية واحد منها إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار. ٣؎ وإن كان تتفاوت آحادها كالثياب والدواب لا بد من رؤية كل واحد منها ٤؎ والجوز والبيض من هذا القبيل فيما ذكره الكرخي وكان ينبغي أن يكون مثل الحنطة والشعير لكونها متقاربة. ٥؎ إذا ثبت هذا فنقول النظر إلى وجه الصبرة كاف لأنه يعرف

سے بھی خیار رویت ختم ہو جائے گا۔ تفاوت نہ ہو اس کی علامت یہ ہے کہ لوگ تمام گیہوں کو نہیں دکھلاتے بلکہ دو چار دانے نمونہ کے طور پر دکھلاتے ہیں یہ تفاوت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ جسکو دکھلایا وہ اچھا گیہوں تھا اور جو نہیں دکھلایا وہ گھٹیا تھا تو اس کو باقی میں خیار رویت باقی رہے گا، کیونکہ باقی متفاوت نکلے۔

لغت :لایتفاوت احادھا: اس کا ہر ہر فرد مختلف نہ ہو۔ جیسے گیہوں، چنا، سرسوں وغیرہ۔ نموذج: نمونہ کے طور پر دکھلانا۔ اردأ: ردی سے مشتق ہے، جو زیادہ ردی ہو۔

ترجمه : ٣؎ اور اگر اس کے افراد متفاوت ہوں جیسے کپڑا اور چوپایا تو ان میں سے ہر ایک کو دیکھنا ضروری ہے۔

تشریح :بیع میں کئی چیزیں شامل ہوں اور ہر فرد الگ الگ انداز کا ہو تو ہر فرد میں الگ الگ خیار رویت ہوگا، اور ہر ایک کو دیکھنا ضروری ہوگا۔

ترجمه :٤؎ اخروٹ اور انڈا اسی قبیل سے ہیں [متفاوت کے قبیل سے] جیسا کہ حضرت کرخیؒ نے بیان کیا، اور مناسب یہ ہے کہ یہ گیہوں اور جو کی طرح ہوں اس لئے کہ یہ متقارب ہیں۔

تشریح :اخروٹ اور انڈے کی دو حیثیتیں ہیں۔ [۱] امام کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ مختلف ہوتے ہیں کوئی چھوٹا ہوتا اور کوئی بڑا ہوتا ہے، اس لئے ہر میں خیار رویت ثابت ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ ہر ایک میں خیار رویت نہ ہو، کیونکہ یہ قریب قریب ایک طرح کے ہی ہوتے ہیں۔

لغت : الجوز: اخروٹ۔ البیض: انڈا۔ متقاربۃ: قریب قریب۔

ترجمه :٥؎ جب یہ سمجھ گئے تو ہم کہتے ہیں کہ ڈھیر کے اوپر کا حصہ دیکھنا کافی ہے اس لئے کہ اس سے باقی صفتوں کا تعرف ہو جاتا ہے اس لئے کہ اناج کیلی چیز ہے اور نمونہ دکھلایا جاتا ہے۔

تشریح : یہ قاعدہ سمجھنے کے بعد کہ جس چیز کے دیکھنے سے پوری چیز کا علم ہو جاتا ہو تو اس کو دیکھنا کافی ہے، ہر ہر عضو کو دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ اناج کے ڈھیر کے اوپر کا حصہ دیکھ لیا تو خیار رویت ساقط کرنے کے لئے یہ کافی ہے باقی حصوں کو دیکھنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اوپر کے حصے سے باقی کا علم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ کیلی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اس

وصف البقية لأنه مكيل يعرض بالنموذج ٦ وكذا النظر إلى ظاهر الثوب مما يعلم به البقية إلا إذا كان في طيه ما يكون مقصودا كموضع العلم ٧ والوجه هو المقصود في الآدمي وهو والكفل في الدواب فيعتبر رؤية المقصود ولا يعتبر رؤية غيره. ٨ وشرط بعضهم رؤية القوائم. والأول هو المروي عن أبي يوسف رحمه الله. ٩ وفي شاة اللحم لا بد من الجس لأن المقصود

میں سے سب کونہیں دکھلاتے بلکہ نمونہ کے طور پر تھوڑا سا ہی دکھلاتے ہیں۔

ترجمہ : ٦ ایسے ہی ایسے کپڑے کا ظاہری جس سے باقی اوصاف کا علم ہوتا ہو، مگر جبکہ اس کے تہہ میں ایسی چیز ہو جو مقصود، جیسے بیل بوٹے [تو ظاہری دیکھنا کافی نہیں ہوگا]

تشریح : کپڑے کے تھان میں اوپر اور نیچے ایک ہی طرح کے ہیں تو اوپر کا حصہ دیکھ لینا تہہ کے لئے کافی ہوگا، لیکن اگر تہہ کے اندر پھول بوٹے ہیں جو اوپر نہیں ہیں، اور یہی مقصود ہیں تو اوپر کا دیکھنا اندر کے دیکھنے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔۔العلم : نقش ونگار۔

ترجمہ : ٧ چہرہ آدمی میں مقصود ہے، چہرہ اور چوتڑ جانور میں مقصود ہے اس لئے مقصود کے دیکھنے کا اعتبار کیا جائے گا دوسرے عضو کے دیکھنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

تشریح : آدمی کا چہرہ دیکھنے سے پورے انسان کا علم ہوجاتا ہے، اس لئے باندی اور غلام کے چہرہ دیکھنے سے خیار رویت ختم ہوجائے گا۔ جانور میں چہرہ او چوتڑ دیکھنے سے پورے جانور کا علم ہوجاتا ہے اس لئے چہرہ اور چوتڑ دیکھ لیا تو خیار رویت ختم ہوجائے گا۔اور اگر چہرہ نہیں دیکھا کوئی اور عضو دیکھا تو اس سے خیار ختم نہیں ہوگا۔۔الکفل: چوتڑ۔

ترجمہ : ٨ بعض حضرات نے پاؤں کے دیکھنے کی شرط لگائی، اور پہلی روایت حضرت امام ابو یوسفؒ کی ہے۔

تشریح : بعض حضرات نے فرمایا کہ چہرہ اور چوتڑ کے ساتھ جانوروں کا چاروں پاؤں دیکھے تب خیار رویت ختم ہوگا، کیونکہ یہ مقصود ہوتے ہیں۔ پہلی روایت یعنی چہرہ اور چوتڑ کا دیکھنا کافی ہے حضرت امام ابو یوسفؒ کی ہے۔

ترجمہ : ٩ گوشت کی بکری میں ضروری ہے ٹٹول کر دیکھنا، اس لئے کہ مقصود گوشت ہے اور وہ ٹٹولنے سے معلوم ہوگا۔ اور پالنے والی بکری میں ضروری ہے تھن کو دیکھنا۔

تشریح : ایسی بکری خریدی ہے جس کا گوشت کھانا ہے تو ٹٹول کر گوشت دیکھنا ہوگا، اور ایسی بکری ہے جسکو پالنا ہے تو اس کا تھن دیکھنا ہوگا اس سے خیار روت ساقط ہوگا، کیونکہ تھن کے بڑے چھوٹے ہونے سے دودھ زیادہ دے گی اور بچہ بھی بڑا ہوگا۔۔القنية : ایسی بکری جو پالی جاتی ہو۔

وهو اللحم يعرف به. وفي شاة القنية لا بد من رؤية الضرع. ١٠ وفيما يطعم لا بد من الذوق لأن ذلک هو المعرف للمقصود. (۵۹)قال وإن رأى صحن الدار فلا خيار له وإن لم يشاهد بيوتها ١ و كذلک إذا رأى خارج الدار أو رأى أشجار البستان من خارج. وعند زفر لا بد من دخول داخل البيوت ٢ والأصح أن جواب الكتاب على وفاق عادتهم في الأبنية فإن دورهم لم تكن متفاوتة يومئذ فأما اليوم فلا بد من الدخول في داخل الدار للتفاوت والنظر إلى الظاهر لا يوقع

ترجمہ : ١٠ اور کھانے کی چیزوں میں چکھنا ضروری ہے اس لئے چکھنے ہی سے مقصود حاصل ہوگا۔

تشریح : کھانے کی چیز خریدی تو اس کو چکھ کر دیکھنے سے خیار رویت ختم ہوگا، کیونکہ چکھنے سے پتہ چلے گا کہ اس کا مزہ کیسا ہے، اور یہی مقصود ہے۔

ترجمہ : (۵۹)اور اگر گھر کے صحن کو دیکھا تو مشتری کو اختیار نہیں ہوگا چاہے اس کے کمروں کو نہ دیکھا ہو۔

تشریح :مصنف کے ملک میں کمرے ایک طرح کے ہوا کرتے تھے اور صحن کو دیکھنے سے کمروں کا اندازہ ہو جاتا تھا اس لئے فرمایا کہ صحن کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔ چاہے کمروں کو نہ دیکھا ہو۔لیکن جن ملکوں میں کمرے کے اندر کا حصہ الگ الگ انداز کا ہو ان ملکوں میں کمرے کے اندر دیکھنا ہوگا۔اس کے بغیر خیار رویت ساقط نہیں ہوگا وجہ اور اصول اوپر گزر گئے کہ جس چیز سے علم ہو اس کا دیکھنا کافی ہے۔

ترجمہ :١ ایسے ہی اگر گھر کے باہر کو دیکھا، یا باہر سے باغ کے درختوں کو دیکھا[تو خیار ساقط ہو جائے گا]اور امام زفرؒ کے نزدیک ضروری ہے گھر کے اندر کو دیکھنا

تشریح : گھر کو باہر سے دیکھا، یا باغ خرید رہا تھا اور باغ کے باہر سے درختوں کو دیکھ لیا تو خیار ساقط ہو جائے گا، کیونکہ اس سے گھر کے اندر کا اور باغ کے اندر کا علم ہو جائے گا۔لیکن یہ انکے زمانے کی بات تھی۔ چنانچہ حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ گھر کے اندر اور باغ کے اندر دیکھنا ضروری ہے تب خیار ساقط ہوگا، کیونکہ باہر سے دیکھنے سے اندر کے اوصاف کا علم نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ : ٢ صحیح بات یہ ہے کہ گھروں کے بارے میں قدوری کتاب کا جواب اس ملک کی عادتوں کے مطابق ہے اس لئے اس زمانے میں انکے گھروں کے کمرے متفاوت نہیں ہوتے تھے، بہر حال آج کل تو تفاوت کی وجہ سے گھر کے اندر دیکھنا ضروری ہے ، کیونکہ ظاہر کے دیکھنے سے اندر کا علم نہیں ہوسکتا۔

تشریح :صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ صاحب قدوری نے جو کہا کہ صحن کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا،

العلم بالداخل. (٢٠)قال ونظر الوكيل كنظر المشتري حتى لا يرده إلا من عيب ولا يكون نظر الرسول كنظر المشتري وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا هما سواء وله أن يرده ١ قال معناه الوكيل بالقبض فأما الوكيل بالشراء فرؤيته تسقط الخيار بالإجماع ٢ لهما أنه توكل بالقبض دون إسقاط الخيار فلا يملك ما لم يتوكل به وصار كخيار العيب والشرط والإسقاط

چاہے اندر کے کمروں کو نہ دیکھا ہو، یہ صاحب قدوری کے ملک کی بات ہے کہ انکے یہاں ایک ہی قسم کے کمرے اس زمانے میں بنا کرتے تھے اس لئے صحن کے دیکھنے سے خیار ختم ہو جائے گا۔ آج کل کے زمانے میں کمرے مختلف قسم کے ہوتے ہیں اس لئے ہر کمرے کو الگ الگ دیکھنا ضروری ہے، ایک کمرے کو دیکھنا بھی دوسرے کمرے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۲۰) وکیل کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح ہے یہاں تک کہ واپس نہیں کر سکتا مگر عیب سے، اور قاصد کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ فرمایا کہ قاصد اور وکیل دونوں برابر ہیں ،مشتری کو حق ہے کہ مبیع واپس کر دے۔

ترجمہ :١ مصنف نے فرمایا کہ وکیل سے مراد وکیل بالقبض ہے، کیونکہ خریدنے کے وکیل کا دیکھنا بالاجماع خیار کو ساقط کر دیتا ہے۔

تشریح : یہاں وکیل سے مراد خریدنے کا وکیل نہیں ہے، کیونکہ وہ خود خریدنے والا ہے اس لئے اس کا دیکھنا موکل کا دیکھنا ہے، یہاں قبضے کا وکیل مراد ہے، کہ مشتری نے بغیر دیکھے خریدا اس کے بعد وکیل سے کہا کہ تم مبیع پر جا کر قبضہ کرلو، تو مبیع کو دیکھ کر اس کے قبضے سے مشتری کا خیار باطل ہوگا یا نہیں، اس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ وکیل کا دیکھنا موکل اور مشتری کے دیکھنے کی طرح ہے، اس سے مشتری کا خیار رویت ختم ہو جائے گا، اب مشتری خیار عیب کے ماتحت واپس کر سکے گا، خیار رویت کے ماتحت نہیں۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ وکیل کا دیکھنا موکل کا دیکھنا نہیں ہے چنانچہ وکیل دیکھتے ہوئے قبضہ گا تو اس سے موکل کا خیار رویت ساقط نہیں ہوگا، مشتری کے لئے حق ہوگا کہ وہ خیار رویت کے ماتحت واپس کر دے۔ آگے دونوں حضرات کے دلائل ہیں جو ذرا پیچیدہ ہیں۔

ترجمہ : ٢ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے خیار ساقط کرنے کا وکیل نہیں بنایا اس لئے جس چیز کا وکیل نہیں بنایا اس کے کرنے کا مالک نہیں ہے، اور یہ خیار عیب، اور خیار شرط کی طرح ہو گیا، اور قصدا خیار رویت کے ساقط کرنے کی طرح ہو گیا۔

تشریح : وکیل کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط نہیں ہوگا اس کے لئے، صاحبینؒ چار دلیل دیتے ہیں کہ [١] مشتری نے

قصدا. ٣؎ ولـه أن الـقبـض نـوعـان تـام وهو أن يقبضه وهو يراه. وناقص وهو أن يقبضه مستورا وهـذا لأن تـمـامـه بتمام الصفقة ولا تتم مع بقاء خيار الرؤية ٤؎ والـمـوكـل ملكه بنوعيه فكذا الـوكيـل. ومتـى قبـض الـموكل وهو يراه سقط الخيار فكذا الوكيل لإطلاق التوكيل. ٥؎ وإذا

وکیل کو صرف قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے خیار ساقط کرنے کا وکیل نہیں بنایا اس لئے اس کے قبضہ کرنے سے خیار رویت ساقط نہیں ہوگا۔[۲] جس طرح وکیل خیار عیب ساقط نہیں کرسکتا اسی طرح خیار رویت بھی ساقط نہیں کرسکتا[۳] وکیل خیار شرط ساقط نہیں کرسکتا اسی طرح خیار رویت بھی ساقط نہیں کرسکتا۔[۴] وکیل نے دیکھے بغیر قبضہ کیا اس کے بعد قصدا خیار رویت کو ساقط کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، اسی طرح دیکھتے ہوئے قبضہ کیا تو خیار رویت ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ٣؎ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قبضے کی دو قسمیں ہیں [۱] ایک تام قبضہ، وہ یہ ہے کہ دیکھتے ہوئے قبضہ کرے۔[۲] اور دوسرا یہ کہ ناقص اور وہ یہ ہے کہ نگاہ سے پوشیدہ کی حالت میں قبضہ کرے، اور یہ تفصیل اس لئے ہے کہ وکالت کا پورا ہونا عقد کے پورے ہونے کے ساتھ ہے، اور خیار رویت کے باقی رہنے کے ساتھ صفقہ پورا نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے، حاصل یہ ہے کہ مشتری نے وکیل کو تام عقد کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے۔ اور قبضہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ناقص قبضہ، وہ یہ ہے کہ وکیل قبضہ کرتے وقت مبیع کو نہ دیکھے اور اس میں مشتری کا خیار رویت باقی رہے۔ دوسرا تام، تام قبضہ یہ ہے کہ قبضہ کرتے وقت مبیع کو دیکھ رہا ہوتا کہ خیار رویت بھی ختم ہوجائے اور عقد تام ہوجائے، اور چونکہ مشتری نے عقد پورا کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے اس لئے خیار رویت ساقط کرتے ہوئے قبضہ کرے گا تب ہی قبضہ تام ہوگا اور عقد تام ہوگا اور وکالت کا کام پورا انجام ہوگا۔

ترجمہ : ٤؎ مؤکل قبضے کی دونوں قسموں کا مالک ہے تو ایسے ہی وکیل دونوں قسموں کا مالک ہوگا، اور جب مؤکل دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو خیار ساقط ہوجاتا ہے اسی طرح وکیل دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو خیار ساقط ہوجائے گا وکالت مطلق ہونے کی وجہ سے

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی دوسری دلیل ہے، کہ مؤکل ناقص قبضے کا بھی مالک ہے، اور تام قبضے کا بھی مالک ہے تو اسی طرح وکیل ناقص قبضے کا بھی مالک ہوگا اور تام قبضے کا بھی مالک ہوگا، اور مؤکل دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو خیار رویت ساقط ہوجاتا ہے تو وکیل دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو خیار رویت ساقط ہوجائے گا، کیونکہ یہاں مطلق وکیل ہے جس کی وجہ سے ناقص اور تام دونوں قسم کی وکالت کو شامل ہیں۔

ترجمہ : ٥؎ اگر وکیل نے نگاہ سے پوشیدہ کر کے قبضہ کیا تو وکالت ختم ہوگئی ناقص قبضے سے، تو اس کے بعد قصدا ساقط

قبضه مستورا انتهى التوكيل بالناقص منه فلا يملك إسقاطه قصدا بعد ذلک ٦ بخلاف خيار العيب لأنه لا يمنع تمام الصفقة فيتم القبض مع بقائه ٧ وخيار الشرط على هذا الخلاف. ولو سلم فالموكل لا يملک التام منه فإنه لا يسقط بقبضه لأن الاختيار وهو المقصود بالخيار يكون

کرنے کا مالک نہیں ہے۔

تشریح : یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ وکیل نے اس حال میں مبیع پر قبضہ کیا کہ اس کو دیکھ نہیں رہا تھا ،اور ناقص قبضہ کیا،اب قبضے کے بعد وکیل خیار رویت ساقط کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا،حالانکہ اگر مؤکل نے بغیر دیکھے کیا ہو تب بھی بعد میں خیار رویت ساقط کرسکتا ہے،تو جب وکیل دونوں قسم کے قبضے کا مالک ہے تو مؤکل کی طرح بعد میں کیونکہ خیار رویت ساقط نہیں کرسکتا،اس کا جواب یہ ہے کہ وکیل دونوں قسموں کی وکالت کا مالک ہے،لیکن جب اس نے بغیر دیکھے قبضہ کیا تو قبضہ کرتے ہی وکالت ختم ہوگئی،اب بعد میں خیار رویت ساقط کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا،کیونکہ اب وکالت ہی نہیں ہے۔

ترجمہ : ٦ بخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ وہ عقد کے تمام ہونے کو نہیں روکتا اس لئے خیار عیب کے باقی رہنے کے با وجود قبضہ مکمل ہوجائے گا۔

تشریح : یہ صاحبین ؒکو جواب ہے۔انہوں نے استدلال کیا تھا کہ خیار عیب کے رہتے ہوئے بھی وکیل کا قبضہ ہوتا ہے۔تو اسی طرح خیار رویت کے رہتے ہوئے وکیل کا قبضہ ہوسکتا ہے،تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ خیار عیب کے باوجود عقد مکمل ہوتا ہے،اس لئے وکیل نے عقد کے تمام ہونے کے ساتھ قبضہ کیا جو اس کا حق تھا اور پھر بھی مؤکل کو خیار عیب کے ماتحت واپس کرنے کا حق ہے،اس لئے خیار رویت کو خیار عیب پر قیاس نہیں کرسکتے۔

ترجمہ : ٧ اور خیار شرط کا معاملہ اختلاف پر ہے۔اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو مؤکل خود کامل قبضہ کا مالک نہیں ہے،کیونکہ اس کے قبضہ کرنے سے خیار شرط ساقط نہیں ہوگا،کیونکہ آزمانا جو خیار شرط سے مقصود ہے وہ قبضہ کرنے کے بعد ہوگا،پس اسی طرح اس کا وکیل قبضہ کامل کا مالک نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ بھی صاحبین ؒکو جواب ہے،انہوں نے استدلال کیا تھا کہ وکیل کے قبضہ کرنے کے باوجود مؤکل کے لئے خیار شرط باقی رہتا ہے اسی طرح وکیل کے قبضہ کرتے ہوئے بھی مؤکل کے لئے خیار رویت باقی رہے گا،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ خیار شرط کے بارے میں بھی ایک روایت ہے کہ مؤکل کے لئے خیار شرط باقی نہیں رہے گا،اس لئے خیار شرط خیار رویت کی طرح ہوگیا۔اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مؤکل کے قبضہ کرنے کے باوجود خیار شرط باقی رہتا ہے تو بات یہ ہے کہ مؤکل نے خیار شرط لیا ہو اور قبضہ کرلے تو خیار شرط ختم نہیں ہوتا،کیونکہ مبیع قبضہ کے بعد مبیع کو آزمائے گا کہ اچھی ہے یا خراب اس لئے جب

بعده فكذا لا يملكه وكيله ٨؎ وبخلاف الرسول لأنه لا يملك شيئا وإنما إليه تبليغ الرسالة ولهذا لا يملك القبض والتسليم إذا كان رسولا في البيع.(٦١)قال وبيع الأعمى وشراؤه جائز وله الخيار إذا اشترى ١؎ لأنه اشترى ما لم يره وقد قررناه من قبل(٦٢) ثم يسقط خياره بجسه المبيع إذا كان يعرف بالجس وبشمه إذا كان يعرف بالشم وبذوقه إذا كان يعرف بالذوق ١؎

مؤکل کے قبضہ کے باوجود خیار شرط ختم نہیں ہوتا تو وکیل کے قبضہ کے باوجود بھی خیار شرط ختم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٨؎ بخلاف قاصد کے اس لئے کہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس پر تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اسی لئے اگر وہ بیع میں قاصد تو قبضہ کرنے اور سپرد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

تشریح :مشتری نے کسی کو قاصد بنایا اور کہا کہ بائع سے کہہ دو کہ میں مبیع پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں اور بائع نے اس قاصد کو قبضہ دے دیا تو اس سے مشتری کا خیار رویت ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ قاصد کے ذمے قبضہ کرنا ہی نہیں ہے یہ تو بائع نے اپنی شرافت سے قبضہ دے دیا، اس کے ذمے تو صرف پیغام پہنچانا ہے، اس لئے اس کے قبضہ سے خیار رویت ساقط نہیں ہوگا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ اگر بیع میں کسی کو قاصد بنایا کہ جا کر یہ کہہ دو کہ میں اس مبیع کو خریدنا چاہتا ہوں تو اس سے قاصد نہ ثمن پر قبضہ کر سکتا ہے اور نہ مبیع کو سپرد کر سکتا ہے۔

ترجمہ :(٦١) نابینا کا بیچنا اور اس کا خریدنا جائز ہے لیکن اس کے لئے خیار رویت ہوگا جب خریدے۔

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ بغیر دیکھے خریدا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان کر دی ہے۔

تشریح : نابینا کا خریدنا اور بیچنا اس لئے جائز ہے کہ وہ آدمی ہے، عاقل و بالغ ہے۔ انسانی ضرورت اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا خریدنا اور بیچنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن چونکہ آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے مبیع کو دیکھا نہیں ہے اس لئے اس کو خیار رویت ہوگا۔ اس کے خیار رویت ساقط ہونے کے مختلف طریقے ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : (٦٢) پھر نابینا کا خیار ساقط ہو جائے گا اس طرح کہ مبیع کو ٹٹولے اگر ٹٹولنے سے معلوم ہو سکتا ہو، یا اس کو سونگھ لے اگر سونگھنے سے معلوم ہو سکتا ہو، یا چکھ لے اگر چکھنے سے معلوم ہو سکتا ہو جیسا کہ دیکھنے والے آدمی میں ہوتا ہے۔

ترجمہ :١؎ جیسا کہ دیکھنے والا آدمی چکھ کر دیکھے تو خیار ساقط ہوتا ہے۔

اصول :اصل پر عمل نہ کر سکتا ہو تو اس کے نائب پر عمل کرنا کافی ہوگا۔ جس طرح وضو پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرنا کافی ہوگا۔

تشریح : نابینا مشتری دیکھ نہیں سکتا ہے اس لئے مبیع کی حقیقت کو پہچاننے کے لئے جو دوسرے طریقے ہو سکتے ہیں ان کو استعمال کرنے سے اس کا خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر سونگھ کر مبیع کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اور سونگھ کر دیکھ لیا تو خیار

كما في البصير (٦٣) ولا يسقط خياره في العقار حتى يوصف له ل لأن الوصف يقام مقام الرؤية كما في السلم. ٢ وعن أبي يوسف رحمه الله أنه إذا وقف في مكان لو كان بصيرا لرآه وقال قد رضيت سقط خياره لأن التشبه يقام مقام الحقيقة في موضع العجز كتحريك الشفتين يقام مقام القراء ة في حق الأخرس في الصلاة وإجراء الموسى مقام الحلق في حق من لا شعر له في

ساقط ہو جائے گا۔اور چکھ کر معلوم کی جاسکتی ہو تو چکھ کر دیکھ لیا تو خیار ساقط ہو جائے گا۔جس طرح آدمی دیکھنے والا ہوا اور ٹٹول کر یا سونگھ کر یا چکھ کر دیکھ لے تو خیار ساقط ہو جائے گا۔اسی طرح نابینا بھی ایسا کرلے تو خیار ساقط ہو جائے گا۔یا پھر مبیع دیکھنے کا کسی کو وکیل بنالے اور وکیل دیکھ لے تو نابینا کا دیکھنا شمار کیا جائے گا اور اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

لغت:یجس :ٹٹول لے،چھوکر دیکھ لے۔یشم:سونگھ لے۔البصر :دیکھنے والے۔

ترجمہ :(٦٣) اور زمین میں اس کا خیار ساقط نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس کا وصف بیان کردے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام ہوتا ہے جیسا کہ بیع سلم میں ہوتا ہے۔

تشریح :نابینا نے زمین خریدی اب اس کو ٹٹول کر یا سونگھ کر یا چکھ کر معلوم نہیں کرسکتا اس لئے اس کی خیار کے ساقط کرنے اور مکمل رضامندی کا طریقہ یہ ہے کہ بائع زمین کی پوری حقیقت بیان کرے اور پورا وصف بیان کرے۔ان کو سن کر نابینا راضی ہو جائے تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ بیع سلم میں مبیع سامنے نہیں ہوتی ہے،صرف اس کی صفت بیان کردے تو مبیع حاضر سمجھی جاتی ہے،اور خیار باقی نہیں رہتا،اسی طرح یہاں نابینا کے سامنے زمین کی صفت بیان کردی جائے اور وہ اس سے راضی ہو جائے تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔العقار : زمین۔

ترجمہ : ٢ حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ نابینا کا زمین کے ایسی جگہ کھڑا کردیا جائے کہ اگر وہ دیکھنے والا ہوتا تو پوری زمین کو دیکھ لیتا اور کہہ دے میں راضی ہوگیا تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔اس لئے کہ جہاں عاجزی ہے وہاں تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہوتی ہے،جیسے گونگے کے حق میں ہونٹ کو ہلانا قرأة کے قائم مقام ہے نماز میں۔اور استرے کا چلانا حلق کے قائم مقام ہے اس کے حق میں جس کا بال نہیں ہے،حج میں۔

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ نابینا کو زمین کی اونچائی پر ایسی جگہ کھڑا کردے کہ اگر دیکھنے والا آدمی ہوتا تو خریدی ہوئی پوری زمین دیکھ لیتا،اور اس وقت نابینا یہ کہہ دے کہ میں اس سے راضی ہوگیا تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اصل کام کرنے سے عاجز ہو تو بعض مرتبہ اس کے مشابہ کام کرلینے سے اصل کی

الحج. ۳؎ وقال الحسن يوكل وكيلا بقبضه وهو يراه وهذا أشبه بقول أبي حنيفة لأن رؤية الوكيل كرؤية الموكل على ما مر آنفا. (٦٤) قال ومن رأى أحد الثوبين فاشتراهما ثم رأى

ادائیگی ہوجاتی ہے،اس کے لئے دومثالیں دی ہیں[ا] ایک یہ کہ کوئی آدمی گونگا ہو ہونٹوں کو قرأت کی طرح حرکت دے دینے سے قرأت ادا ہوجاتی ہے،اور یہ قرأت کے مشابہ ہے۔[۲] دوسری مثال دی ہے کہ حج کا احرام کھولنا ہے اور سر پر بال نہیں ہے تو سر پر اُسترہ پھیر دینے سے حلق شمار کر دیا جائے گا،اور احرام کھل جائے گا،اسی طرح نابینا کو زمین کے اوپر کھڑا کر دینے سے خیار رویت ساقط ہوگا

لغت :الشفتين :شفة سے مشتق ہے اور تثنیہ کا صیغہ ہے،دونوں ہونٹ۔اخرس: گونگا۔الموسی :اُسترہ ۔

ترجمه : ۳؎ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ کسی کو قبضے کا وکیل بنائے،اور وہ اس حال میں قبضہ کرے کہ دیکھ رہا ہو[تو نابینا کا خیار رویت ساقط ہوجائے گا] یہ امام ابوحنیفہ ؒ کے قول کے مشابہ ہے اس لئے کہ وکیل کی رویت مؤکل کی رویت ہے جیسا کہ ابھی گزر گیا۔

تشريح : امام حسنؒ کی رائے ہے کہ نابینا قبضے کا وکیل بنائے اور وہ دیکھتے ہوئے قبضہ کرے تو نابینا کا خیار رویت ساقط ہوجائے گا،یہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مشابہ ہے،کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل کی رویت سے مؤکل کی رویت ساقط ہوجاتی ہے۔

ترجمه :(٦٤) کسی نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھا پھر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کپڑے کو دیکھا تو اس کے لئے جائز ہے کہ دونوں کپڑوں کو واپس کر دے۔

اصول :(۱) یہاں یہ اصول جاری ہے کہ مبیع مختلف ہیں اس لئے ایک کو دیکھنا دوسرے کے لئے کافی نہیں۔اس لئے دوسرے میں خیار رویت ملے گا (۲) پوری مبیع واپس ہوگی آدھی نہیں۔

تشريح :صرف ایک کپڑے کو دیکھا تھا اور ایک ہی بیع میں دوسرے کپڑے کو بھی خرید لیا جس کو دیکھا نہیں تھا تو دوسرے کپڑے کے خیار رویت کے ماتحت دونوں کپڑوں کو واپس کر سکتا ہے۔

وجه : (۱) دونوں کپڑے مختلف ہیں۔ایک کو دیکھنا دوسرے کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے دوسرے کپڑے میں خیار رویت ملے گا اور چونکہ بیع ایک ہی ہے اور ایک کپڑے کو واپس کرے گا تو آدھی مبیع رہ جائے گی اور آدھی واپس ہوگی اس لئے واپس کرے گا تو دونوں اور رکھے گا تو دونوں کپڑے۔(۲) قول تابعی میں ہے **عن الشعبی فی رجل اشتری رقیقا جملة فوجد بعضهم عیبا قال یردهم جمیعا او یأخذهم جمیعا** (مصنف عبدالرزاق،باب الرجل یشتری المبیع جملة فیجد

الآخر جاز له أن يردهما ‌ ۱؎ لأن رؤية أحدهما لا تكون رؤية الآخر للتفاوت في الثياب فبقي الخيار فيما لم يره ثم لا يرده وحده بل يردهما كي لا يكون تفريقا للصفقة قبل التمام ۲؎ وهذا لأن الصفقة لا تتم مع خيار الرؤية قبل القبض وبعده ولهذا يتمكن من الرد بغير قضاء ولا رضا

فی بعضہ عیبا، ج ثامن، ص ۱۲۱، نمبر ۱۴۷۷۸) اس اثر میں ہے کہ تمام مبیع لے یا تمام چھوڑ دے۔ (۳) ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک کپڑے کو رکھے گا اور دوسرے کو واپس کرے گا تو ایک بیع میں دو بیع کرنا ہوا اور حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من باع بيعتين فی بيعة فله او كسهما او الربا . (ابوداؤد، باب فيمن باع بيعتين فی بیعۃ، ص ۵۰۰، نمبر ۳۴۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۱۲۳۱) اس میں ایک بیع میں دو بیوع گھسانے سے منع کیا ہے

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ ایک کپڑے کی رویت دوسرے کپڑے کے لئے نہیں ہوگی کپڑے میں تفاوت ہونے کی وجہ سے، اس لئے جب تک دوسرے کپڑے کو نہ دیکھے خیار رویت باقی رہے گا۔ پھر پہلے کپڑے کو اکیلے واپس نہیں کر سکتا، بلکہ دونوں کو واپس کرے گا تا کہ عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ نہ ہو جائے۔

تشریح : ایک کپڑے کو دیکھا ہے اور دوسرے کپڑے کو دیکھا نہیں ہے، اور دونوں میں فرق ہے اس لئے ایک کپڑے کو دیکھنا دوسرے کپڑے کے لئے دیکھنا نہیں ہے، اس لئے جب تک دوسرے کپڑے کو نہ دیکھے اس میں خیار رویت رہے گا، اب اس کو دیکھنے کے بعد اس اکیلے کو واپس نہیں کر سکتا بلکہ دونوں کو واپس کرے، یا دونوں کو رکھ لے، تا کہ عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ نہ ہو۔

ترجمہ : ۲؎ اور صفقہ پورا نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار رویت کے ہوتے ہوئے عقد پورا نہیں ہوتا، چاہے قبضے کے بعد ہو چاہے قبضے سے پہلے، یہی وجہ ہے کہ مشتری بغیر قاضی کے فیصلے کے اور بغیر بائع کی رضا مندی کے مبیع واپس کر سکتا ہے، اور یہ واپس کرنا اصل سے ہی فسخ ہوگا۔

تشریح : ایک کپڑے میں بھی خیار رویت ہے تو عقد شروع سے پورا ہی نہیں ہوا اس کی دو دلیلیں دیتے ہیں۔ [۱] پہلی دلیل یہ ہے کہ چاہے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر ایک مبیع میں بھی خیار رویت باقی ہے تو عقد منعقد نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری مبیع کو واپس کرنا چاہے تو قضاء قاضی کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور بائع کا راضی ہونا بھی ضروری نہیں ہے، مشتری خود مبیع واپس کر سکتا ہے [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ یہاں مبیع واپس کرنے سے بیع بنیاد سے ختم ہو جائے گی، گویا کہ آپس میں بیع ہوئی ہی نہیں۔

لغت : تفریقا للصفقة قبل التمام: ایک عقد ہوا اور ابھی پورا بھی نہیں ہوا، اور مکمل بھی نہیں ہوا اس سے پہلے آدھی مبیع لے اور آدھی

ويكون فسخا من الأصل. (۲۵) ومن مات وله خيار الرؤية بطل خياره ل لأنه لا يجري فيه الإرث عندنا وقد ذكرناه في خيار الشرط (۲۶) ومن رأى شيئا ثم اشتراه بعد مدة فإن كان على الصفة التي رآه فلا خيار له ل لأن العلم بأوصافه حاصل له بالرؤية السابقة وبفواته يثبت الخيار إلا إذا كان لا يعلمه مرئيه لعدم الرضا به (۲۷) وإن وجده متغيرا فله الخيار ل لأن تلك الرؤية

واپس کردے تو یہ عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ ہے۔ یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمه :(۲۵) کسی کا انتقال ہوا اور اس کو خیار رویت تھا، تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔

ترجمه : ل اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، جیسا کہ ہم نے خیار شرط میں ذکر کیا۔

وجه:(ا) یہ اختیار، ارادے اور چاہت کا نام ہے کہ بیع جائز قرار دیں یا نہ دیں۔ ورنہ ایجاب اور قبول پہلے ہو چکے ہیں۔ اور ارادے معنوی شی ہیں وہ منتقل نہیں ہوتے اس لئے اختیار ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا (۲) حدیث میں اشارہ ہے **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا الا بيع الخيار**. (بخاری شریف، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا ص ۲۸۳ نمبر ۲۱۱۱) اس حدیث میں صرف المتبایعان یعنی بائع اور مشتری کو اختیار دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی اور کو یہ اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۲۶) کسی نے کوئی چیز دیکھی پھر اس کو ایک مدت کے بعد دیکھا پس اگر اسی صفت پر ہے جیسا دیکھا تھا تو اس کے لئے اختیار نہیں ہے۔

اصول :حقیقت کو معلوم کرنے والی رویت خیار رویت ساقط کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے (۲) جو رویت حقیقت کا علم نہ دے وہ خیار رویت ساقط کرنے کے لئے کافی نہیں۔

تشریح : اس رویت سے خیار رویت ساقط ہوگا جس سے مبیع کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اگر مبیع کی حقیقت کا علم نہ ہو تو وہ رویت اختیار کے ساقط کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اب اگر مثلا چھ ماہ پہلے ایک چیز کو دیکھا تھا اور اسی حال پر وہ مبیع موجود ہے تو پہلی رویت حقیقت معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے مشتری کو خیار رویت نہیں ملے گا۔

وجه :(ا) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن سيرين قال اذا ابتاع رجل منك شيئا على صفة فلم تخالف ما وصفت له فقد وجب عليه البيع**. (مصنف عبد الرزاق، باب البیع علی الصفۃ وہی غائبۃ، ج ثامن، ص ۳۵، نمبر ۱۴۳۱۵) اس اثر میں ہے کہ اسی صفت پر موجود ہے تو خیار رویت نہیں ملے گا۔ بیع واجب ہوگی۔

ترجمه :(۲۷) اور اگر اس کو بدلا ہوا پایا تو مشتری کے لئے خیار رویت ہے۔

لم تقع معلمة بأوصافه فكأنه لم يره ٢؎ وإن اختلفا في التغير فالقول للبائع لأن التغير حادث وسبب اللزوم ظاهر إلا إذا بعدت المدة على ما قالوا لأن الظاهر شاهد للمشتري ٣؎ بخلاف ما إذا اختلفا في الرؤية لأنها أمر حادث والمشتري ينكره فيكون القول قوله.(٦٨)قال ومن

اشترى عدل زطي ولم يره فباع منه ثوبا أو وهبه وسلمه لم يرد شيئا منها إلا من عيب وكذلک

ترجمه :١؎ اس لئے کہ پہلی رویت اوصاف سے باخبر کرنے کے لئے نہیں ہے تو گویا کہ مبیع کو دیکھا نہیں ہے۔

تشریح :اگر مبیع کی حالت بدل گئی ہے تو مشتری کو خیار رویت ہوگا، کیونکہ بدلنے کی وجہ سے پہلی رویت مبیع کے اوصاف کو بتلانے کے لئے کافی نہیں ہے۔

ترجمه :٢؎ اور اگر حالت بدلنے میں اختلاف ہو گیا تو بائع کے قول کا اعتبار ہوگا اس لئے کہ بدلنا نئی چیز ہے، اور بیع کے لازم ہونے کا سبب ظاہر ہے، مگر یہ کہ مدت لمبی ہو گئی ہو جیسا کہ لوگوں نے کہا اس لئے کہ ظاہر حال مشتری کے لئے موافق ہے۔

تشریح : مبیع پچھلی حالت پر ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہو گیا اور مشتری کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے تو بائع کی بات مانی جائے گی۔

وجه :اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ بیع کرنے کی وجہ سے مبیع مشتری کے لئے لازم ہو گئی، اس لئے کہ ظاہری حالت یہ ہے کہ مبیع میں تغیر نہیں ہوا ہے کیونکہ یہ نئی چیز ہے اور بیع نافذ ہے، اور اس کو ختم کرنے کے لئے مشتری کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے اس لئے بائع کی بات مان لی جائے گی۔ ہاں مدت اتنی لمبی ہو چکی ہے اتنے فاصلے میں اس مبیع میں تغیر واقع ہونا ضروری ہے، تو چونکہ اب ظاہری حالت مشتری کے موافق ہے اس لئے اب مشتری کی بات مانی جائے گی۔

ترجمه :٣؎ بخلاف جبکہ خود رویت ہی میں اختلاف ہو گیا ہو[تو مشتری کی بات مانی جائے گی، کیونکہ دیکھنا نئی چیز ہے اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے، اس لئے مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح :خود دیکھنے میں اختلاف ہو گیا، بائع کہتا ہے کہ آپ نے مبیع کو دیکھا ہے، اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں دیکھا تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنا نئی بات ہے اور بائع دعوی کرتا ہے آپ نے دیکھا ہے اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے اور بائع کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے اس لئے قسم کے ساتھ منکر کی بات مانی جائے گی۔

ترجمه : (٦٨) کسی نے زطی تھانوں گٹھری خریدی اور اس کو دیکھا نہیں اور اس سے ایک کپڑا بیچ دیا، یا اس کو ہبہ کر دیا اور سپرد بھی کر دیا تو اس میں سے کچھ واپس نہیں کر سکتا مگر عیب سے۔

خيار الشرط ۱؎ لأنـه تعذر الرد فيما خرج عن ملكه وفي رد ما بقي تفريق الصفقة قبل التمام لأن خيار الرؤية والشرط يمنعان تمامها ۲؎ بخلاف خيار العيب لأن الصفقة تتم مع خيار العيب بعد

ترجمه :۱؎ یہی حال خیار شرط کا ہے۔اس لئے کہ جو کپڑا اس کی ملکیت سے نکل گیا ہے اس کو واپس لینا ناممکن ہے،اور باقی کپڑوں کو واپس کرنا عقد کے تمام ہونے سے پہلے تفریق صفقہ ہے۔ اس لئے کہ خیار رویت اور خیار شرط عقد کے پورے ہونے کو روکتا ہے۔

اصـــــول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، کچھ مبیع ہاتھ سے مکمل نکل چکی ہو کہ اس کو واپس کرنا مشکل ہو تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا، کیونکہ باقی کپڑوں کو واپس کریں تو عقد کے مکمل ہونے سے پہلے تفریق صفقہ لازم آئے گا۔

تشـريح :کسی نے زطی کپڑے کے کئی تھان کا ایک گٹھر خریدا،اور گٹھر کے کپڑوں کو دیکھا نہیں تھا۔ان میں سے ایک کپڑا کو بیع تام کے ساتھ بیچ دیا، یا ہبہ کیا اور موہوب لہ کو سپرد بھی کر دیا اس لئے اس کپڑے کا واپس آنا مشکل ہے اس لئے اس کو واپس نہیں کر سکتے ،اور باقی کو بھی نہیں کر سکتے جیونکہ اس میں تفریق صفقہ ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر بیع میں خیار رویت ہے، یا خیار شرط ہے تو عقد پورا نہیں ہوگا، گویا کہ ابھی بیع ہوئی ہی نہیں ،صرف بات چیت ہوئی ہے۔

وجه :(۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الشعبی فی رجل اشتری رقیقا جملة فوجد بعضهم عیبا قال یردهم جمیعا او یأخذهم جمیعا (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یشتری المبیع جملة فیجد فی بعضہ عیبا، ج ثامن ،ص ۱۲۱،نمبر ۱۴۷۷۸)اس اثر میں ہے کہ تمام مبیع لے یا تمام چھوڑ دے۔(۲) ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک کپڑے کو رکھے گا اور دوسرے کو واپس کرے گا تو ایک بیع میں دو بیع کرنا ہوا اور حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من باع بیعتین فی بیعة فله او کسهما او الربا . (ابو داؤد، باب فیمن باع بیعتین فی بیعة ،ص ۵۰۱،نمبر ۳۴۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعة ،ص ۲۹۹،نمبر ۱۲۳۱)اس حدیث میں ایک بیع دو بیوع گھسانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

ترجـمـه : ۲؎ بخلاف خیار عیب کے اس لئے مبیع پر قبضے کے بعد خیار عیب کے باوجود عقد پورا ہو جاتا ہے، اگر چہ قبضہ سے پہلے عقد پورا نہیں ہوتا۔اور مسئلہ کی وضع اسی میں ہے کہ قبضہ کے بعد خیار عیب ہو۔

تشـــريـح :یہ متن میں 'الا من عیب' کی تشریح ہے۔ کہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہو تو چاہے خیار عیب ہو اس کے باوجود عقد مکمل سمجھا جائے گا، ہاں اگر مبیع پر ابھی تک قبضہ نہ ہوا ہو تو عقد مکمل نہیں سمجھا جائے گا۔

وجه :اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ عن شریح قال اذا عرض السلعة علی البیع و هو یعلم ان بها عیبا

القبض وإن كانت لا تتم قبله وفيه وضع المسألة. ۳؎ فلو عاد إليه بسبب هو فسخ فهو على خيار الرؤية كذا ذكره شمس الأئمة السرخسي . ۴؎ وعن أبي يوسف أنه لا يعود بعد سقوطه كخيار الشرط وعليه اعتمد القدوري .

جازت عليه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یعرض السلعۃ علی البیع بعد ما یری العیب، ج ثامن، ص۱۲۳، نمبر۱۴۷۸۶)
اس قول تابعی میں ہے کہ عیب جانتے ہوئے مبیع بیچی بیع جائز ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قبضہ کے بعد عیب کے باوجود عقد مکمل ہو جائے گا۔

ترجمه :۳؎ پس اگر ایسے سبب سے مشتری کی طرف مبیع لوٹ آئی جو فسخ کے درجے میں ہے تو مشتری خیار رویت پر ہوگا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا۔

تشريح :مشتری نے کپڑا دیکھے بغیر مکمل بیچ دیا تھا، لیکن ایسے سبب سے یہ دوسری بیع فاسد ہوگئی کہ گویا کہ وہ بیع ہی نہیں تھی اور کپڑا مشتری کی طرف واپس آگیا تو اب مشتری کو خیار رویت کے ماتحت پورا گٹھر واپس کرنے کا حق ہوگا، امام شمس الائمہ سرخسی نے یہی فرمایا۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دوسری بیع کالعدم ہوئی تو گویا کہ مشتری نے اگلی بیع ہی نہیں تھی، اور اب چونکہ تمام کپڑوں کو واپس کرنے کی قدرت ہے اس لئے خیار رویت کے ماتحب سب کپڑے واپس کر سکیں گے۔

ترجمه :۴؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ خیار رویت ساقط ہونے کے بعد اب واپس نہیں ہوگا، جیسے خیار شرط واپس نہیں ہوتا ہے، اور صاحب قدوریؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

تشريح :امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ مشتری کے بیع کرنے کی وجہ سے خیار رویت ساقط ہو چکا تھا اب اگلی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے دوبارہ خیار رویت واپس نہیں ملے گا، جیسے خیار شرط ایک مرتبہ ساقط ہو جائے تو دوبارہ حق نہیں ملتا، حضرت امام قدوری کا رجحان اسی طرف ہے۔

ا

﴿باب خيار العيب﴾

﴿ باب خیارالعیب ﴾

ضـــروری نوٹ :مبیع میں عیب ہو جائے جس کے ماتحت مبیع کو واپس کرنے کا اختیار ہو اس کو خیار عیب کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔**عـن عـائشة ان رجـلا ابتاع غلاما فاقام عنده ماشاء الله ان يقيم ثم وجد به عيبا فـخـاصـمه الى النبى ﷺ فرده عليه فقال الرجل يا رسول الله قد استغل غلامى فقال رسول الله ﷺ الـخـراج بـالضمان.** (ابوداؤد شریف، باب فیمن اشتری عبدا فاستعملہ ثم وجد بہ عیبا ص ۵۰۶ ،نمبر ۳۵۱۰ /ابن ماجہ شریف، باب الخراج بالضمان، ص ۳۲۱ نمبر ۲۲۴۳ /سنن للبیھقی ، باب المشتری یجد بما اشتراہ عیبا وقد استعمله زمانا ،ج خامس، ص ۵۲۶ ،نمبر ۱۰۷۴۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ غلام میں عیب پایا تو اس کو بائع کی طرف واپس کر دیا۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **قـال لـى الـعـداء بـن خـالد بن هوذة الا اقرئک كتابا كتبه لى رسول الله ﷺ؟ قـال قـلـت بـلـى! فاخرج لى كتابا ،هذاما اشترى العداء بن خالد بن هوذة من محمد رسول الله ﷺ اشتـرى مـنى عبدا او امة لا داء ولا غائلة ولا خبثة بيع المسلم المسلم.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کتابۃ الشروط، ص ۲۹۶ ،نمبر ۱۲۱۶) اس حدیث میں آپؐ نے **لا داء ولا غائلة ولا خبثة** کی براءت لکھ کر صحابی کو دی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب نہیں ہونی چاہئے۔(۳) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ **ان عبـد الله بن عمر باع غلاما له بثمانى مائة درهم فباعه بالبراءة فقال الذى ابتاعه لعبد الله بن عمر بالغلام داء لم تسمه لى فاختصما الـى عثـمـان بـن عـفـان فقال الرجل باعنى عبدا وبه داء لم يسمه لى وقال عبد الله بعته بالبراءة فقضى عثـمـان عـلـى عبـد الـلـه بـن عمر ان يحلف له لقد باعه العبد وما به داء يعلمه فابى عبد الله ان يحلف وارتجع العبد.** (موطا امام مالک، باب العیب فی الرقیق ص ۵۷۱) اس عمل صحابی میں عیب کی وجہ سے مبیع واپس کی۔

نوٹ :باب خیارالعیب کے مسئلے کے لئے عموما اصول ان آیتوں سے مستنبط ہے۔

(۱) **لا تـضار والدة بولدها ولا مولود له بولده** ۔(آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ والد یا والدہ کو نقصان نہیں ہونا چاہئے۔اسی طرح بائع یا مشتری کو نقصان نہ ہو۔(۲) **فـمـن اعتـدى عـليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتـدى عـلـيـكم** ۔ (آیت ۱۹۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔(۳) **عـن ابـى سـعيد الـخدرى ان رسول الله ﷺ قال : لا ضرر و لا ضرار ، من ضار ضره الله و من شاق شق الله عليه .** (

(۶۹) وإذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده ۱؎ لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فوته يتخير كي لا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به (۷۰)وليس له أن يمسكه ويأخذ النقصان ۱؎ لأن الأوصاف لا يقابلها شيء من الثمن في مجرد

دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث ،ص ۶۴،نمبر ۳۰۶۰)اس حدیث میں ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو۔

اصول :بائع یا مشتری پر ظلم نہ ہو اسی اصول پر باب خیار العیب کے تمام مسائل لکھے گئے ہیں، چاہے بعض مسئلے کے تحت باضابطہ حدیث نہیں ہے۔

ترجمہ :(۶۹)اگر مشتری مبیع میں عیب پر مطلع ہو گیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن سے اس کو لے اور اگر چاہے تو مبیع کو واپس کر دے۔

تشریح :مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یہ سمجھ کر کہ اس میں عیب نہیں ہے بعد میں عیب کا پتہ چلا تو اس کے لئے خیار عیب کے ماتحت یہ اختیار ہے کہ پوری مبیع واپس کر دے۔لیکن یہ نہیں ہوگا کہ مبیع رکھ لے اور عیب کا جو نقصان ہے وہ نقصان بائع سے واپس لے لے۔واپس اس وقت کر سکتا ہے جب خریدتے وقت اس عیب کو دیکھا نہ ہو اور اس عیب پر راضی نہ ہوا ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا عیب ہو جس کو تجار عیب کہتے ہیں تب عیب کے ماتحت مبیع واپس کر سکتا ہے۔

وجہ : (۱)مبیع واپس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کا حق ضائع ہوا اس لئے مبیع واپس کر کے اپنا پورا حق وصول کرے گا (۲) اوپر حدیث میں تھا کہ عیب کے ماتحت صحابی نے غلام واپس کیا جس سے پتہ چلا کہ عیب کے ماتحت مبیع واپس کر سکتا ہے۔عن عائشة ان رجلا ابتاع غلاما فاقام عنده ماشاء الله ان يقيم ثم وجد به عيبا فخاصمه الى النبى ﷺ فرده عليه. (ابو داؤد شریف، باب فیمن اشتری عبدا فاستعملہ ثم وجد بہ عیبا ،ص ۳۵۱۰،نمبر ۳۵۱۰ /ابن ماجہ شریف، باب الخراج بالضمان،ص ۳۲۱ نمبر ۲۲۴۳ /سنن للبیہقی ،باب المشتری یجد بما اشتراہ عیبا وقد استعمله زمانا، ج خامس، ص ۵۲۶، نمبر ۱۰۷۴۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب کے ماتحت مبیع واپس کر سکتا ہے

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ مطلق عقد سالم وصف کا تقاضا کرتا ہے،اس لئے کہ اس کے فوت ہوتے وقت اختیار دیا جائے گا تا کہ جس چیز سے راضی نہ ہو اس کا نقصان لازم نہ آجائے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ عقد کیا ہے تو مشتری کو عیب سے سالم مبیع چاہئے، اس لئے کہ عیب سے سالم مبیع نہیں ہے تو اس کو مبیع واپس کرنے کا اختیار رہو گا۔

ترجمہ :(۷۰)لیکن مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ مبیع کو روک لے اور نقصان لے۔

العقد ۲؎ ولأنـه لـم يـرض بـزوالـه عن ملكه بأقل من المسمى فيتضرر به ۳؎ ودفع الضرر عن الـمشتري ممكن بالرد بدون تضرره ۴؎ والـمـراد عيب كان عند البائع ولم يره المشتري عند

ترجمہ : ۱؎ محض عقد کی وجہ سے اوصاف کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

تشریح : عیب کی وجہ سے جو کمی آئی ہے اس کے بدلے میں قیمت کم کر کے لے یہ حق نہیں ہے، کیونکہ وصف کی کمی زیادتی سے قیمت کی کمی زیادتی ہوتی ہے، لیکن صفت کے بدلے مستقل کوئی رقم نہیں ہوتی، اس لئے کم کر کے نہیں لے سکتا، ہاں بائع خود قیمت کم کر دے، تو یہ الگ معاملہ ہوگا، جس کا اختیار بائع کو ہے۔

وجہ :(۱)اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوری مبیع واپس کرے گا۔ عن الشعبي في رجل اشترى رقيقا جملة فوجد ببعضهم عيبا قال يردهم جميعا او يأخذهم جميعا (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یشتری البیع جملۃ فیجد فی بعضہ عیبا، ج ثامن، ص ۱۲۱، نمبر ۱۴۷۷۸)اس اثر میں ہے کہ پوری مبیع واپس کرے یا پوری مبیع رکھ لے۔

لغت : لان الاوصاف لا يقابلها شيء من الثمن في مجرد العقد: في مجرد العقد: کہہ کر یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ صرف عقد کرنے سے صفت کی الگ سے قیمت نہیں ہوگی، لیکن اگر بیع کرتے وقت صفت کی مستقل لگادی جائے تو اس کے مقابلے میں قیمت ہوتی ہے۔

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے کہ جتنا متعین ہوا ہے اس سے کم پر اپنے ملک سے زائل ہونے سے بائع راضی نہیں ہوگا، تا کہ اس سکو نقصان نہ ہو جائے [اس لئے قیمت کم نہیں ہوگی]

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ مبیع کی جو قیمت متعین ہوئی اس سے کم پر بائع راضی نہیں ہوگا، اس لئے قیمت کرنے سے اس کو نقصان ہوگا، اس لئے قیمت کم نہیں کر سکتے۔

ترجمہ:۳؎ اور مشتری سے نقصان دفع کرنا ممکن ہے مبیع واپس کر کے، بغیر بائع کو نقصان دئے۔

تشریح : عیب کی وجہ سے مشتری کو نقصان ہوا اس کا دفعیہ اس طرح ممکن ہے کہ اس کو مبیع واپس کرنے کا حق دیا جائے، اور اس سے بائع کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو اگر چہ قیمت نہیں ملی، لیکن مبیع تو سالم مل گئی۔

ترجمہ : ۴؎ اور عیب سے وہ عیب مراد ہے جو بائع کے پاس سے آیا ہو، اور مشتری نے بیع کرتے وقت بھی نہ دیکھا ہو اور اس پر قبضہ کرتے وقت بھی نہ دیکھا، کیونکہ اس وقت دیکھے گا تو عیب سے رضامندی ہو جائے گی۔

تشریح : یہاں عیب سے مراد یہ ہے کہ بائع کے پاس سے عیب آیا ہو، مشتری کے پاس آ کر پیدا نہ ہوا۔ اور اس عیب کو بیع کے وقت بھی مشتری نے نہ دیکھا ہو اور قبضہ کے وقت بھی نہ دیکھا ہو، کیونکہ بیع کے وقت یا قبضہ کے وقت دیکھتے ہوئے قبضہ

البيع ولا عند القبض لأن ذلك رضا به. (۷۱)قال وكل ما أوجب نقصان الثمن في عادة التجار فهو عيب ل لأن التضرر بنقصان المالية وذلك بانتقاص القيمة والمرجع في معرفته عرف أهله.(۷۲) والإباق والبول في الفراش والسرقة في الصغير عيب ما لم يبلغ فإذا بلغ فليس ذلک بعيب حتى يعاوده بعد البلوغ ل ومعناه إذا ظهرت عند البائع في صغره ثم حدثت عند

کرے گا تو اس عیب سے مشتری کی رضامندی شمار کی جائے گی، جسکی وجہ سے اب مبیع واپس نہیں کر سکے گا۔

ترجمه:(۷۱) ہر وہ عیب جو ثمن کا نقصان واجب کرتا ہو تاجروں کی عادت میں وہ عیب ہے۔

اصول:عیب میں وہاں کے محاورے کا اعتبار ہے۔

تشریح : تاجر جس کو عیب کہتے ہوں اور جس عیب کی وجہ سے قیمت میں کمی واقع ہو جاتی ہو وہ عیب ہے۔

ترجمه :ل اس لئے کہ نقصان ہونا مالیت کے کم ہونے سے ہے، اور یہ قیمت کے کم ہونے سے ہے اور اس کی معلومات تاجروں کے عرف پر موقوف ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ جس عیب سے مالیت کم ہوتی ہو اس کو نقصان سمجھا جائے گا، اور کس عیب سے مالیت کم ہوتی ہے اس کے بارے میں تاجروں کا عرف اصل مرجع ہے اس لئے تاجروں کے عرف کو دیکھا جائے گا کہ کن کن عیبوں سے مالیت کم ہوتی ہے۔

ترجمه :(۷۲) بھاگنا اور چارپائی میں پیشاب کرنا اور بچپنے میں چوری کرنا عیب ہیں جب تک بالغ نہ ہو۔ پس جب بالغ ہو جائے تو پہلے والا عیب نہیں ہے جب تک کہ بالغ ہونے کے بعد پھر نہ کرے۔

اصول یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بچپنے میں بھاگنا الگ عیب ہے، اور بالغ ہونے کے بعد یہی بھاگنا الگ عیب ہے، ایک نہیں ہے۔ اسی طرح بچپنے میں چوری کرنا یا پیشاب کرنا الگ عیب ہیں، اور بالغ ہونے کے بعد یہی چوری کرنا اور پیشاب کرنا الگ عیب ہیں۔

تشریح :اس عبارت میں کہنا چاہتے ہیں کہ غلام کو بچپنے میں خریدا اور اس میں یہ عیوب تھے، اور مشتری کے یہاں جا کر بچپنے ہی میں یہ عیوب ظاہر ہوئے تو یہ عیوب بائع کے یہاں سے آئے ہوئے ہیں اس لئے اس کے ماتحت مبیع واپس کر سکتا ہے، لیکن اگر بچپنے میں ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ بالغ ہونے کے بعد ظاہر ہوئے تو یہ عیب بائع کے یہاں سے نہیں آئے بلکہ مشتری کے یہاں الگ سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے اس کے ماتحت مبیع واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ بائع کے یہاں کے عیوب نہیں ہیں۔ چارپائی میں پیشاب کرنا بچپنے میں مثانہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور بالغ ہونے کے بعد پیٹ میں بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے۔

المشتري في صغره فله أن يرده لأنه عين ذلك وإن حدثت بعد بلوغه لم يرده لأنه غيره ٢ وهذا لأن سبب هذه الأشياء يختلف بالصغر والكبر فالبول في الفراش في الصغر لضعف المثانة وبعد الكبر لداء في باطنه والإباق في الصغر لحب اللعب والسرقة لقلة المبالاة وهما بعد الكبر

بچپنے میں بھاگنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کو کھیل سے محبت ہے اور بالغ ہونے کے بعد سمجھدار ہو گیا ہے اب بھاگنا فطری خباثت کی وجہ سے ہے۔ بچپنے میں چوری کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کو پرواہ نہیں ہے اور بالغ ہونے کے بعد فطری خباثت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے بچپنے میں یہ عیوب کوئی اور ہیں اور بالغ ہونے کے بعد یہ عیوب بالکل دوسرے ہیں۔ اس لئے بچپنے میں یہ عیوب بائع کے پاس ہوتے تھے اور مشتری کے پاس جانے کے بعد بچپنے میں یہ عیوب ظاہر نہیں ہوئے بلکہ بالغ ہونے کے بعد ظاہر ہوئے تو مشتری عیب کے ماتحت ان غلاموں کو واپس نہیں کر سکتا۔ نوٹ یہاں بچپنے سے مراد شعور والا بچپنا ہے، ورنہ دو سال کے اندر اندر تو سب بچہ پیشاب کرتا ہے اس لئے یہ عیب نہیں ہے۔

وجہ: (۱) کیونکہ بائع کے پاس سے یہ عیوب آئے ہی نہیں ہیں۔ (۲) قول تابعی میں ہے۔ **عن حماد فی رجل اشتری عبدا فاخبرانه ابق وهو صغير قال لا يرد من ذلک ، انما يرد من ذلک اذا فعله وهو كبير** (مصنف عبد الرزاق، باب هل یرد من العسر والشین والحمق والابق، ج ثامن، ص ۱۲۹، نمبر ۱۴۸۱۹) اس اثر میں بچپنے میں بھاگنے سے لوٹانے کی اجازت نہیں دی۔

اصول: بائع کے یہاں سے عیب نہ آیا ہو تو مشتری واپس نہیں کر سکتا۔

لغت: الاباق: بھاگنا۔ السرقۃ: چوری کرنا۔ یعاودہ: دوبارہ ظاہر ہو۔

ترجمہ: ۱ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ اگر بائع کے پاس ظاہر ہو جائے بچپنے میں پھر مشتری کے پاس ظاہر ہو بچپنے میں تو مشتری کے لئے جائز ہے کہ اس کو واپس کرے اس لئے کہ وہی پرانا ہے، اور اگر بالغ ہونے کے بعد پیدا ہوئے تو واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ عیوب اور ہیں۔

تشریح: بچپنے میں پیشاب کرنا وغیرہ بائع کے یہاں تھے اور بالغ ہونے سے پہلے بھی وہی عیب مشتری کے یہاں ظاہر ہوئے تو دونوں عیب ایک ہی ہیں اس لئے مشتری واپس کر سکتا ہے اس لئے کہ بائع کے یہاں ہی کا عیب ہے۔ اور اگر بالغ ہونے کے بعد یہ عیوب ہوئے تو یہ عیوب دوسرے ہیں جو مشتری کے یہاں پیدا ہوئے، اس لئے واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ ان چیزوں کے اسباب نابالغ اور بالغ میں مختلف ہیں، اس لئے کہ بستر میں پیشاب کرنا بچپنے میں مثانہ کمزور ہونے کی وجہ سے ہے، اور بالغ ہونے کے بعد پیٹ میں کسی بیماری کی وجہ سے ہے، اور بھاگنا بچپنے میں کھیل کی محبت

لخبث في الباطن ۳؎ والمراد من الصغير من يعقل فأما الذي لا يعقل فهو ضال لا آبق فلا يتحقق عيبا. (۷۳)قال والجنون في الصغر عيب أبدا ۱؎ ومعناه إذا جن في الصغر في يد البائع ثم عاوده في يد المشتري فيه أو في الكبر يرده لأنه عين الأول إذ السبب في الحالين متحد وهو فساد الباطن ۲؎ وليس معناه أنه لا يشترط المعاودة في يد المشتري لأن الله تعالى قادر على إزالته

کی وجہ سے ہے،اور چوری کرنا بے پرواہی کی وجہ سے ہے،اور یہ دونوں بالغ ہونے کے بعد خبث باطن کی وجہ سے ہے۔

تشریح : بچپنے میں یہ عیوب کسی اور سبب سے ہیں،اور بالغ ہونے کے بعد کسی اور سبب سے ہیں اس لئے یہ عیوب ایک نہیں ہیں اس لئے واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمہ :۳؎ اور بچپنے سے مراد ہے جو سمجھتا ہو بہر حال جو نہ سمجھتا ہو وہ گمراہ ہے، بھاگنے والا نہیں ہے اسلئے یہ عیب نہیں ہے

تشریح : بچپنے کی بھی دو حالتیں ہیں،اگر شعور نہیں ہے اور بھاگ گیا تو یہ بھاگنا نہیں ہے اس کو ضال اور گمراہ کہتے ہیں، کیونکہ اس کو شعور ہی نہیں ہے،اس لئے یہ بائع یا مشتری کے یہاں عیب ہی نہیں ہے،اور اگر شعور ہے اور بھاگا تو اس کو بھاگنا کہتے ہیں جو غلام میں عیب ہے۔یہی حال چوری،اور پیشاب کرنے کا ہے۔

لغت :ضال : بغیر عقل کے کہیں بھٹک جائے اس کو ضال کہتے ہیں۔آبق: جان کر بھاگنا۔

ترجمہ : (۷۳) جنون بچپنے میں عیب ہے ہمیشہ کے لئے۔

ترجمہ :۱؎ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ اگر بائع کے ہاتھ میں بچپنے میں مجنون ہوا پھر مشتری کے ہاتھ بچپنے میں ہی دوبارہ ہوا ،یا بالغ ہونے کے بعد دوبارہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے،اس لئے کہ پہلا ہی ہے اس لئے کہ دونوں حالتوں میں سبب ایک ہی ہے اور وہ ہے عقل کا خراب ہونا۔

اصول :جنون کا سبب ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔

تشریح :ایک مرتبہ مجنون ہو جائے تو موت تک ختم نہیں ہوتا،اس لئے بائع کے یہاں بچپنے میں مجنون ہوا تو مشتری کے یہاں جا کر بچپنے میں جنون کا اظہار ہو یا بالغ ہونے کے بعد اظہار ہو ہر حال میں اگر مشتری اس عیب سے راضی نہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے۔اس لئے کہ دونوں کا سبب ایک ہی ہے، پیشاب اور چوری کی طرح الگ الگ سبب نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ اس عبارت کا یہ معنی نہیں ہے کہ مشتری کے ہاتھ میں دوبارہ ظاہر ہونے کی شرط نہیں ہے،اس لئے کہ اللہ تعالی قادر ہے جنون کے زائل کرنے پر،اگر چہ کم ختم ہوتا ہے،اس لئے واپس لوٹانے کے لئے دوبارہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔

تشریح :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بائع کے یہاں جنون ظاہر ہوا تو مشتری کے یہاں بھی جنون کا ظاہر ہونا ضروری

وإن كـان قلما يزول فلا بد من المعاودة للرد. (۷۴)قال والبخر والذفر عيب في الجارية ۱ؕ لأن الـمـقصود قد يكون الاستفراش وطلب الولد وهما يخلان به(۷۵) وليس بعيب في الغلام [لأن الـمـقصود الاستخدام ولا يخلان به] إلا أن يكون من داء ۱ؕ لأن الداء عيب(۷۶) والـزنا وولد الـزنا عيب في الجارية دون الغلام ۱ؕ لأنـه يـخـل بالمقصود في الجارية وهو الاستفراش وطلب

ہے، چاہے بالغ ہونے سے پہلے، یا بالغ ہونے کے بعد تب غلام، اور باندی کو واپس کر سکتا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بائع کے یہاں جنون پیدا ہوا ہو اور مشتری کے یہاں اللہ تعالی نے اس کو ختم کر دیا ہو اس لئے واپس کرنے کے لئے مشتری کے یہاں دوبارہ جنون کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ : (۷۴) منہ کی بدبو اور بغل کی بدبو عیب ہے باندی میں۔

ترجمہ :۱ؕ اس لئے کہ مقصود کبھی فراش بنانا ہے اور یہ دونوں عیب فراش بنانے میں مخل ہیں۔

ترجمہ:(۷۵) اور نہیں ہے عیب غلام میں مگر یہ کہ بیماری کی وجہ سے ہو۔ اس لئے کہ بیماری خود عیب ہے۔

ترجمہ :۱ؕ اس لئے کہ مقصود خدمت لینا ہے اور یہ دونوں عیب خدمت لینے میں مخل نہیں ہیں۔

تشریح :باندی کے ساتھ مولی رات گزارے گا۔ پس اگر باندی میں منہ کی بدبو یا بغل کی بدبو ہو تو رات گزارنا مشکل ہوگا۔ اور نفع اٹھانے سے محروم رہے گا اس لئے باندی میں منہ کی بدبو اور بغل کی بدبو عیب ہیں۔ ان کی وجہ سے باندی کو واپس کر سکتا ہے۔ البتہ غلام کے ساتھ رات گزارنا نہیں ہے اس سے صرف خدمت لینا ہے اور منہ کی بدبو اور بغل کی بدبو خدمت لینے میں مخل نہیں ہیں، اس لئے غلام کو واپس نہیں کر سکتا۔

لغت:البخر :منہ کی بدبو۔ الذفر:بغل کی بدبو۔ الجاریۃ :باندی۔ داء:بیماری۔

ترجمہ :(۷۶) زنا اور ولد الزنا ہونا عیب ہے باندی میں نہ کہ غلام میں۔

ترجمہ :۱ؕ اس لئے کہ زنا کرانا باندی میں مقصود میں خلل انداز ہے، اور وہ فراش بنانا ہے اور بچہ پیدا کرنا ہے، اور غلام کے مقصود میں خلل انداز نہیں ہے اور وہ خدمت لینا ہے، مگر یہ کہ زنا کی عادت ہوگئی ہو جیسا کہ لوگوں نے کہا، اس لئے کہ عورتوں کے پیچھے جانے سے خدمت میں خلل اندزا ہوگا۔

تشریح :زنا والی عورت ہوگی تو اس سے جو نسل چلے گی وہ خراب عادت کی ہوگی۔ اور باندی سے نسل بڑھانا ہے تو گویا کہ خراب عادت ڈالنے والی عورت آ گئی اس لئے باندی میں زنا کار ہونا عیب ہے۔ اسی طرح باندی تو خود زنا کار نہیں ہے لیکن اس کی ماں نے زنا کر کے اس کو پیدا کیا ہے اور یہ باندی حرامی ہے اب اس سے جو نسل ہوگی وہ بھی حرامی اور عیب دار کہلائے

الـولـد ولا يـخل بالمقصود في الغلام وهو الاستخدام إلا أن يكون الزنا عادة له على ما قالوا لأن اتباعهن يخل بالخدمة.(٧٧) قال والكفر عيب فيهما ١ لأن طبع المسلم ينفر عن صحبته ولأنه يـمتـنع صرفه في بعض الكفارات فتختل الرغبة ٢ فـلـو اشتراه على أنه كافر فوجده مسلما لا يرده لأنه زوال العيب. ٣ وعند الشافعي يرده لأن الكافر يستعمل فيما لا يستعمل فيه المسلم

گی۔اس لئے باندی میں زنا کار ہونا،حرامی ہونا عیب ہے۔غلام سے نسل نہیں بڑھانا ہےاس لئے اس میں یہ دونوں باتیں عیب نہیں ہیں۔ہاں غلام زنا میں اتنا مشغول ہے کہ خدمت کرنے میں خلل انداز ہوتا ہے تو پھر یہ عیب شمار ہوگا۔اوراس کے ماتحت بائع کو واپس کیا جائے گا

وجه: (١)دلیل یہ قول تابعی ہے۔**عن شريح اختصم اليه فى امة زنت فقال الزنا يرد منه.** (مصنف عبدالرزاق، باب یرد من الزنا والحبل ،ج ثامن،ص ١٢٨،نمبر ١٤٨١٣)اس میں باندی زنا کی وجہ سے لوٹائی گئی۔(٢)**عن الزهرى قال يرد فى البيع من الريب كلها الزنا و السرق و شرب الخمر ، و اشابهه**(مصنف عبدالرزاق،باب یرد من الزنا والحبل ،ج ثامن،ص ١٢٨،نمبر ١٤٨١٤)اس قول تابعی میں ہے کہ زنا،چوری،شراب پینا وغیرہ سب سے باندی واپس کی جاتی ہے

ترجمه :(٧٧) اور کفر دونوں میں عیب ہے۔

ترجمه : ١ اس لئے کہ مسلمان کی طبیعت کافر کی صحبت سے متنفر کرتی ہے۔ اوراس لئے کہ بعض کفارات میں صرف کرنا ممتنع ہے،اس لئے رغبت کم ہو جائے گی۔

تشريح :اگر غلام اور باندی کو مسلمان کہہ کر خریدا اور وہ دونوں کافر نکلے تو یہ غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اوراس کی وجہ سے مشتری دونوں کو واپس کر سکتا ہے۔کیونکہ مسلمان کی طبیعت مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ کافر غلام کو کفارہ قتل میں آزاد نہیں کر سکتا اس لئے اس کے خریدنے میں رغبت کم ہوگی،اس لئے یہ عیب ہے۔

ترجمه : ٢ پس اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اوراس کو مسلمان پایا تو واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ عیب کا زوال ہے

تشريح : اگر اس شرط پر غلام خریدا کہ وہ کافر ہو اور وہ مسلمان نکلا تو واپس نہیں کر سکتا،کیونکہ مسلمان ہونا عیب نہیں ہے، بلکہ ایک بڑی خوبی ہے اس لئے اس کے ماتحت واپس نہیں کر سکتا۔

اصول:عیب کی شرط پر خریدا اور خوبی نکل آئی تو واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمه : ٣ امام شافعیؒ کے نزدیک واپس کر سکتا ہے اس لئے کہ کافر کبھی استعمال کیا جاتا ہے ایسی چیز میں جس میں مسلم استعمال نہیں کیا جاتا ہے،اوراس شرط کا فوت ہونا عیب کے درجے میں ہے۔

وفوات الشرط بمنزلة العيب. (٧٨)قال فلو كانت الجارية بالغة لا تحيض أو هي مستحاضة فهو عيب ۱؎ لأن ارتفاع الدم واستمراره علامة الداء ۲؎ ويعتبر في الارتفاع أقصى غاية البلوغ وهو سبع عشرة سنة فيها عند أبي حنيفة رحمه الله ۳؎ ويعرف ذلک بقول الأمة فترد إذا انضم

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کافر ہونا بھی ایک اہم صفت ہے اس لئے اگر اسکی شرط لگائی اور وہ نہیں ہے تو غلام واپس کیا جا سکتا ہے، کیونکہ کافر بعض ایسی جگہ پر استعمال ہو سکتا ہے جہاں مسلمان ستعمال نہیں ہو سکتا ہے، مثلا نماز کے وقت میں کافر غلام دکان کی حفاظت کر سکتا ہے، جبکہ مسلم غلام کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے۔

ترجمه :(٧٨) اگر باندی بالغ ہے اور حیض نہیں آتا ہے، یا وہ مستحاضہ ہے تو یہ عیب ہے۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ خون کا نہ آنا، اور خون کا مسلسل جاری رہنا بیماری کی علامت ہے۔

تشریح :اگر باندی بالغ ہوگئی ہے پھر بھی اس کو حیض نہیں آرہا ہے تو بیماری کی علامت ہے، اسی طرح باندی کو مسلسل استحاضہ آرہا ہے تو یہ بیماری کی علامت ہے جسکی بنا پر مشتری واپس کر سکتا ہے۔

ترجمه: ۲؎ اور خون ختم ہونے میں بلوغ کی آخری مدت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ سترہ سال ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

تشریح :حیض ختم ہو گیا اس کا پتہ بلوغت کی آخری مدت سے ہوگا، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سترہ سال ہے، یعنی اس کے بعد بھی حیض نہیں آئے گا تو عیب شمار کیا جائے گا۔

ترجمه :۳؎ اور یہ پہچانا جائے گا باندی کے قول سے اور واپس کی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ قسم کھانے سے بائع کا انکار شامل ہو، قبضہ کرنے سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔

تشریح :یہ ایک اشکال کا جواب ہے کہ حیض نہ آنا، یا استحاضہ کا مسلسل جاری ہونا چھپی ہوئی ہے تو مشتری بائع پر دعوی کیسے کر سکتا ہے، اور اس پر گواہی کون دے گا کیونکہ یہ چیز دوسرا آدمی نہیں دیکھ سکتا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ خود باندی کے خبر دینے سے مشتری کو پتہ چلے گا، اور دعوی کرنے کے بعد گواہ تو نہیں ہے اس لئے بائع کو قسم کھانے کے لئے کہا جائے گا، پس اگر قسم کھالی تو واپس نہیں کر سکے گا، اور اگر قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مبیع واپس کر سکتا ہے، یہ حکم مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بھی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد بھی۔

لغت :نکول البائع: قسم کھانے سے انکار کرنے کو نکول کہا جاتا ہے۔ انضم: ضم سے مشتق ہے، ملانا۔

ترجمه :(٧٩) اگر مشتری کے پاس نیا عیب پیدا ہو جائے پھر اس عیب پر مطلع ہو جو بائع کے پاس تھا تو مشتری کے لئے جائز ہے کہ عیب کے نقصان کا رجوع کرے اور مبیع واپس نہ لوٹائے۔

إليـه نـكـول البائع قبل القبض وبعده وهو الصحيح. (۷۹)قال وإذا حـدث عند المشتري عيب فـاطـلـع عـلى عيب كان عند البائع فله أن يرجع بالنقصان ولا يرد المبيع ل لأن في الرد إضرارا بـالبـائـع لأنـه خـرج عن ملكه سالما ويعود معيبا فامتنع ولا بد من دفع الضرر عنه فتعين الرجوع بالنقصان(۸۰) إلا أن يـرضى البائع أن يأخذه بعيبه ل لأنـه رضي بالضرر.[الف](۸۱) قال ومن

اصول:حتی الامکان نقصان ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تشریح:مشتری نے مبیع خریدی، پھراس کے یہاں نیا عیب پیدا ہوگیا۔بعد میں پتہ چلا کہ بائع کے یہاں بھی ایک عیب تھا۔اب مبیع واپس کرتے ہیں تو نئے عیب والی مبیع واپس کرنا ہوگی۔اورنہیں کرتے ہیں تو مشتری کا حق ضائع ہوتا ہے۔اس لئے یہاں دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ صحیح سالم مبیع اورعیب دار مبیع کے درمیان جوفرق ہے وہ فرق بائع سے وصول کرے اور مبیع اپنے پاس رکھ لے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع راضی ہوتو نئے عیب کے باوجود مبیع کو واپس کر دے۔لیکن اس صورت میں اس عیب دار مبیع کو لینے کے لئے بائع کا راضی ہونا ضروری ہے۔کیونکہ مشتری کے یہاں بھی ایک عیب پیدا ہو چکا ہے۔

وجه: اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ عـن ابـراهيم فى الرجل يشترى عبدا به عيب فيحدث عند المشترى عيبـا،قـال يـرد الـداء بدائه،واذا حدث به حدث فهو من مال المشترى ويرد البائع فضل ما بين الصحة والـــــداء. (مصنف عبدالرزاق ،باب العيب یحدث عندالمشتری وکیف ان کان یعرف انہ قدیم، ج خامس،ص ۱۲۲ ، نمبر۱۴۷۸۲)اس اثر میں ہے کہ مشتری عیب کا نقصان وصول کرسکتا ہے۔عبارت میں یـرد الـداء بدائـه ہےاس لئے بائع راضی ہوتو مبیع واپس کرسکتا ہے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ واپس کرنے میں بائع کا نقصان ہےاس لئے کہ اس کی ملکیت سے سالم مبیع نکلی تھی اوراب ھی عیب دار واپس ہورہی ہے اس لئے واپس نہیں ہونا چاہئے ،اورمشتری سے ضرر دفع کرنا بھی ضروری ہے،تو یہی شکل باقی رہی کہ نقصان کا رجوع کرے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ بائع کے یہاں وہ عیب نہیں تھا جومشتری کے یہاں پیدا ہوا اس لئے اگر اس مبیع کو واپس کرتے ہیں تو بائع کو نقصان ہوگا ،اورمشتری کو بھی نقصان سے بچانا ہے،اس لئے یہی صورت ہوگی بائع کے یہاں جو عیب تھا اس کا نقصان مشتری کو دیا جائے۔

ترجمه : (۸۰) مگر یہ کہ بائع راضی ہو کہ اس کو بعینہ واپس لے لیگا۔

ترجمه : ل اس لئے کہ بائع نقصان سے راضی ہے۔

اشترى ثوبا فقطعه فوجد به عيبا رجع بالعيب[لأنه امتنع الرد بالقطع فإنه عيب حادث] فإن قال البائع أنا أقبله كذلك كان له ذلك ١ لأن الامتناع لحقه وقد رضي به ٢ فإن باعه المشتري لم يرجع بشيء لأن الرد غير ممتنع برضا البائع فيصير هو بالبيع حابسا للمبيع فلا يرجع

تشریح :لیکن اگر بائع اس عیب دار مبیع کو واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کا حق ہے۔

وجه :(١) عن قتادة قال اذا بعت عبدا به عیب ثم حدث عند المشتری عیب آخر جاز علی المبتاع ۔(مصنف عبد الرزاق، باب العیب یحدث عند المشتری وکیف ان کان یعرف انه قدیم، ج خامس، ص ١٢٢، نمبر ١٤٧٨٣)
اس قول تابعی میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو بھی بائع کے لئے لینا جائز ہے۔

ترجمه :(٨١) کسی نے کپڑا خریدا اور اس کو کاٹ دیا پھر اس میں عیب پایا تو عیب کا رجوع کرے گا۔[اس لئے کہ کاٹنے کی وجہ سے نیا عیب پیدا ہو گیا،]اور اگر بائع کہے کہ میں اس کو اسی حال میں قبول کرلوں گا، تو اس کا حق ہے۔

ترجمه :١ اس لئے کہ اس کے حق کی وجہ سے واپس کرنے سے رکنا تھا اور وہ اس سے راضی ہو گیا۔

تشریح :یہاں سے دو قسم کے مسئلے بیان کر رہے ہیں[١] اگر مشتری کے پاس جا کر نیا عیب پیدا ہوا اور اسی عیب کے ساتھ بائع مبیع واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے، کیونکہ یہ اس کا اپنا حق ہے، اور واپس نہ لے تو رجوع بالنقصان کرے گا۔[٢] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مشتری کے پاس جا کر مبیع میں زیادتی ہو گئی، مثلا کپڑا تھا اس کو سی دیا، یا ستو تھا اس میں گھی ملا دیا تو اس اضافے کے ساتھ بائع کی طرف واپس کرے گا تو ربوا لازم آئے گا، اس لئے بائع واپس لینا چاہے اور مشتری دینا چاہے تب بھی مبیع واپس نہیں دے سکتا، صرف مشتری نقصان واپس لے گا۔

ترجمه :٢ پس اگر مشتری نے بیچ دیا کوئی نقصان واپس نہیں لے سکتا، اس لئے کہ بائع کی رضامندی سے مبیع واپس کرنا ممتنع نہیں تھا، لیکن مشتری بیع کر کے مبیع کو روکنے والا ہو گیا اس لئے نقصان کا رجوع نہیں کرے گا۔

تشریح :اگر چہ مشتری کے یہاں نیا عیب پیدا ہو گیا تھا پھر بھی بائع واپس لینا چاہے تو لے سکتا تھا، لیکن مشتری نے اس مبیع کو بیچ دیا تو اب بائع کی طرف واپس نہیں کر سکتا، اس لئے مشتری مبیع کو اپنے پاس روکنے والا ہو گیا اس لئے اب نقصان بھی واپس نہیں لے سکتا۔

لغت : حابسا للمبیع : مبیع کو اپنے پاس روکنے والا ہو گیا۔ یہ ایک محاورہ ہے، مبیع کسی اور وجہ سے مشتری کے پاس رہ گئی تو یہ 'حابسا للمبیع' نہیں ہے، لیکن مشتری کے فعل سے مبیع مشتری کے پاس رہی تو یہ مشتری 'حابسا للمبیع' ہو گیا۔

ترجمه : (٨٢) پس اگر کپڑے کو کاٹا اور سی لیا، یا اس کو سرخ رنگ میں رنگ دیا، یا ستو کو گھی میں ملا دیا پھر عیب پر مطلع ہوا تو

بالنقصان(۸۲) فإن قطع الثوب وخاطه أو صبغه أحمر أو لت السويق بسمن ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه ١؎ لامتناع الرد بسبب الزيادة ٢؎ لأنه لا وجه إلى الفسخ في الأصل بدونها لأنها لا تنفک عنه ولا وجه إليه معها لأن الزيادة ليست بمبيعة فامتنع أصلا(۸۳) وليس للبائع أن يأخذه

صرف رجوع بالنقصان کرے گا۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ واپس لوٹانا ممتنع ہوا ہے زیادتی کی بنا پر۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مشتری کے پاس جانے کے بعد مبیع میں ایسی زیادتی ہوگئی کہ مبیع سے الگ نہیں ہو سکتی۔اب اگر مبیع کو واپس کرتے ہیں تو زیادتی کے ساتھ واپس ہوتی ہے۔اس صورت میں سود کا شائبہ ہے کہ بائع نے سود لیا۔اس لئے یہی ایک صورت ہے کہ صحیح اور عیب دار مبیع میں جو فرق ہے وہ وصول کرے۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کپڑا کاٹ کر اس کو سی دیا، یا اس کو سرخ رنگ میں رنگ دیا تو اضافہ ہے، یا ستو خریدا تھا اس میں گھی ملا دیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو صرف نقصان واپس لے گا، بائع مبیع واپس لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، کیونکہ زیادتی کی وجہ سے ربوا اور سود ہوگا۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے۔ **عن علی فی رجل اشتری جاریة فوطئها فوجد بها عیبا قال لزمته ویرد البائع ما بین الصحة والداء وان لم یکن وطئها ردها** ۔(سنن للبیھقی، باب ماجاء فیمن اشتری جاریة فاصابھا ثم وجد بھا عیبا، ج خامس، ص ۵۲۶، نمبر ۱۰۷۴۵ رمصنف عبد الرزاق، باب الذی یشتری الامة فیقع علیھا، ج ثامن، ص ۱۱۸، نمبر ۱۴۷۶۳) اس اثر میں باندی سے وطی کرنے کے بعد عیب کا پتہ چلا تو باندی کو واپس نہیں کر سکتا بلکہ نقصان واپس لینے کا حکم دیا

اصول: مبیع میں زیادتی ہو جائے پھر عیب دیکھے تو رجوع بالنقصان کرے گا کیونکہ واپس کرنے سے ربوا ہوگا۔

لغت: خاط: سیا۔ صبغ: رنگا۔ لتّ: لت پت کر دیا، ملا دیا۔ سمن: گھی۔

ترجمہ: ٢؎ کیونکہ بنیاد سے فسخ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے بغیر اضافے کے، اس لئے کہ اضافہ مبیع سے جدا نہیں ہو سکتا ہے، اور اضافہ کے ساتھ مبیع واپس کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ اضافہ مبیع نہیں ہے، اس لئے واپس کرنا ممتنع ہو گیا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ یہاں جو چیز اضافہ ہوئی ہے وہ مبیع کے ساتھ چپکی ہوئی ہے، اس لئے بغیر اضافے کے مبیع واپس کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، اس لئے کہ وہ جدا نہیں ہو سکتی۔اور اضافے کے ساتھ واپس کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ مبیع نہیں ہے، اور سود کا بھی خطرہ ہے اسلئے یہی صورت ہے کہ مشتری عیب کا نقصان واپس لے۔

ترجمہ: (۸۳) اور بائع کے لئے جائز نہیں ہے کہ مبیع کو لے لے۔

۱ لأن الامتناع لحق الشرع لا لحقه ۲ فإن باعه المشتري بعدما رأى العيب رجع بالنقصان لأن الرد ممتنع أصلا قبله فلا يكون بالبيع حابسا للمبيع. ۳ وعن هذا قلنا إن من اشترى ثوبا فقطعه لباسا لولده الصغير وخاطه ثم اطلع على عيب لا يرجع بالنقصان ولو كان الولد كبيرا يرجع لأن

ترجمه : ۱ اس لئے کہ رکنا شریعت کے حق کی وجہ سے ہے، بائع کے حق کی وجہ سے نہیں ہے۔

تشریح : بائع اس مبیع کو واپس لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، کیونکہ اس میں اضافہ ہوا ہے اس لئے اگر اسکو واپس کرے گا تو اضافے کے ساتھ واپس ہوگا، جو سود ہے اور شریعت کا حق ہے، اس لئے شریعت کے حق کی وجہ سے بائع واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمه : ۲ اگر مشتری نے عیب دیکھنے کے بعد بیچ دیا تو رجوع بالنقصان کرے گا بیچنے سے پہلے شروع ہی سے واپس کرنا ممتنع تھا اس لئے بیچنے کی وجہ سے مشتری حابسا للمبیع نہیں ہوا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مشتری کے فعل سے پہلے مبیع میں اضافے کی وجہ سے مبیع کا بائع کی طرف واپس لوٹانا ممکن ہو گیا ہو، اور مشتری کو نقصان لینے کا حق ہو گیا ہو اس کے بعد مشتری نے کوئی ایسا کام کیا جس سے عیب سے رضامندی ظاہر ہوتی ہو تب بھی رجوع بالنقصان کر سکتا ہے۔

اصول : مشتری حابسا للمبیع ہو تو رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا۔

اصول : اگر مشتری کے فعل سے پہلے ہی مبیع بائع کی طرف واپس ہونا ناممکن ہو گیا ہو تو مشتری نقصان وصول کر سکتا ہے۔

تشریح : مبیع میں اضافہ ہو چکا تھا جسکی وجہ سے بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن تھا، اب مشتری عیب دیکھا اس کے باوجود مبیع کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا تب بھی بائع سے نقصان وصول کرے گا۔ حالانکہ عیب دیکھنے کے بعد بیچا تو گویا کہ مشتری اس عیب سے راضی ہے اس لئے رجوع بالنقصان نہیں کرنا چاہئے۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مبیع میں اضافہ ہو گیا تو بائع کی طرف واپس نہیں کر سکتا، اب مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق ہو گیا۔ اب اس حق کے بعد مشتری نے بیچا ہے، تو بیچنے سے مبیع کو روکنے والا نہیں ہوا اس لئے نقصان وصول کرے گا۔

لغت : رجوع بالنقصان : جو نقصان ہوا ہے اس کی قیمت وصول کرے۔ حابسا للمبیع : مشتری ایسی حرکت کرے جس سے مبیع بائع کی طرف واپس ہونا ناممکن ہو جائے۔

ترجمه : ۳ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ اگر مشتری نے کپڑا خریدا، پھر اس کو اپنے چھوٹے بچے کے لئے لباس کے طور پر کاٹا اور اس کو سیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو نقصان کا رجوع نہیں کر سکتا۔ اور اگر اولاد بڑی ہو تو نقصان وصول کرے گا، اس لئے کہ بچے کو مالک بنانا چھوٹی اولاد کی شکل میں سینے سے پہلے ہوا، اور دوسری [یعنی بڑی اولاد کی صورت میں] سینے کے بعد جب بڑی

التمليك حصل في الأول قبل الخياطة وفي الثاني بعدها بالتسليم إليه.(۸۴)قال ومن اشترى عبدا فأعتقه أو مات عنده ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه ۱؎ أما الموت فلأن الملك ينتهي به

اولاد کو دے گا[تب وہ مالک بنے گی]

تشریح :مشتری نے کپڑا خریدا،اس کے بعد اپنے چھوٹی اولاد کے لئے کرتا کاٹا اوراس کو سی بھی دیا اس کے بعد عیب کا پتہ چلا تو نقصان وصول نہیں کرسکتا۔اور اگر اولاد بالغ ہو نقصان وصول کرسکتا ہے۔

وجہ :قاعدہ یہ ہے کہ چھوٹی اولاد کے مال پر باپ قبضہ کرتا ہے اوراسی کے مالک بننے سے بچہ مالک ہو جاتا ہے،اور بالغ اولاد کے لئے باپ قبضہ کرے تو اولاد اس کا مالک نہیں بنتی ،جب تک کہ خود اولاد نہ اس پر قبضہ کرے، کیونکہ وہ عاقل اور بالغ ہے۔اس قاعدے کے ماتحت باپ نے جب کپڑے کو کاٹا اوراس کو سیا تو ایسا ہو گیا کہ باپ نے چھوٹے بچے کو کپڑا ہبہ کیا اور اس کو سپرد بھی کر دیا،اور جب بچے کو سپرد کر دیا تو مشتری حابس للمبیع ہو گیا اس لئے نقصان واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ گویا کہ وہ عیب سے راضی ہو گیا۔اور اگر بالغ بچہ ہو تو کپڑا کاٹنے اوراس کو سینے کی وجہ سے بالغ لڑکا مالک نہیں ہوا تو اس کو ہبہ کر کے سپرد کرنے والا بھی نہیں ہوا اس لئے نقصان وصول کرسکتا ہے۔

ترجمہ :(۸۴) کسی نے غلام خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا، یا مشتری کے پاس مر گیا پھر عیب پر مطلع ہوا تو نقصان کا رجوع کرے گا

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی حادثے کی بنا پر غلام کا بائع کی طرف واپس ہونا ناممکن ہو گیا تو مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا، کیونکہ اس کی غلطی نہیں ہے، یا مشتری کے فعل سے غلام واپس ہونا ناممکن ہوا لیکن فعل ایسا ہے کہ فطری طور اس کو کر لینا چاہئے ،جیسے غلام کو آزاد کر دینا چاہئے اوراس نے آزاد کر دیا تو بھی نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا، کیونکہ اس نے وہ شرعی کام کیا جو اس کو کر لینا چاہئے ،تو اس میں بھی مشتری کی غلطی نہیں ہے۔اوراس سے عیب سے راضی ہونا نہیں سمجھا جائے گا۔

تشریح :غلام آزاد کر دیا تو اس میں اگر چہ مشتری کا فعل ہے جسکی وجہ سے بائع کی طرف غلام کا واپس آنا ناممکن ہو گیا،لیکن یہ کام ایسا ہے کہ شرعی اعتبار اس کو کرنا ہی چاہئے ،حدیث میں غلام آزاد کرنے کی بہت ترغیب ہے اور ہر کفارے میں اس کو آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے،اور انسان کا فطری تقاضا بھی ہے کہ وہ آزاد رہے،اس لئے آزاد کرنے کی وجہ سے مشتری کا عیب سے راضی نہیں سمجھا جائے گا اور نہ اس کی غلطی سمجھی جائے گی ،اور نہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہ حابس للمبیع ہے،اس لئے بائع سے نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔اسی بات کو صاحب ہدایہ نے' انہاء للملک] کہا ہے۔

والامتنـاع حكمي لا بفعله ۲؎ وأمـا الإعتـاق فـالـقياس فيه أن لا يرجع لأن الامتناع بفعله فصار

وجه : (۱)غلام مشتری کے پاس مرگیا تو اس میں مشتری کا کوئی فعل نہیں ہے کہ عیب سے راضی ہونا سمجھا جائے، اور نہ اس کی کوئی غلطی ہے اس لئے نقصان وصول کرے گا۔(۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **عـن الـزهـري في العهدة بعد الموت قـال يـنـقـص عـنه بقدر العيب.** (مصنف عبد الرزاق، باب العهد ۃ بعد الموت والعتق، ج ثامن، ص ۱۲۷، نمبر ۱۴۸۰۳) اسقول تابعی میں ہے کہ مرنے کے بعد عیب کی مقدار نقصان کا رجوع کرے گا۔(۳) آزاد ہونا انسان کا انسانی حق ہے اس لئے مولی نے آزاد کیا تو اس کو اس کا انسانی حق دیا تو جو ہونا چاہئے وہی کیا تو آزاد کرنا غلام کے خود بخود مرنے کی طرح ہو گیا اس لئے اس صورت میں بھی نقصان وصول کرے گا(۴) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے **عن الشعبي ان رجلا ابتاع عبدا فـاعتـقـه ووجـد بـه عيبا فقال يرد على صاحبه فضل ما بينهما ويجعل ما رد عليه في رقاب لانه قد كان وجهـه** (مصنف عبد الرزاق، باب العهد ۃ بعد الموت والعتق، ج ثامن، ص ۱۲۷، نمبر ۱۴۸۰۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے کے بعد عیب کا پتہ چلا تو نقصان وصول کرے گا۔

اصول :ایسا کام کیا جو شرعی اور فطری اعتبار سے کرہی لینا چاہئے تو اس سے نقصان وصول کرے گا۔

ترجمہ : ۱؎ بہر حال موت تو اس لئے کہ ملک اس سے پوری ہو جاتی ہے، اور رکنا حکمی ہے مشتری کے فعل سے نہیں ہے۔

لغت: اس مسئلے میں پانچ محاورے استعمال کئے گئے ہیں جو ذرا مشکل ہیں، جن کا جاننا ضروری ہے۔

[۱]......الملک ینتھی بہ: اس کا لفظی ترجمہ ہے، ملک وہاں جا کر ختم ہوگئی۔ وہاں جا کر چپک گئی۔ مطلب یہ ہے کہ غلام کی موت کی وجہ سے اب مشتری سے وہ غلام کسی کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا، اور بائع کی طرف بھی منتقل نہیں ہو سکتا، اور یہ چونکہ آسمانی حادثے کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں مشتری کی کوئی غلطی نہیں ہے، اور نہ اس سے عیب سے راضی سمجھا جائے گا۔ اس لئے مشتری کو عیب کے نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔

[۲]......انہاء للملک : کا لفظی ترجمہ ہے ملک وہاں جا کر ختم ہوگئی، یا وہاں جا کر چپک گئی، اب وہاں سے منتقل نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت نے غلام آزاد کرنے کی بہت ترغیب دی ہے، اب آزاد کرنے کی وجہ سے ملک مشتری کے ساتھ چپک گئی اور وہاں جا کر ختم ہوگئی، اب وہاں سے منتقل نہیں ہو سکتی، لیکن چونکہ شریعت کی ترغیب سے ہے، اور انسان کا فطری تقاضا ہے اس لئے اس میں مشتری کی غلطی نہیں سمجھی جائے گی، اور نہ اس سے عیب سے راضی سمجھا جائے گا اس لئے مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔ چاہے غلام کو بغیر مال کے آزاد کرے، یا مال کے بدلے میں آزاد کرے۔

[۳]......تیسرا لفظ ہے حکمی، اس کا لفظی ترجمہ ہے، حکم سے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے غلام مر گیا اور بائع کی طرف واپس

كالقتل ٣ وفي الاستحسان يرجع لأن العتق إنهاء الملك لأن الآدمي ما خلق في الأصل محلا للملك وإنما يثبت الملك فيه موقتا إلى الإعتاق فكان إنهاء فصارت كالموت وهذا لأن

جانا ناممکن ہوگیا تو مشتری کی کیا غلطی ہے۔

[۴]......الامر الحکمی: اس کا لفظی ترجمہ ہے، حکمی امر، اور مطلب یہ ہے کہ شریعت نے آزاد کرنے کا حکم دیا اور مشتری نے اس کو مانا تو اس میں مشتری کی کیا غلطی ہے کہ غلام کا نقصان واپس نہ لیا جائے۔

[۵]......بقاء المحل: آزاد کرنے کی وجہ سے غلام باقی ہے، لیکن بائع کی طرف منتقل ہونا متعذر ہو گیا، اس کے برخلاف غلام مر جائے تو محل باقی نہیں رہتا اس لئے بائع کی طرف منتقل ہونا ناممکن ہو گیا۔

تشریح: موت کی وجہ سے ملک مشتری کے پاس چپک گئی ہے۔ اور بائع کی طرف واپس کرنا ممتنع ہوا یہ حکمی طور پر ہے، اور آسمانی حادثے کی وجہ سے ہے، مشتری کے فعل کی وجہ سے نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ بہر حال آزاد کرنا تو اس میں قیاس یہ ہے کہ نقصان کا رجوع نہ کرے اس لئے کہ ممتنع ہونا مشتری کے فعل سے ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غلام کو قتل کر دیا۔

تشریح: مشتری نے آزاد کیا تو اس کے فعل سے غلام کا بائع کی طرف آنا ناممکن ہو گیا اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ رجوع بالنقصان نہ کرے، جیسے غلام کو قتل کر دیتا پھر عیب پر مطلع ہوتا تو رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ٣ استحسان کے اندر یہ ہے کہ رجوع بالنقصان کرے گا اس لئے کہ آزاد کرنے سے ملک مشتری کے ساتھ چپک گئی، اس لئے کہ آدمی اصل میں ملک کا محل نہیں ہے اس میں آزاد کرنے تک موقت ملک ثابت ہوتی ہے، اس لئے ملک اختتام کو پہنچ گئی موت کی طرح اس لئے کہ چیز اپنی انتہاء پر جا کر چپک جاتی ہے، تو ایسا کر دیا گیا گویا کہ ملک باقی ہے اور واپس کرنا ناممکن ہو گیا۔

تشریح: استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ مشتری نقصان وصول کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کی ترغیب دینے کی وجہ سے آزاد کیا ہے اور ملک مشتری کے ساتھ چپک گئی ہے، اس لئے اس میں مشتری کی کوئی غلطی نہیں ہے، کیونکہ انسان ہمیشہ کے لئے ملک کا محل نہیں ہے وہ تو کفر کی وجہ سے آزاد ہونے تک ایک وقتی سزا ہے، اس لئے آزاد ہونے کی وجہ سے انہاء ملک ہوا اس لئے نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔

لغت: **هذا لان الشيء يتقرر بانتهائه فيجعل كان الملك باق و الرد متعذر**: یہ انہاء للملک کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ کوئی چیز جب آخری حد پر پہنچتی ہے تو وہاں جا کر چپک جاتی ہے، آزاد کرنے کی وجہ سے ملک مشتری پر جا کر چپک گئی

الشيء يتقرر بانتهائه فيجعل كأن الملك باق والرد متعذر. ۴؎ والتدبير والاستيلاد بمنزلته لأنه تعذر النقل مع بقاء المحل بالأمر الحكمي ۵؎ وإن أعتقه على مال لم يرجع بشيء لأنه حبس بدله وحبس البدل كحبس المبدل. ۶؎ وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يرجع لأنه إنهاء

اب وہاں سے بائع کی طرف منتقل نہیں ہوسکتی۔تو ایسا ہوگیا کہ مشتری کی ملک باقی ہے،لیکن اس کو بائع کی طرف منتقل کرنا ناممکن ہے۔

ترجمہ :۴؎ مدبر بنانا اورام ولد بنانا بھی آزاد کرنے کی طرح ہے،اس لئے کہ محل باقی رہنے کے ساتھ بائع کی طرف منتقل متعذر ہوگیا امر حکمی کی وجہ سے۔

تشریح :اگرمشتری نے غلام کو مدبر بنادیا، یا باندی کو ام ولد بنایا تو اب یہ بھی آزاد کی طرح ہوگئے، کیونکہ شریعت نے حکم دیا کہ آزاد کرو،اور چونکہ شریعت کے حکم کی وجہ سے بائع کی طرف منتقل ہونا ناممکن ہوا ہے اسلئے اسکو نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا

لغت: امر حکمی: کا ترجمہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالی نے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

ترجمہ :۵؎ اوراگر مال کے بدلے پر آزاد کیا تو مشتری رجوع بالنقصان نہیں کرے گا،اس لئے کہ غلام کے بدلے میں مال روک لیا ہے،اور بدل کو روکنا غلام کے روکنے کی طرح ہے۔

تشریح : مشتری نے مال کے بدلے میں غلام کو آزاد کیا تو غلام کا مال مشتری کے پاس ہے اس لئے مال کا رکھنا ایسا ہوا کہ غلام کو اپنے پاس رکھے ہوا ہے اور مانگنے کے باوجود بائع کی طرف منتقل نہیں کر رہا ہے،اس لئے یہاں مشتری کے فعل سے غلام کا بائع کی طرف جانا ناممکن ہوا اس لئے مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

لغت :بدل: سے مراد ہے غلام کا دیا ہوا مال۔مبدل: سے مراد ہے خود غلام۔حبس: روکنا،اپنے پاس رکھنا۔

ترجمہ :۶؎ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت ہے کہ مشتری رجوع بالنقصان کرے گا اس لئے کہ ملکیت چپک گئی،اگر چہ عوض کے ذریعہ ہو۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت ہے کہ مشتری نے مال لیکر آزاد کیا پھر عیب دیکھا تب بھی نقصان وصول کرے گا،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ چاہے بدلہ لیکر آزاد کیا،لیکن وہ کام کیا جسکی ترغیب شریعت دیتی ہے،اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ شریعت کی ترغیب سے آزاد کیا ہے،اس لئے غلام کی ملکیت اپنے چپکائے رکھنے میں مشتری کی غلطی نہیں ہے،اور نہ اس سے سمجھا جائے گا یہ عیب سے راضی ہے۔

لغت : انھاء للملک: یہاں انھاء للملک کا مطلب ہے کہ چاہے مال کے بدلے سہی،آزاد کرنے کے سبب سے ملک مشتری

للملک وإن کان بعوض. (۸۵)فإن قتل المشتري العبد أو کان طعاما فأکله لم یرجع بشیء عند أبي حنیفة رحمه الله ۱ؔ أما القتل فالمذکور ظاهر الروایة ۲ؔ وعن أبي یوسف رحمه الله أنه

کے پاس چپک کر رہ گئی ہے اس لئے اس کو بائع سے نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔

ترجمہ :(۸۵) پس اگر مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا کھانا تھا تو اس کو کھا لیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کے قول میں بائع پر کچھ بھی رجوع نہیں کرے گا۔

ترجمہ :۱ؔ بہر حال قتل تو یہ ظاہر روایت ہے کہ [رجوع بالنقصان نہیں کرے گا]

تشریح :اس متن میں دو مسئلے ہیں [۱] ایک ہے کہ غلام کو قتل کر دیا، اور دوسرا مسئلہ ہے کہ کھانا تھا اس کو مشتری نے کھا لیا اس کے بعد عیب کا پتہ چلا تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ مشتری نقصان وصول نہیں کرے گا۔

وجہ : قتل کے سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قتل کرنے کی ترغیب شریعت میں نہیں ہے، اور یہ اس کا اپنا فعل ہے جسکی وجہ سے مبیع بائع کی طرف واپس نہیں ہوسکتا، اور قاعدہ گزرا کہ بائع کے فعل سے مبیع بائع کی طرف واپس ہونا ناممکن ہو تو مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس عیب سے راضی ہو، یہی جواب کھانا کھانے کے سلسلے میں ہے کہ اس کے فعل سے مبیع بائع کی طرف واپس ہونا ناممکن ہوا، اس لئے نقصان وصول کرنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ :۲ؔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مشتری نقصان کا رجوع کرے گا، اس لئے کہ آقا اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس سے دنیوی حکم متعلق نہیں ہوتا تو اپنی موت سے مرنے کی طرح ہو گیا اس لئے انہاء ملک ہوا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا،

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آقا اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس کی وجہ سے آقا پر نہ ضمان لازم آتا ہے اور نہ کفارہ دینا پڑتا ہے، اس لئے اس پر دنیوی احکام لاگو نہیں ہوتے تو ایسا ہو گیا کہ غلام خود بخود مر گیا، اور انہاء ملک ہو گیا، یعنی مشتری کے ساتھ ملکیت چپک کر رہ گئی، اور خود بخود مرنے میں اور انہاء ملک ہونے سے مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوتا ہے، اس لئے اس کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔(۲) **عن علی بن حسین عن علیؓ کان یقول فی الجاریة یقع علیها المشتری ثم یجد بها عیبا قال هی من مال المشتری ، و یرد البائع ما بین الصحة و الداء** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الذی یشتری الامة فیقع علیها اوالثوب فیلبسه اویجد به عیبا۔الخ، ج ثامن، ص ۱۱۸، نمبر ۱۴۷۶۴) اس قول صحابی میں ہے کہ باندی سے وطی کر لیا تو نقصان وصول کرے گا۔ اسی پر قیاس کر کے قتل کر دیا تو نقصان وصول کرے گا۔

لغت :حتف انفہ: حتف :موت، حتف انفہ :اپنی موت سے مرے۔

يـرجع لأن قتل المولى عبده لا يتعلق به حكم دنياوي فصار كالموت حتف أنفه فيكون إنهاء. ٣ ووجـه الـظـاهر أن القتل لا يوجد إلا مضمونا وإنما يسقط الضمان هاهنا باعتبار الملك فيصير كالمستفيد به عوضا ٤ بـخلاف الإعتاق لأنه لا يوجب الضمان لا محالة كإعتاق المعسر عبدا مشتركا ٥ وأمـا الأكـل فـعـلـى الـخـلاف فعندهما يرجع وعنده لا يرجع استحسانا وعلى هذا الخلاف إذا لبس الثوب حتى تخرق ٦ لهـما أنه صنع في المبيع ما يقصد بشرائه ويعتاد فعله فيه

ترجمه :٣ امام ابوحنیفہؒ کے ظاہری روایت کی دلیل یہ ہے کہ قتل کا تو ہمیشہ ضمان ہی لگتا ہے، یہاں ضمان ساقط ہوا ہے ملک کی وجہ سے، تو ایسا ہوا کہ ملک کے بدلے سے فائدہ اٹھایا۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ جانب سے امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے دلیل تھی کہ آقا کے قتل کرنے سے ضمان لازم نہیں آتا ہے اس لئے اپنی موت کی طرح ہو گیا، اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ قتل سے ہر حال میں ضمان لام آتا ہے، یہاں تو چونکہ آقا کی ملکیت تھی اس لئے اس کے بدلے میں ضمان لازم نہیں آیا، اور جب دنیوی حکم لازم ہوا تو مشتری کے فعل سے واپس ہونا ممنوع ہوا اس لئے نقصان وصول نہیں کرے گا۔

لغت :کالمستفید به عوضا: ملک کے بدلے میں ضمان ساقط ہونے کا فائدہ اٹھایا۔

ترجمه :٤ بخلاف آزاد کرنے کے اس لئے کہ یقیناً ضمان لازم نہیں ہوتا، جیسے تنگ دست مشترک غلام کو آزاد کر دے۔

تشریح :آزاد کر دے تو مشتری کو نقصان وصول کرنے کا حق ہوتا ہے حالانکہ یہ بھی مشتری کا فعل ہے، اس لئے قتل کرنے اور آزاد کرنے میں فرق بیان کر رہے ہیں کہ قتل کرنے میں یقیناً ضمان لازم ہوتا ہے، اور آزاد کرنے میں ضمان لازم نہیں ہوتا، مثلا مشترک غلام ہو اور اپنے حصے کا تنگدست آدمی غلام آزاد کر دے تو اس آزاد کرنے والے پر شریک کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ غلام کام کر کے شریک کے حصے کو ادا کرے گا۔ اس لئے آزاد کرنے میں پورا پورا انہاء ملک ہوا۔

لغت :اعتاق المعسر :معسر کا معنی ہے تنگدست، تنگدست آدمی نے اپنے حصے کا غلام آزاد کر دیا تو شریک کا حصہ غلام کام کر کے ادا کرے گا آزاد کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، اور آزاد کرنے والا مالدار ہو تو شریک کا حصہ مالدار ادا کرے گا۔ کیونکہ اس نے اپنا حصہ آزاد کر کے شریک کو نقصان پہنچایا ہے، کیونکہ اب یہ غلام نہیں بکے گا۔

ترجمه : ٥ بہر حال کھانا کھانا تو اختلاف پر ہے صاحبینؒ کے نزدیک نقصان وصول کرے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استحسان کے طور پر وصول نہیں کرے گا ،اور اسی خلاف پر ہے اگر کپڑا پہنا یہاں تک کہ پھٹ گیا۔

فأشبه الإعتاق. ۷؎ وله أنه تعذر الرد بفعل مضمون منه في المبيع فأشبه البيع والقتل ۸؎ ولا معتبر بكونه مقصودا ألا يرى أن البيع مما يقصد بالشراء ثم هو يمنع الرجوع ۹؎ فإن أكل بعض

تشریح :مشتری نے کھانا خریدااور کھالیااس کے بعدعیب کا پتہ چلا، یا کپڑا تھااوراس کو پہن کر پھاڑ ڈالااس کے بعدعیب کا پتہ چلاتو صاحبینؒ کے نزدیک نقصان وصول کرے گا،اورامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وصول نہیں کرے گا۔

ترجمہ :۶؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ خریدنے کا جومقصد تھاوہی کیا،اوراس وہی عادت جاری ہے،اس لئے یہ آزاد کرنے کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح :صاحبینؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ جس چیز کا جومقصد ہے وہی کیا ہو یا جس طرح لوگ عادۃً کرتے ہوں وہی کیا ہو تو یہ بھی انہاء ملک ہے،اوراس سے اس عیب سے راضی نہیں سمجھا جائے گا، چنانچہ کھانے کا مقصد ہے کھالینا کپڑے کا مقصد ہے پہن لینااور مشتری نے وہی کیا تو انہاء ملک ہوگیا،اورآزاد کرنے کی طرح ہوگیااس لئے نقصان وصول کرنے کا حق ہوگا۔

ترجمہ :۷؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کے ضمان والے فعل سے مبیع واپس کرنامتعذر رہوا ہے،اس لئے یہ بیچنے اور غلام کو قتل کرنے کی طرح ہوگیا۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے ایسا کام کیا ہے جسکا ضمان ہے، مثلا کھانا کھایا ہے اس کا ضمان ہے، کپڑا پہنا ہے اس کی قیمت ہے،اوراس کام کی وجہ سے بائع کی طرف مبیع کا واپس ہونا ناممکن ہوااس لئے ،جس طرح کھانا بیچ دیتا یا غلام قتل کردیتا تو نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوتا،اسی طرح یہاں بھی نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا

لغت :فعل مضمون منہ:ایسا کام کرے جسکی کوئی نہ کوئی قیمت دینی پڑے، جیسے کھانا کھالے تو مشتری کواس کی قیمت دینی ہوتی ہے، کپڑا پہن لے تو مشتری کواس کی قیمت دینی ہوتی ہے،اسکو فعل مضمون منہ، کہتے ہیں۔ یعتا دفعلہ :ایسا کرنے کی لوگوں کو عادت ہو، جیسے کھانے کو کھالینے کی عادت ہے، کپڑے کو پہن لینے کی عادت ہے،مروج کام۔

ترجمہ :۸؎ مقصود ہونے کا اعتبار نہیں ہے، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ خریدنے کا مقصد بیچنا ہوتا ہے، پھر بیچنے سے رجوع ممتنع ہوجاتا ہے۔

تشریح :یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔انہوں نے فرمایا تھا کہ کھانا کھانا مقصد ہے اور وہ کر لیا تو رجوع بالنقصان کرنے کا حق ہوگا،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ مقصد ہونے کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کسی چیز کے خریدنے کا مقصد بیچنااور تجارت کرنا ہوتا ہے، پس اگر مشتری نے بیچ دیا اور بعد میں عیب کا پتہ چلا تو آپ کے نزدیک بھی نقصان کا رجوع کرنا ممنوع ہے اس لئے مقصود کوئی چیز نہیں ہے۔

الطعام ثم علم بالعيب فكذا الجواب عند أبي حنيفة رحمه الله لأن الطعام كشيء واحد فصار كبيع البعض وعندهما أنه يرجع بنقصان العيب في الكل ١٠ وعنهما أنه يرد ما بقي لأنه لا يضره التبعيض. (٨٦)قال ومن اشترى بيضا أو بطيخا أو قثاء أو خيارا أو جوزا فكسره فوجده فاسدا فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله ١ لأنه ليس بمال فكان البيع باطلا ٢ ولا يعتبر في الجوز

ترجمہ :٩ پس اگر بعض کھانا کھایا پھر عیب کا پتہ چلا تو ایسے ہی جواب ہے[نقصان کا رجوع نہیں کرے گا] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس لئے کہ سب کھانا ایک ہی چیز ہے، تو ایسا ہوا کہ بعض مبیع کو بیچ دے[تو رجوع بالنقصان نہیں کرے گا]

تشریح :سب کھانا کھایا ہو یا بعض کھانا کھایا ہو ہر حال میں رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ پورا کھانا ایک ہی ہے اس لئے کچھ بھی کھانا کھایا ہو تو نقصان کا رجوع نہیں کر سکتا، اور نہ بعض کو واپس کر سکتا ہے۔

وجہ :پورا کھانا ایک ہی چیز ہے اس لئے بعض کو کھایا تو گویا کہ بعض مبیع کو بیچ دیا، اور بعض مبیع کو بھی بیچے گا تو نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا اس لئے یہاں بھی نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

ترجمہ :١٠ صاحبینؒ کی دو روایتیں ہیں[١] ایک یہ کہ پورے کھانے کے عیب کا نقصان وصول کرے گا اور کھانا واپس نہیں دے گا۔[٢] دوسری صورت یہ ہے کہ جتنا کھانا بچا ہے وہ واپس کر دے[اور جتنا کھایا ہے اس کا نقصان وصول کرے] اس لئے کھانے کا ٹکڑا ہونا نقصان نہیں دیتا۔

تشریح : صاحبینؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ آدھا کھا چکا ہے اس لئے اس میں نیا عیب پیدا ہو گیا ہے اس لئے پورے کھانے میں جو عیب تھا بائع سے وہ عیب وصول کر لے، کیونکہ بعض کو کھایا تو کھانے کا ٹکڑا ہو گیا تو یہ نیا عیب پیدا ہو گیا ہے اس لئے اس کے ساتھ واپس نہیں کر سکتا البتہ نقصان ہوا ہے اس لئے وہ وصول کرے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ کھانا کھایا ہے تو یہ ٹکڑا ہوا، لیکن کھانے میں ٹکڑا ہونا کوئی نقصان دہ بات نہیں ہے اس لئے گویا کہ کوئی نیا عیب پیدا نہیں ہوا اس لئے جتنا کھا چکا ہے اس کا نقصان وصول کرے گا، اور جتنا باقی ہے اس کو بائع کی طرف واپس کرے گا۔ نوٹ: ہو سکتا ہے کہ صاحبین کے زمانے میں آدھا کھانا کھانا عیب نہ ہو، ورنہ ہوٹل میں کچھ کھانا کھانے کے بعد واپس نہیں لیتا۔

ترجمہ :(٨٦) کسی نے انڈا، یا خربوزہ، یا ککڑی، یا کھیرا، اخروٹ خریدا اور اس کو توڑا تو خراب پایا، تو اگر اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے تو پوری قیمت واپس لے گا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ مال نہیں ہوا، تو بیع باطل ہوگئی۔

اصول :مبیع قابل استفادہ نہ ہو تو وہ مبیع ہی نہیں ہے اس لئے پوری قیمت وصول کرے گا۔

صلاح قشره على ما قيل لأن ماليته باعتبار اللب (٨٧) وإن كان ينتفع به مع فساده لم يرده[لأن الكسر عيب حادث] ولكنه يرجع بنقصان العيب ١ دفعا للضرر بقدر الإمكان. ٢ وقال

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ اوپر سے مبیع اچھی معلوم ہوتی ہے، لیکن اندر سے خراب ہے تو اگر بالکل استفادے کے لائق نہیں ہے، جیسے انڈا اوپر بہت اچھا ہے لیکن اندر سے گندا ہے، اور یہ بالکل استفادے کے لائق نہیں ہے تو یہ مال ہی نہیں ہے اس لئے بیع باطل ہوگئی اس لئے پوری قیمت واپس لیگا

لغت : بیض: انڈا۔ بطیخا: خربوزہ۔ قثاء: ککڑی۔ خیار۔ کھیرا۔ جوزا: اخروٹ، یہ سب چیزیں وہ ہیں جنکا اوپر سے اچھا ہوسکتا ہے، لیکن اندر سے خراب ہوں۔

ترجمہ : ٢ اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کے صحیح ہونے کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے اس لئے کہ اس کی مالیت مغز کے اعتبار سے ہے۔

تشریح: اخروٹ، انڈا ہے ان میں اس کے مغز کی قیمت ہے چھلکے کی نہیں اسلئے اسکے چھلکے کے ٹھیک ہونے کا اعتبار نہیں ہے

ترجمہ : (٨٧) اور اگر خراب کے باوجود اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو تو مبیع واپس نہیں کرے گا۔[اس لئے توڑنا نیا عیب ہے] لیکن عیب کا نقصان وصول کرے گا۔

ترجمہ :١ بقدر امکان نقصان کو دفع کرنے کے لئے۔

تشریح : اگر اخروٹ خراب ہونے کے باجود اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو تو مبیع واپس نہ کرے، لیکن نقصان وصول کرے گا، کیونکہ توڑنے کی وجہ سے نیا عیب پیدا ہو چکا ہے۔ اس لئے جتنا ممکن ہوسکتا ہے مشتری کو نقصان سے بچایا جائے گا۔

ترجمہ: ٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مبیع بائع کو واپس کر دے اس لئے کہ بائع کے مسلط کرنے سے توڑنا ہوا ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اخروٹ توڑنے کے باوجود اس کو بائع کی طرف واپس کر دے، کیونکہ مشتری نے بائع کے اختیار دینے سے توڑا ہے، اس لئے مشتری کی غلطی نہیں ہے۔

وجه :(ا) انکی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابن سيرين قال اشترى رجل من رجل دابة فسافر عليها فلما رجع وجد بها عيبا فخاصمه الى شريح فقال له انت اذنت له في ظهرها** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب رجل اشتری دابۃ فسافر علیھا ثم وجد بھا عیبا، ج رابع، ص ۵۰۵، نمبر ۲۲۵۴۹ / مصنف عبد الرزاق، باب الذی یشتری الامۃ فیقع علیھا او الثوب فیلبسہ او یجد بہ عیبا۔ الخ، ج ثامن، ص ١٢٠، نمبر ١٤٧٧٥) اس قول تابعی میں ہے کہ خود بائع نے سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔

الشافعي رحمه الله يرده لأن الكسر بتسليطه. ۳؎ قلنا التسليط على الكسر في ملك المشتري لا في ملكه فصار كما إذا كان ثوبا فقطعه ۴؎ ولو وجد البعض فاسدا وهو قليل جاز البيع استحسانا لأنه لا يخلو عن قليل فاسد. والقليل ما لا يخلو عنه الجوز عادة كالواحد والاثنين في المائة ۵؎ وإن كان الفاسد كثيرا لا يجوز ويرجع بكل الثمن لأنه جمع بين المال وغيره فصار كالجمع بين الحر والعبد. (۸۸)قال ومن باع عبدا فباعه المشتري ثم رد عليه بعيب فإن قبل

ترجمه :۳؎ ہم جواب دیتے ہیں کہ مشتری کے ملک میں توڑنے پر مسلط کیا نہ کہ بائع کے ملک میں تو ایسا ہو گیا کپڑا تھا مشتری نے اس کو کاٹ دیا۔

تشریح : یہ حضرت امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بائع نے مشتری کو توڑنے پر مسلط کیا ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بائع کا مقصد یہ تھا کہ خود مشتری کی ملکیت میں توڑے، اس لئے مشتری لے اور زیادہ سے زیادہ عیب کا نقصان وصول کر لے، جیسے کپڑا ہو اور اس کو مشتری کاٹ دے بعد میں عیب کا پتہ چلے تو کپڑا واپس نہ کرے بلکہ اس کا نقصان وصول کر لے۔ اسی طرح یہاں اخروٹ کو توڑنے سے نقصان وصول کر لے۔

ترجمه :۴؎ اگر کچھ اخروٹ کو خراب پایا اور وہ بہت تھوڑا ہو تو استحسانا بیع جائز ہے اس لئے تھوڑے خراب ہونے سے خالی نہیں ہوتا، اور تھوڑا یہ ہے کہ عادۃ سو میں سے ایک دو اخروٹ سے خالی نہ ہو۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بہت تھوڑا سا خراب ہو تو تاجروں کے یہاں یہ خراب نہیں سمجھا جاتا ہے اور یہ عیب نہیں ہے اور اس سے مبیع واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ خرابی تو عادۃ ہوتی ہی ہے، ہاں بہت زیادہ خراب ہو تو مبیع واپس کرنے کا حق ہوگا۔

تشریح :سو اخروٹ میں سے ایک دو خراب ہو تو یہ خراب نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اتنا تو سبزیات میں عادۃ خراب ہو ہی جاتا ہے، اس لئے اس سے مبیع واپس کرنے حق نہیں ہوگا۔

ترجمه :۵؎ اور اگر خراب زیادہ ہوں تو بیع جائز نہیں ہے اور پوری قیمت واپس لے گا، اس لئے مال کے ساتھ غیر مال کو جمع کیا تو ایسا ہو گیا کہ آزاد اور اپنے غلام کو جمع کیا ہو۔

تشریح :اگر اخروٹ بہت زیادہ خراب نکلا تو پاری بیع باطل ہو گئی، کیونکہ جو اچھا ہے وہ مال ہے، اور خراب ہے وہ مال نہیں ہے، تو گویا کہ مال اور غیر مال کو جمع کیا، تو جس طرح غلام اور آزاد کو جمع کرے تو پوری بیع فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں پوری بیع فاسد ہوگی اور مشتری مبیع دیکر پوری قیمت وصول کرے گا۔

ترجمه :(۸۸) کسی نے غلام بیچا۔ پھر اس غلام کو مشتری نے دوسرے کے پاس بیچ دیا۔ پھر عیب کے ماتحت غلام مشتری پر

بقضاء القاضي بإقرار أو بينة أو بإباء يمين له أن يرده على بائعه ۱ لأنه فسخ من الأصل فجعل البيع كأن لم يكن ۲ غاية الأمر أنه أنكر قيام العيب لكنه صار مكذبا شرعا بالقضاء ومعنى

واپس کر دیا گیا۔ پس اگر مشتری نے اس غلام کو قاضی کے فیصلہ سے قبول کیا تو اس کو حق ہے کہ اس غلام کو بائع اول کو واپس کر دے۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ دوسری بیع اصل سے ہی فسخ ہوگئی تو گویا کہ بیع ہوئی ہی نہیں۔

اصول : دوسری بیع نسیا منسیا ہوجائے تو گویا کہ مشتری نے کوئی بیع ہی نہیں کی اس لئے بائع اول کی طرف واپس کر سکتا ہے۔

تشریح : مثلا زید مشتری نے شبیر سے غلام خریدا، پھر اس کو دوسرے مشتری [خالد] کے پاس بیچا، پھر مشتری ثانی خالد نے اسی عیب کے ماتحت جو پہلے بائع [شبیر] کے پاس تھا مشتری اول زید کو واپس کر دیا، تو زید بائع اول [شبیر] کے پاس واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ زید نے عیب کا انکار کیا پھر قاضی نے عیب کے ماتحت غلام کو واپس کرنے کا فیصلہ دیا جس سے مجبور ہو کر زید نے غلام کو قبول کیا تو اس صورت میں زید کو حق ہے کہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو بائع اول شبیر کی طرف واپس کر دے۔

وجہ : قاضی نے جب غلام واپس کرنے کا فیصلہ دیا تو زید اور خالد کے درمیان کی بیع بالکل ختم ہوگئی گویا کہ کوئی بیع ہوئی ہی نہیں۔ اور مشتری نے گویا کہ کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے مبیع بائع اول رحیم کی طرف لوٹانا متعذر ہو۔ قاعدہ یہ ہے کہ مشتری کوئی ایسا کام کرے جس سے مبیع بائع کی طرف لوٹانا متعذر ہوجائے تو پھر مشتری عیب کی وجہ سے بائع کی طرف نہیں لوٹا سکتا۔ یہاں تو قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے دوسری بیع نسیا منسیا ہوگئی۔ اس لئے مشتری نے گویا کہ کوئی ایسا کام کیا ہی نہیں جس کی وجہ سے مبیع کا واپس ہونا متعذر ہو۔ اس لئے مشتری زید بائع اول رحیم کی طرف مبیع واپس کر دے گا۔

لغت: باقرار، او بینۃ، او باباء یمین لہ: ۔قاضی کے فیصلے تین صورتیں بیان کر رہے ہیں۔

[۱]......باقرار: اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری کسی دوسرے کے پاس اقرار کیا کہ بائع اول کے پاس عیب تھا، لیکن جب قاضی کے پاس آیا تو اس کا انکار کر گیا، پھر مشتری ثانی نے گواہی کے ذریعہ سے ثابت کیا کہ مشتری اول نے دوسرے کے سامنے اقرار کیا ہے اور قاضی نے بیع ثانی کے ٹوٹنے کا فیصلہ کیا تو مشتری اول کو بائع اول کی طرف مبیع واپس کرنے کا حق ہوگا۔ اس اقرار کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشتری اول نے قاضی کے سامنے عیب کا اقرار کر لیا، کیونکہ اس طرح اقرار کرے گا تو بائع اول کی طرف واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

[۲]......دوسرا ہے بینۃ، مشتری ثانی نے گواہوں کے ذریعہ مشتری اول کے پاس عیب ثابت کر دیا تو مشتری اول کو بائع اول کی

القضاء بالإقرار أنه أنكر الإقرار فأثبت بالبينة ۳؎ وهذا بخلاف الوكيل بالبيع إذا رد عليه بعيب بالبينة حيث يكون ردا على الموكل لأن البيع هناك واحد والموجود هاهنا بيعان فيفسخ الثاني

طرف مبیع واپس کرنے کا حق ہوگا۔

[۳]......تیسری صورت ہے باباء یمین لہ] قاضی نے مشتری اول کو قسم کھانے کے لئے کہا اس نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے قاضی نے بیع ثانی ٹوٹنے کا فیصلہ کیا تو مشتری اول کو بائع اول کی طرف واپس کرنے کا حق ہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ زیادہ سے زیادہ بات یہ ہوگی کہ مشتری اول نے عیب کے قائم ہونے کا انکار کیا لیکن قضا کے ذریعہ شرعا جھٹلایا چلا گیا ہے۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ مشتری نے جب قاضی کے سامنے کہا کہ مبیع میں عیب نہیں ہے تو پھر قاضی کے فیصلے کے بعد اسی عیب کی وجہ سے بائع اول کی طرف واپس کیسے کرے گا! یہ تو اس کی بات میں تناقض ہوگیا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قاضی نے جب عیب کا فیصلہ کیا تو گویا کہ قاضی نے مشتری اول کو جھٹلا دیا کہ ہاں اس مبیع میں عیب ہے، اور جب مشتری اول کو جھٹلا دیا تو عیب ثابت ہوگیا اس لئے بائع اول کی طرف واپس کر سکتا ہے۔

ترجمہ : ۲؎ اور اوپر اقرار کا معنی یہ ہے کہ مشتری اول نے دوسرے کے سامنے اقرار کرنے کا انکار کیا تو مشتری ثانی نے گواہ کے ذریعہ سے اقرار کو ثابت کر دیا۔

تشریح : اوپر شرح میں فیصلے کے لئے تین صورتیں آئی تھی، اس میں ایک تھا 'باقرار، کہ مشتری اول اقرار کر لے تو اس عبارت کا مطلب بتا رہے ہیں کہ مشتری اول نے دوسرے کے سامنے عیب کے اقرار کرنے کا انکار کیا ہو، اور مشتری ثانی نے گواہ کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ اس نے دوسرے کے سامنے عیب کا اقرار کیا ہے۔ یہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ :۳؎ یہ بخلاف بیع کے وکیل کے، اگر اس پر گواہ کے ذریعہ عیب کی وجہ سے واپس ہوگئی، اس طرح خود مؤکل پر واپس ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع یہاں ایک ہی ہے، اور مشتری ثانی کی صورت میں دو بیع ہیں اس لئے دوسری کے فسخ ہونے سے پہلی فسخ نہیں ہوگی

تشریح : برخلاف، کہہ کر وکیل بالبیع، اور مشتری ثانی کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں۔۔ یہاں متن میں دو بیع ہیں

[۱]......ایک ہے بائع اول شبیر، اور مشتری اول زید کے درمیان۔

[۲]......دوسری بیع ہے۔ مشتری اول زید اور مشتری ثانی خالد کے درمیان۔

قاضی کے ذریعہ سے عیب کے ماتحت دوسری بیع ختم ہوگئی تو مبیع پہلے بائع کے پاس نہیں آئے گی، جب تک کہ مشتری اول زید با

والأول لا ينفسخ (٨٩) وإن قبل بغير قضاء القاضي ليس له أن يرده ؏ لأنه بيع جديد في حق ثالث وإن كان فسخا في حقهما والأول ثالثهما ؏ وفي الجامع الصغير وإن رد عليه بإقراره بغير

ضابطہ اقدام کر کے مبیع بائع اول شبیر کی طرف واپس نہ کرے، کیونکہ یہاں دو بیع ہیں اس لئے دوسری بیع کے ختم ہونے سے خود بخود پہلی بیع ختم نہیں ہوگی، اس کے لئے اقدام کرنا پڑے گا۔

اور مثلا شاہد مؤکل نے مرشد وکیل کو گائے بیچنے کا وکیل بنایا، اور عیب کے ماتحت گائے مرشد وکیل کی طرف واپس آگئی تو وہ خود بخود مؤکل شاہد کی طرف چلی جائے گی، کیونکہ یہاں دو بیع نہیں ہے ایک ہی بیع ہے۔ وکیل بالبیع، اور مشتری ثانی کے درمیان یہ فرق ہے جو شارح بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ترجمہ :(٨٩) اور اگر اس کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر قبول کیا تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو بائع اول پر واپس کرے

اصول :بغیر قاضی کے فیصلے کے بیع نسیا منسیا [بالکل ختم] نہیں ہوتی کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے۔

تشریح :اگر مشتری اول نے قاضی کے فیصلے کے بغیر مبیع کو واپس لے لیا تو یہ دوسری بیع نسیا منسیا نہیں ہوئی، لیکن کچھ نہ کچھ باقی رہ گئی، اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ مشتری مبیع بیچ دے تو اس کو بائع اول کی طرف واپس نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہاں بغیر قضاء قاضی کے واپس لیا ہے اس لئے مبیع واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمہ :؏ اس لئے کہ تیسرے کے حق نئی بیع ہے اگر چہ مشتری اول اور مشتری ثانی کے درمیان بیع کا فسخ ہے، اور بائع اول تو تیسرا شخص ہے، [اس لئے اس کی طرف واپس نہیں کر سکتا]

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، مشتری اول نے مشتری ثانی سے قاضی کے فیصلے کے بغیر مبیع واپس لے لی تو دوسری بیع ختم نہیں ہوئی، بلکہ یوں سمجھا جائے گا، گویا کہ یہ تیسری بیع ہوئی جس میں مشتری ثانی خالد بائع ہے اور مشتری اول زید مشتری ہے، پس جب تیسری بیع ہوگئی تو بائع اول شبیر مبیع کیسے واپس لے گا! چاہے ظاہری طور پر مشتری اول زید اور مشتری ثانی خالد کے درمیان فسخ ہے۔

ترجمہ :؏ اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر مشتری اول پر اس کے اقرار سے بغیر قضاء قاضی کے ایسے عیب کے ماتحت واپس ہوئی جو پیدا نہیں ہو سکتا تو مشتری اول کو یہ حق نہیں ہوگا جس نے اس سے بیچا ہے اس سے مخاصمت کرے۔

تشریح :جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ **و ان رد عليه بغير قضاء بعيب لا يحدث مثله لم يكن له ان يخاصم الذى باعه** ۔(جامع صغیر، باب فی العیوب، ص ٣٥٣)، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہے کہ مشتری اول کے یہاں پیدا

قضاء بعيب لا يحدث مثله لم يكن له أن يخاصم الذي باعه ٣؎ وبهذا يتبين أن الجواب فيما يحدث مثله وفيما لا يحدث سواء. ٤؎ وفي بعض روايات البيوع إن كان فيما لا يحدث مثله يرجع بالنقصان للتيقن بقيام العيب عند البائع الأول .(٩٠)قال ومن اشترى عبدا فقبضه فادعى عيبا لم يجبر على دفع الثمن حتى يحلف البائع أو يقيم المشتري بينة ١؎ لأنه أنكر وجوب دفع

نہیں ہوسکتا بلکہ یہ یقینی ہے کہ بائع اول کے پاس سے آیا ہے، مثلا چھ انگلیاں ہونا، یہ مشتری اول کے پاس نہیں ہوسکتا یہ تو پیدائشی ہے، پھر بھی اگر مشتری نے بغیر قضاء قاضی کے قبول کرلیا تو بائع اول سے جھگڑا کر کے واپس نہیں دے سکتا، کیونکہ اس نے گویا کہ تیسری بیع کی

ترجمہ :٣؎ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو عیب پیدا ہوسکتا ہو اور جو عیب پیدا نہیں ہوسکتا ہو دونوں میں جواب یکساں ہے۔

تشریح :جو عیب مشتری اول کے یہاں پیدا نہیں ہوسکتا ہے اس میں مشتری اول واپس نہیں کرسکتا ہے تو جو عیب مشتری کے یہاں پیدا ہوسکتا ہو اس میں بدرجہ اولی واپس نہیں کرسکتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ عیب مشتری کے یہاں پیدا ہوا ہو۔

ترجمہ : ٤؎ کتاب البیوع کے بعض روایت میں ہے کہ جو عیب مشتری کے یہاں پیدا نہیں ہوسکتا اس میں مشتری اول رجوع بالنقصان کرسکتا ہے یہ یقین ہونے کی وجہ سے کہ عیب بائع اول کے پاس قائم تھا۔

تشریح : کتاب الاصل کے کتاب البیوع میں ہے کہ اگر ایسا عیب ہو جس کے بارے میں یقین ہے کہ یہ بائع اول کے پاس ہی سے آیا ہے، مشتری اول کے پاس پیدا نہیں ہوسکتا تو چاہے مشتری اول نے بغیر قضاء کے قبول کیا ہو پھر بھی بائع اول سے نقصان وصول کرنے کا حقدار ہوگا، کیونکہ یہ یقین ہے کہ یہ عیب بائع اول کے پاس سے ہی آیا ہے۔

نوٹ :اگر عیب دیکھنے کے بعد بیچا ہو تو مبیع واپس نہیں کرسکتا۔ کیونکہ عیب دیکھنے کے بعد بیچنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اس عیب پر راضی ہے۔اس کی دلیل یہ اثر ہے **عن عامر فی الرجل یشتری السلعة فیری بها العیب ثم یعرضها علی البیع لیس له ان یردها** (مصنف ابن ابی شیبة باب فی الرجل یشتری السلعة فیجد بھا عیبا، ج خامس، ص ١١، نمبر ٢٣٢٣١)اس اثر میں ہے کہ عیب دیکھنے کے بعد سامان کو بیچنے کے لئے پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس عیب سے راضی ہے۔اس لئے اب اس کو بائع کی طرف واپس نہیں کرسکتا۔

اصول:اگر مشتری کے عمل سے مبیع کو واپس کرنا متعذر ہوگیا تو مبیع کو بائع کی طرف واپس نہیں کرسکتا۔

ترجمہ :(٩٠) کسی نے غلام خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر عیب کا دعوی کیا تو قیمت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جب تک کہ بائع قسم نہ کھالے یا مشتری گواہ نہ پیش کردے۔

الثمن حيث أنكر تعين حقه بدعوى العيب ودفع الثمن أولا ليتعين حقه بإزاء تعين المبيع ۲؎ ولأنه لو قضي بالدفع فلعله يظهر العيب فينتقض القضاء فلا يقضي به صونا لقضائه (۹۱) فإن قال

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ فیصلے تک مشتری کو قیمت دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا تا کہ فیصلہ دو بار ٹوٹ نہ جائے۔

تشریح : مشتری نے غلام خریدا اور اس پر قبضہ بھی کر لیا، اس کے بعد یہ دعوی کرتا ہے کہ اس میں عیب ہے تو ابھی اس کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، [تا کہ بعد میں الٹا فیصلہ ہو تو قاضی کا قضا ٹوٹ نہ جائے] بلکہ ابھی ٹھہرا جائے گا، پس اگر مشتری نے عیب پر گواہ پیش کر دیا تو مبیع بائع کی طرف واپس کرنے کا حقدار ہوگا، اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکا تو بائع سے کہا جائے گا کہ اس بات پر قسم کھاؤ کہ میرے یہاں عیب نہیں تھا، پس اگر اس نے قسم کھالی تو مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مشتری کو مبیع واپس کرنے کا حق ہوگا۔ متن کی عبارت کا مطلب یہی ہے جو ذرا صاف نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ قیمت دینے کے وجوب کا انکار کیا اس طرح کہ عیب کا دعوی کر کے بائع کے حق کے متعین ہونے کا انکار کیا۔ اور پہلے قیمت اس لئے دلوائی جاتی تھی تا کہ مبیع کے متعین ہونے کے مقابلے پر بائع کا حق متعین ہو جائے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، اصول یہ ہے کہ پہلے مشتری سے قیمت دلوائی جاتی ہے، کیونکہ مبیع متعین ہے تو گویا کہ مشتری کا حق متعین ہے، اب قیمت پہلے دے گا تو بائع کا حق بھی ثمن میں متعین ہو جائے گا۔ لیکن یہاں مشتری نے مبیع میں عیب کا دعوی کیا تو گویا کہ اپنے حق متعین ہونے کا انکار کیا، اس لئے اس کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب مشتری کا حق متعین نہیں ہے تو بائع کے حق کو بھی متعین نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے کہ اگر قیمت دینے کا فیصلہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ عیب ظاہر ہو جائے تو یہ فیصلہ ٹوٹ جائے گا اس لئے قضا کو بچانے کے لئے ابھی دینے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے کہ ابھی قیمت دلوانے کا فیصلہ کر دیا جائے، تو ہو سکتا ہے کہ مشتری کے گواہ پیش کرنے کی وجہ سے، یا بائع کے قسم کھانے سے انکار کرنے کی وجہ سے مبیع میں عیب ثابت ہو جائے اور قیمت واپس کرنے کا فیصلہ کرنا پڑے تو خواہ مخواہ پہلا فیصلہ ٹوٹے گا، جس میں قضا کی توہین ہوگی اس لئے ابھی رکا جائے اور اگلا فیصلہ ہونے تک قیمت دلوانے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

لغت : بازاء: مقابلے میں۔ صونا لقضاۂ: صون کا معنی ہے حفاظت کرنا، صونا لقضاۂ: کا ترجمہ قضاء کو توہین سے بچانا۔

ترجمہ : (۹۱) اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ شام میں ہیں تو بائع کو قسم کھلوائی جائے گی اور بائع کو قیمت دی جائے گی۔

المشتري شهودي بالشام استحلف البائع ودفع الثمن ۱؎ يعني إذا حلف ولا ينتظر حضور الشهود لأن في الانتظار ضررا بالبائع ۲؎ وليس في الدفع كثير ضرر به لأنه على حجته ۳؎ أما إذا

ترجمه : ۱؎ یعنی اگر بائع قسم کھالے تو، اور گواہ کے حاضر ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ انتظار کرانے میں بائع کو نقصان ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گواہ لانے میں بہت تاخیر ہوتی ہو تو اس کے بعد کا مرحلہ ہے، مدعی علیہ کو قسم کھلائی جائے گی تا کہ بائع کا حق ضائع نہ ہو۔

تشریح : مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا پھر اس پر عیب کا دعوی کیا، قاضی نے اس پر گواہ پیش کرنے کے لئے کہا تو مشتری نے کہا کہ میرا گواہ شام میں ہے، یعنی اتنی دوری پر ہے کہ اس کو یہاں آنے میں مدت سفر تین دن کی مسافت لگ جائے گی، تو قاضی بائع کو اتنی دیر تک صبر کرنے کے لئے نہیں کہے گا، بلکہ گواہ پیش نہ کرسکتا ہو تو مدعی علیہ بائع سے قسم کھانے کے لئے کہا جائے گا، اگر اس نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ مبیع میں عیب نہیں ہے تو مشتری کو فورا قیمت ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کردیا تو مبیع میں عیب ثابت ہو جائے گا اور اس کے ماتحت مشتری مبیع بائع کی طرف واپس کردے گا۔

وجہ : بائع کو گواہ آنے تک تین دنوں تک انتظار کرائے گا تو اس میں بائع کو نقصان ہے کہ مبیع اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور اس کا بدلہ ثمن اس کے ہاتھ میں نہیں آیا ہے، اور قیمت دلوانے میں مشتری کو نقصان نہیں ہے، کیونکہ مبیع اس کے ہاتھ میں ہے، اور اس کے لئے قضاء کی دو صورتیں موجود ہیں [۱] ایک گواہ نہ ہونے کی صورت میں بائع سے قسم لینا۔ [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ قیمت دینے کے بعد گواہ شام سے آگئے اور عیب پر گواہی دے دی تو مشتری کو قیمت واپس مل جائے گی اور مبیع بائع کی طرف واپس ہو جائے گی، تو اس میں مشتری کو کوئی نقصان نہیں ہے۔

اصول : گواہ دور ہونے کی صورت میں بائع کو زیادہ انتظار نہ کرایا جائے، بلکہ اگلا مرحلہ قسم کھلا کر بائع کو قیمت دلوائی جائے۔

ترجمہ : ۲؎ اور قیمت دلوانے میں مشتری کو زیادہ نقصان نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی حجت پر ہے۔

تشریح : مشتری سے قیمت بائع کو دلوائیں تو اس میں مشتری کو زیادہ نقصان نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی حجت پر ہے، اس کا دو مطلب ہیں [۱] ایک مطلب یہ ہے کہ مشتری فوری طور پر گواہ پیش نہ کرسکے تو، بائع سے قسم کھانے کے لئے کہا یہ بھی دلیل اور حجت کی ایک قسم ہے جسکی سہولت مشتری کو دی گئی کہ بائع سے قسم کھلوائی اس کے بعد قیمت ادا کرنے کے لئے کہا گیا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ یہ قیمت اس وقت تک دلوائی جائے گی جب تک مشتری گواہ نہ پیش کرلے، پس جب گواہ پیش کرلے گا تو بائع سے قیمت واپس دلوائی جائے گی، اور مبیع بائع کی طرف واپس کی جائے گی، تو ابھی بھی مشتری اپنی حجت پر قائم ہے، اس

نـكـل ألزم العيب لأنه حجة فيه. (۹۲) قال ومـن اشتـرى عبـدا فادعى إباقا لم يحلف البائع حتى يـقيم المشتري البينة أنه أبق عنده ۱؎ والـمراد التحليف على أنه لم يأبق عنده ۲؎ لأن القول وإن

لئے مشتری کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

لـغـت : حجت: قضا کے محاورے میں حجت کا معنی ہے، دلیل، پہلی دلیل نہ بن سکے تو دوسری، اور دوسری دلیل نہ بن سکے تو تیسری دلیل ہو اس کو حجت، کہتے ہیں۔

ترجمه : ۳؎ اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مبیع میں عیب لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ قضا میں یہ بھی اہم دلیل ہے

تشريح : بائع کو قسم کھانے کے لئے کہا اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مبیع میں عیب ثابت ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے مشتری کو مبیع بائع کی طرف واپس کرنے کا حق ہوگا۔

وجه : کیونکہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو مدعی کی بات ثابت کرنے کے لئے یہ انکار بھی اہم دلیل ہے، جسکو قضا کے محاورے میں حجت کہتے ہیں۔

ترجمه : (۹۲) کسی نے غلام خریدا پھر بھاگنے کا دعوی کیا تو بائع سے اس وقت قسم نہیں لی جائے جب تک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم نہ کرے غلام مشتری کے پاس بھی بھاگا ہے۔

تشريح : غلام کا بھاگنا، چوری کرنا یہ عیب ہیں، لیکن اس عیب کے ماتحت بائع کی طرف واپس کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں، اور اسی پر یہاں بحث ہے [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ غلام دوبارہ مشتری کے پاس بھی بھاگا ہو تب واپس کر سکتا ہے، اگر مشتری کے پاس نہ بھاگا ہو تو چاہے بائع کے پاس بھاگا ہو واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ عیب اللہ کے فضل سے ختم ہو گیا ہو۔

[۲]......دوسری شرط یہ ہے کہ بائع کے پاس بھی بھاگا ہو، کیونکہ اگر بائع کے پاس نہیں بھاگا ہے تو یہ عیب بائع کے یہاں تھا ہی نہیں تو اس کے ماتحت غلام کیسے بائع کی طرف واپس ہوگا۔

[۳]......اور تیسری شرط یہ ہے کہ بھاگنے کا زمانہ ایک ہو، یعنی بائع کے یہاں بھی بچپنے میں بھاگا ہے تو مشتری کے یہاں بھی بچپنے میں بھاگا ہو، اور بائع کے یہاں بالغ ہونے کے بعد بھاگا ہو تو مشتری کے یہاں بھی بالغ ہونے کے بعد بھاگا ہو تب واپس ہوگا، کیونکہ بھاگنا بچپنے میں کھیل کی محبت کی وجہ سے ہے، اور بالغ ہونے کے بعد خبث باطن کی وجہ سے ہے اس لئے بچپنے اور بالغ میں بھاگنا ایک عیب نہیں ہے الگ الگ عیب ہے، اس لئے واپس نہیں کر سکتے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے غلام خریدا پھر بھاگنے کا دعوی کیا تو مشتری کو پہلے گواہ کے ذریعہ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ خود میرے

كان قوله ولكن إنكاره إنما يعتبر بعد قيام العيب به في يد المشتري ومعرفته بالحجج (۹۳) فإذا أقامها حلف بالله لقد باعه وسلمه إليه وما أبق عنده قط ۱ كذا قال في الكتاب ۲ وإن شاء حلفه

یہاں غلام بچپنے میں بھاگ چکا ہے، یہ ثابت کرنے کے بعد تب گواہ کے ذریعہ یہ ثابت کرے کہ بائع کے یہاں بھی بچپنے میں غلام بھاگ چکا ہے، اور اگر اس پر گواہ پیش نہ کر سکے تو بائع کو قسم کھانے کے لئے کہے کہ بائع کے یہاں بچپنے میں غلام نہیں بھاگا تھا۔ لیکن اگر مشتری نے اپنے یہاں گواہ کے ذریعہ بھاگنے کو ثابت نہیں کیا تو بائع کو ابھی قسم نہیں کھلوائی جائے گی کہ اس کے یہاں غلام نہیں بھاگا ہے۔ کیونکہ مشتری جب اپنے یہاں بھاگنے کا ثبوت نہ دے سکا تو ابھی بھاگنے کا دعوی ہی صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱ متن میں قسم کھلانے سے مراد یہ ہے کہ بائع کو قسم کھلائے کہ اس کے یہاں بھاگا نہیں ہے۔

تشریح : متن میں لم یحلف البائع: ہے، اس کا مطلب بتا رہے کہ اس مطلب یہ ہے کہ بائع کو اس بات پر قسم کھلائے کہ اس کے یہاں غلام بھاگا نہیں ہے۔

ترجمہ : ۲ اس لئے کہ اگر چہ بائع کے قول کا اعتبار ہے، لیکن بائع کا انکار کرنا اعتبار کیا جائے گا مشتری کے قبضے میں عیب قائم ہونے کے بعد، اور عیب کا پتہ چلے گا جب مشتری اپنے یہاں بھاگنے کی دلیل دے۔

تشریح : مشتری کے قبضے میں بھاگنے کا ثبوت ہو جائے اس کے بعد بائع کو قسم کھلائی جائے گی، اسکی دلیل ہے، فرماتے ہیں کہ گواہ نہ ہوتے وقت بائع کے قول کا اعتبار تو ہے، لیکن جب مشتری گواہ کے ذریعہ ثابت کر دے گا کہ اس کے یہاں رہتے ہوئے بھی غلام بھاگا ہے، اس کے بعد بائع سے قسم لی جائے گی کہ خود بائع کے یہاں بھاگا ہے یا نہیں، پس اگر بھاگنے کا اقرار کر لے تو غلام بائع کی طرف واپس ہوگا، اور انکار کر دے تو غلام مشتری کے پاس ہی رہ جائے گا۔

ترجمہ : (۹۳) پس اگر مشتری نے اپنے یہاں بھاگنے پر گواہ قائم کر دئے تو بائع کو قسم کھلائی جائے گی۔ خدا کی قسم غلام کو بیچا ہے اور مشتری کو سپرد کیا اور بائع کے پاس کبھی بھاگا نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱ کتاب مبسوط میں ایسے ہی فرمایا ہے۔

تشریح : مشتری گواہ سے یہ ثابت کر دے کہ اس کے یہاں غلام بھاگا ہے۔ اس کے بعد بائع کے یہاں بھاگا ہے اس کی گواہی نہیں ہے تو اب بائع سے قسم کھلوائی جائے گی۔

نوٹ : شارح نے یہاں قسم کھلوانے کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں، جن سے تین ٹھیک ہیں اور اخیر کے دو ٹھیک نہیں ہیں ان میں مشتری کو دھوکہ ہو سکتا ہے، اس لئے اس قسم کی قسم نہ کھلوائی جائے۔

غلام بھاگنے کے دو اوقات ہیں [۱] ایک بیچنے سے پہلے، [۲] اور دوسرا بیچنے کے بعد مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے۔ اگر بائع نے

بـالله ما له حق الرد عليک من الوجه الذي يدعي ۳؎ أو بالله ما أبق عندک قط ۴؎ أما لا يحلفه بـالـله لقد باعه وما به هذا العيب ۵؎ ولا بـالـلـه لقد باعه وسلمه وما به هذا العيب لأن فيه ترک

قسم کھائی کے سپرد کرتے وقت نہیں بھا گا، تو ہوسکتا ہے بیچنے سے پہلے بھا گا ہو اور قاضی کو اس کا پتہ نہ چلے، یا قسم کھائی کہ بیچنے سے پہلے نہیں بھا گا ہے، لیکن سپرد کرنے سے پہلے بھا گا ہو تو بائع قسم میں سچا ہوگا، لیکن قاضی کو دھوکا ہوگا اور مبیع واپس نہیں کر سکے گا، اس لئے قسم کھلواتے وقت دونوں وقتوں میں نہ بھاگنے کی صراحت کی جائے، اور دونوں وقتوں میں نہ بھاگنے کی بائع قسم کھائے تب مشتری غلام کو واپس نہیں کر پائے گا۔ اس لئے اسطرح قسم کھلوائے۔ خدا کی قسم بیچا ہے اور سپرد کیا اور ان دونوں وقتوں میں کبھی بائع کے پاس نہیں بھا گا ہے۔

ترجمہ :۱؎ اور اگر چاہے تو بائع کو قسم کھلائے، خدا کی قسم مشتری کو اس وجہ سے واپس کرنے کا حق نہیں ہے جس کا وہ دعوی کرتے ہیں۔

تشریح :[۲] شارح نے قسم کھلوانے کی یہ دوسری صورت بیان کی ہے، جس بھاگنے کی وجہ سے مشتری غلام واپس کرنا چاہتے ہیں خدا کی قسم اس وجہ سے مجھ پر وہ واپس نہیں کر سکتے،، کیونکہ وہ میرے یہاں کبھی بھا گا ہی نہیں ہے، نہ بیچنے سے پہلے اور نہ سپرد کرنے سے پہلے۔

ترجمہ :۲؎ کہو۔ خدا کی قسم تم بائع کے پاس کبھی بھا گا ہی نہیں ہے۔

تشریح : [۳] یہ قسم کھلوانے کی تیسری شکل ہے۔ چونکہ اس میں تصریح ہے کہ بائع کے پاس کبھی نہیں بھا گا ہے، نہ بیچنے سے پہلے اور نہ سپرد کرنے سے پہلے، اس لئے اس طرح کی قسم میں قاضی کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

ترجمہ :۴؎ بہر حال اس طرح قسم نہ کھلوائے۔ خدا کی قسم غلام کو بیچا تھا اس وقت یہ عیب نہیں تھا۔

تشریح : [۴] یہ قسم کی چوتھی شکل پیش کر رہے ہیں۔ اس قسم میں یہ تصریح ہے کہ بیچتے وقت بھاگنے کا عیب نہیں تھا۔ سپرد کرتے وقت بھا گا ہے یا نہیں اس کی تصریح نہیں ہے، اور یہ ممکن ہے کہ سپرد کرتے وقت بھا گا ہو، اس لئے بائع قسم میں سچا ہوگا، اور قاضی کو دھوکہ ہو جائے گا۔ اس لئے اس طرح کی قسم نہ کھلوائی جائے۔

ترجمہ :۵؎ اس طرح بھی قسم نہ کھلوائے۔ خدا قسم کی غلام کو بیچا ہے اور اس کو سپرد کیا ہے، اس حال میں کہ [دونوں کے وقت] یہ عیب نہیں تھا۔ اس لئے کہ ان دونوں قسموں مشتری کی مصلحت چھوڑ دی گئی ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ عیب بیچنے کے بعد پیدا ہوا ہو سپرد کرنے سے پہلے، حالانکہ سپرد کرتے وقت بھی عیب پیدا ہوا ہو تو واپس کرنے کا سبب ہے۔

تشریح :[۵] یہ قسم کھلوانے کی پانچویں شکل ہے۔ اس قسم میں یہ وہم ہے کہ دونوں کے وقت بھاگنے کا عیب نہیں تھا البتہ

النظر للمشتري لأن العيب قد يحدث بعد البيع قبل التسليم وهو موجب للرد ٦؎ والأول ذهول عنه ٧؎ والثاني يوهم تعلقه بالشرطين فيتأوله في اليمين عند قيامه وقت التسليم دون البيع ٨؎ ولو لم يجد المشتري بينة على قيام العيب عنده وأراد تحليف البائع ما يعلم أنه أبق عنده يحلف على قولهما. واختلف المشايخ على قول أبي حنيفة رحمه الله ٩؎ لهما أن الدعوى معتبرة حتى

ایک کے وقت تھا، یعنی بیچتے وقت تو نہیں تھا البتہ سپرد کرتے وقت تھا۔ اس میں قاضی کو دھوکہ ہوسکتا ہے اس لئے اس طرح بھی قسم نہ کھلوائے۔

ترجمہ : ٦؎ پہلی صورت میں سپرد کرتے وقت عیب پیدا کرنے سے غفلت ہے۔

تشریح :شرح میں قسم کھلوانے کی پہلی شکل یہ ہے۔ **باللہ لقد باعہ و ما بہ ھذا العیب** ۔ [خدا کی قسم بیچتے وقت یہ عیب نہیں تھا] اس قسم میں یہ ممکن ہے کہ بیچتے وقت بھاگنے کا عیب نہیں تھا لیکن سپرد کرتے وقت تھا، اور قسم میں سپرد کرتے وقت عیب نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے، جس سے مشتری کو نقصان ہوسکتا ہے۔ اس لئے اس قسم کی قسم نہ کھلوائے۔

ترجمہ :٧؎ اور قسم کی دوسری صورت میں وہم ہوتا ہے کہ عیب کا تعلق دونوں شرطوں کے ساتھ ہو اس لئے قسم میں تاویل کر سکتا ہے کہ عیب سپرد کرتے وقت موجود تھا بیچتے وقت موجود نہیں تھا۔

تشریح : شرح میں قسم کی دوسری صورت یہ ہے، **باللہ لقد باعہ و سلمہ و ما بہ ھذا العیب** ۔[خدا کی قسم میں نے غلام کو بیچا ہے اور سپرد کیا ہے، اور دونوں کے وقت عیب نہیں تھا] اس قسم میں بیچنے اور سپرد کرنے دونوں کا تذکرہ ہے، لیکن اس بات کا وہم ہے کہ بائع یوں تاویل کرے کہ دونوں کے وقت عیب نہیں تھا لیکن لیکن سپرد کرتے وقت تھا، اور اس تاویل سے مشتری کو نقصان ہوگا، اس لئے یہ قسم بھی نہ کھلوائے۔

ترجمہ :٨؎ اگر مشتری کے پاس عیب پر گواہ نہ پائے اور بائع کو قسم کھلوانا چاہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ مشتری کے پاس غلام بھاگا ہے یا نہیں۔ تو صاحبینؒ کے نزدیک قسم کھلوائی جاسکتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔

تشریح :مشتری کے پاس اس بات کا گواہ نہیں ہے کہ خود اس کے پاس غلام بھاگا ہے، پھر بھی بائع کو یہ قسم کھلوانا چاہتا ہے کہ۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ مشتری کے پاس غلام بھاگا ہے۔ تو صاحبین کی رائے کہ قسم کھلوا سکتا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں اختلاف ہے، البتہ راجح یہ ہے کہ دوسرے کے یہاں بھاگنے پر قسم نہیں کھلوا سکتا۔

ترجمہ :٩؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کا دعوی معتبر ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر گواہ مرتب ہوتا ہے، پس اسی طرح بائع کو قسم کھلوانا بھی مرتب ہوگا۔

يتـرتـب عليها البينة فكذا يترتب التحليف. ١٠؎ ولـه عـلـى ما قاله البعض أن الحلف يترتب على دعـوى صـحـيـحة وليسـت تـصح إلا من خصم ولا يصير خصما فيه إلا بعد قيام العيب. ١١؎ وإذا نـكـل عـن اليـمين عندهما يحلف ثانيا للرد على الوجه الذي قدمناه. ١٢؎ قـال رضي الله عنه إذا كانت الدعوى في إباق الكبير يحلف ما أبق منذ بلغ مبلغ الرجال لأن الإباق في الصغر لا يوجب

تشـــريـح :صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کا دعوی کہ میرے پاس بھا گا ہے، صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے گواہ کی ضرورت ہے، اوراس کے پاس گواہ نہیں ہے تو بائع سے قسم لے سکتا ہے۔ یہ حکم مرتب ہوگا۔

ترجمه :١٠؎ بعض حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے یہ دلیل دی ہے کہ قسم صحیح دعوی پر مرتب ہوتی ہے۔ اور دعوی صحیح ہوتا ہے خصم کی جانب سے، اور مشتری عیب قائم کرنے سے پہلے خصم ہی نہیں بن پایا [اس لئے بائع سے قسم بھی نہیں لے سکے گا]

تشریح :یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دلیل ہے کہ بائع اس وقت قسم کھائے گا جب دعوی صحیح ہو اور مشتری خصم [مدعی] اس وقت بنے گا جب اپنے یہاں بھاگنے کو ثابت کر دے، اور اس نے اپنے یہاں بھاگنے کو گواہ کے ذریعہ ثابت نہیں کیا ہے اس لئے یہ خصم بھی نہیں ہے، اور اس کا دعوی بھی صحیح نہیں ہے اس لئے بائع پر قسم بھی نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دوسرے کے یہاں بھاگنے پر بائع سے قسم نہیں لی جائے گی۔

لغت:خصم: مدعی، یا اس کے مخالف مدعی علیہ کو خصم کہتے ہیں۔

تـرجـمه :١١؎ صاحبینؒ کے نزدیک، اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو واپس کرنے کے لئے دوسری مرتبہ اس طرح قسم کھائے جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

تشـــريـح :چاہے مشتری نے گواہ کے ذریعہ اپنے یہاں بھاگنے کو ثابت نہیں کیا پھر بھی صاحبینؒ کے یہاں کے بائع کو قسم کھلوائی جائے گی، کہ اس کو معلوم نہیں ہے کہ مشتری کے یہاں غلام بھا گا ہے یا نہیں۔ اب بائع نے یہ قسم کھانے سے انکار کر دیا، تو گویا کہ ثابت کر دیا کہ غلام مشتری کے یہاں بھا گا ہے، اب جب مشتری کے یہاں بھاگنے کا ثبوت ہو گیا، اور مشتری کے پاس اس بات کا بھی گواہ نہیں ہے کہ بائع کے یہاں غلام بھا گا ہے یا نہیں، تو بائع کو دوبارہ قسم کھلائے کہ۔ خدا کی قسم بیچا ہے اور سپرد کیا ہے اور کبھی بائع کے یہاں نہیں بھا گا ہے۔

لغت :عـلـى الوجه الذى قدمناه :شارح نے قسم کھلوانے کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں ان میں سے پہلی تین صورتیں صحیح ہیں، شارح فرماتے جس طرح میں نے پہلی تین صورتیں بتائی اسی طرح بائع کو قسم کھلائے۔

ترجمه :١٢؎ مصنفؒ نے فرمایا کہ اگر دعوی بالغ ہونے کے بعد بھاگنے کا ہو تو اس طرح قسم کھلوائے۔ جب سے بالغ ہوا ہے

رده بعد البلوغ.(۹۴) قال ومن اشترى جارية وتقابضا فوجد بها عيبا فقال البائع بعتك هذه وأخرى معها وقال المشتري بعتنيها وحدها فالقول قول المشتري ل لأن الاختلاف في مقدار

تونہیں بھاگا ہے،اس لئے کہ بچپنے میں بھاگنا بالغ ہونے کے بعد واپس کرنے کا سبب نہیں ہے۔

تشریح : یہ قسم کھلانے کی چھٹی صورت ہے۔اگر مشتری کا دعوی ہے کہ اس کے پاس بالغ ہونے کے بعد بھاگا ہے تو بائع کو یہ قسم کھلائے کہ بالغ ہونے کے بعد بائع کے یہاں نہیں بھاگا تھا، تب مشتری غلام واپس کر سکے گا۔

وجہ : کیونکہ اگر بائع کے یہاں بچپنے میں بھاگا تھا تو اس عیب سے مشتری واپس نہیں کر سکے گا، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ بچپنے میں بھاگنا اور عیب ہے اور بالغ ہونے کے بعد بھاگنا الگ عیب ہے۔

ترجمہ:(۹۴) کسی نے باندی خریدی اور بائع اور مشتری دونوں نے اپنے اپنے مال پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے عیب پایا، پس بائع نے کہا میں یہ باندی بیچی اور اس کے ساتھ دوسری بھی بیچی، اور مشتری نے کہا آپ نے مجھکو ایک ہی بیچا ہے، تو مشتری کی بات کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ قبضے کی مقدار میں اختلاف ہے اس لئے قبضہ کرنے والے کے قول کا اعتبار ہے، جیسے غصب میں ہوتا ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ کی بات مانی جائے گی، اور امین کی بات مانی جائے گی ۔۔اور مشتری یہاں مدعی علیہ ہے اور امین ہے اس لئے اس لئے قسم کے ساتھ اس کی بات مانی جائے گی۔

تشریح :مشتری نے باندی خریدی اور بائع نے اپنی قیمت پر اور مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا، اور معاملہ ختم ہو گیا، اس کے بعد مشتری نے عیب کا دعوی کیا، اور باندی کو بائع کی طرف واپس کرنا چاہا تو بائع نے دعوی کیا کہ دو باندی بیچی تھی اور مشتری کہتا ہے کہ ایک باندی بیچی تھی، اور بائع کے پاس دو باندی ثابت کرنے کے لئے گواہ نہیں ہے، تو قسم کے ساتھ مشتری کی بات مانی جائے گی۔

وجہ :(۱) یہاں بائع دو باندی کا دعوی کرتا ہے اور مشتری مدعی علیہ ہے اور بائع کے پاس گواہ نہیں ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کی بات مانی جائے گی کیونکہ وہ مدعی علیہ ہے۔(۲) باندی پر قبضہ کے بعد مشتری امین ہے، اور بات امین کی مانی جاتی ہے، اس لئے مشتری کی بات مانی جائے گی۔(۳) ایک مثال دی ہے کہ، کسی نے غلام غصب کیا اور جس کا غلام ہے اس نے دعوی کیا اور اس کے پاس گواہ نہیں ہے تو غاصب کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی، کیونکہ وہ امین ہے، اسی طرح یہاں مشتری امین ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی۔

المقبوض فيكون القول للقابض كما في الغصب ۲ؔ وكذا إذا اتفقا على مقدار المبيع واختلفا في المقبوض لما بينا.(۹۵) قال ومن اشترى عبدين صفقة واحدة فقبض أحدهما ووجد بالآخر عيبا فإنه يأخذهما أو يدعهما ۱ؔ لأن الصفقة تتم بقبضهما فيكون تفريقها قبل التمام وقد ذكرناه

اصول :بات مدعی علیہ کی اور امین کی مانی جاتی ہے۔

لغت :کمافی الغصب: مثلا زید نے عمر کا غلام غصب کیا، اور عمر کے پاس گواہ نہیں ہے تو زید جو غصب کرنے والا ہے اسی کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

ترجمه : ۲ؔ ایسے ہی اگر مبیع کی مقدار پر اتفاق کیا اور جس چیز پر قبضہ کیا اس میں اختلاف کیا [تو مشتری کی بات مانی جائے گی] جیسا کہ بیان کیا۔

تشریح :مشتری نے کہا کہ بیع تو دو باندی کی ہوئی تھی، لیکن میں نے ایک ہی باندی پر قبضہ کیا تھا اور بائع کے پاس گواہ نہیں ہے تو اس صورت میں بھی مشتری کی بات مانی جائے گی۔ کیونکہ یہاں بھی مشتری مدعی علیہ ہے، اور امین ہے۔

لغت :مقدار المبیع :جس چیز کی بیع ہوئی ہے اس کی مقدار، یہاں دو باندی کی بیع ہوئی ہے۔المقبوض: جس پر قبضہ کیا ہے، مثلا ایک باندی پر قبضہ کیا ہے۔

ترجمه :(۹۵) کسی نے ایک ہی عقد میں دو غلام خریدے پھر ایک پر قبضہ کیا اور دوسرے میں عیب پایا، تو یا دونوں کو لے یا دونوں کو چھوڑ دے۔

ترجمه ۱ؔ:اس لئے کہ عقد دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد پورا ہوگا اس لئے ایک غلام کے لینے میں عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ لازم آئے گا۔

تشریح :یہ مسئلہ تین اصولوں پر ہے۔

اصول :[۱]...... پہلا اصول یہ ہے کہ مبیع کئی ہوں اور سب کا عقد ایک ہو تو بعض مبیع کو لے اور بعض کو چھوڑ دے اس کو تفریق صفقہ، کہتے ہیں یہ حدیث کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

[۲]......دوسرا اصول یہ ہے کہ تمام مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد عقد پورا ہوتا ہے۔اس سے پہلے عقد پورا نہیں ہوتا۔

[۳]......تیسرا اصول یہ ہے کہ بیع میں خیار رویت، یا خیار شرط ہوں تو تمام مبیع پر قبضہ کرنے کے باجود بھی عقد پورا نہیں ہوتا۔اور خیار عیب ہو تو تمام مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد عقد پورا ہو جاتا ہے، اس کے بعد بعض مبیع کو رکھے اور بعض کو واپس کر دے تو ایسا کر سکتا ہے، تفریق صفقہ، لازم نہیں آئے گا، کیونکہ عقد پورا ہو چکا ہے۔

۲؎ وهذا لأن القبض له شبه بالعقد فالتفريق فيه كالتفريق في العقد. ۳؎ ولو وجد بالمقبوض عيبا

وجــــه :عقد پورا ہونے سے پہلے بعض مبیع کو لے اور بعض کو نہ لے یہ تفریق صفقہ ہے،اس کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ (۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الشعبی فی رجل اشتری رقیقا جملة فوجد بعضهم عیبا قال یردهم جمیعا او یأخذهم جمیعا (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یشتری المبیع جملة فیجد فی بعضه عیبا، ج ثامن، ص۱۲۱، نمبر۱۴۷۷۸) اس قول تابعی میں ہے کہ تمام مبیع لے یا تمام چھوڑ دے۔(۲) ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک کپڑے کو رکھے گا اور دوسرے کو واپس کرے گا تو ایک بیع میں دو بیع کرنا ہوا اور حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من باع بیعتین فی بیعة فله اوکسهما او الربا . (ابوداؤد، باب فیمن باع بیعتین فی بیعة، ص۱۳۴، نمبر۳۴۶۱/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی النهی عن بیعتین فی بیعة، ص۲۳۳، نمبر۱۲۳۱) اس حدیث میں ایک بیع دو بیوع گھسانے سے منع فرمایا ہے

تشــریح :کسی نے ایک ہی عقد میں دو غلام خریدے، پھر ایک غلام پر قبضہ کیا، اور دوسرے غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور اس میں عیب کا دعوی کیا اور چاہتا ہے کہ اس دوسرے کو واپس کردیں، تو حکم یہ ہے کہ چاہے تو دونوں کو لے لے، یا دونوں کو واپس کردے، ایک کو لے اور دوسرے کو واپس کرے ایسا نہیں کرسکتا ہے۔

وجــــه :اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک دوسرے غلام پر قبضہ نہ کرے عقد پورا نہیں ہوگا، اور عقد پورا ہونے سے پہلے ایک کو لے اور دوسرے کو واپس کردے یہ تفریق صفقہ ہے جو جائز نہیں ہے۔دلیل اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمه:۲؎ یہ تفریق صفقہ اسلئے کہ قبضہ عقد کے مشابہ ہے، اس لئے قبضے میں تفریق کرنا عقد میں تفریق کرنے کی طرح ہے

تشــریح :خرید و فروخت میں قبضہ بھی عقد کی طرح ہے اس لئے جس طرح عقد میں تفریق صفقہ نہیں کرسکتے اسی طرح قبضہ میں تفریق صفقہ نہیں کرسکتے، یعنی دونوں مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد عقد پورا ہوگا اس سے پہلے پورا نہیں ہوگا، اس لئے دونوں غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک کو لے اور دوسرے کو چھوڑ دے، یہ تفریق صفقہ ہے، جو نہیں کرسکتا۔

کہ ایک کو لے اور دوسرے کو چھوڑ دے۔

لـغـت :عقد میں تفریق کی شکل یہ ہے۔بائع نے کہا کہ دو غلام ایک ہزار میں بیچتا ہوں، مشتری نے جواب میں کہا کہ ایک غلام چار سو میں خریدتا ہوں۔تو یہاں بیع میں تفریق صفقہ ہوا، کہ بائع نے ایک ساتھ دو غلام کا ایجاب کیا اور مشتری نے ایک کو چار سو میں قبول کیا۔

ترجمه : ۳؎ جس غلام پر قبضہ اس میں عیب ہے تو اس بارے میں اختلاف کیا ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ قبضہ والے کو خاص طور پر واپس کرسکتا ہے۔

اختلفوا فيه. ويروى عن أبي يوسف رحمه الله أنه يرده خاصة ۴ والأصح أنه يأخذهما أو يردهما لأن تمام الصفقة تعلق بقبض المبيع وهو اسم للكل ۵ فصار كحبس المبيع لما تعلق

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دونوں پر قبضہ کرے گا تب عقد پورا ہوگا، اگر ایک پر قبضہ کیا تو خود قبضہ شدہ میں بھی عقد پورا نہیں ہوگا اس لئے خود اس کو واپس کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

تشریح : دو غلام خریدا تھا، اور ایک پر قبضہ کیا اور اسی میں عیب کا دعوی کیا تو اس کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں، اس بارے میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ چونکہ ایک پر قبضہ کر چکا ہے تو اس میں عقد پورا ہو گیا اس لئے اس کو واپس کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں عقد پورا ہو گیا ہے۔

اصول: حضرت امام ابو یوسفؒ کا اصول۔ جس مبیع پر قبضہ کیا اس میں عقد پورا ہو گیا اس لئے اس کو واپس کر سکتا ہے۔

ترجمہ : ۴ صحیح بات یہ ہے کہ کہ دونوں کو لے یا دونوں کو واپس کر دے اس لئے کہ صفقہ کے پورا ہونے کا تعلق مبیع کے قبضے پر ہے اور مبیع کل کا نام ہے۔

تشریح : صحیح بات یہ ہے کہ دونوں غلاموں پر قبضہ کرے گا تب عقد پورا ہوگا، کیونکہ مجموعے کا نام مبیع ہے، اور یہاں ابھی ایک غلام پر قبضہ کیا ہے اس لئے قبضہ کیا ہوا غلام میں بھی عقد پورا نہیں ہوا اس لئے قبضہ کیا ہوا غلام کو واپس نہیں کر سکتا، ابھی بھی یہی حکم ہے کہ دونوں کو لے یا دونوں کو چھوڑ دے۔

ترجمہ : ۵ تو مبیع روکنے کی طرح ہو گیا، جبکہ روکنے کا تعلق ثمن وصول کرنے کے لئے ہو، تو پورے ثمن پر قبضہ کئے بغیر روکنے کا حق ختم نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ ایک مثال دی ہے، بائع نے قیمت لینے کے لئے مبیع کو روکا ہے تو جب تک پوری قیمت نہ مل جائے اس کو پورے مبیع کو روکنے کا حق ہے ایسا نہیں ہے کہ آدھی قیمت دی ہو تو آدھی مبیع مشتری لے لے، اسی طرح یہاں جب تک پورے مبیع قبضہ نہ کر لے عقد پورا نہیں ہوگا، اور عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ جائز نہیں ہے۔ یہ عبارت ذرا الٹی ہے۔

ترجمہ ۲ اور اگر دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک میں عیب پایا تو جسمیں عیب پایا صرف اسی کو واپس کر سکتا ہے۔

اصول : عقد پورا ہونے کے بعد تفریق صفقہ جائز ہے، عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ جائز نہیں۔

تشریح : اوپر اصول گزرا کہ عقد پورا ہونے کے بعد ایک کو واپس کر کے تفریق صفقہ کر سکتا ہے، یہ جائز ہے۔ دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد ایک میں عیب نکلا تو صرف ایک کو واپس کر سکتا ہے۔

زوالہ باستیفاء الثمن لا یزول دون قبض جمیعہ ٦ؔ ولو قبضھما ثم وجد بأحدھما عیبا یردہ خاصۃ ےؔ خلافا لزفر. ھو یقول فیہ تفریق الصفقۃ ولا یعری عن ضرر لأن العادۃ جرت بضم الجید إلی الردیء فأشبہ ما قبل القبض وخیار الرؤیۃ والشرط. ٨ؔ ولنا أنہ تفریق الصفقۃ بعد

وجہ :دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد صفقہ [عقد] پورا ہو گیا اس لئے اب ایک کو واپس کر کے تفریق صفقہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ : ےؔ امام زفرؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی تفریق صفقہ ہے اور بائع کو کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوگا اس لئے کہ عادت یہ ہے کہ اچھے کو ردی کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں تو قبضہ کرنے سے پہلے واپس کرنے کے مشابہ ہو گیا، اور خیار رویت اور خیار شرط کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح :امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ دونوں غلاموں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک غلام کو عیب کے ماتحت واپس کرنا چاہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، چاہے تو دونوں کو واپس کرے اور چاہے تو دونوں کو رکھ لے۔

وجہ : (۱) وہ فرماتے ہیں کہ دونوں غلاموں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک کو واپس کرے گا تو یہ بھی تفریق صفقہ ہے چاہے عقد پورا ہونے کے بعد ہو۔ (۲) عام عادت یہ ہے کہ اچھے مال کو خراب مال کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں تا کہ دونوں کی اچھی قیمت آجائے، اب ایک کو مثلا خراب کو واپس کیا تو اس میں بائع کو نقصان ہوگا اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ (۳) جس طرح ایک غلام پر قبضہ کرتا اور اس کو واپس کرتا تو خود امام ابو حنیفہؒ کے یہاں بھی جائز نہیں ہے، پس جس طرح قبضہ کرنے سے پہلے تفریق صفقہ جائز نہیں ہے اسی طرح پورے پر قبضہ کرنے کے بعد تفریق صفقہ جائز نہیں ہے۔ (۴) پوری مبیع پر قبضہ کر لے اور خیار رویت ہو تو عقد پورا نہیں ہوتا، اسی طرح خیار شرط ہو اور قبضہ کر لے تو عقد پورا نہیں ہوتا اسی طرح خیار عیب ہو اور پوری مبیع پر قبضہ کر لے تب بھی عقد پورا نہیں ہوگا اس لئے ایک غلام کو واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمہ : ٨ؔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں عقد پورا ہونے کے بعد تفریق صفقہ ہے، اس لئے کہ خیار عیب میں قبضے کے بعد عقد پورا ہو جاتا ہے، اور خیار رویت اور خیار شرط میں قبضے کے بعد بھی عقد پورا نہیں ہوتا، جیسے کہ پہلے گزر گیا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں غلاموں پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے عقد پورا ہو گیا، کیونکہ خیار عیب میں پوری مبیع پر قبضہ ہو جائے تو عقد پورا ہو جاتا ہے، اور یہ تفریق صفقہ عقد پورا ہونے کے بعد ہے جو جائز ہے۔ ہاں خیار رویت ہو یا خیار شرط ہو تو پوری مبیع پر قبضہ کے باوجود عقد پورا نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وجہ : اس قول تابعی میں ہے۔ عن عطاء یرد العیب و یلزمہ ما بقی بالقیمۃ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یشتری المبیع جملۃ فیجد فی بعضہ عیبا، ج ثامن، ص ۱۲۱، نمبر ۱۴۷۷۹) اس قول تابعی میں ہے کہ جس میں عیب ہے اس کو واپس

التمـام لأن بالقبض تتم الصفقة في خيار العيب وفي خيار الرؤية والشرط لا تتم به على ما مر ۹ ولهـذا لـو استحق أحدهما ليس له أن يرد الآخر. (٩٦) قال ومـن اشترى شيئا مما يكال أو يوزن فـوجـد ببعضه عيبا رده كله أو أخذه كله ا ومراده بعد القبض ٢ لأن الـمكيل إذا كان من جنس واحـد فهـو كشيء واحد ألا يرى أنه يسمى باسم واحد وهو الكر ونحوه. وقيل هذا إذا كان في وعـاء واحـد فـإذا كان في وعاء ين فهو بمنزلة عبدين حتى يرد الوعاء الذي وجد فيه العيب دون

کردے، اور باقی کو اس کی قیمت لگا کر مشتری رکھ لے۔

ترجمه :۹ اسی لئے اگر پورے پر قبضہ کرنے کے بعد دو غلاموں میں سے ایک کسی اور کا مستحق نکل گیا تو مشتری کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے غلام کو بائع کی طرف واپس کرے۔

تشریح : مشتری نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا تھا اور عقد پورا ہو چکا تھا اس کے بعد کسی اور نے دعوی کر کے ایک غلام مشتری سے لے لیا، اور مشتری کے پاس ایک ہی غلام باقی رہ گیا تو گویا کہ عقد پورا ہونے کے بعد تفریق صفقہ ہوا اس لئے مشتری کو اختیار نہیں ہے کہ اس دوسرے غلام کو بائع کی طرف واپس کرے، کیونکہ تفریق صفقہ عقد پورا ہونے کے بعد ہوا ہے۔ ہاں جو غلام دوسرے کے پاس گیا اس کی قیمت بائع سے وصول کرلے۔ البتہ بائع لینے پر راضی ہو جائے تو لے سکتا ہے۔

ترجمه :(٩٦) کسی نے ایسی چیز خریدی جو کیل کی جاتی ہے یا وزن کی جاتی ہے پھر قبضے کے بعد اس میں عیب پایا تو پورے ہی کو واپس کردے یا پورے کو لے لے۔

ترجمه :ا مراد ہے قبضے کے بعد۔

ترجمه :٢ اس لئے کہ کیلی چیز ایک جنس کی ہو تو وہ ایک ہی مبیع ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ تمام کو ایک ہی نام دیا جاتا ہے، جیسے ''کُر'' وغیرہ۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام دو ہوں تو وہ دو مبیع ہیں چاہے ایک ہی عقد میں ہوں، لیکن کیلی چیز یا وزنی چیز ایک برتن میں ہو تو ایک ہی مبیع ہے، اس لئے قبضے کے بعد بھی اس میں تفریق نہیں کر سکتے۔

تشریح: کسی آدمی نے مثلا ایک کُر گیہوں خریدا، تو یہ سب گیہوں ایک ہی مبیع ہے اور ایک ہی چیز ہے اس لئے مشتری اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس میں سے بعض میں عیب کا دعوی کرے اور اس بعض کو واپس کرنا چاہے اور باقی اپنے پاس رکھنا چاہے تو نہیں کر سکتا، یا تو پورا کُر واپس کرے، یا پورا کر رکھ لے۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک گیہوں کی کوئی مالیت نہیں ہے بلکہ مجموعے کی مالیت ہے اس لئے پورا کر ایک ہی مبیع ہے، اس

الآخر. (٧٩)ولو استحق بعضه فلا خيار له في رد ما بقي ل لأنه لا يضره التبعيض ٢ والاستحقاق لا يمنع تمام الصفقة لأن تمامها برضا العاقد لا برضا المالك ٣ وهذا إذا كان بعد القبض أما لو

لئے قبضہ کے بعد بھی اس میں تفریق نہیں کر سکتا۔

لغت : یسمی باسم واحد: تمام گیہوں کا الگ الگ نام نہیں ہے بلکہ سب کو مثلا ایک کر گیہوں کہتے ہیں، تمام گیہوں کا ایک نام ہے۔ کُرّ: یہ عرب میں ایک بڑے کیل کا نام تھا، جیسے ہمارے میں کوئنٹل، ہے۔ ہدایہ کے حاشیہ پر جو حساب لکھا ہے اس کے اعتبار سے ایک کُرّ۔2547.36 کیلو کا ہوتا ہے۔

ترجمہ :٢ کہا گیا ہے یہ جب ہے کہ ایک برتن میں ہو، اور اگر دو برتنوں میں ہوں تو وہ دو غلاموں کی طرح ہیں، یہاں تک کہ جس برتن میں عیب پایا گیا اس کو واپس کیا جائے گا دوسرے کو نہیں۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک برتن میں گیہوں ہو تو ایک مبیع شمار کی جائے گی، اور دو برتن میں ہوں تو دو مبیع شمار کی جائے گی اور اس کا حکم دو غلاموں کی طرح ہے، یعنی ایک برتن میں عیب ہے تو اس کو بائع کی طرف واپس کرے اور دوسرا رکھ لے، کیونکہ قبضے کے بعد یہ تفریق صفقہ ہے جو جائز ہے۔

ترجمہ : (٧٩) اور اگر بعض گیہوں کا مستحق نکل جائے تو باقی کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ ٹکڑا کرنے میں نقصان نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گیہوں کو ٹکڑا کرنا عیب نہیں ہے۔

تشریح :ایک برتن گیہوں تھا اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس میں سے کچھ کا کوئی مستحق نکل گیا تو جو باقی بچا ہے اس کو بائع کی طرف واپس کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ گیہوں کو دو حصے کئے جائیں تو یہ کوئی نقص اور عیب نہیں ہے، اور قبضے کے بعد تفریق ہوئی ہے اس لئے تفریق صفقہ عقد پورا ہونے کے بعد ہے اس لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ :٢ مستحق نکلنا عقد کے پورے ہونے کو نہیں روکتا اس لئے کہ عقد کا پورا ہونا عقد کرنے والے کی رضامندی سے ہے مالک کی رضامندی سے نہیں۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ جتنے گیہوں کا مستحق نکلا اس کا مالک تو دوسرا آدمی مثلا زید تھا وہ گیہوں بیچنے پر راضی نہیں تھا، جسنے گیہوں بیچا ہے اور عقد کیا ہے وہ راضی تھا، تو مالک کی رضامندی کے بغیر عقد کیسے پورا ہوا، تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ عقد کرنے والے سے عقد پورا ہو گیا، مالک کی رضامندی ضروری نہیں، اور جب عقد پورا ہو گیا تو اس کے بعد تفریق صفقہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔

كان قبل القبض فله أن يرد ما بقي لتفرق الصفقة قبل التمام.(۹۸) قال وإن كان ثوبا فله الخيار ا لأن التشقيص فيه عيب وقد كان وقت البيع حيث ظهر الاستحقاق بخلاف المكيل والموزون.(۹۹) قال ومن اشترى جارية فوجد بها قرحا فداواه أو كانت دابة فركبها في حاجة

ترجمه :۳ یہ مابقیہ کو واپس کرنے حق اس وقت نہیں ہے جب کہ قبضہ کے بعد ہو، بہر حال یہ استحقاق قبضہ سے پہلے تو مشتری کو باقی واپس کرنے کا حق ہوگا عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :قبضہ کے بعد مستحق نکلے تو مشتری کو باقی کو واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا،لیکن اگر گیہوں پر قبضہ سے پہلے بعض کا مستحق نکل جائے تو عقد پورا ہونے سے پہلے تفریق صفقہ ہے اس لئے مشتری باقی گیہوں کو بائع کی طرف واپس کردے گا۔

ترجمہ :(۹۸) اگر کپڑا ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ اس میں ٹکڑا کرنا عیب ہے،اور یوں سمجھو کہ بیچتے وقت ہی یہ عیب تھا،لیکن استحقاق کے وقت ظاہر ہوا، بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے [اس میں ٹکڑا کرنا عیب نہیں ہے]

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کپڑے میں ٹکڑا کرنا عیب ہے اس لئے عقد پورا ہونے کے بعد بھی استحقاق نکل گیا تو باقی کپڑا بائع کی طرف واپس کرسکتا ہے۔

تشریح :قبضہ کرنے کے بعد کوئی آدمی آدھے کپڑے کا مستحق نکل گیا تو مشتری کو حق ہے کہ باقی کپڑا بائع کی طرف واپس کردے،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ آدھا کپڑا چلے جانے کے بعد کرتا یا پائجامہ نہیں بن پائے گا تو باقی کپڑا بیکار ہو جائے،اس لئے کپڑے میں ٹکڑا ہونا عیب ہے،اس عیب کا اظہار تو استحقاق نکلنے کے بعد ہوا،لیکن حقیقت میں بیچتے وقت ہی تھا،کیونکہ اسی وقت سے آدھا کپڑا دوسرے کا مستحق تھا اس لئے قبضہ کرنے کے باوجود اس عیب کے ماتحت کپڑا بائع کی طرف واپس کرسکتا ہے۔ اس کے برخلاف گیہوں وغیرہ جو کیلی یا وزنی چیزیں ہیں اس کو آدھا کرنے سے عیب نہیں ہے،آدھا بھی کھانے کے کام میں آسکتا ہے۔

لغت:تشقیص :قص سے مشتق ہے،ٹکڑا کرنا۔مکیل : کیلی چیز،موزون:وہ چیزیں جو وزن کرکے بیچتے ہوں۔

ترجمہ :(۹۹) کسی نے باندی خریدی،پس اس کو زخمی پایا تو اس کی دوا کی،یا چوپایہ تھا اس پر اپنی ضرورت کے لئے سوار ہوا تو یہ رکھنے پر رضامندی شمار کی جائے گی۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ یہ اپنے پاس باقی رکھنے کے ارادے پر دلیل ہے۔

فهو رضا ۱؎ **لأن ذلک دليل قصده الاستبقاء** ۲؎ **بخلاف خيار الشرط لأن الخيار هناک للاختبار وأنه بالاستعمال فلا يكون الركوب مسقطا (۱۰۰) وإن ركبها ليردها على بائعها أو**

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کون سی حرکت اس پر دلیل ہے کہ عیب کے باوجود مبیع کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، وہ حرکت رضامندی شمار کی جائے گی اور اس سے خیار عیب ساقط ہو جائے گا۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔ باندی خریدی، اس کو دیکھا کہ زخمی ہے اس کی دوائی کرائی اس کے بعد اس زخم کی وجہ سے واپس کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا، کیونکہ دوائی کرانا اپنے پاس رکھنے کی دلیل ہے اور اس عیب سے راضی ہونے کی دلیل ہے، اس لئے اس سے خیار عیب ختم ہو جائے گا اور اب باندی کو واپس نہیں کر سکتا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مثلا گھوڑا خریدا، اس میں کوئی عیب تھا، اس کے باوجود اپنی ضرورت کے لئے سوار ہو کر کہیں گیا تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ گھوڑا رکھنا چاہتا ہے اس لئے اب خیار ختم ہو گیا

ترجمہ : ۲؎ بخلاف خیار شرط کے اس لئے خیار شرط آزمانے کے لئے ہوتا ہے اور یہ استعمال کرنے سے ہوگا اس لئے سوار ہونا خیار شرط ساقط کرنے کے لئے نہیں ہے۔

تشریح : خیار شرط اس لئے ہوتا ہے کہ مبیع کو آزما کر دیکھے کہ مناسب ہے یا نہیں، اس لئے ہو سکتا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر مشتری آزما رہا ہے اس لئے ایک دو مرتبہ سوار ہونے سے خیار شرط ختم نہیں ہوگا، ہاں آزمانے کے بعد بار بار سوار ہو تو اس سے خیار شرط بھی ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۱۰۰) اگر گھوڑے پر سوار ہوا تا کہ بائع کو واپس کرے، یا گھوڑے کو پانی پلائے، یا اس کا چارہ خریدے تو یہ عیب کے ساتھ رضامندی نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ واپس کرنے کے لئے سوار ہونا تو وہ واپس کرنے کا سبب ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو کام ضروری ہو عیب دیکھنے کے بعد اس کے کرنے سے خیار عیب ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے کرنے کی مجبوری ہے۔

تشریح : عیب دیکھنے کے بعد واپس کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوا، تو یہ سوار ہونا واپس کرنے کے لئے ہے رکھنے کے لئے نہیں ہے اس لئے اس سے خیار ساقط نہیں ہوگا۔ دوسرا مسئلہ ہے۔ عیب دیکھنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو پانی پلانے لے گیا، اور پانی کی جگہ اتنی دور تھی کہ سوار ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا تو یہ سواری عیب پر رضامندی نہیں ہے، تیسرا مسئلہ ہے۔ سوار ہو کر چارہ کھلانے لے گیا، اور وہ جگہ اتنی دور تھی کہ سوار ہوئے بغیر کوئی راستہ نہیں تھا تو یہ سوار ہونا عیب پر رضامندی نہیں ہے۔

ليسقيها أو ليشتري لها علفا فليس برضا ۱؎ أما الركوب للرد فلأنه سبب الرد ۲؎ والجواب في السقي واشتراء العلف محمول على ما إذا كان لا يجد بدا منه إما لصعوبتها أو لعجزه أو لكون العلف في عدل واحد وأما إذا كان يجد بدا منه لانعدام ما ذكرناه يكون رضا. (١٠١) قال ومن اشترى عبدا قد سرق ولم يعلم به فقطع عند المشتری له أن يرده ويأخذ الثمن عند أبي حنيفة رحمه الله. وقالا: يرجع بما بين قيمته سارقا إلى غير سارق ۱؎ وعلى هذا الخلاف إذا قتل بسبب

ترجمه: ۲؎ جواب پانی پلانے میں اور چارہ خریدنے میں محمول ہے جبکہ کوئی اور راستہ نہ ہو جانور کے سخت ہونے کی وجہ سے، یا خود مشتری لانے سے عاجز ہو، یا اس لئے کہ چارہ ایک گٹھری میں تھا، اور اگر کوئی راستہ ہو تو مذکورہ چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے تو رضا مندی ہوگی۔

تشریح: پانی پلانے اور چارہ کھلانے کے لئے مشتری گھوڑے پر سوار ہوا تو اس سے خیار عیب اس وقت ساقط نہیں ہوگا جبکہ سوار ہونے کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو تو اس سوار ہونے سے عیب سے رضا مندی شمار نہیں کی جائے گی، مثلا گھوڑا اتنا سرکش ہے سوار ہوئے بغیر اس کو پانی تک یا کھانا تک نہیں لیجا سکتا، یا آدمی اتنا کمزور ہے کہ سوار ہوئے بغیر پانی اور کھانے کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا، یا چارہ ایک گٹھر میں ہے جو گھوڑے کی ایک جانب ہے اور توازن برقرار رکھنے کے لئے دوسری جانب مشتری کو بیٹھنا پڑا تو یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ اس طرح سے سوار ہونے سے عیب سے رضا مندی نہیں ہے، بلکہ سوار ہونے کی مجبوری ہے، اس لئے خیار عیب ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اور راستہ تھا اور سوار ہونے کی مجبوری نہیں تھی اس کے باوجود سوار ہو گیا تو اس سے عیب سے رضا مندی شمار کی جائے گی، اور خیار عیب ساقط ہو جائے گا۔

لغت: یسقی: پانی پلانا۔ علف: چارہ، گھاس۔ یجد بدا منہ: کوئی دوسری صورت ہو، اس سے چھٹکارے کا کوئی راستہ ہو، اسی سے ہے لا یجد بدا منہ: اس سے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ صعوبۃ: صعوبۃ: سخت ہو، سرکش ہو۔ لعجزہ: اس سے عاجز ہو۔ عِدل: گھوڑے کی پیٹھ پر دونوں جانب لادتے ہیں، اور دونوں جانب گٹھری بنا کر رکھتے ہیں، ان میں سے ایک گٹھری کو عدل کہتے ہیں۔ گویا کہ دونوں جانب انصاف کیا۔

ترجمہ: (۱۰۱) کسی نے غلام خریدا جو چرا چکا تھا لیکن مشتری کو علم نہیں تھا پس مشتری کے پاس ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری کو حق ہے کہ بائع کی طرف واپس کر دے اور پوری قیمت لے لے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ چور غلام اور غیر چور غلام کی قیمت میں جو فرق ہو وہ واپس لے۔

ترجمہ: ۱؎ اسی اختلاف پر ہے اگر ایسے سبب سے قتل کیا جائے جو بائع کے ہاتھ میں ہوا ہو۔

وجد فی يد البائع. ٢ والحاصل أنه بمنزلة الاستحقاق عنده وبمنزلة العيب عندهما. ٣ لهما أن الموجود فی يد البائع سبب القطع والقتل وأنه لا ينافی المالية فنفذ العقد فيه لكنه متعيب

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بائع کے یہاں چوری یا قتل کا سبب پایا گیا، اور مشتری کے یہاں جا کر ہاتھ کاٹا گیا، یا قتل ہوا تو مشتری کس چیز کا حقدار ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گویا کہ بائع کے یہاں ہی غلام مستحق نکل گیا اس لئے پورے غلام واپس کر کے پوری قیمت وصول کرے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہوگا کہ بائع کے یہاں چوری کا عیب پیدا ہوا اور مشتری کے یہاں دوسرا عیب ہاتھ کٹنے کا پیدا ہوا اس لئے مشتری صرف عیب کا نقصان بائع سے وصول کرے گا، اصولی اعتبار سے یہ فرق ہے۔

تشریح : کسی نے غلام خریدا، اس نے بائع کے یہاں چوری کی تھی، لیکن مشتری کو اس کا علم نہیں تھا قبضے کے بعد مشتری کے یہاں غلام کا ہاتھ کاٹا گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کے لئے یہ حق ہے کہ غلام بائع کی طرف واپس کر دے اور پوری قیمت لے لے۔ اسی طرح غلام نے کسی کو بائع کے یہاں قتل کیا تھا اس کی وجہ سے مشتری کے یہاں قتل کیا گیا تو مشتری بائع پوری قیمت وصول کرے گا۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بائع کے یہاں ہاتھ کاٹنے کا سبب پایا گیا تو گویا کہ بائع کے یہاں ہی ہاتھ کاٹا گیا، اور گویا کہ مشتری کو مبیع دیا ہی نہیں، اور اس کی قیمت لے لی اس لئے مشتری مبیع واپس کر کے اس کی قیمت واپس لے گا۔ (۲) اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پورا غلام کسی کا مستحق نکل گیا نکل گیا تو مشتری بائع سے پورے غلام کی قیمت وصول کرتا ہے، اسی طرح یہاں پورے غلام کی قیمت وصول کرے گا۔

ترجمہ :٢ حاصل یہ ہے کہ ہاتھ کٹنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استحقاق کے درجے میں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک عیب کے درجے میں ہے۔

تشریح :عیب کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کے یہاں بھی ہاتھ کٹنے کا عیب ہو چکا ہے اس لئے چوری کے عیب سے جتنا نقصان ہوا ہے مشتری صرف وہ وصول کرے گا، غلام بائع کو واپس نہیں کریگا، اور استحقاق کا مطلب یہ ہے پورا غلام کسی اور کا نکل گیا اس لئے مشتری بائع سے پوری قیمت لے گا، اور غلام بائع کی طرف واپس کر دے گا۔

ترجمہ : ٣ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع کے ہاتھ میں کاٹنے کا سبب پایا گیا، یا قتل کا سبب پایا گیا اور یہ مالیت کے منافی نہیں ہے اس لئے عقد نافذ ہو جائے گا، لیکن عیب دار ہے، اس لئے واپس کرنا ناممکن ہونے کے وقت نقصان وصول کرے گا۔

فيرجع بنقصانه عند تعذر رده ۴؂ وصار كما إذا اشترى جارية حاملا فماتت في يده بالولادة فإنه يرجع بفضل ما بين قيمتها حاملا إلى غير حامل. ۵؂ وله أن سبب الوجوب في يد البائع

تشریح :صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع کے یہاں صرف کاٹنے کا سبب ہے، کاٹا نہیں گیا ہے، کاٹا تو مشتری کے یہاں گیا ہے، اور گویا کہ دوسرا عیب مشتری کے یہاں پیدا ہو گیا۔ اور سبب کا پایا جانا مالیت کے خلاف نہیں ہے، اور جب غلام مال ہے تو عقد نافذ ہو جائے گا، البتہ غلام عیبدار ہے، اور مشتری کے یہاں کاٹنے کا عیب پیدا ہونے کی وجہ سے غلام بائع کی طرف واپس بھی نہیں کر سکتا، اس لئے یہی صورت رہ گئی کہ چوری کے عیب سے جو نقصان ہوا ہے وہ بائع سے وصول کرے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ چور اور غیر چور میں جو قیمت کا فرق ہے وہ بائع سے وصول کرے۔ مثلا چور غلام کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور چوری کے بغیر اس غلام کی قیمت بارہ سو ہے تو سات سو درہم مشتری بائع سے واپس لے۔

ترجمہ :۴؂ اور ایسا ہو گیا کہ مشتری نے حاملہ باندی خریدی پھر بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے مشتری کے ہاتھ میں مر گئی تو مشتری حاملہ اور غیر حاملہ کے درمیان جو فرق ہے وہ قیمت وصول کرے گا۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کی جانب سے مثال ہے، کہ مشتری نے حاملہ باندی خریدی، پھر بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے باندی مشتری کے پاس مر گئی تو حاملہ باندی اور غیر حاملہ باندی کے درمیان جو فرق ہے مشتری بائع سے وہ وصول کرے گا، مثلا اس قسم کے حاملہ باندی کی قیمت پانچ سو ہے اور غیر حاملہ کی قیمت بارہ سو درہم ہے تو مشتری بائع سے سات سو وصول کرے گا، اسی طرح یہاں چور غلام اور غیر چور کے درمیان جو فرق ہے وہ وصول کرے گا، غلام واپس نہیں کرے گا، اور پوری قیمت وصول نہیں کرے گا۔

ترجمہ :۵؂ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کاٹنا واجب ہونے کا سبب بائع کے قبضے میں ہوا ہے، اور واجب ہونا اس کام کے ہو جانے تک پہنچاتا ہے، اس لئے ہاتھ کا کاٹنا پرانے سبب کی منسوب ہوگا۔

تشریح:امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ چوری بائع کے پاس رہ کر کی ہے، اور اسی چوری کے سبب سے مشتری کے یہاں ہاتھ کاٹا گیا تو یوں سمجھو کہ خود بائع کے یہاں ہی ہاتھ کاٹا گیا اس لئے بائع کو پوری قیمت دینی ہوگی۔

لغت :یہاں عبارت میں الفاظ پیچیدہ ہیں۔ ان سبب الوجوب في يد البائع :الخ۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنا واجب ہوا اس کا سبب چوری ہے، جو بائع کے یہاں پائی گئی، اور یہ سبب ہاتھ کاٹنے تک پہنچایا، اس لئے ہاتھ کاٹنا پچھلے سبب کی طرف منسوب ہوگا، کہ گویا کہ بائع کے یہاں ہاتھ کاٹا گیا۔ ہر ہر جملے کا ترجمہ یہ ہے۔ سبب الوجوب: سے مراد ہے چوری کرنا جو ہاتھ کے کاٹنے کا سبب بنا۔ الوجوب یفضی الی الوجود: واجب ہونا کام کے ہونے تک پہنچاتا ہے۔ چوری کرنے

والوجوب يفضى إلى الوجود فيكون الوجود مضافا إلى السبب السابق، ٦ وصار كما إذا قتل المغصوب أو قطع بعد الرد بجناية وجدت في يد الغاصب ، ٧ وما ذكر من المسألة ممنوعة.
٨ ولو سرق في يد البائع ثم في يد المشتري فقطع بهما عندهما يرجع بالنقصان كما ذكرنا. ٩

کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا واجب ہوا، وجود سے مراد ہاتھ کاٹا جانا۔ مضافا الى السبب السابق: مضاف کا ترجمہ ہے منسوب کرنا، عبارت کا مطلب ہے ہاتھ کاٹنا منسوب ہوگا پچھلا سبب یعنی چوری کرنے کی طرف جو بائع کے یہاں ہوا ہے۔

ترجمہ: ٦ اور ایسا ہو گیا کہ غصب شدہ غلام آقا کے پاس قتل کیا گیا ہو، یا ایسے ہی غاصب کے یہاں ایسی جنایت کی تھی جس کے بدلے میں آقا کے پاس واپس جانے کے بعد غلام کا ہاتھ کاٹا گیا ہو [تو غاصب کو اس کی قیمت دینی پڑتی ہے]

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے۔ غاصب کے پاس رہ کر غلام نے کسی کو قتل کیا، پھر غلام آقا کے پاس واپس گیا تو اس قتل کے قصاص میں غلام قتل کیا گیا تو چونکہ غاصب کے پاس رہتے ہوئے غلام نے یہ قتل کیا ہے اس لئے غاصب غلام کی قیمت آقا کو ادا کرے گا، دوسری مثال یہ ہے کہ، مثلا غلام نے غاصب کے یہاں چوری کی، پھر غلام کو آقا کی طرف واپس کیا، اور وہاں غلام کا ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب کو اس کی قیمت دینی ہوگی، کیونکہ ہاتھ کٹنے کا سبب غاصب کے یہاں ہوا ہے، اسی طرح بائع کے یہاں چوری کا سبب ہوا جسکی وجہ سے مشتری کے یہاں ہاتھ کاٹا گیا اس لئے بائع کو اس کی قیمت دینی ہوگی۔

ترجمہ: ٧ اور جو مسئلہ ذکر کیا گیا ہے وہ ممنوع ہے۔

تشریح: والمسألة ممنوعة: کا مطلب یہ ہے کہ صاحبینؒ نے جو کہا کہ حاملہ اور غیر حاملہ باندی میں جو فرق ہے وہ وصول کیا جائے گا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آپ کے یہاں یہ ہے۔ ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ مشتری کو یہ حق ہے کہ بائع سے پوری باندی کی قیمت وصول کرے، جیسے کہ مشتری پورے چور غلام کی قیمت وصول کرتا ہے۔

ترجمہ: ٨ اور اگر بائع کے قبضے میں چرایا، پھر مشتری کے قبضے میں چرایا پھر دونوں کی وجہ سے ہاتھ کٹا تو صاحبینؒ کے نزدیک نقصان وصول کرے گا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

تشریح: بائع کے قبضے میں رہتے ہوئے غلام نے چرایا، پھر مشتری کے قبضے میں جا کر دوبارہ چوری کی، اور دونوں چوریوں کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبینؒ کے نزدیک اوپر کا ہی مسئلہ رہے گا کہ چور غلام اور غیر چور غلام کی قیمت میں جو فرق ہوگا مشتری بائع سے وہ فرق وصول کرے گا۔ مثلا چور غلام کی قیمت سات سو درہم ہے اور غیر چور غلام کی قیمت ایک ہزار ہے تو مشتری بائع سے تین سو درہم وصول کرے گا۔

ترجمہ: ٩ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بائع کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں کر سکتا مشتری کے یہاں نیا عیب پیدا ہونے کی

وعنده لا يرده بدون رضا البائع للعيب الحادث ١٠ ويرجع بربع الثمن ١١ وإن قبله البائع فبثلاثة الأربـا ع لأن اليـد مـن الآدمي نصفه وقد تلفت بالجنايتين وفي إحداهما رجوع فيتنصف ١٢ ولو تداولته الأيدي ثم قطع في يد الأخير رجع الباعة بعضهم على بعض عنده كما في الاستحقاق

وجہ سے

تشریح : قاعدہ گزر گیا کہ مشتری کے یہاں نیا عیب پیدا ہو گیا ہو تو بغیر بائع کی رضامندی کے مبیع واپس نہیں کر سکتا، چونکہ یہاں مشتری کے یہاں بھی چرایا ہے اور اس کی وجہ سے بھی ہاتھ کٹا ہے اس لئے اب بائع کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں کر سکتا۔

ترجمہ : ١٠ اور مشتری چوتھائی رجوع کرے گا۔

تشریح : مشتری کے یہاں چوری کی وجہ سے غلام بائع کی طرف واپس نہیں کیا گیا تو مشتری بائع سے چوتھائی قیمت واپس لے گا۔ کیونکہ ہاتھ انسان کی آدھی قیمت سمجھا جاتا ہے، اس لئے جب ایک ہاتھ کٹا تو غلام کی آدھی قیمت کم ہو گئی، اور چونکہ یہ بائع اور مشتری دونوں کے یہاں چرانے سے کٹا ہے اس لئے مشتری آدھے کا آدھا یعنی پورے غلام کی چوتھائی قیمت بائع سے لے گا۔ مثلا غلام کی قیمت دو ہزار ہے تو ہاتھ کٹنے سے ایک ہزار کم ہوا، اور یہ دونوں کی وجہ سے کم ہوا ہے اس لئے مشتری بائع سے پانچ سو درہم وصول کرے گا۔ کیونکہ یہی بائع کے یہاں چوری کا نقصان ہے۔

ترجمہ :١١ اور اگر بائع نے غلام کو لے لیا تو تین چوتھائی مشتری واپس لے گا، اس لئے کہ آدمی کا ہاتھ آدھی قیمت مانی جاتی ہے، اور دو جرموں سے ہاتھ تلف ہوا ہے اور دو جرموں میں سے ایک کی قیمت وصول کرے گا اس لئے آدھے کا بھی آدھا ہو جائے گا۔

تشریح : اوپر گزرا کہ آدمی کا ہاتھ آدمی کی قیمت کا آدھا ہوتا ہے، اور ایک ہاتھ دو جرموں سے کٹا ہے، اس لئے چوتھائی قیمت مشتری کے یہاں چوری سے کٹا، اس لئے یہ چوتھائی کم کر کے بائع تین چوتھائی مشتری کو واپس دے گا۔

ترجمہ :١٢ اگر غلام کئی ہاتھوں میں بکا پھر آخیر کے پاس ہاتھ کاٹا گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر بائع اپنے پہلے والے بائع سے نقصان وصول کرے گا، جیسا کہ استحقاق میں ہوتا ہے۔

تشریح :مثال کے طور پر زید نے خالد سے بیچا، اور خالد نے شاکر سے بیچا، اور شاکر نے حمید سے بیچا۔ غلام نے زید کے پاس چوری کی تھی اور آخری مشتری حمید کے پاس جا کر ہاتھ کٹا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حمید آدھی قیمت شاکر سے وصول کرے گا، اور شاکر آدھی قیمت خالد سے وصول کرے گا، اور خالد آدھی قیمت زید سے وصول کرے گا۔

۱۳؎ وعندهما يرجع الأخير على بائعه ولا يرجع بائعه على بائعه لأنه بمنزلة العيب. ۱۴؎ وقوله في الكتاب ولم يعلم المشتري يفيد على مذهبهما لأن العلم بالعيب رضا به ولا يفيد على قوله في الصحيح لأن العلم بالاستحقاق لا يمنع الرجوع.

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ زید ہی کے یہاں کی چوری سے حمید کے یہاں ہاتھ کٹا ہے،اس لئے حمید اپنے بائع شاکر سے قیمت وصول کرے گا،اور شاکر اپنے بائع خالد سے،اور خالد اپنے بائع زید سے وصول کرے گا،کیونکہ زید کے یہاں چوری پیش آئی ہے۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں،کہ اگر زید کے یہاں کوئی اس غلام کا مستحق نکل آیا لیکن حمید کے یہاں جا کر وہ غلام لے گیا تو حمید شاکر سے اور شاکر خالد سے اور خالد زید سے قیمت وصول کرے گا اسی طرح یہاں ہر مشتری اپنے بائع سے قیمت وصول کرتا چلا جائے گا۔

لغت : تداولتہ:داول سے مشتق ہے،یکے بعد دیگرے دوسرے کے ہاتھوں میں جانا۔الباعۃ :بائع کی جمع ہے،بیچنے والا۔

ترجمہ :۱۳؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک اخیر مشتری اپنے بائع سے وصول کرے گا،اور یہ بائع اپنے بائع سے وصول نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ عیب کے درجے میں ہے۔

تشریح :یہ مسئلہ دو وصولوں پر قائم ہے۔[۱] ایک یہ کہ مبیع میں مشتری کے یہاں عیب پیدا ہو چکا ہو تو بائع کی طرف واپس نہیں کر سکتا۔[۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ مشتری حابس للمبیع [مبیع کو روکنے والا ہو] تو بائع سے نقصان وصول نہیں کر سکتا۔یہاں آخری مشتری کے یہاں ہاتھ کٹا ہے جو صاحبینؒ کے یہاں عیب ہے،تو گویا کہ مشتری کے یہاں عیب پیدا ہوا اس لئے مشتری غلام واپس نہیں کر سکتا، لیکن اس نے آگے نہیں بیچا اس لئے یہ حابس للمبیع نہیں ہوا اس لئے یہ اپنے بائع سے نقصان وصول کر سکتا ہے۔

اور اخری مشتری حمید سے پہلے شاکر نے چونکہ حمید سے بیچا ہے اس لئے یہ حابس للمبیع ہوا اس لئے شاکر اپنے بائع خالد سے نقصان وصول نہیں کر سکتا،اسی طرح خالد نے شاکر سے بیچا ہے اس لئے خالد اپنے بائع زید سے نقصان وصول نہیں کر سکتا۔کیونکہ یہ سب حابس للمبیع ہیں۔

ترجمہ :۱۴؎ اور متن میں امام محمدؒ کا قول''ولم یعلم المشتری'' صاحبینؒ کے مذہب پر فائدہ دے گا اس لئے کہ عیب کو جاننا اس سے رضامندی کی دلیل ہے،اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فائدہ نہیں دے گا صحیح روایت میں اس لئے کہ استحقاق کو جاننے سے رجوع کرنا نہیں روکتا۔

اصول :اس مسئلے میں دو اصول ہیں۔

(۱۰۲)قال ومن باع عبدا وشرط البراءة من كل عيب فليس له أن يرده بعيب وإن لم يسم

[۱]...... پہلا یہ ہے۔اگر مشتری کو یہ معلوم ہے کہ اس غلام میں یہ عیب ہے اس کے باوجود اس کو خرید لیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری اس عیب سے راضی ہے اسلئے اس کو اس عیب کی بنیاد پر غلام واپس کرنے، یا نقصان وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا

[۲]...... دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر مشتری کو یہ معلوم ہے کہ یہ غلام کسی اور کا مستحق ہے، اس کے باوجود خرید لیا اور بعد میں مستحق نکل گیا، تو جاننے کے باوجود بائع سے غلام کی قیمت واپس لینے کا حقدار ہوگا۔

تشریح :ان دونوں اصولوں کی وجہ سے، صاحبینؒ کے نزدیک بائع کے یہاں چوری کرنا عیب ہے اور مشتری کو اس کا علم ہوتو نقصان واپس نہیں لے سکتا، اس لئے متن میں ''لم یعلم المشتری''[مشتری کو اس عیب کا علم نہ ہو] کی قید لگائی تا کہ مشتری بائع سے نقصان وصول کر سکے۔اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ استحقاق کے درجے میں ہے اس لئے مشتری کو اس کا علم ہوتب بھی نقصان واپس لے سکتا ہے اس لئے متن میں ''لم یعلم المشتری'' سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ معلوم ہو یا نہ ہو ہر حال میں نقصان واپس لے سکتا ہے۔

ترجمہ :(۱۰۲) کسی نے غلام بیچا اور بائع نے ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ عیب کے ماتحت اس کو واپس کرے۔ چاہے تمام عیوب کا نام لیکر نہ گنوایا ہو۔

تشریح : بائع نے مبیع بیچی اور کہا کہ مبیع دیکھ لیں اور خرید لیں۔ میں تمام عیوب سے بری ہوں۔ پھر واپس نہیں کروں گا۔تو چاہے ہر ہر عیب کو نہ گنایا ہوا اور نہ تمام عیوب کا نام لیا ہو پھر بھی وہ تمام عیوب سے بری ہوگا۔اور مشتری کسی بھی عیب کی وجہ سے بائع کے پاس واپس نہیں کر سکے گا۔

وجہ :(۱)عیب سے براءت کے ساتھ خریدنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **قال لی العداء بن خالد بن هوذة الا اقرئک کتابا کتبه لی رسول الله ﷺ؟ قال قلت بلی! فاخرج لی کتابا ،هذاما اشتری العداء بن خالد بن هوذة من محمد رسول الله ﷺ اشتری منی عبدا او امة لا داء ولا غائلة ولا خبثة بیع المسلم المسلم.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کتابة الشروط ص ۲۳۰ نمبر ۱۲۱۶)اس حدیث میں آپؐ نے **لا داء ولا غائلة ولا خبثة** کی براءت لکھ کر صحابی کو دی ہے کہ یہ عیوب نہیں ہوں گے۔جس سے معلوم ہوا کہ عیب سے براءت کی شرط کے ساتھ بیع کی جا سکتی ہے۔اور چاہے تمام عیوب نہ گنوائے ہوں تب بھی تمام عیوب سے بری ہو جائے گا۔ بشرطیکہ عیب کو جانتے ہوئے جھوٹ نہ بولا ہو۔(۲)اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **ان عبد الله بن عمر باع غلاما له بثمانی مائة درهم فباعه بالبراءة فقال الذی ابتاعه لعبد الله بن عمر بالغلام داء لم تسمه لی فاختصما الی عثمان بن عفان فقال**

العيوب بعددها ل وقال الشافعي لا تصح البراءة بناء على مذهبه أن الإبراء عن الحقوق المجهولة لا يصح. هو يقول إن في الإبراء معنى التمليك حتى يرتد بالرد وتمليك المجهول لا يصح ٢ ولنا أن الجهالة في الإسقاط لا تفضي إلى المنازعة وإن كان في ضمنه التمليك لعدم

الرجل باعنى عبدا وبه داء لم يسمه لى وقال عبد الله بعته بالبراءة فقضى عثمان على عبد الله بن عمر ان يحلف له لقد باعه العبد وما به داء يعلمه فابى عبد الله ان يحلف وارتجع العبد. (موطاامام مالک، باب العیب فی الرقیق ص۱۷۵) اس قول صحابی میں حضرت عبداللہ بن عمر نے تمام عیوب سے براءت کی شرط سے غلام بیچا تھا اور ہر ہر عیب کا نام نہیں گنوایا تھا۔ (۳) یہ قول صحابی اس کی دلیل ہے۔ عن عبد الله بن عامر عن زيد بن ثابت انه كان يرى البراءة من كل عيب جائزا (سنن للبیھقی، باب بیع البراءة، ج خامس، ص ۵۳۶، نمبر ۱۰۷۸۴) حضرت زید بن ثابتؓ تمام عیوب سے براءت کو جائز سمجھتے تھے۔

ترجمہ : ل حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ برائت صحیح نہیں ہے انکے مذہب پر بنیاد کرتے ہوئے کہ حقوق مجھولہ سے برأت صحیح نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بری کرنے میں مالک بنانے کا معنی ہے یہاں تک کہ رد کرنے سے رد ہو جائے گا اور مجہول کا مالک بنانا صحیح نہیں ہے، [اس لئے بری کرنا صحیح نہیں ہے۔

تشریح : حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جن جن عیوب کا نام لیکر برأت کرے گا اس کی برأت صحیح ہوگی، اور جن عیوب کا نام نہیں لیا اس کی برأت صحیح نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ عیب سے بری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اچھی مبیع کا مالک بنانا ہے، اور مجہول چیز کا مالک نہیں بن سکتا اس لئے مجہول برأت بھی صحیح نہیں ہے۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم النخعى فى الرجل يبيع السلعة ويبرأ من الداء قال هو برى مما سمى. (سنن للبیھقی، باب بیع البراءة، ج خامس، ص ۵۳۷، نمبر ۱۰۷۸۸) اس اثر میں ہے کہ جن جن عیوب کا نام لے گا انہیں سے براءت ہوگی باقی سے نہیں۔

لغت : حتى يرتد بالرد : برأت کو رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے۔ مثلا قرض دینے والا [زید] قرض سے بری کر دے اور معاف کر دے، تو قرض لینے والا [خالد] یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بری نہیں ہونا ہے بلکہ مجھے تو قرض ادا ہی کرنا ہے، تو جس طرح زید خالد کو پانچ سو درہم کا مالک بنائے تو خالد مالک بننے سے انکار کر سکتا ہے کہ مجھے تمہارے درہم کا مالک نہیں بننا ہے، اسی طرح قرض لینے والا قرض دینے والے کی معافی کا انکار کر سکتا ہے، اس لئے برأت مالک بنانے کے درجے میں ہے۔

ترجمہ : ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ جہالت ساقط کرنے میں ہے جو جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی، اگر چہ اس کے ضمن میں

الحاجة إلى التسليم فلا تكون مفسدة ٣؎ ويدخل في هذه البراء ة العيب الموجود والحادث قبل القبض في قول أبي يوسف. ٤؎ وقال محمد رحمه الله لا يدخل فيه الحادث وهو قول زفر رحمه الله لأن البراء ة تتناول الثابت. ٥؎ ولأبي يوسف أن الغرض إلزام العقد بإسقاط حقه عن صفة السلامة وذلک بالبراء ة عن الموجود والحادث.

مالک بنانا بھی ہے کیونکہ کہ سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اس لئے یہ جہالت مفسد نہیں ہے۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کوجواب ہے، برأت کا مطلب یہ ہے کہ عیوب کوساقط کرناہےاس لئے جہالت ساقط کرنے میں ہے، اگر چہ اس کے تحت میں مبیع کا مالک بنانا بھی ہے،اس لئے یہ جھگڑے تک نہیں پہنچائے گی ، کیونکہ یہاں کسی چیز کوسپرد کرنا نہیں ہے،اس لئے یہ جہالت مفسد نہیں ہے،اس لئے ہر ہر عیب کوذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : ٣؎ اس برأت میں موجودہ عیب داخل ہیں اور قبضہ سے پہلے جو پیدا ہوں گے وہ بھی داخل ہیں،امام ابو یوسفؒ کے نزدیک

تشریح :اس برأت میں وہ عیب داخل ہیں جو بیچتے وقت تھے،اوران عیبوں سے بھی بری ہوجائیں گے جو قبضہ سے پہلے پیدا ہوں گے،یعنی قبضہ سے پہلے جو عیب پیدا ہوئے ہوں ان کی وجہ سے بھی بائع کی طرف واپس نہیں کر سکے گا۔

ترجمہ : ٤؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ بعد میں پیدا ہونے والے اس میں داخل نہیں ہیں،اوریہی قول امام زفرؒ کا ہےاس لئے کہ برأت صرف موجود کوشامل ہوتا ہے۔

تشریح :امام محمدؒاورامام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ بیع کرتے وقت جو عیب موجود ہیں برأت میں صرف وہی عیب داخل ہوں گے، بیع کے بعد قبضہ ہونے سے پہلے کوئی عیب پیدا ہوجائے تو وہ برأت میں شامل نہیں ہوں گے، چنانچہ اگر بیع کے بعد کوئی عیب پیدا ہوجائے تو مشتری اس کے ماتحت مبیع بائع کی طرف واپس کر سکے گا۔انکہ دلیل یہ ہے کہ برأت میں صرف وہی عیب شامل ہوتے ہیں جو موجود ہوں۔

ترجمہ :٥؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ برأت کا غرض عقد کولازم کرنا ہےسلامت کی صفت سےحق کوساقط کر کےاور یہ موجودہ اور پیدا ہونے والے عیبوں سے برأت کر کے ہوگا۔

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ کا جواب یہ ہے کہ برأت کا غرض یہ ہے کہ صفت اے سالم مبیع نہیں ملے گی سلامت کی صفت کوساقط کر کےعقد لازم کرنا ہے،اورعقد اسی وقت لازم ہوگا جبکہ موجودہ عیبوں سے برأت ہواور نیا پیدا ہونے والے عیبوں سے بھی برأت ہوں اس لئے پیدا ہونے والے عیب بھی برأت میں شامل ہوں گے۔

﴿باب البيع الفاسد﴾

(۱۰۳)وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرما فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخنزير والخمر وكذا إذا كان غير مملوك كالحر [۱] قال رضي الله عنه هذه فصول جمعها وفيها

﴿ باب البيع الفاسد ﴾

ضروری نوٹ: اس باب میں بیع باطل اور بیع فاسد دونوں کو بیان کیا ہے۔اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔

بیع باطل: جس بیع میں مبیع مال ہی نہ ہو یا ثمن مال نہ ہو تو وہ بیع باطل ہے۔یعنی اس بیع کا وجود ہی نہیں ہے۔جیسے کوئی آزاد کو بیچ دے تو آزاد مال نہیں ہے اس لئے یہ بیع ہوگی ہی نہیں۔اس کا حکم یہ ہے کہ نہ بائع اس ثمن کا مالک ہوگا جو مشتری سے لیا ہے،اور نہ مشتری مبیع کا مالک ہوگا۔کیونکہ یہ بیع سرے سے ہے ہی نہیں۔

بیع فاسد: جس بیع میں مبیع مال ہو اور ثمن بھی مال ہو لیکن کسی غلط شرط لگانے کی وجہ سے بیع خراب ہوئی ہو تو اس کو بیع فاسد کہتے ہیں۔جیسے گھر بیچے اور کہے کہ دو ماہ تک میں اس میں رہوں گا تو یہ بیع شرط فاسد لگانے کی وجہ سے فاسد ہوگی۔اس کا حکم یہ ہے کہ حتی الامکان اس بیع کو توڑ دینا چاہئے۔لیکن بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور بیع کو بحال رکھا اور کوئی جھگڑا نہیں ہوا تو کراہیت کے ساتھ اس بیع کو جائز قرار دیں گے۔اور مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا اور بائع ثمن کا مالک ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) بیع باطل اور بیع فاسد کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله ﷺ يقول وهو بمكة عام الفتح ان الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام۔(بخاری شریف،باب بیع المیتۃ والاصنام،ص ۳۵۶، نمبر ۲۲۳۶ رمسلم شریف، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام،ص ۶۹۰، نمبر ۴۰۴۸/۱۵۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب،مردہ،سور اور بت کی بیع حرام ہیں اور باطل ہیں۔(۲) اس آیت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔انما حرم عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما اهل لغير الله به ۔(آیت ۱۵،سورت النحل ۱۶)اس آیت میں ہے کہ مذکورہ چیزیں حرام ہیں۔

ترجمہ: (۱۰۳) جب دونوں عوض میں سے ایک یا دونوں حرام ہوں تو بیع فاسد ہے جیسے مردے کی بیع یا خون کی بیع یا شراب کی بیع یا سور کی بیع،اور ایسے ہی جبکہ مبیع مملوک نہ ہو،جیسے آزاد کی بیع۔

اصول: مال کے بدلے مال نہ ہو تو بیع باطل ہوگی،اور قبضہ کرنے کے باوجود مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا۔

تفصيل نبينه إن شاء الله تعالى فنقول البيع بالميتة والدم باطل وكذا بالحر لانعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال فإن هذه الأشياء لا تعد مالا عند أحد ٢ والبيع بالخمر والخنزير فاسد لوجود حقيقة البيع وهو مبادلة المال بالمال فإنه مال عند البعض ٣ والباطل لا يفيد ملك

تشریح : مردہ اور خون اور شراب اور سور شریعت کے نزدیک مال نہیں ہیں، اسی طرح آزاد آدمی مال نہیں ہے، اس لئے ان چیزوں کی بیع باطل ہے۔ اگر درہم، دنانیر یا روپے کے عوض بیچا تو مشتری ان چیزوں کا مالک نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو چیزیں مال نہیں ہیں ان کو بیچنے سے بیع باطل ہوتی ہے۔

وجه :(۱) بیع باطل کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله ﷺ يقول وهو بمكة عام الفتح ان الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام ۔(بخاری شریف، باب بیع المیتۃ والاصنام، ص ۳۵٦، نمبر ۲۲۳٦ / مسلم شریف، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام، ص ٦۹۰، نمبر ۱۵۸۱ / ۴۰۴۸) یہاں حرام سے مراد ہے کہ بیع باطل ہوگی، کیونکہ خون اور مردار مال نہیں ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب، مردہ، سؤر اور بُت کی بیع حرام ہیں اور باطل ہیں۔ (۲) انما حرم عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما اهل به لغير الله۔ (آیت ۱۷۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ مردار اور سور حرام ہیں۔ (۳) اور آزاد مال نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال الله ثلاثا انا خصمهم يوم القيامة رجل اعطى بی ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه . (بخاری شریف، باب اثم من باع حرا، ص ۳۵۵، نمبر ۲۲۲۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے۔

ترجمه : ۱ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس متن میں کئی فصلوں کو جمع کئے ہیں، اور اس میں تفصیل ہے جسکو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے، پس کہتا ہوں کہ مردار اور خون کی بیع باطل ہے، اور ایسے ہی آزاد کی بیع باطل ہے، بیع کا رکن نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ ہے مال کو مال کے عوض میں بدلنا، اس لئے کہ یہ چیزیں کسی کے نزدیک مال نہیں ہیں۔

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اس متن میں کئی قسم کے مسائل بیان کئے ہیں، میں ان کو تفصیل سے بیان کروں گا۔ ان میں [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مردار اور خون کی بیع باطل ہے، کیونکہ یہ دونوں شریعت میں مال نہیں ہیں، اسی طرح آزاد کی بیع باطل ہے، کیونکہ آزاد آدمی مال نہیں ہے اس لئے بیع کا جو رکن ہے، مبادلۃ المال بالمال، یہ نہیں پایا گیا، اس لئے یہ بیع باطل ہوگی۔ نوٹ اس دور میں بہت سے مردار کو مال سمجھتے ہیں اور اس کی بیع ہوتی ہے، اسی طرح خون کو مال سمجھتے ہیں اور اس کی بھی بیع ہوتی ہے، اس لئے اس دور میں اس کی بیع ہوجائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

التصرف. ولو هلك المبيع في يد المشتري فيه يكون أمانة عند بعض المشايخ لأن العقد غير معتبر فبقي القبض بإذن المالك ؎ وعند البعض يكون مضمونا لأنه لا يكون أدنى حالا من

ترجمه :۲؎ شراب اور سُور کی بیع فاسد ہے، بیع کی حقیقت پائے جانے کی وجہ سے اور وہ ہے مال کو مال سے بدلنا، اس لئے کہ یہ دونوں بعض قوموں کے نزدیک مال ہیں۔

تشریح :[۲] یہ بیع کی دوسری قسم ہے، بیع فاسد۔ شراب اور سور ذمیوں کے نزدیک مال ہیں، یہی وجہ ہے وہ اس کی خرید و فروخت کرتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ مسلمان ان کو اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا، اس لئے مسلمان انکی بیع کرے تو بیع فاسد ہوگی

وجه :(۱) بیع تو اس لئے ہو جائے گی کہ مبادلۃ المال بالمال ہے، اور فاسد اس لئے ہوگی کہ مسلمان اس کا تصرف نہیں کر سکتا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ شراب پہلے مال تھی بعد میں حرام کر دی گئی۔ عن عائشةؓ لما نزلت آيات سورة البقرة عن آخرها خرج رسول الله ﷺ فقال حرمت التجارة فى الخمر ۔(بخاری شریف، باب تحریم التجارۃ فی الخمر، ص ۳۵۵، نمبر ۲۲۲۶) اس حدیث میں ہے کہ زمانہ جاہلیت کے بعد شراب کی تجارت حرام کر دی گئی، تاہم یہ مال تھی۔ (۳) اس آیت میں مال ہونے کا اشارہ ہے۔ يسئلونك عن الخمر و الميسر قل فيهما اثم كبير و منافع للناس و اثمهما اكبر من نفعهما ۔(آیت ۲۱۹، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ شراب میں کچھ نفع ہے، جسکے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ شراب مال ہے۔

ترجمه :۳؎ باطل بیع ملک تصرف کا فائدہ نہیں دے گی، چنانچہ اگر مشتری کے ہاتھ میں مبیع ہلاک ہو جائے تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ امانت کے طور پر ہوگی اس لئے کہ عقد کا اعتبار نہیں ہے اس لئے قبضہ مالک کی اجازت پر باقی رہا [وہ امانت ہے]

تشریح : یہاں بیع باطل کا حکم بتا رہے ہیں کہ، بیع باطل میں مبیع مال نہیں ہے اس لئے عقد کر لینے، اور قبضہ کر لینے کے باوجود مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا، چنانچہ اگر مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ امانت کے طور پر ہوگی، اور اگر ہلاک کرنے میں مشتری کی زیادتی نہ ہو تو مشتری کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

وجه :اس کی وجہ یہ بتا ہیں کہ عقد کا کوئی اعتبار نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ مالک کی اجازت سے مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہے، اور مالک کی اجازت سے کسی کے قبضے میں ہو تو وہ امانت کے طور پر ہوتی ہے اس لئے یہ مبیع امانت کے طور پر مشتری کے ہاتھ میں ہوگی۔

ترجمه : ۴؎ اور بعض حضرات کے نزدیک ضمان دینا ہوگا، اس لئے کہ ادنی حال یہ ہے کہ بھاؤ کے طور پر قبضہ کیا ہو۔

تشریح : بعض حضرات نے فرمایا کہ اس قبضے کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ مشتری بھاؤ کے طور پر لے گیا ہو، اور بھاؤ کے طور پر

المقبوض على سوم الشراء. ۵ؔ وقيل الأول قول أبي حنيفة رحمه الله والثاني قولهما كما في بيع أم الولد والمدبر على ما نبينه إن شاء الله تعالى ۶ؔ والفاسد يفيد الملك عند اتصال القبض به ويكون المبيع مضمونا في يد المشتري فيه. ۷ؔ وفيه خلاف الشافعي رحمه الله وسنبينه بعد هذا. ۸ؔ وكذا بيع الميتة والدم والحر باطل لأنها ليست أموالا فلا تكون محلا للبيع. ۹ؔ وأما بيع

قبضہ کیا ہوتو ضمان لازم ہوتا ہے اس لئے ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا۔

لغت: المقبوض علی سوم الشراء: سوم کا معنی ہے بھاء کے طور پر لے جانا۔ پوری عبارت کا معنی ہے بھاؤ کے طور پر قبضہ کرنا۔

ترجمہ: ۵ؔ کہا گیا ہے کہ پہلا قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور دوسرا قول صاحبینؒ کا ہے جیسا کہ ام ولد اور مدبر کے بیچنے میں ہے، ان شاء اللہ اس کو ہم بیان کریں گے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ پہلا قول یعنی بیع باطل میں مبیع مشتری کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوگی، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ اور دوسرا قول کہ مبیع کا ضمان لازم ہوگا یہ صاحبینؒ کا قول ہے۔ چنانچہ اگر ام ولد اور مدبر بیچا اور مشتری کے ہاتھ میں یہ دونوں ہلاک ہو گئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ انکی بیع باطل ہے، اور مدبر اور ام ولد مشتری کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہیں، اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمان کے طور پر ہوں گے اور مدبر اور ام ولد کی قیمت مشتری پر لازم ہوگی۔ ان شاء اللہ اس کو آگے بیان کریں گے۔

ترجمہ: ۶ؔ بیع فاسد میں قبضہ ہو جانے کے بعد ملک کا فائدہ دیتی ہے اور مبیع مشتری کے ہاتھ میں مضمون ہوتی ہے۔

تشریح: بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا اور کوئی نزاع نہیں ہوا تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، اور اگر مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ بیع مکمل ہو گئی۔

ترجمہ: ۷ؔ اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، اس کو بعد میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

تشریح: بیع فاسد میں مبیع ہلاک ہو جائے تو امام شافعیؒ کے نزدیک مشتری پر ضمان لازم نہیں ہوتا۔

وجہ: ان کے نزدیک بیع فاسد بیع باطل ہی کی طرح ہے، اس لئے جس طرح بیع باطل میں مبیع پر قبضہ کے باوجود بیع نہیں ہوتی اور مبیع مشتری کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوتی ہے اسی طرح بیع فاسد میں بھی مبیع امانت کے طور پر ہوگی، اس لئے ہلاک ہونے کے بعد مشتری پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوگی۔ اس کا حکم فصل فی احکامہ میں ذکر کر رہے ہیں۔

ترجمہ: ۸ؔ ایسے ہی مردار، اور خون اور آزاد کی بیع باطل ہیں اس لئے کہ یہ مال نہیں ہیں اس لئے بیچنے کا محل نہیں ہیں۔

تشریح: صاحب ہدایہ نے اس بات کو اوپر بیان کیا ہے، یہ دوسری مرتبہ لے آئے۔ کہ مردار، اور خون، اور آزاد مال نہیں

الخمر والخنزير إن كان قوبل بالدين كالدراهم والدنانير فالبيع باطل وإن كان قوبل بعين فالبيع فاسد حتى يملك ما يقابله وإن كان لا يملك عين الخمر والخنزير. ووجه الفرق أن الخمر مال وكذا الخنزير مال عند أهل الذمة إلا أنه غير متقوم لما أن الشرع أمر بإهانته وترك إعزازه وفي تملكه بالعقد مقصودا إعزاز له ١٠ وهذا لأنه متى اشتراهما بالدراهم فالدراهم غير مقصودة

ہیں اس لئے انکو بیچے تو بیع ہوگی ہی نہیں کیونکہ مال نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع کا محل ہی نہیں ہیں۔

ترجمہ : ۹ بہر حال شراب اور سور کی بیع میں اگر دین کے ساتھ مقابلہ ہو جیسے درہم اور دینار تو بیع باطل ہے اور اگر عین کے ساتھ مقابلہ ہو تو بیع فاسد ہے یہاں تک کہ جو اس کے مقابلے میں ہو وہ اس کا مالک ہوگا اگر چہ عین شراب اور سور کا مالک نہیں ہوگا۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور ایسے ہی سور ذمی کے نزدیک مال ہیں مگر یہ کہ قیمت کے قابل نہیں ہیں، اس لئے کہ شریعت نے انکی اہانت کا حکم دیا ہے، اور اس کی عزت کے چھوڑنے کا حکم دیا ہے، اور عقد کے ذریعہ مقصود کے طور پر ان کا مالک بننے میں انکی عزت ہے۔

تشریح : اوپر بتایا کہ شراب اور سور کی بیع فاسد ہے، یہاں دوبارہ لاکر یہ بتا رہے ہیں کہ، اگر بیع میں مقصود بالذات شراب اور سور ہوں تو مسلمان کے لئے بیع باطل ہے، اور اگر ان کو قیمت بنادی جائے اور مقصود بالذات کپڑا وغیرہ عینی چیز ہو تو بیع فاسد ہوگی۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ شراب اور سور کو درہم اور دینار کے بدلے بیچا تو بیع باطل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ درہم اور دینار مقصود نہیں ہوتا اس لئے مقصد شراب اور سور ہوئے، جسکی وجہ سے اس کی عزت ہوگئی، حالانکہ شریعت میں اس کی اہانت کا حکم ہے، اب چونکہ شراب اور سور مقصود بالذات ہوگئے اور اس کی عزت بھی ہوگئی، اس لئے بیع باطل ہوگی۔

اور اگر شراب اور سور کو کپڑے وغیرہ عینی چیز کے بدلے خریدی تو چاہے شراب اور سور مبیع ہوں پھر بھی ان کو ثمن قرار دیا جائے گا اور کپڑے کو مبیع قرار دی جائے گی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اصل مقصد کپڑے کو خریدنا ہے، اس صورت میں کپڑے کی عزت ہوگی، شراب اور سور کی نہیں اس لئے بیع درست ہوگی لیکن فاسد ہوگی۔ اور سور اور شراب لازم نہیں ہوں گے بلکہ کپڑے کی بازاری قیمت لازم ہوگی، کیونکہ مسلمان کے لئے شراب اور سور کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ١٠ یہ اس لئے کہ اگر شراب اور سور کو درہم کے بدلے خریدا تو درہم مقصود نہیں ہے اس لئے کہ وہ شراب اور سور خریدنے کا وسیلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ درہم ذمے میں واجب ہوتا ہے مقصود شراب ہے، اس لئے قیمت کی کوئی چیز ہی نہیں رہی، [اس لئے بیع باطل ہوگی]

تشریح : شراب اور سور کو درہم کے بدلے خریدا تو درہم مقصود نہیں ہے، کیونکہ وہ تو شراب اور سور حاصل کرنے کا ذریعہ ہے،

لـكـونهـا وسيلة لما أنها تجب في الذمة وإنما المقصود الخمر فسقط التقوم أصلا ۱۱ بخلاف ما إذا اشترى الثوب بالخمر لأن المشتري للثوب إنما يقصد تملك الثوب بالخمر . وفيه إعزاز للثوب دون الخمر فبقي ذكر الخمر معتبرا في تملك الثوب لا في حق نفس الخمر حتى فسدت التسمية ووجبت قيمة الثوب دون الخمر ۱۲ وكذا إذا باع الخمر بالثوب لأنه لا يعتبر

اصل مقصود شراب اور سور ہیں، اور ان کو اہانت کرنے کا حکم ہے اس لئے بیع باطل ہو جائے گی۔

لغت :تجب فی الذمۃ: ہاتھ میں دس درہم تھے اس کے بدلے میں کپڑا خریدا تو یہی ہاتھ والا دس درہم دینا ضروری نہیں ہے، کوئی دوسرا دس درہم دے دے تب بھی جائز ہے، اس کو 'تجب فی الذمہ' کہتے ہیں۔ اور اگر ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اس کی بیع کی تو دوسرا کپڑا دینا جائز نہیں ہوگا، وہی کپڑا دینا ضروری ہوگا، اس کو 'عین' کہتے ہیں۔ فسقط التقوم اصلا: کسی چیز کو قیمت بنا سکتے ہوں، اس کو 'تقوم' کہتے ہیں۔ درہم اور دینار مقصود نہیں، اور سور اور شراب کو اہانت کرنے کا حکم ہے، اس لئے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے، اس لئے بیع باطل ہوگی۔

ترجمہ :۱۱ بخلاف کپڑا کو شراب کے بدلے خریدا اس لئے کہ کپڑا خریدنے والا کا اصل مقصد شراب کے بدلے میں کپڑے کا مالک بننا ہے، اس لئے اس میں کپڑے کی عزت ہے شراب کی نہیں، اس لئے شراب کا ذکر کپڑے کے مالک بننے میں معتبر ہے، خود شراب کے حق میں معتبر نہیں، اس لئے شراب کا نام لینا بیکار ہے، اس لئے کہ کپڑے کی بازاری قیمت لازم ہوگی شراب کی نہیں۔

تشریح :شراب کے بدلے میں کپڑا خریدا، تو اصل مقصود کپڑے کا مالک بننا ہے شراب کی نہیں، اس لئے اس بیع میں کپڑے کی عزت ہے شراب کی نہیں، شراب کا نام کپڑا حاصل کرنے کے لئے معتبر ہے خود شراب کے لئے معتبر نہیں ہے، اس لئے شراب نام بیکار گیا اور کپڑے کی بازاری قیمت لازم ہوگی، اور اس طرح بیع درست ہوگی۔

ترجمہ : ۱۲ ایسے ہی اگر شراب کو کپڑے کے بدلے خریدا تو کپڑے کے خریدنے کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ بیع مقایضہ ہے۔

تشریح :یوں کہا کہ شراب کو کپڑے کے بدلے میں خریدتا ہوں تب بھی یہ سمجھا جائے گا کہ کپڑے کو ہی خریدا، اور کپڑے کی بازاری قیمت لازم کی جائے گی۔ اور چونکہ یہاں بیع مقایضہ ہے اس لئے شراب اور کپڑے میں سے کسی کو بھی مبیع بنا سکتے ہیں

وجہ :کسی نہ کسی طریقے سے عاقل بالغ کے عقد کو صحیح کرنا ہے اس لئے اس کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ کپڑے کو مبیع بنا کر بیع جائز قرار دی جائے۔

شراء الثوب بالخمر لكونه مقايضة.(۱۰۴)قال وبيع أم الولد والمدبر والمكاتب فاسد ۱ ومعناه باطل ۲ لأن استحقاق العتق قد ثبت لأم الولد لقوله عليه الصلاة والسلام أعتقها ولدها ۳ وسبب

لغت :بیع مقایضہ: قاض سے مشتق ہے،ختم کرنا۔دونوں طرف غلے وغیرہ مبیع ہوں کسی طرف درہم یا دینار نہ ہوں تو اس کو بیع مقایضہ کہتے ہیں،اس میں دونوں مبیع بن سکتے ہیں اور دونوں ثمن بھی بن سکتے ہیں۔

ترجمہ :(۱۰۴)ام ولد، مدبر،اور مکاتب کی بیع فاسد ہیں۔

ترجمہ :۱ اس کا معنی ہے کہ باطل ہیں۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس میں آزدگی کا شائبہ آچکا ہو وہ اب مال ہی نہیں رہا اس لئے اس کی بیع باطل ہے۔

تشریح :ان تینوں قسم کے غلاموں میں کسی نہ کسی انداز سے آزدگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے یہ مال ہی نہیں رہے،اس لئے اس کی بیع باطل ہے۔متن میں جو فاسد کہا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بیع باطل ہے۔

لغت :ام ولد:جس باندی سے اس کے آقا نے بچہ پیدا کیا اس کو'ام ولد' کہتے ہیں،یہ عورت آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوجائے گی۔المدبر: دبر سے مشتق ہے،ترجمہ ہے،بعد میں،مدبر کی دو قسمیں ہیں [۱] مدبر مقید: آقا کہے اس مرض میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو،تو یہ مدبر مقید ہے کیونکہ اس مرض میں مرنے کی شرط لگائی،اس کا حکم یہ ہے کہ آقا اس مرض میں مرے گا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔یہ ابھی مکمل غلام ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی اس کا بیچنا جائز ہے۔[۲] دوسرا ہے مدبر مطلق: آقا کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو،تو اس میں کسی مرض کی قید نہیں لگائی اس لئے یہ مدبر مطلق ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے،اس لئے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے،آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوجائے گا۔ المکاتب: آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ مثلا پانچ سو درہم ادا کردو تو تم آزاد ہوجاؤ گے،اور غلام نے اس کو منظور کرلیا تو یہ مکاتب ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، ہاں غلام کتابت توڑ دے اور واپس مکمل غلام بن جائے تو اب بیچنا جائز ہے،کیونکہ اب یہ مکاتب نہیں رہا۔مال کتابت ادا کرنے کے بعد یہ آزاد ہوگا۔

ترجمہ :۲ اس لئے کہ آزدگی کا استحقاق ام ولد میں ثابت ہے حضورؐ کے قول ام ولد کو اس کے بچے نے آزاد کردیا۔

تشریح : ام ولد میں آزادگی کا شائبہ آگیا ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں ہے کہ ام ولد آزاد ہے۔جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔عن ابن عباس قال ذكرت ام ابراهيم عند رسول الله ﷺ فقال أعتقها ولدها ۔(ابن ماجہ شریف،باب امہات الاولاد ص ۳۶۱ نمبر ۲۵۱۶) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن ابن عباس قال قال رسول الله ايما رجل

الحرية انعقد في المدبر في الحال لبطلان الأهلية بعد الموت ؎ والمكاتب استحق يدا على نفسه لازمة في حق المولى ولو ثبت الملک بالبيع لبطل ذلک كله فلا يجوز ؏ ولو رضي المكاتب بالبيع ففيه روايتان والأظهر الجواز ۶ والمراد المدبر المطلق دون المقيد،وفي

ولدت امته منه فهي معتقة عن دبر منه. (ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد، ص۳۶۱، نمبر ۲۵۱۵/ابوداؤد شریف، باب عتق امہات الاولاد، ص۵۶۱، نمبر ۳۹۵۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی ۔(۳) ام ولد کو بیچنا منع ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهى عن بيع امهات الاولاد وقال لا يبعن ولا يوهبن ولا يورثن يستمتع بها سيدها مادام حيا فاذا مات فهي حرة** ۔(دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص۵۷، نمبر ۴۲۰۳) اس حدیث میں ام ولد کو بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

ترجمہ :۳؎ اور آزادگی کا سبب مدبر کے حق میں اس وقت ہے اس لئے کہ موت کے بعد آزاد کرنے اہلیت ختم ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، آقا کے مرنے کے بعد اس میں آزاد کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے ابھی زندگی ہی میں آزاد کرنا سمجھا جائے گا، البتہ اس کا اظہار مرنے کے بعد ہوگا، اور جب زندگی میں مدبر آزاد ہو گیا تو اس کو بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ مدبر بیچا نہیں جا سکتا۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حر من الثلث.** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص۸۷، نمبر ۴۲۲۰/موطا امام مالک، باب بیع المدبر ص ۵۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر غلام بیچا نہیں جائے گا۔ کیونکہ مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ مکاتب اپنے اوپر تصرف کا حقدار ہو گیا جو آقا کے حق میں لازم ہے اگر بیچنے کے ذریعہ مشتری کی ملکیت ثابت کی جائے تو تو یہ تمام ختم ہو جائیں گے اس لئے بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح : مکاتب کتابت کی وجہ سے اپنے اوپر تصرف کر سکتا ہے، اور خرید و فروخت کر سکتا ہے، اور آقا پر ایسا کرنا لازم ہے، کیونکہ اس نے عہد کیا ہے، پس اگر بیچنا جائز قرار دیا جائے تو آقا کا عہد و پیمان ٹوٹ جائے گا، اور مکاتب کا تصرف بھی ختم ہو جائے گا، اس لئے مکاتب کو بیچنے کا ہی حق نہ دیا جائے، ہاں خود مکاتب بکنے پر راضی ہو جائے تو اب جائز ہوگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ مکاتب کتابت توڑ کر غلام بننے پر راضی ہو گیا۔

ترجمہ :۵؎ اگر مکاتب بکنے پر راضی ہو جائے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ بکنا جائز ہے۔

تشریح :مکاتب خود کتابت توڑ کر بکنے پر راضی ہو جائے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں، ظاہر روایت یہ ہے کہ بکنا جائز ہے، کیونکہ یہ اس کی مرضی سے ہوا ہے۔

المطلق خلاف الشافعي رحمه الله وقد ذكرناه في العتاق. (۱۰۵) قال وإن ماتت أم الولد أو المدبر في يد المشتري فلا ضمان عليه عند أبي حنيفة وقالا عليه قيمتهما ا وهو رواية عنه ٢

وجه :اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ دخلت بریرة وهی مكاتبة فقال اشترينى فاعتقينى قالت (عائشة) نعم. (بخاری شریف، باب اذا قال المکاتب اشترنی واعتقنی فاشتراہ لذلک ،ص ۴۱۴ نمبر ۲۵۶۵ /ابوداؤد شریف، باب فی بیع المکاتب اذا فسخت المکاتبۃ ،ص ۵۵۸ ،نمبر ۳۹۲۹)اس حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہ خود بکنے پر راضی ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے انکو خریدا۔

ترجمہ : ١ متن میں مدبر سے مراد مطلق مدبر ہے مقید مدبر نہیں ،اور مطلق مدبر کے بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے،اس کو کتاب العتاق میں میں نے ذکر کیا۔

تشریح : متن میں تھا کہ مدبر کو بیچنا جائز نہیں ہے، یہ مطلق مدبر کے بارے میں ہے کہ اس کو بیچنا جائز نہیں ہے،مقید مدبر کو بیچنا جائز ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

امام شافعیؒ مطلق مدبر کے بارے میں اختلاف ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ مطلق مدبر کو بھی بیچنا جائز ہے۔

وجه : ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبى ﷺ فباعه ۔(بخاری شریف، باب بیع المدبر،ص ۴۰۹ ،نمبر ۲۵۳۴ /ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر،ص ۵۶۱ ،نمبر ۳۹۵۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر غلام بیچا جا سکتا ہے کیونکہ حضورؐ نے بیچا ہے۔

ترجمہ : (۱۰۵)اگر ام ولد اور مدبر مشتری کے قبضے میں مر جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے،اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر ضمان ہے۔

ترجمہ :ا امام ابوحنیفہؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔

تشریح :ام ولد اور مدبر مشتری کے قبضے میں مر جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری پر اسکی قیمت لازم نہیں ہوگی،اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری پر اسکی قیمت لازم ہوگی۔امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے کہ ام ولد اور مدبر کی قیمت لازم ہوگی

وجہ :(۱) صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر کچھ نہ کچھ ابھی مال ہیں، کیونکہ یہ ابھی غلام ہیں اور مشتری نے عقد کے تحت ان پر قبضہ کیا ہے اس لئے انکے مرنے پر انکی قیمت لازم ہوگی (۲) اس کا کم سے کم درجہ ہے کہ بھاؤ کے طور پر لیا ہے اور قبضہ کیا ہے،اور بھاؤ کے طور پر لے اور مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے اسی طرح یہاں اس کی قیمت لازم ہوگی۔

لهما أنه مقبوض بجهة البيع فيكون مضمونا عليه كسائر الأموال ۳؎ وهذا لأن المدبر وأم الولد يدخلان تحت البيع حتى يملك ما يضم إليهما في البيع ۴؎ بخلاف المكاتب لأنه في يد نفسه

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کی بیع ہوئی ہی نہیں، یہ دونوں مشتری کے قبضے میں امانت کے طور پر ہیں اس لئے انکے مرنے سے مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔۔ یہ آسان دلیلیں ہیں۔صاحب ہدایہ نے پیچیدہ دلیل عقلی پیش کی ہے۔آپ اس کو غور سے سمجھیں۔

ترجمہ :۲؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع بیع کے طور پر قبضہ کیا ہے اس لئے مشتری پر ضمان لازم ہوگا جیسے کہ اور مال میں ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے ام ولد اور مدبر کو بیع کر کے قبضہ کیا ہے اس لئے ہلاک ہونے پر اس کی قیمت لازم ہوگی، جیسے دوسرے مال کو بیع کے طور پر قبضہ کرتا تو اس کے ہلاک ہونے پر اس کی قیمت لازم ہوتی۔

ترجمہ :۳؎ ضمان اس لئے لازم ہوگا کہ مدبر اور ام ولد بیع کے تحت میں داخل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ام ولد اور مدبر کے ساتھ جو مبیع ملائی جائے مشتری اس کا مالک ہوتا ہے۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے۔کہ ام ولد اور مدبر کچھ نہ کچھ مال ہیں اسی لئے بیع کے اندر داخل ہوتے ہیں، اور داخل ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ ام ولد، یا مدبر کے ساتھ کسی دوسرے غلام کو ملا کر بیع کی جائے تو غلام کی بیع ہو جائے گی اور مشتری اس کے حصے کی قیمت دے کر مالک ہو جائے گا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ام ولد اور مدبر کچھ نہ کچھ درجے میں مال ہیں۔اس کے برخلاف آزاد کو کسی غلام کے ساتھ ملا کر بیچا جائے تو چونکہ آزاد بالکل مال نہیں ہے اس لئے غلام کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف مکاتب کے اس لئے کہ مکاتب پر خود اسی کا قبضہ ہے، اس لئے اس کے حق میں مشتری کا قبضہ متحقق نہیں ہوگا۔اور یہ ضمان قبضے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تشریح :اگر مکاتب کو بیچا اور مشتری کے قبضے میں جا کر مر گیا تو صاحبینؒ کے نزدیک بھی اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ مکاتب کی قیمت دو سبب سے لازم ہوگی [۱] ایک تو یہ کہ وہ کچھ نہ کچھ مال ہو اور بیع کے تحت میں داخل ہوتا ہو۔[۲] اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اس پر مشتری کا قبضہ بھی ثابت ہوتا ہو، تب ہلاک ہونے پر مشتری پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔اور مکاتب کا حال یہ ہے کہ بیع کے تحت میں داخل ہوتا تو ہے، لیکن اس پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوتا، کیونکہ مکاتب کی ذات پر خود مکاتب کا قبضہ ہے، اور جب مشتری کا قبضہ نہیں ہوا تو اس کے یہاں مرنے سے اس پر قیمت لازم نہیں ہوگی۔

فلا يتحقق في حقه القبض وهذا الضمان به ۵؎ **وله أن جهة البيع إنما تلحق بحقيقته في محل يقبل الحقيقة وهما لا يقبلان حقيقة البيع فصارا كالمكاتب** ۶؎ **وليس دخولهما في البيع في حق أنفسهما وإنما ذلك ليثبت حكم البيع فيما ضم إليهما** ۷؎ **فصار كمال المشتري لا يدخل في**

لغت : مکاتب اورام ولد اور مدبر میں فرق یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے تحت میں داخل بھی ہوتے ہیں اوران پر مشتری کا قبضہ بھی ہوتا ہے، اس لئے انکے مرنے سے مشتری پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ اور مکاتب بیع میں داخل ہوتا ہے، لیکن اس پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوتا، کیونکہ مکاتب کا خود اپنا قبضہ اس کی ذات پر ہے اس لئے مشتری کے یہاں مرنے سے اس کی قیمت مشتری پر لازم نہیں ہوتی۔

ترجمہ :۵؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کی صورت وہاں ہوتی ہے جہاں حقیقت بیع کو قبول کرتا ہو، اور ام ولد اور مدبر حقیقت بیع کو قبول ہی نہیں کرتے، اس لئے وہ مکاتب کی طرح ہو گئے [اور مرنے پر انکا ضمان لازم نہیں ہوگا]

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے کسی حال میں بیع کو قبول ہی نہیں کرتے، اس لئے مشتری کا ان پر قبضہ نہیں ہوا، اس لئے اس کے یہاں مرنے سے انکی قیمت لازم نہیں ہوگی، جیسے مکاتب پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوتا تو مکاتب کے مرنے سے مشتری پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی۔

ترجمہ :۶؎ ام ولد اور مدبر اپنی ذات کے لئے بیع میں داخل نہیں ہوتے وہ تو صرف اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ جو انکے ساتھ ملایا گیا ہو اس میں بیع کا حکم ثابت ہو جائے۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ مدبر اورام ولد کے ساتھ کسی دوسرے غلام کو ملا کر بیع کی جائے تو دوسرے کی غلام کی بیع ہو جاتی ہے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ یہ دونوں مال ہیں اور بیع کے تحت میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، ام ولد اور مدبر اپنی ذات کے لئے بیع میں داخل نہیں ہوتے، وہ تو صرف اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ جس غلام کو انکے ساتھ ملایا گیا اس کی بیع صحیح ہو جائے، تاہم خود یہ مال نہیں ہیں۔

ترجمہ :۷؎ پس یہ مشتری کے مال کی طرح ہو گیا، کہ اکیلے عقد کے حکم میں داخل نہیں ہوتا، البتہ جو اس کے ساتھ ملایا گیا ہو اس کو بیع میں داخل کرنے کے لئے عقد میں داخل ہوگا۔

تشریح :یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے مثال ہے، کہ مشتری کا غلام بائع نے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر مشتری کے ہاتھ میں بیچ دیا تو مشتری کا غلام اپنی ذات کے لئے بیع میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ یہ تو خود مشتری کا ہی ہے، لیکن بائع کے غلام کے لئے بیع میں داخل ہوگا تا کہ بائع کے غلام کی بیع درست ہو جائے، اسی طرح مدبر اور ام ولد اپنے لئے بیع میں داخل نہیں ہوں گے،

حكم عقده بانفراده وإنما يثبت حكم الدخول فيما ضمه إليه كذا هذا.(١٠٦) قال ولا يجوز بيع السمک قبل أن يصطاد [لأنه باع مالا يملكه] ولا في حظيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد ١ لأنه غير مقدور التسليم ٢ ومعناه إذا أخذه ثم ألقاه فيها ٣ لو كان يؤخذ من غير حيلة جاز ٤ إلا

البتہ اس کے ساتھ جو غلام ملایا ہے اس کی بیع درست ہو جائے اس کے لئے بیع میں داخل ہوں گے، اور چونکہ اپنی ذات کے لئے داخل نہیں ہوئے اس لئے اگر مشتری کے یہاں مر گئے تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(١٠٦) نہیں جائز ہے مچھلی کی بیع شکار کرنے سے پہلے [اس لئے کہ ایسی چیز کو بیچا جس کا وہ مالک نہیں ہے]اور نہ باڑا میں جبکہ شکار کے بغیر نہ پکڑی جاتی ہو۔

ترجمہ :١ جبکہ سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

تشریح : یہاں دو صورتیں ہیں۔[١] ایک یہ کہ مچھلی سمندر میں ہے ابھی اس کا شکار نہیں کیا ہے تو اس کا بیچنا جائز نہیں کیونکہ ابھی تک یہ مچھلیاں اس کا مال ہی نہیں ہے، شکار کرنے کے بعد اس کا مال بنے گا۔[٢] دوسری صورت یہ ہے کہ مچھلی پکڑ کر اپنے تالاب میں ڈال کر رکھا ہے، اور یہ مچھلی اس کی ملکیت ہے، لیکن تالاب اتنا بڑا ہے کہ شکار کر کے پکڑے بغیر سپرد نہیں کر سکتا، تو اس صورت میں بھی بیع جائز نہیں، کیونکہ مال تو اس کا ہے، لیکن ابھی سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے اس لئے یہ بیع جائز نہیں، اور اگر کر لیا تو یہ بیع فاسد ہوگی، یعنی ابھی جائز نہیں ہوگی، البتہ سپرد کر دے گا تو قبضے کے بعد مشتری مچھلی کا مالک بن جائے گا۔

وجہ :(١) اس حدیث میں قبضہ سے پہلے مبیع کو بیچنا منع فرمایا ہے۔**سمعت ابن عباس يقول اما الذى نهى عنه النبى ﷺ فهو الطعام ان يباع حتى يقبض،قال ابن عباس ولا احسب كل شىء الا مثله.** (بخاری شریف، باب بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع مالیس عندک، ص٣٤٢، نمبر ٢١٣٥ رمسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص٦٦٢، نمبر ٣٨٣٨/١٥٢٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مبیع قبضہ میں نہ ہو اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔(٢) حدیث میں ہے۔**عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لاتشتروا السمک فى الماء فانه غرر** ۔(سنن للبیہقی، باب ماجاء فی النہی عن بیع السمک فی الماء، ج خامس، ص٥٥٥، نمبر ١٠٨٥٩) اس حدیث سے پانی میں مچھلی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

لغت : :السمک: مچھلی۔ یصطاد: شکار کرے۔حظیرۃ: باڑا، مچھلی رکھنے کا چھوٹا تالاب۔مقدور التسلیم: جس کے سپرد کرنے پر قدرت ہو۔سد: بند کرنا۔المدخل: داخل ہونے کی جگہ، یہاں مراد ہے 'تالاب کا منہ'۔

ترجمہ : ٢ اس کا معنی یہ ہے کہ مچھلی کو پکڑا ہو پھر تالاب میں ڈالا ہو۔

تشریح : اس عبارت میں لافی حظیرۃ کا ترجمہ بتا رہے ہیں کہ، اس کا معنی یہ ہے کہ مچھلی کو پہلے پکڑا پھر اس کو اپنے باڑے

إذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملك (۱۰۷)قال ولا بيع الطير في الهواء ۱؎ لأنه غير مملوك قبل الأخذ وكذا لو أرسله من يده لأنه غير مقدور التسليم (۱۰۸)ولا بيع الحمل ولا النتاج ۱؎ لنهي النبي عليه الصلاة والسلام عن بيع الحبل وحبل

میں ڈالا تو اب اس کی ملکیت ہے لیکن بڑا تالاب ہونے کی وجہ سے شکار کے بغیر سپرد کرنا ممکن نہیں ہے۔

ترجمہ :۳؎ اور اگر بغیر حیلے کے پکڑی جا سکتی تو جائز ہے۔

تشریح : چھوٹے تالاب میں مچھلیاں ہیں اور بغیر شکار کئے ہوئے آسانی سے پکڑ کر مشتری کو دے سکتا ہے تو بیع جائز ہو جائے گی

ترجمہ ۴؎ مگر جب کہ تالاب میں خود جمع ہو جائے اور داخل ہونے پر بند نہ باندھا ہو تو جائز نہیں ہے ملک نہ ہونے کی وجہ سے

تشریح : اگر بائع کے چھوٹے تالاب میں ندی کی مچھلیاں خود بخود داخل ہو گئی اور تالاب کا منہ بند نہیں کیا تو ابھی عوام کی مچھلیاں ہیں، بائع اس کا مالک نہیں بنا ہے اس لئے ابھی اس کا بیچنا جائز نہیں، ہاں منہ بند کر دے تو بائع اس کا مالک بن جائے گا ،اس لئے اب اس کا بیچنا جائز ہوگا۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ جب تک پورا ہاتھ میں نہ لے لے بیچنا جائز نہیں۔**عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من ابتاع طعاما فلا يبيعه حت يستوفيه ، زاد اسماعيل فلا يبيعه حتى يقبضه** ۔ (بخاری شریف، باب بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع مالیس عندک، ص۳۴۳، نمبر ۲۱۳۶؍مسلم شریف ، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص۶۶۲، نمبر ۳۸۳۶/۱۵۲۵)

اصول :چیز مملوک ہو اور قبضے میں ہو تب ہی بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ :(۱۰۷) پرندے کی بیع ہوا میں [جائز نہیں ہے]

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ پکڑنے سے پہلے یہ مملوک نہیں ہے، ایسے ہی اگر پرندے کو ہاتھ سے چھوڑ دیا [تو جائز نہیں] اس لئے اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

تشریح :پرندہ ابھی فضا میں ہے تو بائع اس کا مالک ہی نہیں ہے یہ ابھی تک عوام کی ملکیت ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، اور اگر پرندہ کو پکڑا تھا اور اس کا مالک بن چکا تھا، لیکن اس کو پھر سے فضا میں چھوڑ دیا تو بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ پرندہ اس کی ملکیت تو ہے، لیکن اس کو سپرد کرنے پر اب قادر نہیں ہے۔

ترجمہ :(۱۰۸)اور نہیں جائز ہے حمل کی بیع پیٹ میں اور نہ حمل کے حمل کی بیع۔

الحبلة ولأن فيه غررا.(۱۰۹) ولا اللبن في الضرع لـلغرر فعساه انتفاخ ولأنه ينازع في كيفية

ترجمه: حمل سے اور حمل کے حمل سے حضورؐ کے روکنے کی وجہ سے۔ اور اس لئے کہ اس میں دھوکا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مبیع مجہول ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح: ابھی حمل پیٹ میں ہو اور اس کی بیع کرے تو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حمل میں جو بچہ ہے وہ بچہ بالغ ہونے کے بعد جو بچہ دے گا اہل عرب اس کی بھی بیع کرتے تھے وہ بھی جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) یہ مبیع بالکل مجہول ہے۔ پتہ ہی نہیں ہے کہ مبیع کیسی ہے اس لئے اس میں دھوکا ہے، اس لئے بیع جائز نہیں ہے، (۲) حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع حبل الحبلة، وكان بيعا يتبايعه اهل الجاهلية كان الرجل يبتاع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم تنتج التي فى بطنها** . (بخاری شریف، باب بیع الغرور و حبل الحبلۃ، ص ۳۴۴، نمبر ۲۱۴۳ مسلم شریف، باب تحریم بیع حبل الحبلۃ، ص ۶۵۹، نمبر ۱۵۱۴/۳۸۱۰) اس حدیث میں حمل اور حمل کے بچے کو بیچنا ناجائز قرار دیا ہے۔

لغت: النتاج: نتج کا معنی ہے، بچہ دینا۔ بچہ ابھی حمل میں ہے، اس کے بالغ ہونے کے بعد اس کا جو بچہ ہوگا اس کو 'نتاج' کہتے ہیں

ترجمہ: (۱۰۹) اور نہیں جائز ہے دودھ کی بیع تھن میں۔

ترجمہ: دھوکے کی وجہ سے، ہوسکتا ہے کہ تھن پھول گیا ہو، اور یہ وجہ بھی ہے کہ دوہنے کی کیفیت میں جھگڑا ہوگا، اور کبھی دودھ زیادہ نکل جائے گا تو مبیع دوسرے کے ساتھ مل جائے گی۔

تشریح: ابھی دودھ تھن میں ہی ہے اور اس کی بیع کر رہا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، ہاں نکالنے کے بعد کیلو کے حساب سے بیچ دے تو جائز ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ اس کی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ تھن میں دودھ بہت کم ہو صرف تھن پھول گیا ہو جس سے دودھ زیادہ معلوم ہوتا ہو تو اس میں دھوکا ہوگا، اور حضورؐ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے، اس لئے تھن میں دودھ کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ دوہنے میں جھگڑا ہوگا، بائع کم دوہنے دے گا، اور مشتری زیادہ نکالنا چاہے گا اس لئے اس جھگڑے کی وجہ سے ناجائز ہے (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ بیع کے بعد تھن میں دودھ آرہا ہے جو بائع کا دودھ ہے، اور یہ دودھ مشتری کے دودھ کے ساتھ مل رہا ہے، تو مبیع غیر مبیع کے ساتھ مل گئی اس لئے بھی جائز نہیں ہوگی (۴) حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے **عن ابن عباس قال نهى رسول الله ﷺ ان تباع الثمرة حتى يبدو صلاحها او يباع**

الحلب وربما یزداد فیختلط المبیع بغیرہ.(۱۱۰) قال ولا الصوف علی ظهر الغنم[۱] لأنه من

صوف علی ظهر او سمن فی لبن او لبن فی ضرع ۔(سنن للبیھقی، باب ماجاء فی النھی عن بیع الصوف علی ظھر الغنم واللبن فی ضروع الغنم والسمن فی اللبن، ج خامس، ص ۵۵۵، نمبر ۱۰۸۵۷/ دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۱۱ نمبر ۲۸۱۱) اس حدیث میں ہے کہ دودھ کو تھن میں بیچنا جائز نہیں ہے۔ (۵) اس میں دھوکا ہے اس لئے بھی جائز نہیں اس کے یہ حدیث ہے۔عن ابی هریرة قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع الحصاة و عن بیع الغرر ۔(مسلم شریف، باب بطلان بیع الحصاۃ والبیع الذی فیہ الغرر، ص ۶۵۹، نمبر ۱۵۱۳/ ۳۸۰۸/ ابو داود شریف، باب فی بیع الغرر، ص ۴۹۰، نمبر ۳۳۷۶) اس حدیث میں دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

اصول: مجہول مبیع کی بیع جائز نہیں ہے۔

لغت :الضرع: تھن۔غرر: دھوکا۔انتفاخ: نفخ سے مشتق ہے، پھول جانا، منہ سے پھونک مارنا۔الحلب: دوہنا۔یختلط: خلط ملط ہونا

ترجمہ :(۱۱۰) اور نہیں جائز ہے اون کا بیچنا بکری کی پیٹھ پر۔

تشریح : بکری یا بھیڑ کی پیٹھ پر اون موجود ہے ابھی کاٹا نہیں، اسی حال میں اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱) کتنا کاٹے گا اور کتنا نہیں کاٹے گا اس کا اندازہ نہیں ہے۔کمی بیشی ہوسکتی ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مبیع کے حدود متعین نہ ہوں تو بیچنا جائز نہیں ہے (۲) اوپر کی حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے۔ عن ابن عباس قال نهی رسول الله ﷺ ان تباع الثمرة حتی یبدو صلاحها او یباع صوف علی ظهر او سمن فی لبن او لبن فی ضرع. (سنن للبیھقی، باب ماجاء فی النھی عن بیع الصوف علی ظھر الغنم واللبن فی ضروع الغنم والسمن فی اللبن، ج خامس، ص ۵۵۵ نمبر ۱۰۸۵۷/ دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۱۱، نمبر ۲۸۱۱) اس حدیث میں اون کو بکری کی پیٹھ پر بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

ترجمہ :[۱] اس لئے کہ اون حیوان کی صفت میں سے ہے، اور اس لئے کہ وہ نیچے سے اُگتی ہے تو مبیع دوسرے کے ساتھ مل جائے گی

تشریح : بھیڑ کی پیٹھ پر اون بیچنے کی دو دلیل عقلی پیش کر رہے ہیں [۱] ایک تو یہ کہ بھیڑ کی اون اس کی صفت ہے، اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ صفت بغیر موصوف کے نہیں بکتی اس لئے بغیر بھیڑ کے اون نہیں بکے گی۔[۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ اون نیچے سے بڑھتی ہے، بال پر رنگ ڈال کر کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دیں تو اوپر رنگین رہے گا اور نیچے سفید نظر آئے گا۔جس سے معلوم ہوا

أوصاف الحيوان ولأنه ينبت من أسفل فيختلط المبيع بغيره ۲؎ بخلاف القوائم لأنها تزيد من أعلى وبخلاف القصيل لأنه يمكن قلعه والقطع في الصوف متعين فيقع التنازع في موضع القطع ۳؎ وقد صح أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن بيع الصوف على ظهر الغنم وعن لبن في ضرع

کہ بال اور اون نیچے سے بڑھتی ہے، اب جس دن اون کی بیع ہوئی اس دن سے کاٹنے کے دن تک اون بڑھی جو بائع کی ہے اس لئے بائع کی اون مشتری کی اون کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہو جائے گی کہ اس کو الگ کرنا مشکل ہوگا اس لئے اس اون کی بیع جائز نہیں ہے۔

لغت :الصوف:اون۔غنم: بکری۔ینبت: نبت سے مشتق ہے، اگنا۔اوصاف الحیوان :جو حیوان کی صفت ہو۔

ترجمہ :۲؎ بخلاف درخت وغیرہ کے اس لئے کہ وہ اوپر سے بڑھتے ہیں، اور بخلاف سبز کھتی کے اس لئے کہ اس کا اکھیڑنا ممکن ہے، اور اون میں تو کاٹنا ہی متعین ہے اس لئے کاٹنے کی جگہ میں جھگڑا ہوگا۔

تشریح :درخت وغیرہ اوپر سے بڑھتے ہیں اس لئے اس کی شاخ کی بیع ہوئی تو جتنی بڑھی وہ مشتری کی ہے اس لئے اس کے کاٹنے میں جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے اس کی بیع جائز ہے۔سبز کھیتی جو ابھی تک پکی نہیں ہے وہ بھی اوپر سے بڑھتی ہے، پھر اس کو جڑ سے اکھیڑ لینا ممکن ہے، اس لئے جڑ سے مشتری کی ہے اس لئے اس کا بیچنا جائز ہے، اور اون کو جڑ سے اوکھیڑ نہیں سکتے، اس میں تو کاٹنا ہی متعین ہے، جو بائع کے اون کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا اور کاٹنے کی جگہ میں جھگڑا ہوگا، بائع اوپر سے کاٹنے کہے گا، اور مشتری چمڑے کے ساتھ سٹا کر کاٹنا چاہے گا، اس لئے اس کی بیع جائز نہیں۔

لغت : قوائم: کھڑی رہنے والی چیز، یہاں مراد ہے درخت وغیرہ۔القصیل: سبز جو، سبز کھیتی۔قلع: جڑ سے اکھیڑنا۔

ترجمہ :۳؎ صحیح روایت میں ہے حضور ﷺ نے اون کو بکری کی پیٹھ پر، اور دودھ کو تھن میں، اور گھی کو دودھ میں بیچنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے یہ حدیث حضرت امام ابو یوسفؒ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے اون کی بیع کو جائز قرار دی ہے، جیسا کہ ان سے ایک روایت ہے۔

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ بکری کی پیٹھ پر اون کا بیچنا جائز ہے، اس لئے اس کے خلاف میں وہ حدیث ہوگی جس میں اس سے منع فرمایا ہے۔صاحب ہدایہ کی حدیث ہے۔**عن ابن عباس قال نهى رسول الله ﷺ ان تباع الثمرة حتى يبدو صلاحها او يباع صوف على ظهر او سمن فى لبن او لبن فى ضرع.** (سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی النہی عن بیع الصوف علی ظہر الغنم واللبن فی ضروع الغنم والسمن فی اللبن ، ج خامس ،ص ۵۵۵ ،نمبر ۱۰۸۵۷ ردار قطنی ، کتاب البیوع ، ج ثالث ،ص ۱۱، نمبر ۲۸۱۱) اس حدیث میں حضور ﷺ نے اون کو بکری کی پیٹھ پر، اور

وعن سمن في لبن وهو حجة على أبي يوسف رحمه الله في هذا الصوف حيث جوز بيعه فيما يروى عنه. (۱۱۱)قال وجذع في سقف وذراع من ثوب ذكرا القطع أو لم يذكراه ۱؎ لأنه لا يمكن التسليم إلا بضرر بخلاف ما إذا باع عشرة دراهم من نقرة فضة لأنه لا ضرر في تبعيضه ۲؎

دودھ کو تھن میں، اور گھی کو دودھ میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

لغت :ضرع: تھن۔ سمن: گھی، الصوف: اون۔

ترجمہ :(۱۱۱) اور نہیں جائز ہے شہتیر کی بیع چھت میں سے اور نہ گز کی بیع تھان میں سے۔

ترجمہ :۱؎ کاٹنے کا تذکرہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اس لئے کہ نقصان کے بغیر اس کو سپرد نہیں کر سکتا۔ بخلاف جبکہ دس درہم کو چاندی کے ٹکڑے سے بیچا اس لئے کہ اس کو ٹکڑا کرنے میں ضرر نہیں ہے۔

اصول : مبیع جدا کرنے سے بائع کا نقصان ہو تو بیع جائز نہیں ہوگی۔

تشریح : مبیع بائع کے مال کے ساتھ ملی ہوئی ہو اس لئے مبیع کو اس سے الگ کرنے میں بائع کے مال کا نقصان ہوتا ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ اس مبیع میں بائع کے مال کا بلا وجہ نقصان ہے اس لئے یہ بیع فاسد ہے۔ مثلا کرتا ہے اس سے ایک گز کو الگ کرنے میں باقی کرتا کسی کام کا نہیں رہے گا تو ایک گز کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ لیکن اگر گز کو الگ کرنے سے کپڑے کا نقصان نہیں ہے جیسا کہ اس زمانے میں تھان میں ہوتا ہے تو ایک دو گز کی بیع جائز ہوگی۔ اسی طرح شہتیر چھت میں لگا ہوا ہے اس کو نکالنے سے پوری چھت کے گرنے کا یا کمزور ہونے کا خطرہ ہے تو ایسے شہتیر کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف چاندی کی ڈلی سے دس درہم بیچا تو یہ جائز ہے، کیونکہ ڈلی سے درہم کاٹنے سے ڈلی کا نقصان نہیں ہے۔

وجہ : حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار من ضار ضره الله و من شاق شق الله علیه** ۔(دار قطنی نمبر ۳۰۶۰) اس میں ہے کہ نہ نقصان دو اور نہ کسی سے نقصان اٹھاؤ۔ اور اس بیع میں بائع کا نقصان ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

لغت : ذکرا القطع اولم یذکراہ: کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا خریدتے وقت اس کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو کہ کپڑا کاٹ کر دوگے، یا بغیر کاٹے دوگے، دونوں صورتوں میں بیع ناجائز ہوگی، کیونکہ کپڑے سے جدا کر کے ہی دیگا جس سے باقی کو نقصان ہوگا۔ جذع : شہتیر جو چھت میں لگی ہوتی ہے اور ایک قسم کی لکڑی ہوتی ہے۔ سقف: چھت۔ ذراع: ایک ہاتھ، نقرۃ: چاندی کی ڈلی، فضۃ: چاندی۔ تبعیض: بعض سے مشتق ہے، ٹکڑا کرنا۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر شہتیر اور گز متعین نہ ہوں تو جائز نہیں ہے، ایک اس دلیل سے جو ذکر کیا [یعنی بائع کا نقصان] اور مبیع کی

ولو لم يكن معينا لا يجوز لما ذكرنا وللجهالة أيضا ۳؎ ولو قطع البائع الذراع أو قلع الجذع قبل أن يفسخ المشتري يعود صحيحا لزوال المفسد ۴؎ بخلاف ما إذا باع النوى في التمر أو البذر في البطيخ حيث لا يكون صحيحا. وإن شقهما وأخرج المبيع لأن في وجودهما احتمالا أما الجذع فعين موجود. (۱۱۲)قال وضربة القانص ۱؎ وهو ما يخرج من الصيد بضرب الشبكة

جہالت کی وجہ سے بھی۔

تشریح : چھت میں بہت سے شہتیر ہیں ان میں کوئی ایک شہتیر متعین نہیں کیا، یا کپڑے میں کس طرف سے ایک گز لیگا اس کو متعین نہیں کیا تو پھر دو وجہوں سے بیع فاسد ہے۔[۱] ایک وجہ پہلے ذکر کیا، یعنی مبیع بائع کی ملکیت کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہے کہ اس کو الگ کرنے سے بائع کا نقصان ہے جس سے بیع فاسد ہے [۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ شہتیر اور گز متعین نہیں ہیں اس لئے مبیع مجہول ہے، اس جہالت کی وجہ سے بھی بیع فاسد ہے۔

ترجمہ :۳؎ اگر بائع نے مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے ایک ہاتھ کپڑا کاٹ کر دے دیا، یا شہتیر اکھاڑ کر دے دیا تو واپس صحیح ہو جائے گی مفسد کے زائل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : مشتری کے بیع ختم کرنے سے پہلے بائع نے ایک گز کپڑا کرتے سے کاٹ کر دے دیا، یا چھت سے شہتیر نکال کر دے دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

وجہ :بائع کی ملکیت کے ساتھ خلط ملط ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے ہوئی تھی، لیکن اس نے نکال کر دے دیا تو فساد کی چیز ختم ہو گئی اس لئے لوٹ کر بیع درست ہو جائے گی۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف جبکہ کھجور کے اندر گٹھلی، یا خربوزے کے اندر دانے بیچی تو بیع صحیح نہیں ہوگی اگر چہ اس کو پھاڑا اور مبیع نکالا، اس لئے کہ اس کے پائے جانے میں احتمال ہے، بہر حال شہتیر تو موجود عین ہے۔

تشریح :کھجور کے اندر گٹھلی بیچی، یا خربوزے کے اندر دانہ بیچا تو یہ چھپا ہوا ہے، تو گویا کہ مبیع معدوم ہے اس لئے بیع باطل ہوئی اس لئے بعد میں گٹھلی نکال کر دے دیا، یا خربوزے کا دانہ نکال کر دے دیا تب بھی الٹ کر بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ پہلے سے بیع ہی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف شہتیر میں مبیع سامنے موجود ہے اس لئے بیع تو ہو گئی ہے البتہ بائع کی ملکیت کے ساتھ خلط ملط ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی، اور جب نکال کر دے دیا تو الٹ کر جائز ہو جائے گی۔

لغت النوی: گٹھلی۔ البذر: دانہ۔ البطیخ :خربوزہ۔ شق: پھاڑنا۔ عین موجود: جو چیز سامنے موجود ہو اس کو عین موجود، کہتے ہیں

ترجمہ :(۱۱۲) اور نہیں جائز ہے جال کا ایک پھینک۔

مـرـة لأنه مجهول ولأن فيه غررا. (١١٣)قال وبيـع الـمـزابـنـة وهو بيع الثمر على النخيل بتمر مـجذوذ مثل كيله خرصا لأنـه عـليـه الصلاة والسلام نهى عن المزابنة والمحاقلة فالمزابنة ما

ترجمه : ضربۃ القانص، یہ ہے کہ ایک مرتبہ جال پھینکنے سے جو کچھ نکلے۔اس لئے کہ مبیع مجہول ہے،اور اس لئے کہ اس میں دھوکا ہے۔

اصول: جس بیع میں دھوکہ ہو وہ جائز نہیں ہے۔

تشریح : یوں کہا کہ ایک مرتبہ پانی میں جال پھینکتا ہوں اس میں جتنی مچھلی آجائے اس کی قیمت مثلا پانچ درہم ہوگی تو اس طرح کی بیع جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱)اس میں مبیع مجہول ہے معلوم نہیں کتنی مچھلی آئے گی اور نہیں آئے گی۔(۲)اور یہ بھی یہ ہوسکتا ہے کہ تھوڑی سی مچھلی آئے اور مفت میں پانچ درہم دینا پڑے تو اس میں دھوکا ہے اس لئے یہ بیع جائز نہیں (۳) اس حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔۔عن ابی سعید الخدری قال رسول الله ﷺ ... وعن شراء ضربة الغائص (دار قطنی، کتاب البیوع ،ج ثالث،ص۱۲،نمبر ۲۸۱۵)اس حدیث میں ضربۃ الغائص کو باضابطہ منع فرمایا ہے۔(۴) عن ابی هريرة قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع الغرر وبيع الحصاة. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع الغرر،ص۲۳۲،نمبر ۱۲۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دھوکے کی بیع جائز نہیں ہے

لغت :القانص: شکار کرنا،ضربۃ القانص کا ترجمہ ہے ایک مرتبہ جال پھینکنے میں جتنی مچھلی آئے۔الشبکۃ: جال،ضربۃ الشبکۃ ؛ ایک مرتبہ جال پھینکنے میں جو مچھلی آئے۔غرر: دھوکہ

ترجمہ :(۱۱۳)اور نہیں جائز ہے بیع مزابنہ ،وہ یہ ہے کہ کھجور کی بیع کھجور کے درخت پر ٹوٹے ہوئے کھجور سے اندازہ کر کے۔

ترجمہ : اس لئے کہ حضورؐ نے مزابنہ اور محاقلہ والی بیع سے روکا ہے۔،اور مزابنہ اس کو کہتے ہیں جسکو میں نے ابھی ذکر کیا

تشریح : کھجور کے درخت پر کھجور لگا ہوا اس کو ٹوٹے ہوئے کھجور کے بدلے میں بیچے تو یہ بیع مزابنہ ہے، یہ فاسد ہے۔

وجہ : (۱)ادھر بھی کھجور ہے اور درخت پر بھی کھجور ہے لیکن درخت پر کھجور کتنا ہے اس کا اندازہ نہیں ہے اس لئے کھجور کے بدلے میں کھجور کمی بیشی ہوگی تو ربوا اور سود ہو جائے گا اس لئے جائز نہیں ہے(۲)مزابنہ کے ناجائز ہونے کی یہ دلیل یہ حدث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة والمحاقلة ،والمزابنة اشتراء التمر بالتمر على رؤوس النخل. (بخاری شریف، بیع المزابنۃ وھی بیع التمر بالثمر،

ذكرنا۲؎ والمحاقلة بيع الحنطة في سنبلها بحنطة مثل كيلها خرصا ۳؎ ولأنه باع مكيلا بمكيل من جنسه فلا يجوز بطريق الخرص كما إذا كانا موضوعين على الأرض وكذا العنب بالزبيب

ص۳۴۹،نمبر ۲۱۸۶رمسلم شریف، باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا،ص ۶۶۷،نمبر ۳۸۷۸/۱۵۳۹)اس حدیث میں مزابنہ کوحضورؐ نے منع فرمایا ہے۔(۳) سمعت جابر بن عبد الله ﷺ عن بيع الصبرة من التمر لا يعلم مكيلها بالكيل المسمى من التمر ۔(مسلم شریف،باب تحریم بیع صبرۃ التمر المجہولۃ القدر بتمر ص ۶۶۴،نمبر ۳۸۵۱/۱۵۳۰)اس حدیث میں ہے کہ کھجور کی مقدار معلوم نہ ہوتو اس کے مثل کے ساتھ بیع نہ کرے۔

لغت :مزبنۃ :اندازہ سے پھل بیچنا۔محاقلۃ:کھیتی کوخوشہ میں بیچنا۔حقل سے مشتق ہے،کھیتی۔ مجذوذ: کٹاہوا۔کیلہ: کیل کرکے۔خرصا:اندازہ کرکے۔سنبل: بالی۔

ترجمہ : ۲؎ اورمحاقلۃ یہ ہے کہ بالیوں میں گیہوں ہواس کواسی کے مثل کیل کرکے گیہوں بیچنا اندازہ کرکے۔

تشریح :حضورؐ نے بیع محاقلہ سے بھی منع فرمایا ہے،اورمحاقلہ کی تعریف یہ ہے،کہ مثلا کھڑی کھیتی کا اندازہ لگائے کہ بیس کیلو گیہوں ہوگا،اس کے بدلے صاف کیا ہوا گیہوں بیس کیلو دے دے،اس بیع کو محاقلہ کہتے ہیں۔

ترجمہ :۳؎ اس لئے کہ کیلی چیز کواسی کی جنس کے ساتھ کیل کرکے بیچا تو اندازہ کرکے جائز نہیں ہے،جیسا کہ دونوں زمین پر رکھے ہوئے ہوں تو اندازہ کرکے جائز نہیں ہے[اس لئے کہ اس میں سود ہوگا]،ایسے ہی تر انگور کوخشک انگور کے بدلے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے۔دونوں ایک ہی جنس ہیں،مثلا گیہوں ہیں،اور دونوں کیلی ہیں تو اندازہ کرکے اس لئے بیچنا جائز نہیں ہے کہ کم بیش ہوجائے گا اور سود ہوجائے گا، چاہے کھیتی ہو،یا چاہے دونوں زمین پر رکھے ہوئے صاف گیہوں ہوں۔اسی طرح تر انگور کوخشک انگور[جسکو کشمش کہتے ہیں]کے بدلے اندازہ کرکے بیچنا جائز نہیں۔کیونکہ چاہے ایک تر ہے اور دوسرا خشک ہے،لیکن دونوں ایک ہی جنس کے ہیں اور دونوں کیلی ہیں اس لئے کم بیش کرکے جائز نہیں ہے سود ہوجائے گا۔

وجہ :اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة ،والمزابنة بيع الثمر بالتمر كيلا ، و بيع الكرم بالزبيب كيلا. (بخاری شریف،بیع المزابنۃ وھی بیع التمر بالثمر ص ۳۴۹ ،نمبر ۲۱۸۵رمسلم شریف، باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا،ص ۶۶۹،نمبر ۳۸۹۳/۱۵۴۲)اس حدیث میں انگور کو کشمش کے بدلے اندازہ کرکے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

ترجمہ :۴؎ اورامام شافعیؒ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں جائز ہے،اس لئے کہ حضورؐ نے مزابنہ سے منع فرمایا اورعرایا میں رخصت دی۔اورعرایا یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم کھجور کواندازے سے بیچے۔ایک وسق 60 صاع کا ہوتا ،اور ایک

علی هذا. ۴؎ **وقال الشافعي رحمه الله يجوز فيما دون خمسة أوسق لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن المزابنة ورخص في العرايا وهو أن يباع بخرصها تمرا فيما دون خمسة أوسق.** ۵؎ **قلنا العرية العطية لغة وتأويله أن يبيع المعرى له ما على النخيل من المعري بتمر مجذوذ وهو بيع**

صاع 3.538 کیلو کا ہوتا ہے اس اعتبار سے پانچ وسق 1061.40 کیلو کا ہوتا ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے درخت پر پانچ وسق سے کم کھجور ہو تو اس کو اندازے سے بیچنے کی اجازت ہے، کیونکہ حضورؐ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے، لیکن عرایا کی اجازت دی ہے، اور عرایا کی شکل وہی ہے کہ درخت پر لگے ہوئے کھجور کو زمین پر رکھے ہوئے کھجور کے بدلے میں اندازہ سے بیچنا۔

وجه : حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هريرة ان النبی ﷺ رخص فی بیع العرايا فی خمسة اوسق او دون خمسة اوسق قال نعم** (بخاری شریف، باب بیع التمر علی رؤوس النخل بالذهب والفضة، ص ۳۴۹، نمبر ۲۱۹۰ر مسلم شریف، باب تحریم بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا، ص ۶۶۹، نمبر ۱۵۴۱ر۳۸۹۲) اس حدیث میں آپؐ نے عرایا کی بیع کرنے کی اجازت دی اگر پانچ وسق سے کم ہو، اور بعض حدیث میں ہے کہ ایک دو درخت ہو تو جائز ہے۔

ترجمہ : ۵؎ ہم نے کہا عریہ کا معنی لغت میں عطیہ کے ہیں، اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا عطیہ دینے والے سے درخت پر کھجور کو کٹے ہوئے کھجور کے بدلے بیچے، اور یہ مجازا بیع ہے اس لئے کہ عطیہ لینے والا اس کا مالک نہیں بنا تو یہ نیا احسان ہوا

تشریح :حنفیہ کے نزدیک عرایا اصل میں درخت کے مالک کی جانب سے ہدیہ ہے بیع نہیں ہے۔ صرف بیع کی صورت ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب مساکین کو ایک دو درخت کھانے کے لئے ہدیہ دے دیا کرتے تھے۔ لیکن غربت کی وجہ سے وہ کھجور پکنے تک صبر نہیں کر پاتے تو اس درخت کے کھجور کے بدلے مالک درخت سے کٹے ہوئے کھجور دے دیا کرتے تھے۔ جو صورت میں بیع ہے لیکن حقیقت میں پہلے والا ہدیہ ہی کٹے ہوئے کھجور کی صورت میں دینا ہے۔ خود امام بخاریؒ نے سفیان بن حسین کے واسطے سے عرایا کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ عبارت یہ ہے **عن سفیان بن حسین العرايا نخل كانت توهب للمساكين فلا يستطيعون ان ينتظروا بها فرخص لهم ان يبيعواها بما شاءوا من التمر .** (بخاری شریف، باب تفسیر العرایا، ص ۳۴۹، نمبر ۲۱۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کے بدلے درخت کا مالک ہدیہ دے رہا ہے یہی عرایا ہے۔ اور اس کی گنجائش ہمارے یہاں بھی ہے۔ ہاں ہدیہ کے علاوہ عام طور پر درخت کے کھجور کو کٹے ہوئے کھجور کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

مجازا لأنه لم يملكه فيكون برا مبتدأ. (۱۱۴) قال ولا يجوز البيع بإلقاء الحجر والملامسة والمنابذة ۔ا۔ وهذه بيوع كانت في الجاهلية وهو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساومان فإذا لمسها المشتري أو نبذها إليه البائع أو وضع المشتري عليها حصاة لزم البيع فالأول بيع الملامسة والثاني المنابذة والثالث إلقاء الحجر وقد نهى عليه الصلاة والسلام عن بيع

نوٹ :امام ابوحنیفہ کی نظر اس بات کی طرف گئی ہے کہ اٹکل سے کھجور کے بدلے کھجور بیچنا سود ہے اس لئے پانچ وسق سے کم میں بھی جائز نہیں ہے۔حدیث میں ہے۔فقال له معمر لم فعلت ذلک انطلق فرده ولا تأخذن الا مثلا بمثل فانی کنت اسمع رسول الله ﷺ يقول الطعام بالطعام مثلا بمثل. (مسلم شریف، باب بیع الطعام مثلا بمثل ص۶۹۵ ،نمبر۱۵۹۲/۴۰۸۰ بخاری شریف، باب بیع الشعیر بالشعیر ،ص ۳۴۷ ،نمبر۲۱۷۴)اس حدیث میں ایک جنس کی کوئی چیز کیلی یا وزنی ہو ان کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا منع فرمایا ہے۔

اصول : کیلی اور وزنی چیزوں کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔

نوٹ :درخت پر لگے ہوئے کھجور کو کھجور کے علاوہ کسی اور چیز سے خریدے تو جائز ہے، کیونکہ خلاف جنس ہونے کی وجہ سے سود نہیں ہوگا۔

لغت: خرص : اندازہ کرکے، اٹکل سے۔عریۃ: عطیہ کے طور پر بیچنا۔معری لہ: جسکے کے لئے عطیہ دیا۔المعری: جس سے عریہ دیا۔مجذوذ: کٹا ہوا۔برا: احسان کے طور پر۔مبتدأ: شروع سے، نیا طور پر احسان ہے۔

ترجمہ :(۱۱۴)نہیں جائز ہے پتھر ڈالنے کی بیع اور چھونے کی بیع۔پھینکنے کی بیع۔

ترجمہ ۔ا۔ یہ بیع زمانہ جاہلیت میں تھیں۔وہ یہ ہے کہ دو آدمی سامان کا بھاؤ کر رہے ہوں، پس جب سامان کو مشتری چھو دے، یا بائع سامان کو مشتری کی طرف پھینک دے، یا مشتری سامان پر کنکری رکھ دے، تو بیع لازم ہوگئی۔[ا] پہلے کا نام بیع ملامسۃ ہے[۲] دوسرے کا نام بیع منابذۃ، ہے[۳] اور تیسرے کا نام بیع القاء الحجر ہے، حضورؐ بیع ملامسۃ، اور بیع منابذۃ سے منع فرمایا ہے۔

اصول: جہاں دھوکہ ہو کہ کون سی مبیع ہے اور کیسی ہے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح: یہ سب بیع زمانۂ جاہلیت کی تھیں۔

[ا]......بیع القاء الحجر: پتھر ڈالنے کی بیع۔کسی جگہ مبیع رکھی ہوئی ہے، مشتری نے پتھر پھینکا اور ایک مبیع پر لگ گیا، جس مبیع پر پتھر لگا وہ مشتری کی ہوگئی اور گویا کہ ایجاب وقبول ہوگئے۔چاہے بائع راضی ہو یا نہ ہو۔یہ القائے حجر کی بیع ہے۔

الملامسة والمنابذة۲؎ ولأن فيه تعليقا بالخطر.

[۲]......بیع الملامسۃ: لمس کا معنی ہے چھونا۔ اسکی صورت یہ ہے کہ کئی قسم کی مبیع رکھی ہوئی ہیں مشتری نے ایک کو چھودیا تو وہ مبیع مشتری کی ہوگئی۔ یا کئی مشتری کھڑے ہیں بائع نے ایک مشتری کو چھولیا تو اس مشتری کو مبیع کا لینا ضروری ہوگیا یہ ملامسہ کی بیع ہوئی

[۳]......بیع المنابذۃ۔ نبذ کا معنی ہے پھینکنا۔ دو چار آدمی بھاؤ کرے ان میں سے ایک کی طرف بائع مبیع کو پھینک دے جس سے یہ مبیع مشتری کو لازم ہوجاتی تھی، چاہے وہ راضی ہو یا نہ ہو۔ یہ تینوں بیع جائز نہیں ہیں

وجہ :(۱) ان دونوں بیوع میں دھوکہ ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ دھوکہ کی بیع جائز نہیں (۲) حدیث میں ان تینوں بیعوں سے منع فرمایا ہے۔ **ان ابا سعید اخبره ان رسول الله نهى عن المنابذة وهى طرح الرجل ثوبه بالبيع الى رجل قبل ان يقلبه او ينظر اليه، ونهى عن الملامسة ،والملامسة لمس الثوب لا ينظر اليه۔** (بخاری شریف ، باب بیع الملامسۃ ، ص۳۴۴ ،نمبر ۲۱۴۴ رمسلم شریف ، باب ابطال بیع الملامسۃ والمنابذۃ ، ص ۶۵۸ ، نمبر ۱۵۱۲/۳۸۰۶) اس حدیث میں ملامسہ اور منابذہ کی تفسیر کی گئی ہے۔ اور دونوں بیعوں سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ (۳) **عن ابی هريرة قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة و عن بيع الغرر** ۔(مسلم شریف، باب بطلان بیع الحصاۃ و البیع الذی فیہ الغرر، ص ۶۵۹ ،نمبر ۱۵۱۳/۳۸۰۸ رابوداود شریف، باب فی بیع الغرر، ص ۴۹۰ ،نمبر ۳۳۷۶) اس حدیث میں ہے کہ کنکری مار کر بیع کرنے سے منع فرمایا۔

نوٹ: جوا میں یہی ساری شکلیں ہوتی ہیں اس لئے جوا حرام ہے۔

لغت :یتراوض: رضی سے مشتق ہے، بھاؤ کرنا، ایک دوسرے کو راضی کرنے کی کوشش کرنا۔ سلعۃ: سامان، یہاں مبیع مراد ہے۔ یتساومان :ساوم سے مشتق ہے، بھاؤ کرنا۔ نبذ الیہ: اس کی طرف پھینکنا۔ حصاۃ: کنکری۔

ترجمہ :۲؎ اور اس لئے کہ ان بیعوں کو خطرے پر معلق کرنا ہے۔

تشریح :تعلیقا بالخطر :خطر کا معنی ہے ایسا کام جو ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا ہے، متردد معاملہ۔ القاء حجر میں خطرہ یہ ہے کہ پتھر لگ بھی سکتا ہے اور نہ بھی لگے۔ یا جو مبیع مشتری کو چاہئے اس پر پتھر نہ لگے، تو مشتری کا گھاٹا ہے۔ اور بیع ملامست: میں یہ ہے کہ جو مبیع مشتری کو چاہئے وہ اس کو بائع نے نہیں چھویا، دوسری مبیع کو چھودیا تو اس میں بھی مشتری کا گھاٹا ہے، اور بیع منابذہ میں یہ ہے کہ جس مبیع کو مشتری کی طرف پھینکا وہ اچھا نہیں ہے اس لئے اس میں بھی مشتری کو گھاٹا ہے، اور بیع کرتے وقت معلق ہے کہ کون سی مبیع ہاتھ آئے گی اور کون سی نہیں ہے، یہ معلق بالخطر کی تفسیر ہے۔

(۱۱۵) قال ولا يجوز بيع ثوب من ثوبين لـ لجهالة المبيع ۲ ولو قال على أنه بالخيار في أن يأخذ أيهما شاء جاز البيع استحسانا وقد ذكرناه بفروعه. (۱۱۶)قال ولا يجوز بيع المراعي ولا إجارتها لـ المراد الكلأ أما البيع فلأنه ورد على ما لا يملكه لاشتراک الناس فيه بالحديث ۲

ترجمہ :(۱۱۵)اورنہیں جائز ہے دوکپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع۔

ترجمہ :لـ مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :دوکپڑے مختلف قیمتوں کے ہیں اور ایجاب کرتے وقت یہ نہیں بتا رہا ہے کہ دونوں میں سے کس کپڑے کی بیع ہو رہی ہے، صرف یوں کہہ رہا ہے کہ دونوں کپڑوں میں سے ایک کی بیع ہو رہی ہے تو چونکہ مبیع مجہول ہے بعد میں کپڑا سپرد کرنے میں جھگڑا ہوگا بائع گھٹیا دینا چاہے گا اور مشتری اعلی لینا چاہے گا اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی۔

نوٹ:مجلس ختم ہونے سے پہلے ایک کپڑے کی تعیین ہو جائے تو بیع جائز ہو جائے گی۔

اصول: مجہول مبیع کی بیع فاسد ہے۔

ترجمہ :۲ اور اگر کہا کہ مشتری کو اختیار ہے کہ جس مبیع کو چاہے لے تو استحسانا جائز ہے۔اس مسئلے کو اس کے فروع کے ساتھ ذکر کیا ہے۔مسئلہ نمبر ۴۹، باب خیار الشرط میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

تشریح :اگر دو کپڑے بیچے، اور دونوں کی قیمت الگ الگ بیان کر دی اور مشتری سے کہا کہ تم دونوں میں ایک کے انتخاب کا حق ہے تو یہ استحسانا جائز ہے، کیونکہ یہ خیار تعیین ہے انسان کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے یہ جائز ہے۔

ترجمہ :(۱۱۶) چراگاہ کا بیچنا اور اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :لـ اور مرعی سے مراد چراگاہ کی گھاس ہے، بہر حال بیع، اس لئے کہ ایسی چیز پر وارد ہوئی ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث کی بنا پر تمام انسان اس میں شریک ہیں۔

اصول :پبلک کی چیز کوئی ذاتی طور پر نہیں بیچ سکتا، کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہے۔

تشریح :چراگاہ اور اس کی گھاس پبلک اور عوام کی ملکیت ہے کسی ایک کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی اس لئے نہ اس کو اجرت پر دے سکتا ہے اور نہ اس کو بیچ سکتا ہے، ہاں حکومت عوام کا نمائندہ ہوتی ہے اس لئے وہ بیچ سکتی ہے۔

وجہ :(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ المسلمون شرکاء فی الثلاث: فی الماء و الکلأ والنار و ثمنه حرام ۔(ابن ماجۃ شریف، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث، ص ۳۵۴، نمبر ۲۴۷۲/ ابوداود شریف ، باب فی منع الماء، ص ۵۰۲، نمبر ۳۴۷۷) اس حدیث میں ہے کہ گھاس میں سب شریک ہیں

وأما الإجارة فلأنها عقدت على استهلاک عين مباح ولو عقد على استهلاک عين مملوک بأن استأجر بقرة ليشرب لبنها لا يجوز فهذا أولى.(۱۱۷) قال ولا يجوز بيع النحل ۱؎ وهذا عند

ـ(۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يمنع فضل الماء ليمنع به الكلأ۔ابوداود شریف،باب فی منع الماء،ص۵۰۱،نمبر۳۴۷۳)اس حدیث میں پانی اور گھاس روکنے سے منع فرمایا ہے۔

لغت : مراعی: مرعی کی جمع ہے،رعی سے مشتق ہے، چرنے کی جگہ، چراگاہ۔الكلأ: گھاس۔

ترجمہ :۲؎ بہرحال اجرت پر دینا تو اس لئے کہ عین چیز جو مباح ہے اس کے ہلاک پر عقد ہوتا ہے،اور اگر عین ملکیت کے ہلاک پر عقد ہوا ہو،مثلا گائے کو اجرت پر لیا تا کہ اس کا دودھ پیئے تو جائز نہیں ہے،اس لئے یہ عوام کی ملکیت میں تو بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ چراگاہ کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے،

وجہ : اس کی دو وجہ ہیں۔[۱] چراگاہ اس آدمی کا مملوک نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔[۲] اجرت کا مطلب ہوتا ہے چیز باقی رہے اور اس سے نفع حاصل کرے،مثلا گھوڑا اجرت پر لیا تو گھوڑا باقی رہے اور اس پر سوار ہو کر نفع حاصل کرے ،لیکن یہاں چراگاہ اجرت پر لیا تو اس کی گھاس جو عین چیز ہے اس کو کاٹے گا یا چرائے گا تو عین چیز ہلاک ہو جائے گی،اس لئے اس میں اجرت کا معنی ہی نہیں پائی گئی اس لئے اجرت جائز نہیں ہوگی،مثلا اپنی گائے کو اجرت پر دی کہ اس کا دودھ پیئے تو دودھ عین چیز ہے جو ہلاک ہوگی،اور یہ بائع کی ملکیت ہے تب بھی اس کی اجرت جائز نہیں ہے تو چراگاہ کی گھاس جو ملکیت نہیں ہے عام لوگوں کی چیز ہے اس کو اجرت پر دینا کیسے جائز ہوگی۔

لغت :اجرت :عین چیز باقی رہے اور اس کے نفع سے فائدہ اٹھائے اس کو،اجرت، کہتے ہیں،اور عین چیز کو ہلاک کرے تو وہ بیع ہے،اجرت نہیں ہے عین مباح: کا ترجمہ ہے جو چیز عام پبلک کا ہو،کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو۔عین مملوک: جو چیز کسی کی ذاتی ملکیت ہو۔استہلاک:کسی چیز کو ہلاک کرنا،کھاجانا۔

ترجمہ :(۱۱۷) شہد کی مکھی کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن چیزوں کا کھانا حرام اس کا بیچنا جائز نہیں،یا جس چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہو اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہد کی مکھی کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

أبـي حـنيـفة رحمه الله وأبي يوسف رحمه الله۲ وقـال مـحـمد رحمه الله يجوز إذا كان محرزا وهـو قـول الشـافـعي رحمه الله لأنه حيوان منتفع به حقيقة وشرعا فيجوز بيعه وإن كان لا يؤكل

وجه :(۱) کیونکہ اس کو کھا نہیں سکتے (۲)، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کیڑوں میں سے ہے، اور کیڑوں کا بیچنا جائز نہیں ہے۔، اور جو شہد نفع میں ملے گا وہ ابھی نہیں ہے بعد میں آئے گا اس لئے وہ تو ابھی معدوم ہے (۳) اس کا مدار اس حدیث پر ہے۔ عـــن جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ نهى عن ثمن الكلب و السنور . (ابوداود شریف، باب فی ثمن السنو ر،ص ۵۰۳، نمبر ۳۴۷۹ رترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ ثمن الکلب والسنور ،ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۷۹) اس میں ہے کہ بلی حرام ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ (۴) عـن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال ان الله حرم الخمر و ثمنها و حرم الميتة و ثـمـنها و حرم الخنزير و ثمنه ۔ (ابوداود شریف، باب فی ثمن الخمر المیتۃ ،ص ۵۰۳، نمبر ۳۴۸۵ رترمذی شریف، باب ما جاء فی بیع جلود المیتۃ والاصنام ،ص ۳۱۵، نمبر ۱۲۹۷) اس میں ہے کہ مردار حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے، اسی پر قیاس کر کے شہد کی مکھی کو بیچنا حرام ہوگا۔

لغت :نحل شہد کی مکھی۔ محرزا: حرز سے مشتق ہے، جمع کیا ہوا محفوظ ہو۔

تـرجـمـه :۲ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا کہ جمع کیا ہو محفوظ ہو تو جائز ہے، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے، اس لئے حقیقت میں اور شرعی اعتبار سے یہ نفع بخش حیوان ہے اس لئے اس کی بیع جائز ہوگی، چاہے وہ کھایا نہیں جاتا ہو، جیسے خچر اور گدھے۔

تشـريح :امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ شہد کی مکھی فضا میں ہو یا درخت پر ہو تو جائز نہیں کیونکہ وہ مملوک نہیں ہے، لیکن محفوظ ہو اور جمع ہو کہ اسکو مشتری کو حوالہ کر سکتا ہو اس کا بیچنا جائز ہے، کیونکہ وہ مملوک ہے، اور مشتری کو قبضہ بھی دے سکتا ہے

وجـه :(۱) شرعی اعتبار سے شہد کا کھانا جائز ہے اس لئے شرعی اعتبار سے بھی اور حقیقت میں بھی یہ حیوان منتفع بہ ہے اس لئے اس کی بیع جائز ہے، (۲) اس کی مثال دیتے ہیں کہ گدھے اور خچر کو کھانا جائز نہیں لیکن چونکہ ان سے نفع حاصل ہوتا ہے اس لئے ان کا بیچنا جائز ہے، اسی طرح شہد کی مکھی کا کھانا جائز نہیں ہے لیکن اس کا بیچنا جائز ہوگا۔

تـرجـمـه :۳ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہد کی مکھی حشرات الارض [زمین کے کیڑوں مکوڑوں میں سے ہے اس لئے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، جیسے بھڑ کی بیع۔

تشـــريـــح :شیخین کی جانب سے یہ دلیل عقلی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ک مکھی حشرات الارض میں سے ہے، یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے ہیں، اور کیڑے مکڑوں کا بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے شہد کی مکھی کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔ جیسے بھڑ کیڑے مکوڑے میں سے ہے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔۔ زنابیر: زنبور کی جمع ہے، بھڑ۔

كالبغل والحمار. ۳؎ ولهـما أنهما من الهوام فلا يجوز بيعه كالزنابير۴؎ والانتفاع بما يخرج منه لا بـعيـنـه فلا يكون منتفعا به قبل الخروج حتى لو باع كوارة فيها عسل بما فيها من النحل يجوز تبعا له كذا ذكره الكرخي .(۱۱۸)ولا يجوز بيع دود القز عند أبي حنيفة ۱؎ لأنه من الهوام وعند أبي يوسف رحمه الله يجوز إذا ظهر فيه القز تبعا له. ۲؎ وعند محمد رحمه الله يجوز كيفما كان

ترجمه :۴؎ اورفائدہ تو اس چیز سے ہے جو مکھی سے نکلتی ہے [یعنی شہد] خود مکھی سے کوئی فائدہ نہیں، اس لئے شہد نکلنے سے پہلے خود مکھی فائدہ اٹھانے کی چیز نہیں ہوئی۔ چنانچہ شہد کا چھتہ ہو اس میں شہد کے ساتھ مکھی بھی ہو تو شہد کے تابع کر کے مکھی بیچنا جائز ہے، ایسے ہی امام کرخیؒ نے فرمایا۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی جانب سے امام محمد کو جواب ہے، انہوں نے دلیل دی تھی کہ شہد کی مکھی منتفع بہ ہے اس لئے اس کا بیچنا جائز ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ خود مکھی سے فائدہ نہیں ہے، بلکہ اس کے منہ سے جو شہد نکلتا ہے اس سے فائدہ ہے، اس لئے بیچتے وقت مکھی فائدہ مند نہیں ہوئی اس لئے اس کا بیچنا جائز نہیں، البتہ جو فائدہ مند ہے یعنی شہد اس کے بیچنے کے قائل ہم بھی ہیں۔ چنانچہ اگر شہد کا چھتہ ہو اس میں شہد کے ساتھ مکھی بھی ہو تو شہد کے تابع کرنے مکھی کو بیچنا جائز ہے، حضرت امام کرخیؒ نے ایسے ہی فرمایا۔

اصول :مکھی کو شہد کے تابع کر کے بیچنا جائز ہے۔

لغت :کوارۃ :شہد کا چھتہ، یہ کور سے مشتق ہے، پگڑی کو پیچ دینا۔ عسل :شہد۔ النحل :شہد کی مکھی۔

ترجمه : (۱۱۸) نہیں جائز ہے ریشم کے کیڑے کا بیچنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے جبکہ اس میں ریشم نکل چکا ہو

تشریح :ریشم کا کیڑا بھی کیڑا مکوڑا ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ کہ کیڑے کے ساتھ ریشم نکل گیا ہو تو ریشم کے تابع کر کے بیچنا جائز ہے، جس طرح شہد کے ساتھ مکھی کی بیع شہد کے تابع کر کے جائز ہے۔

لغت :قز: ریشم۔ دود: کا ترجمہ ہے کیڑا۔ دود القز: ریشم کا کیڑا۔

ترجمه :۲؎ امام محمدؒ کے نزدیک ہر طرح جائز ہے اس لئے کہ وہ منتفع بہ ہے۔

تشریح :امام محمدؒ کے نزدیک شہد کی مکھی کی طرح یہ بھی منتفع بہ ہے اس لئے اس میں ریشم آیا ہو یا نہ آیا ہو ہر طرح جائز ہے۔

لكونه منتفعا به(١١٩) ولا يجوز بيع بيضة عند أبي حنيفة رحمه الله ۱ **وعندهما يجوز لمكان الضرورة.** ۲ **وقيل أبو يوسف مع أبي حنيفة رحمه الله كما في دود القز(١٢٠) والحمام إذا علم عددها وأمكن تسليمها جاز بيعها** ۱ **لأنه مال مقدور التسليم. (١٢١) ولا يجوز بيع الآبق** ۱

لغت : کیف ما کان: جیسا بھی ہو، یعنی کیڑے کے ساتھ ریشم آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ انڈا پر پندرہ روز گزر جائے تب اس میں سے بچہ نکلتا ہے، اور بچہ پندرہ، بیس روز کا ہو جائے تب وہ مکڑے کے جالے کی طرح اپنے ارد گرد ریشم پالتا ہے۔ اسی جالے کا نام ریشم ہے، جس سے خوبصورت کپڑا بنتا ہے۔

ترجمہ :(۱۱۹) اور نہیں جائز ہے ریشم کے انڈے کو بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمہ :۱ اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے ضرورت کی وجہ سے۔

تشریح :ریشم کے انڈے کو بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بھی کیڑے مکوڑے کا انڈا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔ دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ ۲ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت امام ابو یوسفؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں جیسے کہ ریشم کے کیڑے میں تھے

تشریح :ریشم کے انڈے کے ساتھ ریشم نہیں ہوتا، کیونکہ انڈا کے پندرہ روز کے بعد بچہ پیدا ہوگا، اس کے پندرہ روز کے بعد جب وہ بڑھ جائے گا تب ریشم پیدا ہوگا، اس لئے یہ کیڑے مکوڑے کا انڈا ہوا، جو منتفع بہ نہیں ہے، اور اس کے ساتھ ریشم بھی نہیں ہے جسکے تابع کر کے بیچنا جائز ہو اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اس کا بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۱۲۰) اور کبوتر کی تعداد معلوم ہو اور اس کو سپرد کرنا ممکن ہو تو اس کو بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ وہ مال ہے اور سپرد کرنے کی قدرت ہے۔

تشریح :کبوتر دو قسم کے ہوتے ہیں [۱] گھریلو جو گھر میں رہتے ہیں اور مملوک ہیں، اور اس کو سونپنا ممکن ہوتا ہے، اس لئے اس کی تعداد معلوم ہو اور سپرد کرنا ممکن تو اس کا بیچنا جائز ہے۔ [۲] جنگلی کبوتر کو پکڑ کر مملوک بنالیا، اور سپرد کرنے پر قدرت ہو تو اس کو بھی بیچنا جائز ہے، لیکن اگر پکڑ کر مملوک نہیں بنایا، وہ ابھی تک جنگل میں اُڑ رہا ہے تو اس کو بیچنا جائز نہیں، کیونکہ نہ وہ مملوک ہے، اور نہ وہ مقدور التسلیم ہے۔

ترجمہ :(۱۲۱) بھاگے ہوئے غلام کو بیچنا جائز نہیں۔

ترجمہ :۱ حضور ﷺ کے روکنے کی وجہ سے، اور اس لئے کہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

تشریح :غلام بھاگا ہوا ہے تو اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

لنهي النبي عليه الصلاة والسلام عنه ولأنه لا يقدر على تسليمه (۱۲۲) إلا أن يبيعه من رجل زعم أنه عنده ۱؎ لأن المنهي عنه بيع آبق مطلق وهو أن يكون آبقا في حق المتعاقدين وهذا غير آبق في حق المشتري ولأنه إذا كان عند المشتري انتفى العجز عن التسليم وهو المانع ۲؎ ثم لا

وجه: (۱) ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضورؐ نے بھاگے ہوئے غلام کو بیچنے سے منع فرمایا ہے، صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال نهی رسول الله ﷺ .....و عن شراء العبد و هو آبق ۔(ابن ماجۃ شریف، باب النھی عن شراء ما فی بطون الانعام، الخ، ص ۳۱۴، نمبر ۲۱۹۶) اس حدیث میں ہے کہ بھاگے ہوئے غلام کو مت خریدو۔ (۲) عن عمرو بن شعیب قال قال رسول الله ﷺ لا یحل بیع ما لیس عندک، و لا ربح مالم یضمن ۔(ابن ماجۃ شریف، باب النھی عن بیع ما لیس عندک، الخ، ص ۳۱۳، نمبر ۲۱۸۸) اس حدیث میں ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کو نہ بیچو، اس لئے غلام اس کے پاس نہیں ہے تو اس کو نہ بیچے۔ (۳) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ بائع کے پاس نہیں ہے اس لئے اس کو سپرد بھی نہیں کر سکتا، اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۲۲) مگر یہ کہ ایسے آدمی سے بیچے جس کے بارے میں گمان ہے کہ غلام اسی کے پاس ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بھاگے ہوئے غلام بیچنے کی ممانعت مطلق ہے، اور وہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والے کے حق میں بھاگا ہوا ہو، اور یہ غلام مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ جب غلام مشتری کے پاس ہے تو سپرد کرنے سے عاجز ہونا نہیں پایا گیا، اور یہی منع کی وجہ تھی۔

تشریح: مثلا بائع کو یہ گمان ہے کہ بھاگا ہوا غلام زید کے پاس ہے، اور زید ہی سے غلام بیچا تو یہ جائز ہے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آدمی سے بیچنا ناجائز ہے جسکو سپرد کرنا ناممکن ہو، اور یہاں تو غلام مشتری کے پاس ہے اس لئے سونپنا ناممکن نہیں ہوا اس لئے اس سے بیچنا جائز ہے۔ (۲) اور حدیث میں جو کہا کہ بھاگے ہوئے غلام کو مت بیچو، وہ اس وقت ہے جبکہ بائع اور مشتری دونوں کے حق میں بھاگا ہوا ہو، اور یہاں مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے اس لئے حدیث کے اشارے سے بھی بیچنا جائز ہوگا۔

لغت: فی حق المتعاقدین: دو عقد کرنے والے اس سے مراد ہے بائع اور مشتری۔ آبق: بھاگا ہو غلام۔

ترجمہ: ۲؎ پھر صرف عقد قبضہ کرنے والا نہیں ہوگا جبکہ غلام مشتری کے قبضے میں ہو، اور غلام کے پکڑنے پر گواہ بھی بنایا ہو، اس لئے کہ غلام مشتری کے پاس امانت ہے، اور امانت کا قبضہ بیع کے قبضے کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ امانت کا قبضہ ہو اور خود بخود ہلاک ہو جائے تو امانت رکھنے والے پر اس کی قیمت لازم

يصير قابضا بمجرد العقد إذا كان في يده وكان أشهد عنده أخذه لأنه أمانة عنده وقبض الأمانة لا ينوب عن قبض البيع ۳؎ ولو كان لم يشهد يجب أن يصير قابضا لأنه قبض غصب ۴؎ ولو قال هو عند فلان فبعه مني فباعه لا يجوز لأنه آبق في حق المتعاقدين ولأنه لا يقدر على تسليمه.

نہیں ہوتی، اس لئے یہ قبضہ کمزور ہوتا ہے۔ اور بیع کا قبضہ ہو اور مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو مشتری پر اس چیز کی قیمت لازم ہوتی ہے، اس لئے بیع کا قبضہ اعلی اور مضبوط ہوتا ہے۔ اور غصب کا قبضہ ہو تو ہلاک ہونے پر غاصب پر اس کی قیمت لازم ہوتی ہے، اس لئے غصب کا قبضہ بیع کے قبضے کی طرح مضبوط اور اعلی ہوتا ہے۔

تشریح: مشتری کے پاس بھاگا ہوا غلام ہے اس کو مشتری نے خریدا تو اگر مشتری نے غلام کو پکڑتے وقت گواہ بنایا تھا کہ اس کو مالک [بائع] کے پاس واپس کرنے کے لئے پکڑ رہا ہوں تو یہ قبضہ امانت کا ہوا اس لئے یہ قبضہ بیع کے قبضے کے لئے کافی نہیں، بلکہ پہلے غلام کو بائع کی طرف واپس کرے، اور دوبارہ اس سے بیع کا قبضہ کرے۔ پس اگر بیع کا قبضہ کرنے سے پہلے غلام ہلاک ہو گیا تو امانت کا ہلاک ہوا اس لئے مشتری پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: کیونکہ امانت کا قبضہ کمزور ہوتا ہے اس سے بیع کا قبضہ جو مضبوط ہے نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر غلام پکڑنے پر گواہ نہیں بنایا تو واجب ہے کہ قبضہ کرنے والا ہو جائے، اس لئے کہ یہ غصب کا قبضہ ہے [جو قبضہ ضمان ہے]

تشریح: غلام کو پکڑتے وقت اس پر گواہ نہیں بنایا تو اس کا مطلب ہوا کہ وہ مالک کو واپس نہیں کرنا چاہتا ہے بلکہ غصب کرنے کے لئے قبضہ کیا ہے، اور غصب کا قبضہ مضبوط ہوتا ہے اور اگر غلام ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، جس طرح بیع کے قبضہ میں غلام ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے غصب کا قبضہ بیع کا قبضہ شمار کیا جائے گا، کیونکہ دونوں ایک طرح کا قبضہ ہے۔

اصول: ایک قسم کا قبضہ ہو تب ایک دوسرے کا نائب بنے گا۔

ترجمہ: ۴؎ اور اگر کہا کہ غلام فلاں کے پاس ہے اس لئے اس کو مجھ سے بیچ دو تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بائع اور مشتری کے حق میں بھاگا ہوا ہے۔ اور اس لئے کہ اس کو سپرد کرنے پر بائع قادر نہیں ہے۔

اصول: مبیع متعاقدین کے حق میں بھاگا ہوا نہ ہو۔

تشریح: اگر مشتری نے کہا کہ بھاگا ہوا غلام فلاں کے پاس ہے اس لئے اس کو مجھ سے بیچ دیں، تو بیع جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ بائع اور مشتری کے حق میں تو یہ بھاگا ہوا ہی ہے، یہ تو تیسرے کے ہاتھ میں ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ

۵ ولو باع الآبق ثم عاد من الإباق لا يتم ذلک العقد لأنه وقع باطلا لانعدام المحلية كبيع الطير في الهواء. ٦ وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يتم العقد إذا لم يفسخ لأن العقد انعقد لقيام المالية والمانع قد ارتفع وهو العجز عن التسليم كما إذا أبق بعد البيع وهكذا يروى عن محمد رحمه الله. (١٢٣) قال ولا بيع لبن امرأة في قدح ۱ وقال الشافعي رحمه الله يجوز بيعه لأنه

ہےاس میں مشتری کوسپرد کرنا پڑے گا، جس پر بائع قادر نہیں ہے اسلئے یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمه : ۵ اوراگر بھاگے ہوئے غلام کو بیچا پھر وہ واپس لوٹ آیا تو یہ بیع پوری نہیں ہوگی، اس لئے کہ بیع کا محل نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہوئی ہے، جیسے کہ ہوا میں پرندے کی بیع۔[لوٹ کر جائز نہیں ہوتی]

تشريح : بھاگا ہوا غلام کو بیچا، ابھی عقد ختم بھی نہیں کیا تھا کہ غلام واپس آ گیا تو لوٹ کر بیع جائز نہیں ہوگی۔

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ بھاگا ہوا غلام گویا کہ مالیت ہی نہیں ہے اس لئے اس کی بیع باطل ہوگئی، اس لئے بعد میں واپس آنے کے بعد بھی بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، (۲) اس کی ایک مثال دیتے ہیں ہے کہ ہوا میں پرندہ تھا اس کو بیچ دیا اور عقد ختم ہونے سے پہلے اس کو پکڑ کر سپرد کر دیا تب بھی بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، کیونکہ بیع باطل واقع ہوئی تھی، اور پہلے قاعدہ گزر چکا ہے کہ باطل بیع بعد میں درست نہیں ہوتی۔

ترجمه :٦ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع پوری ہو جائے گی اگر عقد کو فسخ نہ کیا ہو اس لئے کہ عقد مالیت کے پائے جانے سے قائم ہوا تھا، اور جائز ہونے کا مانع مرتفع ہو گیا، اور وہ تھا سپرد کرنے سے عاجزی۔ جیسے کہ بیع کے بعد غلام بھاگ گیا ہو، اور اسے ہی امام محمدؒ سے ایک روایت ہے۔

تشريح : امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ایک روایت ہے کہ بیع ابھی فسخ نہ کیا ہو اس سے پہلے غلام واپس آ گیا ہو تو بیع جائز ہو جائے گی

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ چاہے بھاگا ہوا ہو لیکن غلام بہر حال مال ہے، اس لئے بیع باطل نہیں فاسد ہوئی ہے، اور جب واپس آ گیا تو بیع کی ناجائز ہونے کی وجہ ختم ہوگئی اور بائع سپرد کرنے پر قادر ہو گیا اس لئے اب بیع پلٹ کر جائز ہو جائز ہو جائے گی۔(۲) اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ بیع کرتے وقت غلام موجود ہو اور بعد میں بھاگا ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے، اور عقد ختم کرنے سے پہلے غلام واپس آ جائے تو بیع پلٹ کر جائز ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔

اصول :اس روایت میں بھاگے ہوئے غلام کو مالیت مانا ہے، اس لئے بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔

ترجمه :(۱۲۳) پیالے کے اندر عورت کے دودھ کی بیع جائز نہیں ہے۔

مشروب طاهر ۲؎ ولنـا أنـه جـزء الآدمي وهو بجميع أجزائه مكرم مصون عن الابتذال بالبيع ۳؎ ولا فـرق فـي ظـاهـر الـرواية بين لبن الحرة والأمة. وعن أبي يوسف رحمه الله أنه يجوز بيع لبن

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع سے انسانی احترام کے خلاف ہوتو وہ بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح :کہ عورت کا دودھ پیالے کے اندر دوہ کر بیچے تو جائز نہیں ہے، ہاں بچے کو دودھ پلانے کے لئے عورت کو اجرت پر لے تو حدیث اور آیت کی وجہ سے اس کی اجازت ہے، کیوکہ اس کی سخت ضرورت ہے۔

وجہ : اس آیت میں ہے کہ آدمی قابل احترام ہے، اور جانور کی طرح دودھ کی تجارت کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے اس لئے جائز نہیں ہے، اس میں اس کا ثبوت ہے۔ **ولقد کرمنا بنی آدم و حملناھم فی البر و البحر** ۔(آیت ۷۰، سورت الاسراء ۱۷)

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دودھ کی بیع جائز ہے اس لئے پیا جاتا ہے اور پاک ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک پیالے میں لیکر دودھ بیچے تو جائز ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ پیا جاتا ہے اور پاک بھی ہے اس لئے جائز ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ دودھ آدمی کا جز ہے، اور آدمی اپنے پورے اجزا کے ساتھ محترم ہے اور بیع کے ذریعہ ذلت سے محفوظ ہے۔[اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے]

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ آدمی تمام اعضاء کے ساتھ محترم ہے اس لئے بیع کے ذریعہ اس کی توہین ٹھیک نہیں ہے اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔احترام کی آیت اوپر گزری۔

لغت:مصون: صان سے مشتق ہے، محفوظ۔ابتذال: بذل سے مشتق ہے، خرچ کرنا، یہاں ترجمہ ہے توہین کرنا۔

ترجمہ :۳؎ ظاہر روایت میں آزاد عورت اور باندی کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں ہے کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے، انکی دلیل یہ ہے کہ خود باندی کی ذات پر بیع جائز ہے تو اس کے جز پر بھی جائز ہوگا۔

تشریح :ظاہر روایت میں یہ ہے کہ آزاد عورت اور باندی دونوں کے دودھ کی بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ انسانی اعتبار سے دونوں محترم ہیں۔البتہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے۔

وجہ :انکی دلیل یہ ہے کہ خود باندی کی ذات بیچی جاتی ہے تو اس کا جز دودھ بھی بیچنا جائز ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ ہمارا جواب یہ ہے کہ غلامیت اس کی ذات میں داخل ہے، بہر حال دودھ تو اس میں غلامیت نہیں ہے اس

الأمة لأنـه يجوز إيراد العقد على نفسها فكذا على جزئها. ٤ قـلنا الرق قد حل نفسها فأما اللبن فـلا رق فيـه لأنـه يـختـص بـمـحـل يتحقق فيه القوة التي هي ضده وهو الحي ولا حياة في اللبن.

(۱۲۴) قال ولا يـجـوز بيع شعر الخنزير ١ لأنـه نـجـس العين فلا يجوز بيعه إهانة له ٢ ويجوز الانتفاع به للخرز للضرورة فإن ذلک العمل لا يتأتى بدونه ويوجد مباح الأصل فلا ضرورة إلى

لئے کہ غلامیت ایسے محل کے ساتھ خاص ہے جس میں اس کی ضد آسکتی ہو [یعنی آزادگی آسکتی ہو]، اور آزادگی آتی ہے جہاں زندگی ہو اور دودھ میں زندگی نہیں ہے اس لئے اس میں غلامت بھی نہیں آئے گی [اور وہ بیچی بھی نہیں جائے گی]

تشریح: یہ حضرت امام ابو یوسفؒ کو عقلی جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ باندی کی ذات بیچی جاسکتی ہے تو اس کا دودھ بھی بیچا جاسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غلامیت وہاں آتی ہے جہاں آزادگی آسکتی ہو، اور آزادگی وہاں آئے گی جہاں حیات اور زندگی ہو، اور دودھ میں حیات نہیں اس لئے اس میں غلامیت بھی نہیں ہے اس لئے اس کو بیچ بھی نہیں سکتے۔

ترجمه: (۱۲۴) سور کے بال کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ وہ نجس العین ہے اس لئے اس کی توہین کرنے کے لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

اصـــول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چیز حرام اور ناپاک ہو تب بھی اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر وہ قابل استفادہ ہو تو بقدر ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

تشریح: سور اور اس کا بال نجس العین ہے اس لئے اس کا بیچنا جائز نہیں، کیونکہ بیچنے میں اس کی عزت اور اہمیت ہوگی۔

وجه: (۱) قل لا اجد فی ما احی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس۔ (آیت ۱۴۵، سورت الانعام ۶) اس آیت میں ہے کہ سور نجس ہے (۲) اس حدیث میں ہے کہ مردار کی چربی جو کام آتی ہے اس کو بیچنا بھی حرام ہے۔ عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله ﷺ یقول و هو بمکة عام الفتح ان الله و رسوله حرم بیع الخمر و المیتة و الخنزیر و الاصنام، فقیل یا رسول الله أ رأیت شحوم المیتة فانه یطلی بها السفن ویدهن بها الجلود و یستصبح بها الناس، فقال لا هو حرام ثم قال رسول الله ﷺ عند ذالک قاتل الله الیهود ان الله لما حرم علیهم شحومها أجملوه ثم باعوه فاکلوا ثمنه۔ (بخاری شریف، باب بیع المیتة والاصنام، ص ۳۵۶، نمبر ۲۲۳۶ رمسلم شریف، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام، ص ۶۹۰، نمبر ۱۵۸۱/۴۰۴۸) اس حدیث میں ہے کہ مردار کی چربی جو کام آتی ہے اس کو بیچنا بھی حرام ہے۔

ترجمه: ٢ سور کے بال سے جوتا سینے کے لئے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ضرورت کی بنا پر، اس لئے کہ سینا اس کے بغیر نہیں

البيع ۳؎ ولو وقع في الماء القليل أفسده عند أبي يوسف. وعند محمد رحمه الله لا يفسده لأن إطلاق الانتفاع به دليل طهارته ۴؎ ولأبي يوسف رحمه الله أن الإطلاق للضرورة فلا يظهر إلا في

ہوتا، اور مباح طور پر مل جاتے ہیں اس لئے بیع کی ضرورت نہیں ہے۔

اصـــــول: ناپاک ہونے کے باوجود چیز قابل استفادہ ہو تو کھانے اور پینے کے علاوہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ تاہم احتیاط ضروری ہے

تشریح: سور کا بال ہے نجس العین لیکن جوتا اسی سے گانٹھا جاتا تھا اس لئے اس کی ضرورت ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اس سے جوتا گانٹھنا جائز ہے، اور چونکہ یہ مفت مل جایا کرتا ہے اس لئے اس کو خریدنے کی ضرورت نہیں ہے [اس دور میں مفت نہیں ملتا اس لئے ممکن ہے کہ خریدنا جائز ہو۔ اس دور میں جوتا مضبوط دھاگے سے گانٹھتے ہیں اس لئے اب سور کے بال کی ضرورت نہیں ہے]

لغت: خرز: جوتا گانٹھنا۔ لا یتاتی بدونہ: اس کے بغیر نہیں ہوتا ہے۔ مباح الاصل: جو اصل میں مباح ہو، مفت ملنا۔

تـــرجـــمـــہ: ۳؎ اگر بال تھوڑے پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ناپاک کر دے گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک نہیں کرے گا اس لئے کہ اس سے نفع کا مطلق ہونا اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے۔

تشریح: اگر سور کا بال دہ در دہ سے کم پانی میں گر جائے تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ بال ناپاک ہے۔ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ عام طور پر نفع اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاک ہے اس لئے پانی میں گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفع اٹھانے کا مطلق ہونا ضرورت کی بنا پر ہے اس لئے ضرورت صرف استعمال ہونے کی حالت میں ظاہر ہوگی، اور پانی میں گرنے کی حالت اس کے علاوہ ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہو تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ پاک بھی، مثلا زخم پر ملنے کی دوائی، کو ملنا جائز ہے لیکن اس کا پاک ہونا ضروری نہیں۔

تشـــریـــح: یہ امام ابو یوسفؒ کی دلیل ہے کہ نفع اٹھانے کی عام اجازت دے دی گئی یہ استعمال کے لئے تو ٹھیک ہے، اور استعمال کے لئے اس کی ضرورت ہے، اور پانی میں گرنے کے بعد پاک رہے یہ دوسری چیز ہے اس لئے اس میں یہ ضرورت ظاہر نہیں ہوگی، اور نہ پانی پاک رہے گا۔

ترجمہ: (۱۲۵) انسان کے بالوں کی بیع جائز نہیں اور نہ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

حالة الاستعمال وحالة الوقوع تغايرها. (١٢٥) ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها لأن الآدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهانا ومبتذلا وقد قال عليه الصلاة والسلام لعن الله الواصلة والمستوصلة الحديث وإنما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن. (١٢٦) قال ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ لأنه غير منتفع به

ترجمه : اس لئے کہ آدمی مکرم ہے ذلیل وبے وقار نہیں ہے اس لئے اس کے کسی جز کو ذلیل وبے وقار کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ بال جوڑنے والی اور جوڑوانے والی پر لعنت ہے۔ صرف ان بالوں کی اجازت ہے جو اونٹ وغیرہ کے بالوں سے عورتوں کے گیسو اور زلفوں میں زیادتی کرے۔

تشریح :انسان کے بال کو بیچنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر زلفوں میں بال لگانا ہی ہو تو اونٹ وغیرہ کے بال لگائے۔

وجہ :(۱) اوپر آیت گزری کہ انسان مکرم ہے اس لئے اس کے کسی جز کو بیچ کر یا فائدہ اٹھا کر ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم و حملناهم فی البر و البحر۔ (آیت ۷۰، سورت الاسراء ۱۷) (۲) حضورؐ نے عورتوں کے بال کو جوڑے میں استعمال کرنے سے منع فرمایا تا کہ انسان کے بال کی توہین نہ ہو (۲) عن اسماء بنت ابی بکر قالت لعن رسول الله ﷺ الواصلة و المستوصلة۔ (بخاری شریف، باب وصل الشعر، ص ۱۰۴۱، نمبر ۵۹۳۶ رمسلم شریف، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، ص ۹۴۸، نمبر ۲۱۲۲ / ۵۵۶۵) اس حدیث میں ہے کہ انسانی بال نہ جوڑے جائیں کیونکہ اس کی توہین ہوگی ۔

لغت :مبتذلا: بذل سے مشتق ہے، توہین کے لئے۔ الواصلة: وصل سے مشتق ہے، بالوں کو جوڑے میں جوڑنے والی، اسی سے ہے المستوصلة: جو بال جوڑوائے۔ الوبر: اونٹ کے بال قرون: سینگ۔ یہاں مراد ہے عورتیں جو جوڑے بنا کر سر پر جمع کر کے باندھ لیتیں ہیں۔ ذوائب: جمع ہے ذوابۃ کی، پیشانی کے بال، زلفیں۔

ترجمہ :(۱۲۶) دباغت دینے سے پہلے مردار کی کھال کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : اس لئے کہ وہ فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں ہے، اور حضورؐ نے فرمایا کہ مردار کے کچے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ، اور اہاب کچے چمڑے کا نام ہے جیسا کہ کتاب الصلاۃ میں گزر گیا۔

تشریح :مردار کی کھال دباغت دینے سے پہلے ناپاک ہے، اور قابل استفادہ نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ دباغت سے پہلے مردار کی کھال سے فائدہ مت اٹھاؤ۔ یہ مسئلہ اثمار ہدایہ، باب چمڑے کے احکام باب

قال عليه الصلاة والسلام لا تنتفعوا من الميتة بإهاب وهو اسم لغير المدبوغ على ما عرف في كتاب الصلاة(۱۲۷) ولا بأس ببيعها والانتفاع بها بعد الدباغ ‌لأنها قد طهرت بالدباغ وقد

المياه، کتاب الطہارۃ، ص۱۴۳، ج اول نمبر۵۱) میں ہے۔

لغت :اہاب، کہتے ہیں کچے چمڑے کو۔ جو دباغت سے پہلے ہو۔

وجه :(۱)اس آیت میں کہ مردار حرام ہے ۔انما حرم عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما اهل لغير الله به ۔(آیت ۱۱۵، سورت النحل ۱۶)اس آیت میں ہے کہ مذکورہ چیزیں حرام ہیں۔(۲)اس حدیث میں ہے، کہ مردار کی بیع حرام ہے اس لئے اس کی کھال کی بیع بھی حرام ہوگی۔عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله ﷺ يقول وهو بمكة عام الفتح ان الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام ۔(بخاری شریف، باب بیع المیتۃ والاصنام، ص ۳۵۶، نمبر ۲۲۳۶ رمسلم شریف، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام، ص ۶۹۰، نمبر ۱۵۸۱/۴۰۴۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب، مردہ، سور اور بت کی بیع حرام ہیں۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ دباغت دینے کے بعد کھال کا بیچنا جائز ہے۔ عن ابن عباس قال تصدق على مولاة لميمونة بشاة فماتت فمر بها رسول الله ﷺ فقال هلا أخذتم اهابها فدبغتموه فانتفعتم به فقالو انها ميتة فقال انما حرم اكلها ۔(مسلم شریف باب طہارۃ جلود المیتۃ بالدباغ، ص ۱۵۶، نمبر ۳۶۳/۸۰۶)اس حدیث میں ہے کہ دباغت دینے کے بعد چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔(۴)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن عكيم قال قرئ علينا كتاب رسول الله و انا غلام شاب ان لا تنتفعوا من الميتة باهاب و لا عصب (نسائی شریف، باب مایدبغ بہ جلود المیتۃ، ص ۵۹۲، نمبر ۴۲۵۴/ابن ماجہ شریف، باب من کان لاینتفعوا من المیتۃ باھاب ولا عصب، ص ۵۲۰، نمبر ۳۶۱۳/دار قطنی، باب الدباغۃ، ج اول، ص ۴۲، نمبر ۱۱۳)اس میں ہے کہ مردار کی کھال کو استعمال مت کرو

ترجمه :(۱۲۷)دباغت کے بعد کھال کو بیچنے اور اس سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه :‌اسلئے کہ دباغت کے بعد پاک ہوگئی ہے، اور اس کو کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے۔

تشریح :دباغت کے بعد کھال کی بیع جائز ہے اس کے لئے اوپر حدیث گزری، دوسری بات یہ ہے کہ دباغت کے بعد ناپاک رطوبت نکل جاتی ہے اس لئے چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔

ترجمه :(۱۲۸) اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے مردار کی ہڈی، اور اس کے پٹھے، اور اس کا اون، سینگ اور بال کے بیچنے میں، اور ان تمام سے فائدہ اٹھانے میں۔

ذكرناه في كتاب الصلاة(۱۲۸) ولا بأس ببيع عظام الميتة وعصبها وصوفها وقرنها وشعرها ووبرها والانتفاع بذلک كله ۱؎ لأنها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحياة وقد قررناه من قبل.۲؎ والفيل كالخنزير نجس العين عند محمد رحمه الله وعندهما بمنزلة السباع حتى يباع

ترجمه:۱؎ اس لئے کہ یہ پاک ہیں،زندگی نہ ہونے کی ہوجہ سے موت اس میں سرایت نہیں کرتی ،اوراس کو میں نے پہلے ذکر کیا ہا

اصول : جن چیزوں میں بہتا ہواخون نہیں ہے وہ پاک ہیں ۔

تشریح :مردار چاہے ماکول اللحم ہو چاہے غیر ماکول اللحم ہواسکی وہ چیزیں جن میں خون یا رطوبت نہیں ہوتی وہ چیزیں بغیر دباغت دئے بھی پاک ہیں ۔جیسے بال،سینگ،ہڈی،کھر وغیرہ ۔البتہ ان پر رطوبت لگی ہوی ہوتو دھوئے بغیر استعمال نہ کرے کیونکہ وہ تو پاک ہیں لیکن ان پر لگی ہوئی رطوبت ناپاک ہے ۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ان میں زندگی نہیں ہوتی اس لئے ان موت بھی سرایت نہیں کرتی اس لئے یہ مردار نہیں ہیں

وجه: (۱)بال،ہڈی،کھر اور سینگ میں بہتا ہواخوان نہیں ہوتا ہے اور نہ ناپاک رطوبت ہوتی ہے اس لئے مردار کی یہ چیزیں پاک ہیں،(۲)حدیث میں ہے ۔قال رسول الله ﷺ يا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارين من عاج. (ابوداؤدشریف،باب فی الانتفاع بالعاج،ص۵۹۱،نمبر۴۲۱۳)حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کا پٹھہ بھی پاک ہے اور ہاتھی کے دانت بھی پاک ہیں ۔ورنہ آپؐ پٹھے کا ہار اور ہاتھی دانت کا کنگن خریدنے کے لئے کیسے فرماتے ۔(۳)سمعت ام سلمة زوج النبی ﷺ تقول : سمعت رسول اللهؐ يقول : لا بأس بمسک الميتة اذا دبغ ، ولا بأس بصوفها و شعرها و قرونها اذا غسل بالماء ۔(دار قطنی،باب الدباغ،ج اول،ص۴۲،نمبر۱۱۳/سنن للبیھقی،باب منع من الانتفاع بشعر المیتۃ،ج اول ص۳۷،نمبر۸۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کی ہڈی ،بال اون اور سینگ پاک ہیں ۔

لغت: عظم:ہڈی ۔عصب: پٹھا ۔صوف: بھیڑ کا اون ۔قرن: سینگ ۔شعر: بکری کا بال ۔وبر:اونٹ کا بال ۔یحل : حلول سے مشتق ہے اندر جانا،حلول کرنا ۔

ترجمه :۲؎ اور ہاتھی سور کی طرح نجس العین ہے امام محمدؒ کے نزدیک،اورامام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کے نزدیک درندے کی طرح ہے،یہاں تک کہ اس کی ہڈی بیچی جاسکتی ہے،اوراس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ۔

تشریح :امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی کا حکم سور کی طرح ہے یعنی نجس العین ہے،اس کی کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درندے کی طرح ہے،یعنی اس کی ہڈی اور دباغت کے بعد اس کی کھال وغیرہ

عـظمه وينتفع به. (۱۲۹) قال وإذا كـان السـفل لرجل وعلوه لآخر فسقطا أو سقط العلو وحده فباع صاحب العلو علوه لم يجز ۱ لأن حـق التعلي ليس بمال لأن المال ما يمكن إحرازه والمال هو المحل للبيع ۲ بـخـلاف الشـرب حيث يجوز بيعه تبعا للأرض باتفاق الروايات ومفردا في

سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

وجه :(۱)حدیث میں ہے۔قال رسول اللہ ﷺ یا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارين من عاج. (ابوداؤدشریف، باب فی الانتفاع بالعاج،ص۵۹۱،نمبر۴۲۱۳)حدیث میں ہے عاج یعنی ہاتھی کے دانت کا کنگن لے آؤ جس سے معلوم ہوا کہ وہ پاک ورنہ حضورؐ ہاتھی دانت کا کنگن خریدنے کے لئے کیسے فرماتے!

ترجمه :(۱۲۹) مکان کے نیچے کا حصہ کسی اور کی ملکیت ہواور اوپر کا حصہ دوسرے کا ہو، پھر دونوں گر گئے، یا صرف اوپر کا حصہ گرا پھر اوپر والے نے اپنا بیچا تو جائز نہیں ہے۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ اوپر بنانے کا حق مال نہیں ہے،اس لئے کہ مال وہ جس کا محفوظ کرنا ممکن ہو،اور مال ہی بیع کا محل ہے

۱ اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جسکو محفوظ کرنا،اور محسوس کرنا ممکن نہیں وہ مال نہیں ہے،اس لئے اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

تشریح : دومنزلہ مکان تھا،جس میں سے نیچے کا حصہ ایک آدمی کا تھا اور اوپر کا منزل دوسرے کا تھا،اب دونوں منزل گر گئے،یا اوپر کا منزل گر گیا،اس کے بعد اوپر والے نے کسی کے ہاتھ اوپر کی فضا بیچی کہ تم اس پر مکان بنا کر رہو تو یہ فضا بیچنا جائز نہیں،یا یہ مکان بنانے کا حق بیچنا جائز نہیں ہے۔

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ ہے فضا یا مکان بنانے کا حق کوئی محسوس چیز نہیں ہے جسکو جمع کیا جا سکے یا محفوظ کیا جا سکے اس لئے یہ مال نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔(۲) عن حكيم بن حزام قال قلت يا رسول الله الرجل يسألني البيع و ليس عندى أفابيعه قال لاتبع ما ليس عندک ۔(ابن ماجۃ شریف،باب النھی عن بیع ما لیس عندک،الخ،ص۳۱۳،نمبر۲۱۸۸)اس حدیث میں ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کو نہ بیچو اور مکان بنانے کا حق کوئی ایسا مال نہیں ہے جو اس کو پاس ہو اس لئے اس کو بھی بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه :۲ بخلاف حق شرب کے اس لئے کہ زمین کے تابع کر کے اس کی بیع جائز ہے تمام روایات کے اتفاق کے ساتھ، اور تنہا حق شرب کے ایک روایت میں اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ وہ پانی کا ایک حصہ ہے۔

لغت :کھیت میں چھوٹی سی نالی ہوتی جس سے کھیت سیراب ہونے کے لئے پانی آتا رہتا ہے اس کو 'حق شرب' کہتے ہیں،

رواية وهو اختيار مشايخ بلخ رحمهم الله لأنه حظ من الماء ٣ ولهذا يضمن بالإتلاف ٤ وله قسط من الثمن على ما نذكره في كتاب الشرب. (١٣٠) قال وبيع الطريق وهبته جائز وبيع مسيل الماء وهبته باطل ١ والمسألة تحتمل وجهين بيع رقبة الطريق والمسيل وبيع حق المرور

اسی کو مسیل الماء، پانی جانے کا راستہ، کہتے ہیں۔ مفردا: صرف پانی بیچے، نالی نہ بیچے۔ حظ من الماء: حظ کا ترجمہ ہے حصہ، حظ من الماء: پانی کا حصہ۔ اتلاف: تلف سے مشتق ہے، ضائع کرنا۔

تشریح : نالی کے ساتھ پانی بہنے کا حق بیچے تو سب کے یہاں جائز ہے، کیونکہ یہاں صرف پانی بہنے کا حق نہیں بیچ رہا جو موہوم ہے بلکہ اس کے نالی بیچ رہا ہے جو زمین ہے اس لئے اس لئے یہ جائز ہے، اور اگر نالی نہ بیچے صرف اس میں پانی بہنے کا حق بیچے تو مشائخ بلخ کے نزدیک جائز ہے۔

وجه : اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نالی میں جو پانی بہے گا وہ ایک محسوس چیز ہے، اور وہ مال بھی ہے اس لئے ضرورت کے موقع پر اس کو بیچا جا سکتا ہے۔

ترجمه : ٣ اسی لئے حق شرب ضائع کرنے پر ضمان لازم ہوگا۔

تشریح : یہ حق شرب کے مال ہونے کی پہلی دلیل ہے، مثلا زید نے بشیر کی نالی سے پانی پلا لیا تو زید پر اس کا ضمان لازم ہوگا ، اس کا مطلب یہ نکلا کہ پانی، یا حق شرب مال ہے اس لئے اس کو بیچا جا سکتا ہے۔

ترجمه : ٤ اور حق شرب قیمت کا حصہ ہوتا ہے، جیسا کہ ہم کتاب الشرب میں بیان کریں گے۔

تشریح : حق شرب کے مال ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ مثلا مشتری نے زمین کے ساتھ حق شرب خرید ا بعد میں حق شرب کسی اور کا مستحق نکل گیا تو حق شرب کی جو قیمت ہوگی مشتری وہ بائع سے لے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حق شرب کی قیمت ہوتی ہے، اس لئے وہ مال ہے اس لئے وہ بک بھی سکتا ہے۔

ترجمه : (١٣٠) راستے کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا جائز ہے، اور پانی بہنے کا راستہ کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا باطل ہے

ترجمه : ١ مسئلے کے دو طریقے ہیں [١] اصل راستے کو بیچنا، اور اصل پانی بہنے کی نالی کو بیچنا۔ [٢] اور دوسرا ہے آدمی کے گزرنے کا حق بیچنا۔ اور پانی گزرنے کا حق بیچنا۔

تشریح : یہاں چار الفاظ کی تحقیق ہے، اور کل چھ صورتیں ہیں

[١]...... آدمی جس راستے پر گزرتا ہے اس زمین کو بیچنا بیع اصل الطریق۔

[٢]...... زمین کو نہ بیچے بلکہ اس پر آدمی کے گزرنے کا حق بیچے۔ حق مرور الانسان

والتسييل.۲؎ فإن كان الأول فوجه الفرق بين المسألتين أن الطريق معلوم لأن له طولا وعرضا معلوما وأما المسيل فمجهول لأنه لا يدرى قدر ما يشغله من الماء ۳؎ وإن كان الثاني ففي بيع

[۳]...... پانی جس نالی میں بہتا ہے اس نالی کو بیچے۔المسیل

[۴]......نالی کو نہ بیچے بلکہ اس میں پانی گزرنے کے حق کو بیچے۔حق مرور الماء۔

پھر حق مرور الماء دو ہیں[۱] زمین پر پانی گزرتا ہو وہ حق۔[۲] چھت پر پانی گرزتا ہو، وہ حق۔ یہاں یہ پانچ صورتیں ہیں، اور سب کے احکام الگ الگ ہیں۔

صورت مسئلہ :۵ ہیں

[۱]......اصل راستہ بیچے،

[۲]...... یا نالی بیچے اور نالی کے حدود متعین کر دے تو تمام کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ یہ زمین ہیں اور انکے حدود متعین ہیں۔

[۳]......لیکن آدمی چلنے کا حق بیچے، اس کے ساتھ راستے کی زمین نہ بیچے تو اکثر رائے ہے کہ جائز ہے، کیونکہ آدمی ایک متعین حدود میں چلے گا، اور متعین نہ بھی کیا ہو تو شریعت میں راستے کی حد متعین ہے کہ چوڑائی میں گھر کے صدر دروازے کے برابر ہو، اور لمبائی میں گھر سے لیکر مین روڈ تک جائے۔اس لئے یہ جائز ہے۔

[۴]......زمین پر پانی بہنے کا حق بیچے، اس کے ساتھ نالی کی زمین نہ بیچے تو اکثر کی رائے ہے کہ جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کب کتنی مقدار میں آئے گا اور نالی کے کتنے حدود کو بھرے گا یہ پتہ نہیں ہے اس لئے مبیع مجہول ہوئی اس لئے جائز نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حق ایک وہمی چیز ہے اس لئے بھی جائز نہیں ہے۔

[۵]......چھت پر پانی بہنے کا حق بیچے، خود چھت نہ بیچے تو یہ اور بھی جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی طرح چھت ہمیشہ برقرار رہنے والی نہیں ہے وہ بھی کبھی گر جائے اس لئے اس کا بیچنا جائز نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ کب کتنی بارش ہوگی اور کب کتنا بہے گا یہ متعین نہیں ہے اس لئے مبیع مجہول ہے اس لئے بھی جائز نہیں ہے۔ پورے باب کا یہ ماحصل ہے، آگے تفصیل دیکھیں

ترجمہ :۲؎ پس اگر پہلی شکل ہے[یعنی اصل راستہ اور اصل نالی بیچا ہے] تو دونوں مسئلوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ کہ راستہ معلوم ہے اور اس کی لمبائی چوڑائی معلوم ہے، اور نالی تو مجہول ہے اس لئے کہ پانی کتنی مقدار بھرے گا معلوم نہیں ہے۔

تشریح :طریق سے مراد اصل راستہ ہو اور مسیل سے مراد نالی ہو، تو اصل راستہ بیچنا اس لئے جائز ہے کہ زمین ہے اور اس کی لمبائی چوڑائی ذکر نہ کرے تب بھی شریعت کی جانب سے معلوم ہے، یعنی چوڑائی گھر کے صدر دروازے کے مطابق، اور لمبائی مین سڑک تک، پس چونکہ حدود متعین ہیں اس لئے بیع جائز ہوگی۔اور نالی اگر چہ زمین ہے، لیکن پانی کتنی مقدار میں آئے گا، اور

حق المرور روايتان ۴؎ ووجه الفرق على إحداهما بينه وبين حق التسييل أن حق المرور معلوم لتعلقه بمحل معلوم وهو الطريق أما المسيل على السطح فهو نظير حق التعلي وعلى الأرض مجهول لجهالة محله. ووجه الفرق بين حق المرور وحق التعلي على إحدى الروايتين أن حق

نالی کی کتنی مقدار بھرے گا یہ معلوم نہیں، کیونکہ ہر مرتبہ الگ الگ مقدار سے پانی نالی میں آئے گا اس لئے مبیع مجہول ہونے کی وجہ سے نالی کی بیع جائز نہیں ہوگی، ہاں یہ متعین کردے تو جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :۳؎ اور اگر دوسرا معنی ہے [یعنی گزرنے کا حق، اور پانی بہنے کا حق] تو راستہ چلنے کے حق میں دو روایتیں ہیں۔ ان میں سے ایک روایت [جس میں چلنے کے حق بیچنا جائز ہے، اور بہنے کے حق کو بیچنا جائز نہیں] فرق یہ ہے کہ آدمی چلنے کا حق معلوم ہے اس لئے کہ متعین محل کے ساتھ متعلق ہے اور وہ راستہ ہے، بہر حال چھت پر بہنے کا حق تو وہ چھت کے اوپر مکان بنانے کے حق کی طرح ہے، اور زمین پر محل کے مجہول ہونے کی وجہ سے مبیع مجہول ہے۔

تشریح : طریق اور مسیل کا دوسرا معنی لیا جائے، یعنی طریق کا معنی زمین بیچنا نہیں بلکہ صرف اس پر چلنے کے حق کو بیچنا، تو اس میں دو روایتیں ہیں [۱] ایک روایت یہ ہے اس کا بیچنا جائز نہیں، کیونکہ حق ایک وہمی چیز ہے، [۲] دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا بیچنا جائز ہے۔ اور مسیل کا معنی لیا جائے صرف پانی بہنے کا حق بیچنا، جو نا جائز ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ راستے پر آدمی چلنے کا حق کتنا لمبا چوڑا ہے یہ شریعت کے اعتبار سے معلوم ہے، کہ صدر دروازے کے مطابق چوڑا ہو، اور مین روڈ تک لمبا ہو اس لئے مبیع معلوم ہو گیا اس لئے بیچنا جائز ہے۔ پانی بہنے کا حق چھت پر ہو تو جس طرح تعلّی، یعنی چھت پر مکان بنانے کے حق کو بیچنا جائز نہیں اسی طرح چھت پر بہنے کے حق کو بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ وہمی چیز ہے، کوئی محفوظ، اور موجود مبیع نہیں ہے۔ اور زمین پر بہنے کا حق بیچے تو کتنا پانی آئے گا اور نالی کی کتنی جگہ بھرے گی یہ معلوم نہیں ہے اس لئے مبیع مجہول ہے اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۴؎ راستے پر چلنے کے حق اور چھت پر مکان بنانے کے حق کے درمیان ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ تعمیر کا حق بنیاد کے ساتھ ہے جو باقی نہیں رہتی، اس لئے منافع کے مشابہ ہو گیا، [اور منافع اجرت پر لیا جا سکتا ہے، بیچا نہیں جا سکتا] اور راستہ پر چلنے کا حق ایک ایسے عین [زمین] کے ساتھ ہے جو باقی رہتا ہے اس لئے وہ عین شی ء کے مشابہ ہو گیا اس لئے اس کو بیچنا جائز ہے۔

تشریح : کوئی چیز موجود ہو اور ہاتھ سے چھو سکتا ہو، جمع کر سکتا ہو، محفوظ کر سکتا ہو، جیسے زمین، گھوڑا وغیرہ اس کو 'عین شی ء' کہتے ہیں اس کو بیچنا جائز ہے۔ اور گھوڑے پر سوار ہونا یہ اس کا نفع ہے، اس کو چھو نہیں سکتا، محفوظ اور جمع نہیں کر سکتا اس کو 'منافع شی ء'

التعلي يتعلق بعين لا تبقى وهو البناء فأشبه المنافع أما حق المرور يتعلق بعين تبقى وهو الأرض فأشبه الأعيان.(۱۳۱)قال ومن باع جارية فإذا هو غلام فلا بيع بينهما ا بخلاف ما إذا باع كبشا

کہتے ہیں اس کو بیچ نہیں سکتا، صرف اجرت پر رکھ سکتا ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ تعلی، یعنی چھت کے اوپر عمارت بنانے کا حق بیچنا جائز نہیں ہے اور راستے پر چلنے کے حق کو بیچنا جائز ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ تعلی کا تعلق چھت کے ساتھ ہے اور چھت ہمیشہ باقی نہیں رہے گی، وہ تو دس بیس سال کے بعد گر جائے گا اس لئے تعلی منافع کے مشابہ ہو گیا اس لئے اس کو بیچ نہیں سکتا۔ اور مرور یعنی راستے پر چلنے کا حق زمین کے ساتھ متعلق ہے، اور زمین ہمیشہ رہے گی اس لئے اس کا درجہ تقریباً 'عین شی ء' کی طرح ہے اس لئے اس کا بیچنا جائز ہے۔ اس روایت پر فرق بیان کیا گیا ہے جس میں چلنے کا حق بیچنا جائز ہے، اور جس روایت میں جائز نہیں اس میں یہ حق تعلی [چھت پر تعمیر] کی طرح ہو گیا اس لئے فرق بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :(۱۳۱) کسی نے باندی بیچی اور وہ غلام نکلا تو بائع اور مشتری میں بیع نہیں ہوگی۔

ترجمہ :ا بخلاف جبکہ بکرا بیچا ہو اور بکری نکل گئی تو بیع جائز ہوگی، البتہ مشتری کو بیع توڑنے کا اختیار ہوگا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، انسان میں غلام اور باندی دو جنس ہیں، یعنی دو الگ الگ چیزیں ہیں، کیونکہ غلام خریدنے کا مقصد بڑی بڑی خدمت لینا ہے، مثلاً ہل چلانا، تجارت کرنا جو عورت سے نہیں ہوگا، اور باندی خریدنے کا اصل مقصد جماع کرنا ہے اور بچہ پیدا کرنا ہے، جو غلام سے نہیں ہوگا، اس لئے اگر باندی خریدی اور غلام نکل گیا تو بیع ہی نہیں ہوگی، کیونکہ گویا کہ مبیع ہی نہیں دی۔ اور جانوروں میں نر اور مادہ دونوں کا مقصد تقریباً ایک ہی ہوتا ہے، مثلاً گھوڑا اور گھوڑی دونوں کے خریدنے کا مقصد سواری کرنا ہے، بیل اور گائے دونوں کا مقصد ہل چلانا ہے اور اس کا گوشت کھا لینا ہے، اس لئے جانور میں نر اور مادے کا فرق جنس کا فرق نہیں ہے، صرف صفت کا فرق ہے اس لئے اگر بکرا خریدا اور بکری نکل گئی تو گویا کہ وہی مبیع دی ہے جو طے ہوئی تھی صرف صفت کا فرق ہے اس لئے بیع جائز ہو جائے گی، لیکن بہر حال اس صفت پر نہیں دی جو طے ہوئی تھی اس لئے مشتری کو اختیار ہوگا کہ لے یا نہ لے۔

اصول :انسان میں نر اور مادہ دو جنس ہیں۔ اور جانور میں ایک جنس ہیں، صرف صفت کا فرق ہے۔

لغت : کبشا: بکرا، مینڈھا۔ نعجۃ: بکری، بھیڑی۔ جنس کا معنی ہے دو الگ الگ چیزیں۔

ترجمہ :۲ اور فرق کا مدار ایک اصول پر ہے جسکو میں نے کتاب النکاح میں حضرت امام محمدؒ کے لئے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ نام کے ساتھ اشارہ کیا ہو تو مختلف جنس میں عقد نام کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور نام نہ ہو تو بیع باطل ہو جائے گی۔

فإذا هو نعجة حيث ينعقد البيع ويتخير. ۲؎ والفرق ينبني على الأصل الذي ذكرناه في النكاح لمحمد رحمه الله وهو أن الإشارة مع التسمية إذا اجتمعتا ففي مختلفي الجنس يتعلق العقد بالمسمى ويبطل لانعدامه ۳؎ وفي متحدي الجنس يتعلق بالمشار إليه وينعقد لوجوده ويتخير لفوات الوصف كمن اشترى عبدا على أنه خباز فإذا هو كاتب ۴؎ وفي مسألتنا الذكر والأنثى من

تشریح : یہ فرق منطقی ہے۔ نام لیا ہو کہ باندی بیچ رہا ہوں، اور اشارہ بھی کیا ہو کہ یہ باندی بیچ رہا ہوں، تو یہاں نام اور اشارہ دونوں جمع ہو گئے، اب اصول یہ ہے کہ نام اور اشارہ دونوں جمع ہوں اور مبیع کی جنس مختلف ہوں تو اس وقت بیع نام کے ساتھ متعلق ہو جائے گی، یعنی باندی کا نام لیا ہے تو باندی ہی دینا ہوگا اور وہ جنس نہ ہو تو بیع باطل ہو جائے گی، کیونکہ وہ مبیع نہیں دی جو طے ہوئی تھی

ترجمہ : ۳؎ اور جنس متحد ہو تو بیع اس کے متعلق ہوگی جس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے پائے جانے کی وجہ سے بیع منعقد ہو جائے گی، البتہ صفت کے فوت ہونے کی وجہ سے مشتری کو اختیار ہوگا، مثلا کسی نے غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانے والا ہے اور وہ کاتب نکلا [تو بیع ہو جائے گی، لیکن اختیار ہوگا]

تشریح : جس کی طرف اشارہ کیا وہ، اور جس چیز کا نام لیا وہ دونوں کی جنس ایک ہی ہے تو بیع ہو جائے گی کیونکہ وہی مبیع پائی گئی جس کا نام لیا، البتہ صفت وہ نہیں جو بتائی گئی اس لئے مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، مثلا غلام یہ کہہ کر خریدا کہ وہ روٹی پکانے والا ہے، اور بعد میں کتابت کرنے والا نکلا تو بیع ہو جائے گی، کیونکہ غلام تو وہی ہے، البتہ روٹی پکانے کی صفت نہیں ہے اس لئے مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، اسی طرح یہاں بیع ہو جائے گی البتہ مشتری کو اختیار ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ ہمارے مسئلے میں انسان کا نر اور مادہ مقصد کے فرق کی وجہ سے دونوں دو جنس ہیں، اور جانوروں میں مقصد کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ایک جنس ہیں، اور جنس کے متحد ہونے میں یہی غرض معتبر ہے اصلی نسل معتبر نہیں ہے، جیسے سرکہ اور انگور کا رس دو جنس ہیں۔ اور وذاری کپڑا اور زندنیجی کپڑا دو جنس ہیں حالانکہ دونوں کی نسل ایک ہے۔

اصول : شریعت میں مقصد میں الگ الگ ہوں تو دو جنس ہیں چاہے ایک ہی نسل کے ہوں۔ اور ایک نسل کے ہوں اور مقصد بھی ایک ہو تو ایک جنس ہے۔

تشریح : اصل مقصد کیا ہے اس کے اعتبار سے جنس متحد اور مختلف ہوتے ہیں چاہے ایک ہی نسل کی دونوں چیزیں ہوں۔ اس لئے انسان میں نر، مادہ [غلام اور باندی] دو جنس ہیں کیونکہ دونوں کے مقصد الگ الگ ہیں غلام سے بڑی بڑی خدمت لینا، اور باندی سے جماع کرنا اور بچہ پیدا کرنا، اور جانوروں میں نر اور مادہ [بکرا اور بکری] ایک ہی جنس ہیں کیونکہ دونوں کا مقصد

بـنـي آدم جـنـسان للتفاوت في الأغراض وفي الحيوانات جنس واحد للتقارب فيها وهو المعتبر فـي هـذا دون الأصـل كـالخل والدبس جنسان. والوذاري والزندنيجي على ما قالوا جنسان مع اتـحاد أصلهما. (١٣٢) قال ومـن اشتـرى جارية بألف درهم حالة أو نسيئة فقبضها ثم باعها من البـائع بخمسمائة قبل أن ينقد الثمن الأول لا يجوز البيع الثاني[1] وقال الشافعي رحمه الله يجوز

گوشت کھانا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ انگور کا سرکہ ہو یہ پاک ہے اور حلال ہے، اور انگور کا رس ہو یہ شراب ہے ناپاک ہے اور حرام ہے، یہاں دونوں انگور ہی کے رس سے بنتے ہیں دونوں کی اصل ایک ہے، لیکن دونوں کے مقصد الگ الگ ہیں اس لئے دونوں دو جنس ہوئے۔ دوسری مثال دی ہے کہ وذاری کپڑا اور زندنیجی کپڑا دو جنس ہیں، کیونکہ دونوں الگ الگ مقصد میں استعمال ہوتے ہیں، حالانکہ دونوں کی نسل کپڑا ہی ہے

لغت :الخل: سرکہ۔ الدبس: انگور کا رس، جس سے شراب بنائی جاتی ہے۔ الوذاری: یہ سمرقند [روس میں] ایک گاؤں کا نام ہے جس میں یہ کپڑا بنتا تھا جسکی وجہ سے اسی گاؤں کی طرف یہ کپڑا منسوب ہے۔ الزندنیجی: زند [بخاری، روس میں] ایک گاؤں کا نام ہے جس میں یہ کپڑا بنتا تھا اسی کی طرف منسوب کر کے اس کپڑے کو زندنیجی، کہتے ہیں۔ یہ دونوں کپڑے ہی ہیں، لیکن مقصد میں الگ الگ ہیں اس لئے دو جنس شمار کئے جاتے ہیں۔

ترجمہ :(۱۳۲) کسی نے ہزار درہم کی باندی خریدی نقد یا ادھار اور اس کو قبضہ کیا پھر قیمت دینے سے پہلے بائع ہی سے پانچ سو بیچ دیا تو دوسری بیع جائز نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سود کا شبہ بھی ہو تو بیع جائز نہیں ہو گی۔

تشریح :مثلا ہزار درہم میں باندی خریدی، چاہے نقد خریدا ہو چاہے ادھار خریدا ہو، اور اس پر قبضہ بھی کر لیا، لیکن مشتری نے ابھی بائع کو قیمت نہیں دی تھی اس سے پہلے مشتری نے بائع کے ہاتھ پانچ سو میں بیچ دیا، اور گویا کہ بائع نے پانچ سو نفع کما لیا تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱) کیونکہ مشتری نے ابھی تک قیمت نہیں دی تو پہلی بیع کچھ نہ کچھ باقی ہے، اور بائع کو اس کی مبیع مل گئی اور مزید پانچ سو بھی ملا تو یہ مبیع کے بدلے میں مبیع ملی اور یہ پانچ سو زائد ہوا جو سود کی طرح ہے اس لئے جائز نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بائع نے قیمت پر قبضہ نہیں کیا تو یہ اس کی ذمہ داری میں داخل نہیں ہوئی، اور بغیر ذمہ داری کے پانچ سو درہم زائد ملے اس لئے اس میں سود کا شائبہ ہے اس لئے جائز نہیں ہوگی۔ (۳) اس قول صحابیہ میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عـن ابـی اسـحاق السبیعی عن امراته انها دخلت علی عائشةؓ فدخلت معها ام ولد زید بن ارقم الانصاری و

لأن الـملک قد تم فیھا بالقبض فصار البیع من البائع ومن غیرہ سواء ۲؎ وصار کما لو باع بمثل الثمن الأول أو بالزیادة أو بالعرض. ۳؎ ولنا قول عائشة رضي اللہ عنھا لتلک المرأۃ وقد باعت

امرأۃ اخری فقالت ام ولد زید بن ارقم یا ام المؤمنین انی بعت غلاما من زید بن ارقم بثمان مائة درھم نسیئة و انی ابتعتہ بستمأۃ درھم نقدا ، فقالت لھا عائشۃ : بئس ما اشتریت و بئسما شریت ، ان جھادہ مع رسول اللہ ﷺ قد بطل الا ان یتوب ۔(دار قطنی ، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۴۶، نمبر ۲۹۸۳ رسنن بیہقی، باب الرجل یبیع الشیء الی اجل ثم یشتریہ باقل، ج خامس، ص ۵۳۹، نمبر ۱۰۷۹۸)اس قول صحابیہ میں ہے کہ قیمت چکانے سے پہلے کم میں خریدنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ بیع جائز ہے اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے اس میں ملک پوری ہو چکی ہے اس لئے بائع سے بیع ہو یا دوسرے سے ہو برابر ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے بیع مکمل ہو گئی اس لئے بائع سے کم قیمت میں بیچنا جائز ہے، جس طرح یہ مشتری کسی دوسرے سے کم قیمت میں بیچتے تو جائز ہو جاتا۔

اصول :ان کا اصول یہ ہے کہ مشتری کے قبضے کی وجہ سے پہلی بیع ختم ہو گئی اس لئے کم قیمت میں بیچنا اور نفع کمانے میں سود کا شائبہ نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ اور ایسا ہو گیا جیسا کہ مثل قیمت میں بیچے، یا زیادہ قیمت میں بیچے، یا سامان کے بدلے میں بیچے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کی جانب سے تین مثالیں ہیں۔[۱] فرماتے ہیں کہ جتنے میں بائع نے بیچا تھا اتنے ہی میں بیچ دے، مثلا ایک ہزار میں بیچا تھا، اور بعد میں مشتری ایک ہی ہزار میں بائع سے بیچ دے تو جائز ہو جاتا ہے اسی طرح کم میں بیچے تب بھی جائز ہو جائے گا۔[۲] دوسری مثال یہ ہے کہ ایک ہزار سے زیادہ میں بیچے تب بھی جائز ہو جاتا ہے اسی طرح سے یہ بھی جائز ہو جائے گا۔[۳] تیسری مثال دیتے ہیں کہ باندی کو ایک ہزار درہم میں بیچی تھی، بعد میں مشتری نے بیع سے مثلا گیہوں کے بدلے میں بیچ دیا تو جائز ہو جاتا ہے اسی طرح کم قیمت میں بیچے تو جائز ہو جائے گا۔

لغت :الثمن الاول: جس قیمت میں خریدی ہے اسی قیمت میں بیچے اس کو ثمن اول کہتے ہیں۔عرض: سامان، سونے اور چاندی کے علاوہ کو عرض کہتے ہیں۔

ترجمہ :۳؎ ہماری دلیل حضرت عائشہؓ کا قول ہے اس عورت کے لئے جس نے چھ ہزار میں بیچا تھا اس کے بعد کہ آٹھ ہزار میں خریدا برا ہوا کہ جو بیچا اور خریدا، حضرت زید بن ارقمؓ کو خبر پہنچا دو کہ حضورؐ کے ساتھ حج اور جہاد باطل ہو گیا اگر توبہ نہیں کی۔

بستمائة بعدما اشترت بثمانمائة بئسما شريت واشتريت أبلغي زيد بن أرقم أن الله تعالى أبطل حجه وجهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لم يتب ٤ ولأن الثمن لم يدخل في ضمانه فإذا وصل إليه المبيع ووقعت المقاصة بقي له فضل خمسمائة وذلک بلا عوض ٥ بخلاف ما إذا باع بالعرض لأن الفضل إنما يظهر عند المجانسة. (۱۳۳) قال ومن اشترى جارية بخمسمائة ثم باعها وأخرى معها من البائع قبل أن ينقد الثمن بخمسمائة فالبيع جائز في التي لم

تشریح: یہ قول صحابیہ اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ٤ اور اس لئے کہ قیمت بائع کے ضمان میں داخل نہیں ہوا ہے، پھر جب اس کے پاس مبیع پہنچی اور ادل بدل ہوا تو اس کے پاس پانچ سو زیادہ باقی رہا اور یہ بغیر عوض کے ہے [اس لئے جائز نہیں ہوگا]

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے، کہ بائع کی ذمہ داری میں قیمت داخل نہیں ہوئی ہے، اس لئے پہلی بیع کا اثر باقی ہے، اب جب بائع کو مبیع کے بدلے مبیع مل گئی تو اور پانچ سو درہم زیادہ باقی رہا جو بغیر کسی بدلے کے ہے، اس لئے اس میں سود کا شائبہ ہے اس لئے یہ ناجائز ہوگا۔

لغت: مقاصۃ: قص کا معنی ہے کاٹنا، یہاں مراد ہے کسی چیز کے بدلے میں پورا پورا بدلہ آنا

ترجمہ: ٥ بخلاف جبکہ سامان کے بدلے میں بیچا ہو [تو جائز ہوگی] اس لئے کہ مجانست کے وقت زیادتی ظاہر ہوتی ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ مشتری بائع سے سامان کے بدلے کم قیمت میں مبیع بائع کے ہاتھ بیچ دے تو جائز ہوتا ہے اسی طرح ایک ہزار کے بدلے خریدا تھا اور پانچ سو درہم کے بدلے بیچ دے تو جائز ہونا چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ سامان کے بدلے میں بیچے گا تو زیادتی کا پتہ نہیں چلے گا، کیونکہ ایک جنس کا ہو تب ہی زیادتی کا پتہ چلتا ہے، خلاف جنس میں نہیں چلے گا۔ اس لئے یہاں سود نہیں ہوگا اس لئے جائز ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۳) کسی نے پانچ سو میں باندی خریدی، پھر اس کو اور اس کے ساتھ دوسری باندی کو قیمت دینے سے پہلے بائع سے بیچی تو بیع جائز ہے اس میں جسکو بائع سے نہیں خریدی ہے، اور دوسری میں باطل ہے۔

تشریح: مثلا زید نے صابر سے پانچ سو درہم میں باندی خریدی، پھر مشتری نے ابھی قیمت بھی بائع کو نہیں دی تھی کہ اپنی باندی اور بائع والی باندی پانچ سو میں بیچی سے بیچی، تو جس باندی کو بائع سے لی تھی اس میں بیع جائز نہیں ہے، اور جس باندی کو بائع سے نہیں لی تھی اس میں بیع جائز ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس باندی کو بائع سے نہیں لی تھی اس کی کچھ نہ کچھ قیمت ہوگی، مثلا سو درہم ہوئی تو بائع والی باندی

يشترها من البائع ويبطل في الأخرى ۱؎ لأنه لا بد أن يجعل بعض الثمن بمقابلة التي لم يشترها منه فيكون مشتريا للأخرى بأقل مما باع وهو فاسد عندنا ۲؎ ولم يوجد هذا المعنى في صاحبتها ولا يشيع الفساد لأنه ضعيف فيها لكونه مجتهدا فيه ۳؎ أو لأنه باعتبار شبهة الربا ۴؎ أو لأنه طارئ لأنه

کی قیمت چارسو رہ گئی، اس لئے ایک سو درہم سود ہوا اس لئے بائع والی باندی میں بیع جائز نہیں ہوگی، البتہ مشتری کی جو باندی تھی اس میں سود نہیں ہے اس لئے اس کی بیع جائز ہو جائے گی، بائع والی باندی کے ناجائز ہونے کا اثر مشتری والی باندی میں نہیں پڑے گا اس لئے کہ یہاں صراحت کے طور پر سود نہیں ہے، صرف سود کا شائبہ ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ ضروری ہے کہ بعض قیمت اس کے مقابلے میں کی جائے گی جسکو نہیں خریدا ہے اس لئے بائع والی باندی کو جتنے میں بیچی ہے اس سے کم میں خریدنا ہوا اور وہ ہمارے نزدیک فاسد ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ جس باندی کو مشتری نے بائع سے نہیں خریدی ہے اس کے مقابلے میں کچھ نہ کچھ قیمت ہوگی اس لئے اگر سو درہم بھی اس کے مقابلے میں کر دیا جائے تو بائع والی باندی کی قیمت پانچ سو سے کم ہوگئی، اس لئے یہ سود ہوا جسکی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ : ۲؎ یہ سود کی وجہ مشتری والی باندی میں نہیں پائی گئی، اور نہ بائع والی باندی کا فساد اس میں سرایت کرے گی اس لئے کہ یہ کمزور ہے، یہ اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔

تشریح : مشتری والی باندی کی بیع فاسد نہیں ہوئی، اس کی وجہ بتا رہے ہیں، کہ بائع والی باندی کا فساد مشتری والی باندی میں اس لئے سرایت نہیں کرے گا کہ یہ فساد کمزور ہے، اور کمزور ہونے کی تین وجہ ہیں،

وجہ :(۱) ان میں سے پہلی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ خود بائع والی باندی کی بیع ناجائز ہونے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فاسد ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، اور جب ایک چیز میں اختلاف ہو تو وہ کمزور ہو جاتی ہے اس لئے بائع والی باندی کا فساد مشتری والی باندی میں سرایت نہیں کرے گا۔

ترجمہ : ۳؎ یا اس لئے کہ اس میں سود کا شبہ ہے۔

تشریح : [۲] یہ فساد کے کمزور ہونے کی دوسری وجہ ہے، کہ بائع والی باندی کی قیمت کم ملی جسکی وجہ سے اس میں سود کا شبہ ہے، صراحت کے ساتھ سود نہیں ہے، اس لئے باندی والی بیع میں تو احتیاط کے طور پر ناجائز قرار دی گئی لیکن اس کا اثر مشتری والی باندی میں پڑے گا، اس لئے کہ پہلا خود کمزور ہے۔

ترجمہ : ۴؎ یا اس لئے کہ فساد طاری ہے، اس لئے کہ قیمت کو تقسیم کرنے کے بعد ظاہر ہوگا، یا مقاصہ ہوگا تب ظاہر ہوگا اس

يظهر بانقسام الثمن أو المقاصة فلا يسري إلى غيرها. (۱۳۴) قال ومن اشترى زيتا على أن يزنه بظرفه فيطرح عنه مكان كل ظرف خمسين رطلا فهو فاسد ولو اشترى على أن يطرح عنه بوزن الظرف جاز لأن الشرط الأول لا يقتضيه العقد والثاني يقتضيه. (۱۳۵) قال ومن اشترى سمنا في زق فرد الظرف وهو عشرة أرطال فقال البائع الزق غير هذا وهو خمسة أرطال فالقول قول

لئے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرے گا۔

تشریح :[۳] یہ تیسری وجہ ہے، کہ بائع والی باندی میں فساد اول مرحلے میں نہیں ہے، بلکہ بیع ہونے کے بعد جب قیمت کو بائع والی باندی پر اور مشتری والی باندی پر تقسیم کریں گے تب بائع والی باندی میں فساد آئے گا، اس لئے یہ فساد مشتری والی باندی میں سرایت نہیں کرے گا۔ یا مقاصہ کیا جائے گا، اس کا معنی ہے کہ باندی کے بدلے میں بائع کو باندی مل گئی اور مزید مشتری کی باندی بھی مل گئی تو یہ مقاصہ ہوا اس کے بعد فساد کا پتہ چلا، اس لئے یہ فساد مشتری والی باندی میں سرایت نہیں کرے گا۔

ترجمہ :(۱۳۴) کسی نے زیتون کا تیل خریدا اس شرط پر کہ اس کو وزن کرے گا اور ہر برتن کے بدلے پچاس رطل کم کردے گا تو یہ بیع فاسد ہے، اور اگر خریدا اس شرط پر کہ برتن کے وزن کے مطابق کم کرے گا تو جائز ہے۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ عقد پہلی شرط کا تقاضہ نہیں کرتا اور دوسری کا تقاضہ کرتا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ برتن کا صحیح وزن ناپ کر کم جائے تو جائز ہوگا، اور صرف اندازے سے وزن متعین کرے تو جائز نہیں ہوگا۔

تشریح :مثلا پچاس کیلو زیتون کا تیل خریدنا ہے، اور اسکو ناپنے کے لئے جو برتن استعمال کیا جائے گا اسکے لئے ہر ناپ میں مثلا آدھا کیلو کم کردیا جائے تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ برتن کا جو اصلی وزن ہے وہ کم کرنا چاہئے، یہ اندازے سے کم نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر جتنا برتن کا وزن ہے ہر بار اتنا کم کیا تو جائز ہے، کیونکہ برتن کا اصلی وزن کم کیا جو عقد کا تقاضہ ہے، اسلئے جائز ہوگا

ترجمہ :(۱۳۵) کسی نے کُپے میں گھی خریدا، پھر مشک واپس کیا اور وہ دس رطل وزن کا تھا، پس بائع نے کہا کہ دوسرا کپا تھا جو پانچ رطل وزن کا تھا، تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گواہ نہ ہو تو قبضہ کرنے والے کی بات مانی جائے گی، یا انکار کرنے والے کی بات مانی جائے گی

تشریح : کُپے میں گھی خریدا اور دونوں کا مجموعہ وزن مثلا ایک کیلو تھا، مشتری اس کو قبضہ کرکے لے گیا، بعد میں کپے کو واپس کیا تو اس کا وزن مثلا دس گرام تھا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھی کا وزن 990 گرام تھا، اب بائع کہتا کہ یہ کپا نہیں تھا بلکہ دوسرا کپا

المشتري ۱؎ لأنه إن اعتبر اختلافا في تعيين الزق المقبوض فالقول قول القابض ضمينا كان أو أمينا ۲؎ وإن اعتبر اختلافا في السمن فهو في الحقيقة اختلاف في الثمن فيكون القول قول المشتري لأنه ينكر الزيادة. (۱۳۶) قال وإذا أمر المسلم نصرانيا ببيع خمر أو شرائها ففعل جاز

تھا جواس سے ہلکا تھا اوراس کا وزن پانچ گرام تھا جسکا مطلب ہوا کہ گھی کا وزن 995 گرام تھا، اور بائع کے پاس اس پر گواہ نہیں ہے، تو مشتری کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

وجہ :(۱) کیونکہ مشتری گھی پر اور کپے پر قبضہ کرنے والا ہے، اور گواہ نہ ہو تو قبضہ کرنے والے کی بات مانی جاتی ہے، چاہے قبضہ کرنے والا غصب کے طور پر قبضہ کیا ہو، یا امانت کے طور پر قبضہ کیا ہو، اس لئے یہاں مشتری کی بات مانی جائے گی۔(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بائع کپے کا وزن کم بتاتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ گھی زیادہ ہے اس لئے زیادہ قیمت کا دعوی کر رہا ہے، اور مشتری اس کا منکر ہے، اور گواہ نہ ہو تو منکر کی بات مانی جاتی ہے اس لئے مشتری کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اگر اعتبار کیا جائے قبضہ کئے ہوئے کپے کے متعین کرنے میں تو قبضہ کرنے والے کے بات کا اعتبار ہوگا، قبضہ کرنے والا ضمانت والا ہو یا امانت والا ہو۔

تشریح :مشتری کی بات کا اعتبار ہے اس کی یہ پہلی دلیل عقلی ہے۔ کہ مشتری نے کپا پر قبضہ کیا ہے اس میں اختلاف ہے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں قبضہ کرنے والے کے قول کو مانا جاتا ہے، چاہے قبضہ کرنے والا ضمانت کے طور پر ہو جیسے غصب کرنے والا قبضہ کرتا ہے تو یہ قبضہ ضمانت کے طور پر، غاصب کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان دینا پڑتا ہے، اور چاہے امانت کے طور پر قبضہ ہو۔ اور یہاں مشتری قبضہ کرنے والا ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ :۲؎ اور اگر اعتبار کیا جائے گھی میں اختلاف کا تو حقیقت میں قیمت میں اختلاف ہے اس لئے مشتری کے قول کا اعتبار ہوگا اس لئے کہ وہ زیادتی کا انکار کرنے والا ہے۔

تشریح :یہ دوسری دلیل عقلی ہے، کہ اگر یوں کہا جائے کہ بائع کپے کو کم وزن کا بتا رہا ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ زیادہ گھی بیچنے کا مطالبہ کر رہا ہے اور اس کی قیمت زیادہ مانگ رہا ہے، اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے اس لئے گواہ نہ ہونے کی صورت میں بات منکر کی مانی جائے گی۔

ترجمہ :(۱۳۶) اگر مسلمان نے نصرانی کو شراب بیچنے کا یا اس کے خریدنے کا حکم دیا اور اس نے ایسا کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اگر شریعت کے اعتبار سے خود کوئی کام نہیں کر سکتا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کافر

عـنـد أبي حنيفة رحمه الله۱ وقـالا لا يـجـوز على المسلم وعلى هذا الخلاف الخنزير وعلى هذا

وکیل کو اس کا حکم دے سکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں دے سکتا ہے۔

تشریح :مسلمان نے نصرانی، یا کافر کو بیچنے یا اس کو خریدنے کا حکم دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

وجه :(۱) غیر مسلم کو وکیل بنانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عـن جـابـر بـن عـبـد الـلـه انه سمعه يحدث قال اردت الخروج الى خيبر فأتيت النبى ﷺ فسلمت عليه و قلت انى أردت الخروج الى خيبر ، فقال اذا أتيت وكيلى فخذ منه خمسة عشر وسقا فان ابتغى منك آية فضع يدک على ترقوقه** ۔(سنن بیہقی، باب باب التوکیل فی المال، الخ، ج سادس، ص۱۳۲، نمبر۱۱۴۳۲) اس حدیث میں وکیل سے مراد خیبر کے یہود وکیل ہے جس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم وکیل بن سکتا ہے۔(۲) اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلم کو وکیل بنایا جا سکتا ہے ۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ عامل اهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع** ۔(مسلم شریف، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزء من الثمر والزرع ص۶۷۸، نمبر۱۵۵۱/۳۹۶۲)(۳) **عن عبد الله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه دفع الى يهود خيبر نخل خيبر و أرضها على ان يعتملوها من اموالهم و لـرسـول الـلـه ﷺ شطر ثمرها** ۔ (مسلم شریف، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزء من الثمر و الزرع، ص۶۷۸، نمبر۱۵۵۱/۳۹۶۶) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ حضور نے اہل خیبر کو جو یہودی تھے کھیتی کرنے کا عامل بنایا اور اس میں اس کو وکیل بنایا، جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلم کو وکیل بنایا جا سکتا ہے۔(۳) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس نصرانی کو وکیل بنایا جا رہا ہے اس میں وکیل بننے کی دو اہلیتیں موجود ہیں [۱] ایک یہ کہ وہ عاقل ہے، [۲] اور دوسری یہ کہ وہ بالغ ہے اس لئے وہ وکیل بن سکتا ہے، اور وکیل بنانے والے مسلمان میں بھی یہ دو اہلیتیں موجود ہیں کہ وہ عاقل ہے اور بالغ ہے اس لئے وہ وکیل بنا سکتا ہے۔ باقی رہا کہ خریدنے کی وجہ سے شراب مسلمان کی ملکیت میں آجائے گی تو اس کی مثال موجود ہے کہ باپ کافر ہو اس زمانے میں شراب اس کی ملکیت میں آئی، پھر مسلمان ہو گیا، پھر مر گیا تو اس کی شراب مسلمان بیٹے کی ملکیت میں آجائے گی، اسی طرح یہاں شراب مسلمان کی ملکیت میں آجائے گی، جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ، جس چیز کو خود نہیں کر سکتا اس کا وکیل بنا سکتا ہے۔

اصول :صاحبینؒ، جس کو خود نہیں کر سکا اس کا وکیل بھی نہیں بنا سکتا ہے۔

ترجمه :۱ صاحبینؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے وکیل بنانا جائز نہیں ہے، اور اسی اختلاف پر سور کو خریدنے کے بارے میں ہے، اور اسی اختلاف پر ہے کہ محرم دوسرے کو اپنے شکار بیچنے کا وکیل بنائے، انکی دلیل یہ ہے کہ وہ خود یہ کام نہیں کر سکتا اس

توكيل المحرم غيره ببيع صيده. لهما أن الموكل لا يليه فلا يوليه غيره ٢ ولأن ما يثبت للوكيل ينتقل إلى الموكل فصار كأنه باشره بنفسه فلا يجوز. ٣ ولأبي حنيفة رحمه الله أن العاقد هو الوكيل بأهليته وولايته ٤ وانتقال الملك إلى الآمر أمر حكمي فلا يمتنع بسبب الإسلام كما

لئے دوسرے کو بھی وکیل نہیں بنا سکتا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں[۱]...... پہلا مسئلہ یہ ہے کہ، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کافر کو شراب بیچنے کا یا خریدنے کا وکیل نہیں بنا سکتا۔

[۲] ......دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کافر کو سور بیچنے کا وکیل نہیں بنا سکتا۔

[۳]......تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے آدمی نے شکار پکڑا اور احرام باندھنے کے بعد اس کو بیچنے کے لئے کسی غیر محرم کو وکیل بنائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بنا سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں بنا سکتا۔

وجہ :(۱) وہ فرماتے ہیں کہ مسلمان خود شراب نہیں بیچ سکتا، سور نہیں بیچ سکتا، محرم شکار نہیں بیچ سکتا اس لئے دوسرے کو بھی وکیل نہیں بنا سکتا۔ (۲) انکا اصول یہ ہے کہ جو کام خود نہیں کر سکتا ہے اس کا وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ جو چیز وکیل کے لئے ثابت ہوگی وہ موکل کی طرف منتقل ہو جائے گی تو گویا کہ موکل نے خود یہ کام کیا اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

تشریح :صاحبینؒ کی یہ دوسری دلیل ہے کہ وکیل جو چیز خریدے گا تو وہ موکل کی طرف منتقل ہو جائے گی، مثلا شراب خریدی تو وہ مسلمان موکل کی ملکیت ہوگئی تو گویا کہ خود وکیل نے یہ کام کیا، اور یہ جائز نہیں ہے اسلئے اس کا وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے

لغت: کانہ باشرہ بنفسہ: باشر کا ترجمہ ہے خود کسی کام کو کرنا۔

ترجمہ : ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کرنے والا وکیل ہے جس میں بیع کی اہلیت بھی ہے اور ولایت بھی ہے۔

لغت: اہلیۃ: آدمی عاقل اور بالغ ہو تو وہ خرید اور فروخت کرنے کا اہل ہے۔ ولایۃ: جس کو قاضی نے بیع شراء کرنے سے روک دیا اور حجر کر دیا اس کو خرید وفروخت کرنے کی ولایت نہیں ہے اور کافر کو ابھی حجر نہیں کیا ہے تو اس کو خرید وفروخت کی ولایت ہے

تشریح :امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کافر میں بیع کی اہلیت بھی ہے اور ولایت بھی ہے اس لئے وہ شراب کی بیع کا وکیل بن سکتا ہے، کیونکہ وکیل بننے کا مدار وکیل کی اہلیت اور ولایت ہے، اور موکل کی اہلیت اور ولایت ہے، اور یہ دونوں میں موجود ہیں

ترجمہ :٤ اور حکم دینے والے کی طرف ملک کا منتقل ہونا غیر اختیاری ہے اس لئے اسلام کے سبب سے ممتنع نہیں ہے، جیسا کہ مسلمان شراب اور سور کا وارث بن جائے۔ پھر اگر شراب ہے تو اس کو سرکہ بنالے، اور سور ہے تو اس کو یوں ہی چھوڑ دے۔

إذا ورثهما ثم إن كان خمرا يخللها وإن كان خنزيرا يسيبه.(١٣٧)قال ومن با ع عبدا على أن يعتقه المشتري أو يدبره أو يكاتبه أو أمة على أن يستولدها فالبيع فاسد ل لأن هذا بيع وشرط

لغت :امر حکمی: جو چیز خود آ جائے اس کو'امر حکمی' کہتے ہیں۔ یخلل: خل سے مشتق ہے، سرکہ بنانا۔ یسیب: سائبۃ سے مشتق ہے، جنگل میں چھوڑ دینا۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے دلیل دی تھی کہ شراب مسلمان کی ملکیت میں آ جائے گی جو ناجائز ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ شراب، یا سور خود بخود مسلمان کی ملکیت میں آئی ہے اس لئے یہ ممتنع نہیں ہے، جیسے کافر باپ مسلمان ہو جائے تو اس کی ملکیت کی شراب بیٹے کی وراثت میں خود بخود آ جاتی ہے جو جائز ہے اسی طرح یہاں ہوگا۔ پھر اس کا طریقہ یہ ہے کہ شراب ہو تو اس کو سرکہ بنالے اور سور ہو تو اس کو یوں ہی جنگل میں چھوڑ دے، کیونکہ مسلمان نہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ کسی کو مالک بنا سکتا ہے۔

ترجمہ :(١٣٧) کسی نے غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری اس کو آزاد کرے گا یا اس کو مدبر بنائے گا یا اس کو مکاتب بنائے گا یا باندی بیچی اس شرط پر کہ اس کو ام ولد بنائے گا تو بیع فاسد ہے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ اس میں بیع ہے اور شرط ہے، حالانکہ حضورؐ نے بیع کے ساتھ شرط لگانے کو منع فرمایا ہے۔

اصول :یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ بیع کے ساتھ ایسی شرط لگائی جو بیع کے موافق نہیں ہے تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ شرط لگانے کی چار صورتیں ہیں

(١)......ایسی شرط جو خود بیع کے موافق ہے، مثلا بیع اس لئے کرتا ہوں کہ مشتری کا قبضہ ہو جائے تو شرط خود بیع کا مقتضاء ہے اس لئے اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

(٢)...... ایسی شرط لگائی جو بیع کے موافق نہیں ہے البتہ بائع کا فائدہ ہے، مثلا اس شرط پر گھر بیچتا ہوں کہ دو ماہ تک اس میں رہوں گا۔ اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔

(٣)...... اس شرط پر بیع کرے کہ مشتری کا فائدہ ہو مثلا اس شرط پر خریدتا ہوں کہ مجھے مزید قرض دیں گے۔ اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔

(٤)...... اور شرط کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ایسی شرط لگائے جس میں خود مبیع کا فائدہ ہو اور مبیع غلام یا باندی ہو جو قاضی کے قضا تک پہنچ سکتا ہو۔ اس صورت میں مبیع کا فائدہ ہے اور مبیع جھگڑا کر سکتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی بیع فاسد ہوگی۔ اوپر کا مسئلہ اسی چوتھی قسم کی شرط پر متفرع ہے۔ کیونکہ غلام کو آزاد کرنے، اس کو مدبر بنانے اور اس کو مکاتب بنانے میں خود مبیع کا فائدہ

وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع وشرط. ۲؎ ثم جملة المذهب فيه أن يقال كل شرط يقتضيه العقد كشرط الملک للمشتري لا يفسد العقد لثبوته بدون الشرط ۳؎ وکل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده

ہےاور مبیع انسان ہے اس لئے جھگڑا بھی کر سکتا ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

وجه :(۱) شریعت کے خلاف شرط لگانے سے حدیث میں منع فرمایا۔ **عن عائشة قالت ...ثم قال ﷺ اما بعد ما بال رجال يشترطون شروطا ليست فى كتاب الله ؟ ما كان من شرط ليس فى كتاب الله فهو باطل وان كان مائة شرط قضاء الله احق وشرط الله اوثق.** (بخاری شریف، باب اذا اشترط فی البیع شروطا لاتحل، ص ۳۴۶، نمبر ۲۱۶۸ر مسلم شریف، باب بیان ان الولاء لمن اعتق، ص ۶۵۴، نمبر ۱۵۰۴ر ۳۷۷۷) اس حدیث میں بتایا گیا ہے شریعت کے خلاف جو بھی شرط لگائے اس کا اعتبار نہیں ہے (۲) دوسری حدیث میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے . **عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا يحل سلف و بيع ولا شرطان فى بيع .** (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یبیع ما لیس عندہ، ص ۵۰۵، نمبر ۳۵۰۴) اس حدیث میں ہے کہ دو شرطیں لگانا ممنوع ہے۔ اور خاص طور پر جس شرط لگانے سے جھگڑے کا خطرہ ہو اس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

اصول :ایسی شرط جو بیع کے مخالف ہو اور بائع یا مشتری یا مبیع کا فائدہ ہو اور مبیع انسان ہو تو اس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

لغت :یدبرہ : مدبر بنادے، مولی غلام سے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ یکاتبہ : مکاتب بنائے، مولی غلام سے کہے کہ اتنے روپے ادا کرو تو تم آزاد ہو جاؤ گے اس کو مکاتب بنانا کہتے ہیں۔ لیستولدھا : ام ولد بنائے، باندی سے وطی کرے پھر اس سے مولی کا بچہ پیدا ہو تو اس کی ماں یعنی باندی ام ولد ہو جاتی ہے۔ اور مولی کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی۔ ایسی باندی کو ام ولد کہتے ہیں۔

ترجمه :۲؎ پھر اس میں مذہب کا اصول یہ ہے کہ ہر وہ شرط جس کا عقد تقاضہ کرتا ہو، جیسے مشتری کے مالک ہونے کی شرط تو اس سے عقد فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بغیر شرط کے بھی ثابت ہے۔

تشریح : اوپر شرط لگانے کی چار صورتیں گزریں ان میں سے یہ پہلی صورت ہے۔[۱] ایسی شرط لگائے جو خود عقد کا تقاضہ ہے، جیسے یہ شرط لگائے کہ اس بیع سے مشتری کی ملک ہوگی تو اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ شرط لگائے بغیر بھی مشتری کی ملکیت ہو جائے گی۔

ترجمه :۳؎ ہر وہ شرط کہ عقد اس کا تقاضہ نہیں کرتا اور اس میں بائع یا مشتری کا فائدہ ہے یا خود مبیع کا فائدہ ہے اور مبیع حق

كشـرط أن لا يبيع المشتري العبد المبيع لأن فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدي إلى الربا أو لأنه يـقـع بسببـه الـمنازعة فيعرى العقد عن مقصوده ٤ إلا أن يـكـون متـعارفا لأن العرف قاض على

مانگنے والوں میں سے تو بیع فاسد ہو جائے گی، جیسے یہ شرط لگائے کہ مشتری مبیع غلام کو نہیں بیچے گا، اس لئے کہ اس میں ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے اس لئے یہ سود تک پہنچائے گا، اور اس لئے بھی کہ اس کے سبب سے جھگڑا ہوگا تو عقد اپنے مقصد سے خالی ہو جائے گا۔

تشریح : یہ شرط لگانے کی دوسری صورت ہے، کہ ایسی شرط لگائے جو عقد کا تقاضہ نہیں ہے، اور اس میں یا بائع کا فائدہ ہے، یا مشتری کا فائدہ ہے، یا مبیع کا فائدہ ہے، مثلا یہ شرط لگائے کہ اس غلام کو نہیں بیچے گا، اور مبیع ایسی ہے کہ حق کے مطالبے کے لئے دار القضاء تک جا سکتی ہے، مثلا غلام یا باندی ہے تو اسی شرط سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) اس لئے کہ یہ شرط زیادہ ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی عوض بھی نہیں ہے تو یہ شرط گویا کہ سود ہے، اس لئے اسی شرط سے بیع فاسد ہو جائے گی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ، اس شرط سے جسکا فائدہ ہوگا وہ اس کا مطالبہ کرے گا، اور دوسرا اس کو دینا نہیں چاہے گا اس لئے اس سے اس کا جھگڑا ہوگا اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

لغت : متعاقدین: دونوں عقد کرنے والے، اس سے مراد ہے، بائع اور مشتری۔ معقود علیہ: جس پر عقد ہوا ہو، اس سے مراد ہے مبیع۔ اہل استحقاق: حق طلب کرنے والے، اس سے مراد ہے کہ مبیع غلام یا باندی ہو۔ فیہ زیادۃ : سے مراد ہے وہ شرط جو بیع سے زیادہ لگی ہے۔

ترجمہ : ٤ مگر یہ کہ وہ شرط متعارف ہو اس لئے کہ عرف قیاس پر غالب ہے۔

تشریح : ایسی شرط لگائی جو عرف میں وہ ہوتی ہی ہے تو اس سے بیع فاسد نہیں ہوگی، مثلا عرف میں ہے کہ جوتے کے لئے چمڑا خریدے گا تو موچی اس کا جوتا بنا کر دے گا، اس لئے اگر چمڑا خریدتے وقت جوتا بنانے کی شرط لگائی تو بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ عرف میں جوتا بنا کر ہی بیچتے ہیں۔

لغت : العرف قاض علی القیاس: عرف قیاس پر غالب آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جوتا بنانے کی شرط سے چمڑا خریدے تو بیع فاسد ہو جائے گی، عرف چونکہ جوتا بنانے کا ہی ہے اس لئے یہ قیاس پر غالب آئے گا اور بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ بائع اور مشتری دونوں کے ذہن میں ہے کہ جوتا بنا کر ہی چمڑا بیچا جائے گا، ہاں جہاں یہ عرف نہ ہو تو وہاں بیع فاسد ہو جائے گی

ترجمہ : ۵ عقد اس شرط کا تقاضہ نہ کرتا ہو اور اس میں کسی کا فائدہ بھی نہ ہو تو بیع فاسد نہیں ہوگی، ظاہر مذہب یہی ہے جیسے

القياس ۵؎ ولو كان لا يقتضيه العقد ولا منفعة فيه لأحد لا يفسده وهو الظاهر من المذهب كشرط أن لا يبيع المشتري الدابة المبيعة لأنه انعدمت المطالبة فلا يؤدي إلى الربا ولا إلى المنازعة. ٦؎إذا ثبت هذا فنقول إن هذه الشروط لا يقتضيها العقد لأن قضيته الإطلاق في التصرف والتخيير لا الإلزام حتما والشرط يقتضي ذلك وفيه منفعة للمعقود عليه ٧؎ والشافعي رحمه الله وإن كان يخالفنا في العتق ويقيسه على بيع العبد نسمة ٨؎ فالحجة عليه ما ذكرناه ٩؎

شرط لگائے کہ مشتری بیچے ہوئے جانور کو نہیں بیچے گا، اس لئے کہ جانور قاضی کے پاس مطالبہ نہیں کرسکتا اس لئے یہ سود کی طرف بھی نہیں پہنچائے گا اور جھگڑے کی طرف بھی نہیں پہنچائے گا۔

تشریح : یہ شرط لگانے کی تیسری قسم ہے۔ ایسی شرط لگائی جو عقد کا تقاضہ نہیں ہے، لیکن اس میں بائع، یا مشتری، یا مبیع کا فائدہ نہیں ہے، یا مبیع کا فائدہ ہے لیکن مبیع غلام یا باندی نہیں ہے تو ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔ مثلا شرط لگائی کہ خریدے ہوئے جانور کو نہیں بیچو گے۔

وجه : کیونکہ اس میں سود بھی نہیں ہے، اور جھگڑے کی طرف بھی نہیں پہنچائے گا۔

ترجمه : ٦؎ جب یہ اصول ثابت ہو گئے تو میں کہتا ہوں کہ عقد ان شرطوں کا تقاضہ نہیں کرتا، اس لئے کہ بیع کا تقاضہ یہ ہے کہ تصرف کرنے میں اور اختیار کرنے میں اطلاق ہو ایک چیز کو لازم کرنا نہ ہو، اور شرط ایک چیز کو لازم کرتی ہے اور اس میں مبیع کا فائدہ ہے [اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی]

تشریح : اوپر کے چار اصول ثابت ہونے کے بعد یہ کہتا ہوں کہ بیع کا تقاضہ یہ ہے کہ مشتری تصرف کرنے میں آزاد ہو چاہے تو غلام آزاد کرے یا نہ کرے، اور شرط لگانے سے اس پر آزاد کرنا، یا مدبر بنانا لازم ہو جاتا ہے جو عقد کے خلاف ہے اور اس میں غلام کا فائدہ ہے اس لئے ہم نے بنیاد کے اعتبار سے بیع جائز کی لیکن وصف کے اعتبار سے بیع فاسد کی ہے۔

ترجمه : ۷؎ امام شافعیؒ اگر چہ آزاد کے بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور قیاس کرتے ہیں بیع نسمۃ پر پس ان پر حجت وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح : مدبر بنانے، مکاتب بنانے اور ام ولد بنانے کی شرط پر بیچنے میں امام شافعیؒ ہمارے ساتھ ہیں کہ بیع فاسد ہے، لیکن اگر آزاد کرنے کی شرط پر بیچے تو انکے یہاں جائز ہے اس بارے میں وہ ہمارے خلاف ہیں، انکی دلیل یہ ہے کہ بیع نسمہ جائز ہے، بیع نسمۃ کی تفسیر اوپر گزری۔

ترجمه : ۸؎ پس ان پر حجت وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

وتفسير المبيع نسمة أن يباع ممن يعلم أنه يعتقه لا أن يشترط فيه ۱۰؎ فلو أعتقه المشتري بعدما اشتراه بشرط العتق صح البيع حتى يجب عليه الثمن عند أبي حنيفة رحمه الله ۱۱؎ وقالا يبقى

تشریح : حدیث میں گزرا کہ بیع کے ساتھ شرط لگانے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے، اس لئے یہ حدیث حضرت امام شافعیؒ پر حجت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ جھگڑے کی طرف پہنچائے گی اس لئے بھی شرط لگانا امام شافعیؒ پر حجت ہے۔

ترجمہ :۹؎ بیع نسمہ کی تفسیر یہ ہے کہ ایسے آدمی سے بیچے جسکے بارے میں جانتا ہو کہ وہ آزاد کرے گا یہ نہیں ہے کہ بیع میں آزاد کرنے کی شرط لگادے

تشریح : بیع العبد نسمۃ: نسمۃ کا ترجمہ ہے ہر جاندار۔ یہاں اس کی دو تفسیریں ہیں[۱] کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ آزاد کرنے کے لئے غلام خرید رہا ہے تو اس کے ہاتھ میں غلام بیچ دے، یہ بیع العبد نسمۃ ، ہے۔ حضرت بریرۃؓ نے اپنے آپ کو حضرت عائشہ کے ہاتھ میں بیچا تھا، اور انکو معلوم تھا کہ وہ حضرت بریرۃؓ کو آزاد کرے گی، حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن عمرؓ ان عائشة ام المؤمنين أرادت ان تشترى جارية فتعتقها فقال اهلها نبيعكها على ان ولائها لنا فذكرت ذالك لرسول الله** ﷺ ۔(بخاری شریف، باب اذا اشترط فی البیع شروطا لاتحل ص ۳۴۷، نمبر ۲۱۶۹ر مسلم شریف، باب بیان ان الولاء لمن اعتق ،ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۴ر۳۷۷۶) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کرنے کی نیت سے حضرت بریرۃؓ کو خریدا۔ [۲] دوسری تفسیر یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے کی شرط پر بیچے۔ یہ امام شافعیؒ کی تفسیر ہے۔

ترجمہ :۱۰؎ پس اگر مشتری نے خریدنے کے بعد آزدگی کی شرط کے باوجود آزاد کر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی یہاں تک کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثمن واجب ہوگا۔

تشریح :آزادگی کی شرط سے غلام خریدا تھا جسکی وجہ سے بیع فاسد ہوئی تھی، تاہم مشتری نے خریدنے کے بعد آزاد کر دیا تو بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی، یہی وجہ ہے کہ جو قیمت آپس میں طے ہوئی تھی وہی لازم ہوگی۔

وجہ : (۱) اس بیع میں ایجاب اور قبول ہیں، اور مبیع مال ہے اس لئے بنیادی طور پر بیع صحیح ہے، البتہ آزاد کرنے کی شرط لگائی جو صفت ہے جسکی وجہ سے یہ فاسد ہوگی ، اس لئے اگر آزاد کر دیا جھگڑا نہ ہونے کی وجہ سے پلٹ کر جائز ہو جائے گی ۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت کا مقصد ہی ہے کہ انسان کو آزاد کرے جسکو انہاء ملک کہتے ہیں اور اس نے یہی کیا اس لئے بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی ۔(۳) اوپر قاعدہ گزرا کہ بیع فاسد کو توڑنا چاہئے ،لیکن اگر کرہی گزرا اور جھگڑا نہیں ہوا تو پلٹ کر جائز ہو جاتی ہے، اس لئے یہ بھی جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :۱۱؎ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ فاسد ہی باقی رہے گی یہاں تک کہ مشتری پر بازاری قیمت لازم ہوگی اس لئے کہ بیع

فـاسدا حتى يجب عليه القيمة لأن البيع قد وقع فاسدا فلا ينقلب جائزا كما إذا تلف بوجه آخر. ١٢؎ ولأبـي حـنيفة رحمه الله أن شرط العتق من حيث ذاته لا يلائم العقد على ما ذكرناه ولكن من حيث حكمه يلائمه لأنه منه للملك والشيء بانتهائه يتقرر ولهذا لا يمنع العتق الرجوع بنقصان العيب ١٣؎ فـإذا تـلف مـن وجـه آخر لم تتحقق الملاء مة فيتقرر الفساد وإذا وجد العتق تحققت

فاسدواقع ہوئی ہےاس لئے پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، جیسے کسی اور وجہ سے مبیع ہلاک ہوجاتی۔

تشریح :صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع فاسد واقع ہوئی ہےاس لئے پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اگر آزاد کردیا تو اس غلام کی بازار میں جو قیمت ہے وہ لازم ہوگی، آپس میں جو ثمن طے ہوا ہے وہ لازم نہیں ہوگا۔ جیسے غلام کسی اور وجہ سے ہلاک ہوتا تو بازاری قیمت لازم ہوتی اور بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوتی۔

لغت :ثمن: بائع اور مشتری کے درمیان جو قیمت طے ہوتی ہےاس کو،ثمن، کہتے ہیں۔القیمۃ: کسی چیز کی قیمت بازار میں جو ہوتی ہےاس کو،قیمۃ، کہتے ہیں۔تلف: ضائع ہونا۔

ترجمہ :١٢؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنے کی شرط ذات کے اعتبار سے بیع کے مناسب نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا لیکن حکم کے اعتبار سے مناسب ہے اس لئے آزدگی ملک کو ختم کرنے والی ہے اور کوئی چیز اپنے آخری پر پہنچ کر ثابت ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آزاد کرنے سے رجوع بالنقصان نہیں رکے گا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزدگی کی شرط کے ساتھ بیچنا بنیادی طور پر عقد کے تقاضے کے خلاف ہے، لیکن حکم کے اعتبار سے بیع کے مناسب ہے کیونکہ شریعت کا تقاضہ ہے کہ غلام آزاد کرو اس نے وہی کیا [جسکو منہ للملک] کہتے ہیں، اور منہ للملک کی وجہ سے مشتری کی ملکیت غلام میں ثابت ہوجائے گی، اس لئے بیع پلٹ کر جائز ہوجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عیب کا پتہ چلے اس کے بعد غلام کو آزاد کردے تب بھی عیب کا نقصان لے سکتا ہے، یہ آزاد کرنا نقصان کے لینے سے مانع نہیں بنے گا، جبکہ عیب جاننے کے بعد بیچے تو نقصان نہیں لے سکتا۔

لغت :منہ للملک: شریعت کا جو تقاضہ ہو وہی کام کردینے کو منہ للملک، کہتے ہیں، جیسے شریعت کا تقاضہ ہے کہ غلام کو آزاد کردے، تو غلام کو آزاد کرنا منہ للملک ہے۔الشئی بانتہاۂ یتقرر: کوئی چیز اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے تو وہ مضبوط ہوجاتی ہے اور ثابت ہوجاتی ہے، اسلئے غلام آزاد ہونے کے بعد اس کی ملکیت مشتری کے یہاں ثابت ہوجائے گی۔اور بیع جائز ہوجائے گی

ترجمہ :١٣؎ پس اگر دوسری وجہ سے غلام ضائع ہوا تو جو مناسب ہے وہ متحقق نہیں ہوا اس لئے فساد چپک گیا، اور اگر آزاد کرنا پایا گیا تو مناسب بات پائی گئی اس لئے جواز کی جانب راجح ہوگا اس لئے اس سے پہلے حالت موقوف رہے گی۔

الـمـلاء مة فيـرجح جانب الجواز فكان الحال قبل ذلک موقوفا.(۱۳۸) قال وكذلک لو باع عبـدا عـلى أن يستخدمه البائع شهرا أو دارا على أن يسكنها أو على أن يقرضه المشتري درهما أو على أن يهدي له هدية ل **لأنـه شـرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين ولأنه عليه**

تشــــريـــح :شرط کے ساتھ خریدنے کے بعد دو حالتیں ہیں[۱] اگر کسی اور وجہ سے غلام مشتری کے پاس رہ گیا تب تو یہ شریعت کے مطالبے کے مطابق نہیں ہے اس لئے بیع فاسد ہی رہے گی جیسے پہلے تھی ،اور اگر آزاد کرنے کی وجہ سے غلام مشتری کے پاس رہ گیا تو شریعت کے مطالبے کے مطابق ہوا اس لئے بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی ،اس لئے آزد کرنے یا غلام کے مرنے سے پہلے بیع کی حالت موقوف رہے گی ،اور اس کے بعد جائز یا فساد کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تــر جــمــه :(۱۳۸) ایسے ہی غلام بیچا اس شرط پر کہ اس سے بائع ایک ماہ تک خدمت لے گا یا گھر بیچا اس شرط پر کہ اس میں بائع ایک مدت معلوم تک ٹھہرے گا یا اس شرط پر کہ مشتری اس کو کچھ درہم قرض دے گا یا اس شرط پر کہ مشتری اس کو ہدیہ دے گا تو بیع فاسد ہے۔

ترجمه :ل اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد اس کا تقاضہ نہیں کرتا ،اور اس میں بائع یا مشتری کا فائدہ ہے ،اور اس لئے کہ حضورؐ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔

تشــــريـــح :اس عبارت میں چار مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔اور چاروں بیوع کے فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بائع بیع کے خلاف شرطیں لگا رہا ہے جس میں بائع کا فائدہ ہے اور پہلے اصول گزر چکا ہے کہ بیع کے خلاف شرط ہو اور بائع یا مشتری کا فائدہ ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔مثلا بائع نے غلام بیچا اس شرط پر کہ غلام ایک ماہ تک بائع کی خدمت کرے گا تو بیع فاسد ہوگی۔کیونکہ غلام تو بکتے ہی مشتری کا ہو جائے گا تو بائع کی خدمت کیوں کرے؟ یا اس شرط پر گھر بیچا کہ بائع اس میں ایک مدت معلوم مثلا ایک ماہ تک مقیم رہے گا۔یا اس شرط پر بیچا کہ مشتری بائع کو کچھ پونڈ قرض دے گا یا ہدیہ دیگا تو یہ شرطیں فاسد ہیں اس لئے ان سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے . **عبد الله بن عمر قال قال رسول الله** ﷺ **لا يـحـل سـلف و بيـع ولا شـرطـان فـي بيع .** (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ،ص۵۰۵،نمبر ۳۵۰۴/ترمذی شریف، باب باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالیس عندہ،ص۳۰۰،نمبر۱۲۳۴) اس حدیث میں ہے کہ دو شرطیں لگانا ممنوع ہے۔(۲) اس اثر سے بھی خدمت کی شرط لگانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ **ان عمر ابن الخطاب اعطى امرأة عبـد الـلـه بـن مسعود جارية من الخمس فباعتها من عبد الله بن مسعود بالف درهم واشترطت عليها**

الصلاة والسلام نهی عن بیع وسلف ۲؎ ولأنه لو کان الخدمة والسکنی یقابلهما شیء من الثمن

خدمتها فبلغ عمر بن خطاب فقال یا ابا عبد الرحمن اشتریت جاریة امرأتک فاشترطت علیک خدمتها فقال نعم فقال لا تشترها وفیها مثنویة (سنن للبیہقی، باب من باع حیوانا اوغیرہ واستثنی منافعہ مدۃ، ج خامس، ص ۵۴۹، نمبر ۱۰۸۳۵) حدیث اور اصول پہلے گزر چکے ہیں۔اس مسئلہ میں بائع کے فائدے کی شرط ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

فائدہ: بعض حضرات کی رائے ہے کہ ایسی شرط پر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ آپؐ نے جابر بن عبداللہ سے اونٹ خریدا اور حضرت نے شرط لگائی کہ گھر تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا پھر اونٹ آپ کے حوالے کروں گا۔ حدثنی جابر بن عبد الله انه کان یسیر علی جمل له قد اعیا ... ثم قال بعنیه فبعته بوقیة و استثنیت علیه حملانه الی اهلی فلما بلغت اتیته بالجمل فنقدنی ثمنه۔(مسلم شریف، باب العیر واستثناء رکوبہ، ص ۶۹۸، نمبر ۱۶۰۰/۴۰۹۸) اس حدیث میں حضرت جابر نے اونٹ بیچا اور اس کی خدمت مدینہ تک سوار ہونے کی اپنے لئے مخصوص کی۔ اور حضورؐ نے جائز کیا اس لئے بائع اور مشتری راضی ہو جائیں تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔(۲) عن سفینة قال کنت مملوکا لام سلمة فقالت أعتقک و اشترط علیک ان تخدم رسول الله ﷺ ما عشت فقلت و ان لم تشترطی علی ما فارقت رسول الله ﷺ ما عشت فاعتقتنی و اشترطت علی۔(ابوداود شریف، باب فی العتق علی شرط، ص ۵۵۸، نمبر ۳۹۳۲) اس حدیث میں ہے کہ شرط آزاد کیا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے بھی کہ اگر خدمت اور قیام کے مقابلے میں ثمن میں سے کچھ ہو تو بیع میں اجرت بھی ہو جائے گی، اور اگر اس کے مقابلے میں کچھ نہ ہو تو بیع میں عاریت ہو جائے گی حالانکہ حضورؐ نے ایک معاملے میں دوسرے معاملے کو گھسانے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اگر خدمت کے مقابلے میں اور گھر میں رہنے کے مقابلے میں ثمن میں سے کوئی چیز ہے تب تو بیع کے ساتھ اجرت بھی ہوئی، اور اگر ثمن میں سے کوئی چیز نہیں ہے تو بیع کے ساتھ عاریت ہوئی، تو ایک معاملے کے ساتھ دوسرا معاملہ ہو گیا، اور حدیث میں ایک معاملے کے ساتھ دوسرے معاملے کو گھسانے سے منع فرمایا ہے۔اس لئے یہ شرط لگانا ناجائز ہوگا۔

وجہ: اس کے لئے حدیث یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعودؓ عن ابیه قال نهی رسول الله ﷺ عن صفقتین فی صفقة واحدة۔(مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ا، ص ۶۵۷، نمبر ۳۷۷۴ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۱۲۳۱) اس حدیث میں ایک معاملے میں

يكون إجارة في بيع ولو كان لا يقابلهما يكون إعارة في بيع. وقد نهى النبي عليه الصلاة والسلام عن صفقتين في صفقة. (۱۳۹)قال ومن باع عينا على أن لا يسلمه إلى رأس الشهر فالبيع فاسد ؏ لأن الأجل في المبيع العين باطل فيكون شرطا فاسدا وهذا لأن الأجل شرع ترفيها فيليق

دوسرے معاملے کو گھسانے سے منع فرمایا ہے۔

لغت :اجارۃ:اجرت پر لینا۔عاریۃ:مانگ کر کسی چیز کو لینا۔صفقۃ:سودا کرنے کے لئے بائع اور مشتری کا ایک دوسرے کے ہاتھ پر مارنا، یہاں مراد ہے معاملہ کرنا۔

ترجمہ :(۱۳۹) کسی نے کوئی عینی چیز بیچی اس شرط پر کہ اس کو ایک مہینے میں سپرد کرے گا تو بیع فاسد ہے۔

تشریح: ایک ہے بیع سلم اس میں مبیع مہینوں کے بعد دی جاتی ہے لیکن یہ فوری بیع ہے۔مبیع سامنے موجود ہے جس کو بیع عین کہتے ہیں۔اس میں جیسے ہی بیع ہوئی مشتری مبیع کا مالک بن گیا۔اس لئے اب یہ شرط لگانا کہ ایک مہینے کے بعد مبیع سپرد کریں گے شرط فاسد ہے اور بائع کا اس میں فائدہ ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة ... وقال آخر بيع السنين ثم اتفقوا وعن الثنيا. (ابوداؤد شریف، باب فی المخابرۃ ص ۱۲۷، نمبر ۳۴۰۴)

لغت :عین : بیع سلم کے خلاف فوری بیع، اور بیع سلم میں مبیع ابھی موجود نہیں ہوتی، مہینہ کے بعد لا کر دیتے ہیں۔رأس الشہر : مہینے کے شروع میں، یا ایک مینہ پر۔

ترجمہ : ؏ اس لئے کہ مدت عین مبیع میں باطل ہے اس لئے یہ شرط فاسد ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت آسانی کے لئے مشروع ہوئی ہے اس لئے یہ دین کے لئے لائق ہے، عینی بیع کے لائق نہیں ہے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے، کہ عین مبیع میں مدت بیکار ہے، اس لئے ایک مہینے کے بعد دینے کی شرط باطل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہینے کی مدت اس لئے ہوتی ہے تا کہ بیع سلم میں جو مبیع موجود نہیں ہے اس کو حاصل کر کے مشتری کو دی جائے اس لئے یہ بیع سلم کے لائق ہے، لیکن جو مبیع ابھی موجود ہے اس کے لائق نہیں ہے اس لئے یہ شرط فاسد ہے اس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

لغت :ترفیہا:رفی سے مشتق ہے، آسانی حاصل کرنے کے لئے۔دیون:قرض، اس سے مراد ہے بیع سلم میں مبیع جو ابھی موجود نہیں ہوتی ہے۔اعیان:وہ مبیع جو ابھی سامنے موجود ہے۔

ترجمہ :(۱۴۰) کسی نے باندی بیچی یا جانور بیچا مگر ان کا حمل تو بیع فاسد ہے۔

بالديون دون الأعيان.(١٤٠) قال ومن اشترى جارية إلا حملها فالبيع فاسد ١ والأصل أن ما لا يصح إفراده بالعقد لا يصح استثناؤه من العقد والحمل من هذا القبيل وهذا لأنه بمنزلة أطراف الحيوان لاتصاله به خلقة وبيع الأصل يتناولهما فالاستثناء يكون على خلاف الموجب فلا يصح

تشريح : یہاں چار قسم کی چیزوں میں استثناء کا حکم ہے۔

[١]......بیع، اجرت، اور رہن۔ان میں استثناء سے یہ عقود باطل ہو جاتے ہیں۔

[٢]......مکاتب بنانا، اس میں ایسی شرط لگائی جو عقد کی ذات میں داخل ہو، مثلا شراب کے بدلے میں مکاتب بنائے تو کتابت فاسد ہوگی، اور اگر ایسی شرط لگائی جو عقد کی ذات میں داخل نہ ہو تو اس سے خود شرط باطل ہو جائے گی اور کتابت درست ہو جائے گی۔

[٣]...... ہبہ، صدقہ، نکاح، خلع، قتل عمد پر صلح، میں استثناء کرے تو خود استثناء باطل ہو جائے گا اور یہ عقود صحیح ہوں گے۔

[٤]......وصیت میں استثناء بھی درست ہے اور وصیت کرنا بھی درست ہے، چنانچہ اگر باندی کو کسی کے لئے وصیت کرے اور حمل کو اس سے انکار کر دیا تو وصیت بھی درست ہے اور اس سے حمل کا استثناء کرنا بھی درست ہے۔آگے ان چاروں قسموں کے احکام ہیں۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ، باندی بیچی اور کہا کہ مگر اس کا حمل نہیں بیچتا ہوں، اس کو بیع سے استثناء کر دیا۔اسی طرح جانور بیچا لیکن اس کے حمل بیع سے استثناء کر دیا تو بیع فاسد ہوگی۔

وجہ :(١) بچہ جب تک پیدا نہیں ہوا ہے ماں کے عضو کی طرح جز ہے، اس لئے جب ماں کی بیع ہوگی تو عضو اور جز کی بھی بیع ہوگی۔اس لئے یہ شرط لگانا کہ ماں کی بیع کرتا ہوں اور اس کے حمل کی بیع نہیں کرتا ہوں شرط فاسد ہے۔اس لئے بیع فاسد ہوگی (٢) حدیث میں گزرا ۔**عن جابر بن عبد الله قال نهى رسول الله ﷺ ... وعن الثنيا ورخص في العرايا** ۔ (ابو داؤد شریف، باب فی المخابرۃ، ص ٤٩٤، نمبر ٣٤٠٤ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن الثنیا، ص ٣١٣، نمبر ١٢٩٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلاف شریعت استثناء کرنا صحیح نہیں ہے اس سے بیع فاسد ہوگی۔

اصول : بیع میں جانور سے اس کے اعضاء کو استثناء کرنا جائز نہیں ہے۔

نوٹ: وراثت اور وصیت میں باندی کا حمل الگ جز شمار کیا جاتا ہے۔

ترجمہ : ١ اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا عقد کے ذریعہ الگ کر کے بیچنا جائز نہیں ہے عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور حمل اسی قبیل سے ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل جانور کے ہاتھ پاؤں کے درجے میں ہے پیدائشی طور پر اس کے

فيصير شرطا فاسدا والبيع يبطل به ؁۲ والكتابة والإجارة والرهن بمنزلة البيع لأنها تبطل الشروط الفاسدة ؁۳ غير أن المفسد في الكتابة ما يتمكن في صلب العقد منها ؁۴ والهبة والصدقة والنكاح والخلع والصلح عن دم العمد لا تبطل باستثناء الحمل بل يبطل الاستثناء لأن هذه العقود لا

ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے اور اصل جانور کی بیع ہاتھ پاؤں کو شامل ہے اس لئے اس سے استثناء کرنا موجب کے خلاف ہے اس لئے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے شرط فاسد ہے اور اس سے بیع باطل ہو جائے گی۔

تشریح : یہاں قاعدہ بتا رہے ہیں کہ جس چیز کو الگ کر کے بیچنا جائز نہیں عقد میں سے اس کو الگ کرنا بھی جائز نہیں ہے، اب زندہ جانور کا ہاتھ پاؤں اس سے الگ کر کے بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے جانور بیچے اور اس کے ہاتھ پاؤں کو نہ بیچے یہ جائز نہیں ہے اور حمل بھی ہاتھ پاؤں کی طرح ہے اس لئے اس کو استثناء کرنا شرط فاسد ہے جس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ : ؁۲ مکاتب بنانا، اور اجرت پر دینا، اور رہن رکھنا بیع کی طرح ہیں اس لئے کہ یہ سب فاسد شرطوں سے باطل ہو جاتی ہیں

تشریح : باندی کو مکاتب بنائے مگر اس کے حمل کو مکاتب نہ بنائے تو یہ عقد صحیح نہیں ہے، یا کسی عورت کو اجرت پر دے مگر اس کے حمل کو اجرت پر نہ دے، یا عورت پر رہن پر رکھے اور اس کے حمل کو رہن پر نہ رکھے تو یہ سب شرط فاسد کی وجہ سے فاسد ہو جائیں گے

ترجمہ : ؁۳ یہ اور بات ہے کہ کتابت میں صلب عقد میں شرط فاسد گھسے گی تب فاسد ہوگی۔

تشریح : مکاتب بنانے میں عقد کی ذات میں شرط فاسد گھسی تب مکاتب بنانا فاسد ہوگا، مثلا شراب، یا سور کے بدلے میں مکاتب بنائے تو یہ ذات میں خامی آئی اس لئے مکاتب بنانا فاسد ہو جائے گا، اور اگر صفت میں شرط فاسد گھسی تو مکاتب بنانا فاسد نہیں ہوگا، مثلا اس شرط پر مکاتب بنایا کہ دیوبند سے باہر نہیں جائے گا تو یہ صفت میں شرط فاسد لگی اس لئے مکاتب بنانا درست ہوگا، اور شرط بیکار جائے گی، مکاتب دیوبند سے باہر جا سکے گا۔

وجہ : اس حدیث میں ہے۔ **عن سفينة قال كنت مملوكا لام سلمة فقالت أعتقك و اشترط عليك ان تخدم رسول الله ﷺ ما عشت فقلت و ان لم تشترطی علی ما فارقت رسول الله ﷺ ما عشت فاعتقتنی و اشترطت علی**۔ (ابوداود شریف، باب فی العتق علی شرط، ص ۵۵۸، نمبر ۳۹۳۲) اس حدیث میں خدمت کی شرط پر آزاد کیا ہے جو صفت میں شرط فاسد ہے اس لئے آزاد کرنا صحیح ہوا۔ اسی پر مکاتب کو بھی قیاس کیا جائے گا۔

ترجمہ : ؁۴ ہبہ، صدقہ، نکاح، خلع، اور قتل عمد پر صلح حمل کے استثناء کرنے سے باطل نہیں ہوتے بلکہ خود استثناء ہی ختم

تبطل الشروط الفاسدة ۵؎ وكذا الوصية لا تبطل به لكن يصح الاستثناء حتى يكون الحمل ميراثا والجارية وصية لأن الوصية أخت الميراث والميراث يجري فيما في البطن ٦؎ بخلاف ما

ہوجاتا ہے،اس لئے کہ یہ عقود شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔

تشریح : یہ پانچ عقود[۱]......ہبہ کرنا،مثلا باندی ہبہ کی اوراس کا حمل ہبہ نہیں کیا تو یہ شرط فاسد ہے لیکن اس سے ہبہ صحیح ہوجائے گا اور خود استثناء کرنا باطل ہوجائے گا۔

[۲]......صدقہ کرنا۔

[۳]......نکاح میں باندی کو مہر رکھنا،مثلا کہا کہ باندی کو مہر میں دیتا ہوں،لیکن اس کا حمل نہیں دیتا ہوں تو مہر میں دینا درست ہوجائے گا اور استثناء کرنا بیکار جائے گا۔

[۴]......خلع کرنا، مثلا عورت نے خلع میں شوہر کو باندی دی لیکن اس کے حمل کو نہیں دیا تو باندی خلع میں چلی جائے گی،اور حمل کا استثناء کرنا بیکار جائے گا۔

[۵]......صلح عن دم العمد: جان کر قتل کیا اب اس کی صلح میں باندی دی اوراس کے حمل کو نہیں دیا تو صلح درست ہوگی،اور باندی چلی جائے گی اور حمل بھی جائے گا،اور استثناء کرنا بیکار جائے گا۔کیونکہ یہ عقود شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے، بلکہ خود شرط بیکار جاتی ہے۔

ترجمہ :۵؎ ایسے ہی وصیت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی،لیکن استثناء صحیح ہے،یہاں تک کہ حمل میراث ہوگا،اور باندی وصیت میں جائے گی،اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے،اور میراث پیٹ میں بھی جاری ہوتی ہے[اس لئے وصیت بھی پیٹ میں جاری ہوگی]

تشریح : وصیت میں استثناء صحیح ہے،مثلا کہا کہ باندی کو زید کے لئے وصیت کرتا ہوں اوراس کا حمل کسی کے لئے وصیت نہیں کرتا تو باندی زید کی ہوجائے گی،اور حمل وراثت میں تقسیم ہوگا۔

وجہ :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت اور وراثت پیٹ میں بھی جاری ہوتی ہے اس لئے باندی کی وصیت باندی پر جاری ہوئی اور حمل کے لئے وصیت نہیں کی اس لئے وہ وراثت میں تقسیم ہوا۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ وصیت اور وراثت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے بلکہ شرط فاسد کی رعایت ہوتی ہے۔اسلئے حمل کی وصیت کسی اور کے لئے کریتو اس سے وصیت فاسد نہیں ہوگی

ترجمہ :٦؎ بخلاف اگر باندی کی خدمت کی استثناء کی اس لئے کہ میراث خدمت میں جاری نہیں ہوتی ہے۔

تشریح : خدمت میں وراثت اور وصیت جاری نہیں ہوتی اس لئے اگر کسی نے وصیت کی کہ باندی زید کے لئے ہے،اور

إذا استثنى خدمتها لأن الميراث لا يجري فيها. (١٤١)قال ومن اشترى ثوبا على أن يقطعه البائع ويخيطه قميصا أو قباء فالبيع فاسد ل لأنه شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين ولأنه يصير صفقة في صفقة على ما مر(١٤٢) قال ومن اشترى نعلا على أن يحذوها البائع أو

اس کی خدمت بکر کے لئے ہے تو خدمت بکر کے لئے نہیں ہوگی،

وجہ :(۱) کیونکہ وصیت اور وراثت عین شیء میں جاری ہوتی ہے اور خدمت ایک فائدہ ہے، خارج میں کوئی عین شیء نہیں ہے اس لئے اس میں وصیت اور وراثت جاری نہیں ہوگی اس لئے خدمت بھی اسی کے لئے ہوگی جس لئے باندی کی وصیت کی

ترجمہ :(۱۴۱) کسی نے کپڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اس کو کاٹ دیگا اور اس کا قمیص سی دے گا یا قبا سی دیگا تو بیع فاسد ہے

ترجمہ :ل اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد تقاضہ نہیں کرتی، اور اس میں دونوں عقد کرنے والوں کا فائدہ ہے، اور اس لئے کہ ایک صفقے میں دو صفقے ہیں اس لئے یہ شرط فاسد ہے۔

تشریح : کپڑا خریدا اور یہ بھی شرط لگائی کہ بائع اس کو کاٹ کر قمیص سی دیگا یا قبا سی دیگا تو خریدنے کے علاوہ یہ الگ شرط ہے جس میں مشتری کا فائدہ ہے۔اور پہلے گزر چکا ہے کہ بیع کے خلاف ایسی شرط لگائی جس میں کسی کا فائدہ ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ یہاں مشتری کا فائدہ ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

وجہ: (۱) اس صورت میں ایک تو بیع ہوئی اور الگ سے کاٹنے اور سینے کی شرط لگائی تو یہ اجارہ ہوا اور ایک ہی بیع میں دو معاملہ کرنا ممنوع ہے۔ یہ تو ایک بیع میں دو بیع کرنے کی طرح ہوا۔(۲) حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسھما او الربا . (ابوداؤد، باب فیمن باع بیعتین فی بیعۃ، ص۵۰۰، نمبر۳۴۶۱) اس حدیث میں ایک بیع دو بیوع گھسانے سے منع فرمایا گیا ہے۔اس لئے بیع کے ساتھ اجارہ کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔(۳) عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن بیعتین فی بیعۃ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ، ص۲۹۹، نمبر۱۲۳۱) اس حدیث میں بھی دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترجمہ :(۱۴۲) کسی نے چپل خریدی اس شرط پر کہ اس کو برابر کر دے گا یا پٹی لگا دے گا تو بیع فاسد ہوگی۔

ترجمہ :ل مصنف فرماتے ہیں کہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ وہ قیاس کا جواب ہے، اور اس کی وجہ وہ ہے جو میں نے بیان کیا۔

تشریح :کسی نے چپل خریدی اور شرط لگائی کہ اس کو برابر سے کاٹ کر دیگا، یا اس میں پٹی ڈال کر دیگا تو بیع فاسد ہے، کیونکہ اس شرط میں عاقدین میں سے ایک فائدہ ہے، باقی دلائل اوپر گزر گئے۔

لغت :نعل: جوتا یا چپل۔ یحذو: ایک چپل کو دوسرے چپل کے برابر کاٹنے کو یحذو کہتے ہیں۔ یشرک: چپل میں پٹی لگانا یا چپل

یشرکها فالبیع فاسد ۱؎ قال رضي الله عنه ما ذكره جواب القياس ووجهه ما بينا ۲؎ وفي الاستحسان يجوز للتعامل فيه فصار كصبغ الثوب وللتعامل جوزنا الاستصناع. (۱۴۳) قال والبيع إلى النيروز والمهرجان وصوم النصارى وفطر اليهود إذا لم يعرف المتبايعان ذلك فاسد ۱؎ لجهالة الأجل وهي مفضية إلى المنازعة في البيع لابتنائها على المماكسة إلا إذا كانا يعرفانه

کو گانٹھنا۔

ترجمہ : ۲؎ اور استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ کہ جائز ہے اس میں لوگوں کا عمل کی وجہ سے تو ایسا ہو گیا جیسے کپڑے کو رنگنا، اور تعامل کی وجہ سے ہم نے کاریگر سے کسی چیز کو بنوانے کو جائز قرار دیا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قاعدے کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع نا جائز ہو لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا

تشریح : چپل کو اس شرط پر خریدنا کہ اس میں تسمہ لگا کر دیگا اس سے بیع فاسد ہو جانی چاہئے، لیکن لوگوں کا عام عمل یہ ہے کہ چپل کو تسمہ لگا کر ہی خریدتے ہیں خریدنے والا خود تسمہ نہیں لگا سکتا اس لئے اس عام تعامل کی وجہ سے یہ جائز ہو جائے گا۔

لغت : تعامل: عام لوگ کسی کام کو اتنا کرنے لگ جائے کہ وہ عرف کی طرح ہو جائے اس کو تعامل، کہتے ہیں۔ صبغ الثوب: کپڑا رنگنے میں محنت بھی جاتی ہے جو منافعہ ہے اور اجرت ہے، اور رنگ بھی جاتا ہے جو عین شیء کا بیچنا ہے، لیکن تعامل کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ جائز ہیں۔ استصناع: صنع سے مشتق ہے، اس کا ترجمہ ہے کاریگری، مثلا چپل بنانے کے حکم دینے کو استصناع، کہتے ہیں۔ تسمہ: چپل کے اوپر چمڑے کی ایک پٹی ہوتی ہے اس کو تسمہ کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۴۳) اور بیچنا نیروز کے دن تک اور مہرجان کے دن تک اور نصاری کے روزے کے دن تک اور یہودی کے افطار کے دن تک جبکہ بائع اور مشتری ان دونوں کو نہ جانتے ہوں تو بیع فاسد ہے۔

ترجمہ : ۱؎ مدت کے مجہول ہونے کی وجہ سے، اور وہ بیع میں جھگڑے تک پہنچائے گا، کیونکہ دینے میں ٹال مٹول پر بنیاد ہوگی مگر جبکہ دونوں ان اوقات کو جانتے ہوں اس لئے کہ دونوں کے نزدیک معلوم ہو گیا۔

اصول: اجل مجہول ہو تو بیع فاسد ہوگی۔ اور معلوم ہو تو جائز ہوگی۔

تشریح : یوں کہا کہ میں نیروز کے دن بیع کرتا ہوں، شمسی سال کے پہلے دن کو نیروز کہتے ہیں۔ اور پارسیوں کے عید کے دن کو مہرجان کہتے ہیں۔ اب ان دنوں میں بیع کیا اور بائع اور مشتری کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نیروز کس دن ہے اور مہرجان کس دن ہے تو وقت مجہول ہو گیا اس لئے بیع فاسد ہوگی۔ اور اگر بائع اور مشتری کو نیروز اور مہرجان یا صوم نصاری یا افطار یہود کا وقت اور تاریخ معلوم ہو تو اجل معلوم ہونے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی۔

لكونه معلوما عندهما ۲؎ أو كان التأجيل إلى فطر النصارى بعدما شرعوا في صومهم لأن مدة صومهم معلومة بالأيام فلا جهالة فيه. (۱۴۴) قال ولا يجوز البيع إلى قدوم الحاج ١؎ وكذلك إلى الحصاد والدياس والقطاف والجزاز لأنها تتقدم وتتأخر ۲؎ ولو كفل إلى هذه الأوقات جاز

وجه : (۱) حدیث میں گزر چکا ہے کہ بیع میں اجل معلوم ہونا چاہئے۔ عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنتین والثلاث فقال اسلفوا فی الثمار فی کیل معلوم الی اجل معلوم. (بخاری شریف، باب السلم الی اجل معلوم، ص ۳۵۹، نمبر ۲۲۵۳ مسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۲، نمبر ۱۶۰۴/۴۱۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع میں اجل معلوم ہو تب بیع جائز ہوگی۔ (۲) ورنہ مشتری جلدی مانگے گا اور بائع مبیع دیر کر کے دے گا۔ اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

لغت: المماکسۃ: مکس سے مشتق ہے، روکنا، ٹال مٹول کرنا۔

ترجمہ :۲؎ یا مدت عیسائی کے افطار تک ہو اور وہ اپنا روزہ شروع کر چکا ہو اس لئے کہ اس کے روزے کی مدت معلوم دن ہیں اس لئے اس میں جہالت نہیں ہے۔

تشریح : عیسائی کر روزے کی مدت پچاس دن ہے اس لئے اگر وہ روزہ شروع کر چکا ہے اور یہ طے پایا کہ جس دن وہ افطار کریں گے، یعنی عید کریں گے اس دن مبیع دونگا، یا ثمن دونگا تو بائع اور مشتری کو یہ پتہ چل گیا کہ آج سے پچاس دن کے بعد دے گا اس لئے مدت معلوم ہوگئی اس لئے اب بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۱۴۴) نہیں جائز ہے بیع حاجی کے آنے تک۔

ترجمہ :١؎ اور ایسے ہی کھیتی کٹنے تک اور گاہنے تک اور پھل توڑنے تک اور اون کے کاٹنے تک۔ اس لئے کہ یہ مقدم اور موخر ہوتے ہیں۔

تشریح: کسی نے یوں کہا کہ حاجی آنے کے دن بیع کروں گا یا مبیع دوں گا تو یہ دن متعین نہیں ہیں۔ پہلے بھی ہو سکتے ہیں اور بعد میں بھی، یا کھیتی کٹنے کے دن مبیع دوں گا، یا کھتی کٹنے کے دن بیع کروں گا یا گیہوں گاہنے کے دن مبیع دونگا یا گیہوں گاہنے کے دن بیع کروں گا یا پھل توڑنے کے دن بیع کروں گا یا مبیع دوں گا تو کس دن کھیتی کاٹے گا معلوم نہیں۔ اس لئے اجل اور مدت مجہول ہونے کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہے۔ اگر یہ دن متعین ہو جائے تو جائز ہو جائے گی۔

وجه :(۱) حدیث میں گزر چکا ہے کہ بیع میں اجل معلوم ہونا چاہئے۔ عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنتین والثلاث فقال اسلفوا فی الثمار فی کیل معلوم الی اجل معلوم. (بخاری

لأن الجهالة اليسيرة متحملة في الكفالة وهذه الجهالة يسيرة مستدركة لاختلاف الصحابة

شریف، باب السلم الی اجل معلوم، ص ۳۵۹، نمبر ۲۲۵۳ر مسلم شریف، باب السلم ،ص ۷۰۲، نمبر ۱۶۰۴ر۴۱۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع میں اجل معلوم ہو تب بیع جائز ہوگی (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے ۔**عن ابن عباس قال لا سلف الی العطاء ولا الی الحصاد ولا الی الاندر ،ولا الی العصیر و اضرب له اجلا.** (سنن للبیھقی ،باب لا یجوز السلف حتی یکون بثمن معلوم فی کیل اووزن معلوم الی اجل، ج سادس، ص ۴۱، نمبر ۱۱۱۱۵)اس اثر میں ہے کہ کاٹنے تک اور گاہنے تک کی بیع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ متعین نہیں ہے کہ کس دن کھیتی کاٹے گا اور کس دن گاہے گا۔

لغت:الحصاد : کھیتی کاٹنا۔ دیاس : کھیتی کو گاہنا۔ قطاف : پھل توڑنا۔ جزار: بکرے یا بھیڑ کی پیٹھ سے اون کاٹنا۔

ترجمہ :۲ے اگر ان اوقات تک کے لئے کفیل بنا تو جائز ہے اس لئے کہ کفالت میں تھوڑی سی جہالت قابل برداشت ہے کیونکہ اس میں صحابہ کا اختلاف ہے۔

تشریح :مثلا کہا کہ حاجی کے آنے تک میں تمہارے قرضے کا کفیل ہوں کہ اس وقت نہیں دے گا تو میں یہ قرضہ ادا کروں گا تو یہ کفیل بننا جائز ہے۔

وجہ :(۱) یہ تو طے ہے کہ اس سال حاجی آئیں گے، کھیتی کٹے گی، لیکن کب آئیں گے اس میں مقدم موخر ہوسکتا ہے اس لئے اصل کے اعتبار سے آنا طے ہے، البتہ حتمی وقت کے اعتبار سے مقدم موخر ہوگا جو وصف کے درجے میں ہے اس لئے یہ تھوڑی سی جہالت ہے جو کفالت میں قابل قبول ہے، البتہ بیع میں اتنی سی جہالت بھی قابل قبول نہیں ہے اس لئے اس سے بیع فاسد ہوجائے گی ۔(۲) عطیہ تک بیع جائز اور ناجائز ہونے میں صحابہ کی دورائیں تھیں جسکی وجہ سے بھی جہالت میں تخفیف ہوگئی ۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، انا قول یہ ہے۔**عن ابن عباس قال لا سلف الی العطاء ولا الی الحصاد ولا الی الاندر ،ولا الی العصیر و اضرب له اجلا.** (سنن للبیھقی ،باب لا یجوز السلف حتی یکون بثمن معلوم فی کیل اووزن معلوم الی اجل، ج سادس، ص ۴۱، نمبر ۱۱۱۱۵)اس اثر میں ہے کہ کاٹنے تک اور گاہنے تک کی بیع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ متعین نہیں ہے کہ کس دن کھیتی کاٹے گا اور کس دن گاہے گا۔(۳) حضرت عائشہؓ کی حدیث کے اشارۃ النص سے معلوم ہوتا ہے بیع جائز ہے، انکی حدیث یہ ہے۔**عن عائشة قدم تاجر بمتاع فقلت یا رسول الله لو القیت هذین الثوبین الغلیظین عنک و ارسلت الی فلان التاجر فباعک ثوبین الی المیسرة فبعث النبی ﷺ ان ارسل الی ثوبین الی المیسرة فقال ان محمدا یرید ان یذهب بمالی فقال رسول الله ﷺ (و الله لقد علموا انی أدهم للأمانة و أخشاهم لله** ۔(سنن للبیھقی ،باب لا یجوز السلف حتی یکون بثمن معلوم فی کیل اووزن معلوم

رضي الله تعالى عنهم فيها ٣؎ ولأنه معلوم الأصل ٤؎ ألاترى أنها تحتمل الجهالة في أصل الدين بأن تكفل بما ذاب على فلان ففي الوصف أولى بخلاف البيع فإنه لا يحتملها في أصل الثمن فكذا في وصفه ٥؎ بخلاف ما إذا باع مطلقا ثم أجل الثمن إلى هذه الأوقات حيث جاز لأن هذا

الی اجل، ج سادس، ص۴۲، نمبر ۱۱۱۲۱) اس حدیث کے اشارے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدت میں تھوڑی سی جہالت ہو تو بیع جائز ہے، کیونکہ حضورؐ نے آسانی آنے تک بیچا جو مدت مجہول ہے۔

ترجمہ: ٣؎ اور اس لئے کہ ان اوقات کی اصل معلوم ہے۔

تشریح: معلوم الاصل، کا ترجمہ یہ ہے کہ اصل میں حاجیوں کو اس سال آنا ہی آنا ہے، گیہوں سال بھر میں کٹے گا ہی، انگور سال بھر میں توڑے جائیں گے ہی، اس لئے اصل تو معلوم ہے، البتہ کس دن حاجی آئیں گے یہ معلوم نہیں ہے جو وصف کے درجے میں ہے جو جہالت یسیرہ [تھوڑی سی جہالت] ہے، اور کفالت میں اتنا قابل قبول ہے۔

ترجمہ: ٤؎ کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ اصل دین میں جہالت برداشت کی جاتی ہے، اس طرح کہ جو قرض فلاں پر آتا ہے اس کا کفیل بنتا ہوں اس لئے وصف میں جہالت بدرجہ اولی قابل برداشت ہے، بخلاف بیع کے اس لئے کہ اصل ثمن میں جہالت قابل برداشت نہیں ہے اور ایسے ہی وصف میں۔

تشریح: اصل قرض کی مقدار میں جہالت ہو تب بھی کفالت جائز ہے، مثلا کہے کہ زید کا عمر پر جتنا قرض آتا ہے میں اس کا ذمہ دار ہوں، اب کتنا قرض ہے یہ معلوم نہیں ہے پھر بھی کفالت جائز ہے پس صفت میں جہالت ہو جائے تب بھی جائز ہے۔ البتہ بیع کا معاملہ ایسا نہیں ہے، اس میں اصل ثمن میں جہالت ہو جائے تب بھی بیع جائز نہیں اور وصف میں جہالت ہو جائے تب بھی بیع جائز نہیں ہے۔

لغت: اصل الدین: سے مراد قرض کی مقدار ہے۔ ذاب علی فلان: ذاب کا ترجمہ ہے پگھلنا، ذاب علی فلان کا ترجمہ ہے فلاں پر جو قرض آیا۔

ترجمہ: ٥؎ بخلاف اگر مطلقا بیچا پھر ان اوقات تک ثمن مؤخر کیا تو جائز ہے اس لئے کہ یہ تاخیر قرض میں ہے اور اتنی جہالت اس میں قابل برداشت ہے، کفالہ کی طرح۔

تشریح: ان اوقات تک موخر کر کے نہیں بیچا بلکہ مطلقا بیچا اور بعد میں یہ کہا کہ اس کی قیمت حاجیوں کے آنے کے دن دونگا تو اب جائز ہے اس لئے کہ بیع میں ان اوقات کی شرط نہیں لگائی، بلکہ مشتری پر جو قیمت قرض ہوئی اس کو ان اوقات تک موخر کیا اس لئے اتنی سی جہالت قرض کی ادائیگی کے لئے جائز ہے، جیسے یوں کہا کہ جس دن حاجی آئیں گے اس دن تک قرض ادا

تأجيل في الدين وهذه الجهالة فيه متحملة بمنزلة الكفالة ٦ ولا كذلك اشتراطه في أصل العقد لأنه يبطل بالشرط الفاسد. (١٤٥) ولو باع إلى هذه الآجال ثم تراضيا بإسقاط الأجل قبل أن يأخذ الناس في الحصاد والدياس وقبل قدوم الحاج جاز البيع أيضا. ١ وقال زفر رحمه الله لا

کرنے کا کفیل ہوں تو جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ جہالت یسیرہ ہے۔

ترجمہ : ٦ بیع کے اصل عقد میں شرط لگانا ایسا نہیں ہے اس لئے کہ شرط فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

تشریح :اصل بیع میں شرط لگانے سے وہ فاسد ہو جاتی ہے اس لئے وہ کفالت کی طرح نہیں ہے۔

ترجمہ :(١٤٥) اگر ان مدتوں تک بیچا پھر مدت ساقط کرنے پر دونوں راضی ہو گئے لوگوں کے کٹنے میں لگنے سے پہلے اور گاہنے میں لگنے سے پہلے اور حاجیوں کے آنے سے پہلے تو بیع جائز ہو جائے گی۔

اصول : صلب عقد میں فساد نہ ہو بلکہ شرط زائد میں فساد ہوا اور اس کو وقت سے پہلے ساقط کر دیا جائے تو بیع پلٹ کر درست ہو جائے گی

تشریح :ان مدتوں تک بیع کی لیکن ان مدتوں کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری نے ان مدتوں کو ساقط کر دیا تو بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔

وجہ : (١) اس کی وجہ یہ ہے اصل عقد ایجاب اور قبول ہیں، اور مبیع اور ثمن ہیں جو مال ہیں اس لئے صلب عقد میں فساد نہیں ہے، یہاں فساد مدت کی شرط لگانے میں ہے جو شرط زائد ہے اس لئے اس کو اندر گھسنے سے پہلے ساقط کر دیا جائے تو بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔ (٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان مدتوں کے مقدم موخر ہونے میں جھگڑا ہوگا یہاں ان کے آنے سے پہلے ہی ساقط کر دی گئی اس لئے جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے بیع جائز ہو جائے گی۔ (٣) اس قول صحابی کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ۔**عن ابن عباس قال لا سلف الی العطاء ولا الی الحصاد ولا الی الاندر، ولا الی العصير و اضرب له اجلا.** (سنن للبیہقی، باب لا یجوز السلف حتی یکون بثمن معلوم فی کیل اووزن معلوم الی اجل، ج سادس، ص ٤١، نمبر ١١١١٥) اس اثر میں ہے کہ مدت متعین کرلو جائز ہوگی، اور فساد آنے سے پہلے مدت متعین کر لی تو پلٹ کر جائز ہو جائے گی

ترجمہ :١ امام زفرؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ فاسد واقع ہوئی ہے تو پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، اور ایسا ہو گیا کہ نکاح ایک مدت تک کے لئے کیا ہو پھر مدت کو ساقط کر دے

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ان مدتوں تک بیع کی تو وہ فاسد واقع ہوئی اس لئے ان مدتوں کو ساقط کر دے تب بھی پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، اس کی مثال دیتے ہیں کہ، ایک مدت کے لئے نکاح کیا تو یہ نکاح متعہ ہوا بعد میں اس مدت کو ختم بھی

يجوز لأنه وقع فاسدا فلا ينقلب جائزا وصار كإسقاط الأجل في النكاح إلى أجل ٢؎ ولنا أن الفساد للمنازعة وقد ارتفع قبل تقرره ٣؎ وهذه الجهالة في شرط زائد لا في صلب العقد فيمكن إسقاطه ٤؎ بخلاف ما إذا باع الدرهم بالدرهمين ثم أسقطا الدرهم الزائد لأن الفساد في صلب العقد ٥؎ وبخلاف النكاح إلى أجل لأنه متعة وهو عقد غير عقد النكاح ٦؎ وقوله في الكتاب ثم

کر دے اور ہمیشہ کا نکاح مان لے تب بھی وہ نکاح درست نہیں ہوتا، جب تک کہ دوبارہ نکاح نہ کرے، اسی طرح بیع فاسد ہونے کے بعد مدت ساقط کرنے سے پلٹ کر جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :٢؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد جھگڑے کی وجہ سے تھا اور یہ ثابت ہونے سے پہلے اُٹھ گیا۔

تشریح : یہاں سے حنفیہ کی تین دلیلیں ہیں، ان میں سے یہ پہلی دلیل ہے، کہ یہاں اس لئے بیع فاسد کی گئی تھی کہ وقت کے مقدم مؤخر ہونے میں جھگڑا ہو جائے گا، اس لئے جھگڑا ہونے سے پہلے مدت ساقط کر دی گئی تو بیع پلٹ کر جائز ہو جائے گی

ترجمہ :٣؎ یہ جہالت زائد شرط میں ہے صلب عقد میں نہیں ہے اس لئے شرط زائد کو ساقط کرنا ممکن ہے۔

تشریح :یہ دوسری دلیل ہے کہ، حاجی کب آئیں گے یہ مدت میں جہالت ہے جو زائد شرط ہے، اصل ایجاب قبول، اور مبیع اور ثمن جو صلب عقد ہے [عقد کی بنیاد ہے] اس میں جہالت نہیں ہے اور زائد شرط کو ساقط کیا جا سکتا ہے، اس لئے جب زائد شرط کو ساقط کر دیا تو بیع جائز ہو جائے گی۔

لغت :صلب: ریڑھ کی ہڈی، بنیادی چیز، صلب العقد: مبیع اور ثمن صلب عقد ہیں، ایجاب اور قبول عقد کے منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے، مدت اور اجل یہ شرط زائد ہیں۔

ترجمہ :٤؎ بخلاف جبکہ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچا، پھر زائد درہم کو ساقط کر دیا [تو بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوگی] اس لئے کہ فساد صلب عقد میں ہے۔

تشریح :یہ تیسری دلیل ہے۔ کہ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچا تو سود ہو گیا، اور دو درہم جو ثمن ہے وہ صلب عقد ہے، جس میں فساد ہے اس لئے بعد میں دوسرے درہم کو ساقط کر دے تب بھی بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، کیونکہ صلب عقد میں فساد ہے۔ اگر بیع کرنی ہے تو دوبارہ ایجاب اور قبول کر کے بیع کرے۔

ترجمہ :٥؎ بخلاف ایک مدت تک نکاح کے، اس لئے کہ یہ تو حقیقت میں نکاح متعہ ہے، اور یہ نکاح صحیح کے علاوہ والا عقد ہے [اس لئے وہ پلٹ کر جائز نہیں ہوگا]۔

تشریح :یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ ایک مدت کے لئے نکاح کرے پھر مدت کو ختم کر دے

تـراضيا خرج وفاقا لأن من له الأجل يستبد بإسقاطه لأنه خالص حقه.(۱۴۶) قال ومن جمع بين حر وعبد أو شاة ذكية وميتة بطل البيع فيهما ۱؎ وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله ۲؎ وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله إن سمى لكل واحد منهما ثمنا جاز في العبد والشاة الذكية

تب بھی نکاح پلٹ کر صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح ایک مدت کے لئے بیع کرے، پھر مدت ختم کر دے تو بیع پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ایک مدت تک کا نکاح نکاح ہی نہیں ہے وہ تو متعہ ہو گیا، اور الگ عقد بن گیا۔ اس لئے اب مدت کو ساقط کرنے کے باوجود پلٹ کر نکاح صحیح نہیں بنے گا۔

ترجمہ : ۷؎ متن میں تراضیا، ہے کہ بائع اور مشتری دونوں راضی ہو گئے، یہ جملہ ایفاقی ہے اس لئے کہ جس نے مدت لی ہے وہ اکیلے مدت کو ساقط کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کا خالص حق ہے۔

تشریح : متن میں تراضیا، تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں مدت ساقط کرنے پر راضی ہو جائے، یہ اتفاقی جملہ ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے مدت لی ہے صرف وہ مدت ساقط کر دے تب بھی بیع جائز ہو جائے گی، کیونکہ یہ اس کا ذاتی حق ہے۔

لغت :یستبد : بد سے مشتق ہے، اپنے آپ کو ترجیح دینا، یہاں مراد ہے جس کے ہاتھ میں کام کرنے کا پورا باگڈور ہو۔ من لہ الاجل: جس نے مدت لی ہو۔

ترجمہ:(۱۴۶) کسی نے بیع میں آزاد اور غلام کو جمع کیا، یا حلال بکری اور مردار بکری کو جمع کیا تو دونوں میں بیع باطل ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مبیع ایسی چیز ہو جو مال ہی نہ ہو تو اس کے ساتھ مال کو ملا کر بیچے تو اس کے اثر سے مال کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

تشریح : آزاد آدمی کو اور غلام کو مبیع جمع کیا تو آزاد کی بیع نہیں ہوگی، کیونکہ وہ مال ہی نہیں ہے اور اس کے اثر سے غلام کی بھی بیع نہیں ہوگی۔ اسی طرح ذبح کی ہوئی بکری اور مردار بکری دونوں کو ملا کر بیچا تو مردار بکری کی بیع نہیں ہوگی کیونکہ وہ مال ہی نہیں ہے، اور اس کے اثر سے ذبح کی ہوئی بکری کی بھی بیع نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) آزاد اور مردہ بکری کی بیع نہ ہونے کی وجہ سے غلام اور ذبح شدہ بکری کی قیمت میں جہالت آ گئی اس لئے غلام اور ذبح شدہ بکری کی بیع بھی نہیں ہوگی۔

اصول: جو بالکل مال نہ ہو اس کو مال کے ساتھ ملا دیا جائے تو دونوں کی بیع فاسد ہوگی۔

(۱۴۷) وإن جمع بین عبد ومدبر أو بین عبده وعبد غیره صح البیع في العبد بحصته من الثمن ۱؎ عند علمائنا الثلاثة ۲؎ وقال زفر رحمه الله فسد فیهما ۳؎ ومتروک التسمیة عامدا کالمیتة

ترجمه : ۲؎ حضرت امام یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں کی قیمت الگ الگ بیان کر دے تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری میں بیع جائز ہو جائے گی۔

تشریح : آزاد اور غلام، اسی طرح ذبح کی ہوئی بکری اور مردہ بکری کی قیمت الگ الگ بیان کر دے تو چونکہ غلام کی قیمت میں جہالت نہیں رہی اس لئے آزاد کی بیع تو نہیں ہوگی، لیکن غلام کی بیع ہو جائے گی۔

اصول : صاحبینؒ کا اصول، یہ ہے کہ قیمت کی جہالت نہ ہو تو عدم مال کا اثر مال کی بیع پر نہیں پڑے گا۔

لغت: ذکیۃ : ذبح کی ہوئی۔ سمی: متعین کیا۔

ترجمه : (۱۴۷) کسی نے غلام اور مدبر کو جمع کیا یا اپنے غلام اور غیر کے غلام کو بیع میں جمع کیا تو غلام میں بیع صحیح ہوگی اس کی قیمت کے حصے کے ساتھ۔

۱؎ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک۔

اصول : (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی نہ کسی درجے میں مال ہو تو جو مال اس کے ساتھ بکا ہے اس کی بیع ہو جائے گی۔
(۲) اور دوسرا اصول یہ ہے کہ مدبر، ام ولد، اور مکاتب کسی نہ کسی درجے میں مال ہیں۔

تشریح : اگر دونوں کی قیمت بیان کر دی اور غلام اور مدبر دونوں کو ایک بیع میں جمع کر دیا۔ یا اپنے غلام کو اور دوسرے کے غلام کو بغیر اس کی اجازت کے ایک بیع میں جمع کر دیا تو مدبر کی بیع تو نہیں ہوگی لیکن خالص غلام کی بیع ہو جائے گی۔ اور جو قیمت اس کے حصے کی ہوگی وہ لازم ہوگی۔ مثلا دو ہزار کے غلام اور مدبر تھے تو خالص غلام کی قیمت ایک ہزار رہ گئی تو ایک ہزار لازم ہوں گے۔ اسی طرح دوسرے کا غلام اس کی اجازت کے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوگا۔ لیکن اپنے غلام کی بیع ہو جائے گی۔ اور جو اس کے حصے کی قیمت ہے وہ مشتری پر لازم ہوگی۔

وجه : (۱) مدبر کسی نہ کسی امام کے نزدیک غلام کی طرح بکنے کے قابل ہے اس لئے وہ کسی نہ کسی درجے میں مال ہے۔ حدیث میں ہے، عن جابر قال باع النبی ﷺ المدبر (بخاری شریف، باب بیع المدبر، ص ۲۹۷، نمبر ۲۲۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر غلام بکنے کے قابل ہے۔

ترجمه : ۲؎ حضرت امام زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں میں بیع فاسد ہوگی۔

تشریح : امام زفرؒ نے فرمایا کہ یہاں بھی خالص غلام اور مدبر، اسی طرح اپنا غلام اور دوسرے کے غلام دونوں میں بیع فاسد

والمكاتب وأم الولد كالمدبر ٤؎ له الاعتبار بالفصل الأول إذ محلية البيع منتفية بالإضافة إلى الكل ٥؎ ولهما أن الفساد بقدر المفسد فلا يتعدى إلى القن كمن جمع بين الأجنبية وأخته في النكاح بخلاف ما إذا لم يسم ثمن كل واحد منهما لأنه مجهول ٦؎ ولأبي حنيفة رحمه الله وهو

ہوگی۔

وجـــه :اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں مدبر کی بیع نہیں ہوسکتی ،اس لئے اس کی وجہ سے خالص غلام کی بیع بھی نہیں ہوگی، کیونکہ صفقہ ایک ہی ہے، اسی طرح غیر کے غلام کی بیع نہیں ہوسکتی اس لئے اس کے اثر سے اپنے غلام کی بیع بھی نہیں ہوگی۔

ترجمه :٣؎ جان کر بسم اللہ چھوڑ دینا مردہ کی طرح ہے، اور مکاتب اور ام ولد مدبر کی طرح ہیں۔

تشــريح :متن میں مردہ کا حکم بتایا تھا، اب فرماتے ہیں کہ بکری ذبح کی لیکن جان کر بسم اللہ چھوڑ دیا تو اس کا حکم بھی مردہ کی طرح ہے کہ وہ بھی مال نہیں ہے۔ دوسری بات فرماتے ہیں کہ مکاتب اور ام ولد بھی مدبر کی طرح مال نہیں ہے۔

ترجمه:٤؎ امام زفرؒ نے فصل اول کا اعتبار کیا اس لئے کہ کل کی طرف نسبت کریں تو بیع کا محل منتفی ہے۔

تشــريح :یہ امام زفرؒ کی دلیل ہے۔ انہوں نے مدبر کو آزاد کے حکم رکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ صفقہ ایک ہے اور مجموعی طور پر دیکھو تو مدبر کی بیع نہیں ہوگی، تو جس طرح آزاد کو غلام کے ساتھ جمع کرنے سے غلام کی بیع نہیں ہوتی اسی طرح مدبر کو خالص غلام کے ساتھ جمع کرنے سے بھی خالص غلام کی بیع نہیں ہوگی۔

ترجمه:٥؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ کہ مفسد کی مقدار ہی فساد آئے گا اس لئے خالص غلام کی طرف متعدی نہیں ہوگا، جیسے اجنبی عورت اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کر دے۔ بخلاف جبکہ ہر ایک کی قیمت الگ الگ نہ بیان کی ہو اس لئے کہ خالص غلام کی قیمت مجہول ہو جائے گی۔

تشــريح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی قیمت الگ الگ بیان کی جا چکی ہے اور مدبر کچھ نہ کچھ مال بھی ہے اس لئے فساد صرف مدبر میں آئے گا خالص غلام میں متعدی نہیں ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کسی نے اجنبیہ سے اور اپنی بہن سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو اپنی بہن سے نکاح نہیں ہوگا، لیکن اجنبیہ سے نکاح ہو جائے گا، اسی طرح یہاں مدبر کی بیع نہیں ہوگی ،لیکن خالص غلام کی بیع ہو جائے گی۔ ہاں دونوں کی قیمت الگ الگ بیان نہ ہو تو اب خالص غلام کی قیمت مجہول ہوگئی اس لئے غلام کی بیع بھی نہیں ہوگی۔

لغت: القن: خالص غلام۔ لم یسم: ہر ایک کی قیمت متعین نہ کی ہو۔

ترجمه :٦؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل۔ دونوں صورتوں کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آزاد بالکل بیع میں داخل نہیں ہوتا اس

الفرق بين الفصلين أن الحر لا يدخل تحت العقد أصلا لأنه ليس بمال والبيع صفقة واحدة فكان القبول في الحر شرطا للبيع في العبد وهذا شرط فاسد ۷؎ بخلاف النكاح لأنه لا يبطل بالشروط الفاسدة ۸؎ وأما البيع في هؤلاء موقوف وقد دخلوا تحت العقد لقيام المالية ۹؎ ولهذا ينفذ في عبد الغير بإجازته وفي المكاتب برضاه في الأصح وفي المدبر بقضاء القاضي وكذا في

لئے کہ یہ مال نہیں ہے، اور بیع ایک ہی ہے، اس لئے غلام میں بیع ہونے کے لئے آزاد کو بیع کے طور پر قبول کرنے کی شرط ہوگئی، اور یہ شرط فاسد ہے اس لئے دونوں کی بیع فاسد ہو جائے گی۔

تشریح : غلام اور آزاد کو ایک بیع میں شامل کیا تو غلام کی بھی بیع فاسد ہے۔ اور مدبر اور غلام کو جمع کیا تو غلام کی بیع ہو جائے گی، اس لئے کہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ آزاد بالکل مال نہیں ہے اس لئے اس کی بیع کسی حال میں ہوئی نہیں اور غلام کو اس کی بیع میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غلام کی بیع ہونے کے لئے آزاد کو مبیع کے طور پر قبول کرنے کی شرط لگائی جو شرط فاسد ہے اس لئے غلام کی بھی بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۷؎ بخلاف نکاح کے اس لئے کہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ صاحبین کے استدلال کا جواب ہے، کہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا اس لئے اجنبیہ اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کیا تو بہن کو نکاح کے طور پر قبول کرنے کی شرط سے اجنبیہ کا نکاح فاسد نہیں ہوگا، اور بیع شرط فاسد کی شرط لگانے فاسد ہو جاتی ہے اس لئے آزاد کو مبیع کے طور پر قبول کرنے کی شرط لگانے سے غلام کی بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۸؎ اور ان چیزوں میں بیع موقوف رہے گی تاہم مالیت ہونے کی وجہ سے بیع میں داخل ہیں۔

تشریح : مکاتب، مدبر اور ام ولد حقیقت میں مال ہیں اسی طرح دوسرے کا غلام بھی حقیقت میں مال ہے اس لئے شروع میں بیع میں داخل ہو جائیں گے اس لئے خالص غلام کی بھی بیع ہو جائے گی اور بعد میں مدبر، ام ولد، اور مکاتب کی قیمت ساقط کی جائے گی اس لئے خالص غلام کی بیع انکے ساتھ ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۹؎ اس لئے دوسرے کے غلام کی بیع اس کی اجازت منعقد ہوگی، اور مکاتب کی بیع اس کی رضامندی سے ہوگی (صحیح روایت میں)، اور قضاء قاضی سے مدبر کی بیع درست ہے ایسے ہی ام ولد کی بیع امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔

تشریح : یہاں سے یہ ثابت کی جا رہی ہے کہ یہ سب حقیقت میں مال ہیں، البتہ غیر کے حق کی وجہ سے بیچنا موقوف ہو گیا۔ (۱) چنانچہ غیر کے غلام کی بیع اس کی اجازت ہو جائے گی (۲) مکاتب کتابت کو ساقط کر دے اور بیع پر راضی ہو جائے تو

أم الولد عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله ۱۰ إلا أن المالک باستحقاقه المبيع وهؤلاء باستحقاقهم أنفسهم ردوا البيع فكان هذا إشارة إلى البقاء ۱۱ كما إذا اشترى عبدين وهلک أحدهما قبل القبض ۱۲ وهذا لا يكون شرط القبول في غير المبيع ولا بيعا بالحصة ابتداء ولهذا لا يشترط بيان ثمن كل واحد فيه

اس کی بیع ہوجائے گی (۳) قاضی کے فیصلے سے مدبر کی بیع جائز ہے (۴) ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ام ولد کی بیع جائز، اس لئے یہ سب مال تو ہیں البتہ غیر کے حق کی وجہ سے بیع بعد میں ساقط ہوگی۔

ترجمہ ۱۱ مگر یہ کہ مبیع کا مستحق مالک ہے، اور مدبر وغیرہ خود مستحق ہیں اسلئے انہوں نے بیع رد کی تو یہ اشارہ ہے بیع کی بقا کی طرف

تشریح : غیر کے غلام کی بیع ہوچکی تھی لیکن مالک کا حق ہونے کی وجہ سے بیع کو رد کردیا گیا، اسی طرح مدبر، ام ولد، اور مکاتب کی بیع ہوچکی تھی لیکن خود انکو مستقبل میں آزاد ہونے کا حق ہے اس لئے بیع رد کردی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان سب کی بیع ہوئی، اور بعد میں توڑی گئی اس لئے خالص غلام کی بیع ہوجائے گی۔

لغت : ھولاء باستحقاقھم: یہاں ھولاء سے مراد مدبر، ام ولد، اور مکاتب مراد ہیں، انکو مستقبل میں آزاد ہونے کا حق حاصل ہوگا۔ ھذا اشارۃ الی البقاء: کا مطلب یہ ہے بعد میں بیع کا رد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بیع باقی رہی بعد میں استحقاق کی وجہ سے توڑی گئی، اس لئے خالص غلام کی بیع بحال رہے گی، اور آزاد کی صورت میں شروع ہی سے کسی کی بیع ہی نہیں ہوئی، اس لئے خالص غلام کی بیع نہیں ہوئی۔

ترجمہ : ۱۱ جیسے دو خالص غلام بیچے اور قبضہ کرنے سے پہلے ایک ہلاک ہوجائے [تو دوسرے کی بیع جائز رہتی ہے]

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے مثال ہے، کسی نے دو خالص غلام بیچے، اور ان پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک ہلاک ہوگیا تو دوسرے غلام کی بیع باقی رہے گی اور مشتری پر اس باقی غلام کی قیمت لازم ہوگی، اسی طرح یہاں مدبر کی بیع ہوگئی بعد میں مدبر ساقط ہوگیا اور اس کی قیمت بھی ساقط ہوگئی اور خالص غلام کی قیمت مشتری پر لازم ہوگی۔

ترجمہ : ۱۲ اس صورت میں غیر مبیع کو قبول کرنے کی شرط نہیں ہوئی، اور نہ شروع میں بیع بالحصہ نہیں ہوئی۔ اسی لئے ہر غلام کی قیمت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : چونکہ مدبر غلام مال ہونے کی وجہ سے مبیع میں داخل ہے اس لئے دو فائدے ہوئے [۱] ایک تو یہ کہ غیر مبیع کو قبول کرنے کی شرط نہیں لگی۔ [۲] اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ شروع میں مدبر کی قیمت کا حصہ نہیں ہوا، بکنے کے بعد اس کی قیمت الگ کی گئی، یہی وجہ ہے کہ شروع میں ہر ایک کی قیمت الگ الگ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿فصل في أحكامه [البيع الفاسد]﴾

(۱۴۸)وإذا قبض المشتري المبيع في البيع الفاسد بأمر البائع وفي العقد عوضان كل واحد منهما مال ملك المبيع ولزمته قيمته[۱] وقال الشافعي رحمه الله لا يملكه وإن قبضه لأنه محظور

﴿فصل فی احکامہ﴾

ترجمه: (۱۴۸)اگر مشتری نے بیع فاسد میں بائع کے حکم سے مبیع پر قبضہ کرلیا اور عقد میں دونوں عوض مال ہیں تو مشتری بیع کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس پر مبیع کی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: تین شرطیں پائی جائیں تو بیع فاسد میں مشتری مبیع کا مالک بنتا ہے (۱) مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو (۲) بائع کی رضامندی سے قبضہ کیا ہو (۳) مبیع اور ثمن دونوں ہی مال ہوں۔ یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو مشتری مبیع کا مالک بنتا ہے۔ اور اس پر مبیع کی بازاری قیمت لازم ہوگی

وجہ: (۱) بیع فاسد میں صلب عقد اور اصل عقد میں خامی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں جانب مال ہیں۔ اس لئے مالک ہو جائیں گے۔ یہاں خامی تو شرط میں ہے کہ کہیں مدت مجہول ہے۔ کسی بیع میں بائع کا فائدہ تو کسی بیع میں مشتری کا فائدہ ہے۔ اور کسی بیع میں مبیع بائع کی ملکیت سے علیحدہ نہیں ہے جس کی وجہ سے بیع فاسد کی گئی ہے۔ کیونکہ کسی میں دھوکہ ہے اور کہیں جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کی پیش بندی کی وجہ سے بیع فاسد کی گئی۔ لیکن اگر جھگڑا نہیں ہوا اور آخر مشتری نے قبضہ کر ہی لیا تو آخر بیع جائز قرار دیدی جائے گی (۲) اس کا ثبوت حدیث میں ہے کہ آپؐ جنازے سے واپس آرہے تھے۔ ایک عورت نے دعوت کی۔ انہوں نے بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا لیکن نہیں ملی۔ آخر ایک عورت نے اپنے شوہر کی بکری بغیر اس کی اجازت کے بیچ دی۔ اور دعوت کرنے والی نے ذبح کر کے حضور کو کھلانے کے لئے پیش کی۔ آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس بکری کے خریدنے میں خامی ہے۔ عورت کو پوچھنے پر معلوم ہوا مالک کی اجازت کے بغیر بکری دی گئی ہے۔ اور بیع فاسد ہے۔ لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ عورت کی ملکیت نہیں ہوئی بلکہ یوں فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ قبضہ کے بعد عورت کی ملکیت تو ہوگئی اس لئے قیدیوں کو کھلا دو۔ لیکن اس میں کراہیت ضرور ہے اس لئے خود آپؐ نے نوش نہیں فرمایا۔ **عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة ... فارسلت الی امرأته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعميه الاساری.** (ابو داؤد شریف، باب فی اجتناب الشبہات، ص ۴۸۵، نمبر ۳۳۳۲)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بیع فاسد میں قبضہ کے بعد مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا۔

فلا ينال به نعمة الملک ولأن النهي نسخ للمشروعية للتضاد ٢؎ ولهذا لا يفيده قبض القبض وصار كما إذا باع بالميتة أو باع الخمر بالدراهم. ٣؎ ولنا أن ركن البيع صدر من أهله. مضافا

اصول: بیع فاسد میں مال کا بدلہ مال کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے قبضے کے بعد مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چاہے مبیع پر قبضہ کر لے پھر بھی مالک نہیں ہوگا کیونکہ یہ ممنوع ہے، اس لئے اس سے ملک کی نعمت حاصل نہیں ہوگی، اور اس لئے کہ نہی کی حدیث نے مشروعیت کو منسوخ کر دی، دونوں کے درمیان تضاد کی وجہ سے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بیع فاسد میں چاہے مشتری قبضہ کر لے تب بھی مالک نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں بیع فاسد محظور ہے اس لئے اس سے ملک کی نعمت حاصل نہیں ہوگی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں بیع فاسد سے منع کیا ہے اس لئے بیع فاسد کی مشروعیت ہی ختم ہوگئی، اس لئے اس سے ملکیت نہیں ہوگی۔

نوٹ: ہدایہ آخرین کے یہ وہ مقامات ہیں جن میں صاحب ہدایہ نے لفظی بحث بہت لمبی ہے۔

ترجمہ: ٢؎ اسی لئے قبضے سے پہلے ملکیت کا فائدہ نہیں دے گا، اور ایسا ہو گیا کہ مردار کے بدلے بیچا ہو یا شراب کو درہم کے بدلے بیچا ہو۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی دلیل ہے [۱] کہ بیع صحیح میں مبیع پر قبضہ سے پہلے بھی مشتری مالک ہوتا ہے، اور بیع فاسد میں قبضے سے پہلے مالک نہیں ہوتا اس لئے قبضے کے بعد بھی مالک نہیں ہوگا۔ [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ مبیع کو مردے کے بدلے بیچے تو قبضے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوتا، کیونکہ یہ بیع باطل ہے، اسی طرح بیع فاسد میں قبضے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوگا [۳] یہ تیسری دلیل ہے کہ شراب کو درہم کے بدلے بیچے تو شراب پر قبضے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوگا، کیونکہ شراب اصل مقصود ہو گیا، درہم مقصود نہیں ہوتا، اور مسلمان کے لئے شراب کا مالک بننا جائز نہیں ہے، اس لئے بیع ہی باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح یہاں قبضے کے بعد بھی مالک نہیں ہوگا۔

لغت: باع الخمر بالدراہم: شراب کو درہم کے ساتھ بیچنے کی قید اس لئے لگائی اگر شراب کو درہم دینار کے بجائے گیہوں وغیرہ کے بدلے بیچا تو بیع جائز ہوگی، کیونکہ گیہوں اصل مقصود ہو جائے گا، اور شراب کے بجائے اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ٣؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اہل سے صادر ہوا ہے اور محل بیع کی طرف منسوب ہوا ہے اس لئے بیع منعقد ہونے کا قول واجب ہوگا۔

لغت: ركن البيع صدر من اهله مضافا الى محله: یہ فقہ کا محاورہ ہے۔ ہر ایک کی تشریح یہ ہے۔ رکن بیع: ۔ ایجاب کرنے اور قبول کرنے کو، رکن، بیع کہتے ہیں۔ اہل سے صادر ہوا: آدمی عاقل ہو، بالغ ہو اور مالک ہو اس کو بیع کا، اہل، کہتے

إلى محله فوجب القول بانعقاده ۴؎ ولا خفاء في الأهلية والمحلية. وركنه مبادلة المال بالمال وفيه الكلام ۵؎ والنهي يقرر المشروعية عندنا لاقتضائه التصور فنفس البيع مشروع وبه تنال

ہیں۔محل:مبیع مال ہو وہ بیع کا محل ہے۔آزاد آدمی بیع کا محل نہیں ہے اس لئے اس میں بیع بالکل باطل ہوگی۔اور بیع فاسد میں مبیع مال ہوتا ہے اور ثمن بھی مال ہوتا ہے اس لئے وہ محل بیع ہے،البتہ وصف میں،یا شرط لگانے میں خامی ہوتی ہے جسکی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے،لیکن چونکہ بنیادی طور پر بیع کا اہل،عاقل،بالغ،بیع کا محل،مال،اور رکن بیع،ایجاب اور قبول،موجود ہیں اس لئے قبضہ کرنے کے بعد مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا۔ مضافا:کا ترجمہ ہے منسوب ہونا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن یعنی ایجاب اور قبول اہل آدمی سے صادر ہوا یعنی عاقل بالغ آدمی سے سے صادر ہو،اور محل کی طرف منسوب ہوا،یعنی مال کی طرف منسوب ہو جو مبیع ہے اس لئے قول منعقد ہوجائے گا،یعنی بیع ہوجائے گی،اور قبضے کے بعد مشتری مبیع کا مالک ہوجائے گا۔

ترجمہ :۴؎ بیع کرنے والا بیع کا اہل ہے،اور مبیع بیع کا محل ہے اس بارے میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے اور بیع کو رکن موجود ہے ،یعنی مال کو مال کے ساتھ بدلنا،اور اسی میں کلام ہے۔

تشریح : بیع فاسد میں مبیع پر قبضہ کرلے،اور درمیان میں کوئی جھگڑا نہ ہو تو مشتری اس کا مالک ہوجاتا ہے یہ جملہ اس کی دلیل ہے۔بیع تین باتوں سے منعقد ہوتی ہے [۱] بیع کرنے والا بیع کرنے کا اہل ہو،یعنی عاقل بالغ آدمی ہو،یہاں بیع فاسد میں بیع کرنے والا عاقل بالغ آدمی ہے [۲] دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کر رہا ہو وہ مبیع ہو اور مال ہو،بیع فاسد میں مبیع مال بھی ہے [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ مال کو مال سے بدل رہا ہو یہاں یہ بھی موجود ہے اس لئے مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا اور درمیان میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا تو بیع فاسد میں مشتری مبیع کا مالک ہوجائے گا۔

ترجمہ :۵؎ اور شریعت کا روکنا ہمارے نزدیک مشروعیت کو ثابت کرتا ہے،اسلئے کہ تصور کا تقاضا ہے کہ نفس بیع مشروع ہو، اور اسی سے ملک کی نعمت حاصل ہوجائے گی۔اور ممنوع وہ ہے جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا

تشریح :النهي يقرر المشروعية:یہ ایک منطقی جملہ ہے جو اصول فقہ کی کتابوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کسی چیز سے روکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذات کے اعتبار سے وہ بیع جائز ہے،البتہ وصف میں یا شرط میں کوئی خامی ہے جس کی وجہ سے شریعت منع کرتی ہے،اور جب ذات کے اعتبار سے مشروع ہے،تو اسی سے ملک کی نعمت حاصل ہوجائے گی۔اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ بیع بنفسہ جائز ہے،لیکن جمعہ کے وقت بیع کرنے سے جمعہ میں حاضری میں تاخیر ہوگی اس لئے اس وصف میں خامی کی وجہ سے اس وقت بیع کرنا مکروہ ہوا۔

نعمة الملک وإنما المحظور ما يجاوره كما في البيع وقت النداء ۶ وإنما لا يثبت الملک قبل القبض كي لا يؤدي إلى تقرير الفساد المجاور ۷ إذ هو واجب الرفع بالاسترداد فبالامتناع عن المطالبة أولى ۸ ولأن السبب قد ضعف لمكان اقترانه بالقبيح فيشترط اعتضاده بالقبض في

لغت :المحظور :حظر سے مشتق ہے روکی ہوئی چیز ،ممنوع چیز ۔ یجاورہ: جار سے مشتق ہے، جواس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

ترجمه :۶ قبضہ سے پہلے اس لئے ملکیت ثابت نہیں ہوتی تا کہ جو ساتھ لگا ہوا فساد ہے وہ مضبوط نہ ہو جائے۔

تشریح : یہاں سے حضرت امام شافعیؒ کو ۶ جواب دئے جا رہے ہیں، ان میں سے یہ [۱] پہلا جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ قبضے سے پہلے مشتری کی ملکیت نہیں ہوتی ہے اس پر قیاس کر کے قبضے کے بعد بھی ملکیت نہ ہو، اس کا پہلا یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ اس بیع میں فساد لگا ہوا ہے اس لئے قبضے سے پہلے ملکیت ثابت نہیں کرتے ہیں تا کہ اس فساد کو مضبوط کرنا نہ ہو۔

ترجمه :۷ اسلئے کہ مشتری سے مبیع واپس لیکر بیع کے فساد کو دور کرنا ضروری ہے تو مطالبہ سے رک کر دور کرنا زیادہ بہتر ہے

تشریح :[۲] یہ امام شافعیؒ کو دوسرا جواب ہے کہ فساد اتنا بڑا ہے کہ مبیع پر مشتری کا قبضہ ہو چکا ہو تب بھی اس کو واپس کروا کر فساد دور کیا جانا چاہئے اس لئے ملکیت ثابت نہ کر کے اس کا قبضہ روکا جائے یہ بدرجہ اولی بہتر ہے، اس مصلحت کی وجہ سے قبضے سے پہلے اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔

لغت :استرداد: رد سے مشتق ہے، واپس کرنا۔ امتناع عن المطالبہ: قبضہ کرنے کا جو مطالبہ ہے اسی سے روکا جائے، اور اسکی صورت یہ ہوگی کہ مشتری کی ملکیت ہی ثابت نہ کی جائے۔

ترجمه :۸ اور اس لئے کہ قباحت ملنے کی وجہ سے ملکیت کا سبب کمزور ہو گیا اس لئے اس کو مضبوط کرنے کے لئے قبضہ کرے کی شرط لگائی گئی ملک کے فائدہ دینے میں، ہبہ کے درجے میں۔

تشریح :[۳] یہ امام شافعیؒ کو تیسرا جواب ہے کہ بیع فاسد میں قباحت مل جانے کی وجہ سے مالک ہونے کا سبب کمزور ہو گیا اس لئے یہ شرط لگائی گئی کہ قبضہ کر کے اس کو مضبوط کیا جائے تب جا کر ملکیت ہوگی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، ہبہ میں مثلا زید کو گائے ہبہ کی تو زید نے گائے کے بدلے میں کوئی چیز نہیں دی ہے اس لئے اس کی ملکیت کمزور ہے، اس لئے قبضہ ہونے کے بعد گائے پر زید کی ملکیت ہوگی، اسی طرح بیع فاسد میں مشتری کی ملکیت کمزور ہے اس لئے قبضہ ہونے کے بعد اس کی ملکیت ہوگی۔

لغت :اقتران بالقبح :قباحت کے ساتھ بیع کا مل جانا۔ اعتضاد: عضد سے مشتق ہے، قوی کرنا، تائید کرنا۔ افادۃ الحکم: حکم کا فائدہ دینے کے لئے، یعنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے۔ الھبۃ: ہبہ میں قبضے کے بعد وہ آدمی مالک ہوتا ہے جسکو ہبہ کیا ہے۔

إفادة الحكم بمنزلة الهبة۹ والميتة ليست بمال فانعدم الركن ۱۰ ولو كان الخمر مثمنا فقد خرجناه ۱۱ وشيء آخر وهو أن في الخمر الواجب هو القيمة وهي تصلح ثمنا لا مثمنا. ۱۲ ثم شرط أن يكون القبض بإذن البائع وهو الظاهر إلا أنه يكتفي به دلالة كما إذا قبضه في مجلس

ترجمہ :۹ اور مردار مال ہی نہیں ہے اس لئے بیع کا رکن ہی نہیں پایا گیا۔

تشریح :[۴] یہ امام شافعیؒ کو چوتھا جواب ہے۔انہوں نے استدلال کیا تھا کہ مردار کی بیع کی ہو تو قبضے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوتا اسی طرح بیع فاسد میں قبضے کے بعد بھی مالک نہیں ہوگا۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مردار مال ہی نہیں ہے جو بیع کا رکن ہے، اس لئے بیع ہوئی ہی نہیں اس لئے قبضے کے بعد بھی مالک نہیں ہوگا، اور بیع فاسد میں دونوں جانب سے مال ہوتا ہے اس لئے رکن بیع پائے جانے کی وجہ سے بیع ہوئی اس لئے قبضے کے بعد مالک ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱۰ اگر شراب مبیع ہو تو اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

تشریح :[۵] یہ امام شافعیؒ کو پانچواں جواب ہے۔ باب البیع الفاسد، مسئلہ نمبر ۱۰۳ حاشیہ نمبر ۹ میں گزرا کہ اگر شراب مبیع ہو تو اس صورت میں بیع فاسد نہیں ہوتی بلکہ باطل ہوتی ہے، کیونکہ شراب کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے مبیع ہونے کی وجہ سے اس کی عزت ہوگی اس لئے بیع سرے سے باطل ہوگی، اور قبضہ کرنے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوگا، اس لئے امام شافعیؒ یہ استدلال کہ شراب کو درہم کے بدلے بیچنے سے قبضے کے بعد بھی مشتری مالک نہیں ہوتا، صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم بیع فاسد کا حکم بیان کر رہے ہیں، اور استدلال بیع باطل سے کر رہے، جس میں ہم بھی کہتے ہیں کہ قبضے کے بعد مالک نہیں ہوگا۔

لغت :مثمنا: ثمن سے مشتق ہے، اور مفعول بہ ہے، مراد ہے مبیع۔

ترجمہ : ۱۱ دوسری دلیل یہ ہے کہ شراب میں واجب اس کی قیمت ہوگی اور قیمت تو ثمن ہوتی ہے مبیع نہیں ہوتی [تو دو ثمن جمع ہونا لازم آئے گا]

تشریح :[۶] یہ امام شافعیؒ کو چھٹا جواب ہے۔عبارت میں یہ جملہ محذوف ہے کہ دو ثمن جمع ہو جائیں گے۔اگر شراب کی بیع جائز قرار دیں تو ایک مسلمان آدمی شراب نہیں دے سکتا ہے، اس لئے اس کی قیمت ہی دے گا تو دونوں جانب سے قیمت ہو جائے گی اور بیع کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے شراب کی بیع جائز قرار نہ دی جائے۔

لغت :ثمنا لا مثمنا: قیمت ثمن بن سکتی ہے مبیع نہیں بن سکتی۔۔اس لئے دونوں طرف سے قیمت جمع ہو جائے گی۔

ترجمہ :۱۲ پھر شرط یہ ہے کہ بائع کی اجازت قبضہ کیا ہو، ظاہر بات یہی ہے، لیکن دلالت کے طور پر اجازت ہو یہ بھی کافی ہے، جیسے کہ عقد کی مجلس میں قبضہ کیا ہو، استحسان کا تقاضا یہی ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ بیع کرنا ہی بائع کی جانب سے قبضے پر

العقد استحسانا وهو الصحيح لأن البيع تسليط منه على القبض فإذا قبضه بحضرته قبل الافتراق ولم ينهه كان بحكم التسليط السابق ١٣؎ وكذا القبض في الهبة في مجلس العقد يصح استحسانا ١٤؎ وشرط أن يكون في العقد عوضان كل واحد منهما مال ليتحقق ركن البيع وهو مبادلة المال فيخرج عليه البيع بالميتة والدم والحر والريح ١٥؎ والبيع مع نفي الثمن

مسلط کرنا ہے، پس اگر بائع کے سامنے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کرلے، اور بائع اس کو روکے نہیں تو پہلے ہی مسلط کرنے کے حکم میں ہوگا۔

تشریح: متن میں گزرا کہ بائع کے حکم سے مبیع پر قبضہ کیا ہو تب مشتری مالک ہوگا، اس لئے شارح فرماتے ہیں کہ بائع کی اجازت کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ بائع نے صراحت کے ساتھ اجازت دی ہو، [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ بیع کی مجلس میں مشتری قبضہ کرے اور بائع اس کو منع نہ کرے یہ دلالت کے طور پر اجازت ہے اور اس سے بھی مشتری مبیع کا مالک بن جائے گا، کیونکہ بیع کرنا گویا کہ مشتری کو قبضہ کرنے پر مسلط کرنا ہے۔ اور دلالۃ قبضے کو بھی استحسان کے طور پر اجازت شمار کی گئی ہے۔

ترجمہ: ١٣؎ ایسے ہی ہبہ میں عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا استحسان کے طور پر صحیح ہے

تشریح: مثلا عمر نے زید کو گائے ہبہ کی، اور زید نے ہبہ کی مجلس میں گائے پر قبضہ کرلیا اور عمر نے نہیں روکا تو عمر کی جانب سے دلالت کے طور پر قبضہ کرنے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور زید گائے کا مالک بن جائے گا۔ استحسان کا تقاضا یہی ہے۔

ترجمہ: ١٤؎ ملک ہونے کی شرط یہ ہے کہ عقد میں دونوں عوض مال ہوں، تا کہ بیع کا رکن مبادلۃ المال بالمال متحقق ہو جائے، پس اس پر مردار، خون، آزاد کی بیع، اور ہوا کے بدلے بیع کی تخریج کی جا سکے۔

تشریح متن میں ہے کہ دونوں عوض [یعنی مبیع اور ثمن] مال نہ ہوں تب بیع فاسد ہوگی، اور مبیع پر قبضہ کرنے سے مشتری کی ملک ہوگی۔ چنانچہ اس جملے سے استخراج کیا جا سکتا ہے کہ مبیع مردار ہو، یا خون ہو، یا آزاد ہو تو یہ مال نہیں ہیں اسلئے بیع باطل ہوگی، اور قبضہ کرنے کے باوجود مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ مبیع مال نہ ہونے کی مثالیں ہیں۔ یا یوں کہے کہ میں گائے ہوا کے بدلے میں بیچتا ہوں تو ہوا مال نہیں ہے اسلئے یہ ثمن نہیں بن سکتی اس لئے بیع باطل ہو جائے گی۔ ثمن مال نہ ہو یہ اس کی مثال ہے

لغت: یخرج: اس پر تخریج کی جائے گی۔

ترجمہ: ١٥؎ اور بیع ثمن کی نفی کے ساتھ۔

تشریح: یہ تیسری مثال ہے۔ اوپر کی مثال میں مبیع اور ثمن موجود تھے لیکن مال نہیں تھے، اس مثال میں ثمن ہی کی نفی کر دی ہے اس لئے اس سے بھی بیع باطل ہو جائے گی۔

۱۶ وقوله لزمته قيمته في ذوات القيم فأما في ذوات الأمثال فيلزمه المثل لأنه مضمون بنفسه بالقبض فشابه الغصب وهذا لأن المثل صورة ومعنى أعدل من المثل معنى. (۱۴۹)قال ولكل

ترجمہ :۱۶ متن کا قول[لزمتہ قیمتہ] کا مطلب یہ ہے کہ مبیع کی قیمت لازم ہوگی ذوات القیم میں بہر حال ذوات الامثال میں تو مثل لازم ہوگی

لغت: یہاں چھ باتیں یاد رکھیں تب عبارت حل ہوگی۔

[۱]......بائع اور مشتری کے درمیان جو طے ہو اس کو ثمن، کہتے ہیں۔

[۲]......کسی چیز کی قیمت بازار میں جو ہو اس کو قیمت کہتے ہیں۔

[۳]......کیلی اور وزنی چیز، مثلا گیہوں، چاول وغیرہ کو ذواۃ الامثال، کہتے ہیں، یعنی مثلی چیز، چنانچہ کسی سے ایک کیلو گیہوں ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں ایک کیلو گیہوں ہی لازم ہوگا۔

[۴]......مثلا گائے، بیل وغیرہ کسی سے ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں اس کے مثل گائے لازم نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قیمت لازم ہوگی، ایسی چیز کو ذواۃ القیم، کہتے ہیں۔

[۵]......مضمون بنفسہ: کا مطلب یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو ثمن طے ہوا وہ لازم نہیں ہوگا، بلکہ بازار میں جو قیمت ہے وہ لازم ہوگی، اس کو مضمون بنفسہ، کہتے ہیں۔

[۶]......گیہوں کے بدلے میں گیہوں ادا کرنا یہ مثل صورۃً اور مثل معنی، دونوں ہیں۔ اور گائے کے بدلے میں اس کی قیمت ادا کرنا یہ صرف مثل معنی ہے۔

تشریح :متن میں لزمتہ قیمتہ، کہہ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بیع فاسد میں پہلی بیع اصل نہیں ہے بلکہ قبضہ کرنے کے بعد شروع سے دوسری بیع ہوئی ہے اس لئے پہلے بائع اور مشتری کے درمیان میں جو ثمن طے ہوا تھا وہ لازم نہیں ہوگا بلکہ اگر مبیع ذواۃ القیم [یعنی گائے، بیل ہے] تو بازار میں اس مبیع کی جو قیمت ہے وہ لازم ہوگئی، اور اگر وہ ذواۃ الامثال [مثلا گیہوں، چاول وغیرہ] ہے تو اس کے مثل لازم ہوگا، کیونکہ مثل یہ صورت اور معنی دونوں اعتبار مثل ہے، اور قیمت یہ صرف معنوی اعتبار سے مثل ہے اس لئے مثل صوری زیادہ بہتر ہے

لغت :شابہ الغصب: مثلا زید نے ایک کیلو گیہوں غصب کر لیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس کے مثل ایک کیلو گیہوں لازم ہوگا کیونکہ وہ مثل صوری اور مثل معنوی ہے، اور گیہوں ذواۃ الامثال ہے۔۔ اور گائے غصب کیا تو گائے ذواۃ القیم ہے اس لئے بازار میں جو اس کی قیمت ہے وہ لازم ہوگی، کیونکہ وہ ذواۃ القیم ہے۔ اسی طرح یہاں ذواۃ الامثال میں اس کے مثل لازم ہوگا،

واحد من المتعاقدين فسخه ۱؎ رفعا للفساد ۲؎ وهذا قبل القبض ظاهر لأنه لم يفد حكمه فيكون الفسخ امتناعا منه ۳؎ وكذا بعد القبض إذا كان الفساد في صلب العقد لقوته ۴؎ وإن كان الفساد

اورذ واۃ القیم میں اس کی بازاری قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ :(۱۴۹) بیع اور مشتری میں سے ہر ایک کو فسخ کرنے کا حق ہے۔

ترجمہ ۱؎ فساد دور کرنے کے لئے۔

تشریح : بیع فاسد میں فساد آ چکا ہے اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں کو حق ہے کہ اس بیع کو ختم کر دے، تا کہ خرابی لازم نہ آئے۔

وجہ : حدیث میں توڑنے کا حکم ہے۔ **عن علی قال وهب لی رسول الله ﷺ غلامين اخوين فبعت احدهما فقال لی رسول الله ﷺ يا علی ما فعل غلامک فاخبرته فقال رده رده** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ الفرق بین الاخوین او بین الوالدۃ وولدھا فی البیع ص ۳۴۱ نمبر ۱۲۸۴) اس حدیث میں ہے کہ بیع میں خامی آئی تو حضورؐ نے اس کو توڑنے کا حکم دیا۔

ترجمہ :۲؎ قبضہ کرنے سے پہلے تو ظاہر ہے اس لئے کہ مشتری کی ملکیت ابھی نہیں ہوئی ہے اس لئے فسخ کرنا مالک بنانے سے رکنا ہے۔

تشریح : یہاں سے بیع توڑنے کی تین شکلیں بیان کر رہے ہیں۔[۱] ابھی تک مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے اس لئے اس کی ملکیت نہیں ہوئی ہے اس لئے بائع کے توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کو مالک بنانے سے رکنا ہے اس لئے قبضے سے پہلے بائع بھی اس بیع کو توڑ سکتا ہے۔اس میں مشتری کی حق تلفی نہیں ہوئی۔

لغت: لم یفد حکمہ : بیع کے حکم کا فائدہ نہیں دیا، یعنی مشتری ابھی تک مالک نہیں بنا۔ امتناعا منہ: یہاں منہ کی ضمیر حکم کی طرف ہے۔اس حکم سے رکنا ہے، یعنی مالک بنانے سے رکنا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی قبضے کے بعد بائع توڑ سکتا ہے اگر صلب عقد میں فساد ہو، فساد کے مضبوط ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : یہ بیع توڑنے کی دوسری صورت ہے۔ مشتری نے مبیع پر قبضہ کر چکا ہے، لیکن صلب عقد میں فساد ہے، مثلا ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچا، اور سود کی صورت بن گئی، یا کپڑے کو شراب کے بدلے میں بیچا تو خود ثمن میں خامی آ گئی اس لئے قبضے کے باوجود بائع کو توڑنے کا حق ہوگا، کیونکہ یہ شریعت مقرر کردہ فساد ہے جسکو دور کرنا ہر ایک کا حق ہے۔

ترجمہ :۴؎ اگر فساد شرط زائد میں ہے تو جسکو شرط میں فائدہ ہے اس کو توڑنے کا حق ہے جسکو شرط میں فائدہ نہیں توڑنے کا

بشرط زائد فلمن له الشرط ذلک دون من علیه لقوة العقد ۵ إلا أنه لم تتحقق المراضاة في حق من له الشرط. (۱۵۰) قال فإن باعه المشتري نفذ بیعه ۱ لأنه ملكه فملک التصرف فيه ۲ وسقط

حق نہیں ہے، کیونکہ عقد قوی ہے، لیکن جسکو شرط میں فائدہ ہے اس شرط کے بغیر اس کی رضامندی نہیں ہوگی اس لئے اس کو توڑنے کا حق ہے

لغت: من لہ الشرط: شرط لگانے میں جسکو فائدہ ہے اسکو من لہ الشرط، کہتے ہیں۔ مثلا بائع نے شرط لگائی کہ مشتری قرضہ دے گا تب بیچے گا تو اس میں بائع کا فائدہ ہے اس لئے بائع من لہ الشرط ہوا، اسی کو توڑنے کا حق ہوگا، کیونکہ اس شرط بغیر اس کی بیچنے کی رضامندی نہیں ہوگی۔ یا شرط لگائی کہ بائع مشتری کو قرضہ دے گا تو اس میں مشتری کا فائدہ ہے اس لئے وہ من لہ الشرط، ہوا۔ اور بائع کا نقصان ہے اس لئے وہ من علیہ الشرط، ہوا، اس لئے بائع نہیں توڑ سکتا۔ لم یتحقق المراضاۃ: شرط پوری نہ کی جائے تو من لہ الشرط کی رضامندی نہیں ہوگی۔

تشریح : یہ بیع توڑنے کی تیسری صورت ہے۔ اس عبارت میں پیچیدگی ہے۔ اگر صلب عقد میں فساد نہیں ہے بلکہ شرط زائد میں فساد ہے تو شرط جسکے لئے فائدہ مند ہے وہ عقد توڑ سکتا ہے، اور شرط جسکے لئے نقصان دہ ہے وہ عقد نہیں توڑ سکتا کیونکہ صلب عقد میں خامی نہ ہونے کی وجہ سے عقد بہت مضبوط ہے۔

ترجمہ: ۵ مگر یہ کہ جسکے لئے شرط فائدہ مند ہے، اس شرط کے بغیر اس کی رضامندی نہیں ہوگی [اس لئے اس کو توڑنے کا حق ہوگا]

تشریح : یہ جملہ ایک اشکال کا جواب ہے اور ایک اعتبار سے دلیل عقلی بھی ہے۔ اشکال یہ ہے کہ صلب عقد میں خامی نہ ہونے کی وجہ سے عقد مضبوط ہے تو پھر من لہ الشرط کو بھی بیع توڑنے کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اگر شرط رکھتے ہیں تو فساد ہے، اور شرط کے بغیر بیع منعقد کرتے ہیں تو جسکے لئے شرط فائدہ مند ہے وہ بغیر اس شرط کے راضی نہیں ہوگا اس لئے اس کو توڑنے کا حق دیا جائے تا کہ دو فائدے ہوں گے [۱] فساد دور ہو جائے گا۔ [۲] اور من علیہ الشرط [جسکے لئے وہ شرط نقصان دہ ہے] اس کو بھی عافیت ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۱۵۰) پس اگر مشتری نے مبیع کو بیچ دیا تو اس کی بیع نافذ ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ مشتری اس مبیع کا مالک ہو گیا تو اس میں تصرف کرنے کا بھی مالک ہوگا۔

تشریح : چاہئے تو یہ تھا کہ اس بیع فاسد کو توڑ دیتا، لیکن اس نے اس مبیع کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ بیع نافذ ہو جائے گی۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری اس مبیع کا مالک ہو گیا ہے، اس لئے اس میں تصرف کرنے کا بھی مالک ہوگا۔

حق الاسترداد لتعلق حق العبد بالثاني ونقض الأول لحق الشرع وحق العبد مقدم لحاجته ٣ ولأن الأول مشروع بأصله دون وصفه والثاني مشروع بأصله ووصفه فلا يعارضه مجرد الوصف ٤ ولأنه حصل بتسليط من جهة البائع ٥ بخلاف تصرف المشتري في الدار المشفوعة

ترجمه : ٢ بائع اول کے لئے واپس لینے کا حق ساقط ہو گیا اس لئے کہ دوسری بیع کی وجہ سے دوسرے بندے کا حق متعلق ہو گیا، اور پہلی بیع کا توڑنا شریعت کی وجہ سے تھا، اور بندے کے محتاج ہونے کی وجہ سے اس کا حق مقدم ہے۔

تشریح : پہلا بائع مبیع کو واپس کیوں نہیں لے سکتا اس کی تین دلیلیں دے رہے ہیں [ا] پہلی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے دوسرے مشتری کے ہاتھ میں بیچا تو اس بندے کا حق اس مبیع کے ساتھ متعلق ہو گیا، اور بندہ محتاج ہے اس لئے اس کا حق مقدم ہوگا، اور پہلے بائع کی طرف لوٹانے کا حق شریعت کا حق تھا جو محتاج نہیں ہے اس لئے اب پہلے بائع کی طرف لوٹانے کا حق ساقط ہو گیا۔

ترجمه :٣ اور اس لئے کہ پہلی بیع ذات کے اعتبار سے مشروع ہے، البتہ وصف کے اعتبار سے مشروع نہیں ہے، اور دوسری بیع ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع ہے اس لئے محض وصف بیع ثانی کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

تشریح :[٢] یہ دوسری دلیل ہے، کہ پہلی بیع صرف ذات کے اعتبار سے مضبوط ہے، اور وصف کے اعتبار سے کمزور ہے، اور دوسری بیع ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مضبوط ہے اس لئے پہلی بیع دوسری بیع کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، اور پہلی کی وجہ سے دوسری بیع نہیں توڑی جا سکے گی۔

لغت:یعارضہ: دوسری بیع کا معارض نہیں ہوگی، مقابل نہیں ہوگی۔ اصل: سے مراد ہے بیع کی ذات اور بنیاد۔

ترجمه :٤ اور اس لئے بھی کہ دوسری بیع بائع اول کی جانب سے مسلط کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

تشریح :[٣] یہ تیسری دلیل ہے، بائع اول کو مبیع واپس لینے کا حق اس لئے بھی نہیں ہوگا کہ، بائع اول نے ایجاب کیا تھا، پھر بائع اول کی اجازت سے مشتری اول نے قبضہ کیا تھا، پس جب اس کے مسلط کرنے سے بیع ثانی ہوئی تو اسکو واپس لینے کا حق کیسے ہوگا!

ترجمه :٥ بخلاف شفعہ والے گھر میں، اس لئے کہ دونوں بندے کے حق ہیں، اور دونوں مشروع ہونے میں برابر ہیں۔ اور شفیع کی جانب سے مسلط کرنا بھی نہیں پایا گیا۔

تشریح :اوپر والے مسئلے کے قریب قریب حق شفعہ کا مسئلہ ہے اس لئے شارح علیہ الرحمۃ دونوں کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ زید نے عمر سے گھر خریدا، عمر کا پڑوسی ساجد تھا جس نے اس میں حق شفعہ کا دعوی کیا، اس درمیان زید نے گھر کو رحیم

لأن كل واحد منهما حق العبد ويستويان في المشروعية وما حصل بتسليط من الشفيع.(١٥١)

قال ومن اشترى عبدا بخمر أو خنزير فقبضه وأعتقه أو باعه أو وهبه وسلمه فهو جائز وعليه القيمة ۱لما ذكرنا أنه ملكه بالقبض فتنفذ تصرفاته۲ وبالإعتاق قد هلك فتلزمه القيمة۳

کے ہاتھ بیچ دیا، تو زید کی بیع کو توڑوایا جائے گا اور گھر ساجد کو دلوایا جائے گا۔

وجه: یہاں تین وجہ ہیں (۱) زید کا حق بھی حق العبد ہے، اور ساجد کا حق بھی حق العبد ہے حق شریعت نہیں ہے، اس لئے دونوں کے حق برابر درجے میں ہیں۔(۲) مشروعیت میں دونوں کے حق برابر درجے میں ہیں زید نے جو بیع کی ہے بنیاد اور وصف دونوں اعتبار سے مضبوط ہے۔ اور ساجد نے جو حق شفعہ کا دعوی کیا ہے یہ بھی بنیاد اور وصف دونوں اعتبار سے مضبوط ہے۔(۳) ساجد شفیع نے زید کو بیچنے پر مسلط نہیں کیا ہے، نہ اجازت دی ہے اور نہ حق شفعہ چھوڑا ہے اس لئے ساجد کو حق ہے کہ زید کی بیع توڑوا کر گھر خود خرید لے۔ جبکہ بیع فاسد میں ان تینوں اعتبار سے بائع اول کا حق کمزور تھا اس لئے اس کو بیع ثانی توڑوانے کا حق نہیں تھا۔

ترجمہ: (۱۵۱) کسی نے غلام کو شراب کے بدلے میں یا سور کے بدلے میں خریدا، اور اس پر قبضہ کیا اور اس کو آزاد کر دیا، یا اسکو بیچ دیا یا اس کو ہبہ کر دیا اور اس کو سپرد بھی کر دیا تو یہ سب جائز ہے اور مشتری پر شراب اور سور کی قیمت واجب ہے۔

ترجمہ: ۱ اس کی وجہ ہم نے ذکر کی ہے کہ قبضہ کرنے کی وجہ سے مشتری مالک بن گیا اس لئے مشتری کے تمام تصرفات نافذ ہو جائیں گے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع فاسد میں قبضہ کرنے کے بعد مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے اس لئے اس کے تمام تصرفات نافذ ہوں گے۔

[۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ثمن میں خامی ہے، مثلا شراب، یا سور ہے تو اس کی بازاری قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: کسی نے غلام کو شراب کے بدلے میں یا سور کے بدلے میں خریدا، تو چونکہ یہ دونوں حرام ہیں اس لئے غلام کی بیع فاسد ہوئی، پھر بھی مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا اور غلام کو آزاد کر دیا، دوسری صورت ہے کہ بیچ دیا، اور تیسری صورت ہے کہ ہبہ کر دیا اور جسکو ہبہ کیا تھا اسکو دے بھی دیا تاکہ ہبہ مکمل ہو جائے، تو ان تینوں صورتوں میں مشتری کا یہ آزاد کرنا، بیچنا اور ہبہ کرنا نافذ ہو جائے گا، کیونکہ قبضہ کرنے کی وجہ سے غلام کا مالک بن چکا ہے۔ اور چونکہ شراب اور سور نہیں دے سکتا اس لئے۔ بازار میں غلام کی جو قیمت ہوگی وہ لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ اور آزاد کرنے کی وجہ سے گویا کہ غلام ہلاک ہو گیا اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی۔

وبالبيع والهبة انقطع الاسترداد على ما مر ٤؎ والكتابة والرهن نظير البيع لأنهما لازمان. إلا أنه يعود حق الاسترداد بعجز المكاتب وفك الرهن لزوال المانع. ٥؎وهذا بخلاف الإجارة لأنها

تشریح :آزاد کرنے سے غلام زندہ ہے،لیکن واپس غلام نہیں بنا سکتا تو گویا کہ غلام مر گیا اسلئے اسکی قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ :٣؎ اور بیچنے سے اور ہبہ کرنے سے واپس لینے کا حق منقطع ہو گیا جیسے کہ گزر گیا۔

تشریح :مشتری نے غلام بیچ دیا، یا ہبہ کر کے سپرد بھی کر دیا تو اب مشتری ثانی سے واپس لینے کا حق منقطع ہو گیا، اس لئے اب بائع اول غلام کی بازاری قیمت مشتری اول سے لے گا، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ :٤؎ مکاتب بنانا، اور رہن پر رکھنا بیع کی طرح ہے اس لئے کہ وہ دونوں بھی لازم ہیں، مگر یہ کہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد اور رہن ختم ہونے کے بعد واپس لینے کا حق لوٹ آئے گا اس لئے کہ مانع زائل ہو گیا۔

تشریح :یہ اور دو مثالیں ہیں۔[١] پہلی مثال یہ ہے۔اگر مشتری نے بیع فاسد میں خریدے ہوئے غلام کو مکاتب بنا دیا تو گویا کہ غلام کو بیچ دیا اس لئے بائع اول مشتری سے غلام کی بازاری قیمت لے گا۔اس لئے کہ مکاتب بنانے کے بعد مشتری واپس خالص غلام نہیں بنا سکے گا۔ہاں اگر مکاتب مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے، اور خود خالص غلام بن جائے تو بائع اول کو حق ہوگا کہ بیع توڑ دے اور غلام واپس لے لے، کیونکہ اب واپس لینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔-[٢] دوسری مثال یہ ہے کہ۔مشتری نے غلام کو قرضہ کے بدلے رہن پر رکھ دیا تو یہ رہن مشتری کے حق میں لازم ہو گیا، اور غلام اس کے ہاتھ سے نکل کر قرضہ والے کے پاس چلا گیا اس لئے بائع اول واپس لینے کا حق ختم ہو گیا، ہاں اگر قرضہ ادا کر کے غلام مشتری کے پاس واپس آ گیا تو اب بائع اول کو واپس لینے کا حق ہوگا، اس لئے کہ ممانعت ختم ہو گئی۔

لغت:استرداد: رد سے مشتق ہے، واپس لینے کا حق۔فک الرہن: فک کا معنی ہے چھوٹنا، فک الرہن: رہن کا ختم ہو جانا۔

ترجمہ :٥؎ یہ اجرت کے خلاف ہے اس لئے کہ اجرت عذر سے فسخ ہو سکتی ہے اور فساد کو دور کرنا عذر ہے اس لئے اجرت توڑی جا سکتی ہے، اور اس لئے بھی کہ اجرت تھوڑی تھوڑی کر کے منعقد ہوتی ہے تو غلام واپس لینے میں آگے والی اجرت سے رکنا ہے۔

تشریح :مشتری نے غلام کو اجرت پر رکھ دیا تو یہ اجرت توڑ کر کے غلام بائع اول کو دلوایا جائے گا۔

وجہ :اس کی دو وجہ بیان کر رہے ہیں (١) پہلی وجہ یہ ہے کہ عذر کی بنا پر اجرت توڑی جا سکتی ہے، اور فساد کو دور کرنا قوی عذر ہے اس لئے اجرت کو توڑ کر غلام واپس کیا جائے گا۔(٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ اجرت تھوڑا تھوڑا کر کے منعقد ہوتی ہے اس لئے مثلا ایک گھنٹہ کرنے کے بعد آگے اجرت نہ کرے تو اجرت کا توڑنا نہیں ہوا بلکہ اگلا حق دینے سے رکنا ہوا، اس لئے مشتری کو یہ

تفسخ بالأعذار ورفع الفساد عذر ولأنها تنعقد شيئا فشيئا فيكون الرد امتناعا. (١٥٢)قال وليس للبائع في البيع الفاسد أن يأخذ المبيع حتى يرد الثمن لأن المبيع مقابل به فيصير محبوسا به كالرهن ٢ وإن مات البائع فالمشتري أحق به حتى يستوفي الثمن لأنه يقدم عليه في

حق ہوگا کہ اجرت والے کو اگلا حق نہ دے، اور غلام بائع اول کی طرف واپس نہ کردے۔

لغت: امتناع: مثلا کسی کو گائے دینے کا وعدہ کیا لیکن پھر نہیں دیا تو یہ امتناع ہوا، اس میں دینے والے کا حق زیادہ مضبوط ہوتا ہے، اور لینے والے کا حق کمزور ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہے استرداد ہے: مثلا گائے کو زید کے ہاتھ میں دے دیا، اب اس کو واپس لینا چاہتے ہیں، یہ، استرداد، ہے، اس میں قبضہ کرنے والے کا حق زیادہ ہوتا ہے اور واپس لینے والے کا حق کمزور ہوتا ہے۔ اجرت میں غلام واپس لینا امتناع ہے استرداد نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۵۲) بیع فاسد میں بائع کے لئے جائز نہیں ہے کہ مشتری سے مبیع واپس لے جب تک کہ ثمن واپس نہ کردے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مبیع ثمن کے مقابل میں ہے، اس لئے مبیع ثمن کے بدلے میں مشتری کے پاس محبوس رہے گی، جیسے کہ رہن

تشریح: بائع کو مبیع لینے کا حق تو ہے، لیکن اگر بائع نے مشتری سے ثمن لیا ہے تو پہلے بائع مشتری کو ثمن واپس کرے پھر اپنی مبیع واپس لے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مبیع ثمن کے مقابل میں ہے اس لئے جب تک ثمن واپس نہ کرے مبیع مشتری کے پاس محبوس رہے گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ قرض کے بدلے میں گائے رہن پر رکھی تو جب تک قرض ادا نہ کرے مالک گائے واپس نہیں لے سکتا، اسی طرح یہاں مبیع مشتری سے واپس نہیں لے سکتا۔

لغت: ثمن: یہاں ثمن سے مراد وہ چیز ہے جو بائع نے مشتری سے لی ہے، چاہے غلام کی بازاری قیمت، یا جو بائع اور مشتری کے درمیان طے ہوئی تھی۔

ترجمہ: ۲؎ اگر بائع مرگیا تو مبیع کا زیادہ حقدار مشتری ہے یہاں تک کہ ثمن وصول کرلے اس لئے کہ مشتری بائع کی زندگی میں مقدم تھا اس لئے بائع کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ اور اس کے قرض خواہوں پر بھی مقدم رہے گا، جیسے کہ راہن۔

تشریح: اگر اس درمیان بائع کا انتقال ہوگیا تو یہ مبیع وراثت میں تقسیم نہیں ہوگی، یا قرض خواہوں کو نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کا زیادہ حقدار مشتری ہوگا، مبیع کی دی ہوئی قیمت لے گا، پھر مبیع دے گا اسکے بعد یہ مبیع وراثت میں تقسیم ہوگی۔

وجہ: مشتری بائع کی زندگی میں مبیع کا زیادہ حقدار تھا اس لئے اس کے مرنے کے بعد بھی زیادہ حقدار رہے گا۔ اس کی ایک

حياته فكذا على ورثته وغرمائه بعد وفاته كالراهن ٣ ثم إن كانت دراهم الثمن قائمة يأخذها بعينها لأنها تتعين في البيع الفاسد وهو الأصح لأنه بمنزلة الغصب وإن كانت مستهلكة أخذ مثلها لما بينا. (١٥٣)قال ومن باع دارا بيعا فاسدا فبناها المشتري فعليه قيمتها ١ عند أبي حنيفة رحمه الله رواه يعقوب عنه في الجامع الصغير ثم شک بعد ذلک في الرواية.

مثال دیتے ہیں کہ زید نے خالد سے قرضہ لیا اور اس کے بدلے میں ایک گائے خالد کے پاس رہن رکھ دیا تو زید کے مرنے کے بعد جب تک خالد اپنا قرضہ وصول نہ کرلے اس گائے کو اپنے پاس رکھے گا، جیسے کہ زید کی زندگی میں اپنے پاس رکھے ہوئے تھا ۔اسی طرح یہاں مشتری اپنا ثمن نہ لے لے مبیع اپنے پاس رکھے گا۔

لغت: یستوفی: وفی سے مشتق ہے، پورا پورا وصول کرنا۔ غرماء: غریم کی جمع ہے، قرض خواہ۔

ترجمہ: ٣ پھر اگر ثمن درہم ہے اور بائع کے پاس موجود ہے تو مشتری اس درہم کو لے گا اس لئے بیع فاسد میں درہم متعین ہوتا ہے، صحیح روایت یہی ہے، اس لئے کہ وہ غصب کے درجے میں ہے، اور اگر درہم ہلاک ہو چکا ہے تو اس کے مثل وصول کرے گا۔

اصول: درہم اور دینار متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے، لیکن بیع فاسد میں اور غصب میں متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں، اگر زید نے خالد کا درہم، یا دینار غصب کیا تو خالد اسی درہم اور دینار کو زید سے لے گا جو غصب کیا تھا، اور اگر ہلاک ہو گیا تب اس کے مثل لے گا۔

تشریح: بیع فاسد میں مشتری کا دیا ہوا درہم بائع کے پاس موجود ہے تو وہی درہم واپس لے گا، اور اگر ہلاک ہو چکا ہے تو اس درہم کے مثل لے گا۔ جس طرح گیہوں وغیرہ ہو تو وہی لے گا اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اس کے مثل لے گا۔

وجہ: درہم اور دینار اگر چہ متعین نہیں ہوتے، لیکن عقود فاسدہ میں متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں۔

ترجمہ (١٥٣) کسی نے بیع فاسد کے ماتحت گھر کا احاطہ خریدا، اور اس میں دوسرا گھر بنا دیا تو مشتری پر احاطے کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ١ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مشتری نے مبیع بیچی نہیں بلکہ اس میں ہمیشہ والا اضافہ کر دیا تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بائع کو مبیع واپس لینے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے بیع فاسد کے ماتحت گھر کا احاطہ خریدا، اس کے بعد میں اس میں دوسرا گھر تعمیر کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے

(۱۵۴) ولا ينقض البناء وترد الدار والغرس على هذا الاختلاف . ۱؎ **لهما أن حق الشفيع أضعف من حق البائع حتى يحتاج فيه إلى القضاء ويبطل بالتأخير بخلاف حق البائع ثم أضعف الحقين لا يبطل بالبناء فأقواهما أولى** ۲؎ **ولـه أن البناء والغرس مما يقصد به الدوام وقد حصل بتسليط من**

بزدیک بائع کے لئے مبیع لینے کا حق ساقط ہوجائے گا،اب وہ صرف احاطے کی بازاری قیمت مشتری سے وصول کرے۔

وجه :(۱) جس طرح مبیع کو بیچنااور ہبہ کرنا ہمیشہ رکھنے کے لئے ہوتا ہے اسی طرح احاطے میں تعمیر کرنا اور گھر بنانا ہمیشہ رکھنے کے لئے ہوتا ہے،اس لئے اس سے بائع کے واپس لینے کا حق ساقط ہوجائے گا۔(۲) بائع کی رضامندی سے مشتری کا قبضہ ہوا ہے تو گویا کہ مشتری کو گھر تعمیر کرنے پر بائع نے مسلط کیا اس لئے اس کا حق ساقط ہوجائے گا۔

ترجمہ:۲؎ جامع صغیر میں امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ، پھر انکو روایت میں شک ہوگیا۔

تشریح : جامع صغیر میں ہے کہ یہ روایت حضرت ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے کی،لیکن بعد میں انکو شک ہوگیا کہ حضرت امام اعظم سے یہ روایت کی یا نہیں۔نوٹ: جامع صغیر میں اس قسم کی عبارت ناچیز کو نہیں ملی۔

ترجمہ :(۱۵۴) صاحبین نے فرمایا کہ عمارت توڑ دی جائے گی،اور گھر کا احاطہ بائع کی طرف واپس کیا جائے گا۔اور زمین میں درخت لگانا بھی اسی اختلاف پر ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ نئی تعمیر توڑ دی جائے گی اور زمین بائع کو واپس کی جائے گی۔۔اگر کسی نے زمین خریدی اور اس پر درخت لگا دیا تو بھی اسی اختلاف پر ہے۔یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بائع کے واپس لینے کا حق ساقط ہوجائے گا،اور صاحبینؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا، بلکہ درخت کٹوا کر بائع زمین واپس لے گا۔

وجه :یہاں احاطے کے ساتھ،اور زمین کے ساتھ کسی دوسرے بندے کا حق متعلق نہیں ہوا ہے، بلکہ مشتری کے ہاتھ میں مبیع موجود ہے،صرف ایسا اضافہ کیا ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے بائع کا حق باقی رہے گا۔

ترجمہ :۱؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کا حق بائع کے حق سے کمزور ہے، یہی وجہ ہے کہ شفیع کو حق لینے میں قضا کی ضرورت پڑتی ہے۔مطالبے میں تاخیر کرنے سے حق شفعہ ختم ہوجاتا ہے، برخلاف بائع کے حق کے [نہ قاضی کی ضرورت پڑتی ہے،اور نہ تاخیر سے اس کا حق ختم ہوتا ہے] پھر شفیع کا کمزور حق تعمیر کرنے سے باطل نہیں ہوتا تو بائع کا قوی حق بدرجہ اولی ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کی دوسری دلیل عقلی ہے۔فرماتے ہیں کہ شفعہ کے دعوی کرنے والے کا حق بائع سے کمزور ہے، پھر بھی نئی تعمیر کرنے سے،یا درخت لگانے سے ساقط نہیں ہوتا تو بائع کا حق جو مضبوط ہے کیسے ساقط ہوگا! اس لئے نئی تعمیر کے باوجود مبیع

جهة البائع فينقطع حق الاسترداد كالبيع بخلاف حق الشفيع لأنه لم يوجد منه التسليط ۳ ولهذا لا يبطل بهبة المشتري وبيعه فكذا ببنائه ۴ وشک يعقوب في حفظ الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله وقد نص محمد على الاختلاف في كتاب الشفعة فإن حق الشفعة مبني على انقطاع حق

واپس لینے کا حق ملے گا۔ شفیع کا حق دو اعتبار سے بائع سے کمزور ہے [۱] شفیع کو حق شفعہ کے ماتحت مکان لینے کے لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت ہے۔ اور بائع کو مبیع واپس لینے کے لئے قاضی کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲] شفیع کو حق شفعہ کا علم ہو تو اسی مجلس میں شفعہ کا دعوی کرے گا تو حق شفعہ ملے گا، اور تاخیر کرے گا تو حق ساقط ہو جائے گا۔ اور بائع کتنی ہی تاخیر کرے گا پھر بھی مبیع لینے کا حق ساقط نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نئی تعمیر کرنا اور درخت لگانے سے ہمیشہ رکھنے کا ارادہ کرتے ہیں، اور بائع کے مسلط کرنے سے ہی یہ حق حاصل ہوا ہے، اس لئے بائع کے واپس لینے کا حق ساقط ہو جائے گا، جیسے کہ مشتری بیچ دے، بخلاف شفیع کے، انکی جانب سے مسلط کرنا نہیں پایا گیا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نئی تعمیر کرنے اور درخت لگانے کا مقصد یہ ہے کہ مشتری مبیع کو ہمیشہ رکھنا چاہتا ہے، اور یہ حق بائع ہی نے دیا ہے اس لئے بائع کے واپس لینے کا حق ساقط ہو جائے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جیسے کہ مشتری اس احاطے کو دوسروں کے ہاتھ بیچ دیتا تو بائع کے واپس لینے کا حق ساقط ہو جاتا۔ اور شفیع پر اس لئے قیاس نہیں کیا جائے گا، کہ انہوں نے مشتری کو نئی تعمیر کرنے یا درخت لگانے کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے مشتری کی نئی تعمیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اسی لئے مشتری کے ہبہ اور اس کے بیچنے سے شفیع کا حق باطل نہیں ہوتا، اسی طرح نئی تعمیر کرنے سے شفیع کا حق باطل نہیں ہوگا۔

تشریح: شفیع کا حق اگر چہ بائع سے کمزور ہے لیکن اس نے مشتری کو نئی تعمیر کرنے پر مسلط نہیں کیا ہے اس لئے اگر مشتری نے گھر کسی دوسرے کو ہبہ کر دیا، یا کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا پھر بھی اس کا حق شفعہ ختم نہیں ہوگا، اسی طرح مشتری نے اس پر نئی تعمیر کر دی، یا درخت لگا دیا پھر بھی اس کا حق ختم نہیں ہوگا، وہ نئی تعمیر کو توڑ وا کر، اور درخت اکھڑوا کر شفعہ کا گھر واپس لے گا۔

ترجمہ: ۴ حضرت امام ابو یوسفؒ کو امام ابو حنیفہؒ سے روایت کے بارے میں شک ہوا ہے حالانکہ امام محمدؒ نے کتاب الشفعہ میں اختلاف کی تصریح کی ہے۔ وہ اس طرح کہ حق شفعہ کا مدار ہے نئی تعمیر کرنے سے بائع کے حق کے منقطع ہونے پر یا نہ ہونے پر۔ اور حق شفعہ کا ثبوت مختلف فیہ ہے۔

البائع بالبناء وثبوته على الاختلاف. (۱۵۵)قال ومن اشترى جارية بيعا فاسدا وتقابضا فباعها وربح فيها تصدق بالربح ويطيب للبائع ما ربح في الثمن ۱؎والفرق أن الجارية مما يتعين فيتعلق

تشریح :امام ابو یوسفؒ کو امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت کرنے میں شک ہوا ہے کہ نئی تعمیر کے بعد بائع کا حق استرداد ساقط ہوگیا ہے۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کو شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے،امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہی ہے کہ بائع کا حق ساقط ہو گیا ہے،اور صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوا ہے۔

وجہ :اس کا ثبوت عجیب انداز میں دے رہے ہیں،اس کو سمجھیں۔فرماتے ہیں،کہ امام محمد نے کتاب الشفعہ میں تصریح کی ہے کہ مشتری زمین پر نئی تعمیر کر دے تو صاحبینؒ کے نزدیک شفیع کو حق شفعہ نہیں ملے گا،جس کا مطلب یہ نکلا کہ بائع زمین مشتری سے واپس لے گا اور یہ بیع سرے سے ختم ہو جائے گی،اور چونکہ بیع ہی نہیں رہے گی تو شفیع کو شفعہ کا حق کیسے ملے گا۔

اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ شفیع کو شفعہ کا حق ملے گا،جسکا مطلب یہ ہوا کہ بائع مشتری سے زمین کی قیمت لیگا اور یہ بیع موجود رہے گی،تب ہی تو شفیع کو اس میں شفعہ کا حق ملے گا۔نوٹ: جامع صغیر اور جامع کبیر میں بہت تلاش کی ناچیز کو ایسی کوئی عبارت نہیں ملی،واللہ اعلم بالصواب۔

ترجمہ:(۱۵۵) کسی نے بیع فاسد کے ماتحت باندی خریدی،اور بائع اور مشتری نے ایک دوسرے پر قبضہ بھی کیا، پھر مشتری نے باندی بیچ دی اور اس میں نفع کمایا،تو نفع کو صدقہ کرے گا،اور بائع نے جو ثمن سے نفع حاصل کیا یہ اسلئے حلال وطیب ہے

ترجمہ :۱؎ مبیع اور ثمن میں فرق یہ ہے کہ باندی متعین ہوتی ہے اس لئے عقد ثانی باندی کے ساتھ متعلق ہوگی اس لئے نفع میں خبث آجائے گا۔اور درہم اور دینار عقود میں متعین نہیں ہوتے اس لئے عقد ثانی درہم کے ساتھ متعین نہیں ہوگا اس لئے عقد ثانی میں خبث نہیں آئے گا اس لئے اس نفع کو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع فاسد کی مبیع،یا ثمن سے جو نفع کمایا وہ حلال وطیب ہے یا نہیں،فرماتے ہیں کہ مبیع سے جو نفع کمایا وہ حلال وطیب نہیں ہے،اس کا صدقہ کرنا واجب ہے،اور ثمن سے جو نفع اٹھایا، وہ حلال وطیب ہے اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں

تشریح :کسی نے بیع فاسد کے ماتحت باندی خریدی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا، پھر مشتری نے باندی بیچ کر نفع کمایا،تو یہ نفع صدقہ کرے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی متعین کرنے سے متعین ہوتی ہے،اس لئے جس باندی کو بیچا اس میں خبث ہے اس لئے اس کے نفع میں بھی خبث آیا اس لئے اس کو صدقہ کرے۔

العقد بها فيتمكن الخبث في الربح والدراهم والدنانير لا يتعينان في العقود فلم يتعلق العقد الثاني بعينها فلم يتمكن الخبث فلا يجب التصدق ٢ وهذا في الخبث الذي سببه فساد الملك أما الخبث لعدم الملك فعند أبي حنيفة ومحمد يشمل النوعين ٣ لتعلق العقد فيما يتعين حقيقة

اور بائع نے ثمن سے کوئی چیز خریدی اوراس میں نفع کمایا تو یہ نفع حلال وطیب ہے اس کوصدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اس لئے بائع نے جو چیز خریدی گویا کہ اس ثمن سے نہیں خریدی ،غیر متعین درہم سے خریدی ہے، بس ویسے ہی یہ ثمن دے دیا، اس لئے اس نفع میں کوئی خبث نہیں آیا اس لئے اس کوصدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه : ٢ یہ تفصیل اس میں ہے جس کا سبب ملک کا فساد ہے۔ بہر حال وہ خبث جو ملک نہ ہونے کی وجہ سے ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں قسموں کو شامل ہیں۔

تشریح : یہاں ۴ چار صورتیں ہیں سب کا حکم دیکھیں۔ بیع فاسد میں ملک تو ہوتی ہے، البتہ فاسد ہوتی ہے (١) اب اس کی وہ چیز جو متعین ہوتی ہے جیسے باندی سے نفع کمانا، اس میں شبہ خبث ہے اس لئے اس کوصدقہ کرے۔ (٢) اور جو چیز متعین نہیں ہوتی جیسے درہم اور دینار تو اس سے نفع کمانے میں شبہ شبہ خبث ہے اس لئے اس کوصدقہ نہ کرے۔

اور جس میں ملک ہی سرے سے نہیں ہے، جیسے غصب کی ہوئی باندی، یا غصب کیا ہوا درہم ۔(٣) تو اس میں جو چیز متعین ہوتی ہے جیسے باندی، اس سے نفع کمانے میں حقیقت خبث ہے اس لئے اس کوصدقہ کرے۔ (۴) اور جو چیز متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتی جیسے درہم دینار تو اس سے نفع اٹھانے میں شبہ خبث ہے اس لئے اس کو بھی صدقہ کرے۔۔۔ سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں۔

مال مغصوب میں

باندی میں حقیقت خبث ہے اس لئے صدقہ کرے	درہم میں خبث کا شبہ ہے اس لئے صدقہ کرے	×

بیع فاسد میں

×	باندی میں خبث کا شبہ ہے اس لئے صدقہ کرے	درہم میں خبث کا شبہۃ الشبہ ہے اس لئے صدقہ نہ کرے

وفيما لا يتعين شبهة من حيث إنه يتعلق به سلامة المبيع أو تقدير الثمن ۴ وعند فساد الملك تنقلب الحقيقة شبهة والشبهة تنزل إلى شبهة الشبهة والشبهة هي المعتبرة دون النازل عنها.(۱۵۶) قال وكذلك إذا ادعى على آخر مالا فقضاه إياه ثم تصادقا أنه لم يكن عليه شيء وقد ربح المدعي في الدراهم يطيب له الربح ا لأن الخبث لفساد الملك هاهنا

ترجمه: ۳ جو چیز متعین ہوتی ہے عقد کا تعلق اس میں ہو تو حقیقت خبث ہے، اور جو چیز متعین نہیں ہوتی اس میں شبہ خبث ہے اس لئے کہ اس کی وجہ سے مبیع کی سلامت ہوتی ہے، یا ثمن کی مقدار متعین ہوتی ہے۔

تشریح: مغصوب چیز جس میں غاصب کی ملکیت نہیں ہوتی اس میں نفع ایسی چیز سے اٹھائی جائے جو متعین ہوتی ہے، جیسے باندی تو اس میں حقیقی اور اصلی خباثت آتی ہے اس لئے اس کو صدقہ کرے۔ اور جو چیز متعین نہیں ہوتی، جیسے درہم اور دینار، اس سے نفع اٹھانے سے خباثت کا شبہ ہے، کیونکہ یہ درہم متعین تو نہیں ہوتے [۱] ایک تو یہ کہ اس کی وجہ سے مبیع سلامت رہتی ہے، کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جاتی [۲] اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ درہم کتنے ہیں، اس کا وصف کیا ہے، یہ اسی مغصوب درہم سے متعین ہوئے ہیں، چاہے وہ درہم دئے نہیں گئے اس لئے اس میں خباثت کا شبہ آ گیا اس لئے اس کو بھی صدقہ کرے۔

ترجمه: ۴ اور ملک کے فساد کے وقت حقیقت خبث نیچے اتر کر خباثت کا شبہ ہو جائے گا۔ اور شبہ اتر کر شبہۃ الشبہ ہو جائے گا، اور شریعت میں شبہ کا اعتبار ہے اس سے نیچے کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: بیع فاسد میں جہاں ملک تو ہے لیکن ملک میں فساد ہے، اس کی دونوں صورتیں عدم ملک سے نیچے اترے گی، یعنی جو چیز متعین ہوتی ہے، مثلا باندی سے فائدہ اٹھانے میں حقیقت خبث نہیں بلکہ خبث کا شبہ ہوگا، اور نفع صدقہ کرنا پڑے گا۔ اور جو چیز متعین نہیں ہوتی جیسے درہم تو اس سے فائدہ اٹھانے سے خبث کا شبہ نہیں ہوگا، بلکہ اس سے نیچے اتر کر شبہۃ الشبہ ہو جائے گا، اور نفع صدقہ نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ خباثت کے شبہ تک کا اعتبار ہے اس سے نیچے اتر کر شبہۃ الشبہ کا اعتبار نہیں ہے، اس سے بچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لغت: دون النازل عنها: اس سے نیچے اترے ہوئے کا اعتبار نہیں ہے، یعنی شریعت میں شبہ سے بچنے کا حکم ہے، اس سے نیچے شبہۃ الشبہ سے بچنے کا حکم نہیں ہے، اس لئے اس کو کھا سکتا ہے۔

ترجمه: (۱۵۶) ایسے ہی اگر دعوی کیا دوسرے پر مال کا، اور اس نے دعوی کرنے والے کو ادا بھی کر دیا، پھر دونوں نے مان لیا کہ مدعی علیہ پر کچھ نہیں ہے، اور مدعی نے درہم سے نفع کمایا ہے تو اس کے لئے یہ نفع حلال وطیب ہے۔

ترجمه: ا اس لئے کہ خبث یہاں ملک کے فساد کی وجہ سے ہے [عدم ملک کی وجہ سے نہیں ہے]

۲ لأن الـديـن وجـب بالتسمية ثم استحق بالتصادق وبدل المستحق مملوک فلا يعمل فيما لا يتعين.

اصـــول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ فساد ملک ہواور درہم، دینار ہوتو خباثت کا شبہ الشبہ ہے اس لئے اس سے نفع کمانے والے کے لئے حلال وطیب ہے، صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشــریح : مثلا زید نے عمر پر دعوی کیا کہ ایک ہزار درہم پہلے کا قرض ہے، عمر نے اس کو مان لیا اور ایک ہزار زید کو دے دیا، زید نے اس سے نفع کمایا تو یہ نفع زید کے لئے حلال وطیب ہے۔

وجـہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ زید نے ہزار درہم غصب نہیں کیا ہے، اور عدم ملک نہیں ہے۔ بلکہ زید نے پرانے قرضے کا دعوی کیا ہے اور عمر کی تصدیق کرنے اور ادا کرنے سے زید اس کا مالک بن گیا ہے پھر بعد میں پتہ چلا کہ عمر پر قرض نہیں تھا، اس لئے ملک میں فساد آیا، اور یہ درہم ہے جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے خباثت کا شبہۃ الشبہ آیا اس لئے زید مدعی کے لئے حلال رہے گا۔

تـرجـمـہ : ۲ اس لئے کہ قرض مدعی علیہ پر واجب ہوا ہے مدعی علیہ کے نام لینے سے، پھر مدعی علیہ کا ہی مستحق ہو گیا دونوں کے مان لینے کی وجہ سے، اور مستحق شدہ درہم کا بدل مملوک ہے، اس لئے جہاں متعین نہیں ہوتا اس میں خباثت عمل نہیں کرے گا

لـغـت : بالتسمیۃ: تسمیہ سے مراد ہے وہ قرض جو مدعی کا مملوک ہے، لیکن بعد میں یہ تصدیق ہوئی کہ مدعی علیہ پر قرض نہیں ہے اس لئے اس میں فساد آیا۔

تشــریح : یہ عبارت بہت پیچیدہ ہے۔ اس کو سمجھیں۔ فرماتے ہیں مدعی علیہ پر جو قرض واجب ہوا ہے وہ خود مدعی علیہ کے ماننے اور نام لینے سے ہوا ہے، پھر دونوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے وہ درہم مدعی علیہ کا مستحق نکل گیا، لیکن پہلے مدعی علیہ کے ماننے کی وجہ سے یہ درہم مدعی کا فساد کے ساتھ مملوک ہوا، اور درہم چیز ایسی ہے جو متعین نہیں ہوتی اس لئے اس سے جو فائدہ اٹھایا اس میں خباثت کا شبۃ الشبہ ہوا اس لئے وہ مدعی کے لئے حلال اور طیب ہے۔

﴿فصل فيما يكره﴾

(۱۵۷)قال ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النجش[۱] وهو أن يزيد في الثمن ولا يريد الشراء ليرغب غيره قال لا تناجشوا. (۱۵۸)قال وعن السوم على سوم غيره[۱] قال عليه الصلاة

﴿فصل فیما یکرہ﴾

ترجمہ :(۱۵۷)اور روکا حضورؐ نے نجش کرنے سے۔

ترجمہ :[۱] وہ یہ ہے کہ ثمن زیادہ کرے حالانکہ خریدنے کا اردہ نہیں کرتا ہے، تاکہ دوسرے کو زیادہ قیمت دلوانے کی ترغیب دے، حضورﷺ نے فرمایا لا تناجشوا۔

تشریح : نجش کا مطلب یہ ہے کہ خود کو خریدنا نہیں ہے لیکن قیمت لگا کر خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا رہا ہے تاکہ دوسرا آدمی مہنگا خریدے۔ اس کو دلالی کرنا کہتے ہیں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وجہ : (۱)اس میں دوسرے کو نقصان دینا ہے اس لئے مکروہ ہے (۲) حدیث میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال نهى النبى ﷺ عن النجش.** (بخاری شریف، باب النجش ومن قال لا یجوز ذلک البیع ،ص ۳۴۴ ،نمبر ۲۱۴۲ رمسلم شریف، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ وسومہ علی سومہ وتحریم النجش وتحریم التصریۃ ،ص ۶۶۰، نمبر ۱۵۱۶/۳۸۱۸ رترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ النجش ،ص ۲۴۴ ،نمبر ۱۳۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دلالی کرنا ممنوع ہے تاہم بیع ہو جائے گی۔ کیونکہ صلب عقد میں خامی نہیں ہے۔

ترجمہ :(۱۵۸)اور روکا دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ کرنے سے۔

ترجمہ :[۱] حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے، اور نہ اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نکاح دے، اس لئے کہ اس میں متوحش کرنا اور نقصان دینا ہے۔

تشریح :دوسرا آدمی بیع کے لئے بھاؤ کر رہا ہے۔ اب وہ خریدنے کے قریب ہے کہ آپ نے بھاؤ کر دیا یہ مکروہ ہے۔

وجہ :(۱) پہلے بھاؤ کرنے والے کو متوحش کرنا ہے اور نقصان دینا ہے اس لئے مکروہ ہے (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هريرة قال نهى رسول الله ﷺ ان يبيع حاضر لباد ولا تناجشوا ولا يبيع الرجل على بيع اخيه، ولا يخطب على خطبة اخيه .** (بخاری شریف، باب لا یبیع علی بیع اخیہ ولا یسوم علی سوم اخیہ حتی یأذن لہ او یترک، ص ۳۴۳ ،نمبر ۲۱۴۰ رمسلم شریف، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ وسومہ علی سومہ، ص ۶۵۹ ،نمبر ۱۵۱۵/۳۸۱۲) اس حدیث سے

والسلام لا يستام الرجل على سوم أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه ولأن في ذلک إيحاشا وإضرارا ۲؎ وهذا إذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمنا في المساومة فأما إذا لم يركن أحدهما إلى الآخر فهو بيع من يزيد ولا بأس به على ما نذكره ۳؎ وما ذكرناه محمل النهي في النكاح أيضا. (۱۵۹)قال وعن تلقي الجلب ۱؎ وهذا إذا كان يضر بأهل البلد فإن كان لا يضر فلا بأس به

معلوم ہوا کہ کوئی بھاؤ کر رہا ہو اور مائل ہو چکا ہو تو اس پر بھاؤ کرنا مکروہ ہے۔

اصول: کسی کو نقصان دینا یا متوحش کرنا مکروہ ہے۔ حدیث لاضرر ولا ضرار گزر چکی ہے۔

لغت: السوم : بھاؤ کرنا۔

ترجمہ :۲؎ یہ کراہیت اس وقت ہے کہ دونوں عقد کرنے والے بھاؤ میں ثمن کی متعین مقدار پر راضی ہو جائیں، بہر حال اگر دونوں میں سے ایک دوسرے کی طرف مائل نہ ہوئے ہوں تو یہ بیع من یزید ہے، اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح :اگر مائل ہو گئے ہوں تو کراہیت ہے اور اگر ابھی مائل نہ ہوا ہو تو دوسرا آدمی بھاؤ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ بیع من یزید ہے

وجہ :حدیث میں اس کی اجازت ہے، صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول الله باع حلسا وقدحا وقال من يشترى هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذ تهما بدرهم فقال النبى ﷺ من يزيد على درهم ؟من يزيد على درهم ؟ فاعطاه رجل درهمين فباعهما منه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی بیع من یزید، ص۳۱۲، نمبر ۱۲۱۸) اس حدیث میں آپؐ نے بیع من یزید کی اور کئی آدمیوں نے بھاؤ پر بھاؤ کئے لیکن چونکہ کوئی آدمی بالکل خریدلینے پر مائل نہیں تھا اس لئے دوسرے کے لئے بھاؤ کرنا جائز تھا۔

ترجمہ :۳؎ اور ہم نے جو ذکر کیا نکاح میں بھی منع کرنے کا محل یہی ہے۔

تشریح :نکاح میں بھی یہی ہے کہ عورت مرد نکاح کرنے میں ایک دوسرے پر مائل ہو چکے ہوں تو پیغام نکاح دینا مکروہ ہے، اور ابھی مائل نہ ہوئے ہوں تو پیغام دینا مکروہ نہیں ہے۔

ترجمہ :(۱۵۹)اور روکا آپؐ نے سوداگروں سے مل جانے سے۔

ترجمہ :۱؎ کراہیت جب ہے کہ شہر والوں کو اس سے نقصان ہوتا ہو، پس اگر نقصان نہ ہوتا ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

اصول: اہل شہر کو نقصان ہو تو یہ بیع مکروہ ہے۔

۲؎ إلا إذا لبس السعر على الواردين فحينئذ يكره لما فيه من الغرور والضرر. (۱۶۰)قال وعن بيع الحاضر للبادي ۱؎فقد قال عليه الصلاة والسلام لا يبيع الحاضر للبادي۲؎ وهذا إذا كان أهل

تشریح : تلقی کا ترجمہ ہے آگے بڑھ کر کسی سے ملنا۔اور جلب کا ترجمہ ہے کھینچنا یا منفعت کو کھینچنا۔ یہاں تلقی الجلب کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے سوداگر سامان بیچنے آئے تو شہر سے باہر جا کر ان سے ملاقات کرے اور کم داموں میں تمام سامان خرید لے۔تا کہ بعد میں وہ سامان شہر والوں کو مہنگی قیمت میں بیچے۔اس کو 'تلقی الجلب' کہتے ہیں۔اس کے مکروہ ہونے کی۔

وجہ:(۱) کبھی سوداگر کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ شہر کی صحیح قیمت سے آگاہ نہیں کیا جاتا اور سوداگر سے مال سستا خرید لیتا ہے۔اس میں سوداگروں کا نقصان ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے مکروہ ہے (۲) کبھی یہ ہوتا ہے کہ شہر والوں کو مثلا غلوں کی سخت ضرورت ہے ،باہر سے آیا ہوا غلہ کچھ مخصوص تاجروں نے خرید لیا اب شہر والوں کو غلہ نہیں ملے گا یا بہت مہنگا ملے گا۔اس صورت میں شہر والوں کا نقصان ہوگا۔اس لئے بھی تلقی الجلب مکروہ ہے (۳) حدیث میں تلقی الجلب سے منع فرمایا گیا ہے۔عن ابی هريرة قال نهى النبى ﷺ عن التلقى وان يبيع حاضر لباد. (بخاری شریف، باب النھی عن تلقی الرکبان،ص ۳۴۶،نمبر ۲۱۶۲/ مسلم شریف، باب تحریم تلقی الجلب ،ص ۶۶۰،نمبر ۳۸۲۲/۱۵۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے تلقی الجلب سے منع فرمایا ہے۔

نوٹ :اگر اہل شہر کو اس غلے کی ضرورت نہیں اور آنے والے قافلے کو بھی قیمت بتانے میں دھوکہ نہیں دیا تو تلقی الجلب مکروہ نہیں ہے

ترجمہ: ۲؎ مگر جبکہ آنے والوں پر بھاؤ کو پوشیدہ رکھتا ہو تو اس وقت مکروہ ہوگا اس لئے کہ اس میں دھوکہ اور ضرر ہے۔

تشریح : غلے کی کمی کی وجہ سے شہر والوں کو کوئی نقصان تو نہیں ہے،لیکن شہر میں اس غلے کی کیا قیمت ہے، باہر سے آنے والوں کو اس بارے میں دھوکہ دیتا ہے اور غلط قیمت بتا کر مال خرید تا ہے تو چونکہ سوداگر کو اس سے نقصان ہے اس لئے مکروہ ہوگا

لغت :لبس :تلبیس سے مشتق ہے، تلبیس کرنا دھوکہ دینا۔سعر : بھاؤ، قیمت ۔غرور: دھوکہ۔

ترجمہ :(۱۶۰) اور آپ نے منع فرمایا شہر والوں کی بیع دیہات والوں سے۔

ترجمہ :۱؎ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ نہ بیچے شہر والا دیہات والوں سے۔

تشریح: شہر والوں کو مثلا غلوں کی سخت ضرورت ہے اس کے باوجود تاجر دیہات سے آنے والے لوگوں سے زیادہ قیمت میں غلہ بیچ رہے ہیں تو یہ مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) کیونکہ اس سے شہر والوں کو نقصان ہوگا۔وہ محتاج ہیں اور ان کا زیادہ حق ہے (۲) حدیث میں منع فرمایا گیا ہے

البلد في قحط وعوز وهو يبيع من أهل البدو طمعا في الثمن الغالي لما فيه من الإضرار بهم أما إذا لم يكن كذلك فلا بأس به لانعدام الضرر. (١٦١) قال والبيع عند أذان الجمعة ١؎ قال الله تعالى وذروا البيع ٢؎ ثم فيه إخلال بواجب السعي على بعض الوجوه ٣؎ وقد ذكرنا الأذان المعتبر

جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن ابی هريرة قال نهى النبی ﷺ عن التلقی و ان یبیع حاضر لباد (بخاری شریف، باب النہی عن تلقی الرکبان، ص ۳۴۶، نمبر ۲۱۶۲؍ مسلم شریف، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، ص ۶۶۰، نمبر ۱۵۲۰؍۳۸۲۴) اس حدیث میں منع فرمایا گیا ہے کہ شہر والے دیہات والوں سے ضرورت کے وقت سامان فروخت کرے۔

لغت: حاضر: شہر والے جو حاضر رہتے ہیں۔ بادٍ : دیہات والے۔ عوز: محتاج ہونا۔

ترجمہ: ۲؎ یہ جب ہے کہ شہر والے قحط میں ہوں اور تنگی میں ہوں، اور وہ دیہات والوں سے گراں قیمت کے لالچ میں بیچتا ہو، اس لئے کہ اس میں شہر والوں کو نقصان ہے، بہر حال اگر یہ نہ ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس لئے کہ نقصان نہیں ہے۔

وجہ: اور شہر والوں کو ضرورت نہ ہو تو دیہات والوں سے بیچ سکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ اثر ہے سألت ابن عباس ما معنى قوله لا يبيعن حاضر لباد؟ قال لا يكون له سمسار۔ (بخاری شریف، باب النہی عن تلقی الرکبان، ص ۳۴۶، نمبر ۲۱۶۳؍ مسلم شریف، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، ص ۶۶۱، نمبر ۱۵۲۱؍۳۸۲۵) اس اثر میں عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ بیچنے والا تاجر دلال نہ بنے کہ زیادہ قیمت میں بیچے، پس اگر دلال نہیں بنتا ہے تو شہر والے دیہات والوں سے سامان بیچے تو جائز ہوگا مکروہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۶۱) اور منع کیا جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے۔

ترجمہ: ۱؎ اللہ تعالی کا قول وذروا البيع کی وجہ سے

تشریح: جمعہ کی اذان ہوگئی ہو اس وقت بیع کرنا مکروہ ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں کہا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت بیع چھوڑ دینا چاہئے اور جمعہ کی طرف دوڑ پڑنا چاہئے۔ يا ايها الذين آمنوا اذا نودی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع (الف) (آیت ۹ سورۃ الجمعۃ ۶۲) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت بیع چھوڑ دے۔ اس لئے اسوقت بیع مکروہ ہے۔

ترجمہ: ۲؎ پھر اس کی وجہ سے بعض مرتبہ واجب سعی میں خلل ہوتا ہے۔

تشریح: یہ دوسری دلیل ہے کہ بیع کرے گا تو نماز جمعہ کی طرف جانے کا جو حکم ہے اس میں بعض مرتبہ خلل واقع ہوگا اس لئے اس وقت بیع کرنا مکروہ ہے۔

فيـه في كتاب الصلاة. (۱۶۲)قال وكـل ذلک يـكره لما ذكرنا ولا يفسد به البيع ا لأن الفساد في معنـى خـارج زائد لا في صلب العقد ولا في شرائط الصحة. (۱۶۳) قال ولا بأس ببيع من يزيد ا وتفسيره ما ذكرنا. ۲ وقـد صـح أن النبي عليه الصلاة والسلام باع قدحا وحلسا ببيع من

ترجمه:۳ اورہم نے کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے کہ معتبر اس میں پہلی اذان ہے۔

تشریح:حضرت عثمانؓ نے ایک اذان پہلی کراوئی،اوردوسری اذان خطیب کے سامنے کروائی،تو یہاں آیت میں پہلی اذان کے وقت خرید وفروخت چھوڑ نامراد ہے۔

ترجمه:(۱۶۲) یہ سب مکروہ ہیں لیکن ان سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمه:ا اس لئے کہ فساد خارج اور زائد چیزوں میں ہے،صلب عقد میں نہیں ہے،اور نہ بیع صحیح ہونے کی شرطوں میں ہے

تشریح: اوپر پانچ صورتیں بیان کی گئی ہیں جن سے بیع مکروہ ہوگی لیکن بیع فاسد نہیں ہوگی۔

وجه:اوپر کی پانچوں صورتوں میں خامی صلب عقد اور اصل عقد میں نہیں ہے،اور جو بیع صحیح ہونے کی شرط ہے اس میں بھی نہیں ہے، بلکہ اس سے باہر کی چیزوں میں ہے اس لئے بیع فاسد نہیں ہوگی بلکہ صرف مکروہ ہوگی۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مشتری مبیع پر قبضہ کرلے تو مشتری مبیع کا مالک ہوجائے گا البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمه:(۱۶۳)اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے بیع من یزید کرنے میں۔

ترجمه:ا اور اس کی تفسیر وہ ہے جو میں نے پہلے ذکر کیا۔

ترجمه:۲ اور صحیح حدیث میں گزری ہے کہ حضورؐ نے ایک پیالہ اور ایک موٹی کملی بیع من یزید کے طور پر بیچا۔

تشریح:بولی کی بیع جسکو انگلش میں اوکشن auction کہتے ہیں جائز ہے کیونکہ حضورؐ نے پیالہ اور کملی اوکشن کے طور پر بیچا ہے

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن انس بن مالک ان رسول الله باع حلسا وقدحا وقال من يشترى هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذ تهما بدرهم فقال النبى ﷺ من يزيد على درهم ؟من يزيد على درهم ؟ فاعطاه رجل درهمين فباعهما منه۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی بیع من یزید،ص ۲۳۰،نمبر ۱۲۱۸) اس حدیث میں آپؐ نے بیع من یزید کی اور کئی آدمیوں نے بھاؤ پر بھاؤ کئے لیکن چونکہ کوئی آدمی بالکل خرید لینے پر مائل نہیں تھا اس لئے دوسرے کے لئے بھاؤ کرنا جائز تھا۔

لغت:بیع من یزید:مبیع سامنے رکھ کر مجمع کے سامنے یوں بولی لگائے کہ کون اس کی قیمت زیادہ دینا چاہتا ہے؟ جو سب سے

يزيد٣ ولأنه بيع الفقراء والحاجة ماسة إليه نوع منه (۱۶۴) قال ومن ملك مملوكين صغيرين أحدهما ذو رحم محرم من الآخر لم يفرق بينهما وكذلك إن كان أحدهما كبيرا ا والأصل فيه

زیادہ دے اسی کے ہاتھ میں بیچ دے، اس کو بیع من یزید، کہتے ہیں۔ قدحا: پیالہ۔ حلسا: موٹی کملی۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ فقیروں کی بیع ہے اور اس قسم کی بیع کی ضرورت پڑتی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ فقیر لوگ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کے ہاتھ میں جلدی بیچ دیتے ہیں جو زیادہ قیمت دے، اس لئے اس قسم کی بیع کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے جائز ہے۔

ترجمہ: (۱۶۴) کوئی دو چھوٹے مملوک کا مالک بنا، ان میں سے ایک دوسرے کا ذی رحم محرم ہے تو دونوں کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ ایسے ہی جبکہ ان میں سے ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو۔

ترجمہ: ا اصل اس میں وہ حدیث ہے، جس نے بچے اور اس کی والدہ کے درمیان تفریق کرائی تو اللہ تعالی اس کے درمیان اور اس کے محبوب کے درمیان قیامت میں تفریق کرائے گا۔ اور دوسری حدیث ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دو بچے غلام ہبہ کئے، جو دونوں بھائی تھے، پھر حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ دونوں غلام کیا ہوئے، حضرت علیؓ نے فرمایا دونوں میں سے ایک کو بیچ دیا حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو واپس لو، اس کو واپس لو۔

تشریح: دونوں مملوک چھوٹے ہوں، یا ایک چھوٹا ہو اور دوسرا بڑا ہو اور دونوں ذی رحم محرم ہوں تو ان کو بیچ کر یا ہبہ کر کے جدا کرنا مکروہ ہے۔

وجہ: (۱) چھوٹا دوسرے سے انسیت حاصل کرتا ہے مثلا ماں اور بیٹا ہے تو ماں کو بیٹے سے انسیت ہوتی ہے اور پرورش کرتی ہے، اب اگر جدا کر دیں تو دونوں پریشان ہوں گے اور پرورش میں بھی کمی آئے گی۔ اس لئے دونوں کو جدا کرنا مکروہ ہے (۲) اس میں مملوک کو ضرر ہے اس لئے مکروہ ہے (۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ایوب قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من فرق بین الوالدة وولدها فرق الله بینه وبین احبته یوم القیامة** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ الفرق بین الاخوین او بین الوالدۃ وولدھا فی البیع ،ص ۳۱۲، نمبر ۱۲۸۳) (۴) صاحب ہدایہ کی دوسری حدیث یہ ہے۔ **عن علی قال وهب لی رسول الله ﷺ غلامین اخوین فبعت احدهما فقال لی رسول الله ﷺ یا علی ما فعل غلامک فاخبرته فقال رده رده** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ الفرق بین الاخوین او بین الوالدۃ وولدھا فی البیع ،ص ۳۱۲، نمبر ۱۲۸۴) اس حدیث میں والدہ اور بھائی کو جدا کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے چھوٹے مملوک کے درمیان جدائیگی کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر دونوں غلام بڑے ہوں تو جدا کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

قوله صلى الله عليه وسلم من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة. ووهب النبي صلى الله عليه وسلم لعلي رضي الله تعالى عنه غلامين أخوين صغيرين ثم قال له ما فعل الغلامان ؟ فقال بعت أحدهما فقال أدرک أدرک ويروى اردد اردد ٢ ولأن الصغير يستأنس بالصغير وبالكبير والكبير يتعاهده فكان في بيع أحدهما قطع الاستئناس والمنع من التعاهد وفيه ترک المرحمة على الصغار وقد أوعد عليه ٣ ثم المنع معلول بالقرابة المحرمة للنكاح حتى لا يدخل فيه محرم غير قريب ولا قريب غير محرم ٤ ولا يدخل فيه الزوجان حتى

لغت :ادرک ادرک: پالو پالو، یعنی واپس لےلو، یہ ایک روایت میں ہے، اور دوسری روایت میں ہے اردد، اردد: یہ ردُّ سے مشتق ہے، واپس لےلو۔ اوپر ترمذی شریف کی حدیث میں ردہ، ردہ کا جملہ ہے۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ چھوٹا بچہ چھوٹے بچے سے مانوس ہوتے ہیں، اور بڑے سے مانوس ہوتے ہیں، اور بڑا اسکی نگرانی کرتا ہے، اس لئے دونوں میں سے ایک کو بیچنا انسیت کو ختم کرنا ہے اور نگہداشت کو روکنا ہے، اور اس میں چھوٹے پر رحم کرنے کو چھوڑنا ہے، حالانکہ اس پر وعید کی گئی ہے۔

تشریح: چھوٹے بچے کو الگ کئے جائیں تو انکو تکلیف ہوگی اور اس کی انسیت ختم ہوجائے گی اس لئے انکو الگ کرنا مکروہ ہے

لغت :یستانس: انسیت سے مشتق ہے، مانوس ہونا۔ التعاهد: عہد سے مشتق ہے، نگرانی کرنا، نگہداشت رکھنا۔ اوعد: وعید سے ہے، جس پر وعید کی گئی ہے۔

ترجمہ :٣ پھر الگ کرنے کو روکنے کا مدار وہ قرابت ہے جس سے نکاح حرام ہو یہاں تک کہ وہ محرم داخل نہیں ہیں جو رشتہ دار نہ ہو [جیسے رضاعی بھائی]، اور نہ وہ رشتہ دار داخل ہیں جو محرم نہ ہو [جیسے چچازاد بھائی]۔

تشریح :دو باتیں ہوں تو الگ کرنا مکروہ ہے، ورنہ نہیں [١] ایسا رشتہ دار ہو [٢] دوسرا اس سے نکاح کرنا حرام ہو، جیسے دو بھائی۔ لیکن اگر نکاح کرنا حرام ہے، لیکن رشتہ دار نہیں ہے تو الگ کرنا جائز ہے، جیسے رضائی بھائی ہے تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے، لیکن اپنے خاندان کا رشتہ دار نہیں ہے، اس لئے اس کو الگ کرنا جائز ہے۔ اور رشتہ دار ہے لیکن نکاح کرنا حرام نہیں ہے، جیسے چچازاد بھائی تو اس کو الگ کرنا جائز ہے۔

ترجمہ :٤ اور اس میں میاں بیوی داخل نہیں ہیں یہاں تک کہ دونوں کے درمیان تفریق کرنا جائز ہے، اس لئے کہ نص [حدیث] خلاف قیاس وارد ہوئی ہے، اس لئے اپنے مورد پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

جاز التفريق بينهما لأن النص ورد بخلاف القياس فيقتصر على مورده۵؎ ولا بد من اجتماعهما في ملكه لما ذكرنا حتى لو كان أحد الصغيرين له والآخر لغيره لا بأس ببيع واحد منهما ۶؎ ولو كان التفريق بحق مستحق لا بأس به كدفع أحدهما بالجناية ۷؎ وبيعه بالدين۸؎ ورده بالعيب لأن المنظور إليه دفع الضرر عن غيره لا الإضرار به.(۱۶۵) قال فإن فرق كره له ذلک وجاز العقد۱؎

تشریح :دوغلام میاں بیوی ہوں تو تفریق کی جاسکتی ہے،اس لئے کہ حدیث قیاس کے خلاف وارد ہوئی ہے کہ کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی ملکیت ہے اس لئے جدا کر سکتا ہے،لیکن بچے کو تکلیف کی وجہ سے حدیث میں منع فرمایا ہے،اور حدیث میں بچے اور اس کی والدہ کے درمیان تفریق نہ کرے ہے،اس لئے اس سے آگے میاں بیوی میں ممانعت نہیں ہوگی۔

لغت :یقتصر علی مورده: یہ محاورہ ہے، کہ حدیث میں جتنا ثابت ہے اتنے ہی پر اکتفاء کیا جائے گا۔

ترجمہ :۵؎ اور ضروری ہے کہ دونوں غلام ایک ہی ملکیت میں جمع ہوں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، یہاں تک دو بچوں میں سے ایک اس کا ہو اور دوسرا کسی اور کا ہو تو دونوں میں سے ایک کو بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح دونوں بچے ایک ہی مالک کی ملکیت ہو تو تفریق کرنا مکروہ ہے،لیکن دونوں دو آدمی کی ملکیت ہیں تو ایک کو بیچنا جائز ہے

ترجمہ:۶؎ اگر تفریق کسی استحقاق کی وجہ سے ہے تب بھی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے ایک بچے کو جنایت کی وجہ سے دیا

تشریح :دوغلام بھائی بھائی تھے ایک نے کسی کو ماردیا آقا نے اس کی جنایت میں اس کو دے دیا تو یہ تفریق جائز ہے، کیونکہ اس کو جدا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے اوپر سے ضرر کو دفع کرنا ہے،جسکی اس کو اجازت ہے۔

ترجمہ :۷؎ ایک کو قرض میں بیچ دیا۔

تشریح :دوغلام بھائی بھائی تھے،ایک کو تجارت کی اجازت دی تھی،جس میں وہ اتنا مقروض ہوگیا کہ اس کو بیچ کر قرض ادا کرنا پڑا جسکی وجہ سے تفریق ہوئی تو یہ جائز ہے۔

ترجمہ :۸؎ عیب کی وجہ سے واپس کرنا،اسلئے کہ مقصود دوسرے سے نقصان کو دور کرنا ہے خود غلام کو نقصان دینا نہیں ہے

تشریح :دوغلاموں کو خریدا اس میں سے ایک میں عیب تھا جسکی وجہ سے ایک کو واپس کیا جسکی وجہ سے دو بھائیوں میں تفریق ہوئی تو جائز ہے، کیونکہ یہاں اپنے سے نقصان دور کرنا مقصود ہے،خود غلام کو نقصان دینا مقصود نہیں ہے اس لئے یہ مکروہ نہیں ہے۔

لغت :الاضرار بہ:اس کو نقصان دینا،یعنی غلام کو نقصان دینا۔

ترجمہ :(۱۶۵) پس اگر دونوں کو علیحدہ کیا تو یہ مکروہ ہے۔اور بیع جائز ہوگی۔

وعـن أبـي يـوسف رحمه الله أنه لا يجوز في قرابة الولاد ويجوز في غيرها. وعنه أنه لا يجوز في جميع ذلک لما روينا فإن الأمر بالإدراک والرد لا يکون إلا في البيع الفاسد. ۲؎ ولهما أن رکن البيع صدر من أهله في محله وإنما الکراهة لمعنى مجاور فشابه کراهة الاستيام(۱۶۶) وإن کانا کبيـرين فلا بأس بالتفريق بينهما ۱؎ لأنـه ليـس في معنى ما ورد به النص وقد صح أنه عليه الصلاة والسلام فرق بين مارية وسيرين وکانتا أمتين أختين.

تشریح : پھر بھی دونوں علیحدہ کر کے بیچ دیا تو بیع جائز ہوگی، البتہ مکروہ ہوگی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ صلب عقد میں کوئی خامی نہیں ہے، یہ تو خارجی صفت میں خامی ہے کہ اس سے بچے غلام کو تکلیف ہوگی اس لئے بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ ولادت کی قرابت ہو تو بیع جائز نہیں ہے، اور اس کے علاوہ کی قرابت ہو تو جائز ہے۔ اور انہیں سے دوسری رائے یہ ہے کہ کسی قرابت میں جائز نہیں ہے، اس حدیث کی بنا پر جو روایت کی گئی، اس لئے کہ واپس لینے اور رد کرنے کا حکم بیع فاسد میں ہوتا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی دو رائیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ اگر ماں بیٹے کا یا باپ بیٹے کی رشتہ داری ہو تو بیچنا ہی جائز نہیں ہوگی، بلکہ بیع فاسد ہوگی۔ [۲] اور دوسری رائے یہ ہے کہ کوئی بھی قرابت ہو تو بیچنا جائز نہیں ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ رد ہ اس کو واپس لے لو، پس واپس لینے کا حکم اسی وقت ہوتا جبکہ بیع فاسد ہو اس لئے ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

ترجمہ :(۱۶۶) اگر دونوں بڑے ہوں تو دونوں کو جدا کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ترجمہ:۱؎ اس لئے کہ حدیث میں جس وجہ سے منع کیا ہے بڑوں کو جدا کرنے میں وہ وجہ نہیں ہے۔، اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ماریہؓ اور سیرین کے درمیان تفریق کی تھی، اور وہ دونوں باندی تھیں اور بہنیں تھیں۔

تشریح :اگر دونوں غلام بڑے ہوں تو انکو جدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں تو چھوٹوں کو جدا کرنے سے منع کیا ہے، بڑوں کو نہیں، کیونکہ انکو انسیت کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ :(۱) کیونکہ چھوٹے بچوں کو انسیت کی ضرورت ہے بڑے کو نہیں اس لئے اس کو جدا کر سکتے ہیں۔ (۲) لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ اخبـرنـا ابو عبد الله الحافظ.....فقال هی لک يا رسول الله ﷺ

﴿ باب الإقالة﴾

(۱٦۷)الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول لقوله عليه الصلاة والسلام من أقال نادما فاعطاه رسول الله ﷺ سيرين القبطية ، فولدت له عبد الرحمن بن حسان ۔(دلائل النبوة للبیہقی ،باب حدیث الافک، ج رابع ،ص ۵۷)اس حدیث میں ہے کہ سیرین قبطیہ کو حضرت حسانؓ کو ہدیہ دیا،اور ماریہ قبطیہ جوانکی بہن تھیں وہ حضور کے پاس تھیں ،جس سے معلوم ہوا کہ بڑوں میں تفریق کی ۔

﴿باب الاقالۃ ﴾

ضروری نوٹ:اقالہ کا مطلب یہ ہے کہ بائع مبیع بیچنے کے بعد نادم ہو جائے کہ میں نے غلط بیچ دیا، پھر مشتری سے کہے کہ مجھے مبیع واپس کر دیں اور ثمن واپس لے لیں اور مشتری ایسا کر دے تو اس کو اقالہ کہتے ہیں ۔ یا مشتری خریدنے پر نادم ہو جائے اور بائع سے کہے کہ مبیع واپس لے لیں اور ثمن دے دیں اور بائع ایسا کرے تو اس کو اقالہ کہتے ہیں ۔ایسا کرنا جائز ہے بلکہ افضل ہے ۔حدیث میں اس کا ثبوت ہے ۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله من اقال مسلما اقاله الله عثرته . (ابو داؤد شریف، باب فی فضل الاقالۃ ،ص ۵۰۰،نمبر ۳۴۶۰ رابن ماجہ شریف، باب الاقالۃ ،ص ۳۱۵،نمبر ۲۱۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقالہ کرنا جائز ہے بلکہ سامنے والے کی مجبوری ہو تو اقالہ یعنی مبیع واپس کرنے میں ثواب ملے گا۔

ترجمہ :(۱٦۷) اقالہ جائز ہے بیع میں بائع کے لئے اور مشتری کے لئے ثمن اول کے مثل سے ۔

ترجمہ :ل حضورؐ کے قول جس نے ندامت کرنے والے کی بیع کا اقالہ کیا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف کر دے گا۔

تشریح : بائع اور مشتری دونوں کے لئے اقالہ جائز ہے ۔لیکن جس قیمت میں بیع ہوئی تھی بائع اتنی ہی قیمت واپس کریگا،کم بھی نہیں اور زیادہ بھی نہیں ۔ بائع نے جتنی قیمت پہلے لی ہے وہی قیمت واپس کرے،اسی کو بمثل الثمن الاول کہا ہے ۔حدیث میں اس کی ترغیب ہے

وجه:(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے ۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله من اقال مسلما اقاله الله عثرته . (ابو داؤد شریف، باب فی فضل الاقالۃ ،ص ۵۰۰،نمبر ۳۴۶۰ رابن ماجہ شریف، باب الاقالۃ ،ص ۳۱۵،نمبر ۲۱۹۹)اس حدیث میں اقالہ کی فضیلت ہے ۔(۲) بائع اور مشتری کے درمیان کوئی نئی بیع نہیں ہے کہ قیمت زیادہ لے یا کم لے بلکہ اقالہ کا مطلب

بیعته أقال الله عثرته یوم القیامة ۲؎ ولأن العقد حقهما فیملکان رفعه دفعا لحاجتهما (۱۶۸) فإن شرطا أکثر منه أو أقل فالشرط باطل ویرد مثل الثمن الأول.

ہے۔پہلی بیع کو توڑنا اس لئے پہلی ہی قیمت واپس کرے گا۔(۳) عن ابن عباس انہ کرہ ان یبتاع البیع ثم یردہ ویرد معہ دراھم وفی ھذا دلالۃ علی ان الاقالۃ فسخ فلا تجوز الابرأس المال. (سنن للبیھقی، باب من اقال المسلم الیہ بعض المسلم وقبض بعضا، ج سادس، ص۴۵، نمبر۱۱۱۳۳)(۴)عن الاسود انہ کرہ ان یردھا و یرد معھا شیئا(مصنف عبد الرزاق، ج ثامن، ص۱۹، نمبر۱۴۱۳۱)اس اثر میں حضرت عبد اللہ بن عباس نے ثمن کے ساتھ مزید کچھ دینے سے کراہیت کا اظہار کیا ہے۔

اصول:اقالہ بیع اول کا فسخ ہے۔

ترجمہ۲؎ اور اس لئے کہ عقد دونوں کا حق ہے اسلئے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے بیع کو اٹھا دینے دونوں مالک ہیں

تشریح :اقالہ جائز ہونے کے لئے یہ دلیل عقلی ہے کہ، عقد بیع بائع اور مشتری دونوں کا حق ہے اس لئے اگر ضرورت ہو تو دونوں اس کے ختم کرنے کا بھی مالک ہیں۔

ترجمہ:(۱۶۸)اگر قیمت سے زیادہ یا کم کی شرط لگائی تو شرط باطل ہے اور ثمن اول کے مثل سے واپس ہوگی۔

تشریح : مثلا دس پونڈ قیمت طے ہوئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ نو پونڈ دے کر مبیع واپس دونگا، مشتری کہتا ہے کہ بارہ پونڈ لے کر مبیع واپس کروں گا تو یہ دونوں شرطیں باطل ہیں، پہلے جو دس پونڈ قیمت طے ہوئی تھی اسی میں مبیع واپس کرے گا اور اسی میں اقالہ صحیح ہوگا۔

نوٹ : :ہدایہ آخرین میں یہ وہ مقامات ہیں جہاں صاحب ہدایہ نے لفظی بحث بہت لمبی کی ہے۔اور جا بجا منطقی جملے استعمال کئے ہیں۔حدیث کی رو سے میں نے جو سمجھا کوشش کر رہا ہوں کہ اس کو سمجھا دوں۔واللہ اعلم ثمیر غفرلہ

امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ:(۱)اقالہ نہ کمی کے ساتھ جائز ہے اور نہ زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔اسی طرح خلاف جنس کے ساتھ مثلا ہزار درہم میں باندی خریدی گیہوں سے اقالہ کرے یہ بھی جائز نہیں، اسی کو کہتے ہیں کہ ثمن اول پر فسخ ہوگا۔

ہاں شفیع کے حق میں پہلے بیع کا ختم کرنا نہیں ہوگا، ورنہ تو اس کو کوئی حق شفعہ ہی نہیں ملے گا، بلکہ اس کے حق میں بیع جدید ہوگی، اور مشتری جس وقت یہ زمین بائع کو دے گا، تو شفیع حق شفعہ کے ماتحت اس زمین کو لے سکتا ہے۔

اصول :(۲)مبیع میں اضافہ ہوگیا، مثلا باندی مشتری کے یہاں بچہ دیا تو اب مبیع اول کے ساتھ فسخ نہیں ہوسکتا ہے اس لئے

اقالہ جائز نہیں ہے

وجه : (۱) کمی اور زیادتی کے ساتھ اس لئے جائز نہیں ہے کہ یہ سود ہو جائے گا۔ اور دوسری جنس مثلا گیہوں کے ساتھ بیع اس لئے جائز نہیں ہے کہ یہ پہلا والا ثمن نہیں ہے اس لئے سود کا شبہ ہے۔ اسی طرح مبیع میں اضافہ ہو جائے تو سود کا شبہ ہے اس لئے بھی اقالہ جائز نہیں ہے۔

(۲) صاحب ہدایہ نے جو دلیل دی ہے وہ یہ ہے کہ اقالہ کا معنی ہے ,بیع کو توڑ نا، اس لئے بیع ہونے کے معنی میں استعمال نہیں ہوگا، اس لئے بیع جدید نہیں ہوگی۔

شفیع کے حق میں اس لئے بیع جدید ہوگی، کہ اس میں سود کا شائبہ نہیں ہے، اور یہ زمین دوبارہ بائع کے پاس جانے سے ہوسکتا ہے کہ اس کو نقصان ہو اس لئے اس کو حق شفعہ دیا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ: کمی کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ اقالہ جائز ہے، اور خلاف جنس، مثلا گیہوں سے اقالہ کرے یہ بھی جائز ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ ہر حال میں بیع جدید ہے۔

وجه :مشتری کا مبیع پر اور بائع کا ثمن قبضہ ہو چکا ہے، اس لئے پہلی بیع مکمل ہو چکی ہے، اس لئے اب جو اقالہ کر رہا ہے تو گویا کہ یہ نئی بیع ہے، اس لئے کمی، زیادتی کے ساتھ بھی جائز ہے، اور خلاف جنس مثلا گیہوں سے بھی جائز ہے۔

امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ بائع ثمن زیادہ لیکر اقالہ کرے تو جائز ہے، لیکن کم لیکر اقالہ کرے تو جائز نہیں۔

وجه :(۱) کیونکہ زیادہ لینے میں بائع کی مجبوری نہیں ہے، لیکن کم لیکر اقالہ کرنے میں بائع کی مجبوری سے مشتری فائدہ اٹھا رہا ہے جو ایک قسم کا سود ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

اقالہ کی 9 صورتیں ایک نظر میں

(۱) ثمن اول میں اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ ہے	جائز ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	فسخ ہے	جائز ہے

(۲) کم کر کے اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ نہیں ہے	جائز نہیں ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	کم ساقط ہو جائے گا	ثمن اول پر فسخ ہوگا

(۳) مشتری کے یہاں مبیع میں عیب پیدا ہو گیا ہو اس لئے کم کر کے اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	عیب کے مقابلے پر کمی ہے	فسخ ہے جائز ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	عیب کے مقابلے پر کمی ہے	فسخ ہے، جائز ہے

(۴) زیادہ کر کے اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ نہیں	جائز نہیں ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے

(۵) درہم کے بجائے گیہوں کے بدلے میں اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ نہیں ہے	جائز نہیں ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے

ل والأصل أن الإقالة فسخ في حق المتعاقدين بيع جديد في حق غيرهما إلا أن لا يمكن جعله

(٦) مبیع پر قبضہ نہیں کیا اور درہم کے بجائے گیہوں کے بدلے میں اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ نہیں ہے	اقالہ باطل ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید نہیں ہے	فسخ بھی نہیں اقالہ باطل
امام محمدؒ	بیع جدید نہیں	فسخ بھی نہیں اقالہ باطل ہے

(٧) منقولی شئی، مثلا باندی پر قبضہ کرنے سے پہلے اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ ہے	جائز ہے
امام ابو یوسفؒ	فسخ ہے، بیع جدید نہیں ہو سکتی	جائز ہے
امام محمدؒ	فسخ ہے	جائز ہے

(٨) غیر منقولی، مثلا زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	فسخ ہے	جائز ہے
امام ابو یوسفؒ	قبضہ سے پہلے زمین کا بیچنا جائز ہے	بیع جدید ہے، جائز ہے
امام محمدؒ	فسخ ہے	جائز ہے

(٩) باندی نے بچہ زن دیا اس کے بعد اقالہ کرے

امام ابوحنیفہؒ	مبیع میں اضافہ ہوا	فسخ نہیں ہے، جائز نہیں ہے
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے
امام محمدؒ	بیع جدید ہے	جائز ہے

ترجمہ :ل قاعدہ یہ ہے کہ اقالہ بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور ان دونوں کے علاوہ کے حق میں بیع جدید ہے، مگر یہ کہ فسخ بنانا ممکن نہ ہو تو باطل ہوگا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اقالہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے حق میں پہلی بیع کو فسخ کرنا ہے، اور فسخ بنانا ممکن نہ ہو تو اقالہ ہی باطل ہو جائے گا

نوٹ :یہاں تو فرماتے ہیں کہ اقالہ باطل ہوگا۔لیکن آگے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ کمی اور زیادتی کی شرط بیکار جائے گی

فسخا فتبطل وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله ٢ وعند أبي يوسف رحمه الله هو بيع إلا أن لا

اور ثمن اول پر فسخ ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿اقالہ باطل ہونے کی 4 صورتیں ہیں﴾

[۱]......مثلا ایک ہزار درہم میں باندی خریدی، اب ایک ہزار سے کم میں، اقالہ کرے۔

[۲]......یا زیادہ میں اقالہ کرے۔

[۳]......یا مبیع میں زیادتی ہوگئی، مثلا باندی نے بچہ دیا اس کے بعد اقالہ کرے۔

[۴]......یا غیر ثمن کے ساتھ اقالہ کرے، مثلا درہم کے بجائے گیہوں کے بدلے میں اقالہ کرے، تو ان چاروں صورتوں میں ثمن اول اور مبیع اول پر فسخ نہیں ہوا اس لئے اقالہ ہی باطل ہو جائے گا۔

لیکن پہلی بیع فسخ ہو جائے اور ختم ہو جائے تو شفیع کو حق شفعہ نہیں ملنا چاہئے، لیکن یہاں حق شفعہ ملے گا کیوں کہ شفیع کے حق میں گویا کہ مشتری بائع سے دوسری بیع کر رہا ہے اس لئے اگر بائع کے بیچتے وقت حق شفعہ نہیں لیا تب بھی جب مشتری بائع کی طرف زمین دے رہا ہو تو شفیع کو دوبارہ حق شفعہ ملے گا۔

وجہ :(۱) ایک وجہ تو پہلی گزری کہ ثمن میں، یا مبیع میں کمی بیشی کرنے سے سود لازم آئے گا اس لئے ثمن اول پر ہی فسخ ہوگا۔

(۲) دوسری وجہ آگے صاحب ہدایہ بیان کر رہے ہیں کہ اقالہ کا ترجمہ ہے بیع کا فسخ کرنا اور اٹھانا اس لئے اس لفظ سے بیع نہیں بنے گی، اور فسخ نہ بن سکے گا تو اقالہ باطل ہو جائے گا

ترجمہ : ٢ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع جدید ہے، اور اگر بیع بنانا ممکن نہ ہو تو فسخ بنایا جائے گا، اور فسخ بنانا بھی ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ کرنا گویا کہ مشتری بائع سے دوسری بیع کر رہا ہے، اس لئے یہ بیع جدید ہے۔

ان 6 صورتوں میں بیع جدید بنے گی۔

[۱]......ثمن اول میں اقالہ کرے

[۲]......ثمن اول سے کم کر کے اقالہ کرے

[۳]......ثمن اول سے زیادہ کر کے اقالہ کرے

[۴]......مبیع میں زیادتی ہوگئی ہو اور اقالہ کرے

[۵]......غیر ثمن کے ساتھ اقالہ کرے۔

يمكن جعله بيعا فيجعل فسخا إلا أن لا يمكن فتبطل. ۳؎ وعند محمد رحمه الله هو فسخ إلا إذا تعذر جعله فسخا فيجعل بيعا إلا أن لا يمكن فتبطل.

---

[۶]......غیر منقولی چیز ،مثلا زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع کرے تو ان چھ صورتوں میں اقالہ بیع جدید ہے

[۷]......لیکن بیع جدید کرنا ممکن نہ ہو مثلا منقولی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے باندی پر قبضہ کئے بغیر اس کو بائع کی طرف واپس کرے تو یہ بیع جدید نہیں ہو سکے گی، اس لئے یہ صورت فسخ کی ہوگی۔

[۸......]اور فسخ بھی نہیں ہو سکتا ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا، مثلا ایک ہزار میں باندی خریدی، اور اس پر قبضہ نہیں کیا، اور دس من گیہوں کے بدلے میں اقالہ کرے تو بیع نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے بیع نہیں ہوگی، اور فسخ بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ثمن اول میں فسخ ہوتا ہے اور یہاں درہم کے بدلے میں دس من گیہوں دے رہا ہے اس لئے یہ اقالہ باطل ہو جائے گا۔

اصــول :امام ابو یوسف ؒ کا اصول یہ ہے کہ: کمی کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ اقالہ جائز ہے، اور خلاف جنس، مثلا گیہوں سے اقالہ کرے یہ بھی جائز ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ ہر حال میں بیع جدید ہے۔

وجــه :مشتری کا مبیع پر اور بائع کا ثمن قبضہ ہو چکا ہے، اس لئے پہلی بیع مکمل ہو چکی ہے، اس لئے اب جو اقالہ کر رہا ہے تو گویا کہ یہ نئی بیع ہے، اس لئے کمی، زیادتی کے ساتھ بھی جائز ہے، اور خلاف جنس مثلا گیہوں سے بھی جائز ہے۔

تــرجــمــه : ۳؎ امام محمدؒ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے، پس اگر فسخ بنانا ممکن نہ ہو تو بیع قرار دیا جائے گا، اور بیع بھی ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔

تشــريح :امام محمد کے نزدیک اقالہ کرنا پہلے فسخ ہے، وہ نہ ہو سکے تو بیع جدید ہوگی اور بیع جدید بھی نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہو جائے گا

[۱] اقالہ ثمن اول میں کرے تو فسخ ہے۔

ان 5 صورتوں میں بیع جدید بنے گی

[۱]......ثمن اول سے کم کر کے اقالہ کرے

[۲]......ثمن اول سے زیادہ کر کے اقالہ کرے

[۳]......مبیع میں زیادتی ہوگئی ہو اور اقالہ کرے

[۴]......ثمن کے علاوہ کے ساتھ اقالہ کرے۔

[۵]......غیر منقولی چیز ،مثلا زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع کرے تو ان پانچ صورتوں میں اقالہ بیع جدید ہے

۴ لمحمد رحمه الله أن اللفظ للفسخ والرفع. ومنه يقال أقلني عثراتي فتوفر عليه قضيته. وإذا تعذر يحمل على محتمله وهو البيع ألا ترى أنه بيع في حق الثالث ۵ ولأبي يوسف رحمه الله أنه

[۶]......لیکن بیع جدید کرنا ممکن نہ ہو مثلا منقولی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے باندی پر قبضہ کئے بغیر اس کو بائع کی طرف واپس کرے تو یہ بیع جدید نہیں ہو سکے گی، اس لئے یہ صورت فسخ کی ہوگی۔

[۷]......اور فسخ بھی نہیں ہوسکتا ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا، مثلا ایک ہزار میں باندی خریدی، اور اس پر قبضہ نہیں کیا، اور دس من گیہوں کے بدلے میں اقالہ کرے تو بیع نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے بیع نہیں ہوگی، اور فسخ بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ ثمن اول میں فسخ ہوتا ہے اور یہاں درہم کے بدلے میں دس من گیہوں دے رہا ہے اس لئے یہ اقالہ باطل ہو جائے گا۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ بائع ثمن زیادہ لیکر اقالہ کرے تو جائز ہے، لیکن کم لیکر اقالہ کرے تو جائز نہیں۔

وجہ: (۱) کیونکہ زیادہ لینے میں بائع کی مجبوری نہیں ہے، لیکن کم لیکر اقالہ کرنے میں بائع کی مجبوری سے مشتری فائدہ اٹھا رہا ہے جو ایک قسم کا سود ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔ (۲) دوسری وجہ جو صاحب ہدایہ بیان کر رہے ہیں یہ ہے کہ، اقالہ کا ترجمہ ہے فسخ کرنا اور اٹھانا اس لئے جہاں تک ہو سکے گا اقالہ فسخ ہوگا، لیکن اگر فسخ بنانا ممکن نہیں تو بیع جدید ہو جائے گی، جیسے کہ شفیع کے حق میں بیع جدید ہے۔

تینوں اماموں کے نزدیک اقالہ کے درجات یہ ہیں

	1	2	3
امام ابوحنیفہؒ	فسخ ہے	فسخ نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا	
امام ابو یوسفؒ	بیع جدید ہے	بیع نہ ہو تو فسخ ہے	فسخ نہ ہو تو باطل ہوگا
امام محمدؒ	فسخ ہے	فسخ نہ ہو تو بیع جدید ہے	بیع نہ ہو تو باطل ہوگا

ترجمہ: ۴ حضرت امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ کا ترجمہ فسخ اور اٹھانا ہے اسی سے دعا میں ہے اقلنی عثراتی [میرے گناہ ختم کر دیجئے] اس لئے لفظ اقالہ کو اس کا معنی بھر پور دئے جائیں گے جو اس کے لغت کا تقاضہ ہے۔ اور جب یہ متعذر ہو تو اس کے محتمل پر حمل کیا جائے گا اور وہ بیع ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ تیسرے [شفیع] کے حق میں بیع ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ کا ترجمہ فسخ کرنا اور اٹھانا، ہے چنانچہ دعا میں اقلنی عثراتی، کہ میری لغزشوں کو دور کر دے، اس لئے جب تک ہو سکے گا اقالہ کو فسخ کے معنی پر محمول کیا جائے گا، اور وہ نہیں ہو سکے گا تو پھر اس کا جو دوسرا احتمال ہے اس پر حمل کیا جائے گا۔ اور دوسرا احتمال بیع کا ہے اس لئے بیع پر حمل کیا جائے گا، چنانچہ شفیع کے حق میں یہی اقالہ بیع جدید ہے۔

مبادلة المال بالمال بالتراضي . وهذا هو حد البيع ولهذا يبطل بهلاک السلعة ويرد بالعيب وتثبت به الشفعة وهذه أحكام البيع. ٦ ولأبي حنيفة رحمه الله أن اللفظ ينبئ عن الرفع والفسخ كما قلنا والأصل إعمال الألفاظ في مقتضياتها الحقيقية ولا يحتمل ابتداء العقد ليحمل عليه

لغت:عثرتی: عثر: گرنا،مراد ہےلغزش،اور گناہ۔فیوفر علیہ قضیتہ :اس کےقضیئے کواس پرخوب ڈالا جائے گا،مطلب یہ ہے کہ لفظ کا جواصلی معنی ہے پہلےاسی پرمحمول کیا جائے گا۔یعنی اقالہ کوفسخ پرمحمول کیا جائے گا۔محتملہ :لفظ کےاور جواحتمال ہےاس پرحمل کیا جائے گا،یعنی بیع پرحمل کیا جائے گا۔

ترجمہ :٥ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقالہ میں رضا مندی کے ساتھ مال کو مال سے بدلنا ہے،اور یہی تعریف بیع کی ہے [اس لئے وہ بیع جدید ہوگی] یہی وجہ ہے کہ مبیع ہلاک ہونے پر اقالہ ختم ہوجاتا ہے،مبیع میں عیب ہوتو مشتری پر واپس لوٹتی ہے،اس میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے،اور یہ تینوں احکام بیع کے ہیں۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقالہ میں مشتری کا قبضہ ہو چکا ہےاور بائع اور مشتری کی رضا مندی سے مبیع دیکر ثمن لیا جارہا ہے،اوراسی کا نام بیع ہے،اس لئے یہ بیع جدید ہوگی۔یعنی کہ اقالہ پر بیع کی تعریف صادق آتی ہے۔

وجہ :اس کی تین علامتیں بیان کررہے ہیں(۱) اگرمشتری سے مبیع ہلاک ہوجائے تو اقالہ نہیں ہوگا،جیسے بائع سے مبیع ہلاک ہوجائے تو بیع نہیں ہوگی،اس لئے اقالہ بیع کی طرح ہے(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ اقالہ کی مبیع میں عیب نکل آئے تو یہاں مشتری پر واپس لوٹ جائے گی،جیسے بیع کے مبیع میں عیب ہونکل آئے تو بائع پر واپس لوٹا دی جاتی ہے۔(۳) اقالہ میں بھی شفیع کوحق شفعہ ملتا ہے جیسے بیع میں شفیع کوحق شفعہ ملتا ہے، ان تینوں علامتوں سے ثابت ہوا کہ اقالہ بیع ہے۔

لغت :حد:تعریف،منطق میں کسی چیز کی حد بیان کرنا۔سلعۃ:مبیع کا سامان۔

ترجمہ :٦ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ کا ترجمہ فسخ کرنااوراٹھانا ہے،جیسے کہ پہلے بیان کیا،اوراصل یہ ہے کہ لفظ کواس کے حقیقی مقتضی کا عمل دیا جائے۔اورلفظ اقالہ ابتداءعقد کا احتمال نہیں رکھتا کہ فسخ کے متعذر رہوتے وقت اس پرحمل کیا جائے،اس لئے کہ وہ اس کی ضد ہے،اورلفظ ضد کا احتمال نہیں رکھتا،اس لئے اقالہ باطل ہونا متعین ہوگیا۔

تشریح :یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ لفظ اقالہ کا ترجمہ فسخ اوراٹھانا ہے،اورقاعدہ یہ ہے کہ لفظ کا جوترجمہ ہےاس کے اصلی مقتضی پرمحمول کیا جائے گا اس لئے اقالہ کا مطلب فسخ ہی ہوگا۔اورابتداءعقد [یعنی بیع جدید] پراس لئے حمل نہیں کیا جائے گا کہ یہ تواس کی ضد ہے،اس لئے جہاں فسخ نہیں بن سکتا ہو وہاں اقال باطل ہوجائے گا۔

ترجمہ :ے اورتیسرے کے حق میں بیع ہونا مجبوری کی وجہ سے ہے،اس لئے کہ اقالہ سے بیع کے حکم کے مثل ثابت ہوتا،

عند تعذره لأنه ضده واللفظ لا يحتمل ضده فتعين البطلان ے وكونه بيعا في حق الثالث أمر ضروري لأنه يثبت به مثل حكم البيع وهو الملك لا مقتضى الصيغة إذ لا ولاية لهما على غيرهما ۸ إذا ثبت هذا نقول إذا شرط الأكثر فالإقالة على الثمن الأول لتعذر الفسخ على الزيادة إذ رفع ما لم يكن ثابتا محال فيبطل الشرط لأن الإقالة لا تبطل بالشروط الفاسدة ۹

جسکو ملک کہتے ہیں، یہ اقالہ کے لفظ کا تقاضہ نہیں ہے اس لئے کہ بائع اور مشتری کو دوسرے پر ولایت نہیں ہے۔

تشریح :عبارت پیچیدہ ہے۔ اقالہ شفیع کے حق میں بیع کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ بتا رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اقالہ کا ترجمہ تو بیع کو اٹھانا، اور زائل کرنا ہے، لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مبیع سے مشتری کی ملک زائل ہو کر بائع کی ملکیت میں آتی ہے، اور جوں ہی زمین مشتری کی ملکیت سے زائل ہو کر بائع کی ملکیت میں آئے گی تو شفیع کو حق شفعہ مل جائے گا، کیونکہ شفیع پر بائع اور مشتری کی کوئی ولایت نہیں ہے کہ رفع اور اٹھانے کا حکم اس پر لاگو کر سکے، اس لئے مجبوری کے درجے میں شفیع کو حق شفعہ مل جاتا ہے۔ یہ اقالہ کا مقتضی نہیں ہے۔

لغت :مقتضی: یہ منطقی لفظ ہے، لفظ کا اصلی معنی کچھ اور ہو، لیکن اس کا تقاضہ کچھ اور ہو اس کو مقتضی، کہتے ہیں، جیسے اقالہ کا ترجمہ ہے اٹھانا، لیکن اس کا مقتضی ہے بائع کی ملک ثابت ہونا۔

ترجمہ : ۸ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اقالہ کا ترجمہ ثابت شدہ چیز کو اٹھانا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ اگر زیادتی کی شرط لگائی تب بھی اقالہ ثمن اول پر ہی ہوگا، اس لئے کہ زیادتی پر فسخ کرنا متعذر رہے، اس لئے کہ جو چیز ثابت ہی نہیں ہے اس کو اٹھانا محال ہے، اس لئے زیادتی کی شرط ختم ہو جائے گی [اور اقالہ باقی رہے گا] اس لئے کہ اقالہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا۔

تشریح :یہاں سے متفرعات ہیں۔ اقالہ کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اقالہ کا ترجمہ ثمن اول پر فسخ کرنا ہے اس لئے زیادتی کی شرط لگائی، مثلا ایک ہزار میں باندی خریدی تھی، اب مشتری کہہ رہا ہے کہ پندرہ سو درہم میں اقالہ کروں گا تو یہ شرط بیکار جائے گی اور ایک ہزار پر ہی اقالہ ہوگا۔

وجہ :اس کی دلیل عقلی یہ فرماتے ہیں کہ فسخ کا ترجمہ ہے، جو ثابت ہے اس کو اٹھانا، اور پندرہ سو ثابت نہیں ہے، صرف ایک ہزار ثابت ہے، اس لئے ایک ہزار کو اٹھائے گا، اور پانچ سو کی شرط بیکار جائے گی۔ اور اقالہ بحال اس لئے رہے گا کہ اقالہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔

ترجمہ :۹ بخلاف بیع کے اس لئے کہ عقد بیع میں زیادتی کو ثابت کرنا ممکن ہے، اس لئے سود متحقق ہو جائے گا۔ بہر حال اقالہ میں اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں۔

بخلاف البيع لأن الزيادة يمكن إثباتها في العقد فيتحقق الربا أما لا يمكن إثباتها في الرفع ١٠ وكذا إذا شرط الأقل لما بيناه ١١ إلا أن يحدث في المبيع عيب فحينئذ جازت الإقالة بالأقل لأن الحط يجعل بإزاء ما فات بالعيب ١٢ وعندهما في شرط الزيادة يكون بيعا لأن الأصل هو البيع

تشریح : اس عبارت میں فرق بتا رہے ہیں کہ بیع میں زیادتی کی شرط ہو تو وہ بیع ہی فاسد ہو جاتی ہے، اور اقالہ میں زیادتی کی شرط لگائی جائے تو اقالہ بحال رہتا ہے، اور شرط ہی ختم ہو جاتی ہے، ایسا کیوں؟ فرماتے ہیں کہ بیع میں زیادتی کا ثابت کرنا ممکن ہے، مثلا ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں بیچ سکتا ہے، لیکن یہ سود ہو جائے گا اس لئے خود بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور اقالہ کا ترجمہ ہے کہ جو چیز پہلے سے ثابت ہو اس کو اٹھانا ہے، اور ایک ہزار سے زیادہ ثمن پہلے سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس کے اضافے کا امکان نہیں ہے اس لئے اس کی شرط لگانے سے خود شرط بیکار ہو جائے گی، اور اقالہ بحال رہے گا۔

لغت : فی العقد : اس عقد سے مراد، عقد بیع ہے۔ فی الرفع : سے مراد اقالہ کا عقد ہے۔

ترجمہ : ١٠ ایسے ہی اگر کم کی شرط لگائی، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

تشریح : مثلا ایک ہزار میں باندی بیچی تھی اور بائع کہتا ہے کہ نو سو میں واپس لوں گا، تو یہ شرط باطل جائے گی اور اقالہ ایک ہزار میں ہی ہوگا، کیونکہ اقالہ کا ترجمہ ہے جو پہلے سے ثابت ہے اس کو اٹھانا، اور نو سو پہلے سے ثابت نہیں ہے اس لئے نو سو نہیں اٹھے گا، ایک ہزار ہی اٹھے گا۔

ترجمہ : ١١ مگر یہ کہ مبیع میں عیب پیدا ہو جائے تو اس وقت کم سے اقالہ جائز ہے، اس لئے کہ کم کرنا عیب سے جو فوت ہوئی ہے اس کے بدلے میں ہے۔

تشریح : مشتری کے یہاں باندی میں عیب پیدا ہو گیا، اور مثلا ایک سو کا عیب ہو گیا، اب ایک سو کم کے بدلے میں اقالہ کرے تو جائز ہے، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اقالہ تو ایک ہزار کے بدلے ہی میں ہوا، اور ایک سو درہم عیب کے بدلے میں کم ہو گیا۔

ترجمہ : ١٢ اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی کی صورت میں بیع ہوگی، اس لئے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اصل میں بیع ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو بیع بنانا ممکن ہے، پس جب زیادہ کی شرط لگائی تو اس سے بیع کا ارادہ کیا۔ اور ایسے ہی کمی کی شرط میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے کہ بیع ہی اصل ہے انکے نزدیک۔

تشریح : اگر زیادہ کی شرط پر اقالہ کیا، مثلا پندرہ سو پر اقالہ کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک بیع ہوگی۔

وجہ : امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو کمی کے ساتھ اقالہ کرے یا زیادتی کے ساتھ ہر حال میں بیع جدید ہوگی، اور امام محمدؒ کے

عـنـد أبـي يـوسف رحـمه الله وعند محمد رحمه الله جعله بيعا ممكن فإذا زاد كان قاصدا بهذا ابتـداء البيـع وكـذا فـي شـرط الأقـل عـنـد أبي يوسف رحمه الله لأنه هو الأصل عنده ١٣ وعند مـحـمد رحمه الله هو فسخ بالثمن الأول لا سكوت عن بعض الثمن الأول ولو سكت عن الكل وأقال يكون فسخا فهذا أولى بخلاف ما إذا زاد ١٤ وإذا دخله عيب فهو فسخ بالأقل لما بيناه. ١٥ ولـو أقـال بـغيـر جـنـس الثـمـن الأول فهو فسخ بالثمن الأول عند أبي حنيفة رحمه الله ويجعل التسـمية لـغوا عندهما بيع لما بينا ١٦ ولـو ولـدت المبيعة ولدا ثم تقايلا فالإقالة باطلة عنده لأن

نزدیک اگرچہ پہلے فسخ کی صورت سوچی جاتی ہے، لیکن یہاں زیادتی پر اظہار رضامندی کر کے بیع ہی کا ارادہ کیا ہے اس لئے انکے یہاں بھی بیع ہی ہوگی۔

ترجمه :١٣ اگر کمی کی شرط پر ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک ثمن اول پر فسخ ہوگا اس لئے کہ ثمن اول کے بعض ثمن سے سکوت ہے، اگر کل سے سکوت کرتا اور اقالہ کرتا تو فسخ ہوتا، پس یہ زیادہ اولی ہے بخلاف جبکہ زیادہ سے اقالہ کرے۔

تشریح :مثلا نوسو میں اقالہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک ایک ہزار ہی میں فسخ ہوگا۔

وجه :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اقالہ کرتے وقت تمام ہی ثمن سے سکوت کر لے تو ایک ہزار پر فسخ ہوگا، پس گویا کہ ایک سے سکوت کیا اور نوسو بولا تو بدرجہ اولی فسخ ہوگا۔ ہاں زیادہ پر اقالہ کیا تو سکوت کی کوئی شکل نہیں ہے اس لئے بیع جدید قرار دی گئی۔

ترجمه :١٤ اور اگر مبیع میں عیب پیدا ہو گیا تو کمی کے ساتھ فسخ ہوگا، اس دلیل سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : مبیع میں عیب پیدا ہوا اس لئے کمی کے ساتھ اقالہ کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک بھی فسخ ہوگا، اور مثلا ایک سو درہم کم دیا وہ عیب کے بدلے میں ہو جائے گا۔

ترجمه :١٥ اور اگر ثمن اول کی جنس کے علاوہ سے اقالہ کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثمن اول ہی پر فسخ ہوگا، اور دوسری جنس کا جو نام لیا وہ لغو ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہوگی، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

تشریح :مثلا ایک ہزار درہم میں باندی خریدی تھی، اب دس من گیہوں کے بدلے میں اقالہ کر رہا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس من گیہوں کا جملہ بیکار ہو جائے گا اور ایک ہزار درہم کے بدلے ہی میں اقالہ ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہو جائے گی۔

ترجمه :١٦ اگر بیچی ہوئی باندی نے بچہ دیا، اس کے بعد اقالہ کیا تو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقالہ باطل ہے، اس لئے کہ

الولد مانع من الفسخ وعندهما تكون بيعا ٧ والإقالة قبل القبض في المنقول وغيره فسخ عند أبي حنيفة رحمه الله ومحمد رحمه الله كذا عند أبي يوسف رحمه الله في المنقول لتعذر البيع ٨ وفي العقار يكون بيعا عنده لإمكان البيع فإن بيع العقار قبل القبض جائز عنده.

(١٦٩) قال وهلاك الثمن لا يمنع صحة الإقالة وهلاك المبيع يمنع منها ١ لأن رفع البيع

بچہ ثمن اول پر فسخ سے مانع ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہو جائے گی۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پہلی ہی مبیع پر اقالہ ہوگا، اور اگر اضافہ ہو گیا ہے تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح : چونکہ پہلی مبیع پر اقالہ ہوتا ہے، یہاں باندی نے بچہ دے دیا ہے اس لئے اقالہ باطل ہو جائے گا، اور پہلی بیع برقرار رہے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نئی بیع ہو سکتی ہے اس لئے بیع جدید ہو کر اقالہ درست ہو جائے گا۔

ترجمہ : ٧ اور قبضہ کرنے سے پہلے اقالہ کرنا منقولی چیز میں اور غیر منقولی چیز میں امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہے۔ اور ایسے ہی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منقولی چیز میں، کیونکہ اس میں بیع متعذر رہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ منقولی چیز، جیسے گیہوں، چاول پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے، اور اس لئے قبضہ سے پہلے اس کو بائع کی طرف واپس کرنا تمام کے نزدیک فسخ ہی ہوگا۔

تشریح : منقولی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اقالہ کرنا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہے، کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کسی کے نزدیک بھی بیع نہیں ہو سکے گی، ثمن اول پر فسخ ہی ہوگا۔ چونکہ منقولی چیز میں قبضہ کرنے سے پہلے بیع نہیں ہو سکے گی اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی فسخ ہی ہوگا۔

ترجمہ ٨ اور زمین میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع ہوگی اس لئے کہ زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے انکے نزدیک بیع ہو سکتی ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غیر منقولی چیز، مثلا زمین اور مکان، پر قبضہ نہ کیا ہو اس سے پہلے مشتری اس کو کسی کے ہاتھ بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے۔

تشریح : زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے اقالہ کرے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بیع ہوگی، کیونکہ انکے نزدیک زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (١٦٩) اور ثمن کا ہلاک ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا اور مبیع کا ہلاک ہونا اس کے صحیح ہونے کو روکتا ہے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ بیع کو اٹھانا اسکے موجود ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اور بیع مبیع سے قائم ہوتی ہے نہ کہ ثمن سے [اس لئے

يستدعي قيامه وهو قائم بالبيع دون الثمن(١٧٠) فإن هلك بعض المبيع جازت الإقالة في الباقي ١ لقيام البيع فيه ٢ وإن تقايضا تجوز الإقالة بعد هلاک أحدهما ولا تبطل بهلاک أحدهما لأن كل واحد منهما مبيع فكان المبيع باقيا.

مبیع کوموجود ہونا ضروری ہے]

اصول: اقالہ میں اصل واپسی مبیع کی ہوتی ہے۔

تشریح: ثمن ہلاک ہوجائے، بائع کے پاس نہ رہے تب بھی اقالہ ہوسکتا ہے۔لیکن مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوجائے تو اقالہ نہیں ہوسکے گا۔

وجہ: (۱)اصل واپسی مبیع کی ہے۔وہی متعین کرنے سے متعین ہوتی ہے۔قیمت اور روپیہ تو کوئی سا بھی دے گا۔اس لئے اگر مبیع ہلاک ہوجائے تو کس چیز کو واپس کرے گا؟ اس لئے مبیع ہلاک ہونے کے بعد اقالہ نہیں ہوسکے گا۔اور ثمن ہلاک ہو جائے تو یہ پونڈ نہیں دوسرے پونڈ بائع واپس کردے گا۔اس لئے ثمن کے ہلاک ہونے کے باوجود اقالہ ہوسکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۷۰)اگر بعض مبیع ہلاک ہوجائے تو باقی میں اقالہ جائز ہے۔

تشریح: مثلا چھ کیلو گیہوں دس روپے میں خریدے تھے۔پھر تین کیلو گیہوں ہلاک ہوگئے تو باقی ماندہ تین کیلو گیہوں واپس کر سکتا ہے اور پانچ روپے واپس لے سکتا ہے۔

وجہ: اقالہ اتنے ہی میں ہو رہا ہے جتنی مبیع موجود ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اگر دونوں جانب سے بیع مقایضہ ہو تو ایک مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد بھی اقالہ جائز ہے، دونوں میں سے ایک کے ہلاک سے اقالہ باطل نہیں ہوگا، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک مبیع ہے، اس لئے بیع باقی رہے گی۔

تشریح: اگر دونوں طرف سامان ہی تھا مثلا مبیع گیہوں اور ثمن میں چاول تھا تو چونکہ دونوں مبیع بن سکتے ہیں۔اور دونوں متعین ہوتے ہیں اسلئے اگر مبیع مثلا گیہوں ہلاک ہوگیا تو چاول مبیع بن سکتا ہے اس لئے اس صورت میں بھی اقالہ صحیح ہوسکے گا

لغت: مقایضہ: دونوں جانب سے سامان مبیع ہوں، مثلا ایک طرف سے گیہوں ہو اور دوسری طرف سے چاول ہو تو ایسی بیع کو ,مقایضہ، کہتے ہیں۔

﴿باب المرابحة والتولية﴾

(۱۷۱)قال المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح والتولية نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول من غير زيادة ربح ﴿ والبيعان جائزان لاستجماع شرائط الجواز

﴿ باب المرابحة والتولية ﴾

ضروری نوٹ : مرابحہ : کا مطلب یہ ہے کہ جتنے میں خریدا بائع مشتری کو صاف بتائے کہ میں نے مثلا دس پونڈ میں یہ مبیع خریدی ہے اور دو پونڈ نفع لیکر بارہ پونڈ میں آپ کے ہاتھ بیچتا ہوں۔اس میں دو پونڈ نفع لیا اس لئے اس کو مرابحہ کہتے ہیں۔اگر بائع نفع لے لیکن مشتری کو یہ نہ بتائے کہ کتنے میں خریدا ہے تو یہ عام بیع ہے۔اس کو مرابحہ نہیں کہیں گے۔مرابحہ میں پہلی قیمت بتانا ضروری ہے۔یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مشتری کو اعتماد ہو اور دھوکہ نہ ہو۔اس کا ثبوت اس اثر میں ہے۔رأیت علی علی ؓ ازارا غلیظا قال اشتریت بخمسة دراهم فمن اربحنی فیه درهما بعته ایاه (سنن للبیهقی، باب المرابحة، ج خامس، ص ۵۳۸، نمبر ۱۰۷۹۴)اس اثر میں پانچ درہم میں ازار خریدی تھی اور ایک درہم مرابحہ پر حضرت علیؓ بیچنا چاہتے تھے۔جس سے بیع مرابحہ کا ثبوت ہوا۔

تولیہ :کا مطلب یہ ہے کہ بائع مشتری کو بتائے کہ میں نے مثلا دس پونڈ میں یہ مبیع خریدی ہے اور دس ہی پونڈ میں بیچتا ہوں۔جتنے میں خریدی اتنے ہی میں مبیع کا ولی بنا دینے کو تولیہ کہتے ہیں۔اگر نہیں بتایا کہ کتنے میں خریدی تو یہ تولیہ نہیں ہے، عام بیع ہے۔اس بیع کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ قالت عائشة فبینما نحن یوما جلوس فی بیت ابی بکر ... قال ابو بکر فخذ بابی انت یا رسول الله احدی راحلتی هاتین قال رسول الله بالثمن. (بخاری شریف، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، ص ۶۵۷، نمبر ۳۹۰۵ / بخاری شریف، باب اذا اشتری متاعا او دابۃ فوضعہ عند البائع ص ۳۴۳، نمبر ۲۱۳۸)اس حدیث میں حضورؐ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ جتنے میں اونٹنی خریدی ہے اتنے ہی میں دیدے۔اس لئے آپؐ نے فرمایا بالثمن، یعنی بالثمن الاول، اس لئے اس سے بیع تولیہ کا ثبوت ہوا۔

ترجمہ :(۱۷۱) بیع مرابحہ منتقل کرنا ہے جس چیز کا مالک بنا عقد اول میں ثمن اول سے نفع کی زیادتی کے ساتھ۔اور بیع تولیہ وہ منتقل کرنا ہے جس کا مالک بنا عقد اول سے ثمن اول کے ساتھ بغیر نفع کی زیادتی کے۔

تشریح : پہلی بیع میں جس مبیع کا جتنی قیمت سے مالک بنا ہے اسی قیمت پر کچھ نفع لیکر بیچنے کو مرابحہ کہتے ہیں۔اور جتنے میں پہلی بیع میں خریدا ہے اتنی قیمت میں بیچ دینے کو تولیہ کہتے ہیں۔

والحاجة ماسة إلى هذا النوع من البيع لأن الغبي الذي لا يهتدي في التجارة يحتاج إلى أن يعتمد فعل الذكي المهتدي وتطيب نفسه بمثل ما اشترى وبزيادة ربح فوجب القول بجوازهما ولهذا كان مبناهما على الأمانة والاحتراز عن الخيانة وعن شبهتها ٢ وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم لما أراد الهجرة ابتاع أبو بكر رضي الله عنه بعيرين فقال له النبي صلى الله عليه وسلم

لغت : مرابحہ ربح سے مشتق ہے۔جس کے معنی نفع لینا ہے۔اس لئے پہلی قیمت پر نفع لے گا۔اس لئے اس کو مرابحہ کہتے ہیں۔تولیہ، ولی بنانے سے مشتق ہے چونکہ پہلی ہی قیمت میں مشتری کو مبیع کا ولی بنانا ہے اور اس پر کچھ نفع نہیں لینا ہے اس لئے اس بیع کو تولیہ کہتے ہیں۔۔مرابحہ اور تولیہ دونوں بیوع کی دلیل ضروری نوٹ میں گزر گئی (بخاری شریف نمبر ۳۹۰۵ رسنن بیہقی، نمبر ۱۰۷۹۴)

ترجمہ : ۱ دونوں بیع جائز ہیں جواز کے تمام شرائط جمع ہونے کی وجہ سے، اور اس قسم کی بیع کی ضرورت بھی ہے اس لئے کہ غبی آدمی کو تجارت کا پتہ نہیں چلتا ہے تو اس کو تجربہ کار ذہین آدمی کی ضرورت پڑتی ہے جس پر اعتماد کرے، اور دل اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ جتنے میں خریدا ہے اسی میں لے، یا نفع دیکر لے لے، اس لئے مرابحہ اور تولیہ کے جائز ہونے کا قول واجب ہوا، اس لئے ان دونوں کا مدار امانت پر، اور خیانت، یا خیانت کے شبہ سے بچنا ہے۔

تشریح : مرابحہ اور تولیہ جائز کیوں ہے اس کی تین دلیل عقلی دے رہے ہیں۔[۱] بیع میں جائز ہونے جتنے شرائط ہیں وہ سب ان دونوں بیوع کے اندر موجود ہیں، مثلا مبادلۃ المال بالمال ہے، بائع اور مشتری کو بیع کرنے کی اہلیت بھی ہے، اور دونوں اس پر راضی بھی ہیں۔[۲] امت کو اس بیع کی ضرورت ہے، کیونکہ بعض آدمی کو بیع کی مہارت نہیں ہوتی اس لئے آدمی پر اعتماد کرنا چاہتا ہے جسکو مہارت ہو۔اور جتنے میں اس نے خریدا ہے اسی میں خرید لے جو تولیہ کی شکل ہے، یا اس پر تھوڑا سا نفع دیکر خرید لے، جسکو مرابحہ کہتے ہیں، اس لئے اس کی ضرورت بھی ہے، چونکہ اس کی بنیاد اعتماد پر ہے اسلئے اس میں امانت ہونی چاہئے، اور خیانت، یا خیانت کے شبہ سے احتراز کرنا چاہئے، چنانچہ اگر خیانت آجائے تو مرابحہ یا تولیہ فاسد ہو جائیں گے

لغت : استجماع الشرائط: استجماع: جمع سے مشتق ہے، تمام شرائط موجود ہیں۔ماسۃ: مس سے مشتق ہے، چھونا، الحاجۃ ماسۃ: کا ترجمہ ہے، اس کی ضرورت پڑتی ہے۔الغبی: جسکو مہارت نہ ہو۔لایھتدی: ہدایت نہیں ہے، یعنی مہارت نہیں۔الذکی: ذہین، المھتدی: ہدایت سے مشتق ہے، جسکو مہارت نہیں ہے۔یطیب نفسہ: دل خوش ہوتا ہے۔

ترجمہ : ۲ صحیح روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام جب ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے دو اونٹ خریدا، تو ان سے حضور علیہ السلام نے کہا کہ دونوں میں سے ایک کا مجھے ولی بنا دیں، تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ یہ آپ کے لئے بغیر کسی چیز کے ہے، تو

ولـنـي أحدهما فقال هو لک بغير شیء فقال عليه الصلاة والسلام أما بغير ثمن فلا. (۱۷۲)قال ولا تصح المرابحة والتولية حتى يكون العوض مما له مثل[۱] لأنه إذا لم يكن له مثل لو ملكه ملكه بـالقيمة وهي مجهولة (۱۷۳) ولـو كـان الـمشتري باعه مرابحة ممن يملک ذلک البدل وقد

حضورؐ نے فرمایا کہ بغیر قیمت کے نہیں لوں گا۔

تشریح :صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں حضور نے حضرت ابوبکر سے تولیہ کیا ہے۔ **قـالت عائشة فبينما نحن يـومـا جـلـوس في بيت ابی بكر ... قال ابو بكر فخذ بابی انت يا رسول الله احدی راحلتی هاتين قال رسـول الله بالثمن.** (بخاری شریف، باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، ص ۶۵۷، نمبر ۳۹۰۵ / بخاری شریف، باب اذا اشتری متاعا اودابۃ فوضعہ عند البائع، ص ۳۴۳، نمبر ۲۱۳۸)

ترجمہ :(۱۷۲) نہیں صحیح ہے مرابحہ اور تولیہ یہاں تک عوض اس میں ہے ہو جس کی مثل ہو۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مبیع کی قیمت مثلی چیز ہو، مثلا گیہوں، چاول، درہم، اور دینار ہوں تا کہ دوسرا مشتری اس کا مثل دے سکے۔ ذوات القیم، مثلا گھوڑا، گائے وغیرہ نہ ہو، کیونکہ گھوڑے کا مثل نہیں دیا جاتا، اس کی قیمت لگا کر دی جاتی ہے۔

تشـــریح : مرابحہ اور تولیہ اسی وقت ہوگا جبکہ اس کا ثمن مثلی ہو۔ اگر ثمن مثلی نہ ہو تو مرابحہ اور تولیہ نہیں ہو سکے گا۔ مثلا گیہوں، چاول، درہم اور دنانیر ہوں جو دنیا میں اس جیسا دوسرا مل سکتا ہو۔ گائے، بھینس وغیرہ نہ ہو کہ اس جیسا دنیا میں نہیں مل سکتا ہو، بڑا چھوٹا ضرور ہوتا ہے۔

وجـــہ : اس جیسا دوسرا مل سکتا ہو تب ہی اگلا مشتری اس جیسا ثمن دیکر مبیع خریدے گا۔ اور اگر اس جیسا نہیں مل سکتا ہو تو اگلا مشتری کیا دیکر خریدے گا اور کیسے اس پر نفع دیگا یا وہی قیمت دے گا؟ اس لئے مرابحہ اور تولیہ کے لئے ضروری ہے کہ مثلی ثمن سے مبیع خریدی ہو۔

ترجمہ :[۱] اس لئے کہ اگر اس کا مثل نہیں ہے تو اگر مالک بنا تو قیمت سے مالک بنے گا اور وہ مجہول ہے۔

تشـــریح : یہ دلیل عقلی ہے، مثلا زید نے عمر سے بیل کے بدلے دو من چاول خریدا، تو اب زید اس چاول کو تولیہ کے طور پر خالد سے نہیں بیچ سکتا، کیونکہ خالد اس جیسا بیل نہیں دے سکتا، بیل یا بڑا ہو جائے گا یا چھوٹا ہو جائے گا، پہلے کے مثل نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ بیل ذوات القیم ہے اس لئے خالد بیل کی قیمت لگا کر زید کو دیگا، اور بیل کی قیمت معلوم نہیں ہے اس لئے جہالت کی وجہ سے مرابحہ یا تولیہ ہونا ناممکن ہے۔

ترجمہ :(۱۷۳) اگر مشتری نے مبیع ایسے آدمی کے ہاتھ میں مرابحہ کے طور پر بیچا جو اس بدل کا مالک تھا، اور مزید کچھ متعین

باعه بربح درهم أو بشيء من المكيل موصوف جاز لأنه يقدر على الوفاء بما التزم (١٧٤) وإن باعه بربح ده يازده لا يجوز لأنه باعه برأس المال وببعض قيمته لأنه ليس من ذوات الأمثال

درہم کے بدلے بیچا، یا کوئی متعین کیلی چیز کے بدلے بیچا تو جائز ہے۔

ترجمہ: اِ اس لئے کہ مشتری ثانی نے جو لازم کیا اس کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

لغت :ذواۃ القیم: جسکی قیمت لازم ہو، اور اس کا مثل نہ دے سکے، جیسے گائے، بیل وغیرہ اس کو، ذواۃ القیم، کہتے ہیں۔ ذواۃ الامثال: جس کا مثل موجود ہو، جیسے گیہوں چاول وغیرہ، اس کو، ذواۃ الامثال، کہتے ہیں۔

اصول : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ ثمن ذواۃ القیم ہو، مثلا بیل ہو، لیکن مشتری اس کے دینے پر قادر ہو تو اس سے بیع تولیہ، یا مرابحہ جائز ہو جائے گی۔

نوٹ :اوپر کا یہ متن خود صاحب ہدایہ کا بنایا ہوا ہے، قدوری میں نہیں ہے، اور اس کا سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ یہاں چار صورتیں ہیں، جن میں تین جائز کی ہیں، اور چوتھی ناجائز کی ہے۔

تشریح :[۱] پہلی صورت مثلا زید نے بیل کے بدلے دو من چاول عمر سے خریدا، عمر نے اس بیل کو خالد کو دے دیا اب زید نے یہ دو من چاول خالد کے ہاتھ بیل کے بدلے میں بیچا، اور بیع تولیہ کیا تو جائز ہے۔

وجہ : کیونکہ یہاں دو من چاول کی قیمت بیل ذواۃ القیم ہے، لیکن خالد اس بیل کا مالک ہے اور اس کے دینے پر قادر ہے اس لئے ذواۃ القیم ہونے کے باوجود بیع تولیہ ہو جائے گی۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے خالد سے وہ بیل بھی لیا اور متعین پانچ درہم بھی لیا، اور مرابحہ کیا تب بھی جائز ہے کیونکہ خالد بیل دینے پر بھی قادر ہے اور پانچ درہم بھی دینے پر قادر ہے۔

[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ بیل کے علاوہ متعین کیلی چیز مثلا تین کیلو گیہوں بھی لیا اور مرابحہ کیا تب بھی جائز ہے، کیونکہ خالد بیل دینے پر بھی قادر ہے، اور تین کیلو گیہوں بھی دینے پر قادر ہے۔

لغت :باعہ بربح دراہم: بیل کے علاوہ کچھ متعین درہم نفع لیکر بیچا۔ بشیء من المکیل موصوف: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بیل کے ساتھ کیلی چیز جو متعین ہو اس پر مرابحہ کرے۔ موصوف کیلی چیز مثلا گیہوں کی صفت بھی بیان کیا ہو اور اس کی مقدار مثلا تین کیلو ہے وہ بھی بیان کیا ہو۔

ترجمہ :(۱۷۴) اور اگر بیچا دس فیصد کے نفع کے ساتھ تو یہ مرابحہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : اِ اس لئے کہ رأس المال کے بدلے میں بیچا اور اس کی بعض قیمت کے بدلے میں بیچا، اور وہ ذواۃ الامثال میں

(۱۷۵)ویجوز أن یضیف إلی رأس المال أجرة القصار والطراز والصبغ والفتل وأجرة حمل الطعام ؎ **لأن العرف جار بإلحاق هذه الأشیاء برأس المال في عادة التجار ولأن کل ما یزید في**

سے نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نفع مجہول ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

تشریح: یہ چوتھی صورت ہے۔ زید نے خالد سے کہا کہ دومن چاول کے بدلے بیل دو، اور بیل دسواں حصہ نفع دو، اور بیع مرابحہ کرو، تو یہ بیع جائز نہیں ہے

وجہ: خالد بیل دینے پر تو قادر ہے، لیکن اس کا دسواں حصہ بیل کی بازاری قیمت لگانے پر نکلے گا اور وہ بیع کرتے وقت معلوم نہیں ہے کہ کتنا ہے اس لئے نفع میں جہالت کی وجہ سے بیع نہیں ہوگی۔ مثلا بیل کی بازاری قیمت نو درہم ہے تو اس کا دسواں حصہ نو درہم ہوگا، لیکن یہ بعد میں پتہ چلے گا، بیع کرتے وقت یہ طے نہیں ہے اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

لغت: دہ یازدہ: دس کا دسواں حصہ، مراد ہے دس فیصد۔ رأس المال: سے یہاں بیل مراد ہے، جو خالد کے پاس ہے۔

ترجمہ: (۱۷۵) جائز ہے کہ رأس المال میں جمع کرے دھوبی کی اجرت، کشیدہ کرنے والے کی اجرت،، رنگنے والے کی اجرت، باٹنے والے کی اجرت اور کھانا اٹھانے والے کی اجرت۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن کاموں سے قیمت میں بڑھوتری ہوتی ہے ان کی اجرت ثمن میں شامل کی جائے گی۔

تشریح: جتنے میں مبیع خریدی ہے اس کے لئے جن جن کاموں سے مبیع میں بڑھوتری ہوگی اس کی اجرت بھی ثمن اور قیمت میں شامل کی جائے گی۔ اور مرابحہ کرتے وقت کہہ سکتا ہے کہ مجھے یہ مبیع اتنے میں پڑی ہے۔ مثلا دس پونڈ میں کپڑا خریدا، دو پونڈ اس کی دھلائی کے دیئے تو اب ثمن بارہ پونڈ ہو گئے۔ مرابحہ یا تولیہ کرتے وقت کہہ سکتا ہے کہ مجھے یہ کپڑا بارہ پونڈ میں پڑا ہے۔ اور تولیہ میں بارہ پونڈ میں دوں گا اور مرابحہ میں بارہ پونڈ پر تین پونڈ نفع لیکر مثلا پندرہ پونڈ میں دوں گا۔

وجہ: قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **قلت لابراهیم انا نشتری المتاع ثم نزید علیه القصارة والکراء ثم نبیعه بدینار زیادة قال لا بأس.** (مصنف ابن ابی شیبة ۴۷ فی النفقة تضم الی رأس المال، ج رابع، ص ۳۰۸، نمبر ۲۰۴۰۴)

اس اثر میں فرمایا کہ دھلائی اور کرایہ کو اصل میں شامل کر سکتا ہے۔

لغت: راس المال: مبیع کی قیمت کو، رأس المال، کہتے ہیں۔ القصار: دھوبی۔ الصباغ: رنگریز۔ الطراز: نقش و نگار بنانے والا۔ الفتل: رسی باٹنا۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ عرف میں ان چیزوں کو رأس المال کے ساتھ ملانے کی عادت تاجروں میں جاری ہے، اس لئے

المبيع أو في قيمته يلحق به هذا هو الأصل وما عددناه بهذه الصفة ٢؎ لأن الصبغ وأخواته يزيد في العين والحمل يزيد في القيمة إذ القيمة تختلف باختلاف المكان (١٧٦) ويقول قام علي بكذا ولم يقل اشتريته بكذا ١؎ كي لا يكون كاذبا ٢؎ وسوق الغنم بمنزلة الحمل ٣؎ بخلاف أجرة

کہ ہر وہ چیز جو مبیع میں اضافہ کرتی ہے، یا اس کی قیمت میں اضافہ کرتی ہے اس کو اصل کے ساتھ ملائی جائے گی، اور جن باتوں کو ہم نے گنایا وہ اسی انداز میں ہے۔

تشریح : تاجروں کی عادت یہ ہے کہ جن کاموں سے مبیع میں اضافہ ہو جائے، یا اسکی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو اس کا خرچ اصل ثمن کے ساتھ ملاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ مبیع مجھے اتنے میں پڑی ہے، مثلا کپڑا دھلانے سے اس کی چمک میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے دھلائی کی اجرت اصل ثمن کے ساتھ ملا کر یہ کہے گا کہ یہ کپڑا مجھے اتنے میں پڑا ہے۔

ترجمہ : ٢؎ اس لئے کہ دھونا اور اس کی مانند سے عین کپڑے میں اضافہ ہوتا ہے، اور اٹھا کر لیجانے سے قیمت میں زیادتی ہوتی ہے، اس لئے کہ مکان کے مختلف ہونے سے قیمت مختلف ہوتی ہے۔

تشریح : دھونے، نقش ونگار کرنے، رنگنے، اور بننے سے کپڑے میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح ایک چیز کی قیمت دہلی میں اور ہے اور بمبئی میں اور ہے اس لئے دہلی کا کپڑا بمبئی لے گیا تو لیجانے کی اجرت اصل قیمت کے ساتھ ملا سکتا ہے۔

ترجمہ : (۱۷۶) اور کہے گا مجھکو اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو اتنے میں خریدی ہے۔

ترجمہ : ١؎ تا کہ جھوٹ نہ ہو۔

تشریح : اجرت وغیرہ جو کچھ اصل ثمن میں شامل کی جائے گی اس کو شامل کرنے کے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے۔ کیونکہ یہ تو جھوٹ ہوگا اتنے میں تو اس نے خریدی نہیں ہے۔ اس لئے یوں کہے کہ مجھے یہ مبیع اتنے میں پڑی ہے۔

اصول : آدمی ہر حال میں سچ بولے۔ تا کہ اعتماد بحال رہے۔

لغت: قام علی کذا : مجھکو اتنے میں پڑی ہے۔

ترجمہ : ٢؎ اور بکری کا ہانکنا اناج اٹھانے کے درجے میں ہے۔

تشریح : بکری ہانکنے کی اجرت اناج اٹھانے کی طرح ہے، یعنی بکری ہانک کر دوسری جگہ لے گیا تو اس کو بھی اصل ثمن کے ساتھ ملائے گا۔

ترجمہ : ٣؎ برخلاف چرواہے کی اجرت، اور حفاظت خانہ کا کرایہ اس لئے کہ اس سے عین میں بھی زیادتی نہیں ہوتی اور

الـراعـي وكـراء بيت الحفظ لأنه لا يزيد في العين والمعنى ؎ وبـخلاف أجرة التعليم لأن ثبوت الزيادة لمعنى فيه وهو حذاقته.(١٧٧) فإن اطلع المشتري على خيانة في المرابحة فهو بالخيار ؎ عـنـد أبـي حـنـيفة رحمه الله إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء تركه (١٧٨) وإن اطلع على

قیمت میں بھی زیادتی نہیں ہوتی۔

تشــريــح : بکری چرانا، یا اناج کوکسی حفاظت کے گھر میں رکھنا ضروری چیز ہے،اوراس سے عین مبیع میں یا اسکی قیمت میں زیادتی شمارنہیں کی جاتی ہے اس لئے اس کو اصل ثمن کے ساتھ نہیں ملاتے ہیں۔

لغت :سوق: بکری کو ہانکنا۔راعی: چرواہا۔ بیت الحفظ :اناج کی حفاظت کرنے کا جو گھر ہوتا ہے اس کو,بیت الحفظ، کہتے ہیں۔ المعنی: سے مراد ہے اس کی قیمت۔

ترجمه: ؎ بخلاف تعلیم کی اجرت کے اس لئے کہ زیادتی اس کی ذہانت میں ہوتی ہے۔

تشريح : غلام کوتعلیم دینے کی اجرت اصل ثمن کے ساتھ ملائی جائے گی، کیونکہ تعلیم سے غلام کی ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے ،جس سے اس کی قیمت بڑھتی ہے۔۔حذاقة: ذہانت۔

ترجمه : (١٧٧) پس اگرمشتری بیع مرابحہ میں خیانت پر مطلع ہو۔

ترجمه :؎ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کواختیار ہے چاہے تو پوری قیمت سے لے چاہے تو اس کورد کردے۔

اصــول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بائع جولفظ مرابحہ بولا ہے اس میں وہ سچ ہے۔جھوٹ بولنے پر مشتری کورد کرنے کا خیار ہوگا۔

تشــريــح : مثلا دس پونڈ میں کپڑا خریدا تھا اوراس نے خیانت کی اور کہا کہ پندرہ پونڈ میں خریدا ہے۔اور دو پونڈ نفع لیکر سترہ پونڈ میں بیچتا ہوں۔مشتری نے اعتماد کر کے خرید لیا بعد میں پتہ چلا کہ بائع نے پانچ پونڈ کا جھوٹ بولا ہے۔اس نے دس پونڈ ہی میں خریدا تھا اور مجھ سے دو پونڈ نہیں سات پونڈ نفع لیا ہے۔تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہے کہ لے یا رد کردے۔لیکن لے گا تو سترہ پونڈ میں لے گا۔دس پر دو پونڈ نفع ملا کر بارہ پونڈ میں قانونی طور پر نہیں لے سکے گا۔

وجــه:(١) سترہ پونڈ میں لے تب بھی مرابحہ ہوگا اور بارہ پونڈ میں لے تب بھی مرابحہ ہے۔دونوں صورتوں میں مرابحہ ہی ہے۔اور بائع نے لفظ مرابحہ بولا ہے جس میں وہ سچ ہے اس لئے خریدے تو سترہ میں خریدے۔البتہ پانچ پونڈ کا جھوٹ بولا ہے اس لئے مشتری کو اختیار ہے لے یا نہ لے۔(٢)اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال ثـلاثة لا يـنـظـر الله اليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم.قلنا من هم يا رسول الله؟ فقد خابوا**

خيانة في التولية أسقطها من الثمن(۱۷۹) وقال أبو يوسف رحمه الله يحط فيهما وقال محمد

وخسروا فقال المنان والمسبل ازاره والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن حلف علی سلعۃ کاذبا، ص ۲۹۵، نمبر ۱۲۱۱) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ جو جھوٹی قسم کھا کر اپنے سامان کا بھاؤ بڑھائے اس پر اللہ کا عذاب ہے، لیکن بیع صحیح ہو جائے گی۔

نوٹ : اگر دونوں جھوٹ کے تین پونڈ کم کر کے لینے دینے پر راضی ہو جائیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ البتہ قانونی طور پر بائع کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔

ترجمہ : (۱۷۸) اور اگر خیانت پر مطلع ہوا بیع تولیہ میں تو ثمن میں سے اتنا کم کرے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو لفظ تولیہ بولا ہے اسی کی حقیقت پر فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قیمت پر مشتری کو لینے کا حق ہوگا۔

تشریح : مثلا دس پونڈ میں کپڑا خریدا تھا اور جھوٹ بولا کہ پندرہ پونڈ میں خریدا ہوں اور پندرہ پونڈ ہی پر تولیہ کرتا ہوں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں پانچ پونڈ کم کر کے دس پونڈ ہی میں لے گا۔

وجہ : تولیہ کہتے ہیں اس بیع کو کہ جتنے میں خریدا ہے اتنے میں ہی دوں گا اور حقیقت میں دس پونڈ ہی میں خریدا تھا۔ جھوٹ بولا تھا کہ پندرہ پونڈ میں خریدا تھا۔ اس لئے جتنے میں خریدا تھا اتنے ہی میں مشتری لے گا۔

اصول: بیع مرابحہ اور تولیہ کا مدار ان کے الفاظ پر ہوگا۔

ترجمہ : (۱۷۹) اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا دونوں صورتوں میں کم کیا جائے گا، اور امام محمدؒ نے فرمایا دونوں صورتوں میں کم نہیں کیا جائے گا لیکن دونوں کو اختیار دیا جائے گا۔

اصول : امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ مرابحہ کے وقت مرابحہ ہوگا اور تولیہ کے وقت تولیہ ہوگا، البتہ جھوٹ بول کر جتنا لیا ہے وہ کم کر دیا جائے گا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ تولیہ اور مرابحہ دونوں صورتوں میں جتنی قیمت جھوٹ بول کر لی ہے اتنی قیمت کم کر کے مشتری کو لینے کا اختیار ہوگا۔ مثلا مثال مذکور میں دس پونڈ میں خریدا تھا اور جھوٹ بولا تھا کہ پندرہ پونڈ میں خریدا ہے تو پانچ پونڈ جھوٹ بول کر لئے تھے اس لئے مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں پانچ پونڈ کم کر کے لے گا۔ اس لئے مرابحہ کی شکل میں سترہ کی بجائے بارہ پونڈ دے گا اور تولیہ کی شکل میں دس پونڈ ہی دے گا۔ اور آگے صاحب ہدایہ یہ فرما رہے ہیں کہ جتنا جھوٹ بولا ہے اس میں کم کیا جائے گا، اور اس کی مناسبت سے نفع میں بھی کم کیا جائے گا۔

رحمه الله يخير فيهما ١؎ لمحمد رحمه الله أن الاعتبار للتسمية لكونه معلوما والتولية والمرابحة ترويج وترغيب فيكون وصفا مرغوبا فيه كوصف السلامة فيتخير بفواته ٢؎ ولأبي يوسف رحمه

وجه امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قاعدہ یہی ہے کہ بیع یا مرابحہ ہوگی یا تولیہ ہوگی اس لئے جب مرابحہ کے طور پر بیچا ہے تو مرابحہ ہوگی اور جب تولیہ کے طور پر بیچا ہے تو تولیہ ہوگی، البتہ جتنا جھوٹ بولا ہے وہ کم کر دیا جائے گا۔ امام محمدؒ کی دلیل آگے آرہی ہے

لغت : یحط :کم کیا جائے گا، مشتق ہے حط سے کم کرنا۔

اس مسئلے کے لئے اس نقشہ کو سمجھیں

10 پونڈ میں خریدا تھا	5 پونڈ کا جھوٹ بولا	اور 15 پونڈ میں تولیہ کیا	17 پونڈ میں مرابحہ کیا

تینوں مسلکوں میں یہ فرق ہوگا

	تولیہ	مرابحہ
امام ابو حنیفہؒ........................	10 پونڈ میں لے گا	17 پونڈ میں لے گا لیکن اختیار ہوگا
امام ابو یوسفؒ........................	10 پونڈ میں لے گا	12 پونڈ میں لے گا
امام محمدؒ........................	15 پونڈ میں لے گا اور اختیار ہوگا	17 پونڈ میں لے گا اور اختیار ہوگا

ترجمہ :١؎ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ نام کا اعتبار ہے کیونکہ وہ معلوم ہے اور تولیہ اور مرابحہ کا لفظ رواج دینے کے لئے اور ترغیب دینے کے لئے ہے، اس لئے یہ رغبت کی صفت ہوگی، جیسے کہ سلامت کا وصف، اس لئے اس کے فوت ہونے سے مشتری کو اختیار دیا جائے گا۔

تشریح :امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ بائع نے جو قیمت متعین کی ہے پندرہ پونڈ، یا تیرہ پونڈ وہ اصل ہے کیونکہ مشتری اسی پر راضی ہوا ہے، اور مرابحہ کا لفظ اور تولیہ کا لفظ صرف ترغیب کے لئے ہے اس لئے اس کے فوت ہونے سے پونڈ کی کمی نہیں ہوگی، البتہ چونکہ دھوکہ ہوا ہے اس لئے مشتری کو اختیار ہوگا کہ لے یا چھوڑ دے، جیسے مبیع میں وصف کی کمی ہو تو رقم کم نہیں ہوتی البتہ عیب کی وجہ سے اختیار ہوتا ہے کہ مشتری اتنی ہی رقم میں لے یا چھوڑ دے۔

ترجمہ :٢؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل اس میں تولیہ ہے یا مرابحہ ہے اسی لئے ولیتک بالثمن الاول [پہلی قیمت

اللـه أن الأصـل فيـه كـونـه تـولية ومـرابـحة ولهذا ينعقد بقوله وليتك بالثمن الأول أو بعتك مـرابـحة عـلـى الثمن الأول إذا كان ذلک معلوما فلا بد من البناء على الأول وذلک بالحط ٣؎ غير أنه يحط في التولية قدر الخيانة من رأس المال وفي المرابحة منه ومن الربح ٤؎ ولأبي حنيفة رحـمـه الـلـه أنـه لـو لم يحط في التولية لا تبقى تولية لأنه يزيد على الثمن الأول فيتغير التصرف

پرتولیہ کرتا ہوں] کہتے ہیں، یا پہلے ثمن پر مرابحہ کے طور پر بیچتا ہوں، اگر یہ معلوم ہو، اس لئے پہلی قیمت پر بنا کرنا ضروری ہے، اور یہ جھوٹ کی مقدار کم کرنے سے ہوگا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کی دو شکلیں بنتی ہیں، تولیہ، یا مرابحہ، یہی وجہ ہے کہ بیچنے والا کہتا ہے کہ میں پہلی قیمت پر مالک بناتا ہوں، یا کہتا ہے کہ میں پہلی قیمت پر مرابحہ کرتا ہوں، اس لئے جتنا جھوٹ بولا ہے اتنا کم کر کے جتنے میں خریدا ہے اس پر تولیہ ہوگا۔ اسی طرح جتنا جھوٹ بولا ہے، وہ کم کر کے جو نفع کا بیچتا ہے اس پر مرابحہ ہوگا۔ مثال مذکور میں دس پونڈ میں خریدا تھا، پانچ پونڈ جھوٹ بولا تھا اور پندرہ میں تولیہ کے طور پر بیچا تھا تو پانچ پونڈ کم کر کے دس پونڈ میں مشتری لے گا۔ یا دس پونڈ میں خریدا تھا اور پانچ پونڈ جھوٹ بول کر پندرہ بتایا تھا اور دو پونڈ نفع لیکر سترہ میں مرابحہ کیا تھا تو پانچ پونڈ کم کر کے بارہ میں مرابحہ کرے گا۔

ترجمہ :٣؎ البتہ یہ ہے کہ تولیہ میں جھوٹ بولنے کی مقدار ثمن سے کم کیا جائے گا، اور مرابحہ میں جھوٹ سے بھی اور نفع سے بھی کم کیا جائے گا۔

تشریح :امام ابوسفؒ فرماتے ہیں کہ بیع تولیہ میں جتنا جھوٹ بولا ہے وہ کم کر دیا جائے گا، مثال مذکور میں دس میں خریدا تھا، اور پندرہ میں بیچا تھا اور پانچ پونڈ جھوٹ بولا ہے، اس لئے پانچ کم کر کے دس پونڈ لازم ہوں گے، اور مرابحہ میں سترہ میں بیچا ہے، اور پانچ جھوٹ بولا ہے اس لئے یہ پانچ کم ہو جائے گا، اور دو پونڈ نفع کا تھا تو اس میں بھی ایک پونڈ کم ہو جائے گا اس لئے اگیارہ پونڈ لازم ہوگا

ترجمہ : ٤؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر تولیہ میں کم نہ کرے تو تولیہ باقی نہیں رہے گا، اس لئے کہ ثمن اول پر زیادہ ہو جائے گا تو تصرف ہی بدل جائے گا اس لئے کم کرنا ضروری ہے۔

تشریح امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تولیہ میں جھوٹ بولی ہوئی رقم کم نہ کی جائے تو تولیہ باقی نہیں رہے گا وہ تو مرابحہ ہو جائے گا، کیونکہ تولیہ کہتے ہیں ثمن اول پر بیع کرنے کو اس لئے مثال مذکور میں پانچ پونڈ جھوٹ بولا ہے اس لئے وہ کم کر کے دس پونڈ میں تولیہ ہوگا

فتعين الحط ۵؎ وفي المرابحة لو لم يحط تبقى مرابحة وإن كان يتفاوت الربح فلا يتغير التصرف فأمكن القول بالتخيير ٦؎ فلو هلك قبل أن يرده أو حدث فيه ما يمنع الفسخ يلزمه جميع الثمن في الروايات الظاهرة لأنه مجرد خيار لا يقابله شيء من الثمن كخيار الرؤية والشرط ۷؎ بخلاف خيار العيب لأنه المطالبة بتسليم الفائت فيسقط ما يقابله عند عجزه.

لغت: يتغير: بدل جائے گا، یہاں مراد ہے کہ تولیہ نہیں رہے گا مرابحہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ مرابحہ میں اگر کم نہ کیا جائے تب بھی مرابحہ ہی باقی رہے گا بس نفع میں فرق ہوگا اس لئے بیع نہیں بدلے گی اس لئے اختیار دینے کی بات ممکن ہے۔

تشریح: اگر مرابحہ میں جھوٹ بولی ہوئی رقم [پانچ پونڈ] کم نہیں کی تب بھی سترہ پونڈ میں مرابحہ ہوگا، اور کم کی تو بارہ پونڈ میں مرابحہ ہوگا، تاہم دونوں صورتوں میں مرابحہ ہی ہوگا تولیہ نہیں ہوگا اس لئے کم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ چونکہ دھوکہ ہوا ہے اس لئے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

لغت: فامكن القول بالتخيير: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، یہ کہنا ممکن ہے۔

ترجمہ: ٦؎ پس اگر بائع کی طرف واپس کرنے سے پہلے مبیع ہلاک ہوگئی، یا اس میں ایسی چیز پیدا ہوگئی جو بیع کے فسخ کو روکتی ہو تو مشتری کو پورا ثمن لازم ہوگا، ظاہر روایت یہی ہے، اس لئے کہ صرف واپس کرنے کا اختیار تھا جسکے مقابلے میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں ہوتا، جیسے کہ خیار رویت اور خیار شرط۔

تشریح: مرابحہ اور تولیہ کے جن صورتوں میں مشتری کو بائع کی طرف مبیع واپس کرنے کا حق ہے ان صورتوں میں مبیع ہلاک ہوگئی، یا مبیع میں کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے مبیع کو بائع کی طرف واپس کرنا ناممکن ہوگیا تو مشتری کو پورا ہی ثمن ادا کرنا ہوگا۔

وجہ: واپس کرنے کا اختیار صرف ایک اختیار ہے، جیسے خیار رویت، یا خیار شرط ایک اختیار ہے، انکے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی، اس لئے واپس نہ کرنے کی وجہ سے کوئی رقم کم نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: ۷؎ بخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ فوت شدہ چیز کے واپس لینے کا مطالبہ ہے اس لئے واپسی سے عاجز کے وقت میں اتنا ثمن کم ہو جائے گا۔

تشریح: خیار عیب میں مبیع واپس کرنا ناممکن ہو جائے تو عیب کا جتنا نقصان ہے مشتری اتنا کم کر کے ثمن واپس دے گا۔

وجہ: عیب کی وجہ سے جو نقصان ہے اس کی تلافی کا مطالبہ ہے، اس لئے مشتری اتنی قیمت کم کرے گا۔

(١٨٠) قال ومن اشترى ثوبا فباعه بربح ثم اشتراه فإن باعه مرابحة طرح عنه كل ربح كان قبل ذلک فإن كان استغرق الثمن لم يبعه مرابحة وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا يبيعه مرابحة على الثمن الأخير ١؎ صورته إذا اشترى ثوبا بعشرة وباعه بخمسة عشر ثم اشتراه بعشرة فإنه يبيعه مرابحة بخمسة ويقول قام علي بخمسة ٢؎ ولو اشتراه بعشرة وباعه بعشرين مرابحة ثم اشتراه بعشرة لا يبيعه مرابحة أصلا ٣؎ وعندهما يبيعه مرابحة على العشرة في الفصلين لهما أن

ترجمه: (١٨٠) کسی نے کپڑا خریدا پھر اس کو نفع سے بیچا، پھر دوبارہ خرید لیا، پس اگر اس کو مرابحہ کے طور پر بیچے تو جتنا نفع پہلے اٹھایا تھا اس کو کم کرے، اور اگر پورے ہی ثمن کا نفع اٹھالیا ہے تو اس کو مرابحہ کے طور پر نہ بیچے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ آخیر ثمن پر مرابحہ کے طور پر بیچ سکتا ہے۔

ترجمه: ١؎ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑے کو دس درہم میں خریدا، اور اس کو پندرہ میں بیچا دوبارہ اسی کپڑے کو دس میں خریدا تو اب پانچ پر ہی مرابحہ کر سکتا ہے، اور یوں کہے کہ مجھکو پانچ میں پڑا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دھوکے کا شائبہ بھی ہو تو بیع جائز نہیں ہے

تشریح: خالد نے ایک کپڑے کو زید سے دس درہم میں خریدا، پھر پانچ درہم نفع لیکر عمر سے پندرہ میں بیچا، اور پانچ درہم نفع کمایا، پھر اسی کپڑے کو عمر سے دس درہم میں خرید لیا، اب دوبارہ اس کپڑے کو مرابحہ کے طور پر بیچنا چاہے تو یوں بتائے کہ مجھے پانچ درہم میں پڑا ہے اس پر دو درہم نفع لیکر سات درہم میں بیچتا ہوں، اور تولیہ کرنا چاہے تو پانچ درہم میں تولیہ کرے۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر سے پندرہ میں بیچا تھا اور دس میں پھر خریدا تو یہ کپڑا پانچ ہی میں پڑا ہے اس لئے یوں کہے کہ پانچ میں پڑا ہے اس لئے اس پر مرابحہ یا تولیہ کرتا ہوں۔ کیونکہ مرابحہ کا معاملہ احتیاط پر ہے۔۔ صاحبینؒ کی دلیل آگے آرہی ہے

ترجمه: ٢؎ اور اگر دس میں خریدا اور بیس میں بیچا، پھر اس کو دس میں خرید لیا تو اب مرابحہ کے طور پر بالکل نہیں بیچ سکتا۔

وجــــه: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بیس میں بیچا تھا اور اس کو دس میں خرید لیا تو یہ کپڑا مفت کا پڑا، اس لئے بغیر مرابحہ کے بیچ دے، مرابحہ کا ذکر نہ کرے۔

ترجمه: ٣؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک دس درہم پر دونوں صورتوں میں مرابحہ کر سکتا ہے، ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا عقد نیا ہے اور پہلے سے بالکل الگ ہے اس لئے اس پر مرابحہ کی بنا کر سکتا ہے۔ جیسے بیچ میں تیسرا آدمی آجاتا۔

تشریح: دونوں صورت میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ خالد نے عمر سے پندرہ درہم میں بیچا تھا، پھر اس سے دس درہم میں خریدا تھا اور پانچ درہم نفع کمایا تھا، چونکہ خالد نے عمر سے دس درہم میں خریدا ہے اس لئے دوسرے سے دس درہم پر ہی مرابحہ

العقد الثاني عقد متجدد منقطع الأحكام عن الأول فيجوز بناء المرابحة عليه كما إذا تخلل ثالث ﴿۴﴾ ولأبي حنيفة رحمه الله أن شبهة حصول الربح بالعقد الثاني ثابتة لأنه يتأكد به بعدما كان على شرف السقوط بالظهور على عيب الشبهة كالحقيقة في بيع المرابحة احتياطا

کرسکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خالد نے عمر سے بیس درہم میں بیچا تھا اور دس درہم میں خرید کر دس درہم نفع کمایا تھا، تو اس صورت میں بھی خالد دس درہم میں مرابحہ کرسکتا ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ خالد نے عمر سے دونوں صورتوں میں دس درہم میں خریدا ہے اس لئے دس درہم پر مرابحہ کرسکتا ہے، کیونکہ عمر سے خریدنا بالکل نئی بیع ہے، پہلی بیع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے دھوکے کا شبہ نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ عمر یہ کپڑا ساجد کو بیچتا اور خالد ساجد سے دس درہم میں خریدتا تو دس مرابحہ کرسکتا ہے اسی طرح یہاں بھی دس پر مرابحہ کرسکتا ہے

ترجمہ ﴿۴﴾ امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے عقد سے نفع حاصل کرنے کا شبہ موجود ہے اسلئے کہ دوسری بیع سے پہلی بیع مؤکد ہوئی ہے جو عیب کے ظاہر ہونے پر ختم ہونے کے قریب تھی اور مرابحہ کے بیع میں احتیاط کیلئے شبہ حقیقت کے درجے میں ہے

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے یہاں عمر جب خالد کے ہاتھ میں بیچے گا، اور دوسری بیع کرے گا، تو اس دوسری بیع سے پہلی بیع موکد ہوئی ہے، کیونکہ اس بات کا شبہ ہے کہ پہلی بیع کی مبیع میں عیب ظاہر ہو جائے جسکی وجہ سے وہ بائع کی طرف لوٹ آئے لیکن جب دوسری بیع کی تو یہ خطرہ ٹل گیا، اور پہلی بیع مؤکد ہوگئی، تو گویا کہ دوسری بیع کرنے سے پہلی بیع میں فائدہ اٹھایا، اور پانچ درہم کا نفع کمایا، اور مرابحہ کا معاملہ احتیاط پر ہے اس لئے اس کپڑے کو پہلی صورت میں پانچ درہم پر مرابحہ کرے اور دوسری صورت میں مرابحہ پر بیچے ہی نہیں۔

اس کے سمجھنے کے لئے اس نقشہ کو دیکھیں

پہلی شکل میں 5 درہم پر مرابحہ کرے۔

پہلی	دوسری بیع	تیسری بیع
خالد نے عمر سے کپڑا بیچا	عمر نے خالد سے کپڑا بیچا	خالد نے ساجد سے مرابحہ کیا
15 درہم میں	10 درہم میں	ساجد سے مرابحہ کرے 5 پر
	5 درہم نفع کمایا	

۵ ولهذا لم تجز المرابحة فيما أخذ بالصلح لشبهة الحطيطة ۶ فيصير كأنه اشترى خمسة وثوبا بعشرة فيطرح عنه خمسة ۷ بخلاف ما إذا تخلل ثالث لأن التأكيد حصل بغيره. (۱۸۱) قال وإذا اشترى العبد المأذون له في التجارة ثوبا بعشرة وعليه دين يحيط برقبته فباعه من المولى بخمسة عشر فإنه يبيعه مرابحة على عشرة وكذلك إن كان المولى اشتراه فباعه من العبد ۱ أن

دوسری شکل میں مرابحہ کرے ہی نہیں

پہلی	دوسری بیع	تیسری بیع
خالد نے عمر سے کپڑا بیچا	عمر نے خالد سے کپڑا بیچا	خالد نے ساجد سے مرابحہ کیا
20 درہم میں	10 درہم میں	ساجد سے مرابحہ کرے 5 پر
	10 درہم نفع کمایا	

ترجمہ: ۵ یہی وجہ ہے کہ جو چیز صلح سے لی گئی ہو اس کو مرابحہ سے بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ دام گھٹانے کا شبہ موجود ہے۔

تشریح: چونکہ مرابحہ کا معاملہ احتیاط پر ہے، اس لئے اگر کوئی چیز صلح کر کے لی گئی ہے، مثلا زید کا عمر پر پچاس درہم تھے، عمر نے زید سے صلح کی اور اس کے بدلے میں بیل دے دیا تو اس بیل کو پچاس درہم پر مرابحہ کے طور پر نہیں بیچ سکتا، کیونکہ اس بات کا شبہ ہے بیل چالیس درہم کا تھا لیکن صلح کر کے پچاس میں لے لیا، یہاں مرابحہ کہے بغیر عام بیع میں بیچ دے۔

لغت: حطیط: حط سے مشتق ہے، کم کرنا۔

ترجمہ: ۶ تو گویا کہ دس درہم میں کپڑا اور پانچ درہم خریدا اس لئے پانچ کم کر کے [پانچ پر ہی مرابحہ کرے گا]

تشریح: اس عبارت کا تعلق اوپر عشرۃ دراہم سے ہے، کہ خالد نے عمر سے گویا کہ دس درہم میں کپڑا بھی خریدا، اور پانچ درہم بھی خریدا، اس لئے پانچ درہم کر کے پانچ پر ہی مرابحہ کرے۔

ترجمہ: ۷ بخلاف جبکہ درمیان میں ایک تیسری بیع ہوئی ہو [تو دس میں بیچ سکتا ہے] کیونکہ دوسرے آدمی کی بیع سے پہلی بیع مؤکد نہیں ہوتی۔

تشریح: یہ جملہ صاحبینؒ کی دلیل میں تھا کہ اگر تیسری بیع بیچ میں آجائے تو دس میں بیچ سکتا ہے، اس کا جواب ہے کہ تیسرے آدمی کی بیع سے پہلی بیع مؤکد نہیں ہوتی اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۸۱) تجارت کی اجازت والے غلام نے دس درہم میں کپڑا خریدا، اور اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کی گردن

في هـذا الـعـقـد شبهة الـعـدم بجوازه مع المنافي فاعتبر عدما في حكم المرابحة وبقي الاعتبار لـلأول فيـصيـر كأن العبد اشتراه للمولى بعشرة في الفصل الأول وكأنه يبيعه للمولى في الفصل

گھری ہوئی ہے، پھراس نے آقا سے پندرہ درہم میں بیچا، تو آقا دس درہم ہی پر مرابحہ کرے گا۔ اسی طرح اگر آقا نے دس درہم میں خریدا تھا، پھراس کو غلام سے پندرہ میں بیچا[تو غلام دس درہم پر ہی مرابحہ کرے گا۔

لغت :العبد ماذون له التجارۃ: جس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی ہو۔ دین یحیط برقبتہ: مثلا غلام کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے اوراس پر قرض ساڑھے پانچ ہزار درہم ہوگیا، اسکو دین یحیط برقبتہ، کہتے ہیں کہ قرض نے اس کی گردن کو گھیر لیا۔

اصول :[١] یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام کی چیز آقا کی ہے اس لئے دونوں کے درمیان بیع نہیں ہوتی۔

[٢]......دوسرا اصول یہ ہے کہ غلام پر اتنا قرض ہے کہ اس کی وجہ سے پورا غلام بک جائے تو اس صورت میں گویا کہ غلام قرض والوں کا ہوگیا، آقا کا نہیں رہا اس لئے آقا سے بیع جائز ہوگئی۔

تشریح : [١]ماذون لہ التجارہ غلام نے دس درہم میں کپڑا خریدا، پھراس کو آقا کے ہاتھ پندرہ درہم بیچ دیا تو آقا پندرہ پر مرابحہ نہیں کرے گا، بلکہ دس پر مرابحہ کرے گا، یا پھر مرابحہ کا لفظ بولے بغیر بیچ دے۔[٢] اسی طرح آقا نے دس درہم میں کپڑا خریدا اور پندرہ درہم میں اپنے غلام کے ہاتھ بیچ دیا تو غلام اب دس درہم ہی پر مرابحہ کرے گا۔

وجہ :(١) اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک یہ غلام آقا کا ہے، اور غلام کی چیز آقا کی چیز ہے، اس لئے دس درہم کے ساتھ پانچ درہم نفعے کا غلام کو دیا تو گویا کہ وہ پانچ درہم اپنی ہی جیب میں رکھ لیا، اور دس ہی درہم میں کپڑا خریدا اس لئے مرابحہ کرنا چاہے دس درہم پر مرابحہ کرے گا۔ (٢) دوسرے مسئلے کی وجہ۔ اسی طرح آقا نے دس درہم میں کپڑا خریدا تھا، اوراس کو غلام کے ہاتھ میں پندرہ درہم میں بیچ دیا تو گویا کہ غلام نے آقا سے دس درہم ہی میں خریدا ہے اس لئے غلام دس درہم ہی پر مرابحہ کرے گا، یا پھر مرابحہ کا لفظ بولے بغیر جتنے میں چاہے بیچ دے۔

ترجمہ :[ل] اس لئے کہ اس عقد میں بیع نہ ہونے کا شبہ ہے، اس لئے کہ یہ بیع منافی کے ساتھ جائز ہے اس لئے مرابحہ کے حکم میں گویا کہ بیع ہوئی ہی نہیں، اس لئے پہلی بیع کا اعتبار باقی رہا[غلام نے جو دس درہم میں خریدا تھا] تو ایسا ہوگیا کہ غلام نے آقا کے لئے پہلی بیع میں دس درہم میں خریدا۔

تشریح :یہ صاحب ہدایہ کی دلیل عقلی ہے۔ غلام اوراس کے آقا کے درمیان بیع نہیں ہوتی، کیونکہ غلام کی چیز آقا ہی کی ہے، لیکن غلام کی گردن قرض میں گھری ہوئی ہے اس لئے گویا کہ وہ قرض والوں کا ہوگیا ہے اس لئے آقا کے ہاتھ میں بیچنا جائز ہوگیا، لیکن حقیقت میں وہ ابھی بھی آقا کا غلام ہے اس لئے مرابحہ کے موقع پر بیع نہ ہونے کا حکم لگایا گیا، اور پہلی بیع جس میں

الثاني فيعتبر الثمن الأول.(۱۸۲) قال وإذا كان مع المضارب عشرة دراهم بالنصف فاشترى ثوبا بعشرة وباعه من رب المال بخمسة عشر فإنه يبيعه مرابحة باثني عشر ونصف ۱؎ لأن هذا البيع وإن قضي بجوازه عندنا عند عدم الربح خلافا لزفر رحمه الله مع أنه اشترى ماله بماله لما فيه من استفادة ولاية التصرف وهو مقصود والانعقاد يتبع الفائدة ففيه شبهة العدم ۲؎ ألا ترى أنه

غلام نے یا آقا نے دس درہم میں خریدا ہے اسی پر مرابحہ کرنے، یا تولیہ کرنے کا حکم کیا گیا۔

لغت :لجوازہ مع المنافی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غلام کا مال آقا کا مال ہے اس لئے انکے درمیان بیع نہیں ہوگی، لیکن چونکہ غلام کی گردن قرض میں گھری ہوئی ہے، اس لئے منافی کے باوجود بیع جائز قرار دے دی گئی۔

ترجمہ :(۱۸۲) اگر مضارب کو دس درہم دیا آدھے نفع پر، پھر اس نے دس درہم کا کپڑا خریدا، اور مال والے سے پندرہ درہم میں بیچ دیا تو مال والا ساڑھے بارہ پر مرابحہ کرے گا۔

لغت: رب المال: تجارت میں جس کی رقم ہے، وہ رب المال، ہے۔ مضارب: جو آدمی تجارت میں محنت کرے گا اسکو، مضارب، کہتے ہیں۔ بیع مضارت: ایک کی رقم ہو اور دوسرا آدمی تجارت کی محنت کرے، اور نفع میں دونوں شریک ہوں، ربح: نفع

تشریح : زید نے مضاربت کے طور پر عمر کو دس درہم دیا، اور نفع میں دونوں آدھا آدھا کیا۔ اب عمر نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور زید [رب المال] کے ہاتھ میں پندرہ درہم میں بیچ دیا، اور دونوں نے ڈھائی ڈھائی درہم نفع کمایا، تو اب زید کسی اور سے مرابحہ کرنا چاہے تو یوں کہے گا، مجھے ساڑھے بارہ میں پڑا ہے، اس لئے اس پر دو درہم نفع لیکر ساڑھے چودہ میں بیچتا ہوں۔ یعنی ساڑھے پر مرابحہ کر سکتا ہے، پندرہ پر نہیں۔

وجہ : زید کو ڈھائی درہم نفع کا مل گیا تو وہ کپڑا ساڑھے بارہ ہی کا پڑا ہے اور مرابحہ کا معاملہ احتیاط پر ہے اس لئے ساڑھے بارہ پر مرابحہ کرے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ بیع نفع نہ ہوتے وقت اگر چہ ہمارے نزدیک جائز ہونے کا فیصلہ ہے [خلاف امام زفرؒ کے] اس لئے کہ اپنے مال کو مال کے بدلے میں خریدا ہے، اس لئے کہ ولایت تصرف کا فائدہ ہے اور وہی مقصود ہے اور بیع کا منعقد ہونا فائدے کے لئے ہے پس اس میں بیع نہ ہونے کا شبہ ہے۔

لغت :و ان قضی بجوازہ عند عدم الربح: زید کا مال تھا اور عمر تجارت میں محنت کرنے والا مضارب تھا، اور اس مال سے کوئی نفع نہیں کمایا تھا کہ عمر کا بھی کچھ مال ہو جاتا، اب عمر سے زید نے کپڑا خریدا تو گویا کہ اپنا ہی کپڑا عمر سے لیا، اس لئے بعض حضرات نے اس بیع کو جائز قرار نہیں دیا۔ ہاں اگر مضاربت میں نفع ہو چکا ہے، تو نفع کا کچھ حصہ عمر مضارب کا ہو چکا ہے،

وكيل عنه في البيع الأول من وجه فاعتبر البيع الثاني عدما في حق نصف الربح.(۱۸۳) قال ومن

اس لئے اب زید کا عمر سے بیع جائز ہے، کیونکہ کچھ حصہ عمر کا بھی خریدا۔ لما فیہ من استفادۃ ولایۃ التصرف: جب تک مضاربت کا کپڑا عمر کے پاس ہے تو زید خود اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا، اگر چہ اصل میں اسی کا ہے۔ لیکن عمر سے خرید لے گا تو زید کو اس میں تصرف کرنے، بیچنے وغیرہ کا حق ہو جائے گا، بس اسی مقصد کے لئے نفع نہ ہونے کے باوجود عمر سے بیع کرنا جائز قرار دیا۔ الانعقاد یتبع الفائدۃ: بیع جو منعقد ہوتی وہ دو کاموں کے لئے ہوتی ہے [۱] ایک ملکیت حاصل ہونے کے لئے [۲] اور دوسری تصرف کرنے کے لئے۔ مال مضاربت میں مالک کی ملکیت پہلے سے ہے، البتہ خریدنے سے بیچنے وغیرہ کا تصرف حاصل ہو جائے گا، اسی فائدے کے لئے نفع نہ ہونے کے باوجود مضارب سے بیع کرنے کی اجازت ہے۔ شبہۃ العدم: بیع نہ ہونے کا شبہ ہے، کیونکہ وہ مال رب المال کا ہی ہے۔ رب المال: مضاربت میں جس کا مال ہو۔ مضارب: جو آدمی تجارت کی محنت کرے

لغت: خلافا لزفرؒ: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اگر نفع نہ ہوا ہو تو عمر کا زید کے پاس بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ کپڑا حقیقت میں خود زید کا ہے، نفع نہ ہونے کی وجہ سے عمر کا کوئی حصہ اس میں نہیں ہے، اس لئے اپنے مال کو اپنے مال سے خریدنا جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ عبارت پیچیدہ ہے۔ اوپر کے لغت میں تفصیل کو سمجھیں پھر یہ عبارت سمجھ میں آئے گی۔۔ مال مضاربت میں نفع نہ ہوا ہو اور رب المال مضارب سے بیع کرے تو جائز نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اپنے ہی مال کو اس سے لینا ہے، لیکن جائز اس لئے قرار دیا کہ خریدنے سے پہلے اس میں تصرف نہیں کر سکتا، اور خریدنے کے بعد اس میں تصرف کر سکتا ہے، مثلا بیچ سکتا ہے، ہدیہ دے سکتا ہے، پس تصرف کے مقصد سے بیع کرنا جائز قرار دیا۔ یہاں چونکہ اپنا ہی مال لینا ہے، اس لئے رب المال [زید] اور مضارب [عمر] کے درمیان گویا کہ بیع نہیں ہوئی، اور یوں کہا جائے گا کہ عمر نے دس درہم میں زید کے لئے خریدا اس لئے زید دس درہم ہی پر مرابحہ کرے۔

ترجمہ: ۲ے کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ مضارب رب المال کی جانب سے پہلی بیع میں من وجہ وکیل ہے اس لئے دوسری بیع میں بھی آدھے نفع کے حق میں بیع معدوم سمجھی گئی۔

تشریح: چونکہ نفع میں دونوں شریک ہیں اس لئے عمر [مضارب] نے جب دس درہم میں کپڑا خرید کر لایا تو اس بیع میں آدھا زید [رب المال] کا وکیل ہے، اور آدھا خود اپنا وکیل ہے، اسی لئے دونوں نفع میں آدھا آدھا شریک ہیں، اس لئے آدھا نفع جو ڈھائی درہم ہے وہ زید کو مل گیا، اور زید کو یہ کپڑا ساڑھے بارہ درہم میں پڑا، اس لئے زید ساڑھے بارہ میں مرابحہ کرے گا

لغت: بیع الاول: عمر مضارب نے دس درہم کے بدلے کہیں سے کپڑا خرید کر لایا وہ مراد ہے۔ البیع الثانی: عمر زید کے ہاتھ

اشترى جارية فاعورت أو وطئها وهي ثيب يبيعها مرابحة ولا يبين ۱؎ لأنه لم يحتبس عنده شيئا يقابله الثمن لأن الأوصاف تابعة لا يقابلها الثمن ۲؎ ولهذا لو فاتت قبل التسليم لا يسقط شيء من الثمن ۳؎ وكذا منافع البضع لا يقابلها الثمن والمسألة فيما إذا لم ينقصها الوطء ۴؎ وعن أبي

پندرہ درہم میں کپڑا بیچا، اور ڈھائی ڈھائی درہم دونوں نے نفع کمایا بیع الثانی سے وہ بیع مراد ہے۔

ترجمہ :(۱۸۳) کسی نے باندی خریدی اور وہ کانی ہوگئی، یا ثیبہ ہونے کی حالت میں وطی کی تو ان چیزوں کو بیان کئے بغیر مرابحہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اپنے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جس کے مقابلے میں ثمن ہو، اس لئے کہ اوصاف کے مقابلے میں کوئی ثمن نہیں ہوتا۔

اصول :[۱] یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بائع نے اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھی ہے، یا عیب دار نہیں کیا ہے تو اس کو بیان کئے بغیر مرابحہ کے طور پر بیچ سکتا ہے، یہ کوئی دھوکہ نہیں ہے۔[۲]......دوسرا اصول یہ ہے کہ وصف کے مقابلے میں کوئی ثمن، اور رقم نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے فوت ہونے سے مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ملے گا۔

تشریح :کسی نے باندی خریدی اور وہ کانی ہوگئی، یا ثیبہ ہونے کی حالت میں اس سے وطی کی تو مرابحہ کرتے وقت اس عیب کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بتائے بغیر مرابحہ کر سکتا ہے، اور اسی قیمت پر مرابحہ کرے جس میں خریدی ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کا سالم ہونا، اور کانا ہونا صفت ہے اور اس صفت کے بدلے میں کوئی ثمن نہیں ہوتا، اس لئے اس کی کمی سے نہ قیمت کم ہوگی اور نہ بتانا ضروری ہے۔ اسی طرح باندی پہلے سے ثیبہ ہے اور اس پر وطی کر لی تو بائع نے اپنے پاس کوئی وصف نہیں رکھا اس لئے اس کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ اسی لئے اگر سپرد کرنے سے پہلے وصف فوت ہو جائے تو ثمن کم نہیں ہوگا۔

تشریح :یہ دلیل کی ایک مثال ہے، کہ بائع نے صحیح سالم باندی مشتری کے ہاتھ بیچی، لیکن ابھی سپرد نہیں کیا تھا کہ کانی ہوگئی، تو اس کا ناپن کے بدلے میں ثمن کا کوئی حصہ کم نہیں ہوگا، البتہ لینا ہو تو پوری قیمت دے کر لے، یا پھر چھوڑ دینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ ایسے ہی بضع کے منافع کے بدلے میں کوئی ثمن نہیں ہوتا۔ اور مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ وطی کرنے سے عورت میں کوئی کمی نہ آئی ہو

تشریح :اگر پہلے سے وطی کی ہوئی نہیں ہے تب تو وطی کرنے سے کماراپن زائل ہوتا ہے، اور اس کے مقابلے میں قیمت ہوتی ہے، لیکن اگر وطی کی ہوئی ہے اور ثیبہ ہے تو اس سے وطی کرنے میں، اور بضع سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی قیمت نہیں

يوسف رحمه الله في الفصل الأول أنه لا يبيع من غير بيان كما إذا احتبس بفعله وهو قول الشافعي رحمه الله(١٨٤) فأما إذا فقأ عينها بنفسه أو فقأها أجنبي فأخذ أرشها لم يبعها مرابحة حتى يبين ل لأنه صار مقصودا بالإتلاف فيقابلها شيء من الثمن ٢ وكذا إذا وطئها وهي بكر لأن

ہے۔بشرطیکہ وطی کرنے سے شرمگاہ میں کوئی نقص نہ آیا ہو۔اگر شرمگاہ میں کوئی نقص آگیا ہوتو ثمن سے قیمت کم ہو جائے گی

ترجمه : ٤ فصل اول کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ بغیر بیان کئے ہوئے مرابحہ کے طور پر نہ بیچے، جیسا کہ بائع کے فعل سے کوئی چیز اس کے پاس محبوس ہوگئی ہو۔اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے ہے،اور حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ یہاں بھی بغیر یہ بیان کئے ہوئے کہ یہ باندی میرے یہاں کانی ہوئی ہے مرابحہ کے طور پر نہ بیچے، کیونکہ یہ احتیاط کا تقاضہ ہے،اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ بائع نے خود کانی کردی ہوتو بیان کرنا پڑتا ہے،اسی طرح یہاں خود بخود باندی کانی ہوگئی ہوتب بھی بیان کرنا ہوگا۔

ترجمه : (١٨٤) اگر خود بائع نے باندی کی آنکھ پھوڑ دی، یا کسی اجنبی نے پھوڑا،اور بائع نے اس کا تاوان لے لیا تو بغیر بیان کئے مرابحہ کے طور پر نہ بیچے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ صفت کو خود ضائع کر کے وہ مقصود بن گیا،اس لئے اس کے مقابلے پر کچھ ثمن ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ صفت کو اپنے پاس روک لیا تو مرابحہ میں اس کو بیان کرنا ہوگا۔

تشریح : یہاں تین صورتیں بیان کررہے ہیں۔[١] پہلی صورت یہ ہے کہ بائع نے خود باندی کی آنکھ پھوڑ دی تو گویا کہ ایک عضو اس نے اپنے پاس رکھ لیا،اس لئے اس کے مقابلے میں ثمن کا کچھ حصہ ہوگا۔[٢] دوسری صورت یہ ہے کہ اجنبی نے آنکھ پھوڑی،اور اس کا تاوان بائع نے وصول کر لیا تو گویا کہ بائع نے صفت کو روک لیا اس کو بیان کرے بغیر مرابحہ نہ کرے، کیونکہ یہ احتیاط کے خلاف ہے۔

ترجمه : ٢ ایسے ہی اگر باندی سے وطی کی اس حال میں کہ وہ کنواری تھی [تو بیان کرنا ہوگا] اس لئے کہ کنوارہ پن باندی کا ایک جز ہے جس سے مقابلے میں ثمن ہوتا ہے،اور بائع نے اس کو محبوس کیا ہے۔

تشریح : یہ تیسری صورت ہے کہ۔کنواری باندی کو خریدا تھا، پھر بائع نے اس سے وطی کی،تو مرابحہ کے وقت اس کو بیان کرنا ہوگا

وجه : کنوارہ پن ایک اہم صفت ہے جسکو بائع نے ضائع کیا تو گویا کہ اس صفت کو بائع نے اپنے پاس رکھا اس لئے مرابحہ کے وقت اس کو بیان کرنا ہوگا۔

العذرة جزء من العين يقابلها الثمن وقد حبسها. (١٨٥)ولو اشترى ثوبا فأصابه قرض فأر أو حرق نار يبيعه مرابحة من غير بيان ولو تكسر بنشره وطيه لا يبيعه مرابحة حتى يبين ل والمعنى ما بيناه.[الف](١٨٦) قال ومن اشترى غلاما بألف درهم نسيئة فباعه بربح مائة ولم يبين فعلم المشتري فإن شاء رده وإن شاء قبل ل لأن للأجل شبها بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل

لغت :فقأ العين: آنکھ پھوڑنا۔ارش: تاوان۔بکر: کنوارہ ہونا۔حبس روکنا محبوس کرنا۔عذرۃ: کنوارہ پن، باکرہ ہونا۔

ترجمہ :(١٨٥)اگر کپڑا خریدا اور اس کو چوہے نے کاٹ دیا، یا آگ سے جل گیا تو مرابحہ کے طور بغیر بیان کے بیچ سکتا ہے، اور اگر کھولنے اور لپیٹنے سے پھٹ گیا تو بیان کئے بغیر اس کو نہیں بیچ سکتا، اور دلیل ہم نے پہلے بیان کی ہے۔

ترجمہ :ل اور وجہ وہ ہے جسکو ہمنے پہلے ذکر کیا۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آسمانی حادثے سے کوئی وصف ضائع ہوا تو اس کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر بائع نے وصف ضائع کیا تو بیان کئے بغیر مرابحہ نہیں کر سکتا ہے۔

تشریح :اگر بائع نے صحیح سالم کپڑا خریدا تھا، پھر اس کو چوہے نے کاٹ دیا، یا اچانک کہیں سے جل گیا تو اس کو بغیر بیان کئے بھی مرابحہ کر سکتا ہے، کیونکہ یہ آسمانی حادثہ سے ہوا، اس صفت کو بائع نے محبوس نہیں کیا ہے۔لیکن اگر کھولنے اور لپیٹنے کی وجہ سے کپڑا کہیں سے پھٹ گیا تو اس کو بیان کرنا ہوگا، کیونکہ یہ بائع کے فعل سے ہوا، تو گویا کہ بائع نے ایک وصف کو اپنے پاس محبوس کر لیا۔

لغت :قرض: کاٹنا،قرض فار: چوہے کا کاٹنا۔نشر: پھیلانا۔طیّ: لپیٹنا۔والمعنی: دلیل۔

ترجمہ :[الف](١٨٦) کسی نے ہزار کے بدلے میں غلام ادھار خریدا، پھر ایک سو نفع لیکر مرابحہ کیا تو، اور ادھا کا ذکر نہیں کیا، پھر مشتری کو ادھار کا علم ہوا تو چاہے اس کو رد کر دے، اور چاہے اس کو قبول کر لے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ادھار اور نقد بھی ایک بڑی چیز ہے اس سے قیمت بڑھتی اور گھٹتی ہے اس لئے مرابحہ کے وقت اس کو بیان کرنا ضروری ہے۔ورنہ اختیار ہوگا۔[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ اس کے مقابلے پر کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے۔

تشریح : بائع نے غلام کو ایک ہزار میں ادھار خرید اتھا، پھر ایک سو نفع لیکر گیارہ سو درہم میں نقد بیچا اور مرابحہ کیا، اور مشتری کو یہ نہیں بتایا کہ میں نے ادھار خریدا تھا، بعد میں مشتری کو معلوم ہوا کہ بائع نے ادھار خریدا تھا، تو مشتری کو حق ہوگا کہ اس کو لے یا رد کر دے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ ادھار سے قیمت زیادہ ہو جاتی ہے، اور اسی چیز کو نقد خریدو تو کم قیمت میں مل جاتی ہے، اس لئے ایسا

الأجل والشبهة في هذا ملحقة بالحقيقة فصار كأنه اشترى شيئين وباع أحدهما مرابحة بثمنهما والإقدام على المرابحة يوجب السلامة عن مثل هذه الخيانة فإذا ظهرت يخير كما في العيب [ب](١٨٦) وإن استهلكه ثم علم لزمه بألف ومائة ۱؎ لأن الأجل لا يقابله شيء من الثمن(١٨٧) قال فإن كان ولاه إياه ولم يبين رده إن شاء ۱؎ لأن الخيانة في التولية مثلها في المرابحة لأنه بناء

سمجھا جائے گا کہ ایک ہزار میں غلام بھی خریدا، اور مدت بھی خریدی، اور آگے مشتری کو اگیارہ سو میں صرف غلام دیا ہے، جو ایک قسم کا دھوکہ ہے اس لئے مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ مدت مبیع کے مشابہ ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ مدت کی وجہ سے ثمن میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس میں شبہ حقیقت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے تو گویا کہ بائع نے دو چیز خریدی تھی [غلام اور مدت] اور دونوں کی قیمت میں ایک چیز کو مرابحہ کے طور پر بیچی، اور مرابحہ پر اقدام کرنا اس قسم کی خیانت سے سالم رہنا واجب کرتا ہے، پس جب خیانت ظاہر ہوئی تو اختیار ہوگا، جیسا کہ عیب میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ مدت مبیع کے مشابہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نقد ہو تو قیمت کم ہو جاتی ہے اور ادھار ہو تو قیمت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ ایک ہزار میں دو چیزیں خریدی [۱] غلام۔ [۲] اور مدت، پھر بائع نے گیارہ سو درہم میں ایک ہی چیز، صرف غلام بیچا، اس لئے مشتری کو اس خیانت کے علم ہونے کے بعد لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ جیسے خریدنے کے بعد بائع کے پاس عیب پیدا ہو گیا ہو تو مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ اس کو لے یا نہ لے۔

ترجمہ : [ب](١٨٦) اگر مشتری نے غلام کو ضائع کر دیا پھر اس کو خیانت کا علم ہوا تو مشتری کو گیارہ سو لازم ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے مدت کے مقابلے میں کوئی ثمن نہیں ہوتا۔

تشریح : مشتری نے غلام کو ہلاک کر دیا اس کے بعد معلوم ہوا کہ بائع نے ادھار خریدا تھا اور بغیر بتائے گیارہ سو میں بیچ دیا۔ اب غلام واپس نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ وہ ہلاک ہو چکا ہے تو پوری قیمت ہی دینی ہوگی، کیونکہ مدت کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی

ترجمہ : (١٨٧) اور اگر ایک ہزار پر تولیہ کیا اور ادھار ہونے کو بیان نہیں کیا تو مشتری چاہے تو واپس کر دے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ تولیہ میں خیانت مرابحہ میں خیانت کی طرح ہے، اس لئے کہ تولیہ کا مدار ثمن اول پر ہے۔

تشریح : مرابحہ کی طرح ایک ہزار پر تولیہ کیا اور یہ بیان نہیں کیا کہ میں ادھار خریدا تھا اور آپ سے نقد بیچ رہا ہوں تو مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہوگا، کیونکہ تولیہ بھی مرابحہ کی طرح ہے، فرق یہ ہے کہ مرابحہ میں نفع لیا جاتا ہے، اور تولیہ میں ثمن اول

علی الثمن الأول(۱۸۸) وإن كان استهلكه ثم علم لزمه بألف حالة لما ذكرناه وعن أبي يوسف رحمه الله أنه يرد القيمة ويسترد كل الثمن وهو نظير ما إذا استوفى الزيوف مكان الجياد وعلم بعد الاتفاق وسيأتيك من بعد إن شاء الله تعالى ٢ وقيل يقوم بثمن حال وبثمن

پر بیع کی جاتی ہے۔

ترجمہ :(۱۸۸)اور اگر مشتری نے ہلاک کر دیا پھر اس کو ادھار کا علم ہوا تو نقد ایک ہزار لازم ہوگا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح :غلام ہلاک کر دیا اس کے بعد مشتری کو علم ہوا کہ بائع نے ایک ہزار میں ادھار خریدا تھا تب بھی مشتری پر ایک ہزار نقد لازم ہوگا۔ کیونکہ مدت کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی، اور بات ایک ہزار پر طے ہوئی تھی اس لئے ایک ہزار ہی لازم ہوگا۔

ترجمہ :1 حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ بازاری قیمت بائع کو واپس کر دے اور پورا ثمن واپس لے لے، اس کی مثال یہ ہے کہ جید درہم کی جگہ پر کھوٹا وصول کر لیا، اور خرچ کرنے کے بعد علم ہوا [اس کی تفصیل بعد میں آئے گی]

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اس غلام کی بازار میں جو قیمت ہے [مثلا آٹھ سو درہم] وہ بائع کو دے دے، اور اپنا پورا ثمن ایک ہزار درہم بائع سے واپس لے۔ اسکی ایک مثال یہ دیتے ہیں کہ، مثلا زید کا عمر پر ایک ہزار جید درہم قرض تھے، اسنے کھوٹا درہم دے دیا، اور زید نے اس کھوٹے درہم کو خرچ کر دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ درہم کھوٹے تھے، تو مسئلہ یہی ہے کہ اس قسم کے ایک ہزار کھوٹے درہم عمر کو دے، اور اس سے ایک ہزار جید درہم واپس لے، اسی طرح یہاں ہوگا

لغت : یرد القیمۃ: اس سے بازار کی قیمت مراد ہے۔ یسترد الثمن: رد سے مشتق ہے، پورا ثمن واپس لے۔ الزیوف: کھوٹا۔ نظیر: مثال۔ سیأتیک من بعد: کتاب الصرف سے پہلے مسائل منثورہ ہے اس میں اس کی بحث آئے گی۔

ترجمہ :٢ بعض حضرات نے فرمایا کہ نقد ثمن کا اندازہ لگایا جائے، اور ادھار ثمن کا اندزہ لگایا جائے پھر دونوں کے درمیان میں جو فرق ہو وہ بائع سے لیا جائے۔

تشریح :مثلا غلام کی نقد قیمت آٹھ سو درہم ہے اور ادھار قیمت ایک ہزار درہم ہے تو دونوں کے درمیان میں دو سو درہم کا فرق ہے اس لئے دو سو درہم مشتری بائع سے لے گا۔ یہ قول حضرت ابو جعفر ہندوانیؒ کا ہے۔

ترجمہ :٣ اور اگر عقد میں مدت کی شرط نہ ہو، لیکن قسط وار ادا کرنے کی عادت ہو تو بعض حضرات نے کہا کہ اس کو بیان کرے، اس لئے کہ جو مشہور ہے وہ شرط جیسی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بیان کئے بغیر بیچے، اس لئے کہ حقیقت میں ثمن

مؤجل فيرجع بفضل ما بينهما ٣ ولو لم يكن الأجل مشروطا في العقد ولكنه منجم معتاد قيل لا بد من بيانه لأن المعروف كالمشروط وقيل يبيعه ولا يبينه لأن الثمن حال. (١٨٩)قال ومن ولى رجلا شيئا بما قام عليه ولم يعلم المشتري بكم قام عليه فالبيع فاسد[لجهالة الثمن] فإن أعلمه البائع في المجلس فهو بالخيار إن شاء أخذه وإن شاء تركه ا لأن الفساد لم يتقرر فإذا حصل العلم في المجلس جعل كابتداء العقد وصار كتأخير القبول إلى آخر المجلس ٢ وبعد الافتراق

نقد ہے۔

تشریح :عقد میں ادھار کی شرط نہ ہو،لیکن اس بیع میں عادت یہ ہو کہ قسطوار قیمت ادا کرتے ہیں تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس قسط وار کو بیان کرے، کیونکہ جو مشہور ہے، وہ شرط لگانے کی طرح ہے اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ بیان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں یہ ثمن نقد ہی واجب ہے، یہ تو صرف عادت کی وجہ سے کرتے ہیں اس لئے اسکو بیان کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ :(١٨٩) جتنے میں پڑا ہے اس پر تولیہ کیا،اور مشتری کو پتہ نہیں کہ کتنے میں پڑا ہے،تو ثمن میں جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی، پس اگر بائع نے مجلس میں بتا دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا، چاہے تو لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ فساد ابھی مستحکم نہیں ہوا ہے، پس جب مجلس میں علم ہو گیا تو یوں سمجھو کہ شروع سے عقد کیا،اور مجلس کے آخیر تک قبول کرنے کی تاخیر ہوئی۔

تشریح :بائع نے یوں کہا کہ جتنے میں مجھے پڑا ہے اس پر تولیہ کرتا ہوں،اور مشتری کو یہ علم نہیں ہے کہ کتنے میں پڑا ہے تو چونکہ ثمن مجہول ہے اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔اور اگر مجلس میں بتا دیا کہ اتنے میں پڑا ہے تو اب مشتری کو اختیار ہوگا، چاہے تو لے اور چاہے تو رد کر دے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ مجلس ختم ہونے کے بعد ثمن کی جہالت مستحکم ہوگی،اس کے پہلے وہ مستحکم نہیں ہے،فساد مستحکم ہونے سے پہلے اس کو اٹھا دیا تو بیع جائز ہو جائے گی،البتہ اب مشتری کو ثمن کا علم ہوا ہے اس لئے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ :٢ اور مجلس سے جدا ہونے کے بعد فساد مستحکم ہو گیا اس لئے اصلاح قبول نہیں کرے گا،اس کی مثال،کسی چیز کو اس پر لکھی ہوئی قیمت سے بیچنا ہے،جبکہ مجلس میں اس کا علم ہو گیا ہو۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مجلس تک خبر دے دے تو اصلاح ہو جائے گی،اور بیع جائز ہو جائے گی،اس کے بعد نہیں۔

قد تقرر فلا يقبل الإصلاح ونظيره بيع الشيء برقمه إذا علم في المجلس ٣ وإنما يتخير لأن الرضا لم يتم قبله لعدم العلم فيتخير كما في خيار الرؤية .

تشریح :مجلس ختم ہوگئی ہواس کے بعد بائع نے بتایا کہ مجھے اتنے میں پڑا ہے تو بیع ختم ہو جائے گی ،قبول کا وقت نہیں رہے گا

وجہ :مجلس ختم ہونے کے بعد ثمن کی جہالت مستحکم ہوگئی اس لئے اب اصلاح نہیں ہوگی۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مبیع پر قیمت لکھی ہوئی ہے،اور بائع نے کہا جتنی قیمت لکھی ہوئی ہے اس میں بیچتا ہوں،اور مشتری اس قیمت کو نہ پڑھ سکا تو بیع فاسد ہو جائے گی ،لیکن مجلس ختم ہونے سے پہلے بائع نے لکھی ہوئی قیمت بتادی تو اب بیع ہو جائے گی ،لیکن مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا،ٹھیک اسی طرح یہاں بھی ہے۔

لغت :بیع الشئی برقمہ: یوں کہنا کہ ،چیز پر جو قیمت لکھی ہوئی ہے اس پر بیچتا ہوں ،یہ بیع الشئی برقمہ ، ہے۔

ترجمہ :٣ مشتری کو اختیار ہوگا اس لئے کہ جاننے سے پہلے رضا مندی نہیں ہوئی ،جیسے خیار رویت میں ہوتا ہے۔

تشریح : قیمت کا علم ہونے کے بعد مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔کیونکہ جاننے سے پہلے اسکی رضامندی نہیں ہے، جیسے خیار رویت ہو تو مبیع کو دیکھنے کے بعد لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوتا ہے۔

﴿فصل﴾

(۱۹۰)ومن اشترى شيئا مما ينقل ويحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه ۱؎ لأنه عليه الصلاة والسلام نهى عن بيع ما لم يقبض ۲؎ ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاک. (۱۹۱) ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله. وقال محمد رحمه الله لا يجوز ۱؎

﴿فصل﴾

ترجمه: (۱۹۰) کسی نے کوئی ایسی چیز خریدی جو منتقل ہو سکتی ہے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ حضورؐ قبضہ کرنے سے پہلے بیع سے روکا ہے۔

وجه: (۱) منتقل ہونے والی چیز پر قبضہ کرے تب اس کو آگے بیچے۔ کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے بیچے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ چیز بائع سے ضائع ہو جائے اور اس کے پاس نہ آئے تو کیسے بیچے گا (۲) اس حدیث میں ہے کہ جو چیز تمہارے نہ ہو اس کو نہ بیچو۔ عن حكيم بن حزام قال : يا رسول الله ! يأتيني الرجل فيريد منى البيع ليس عندى أفأبتاعه له من السوق؟ فقال : لا تبع ما ليس عندک۔ (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یبیع ما لیس عندہ، ص ۵۰۵، نمبر ۳۵۰۳) (۳) حدیث میں ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے مت بیچو، جو صاحب ہدایہ کی حدیث ہے۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال من ابتاع طعاما فلا يبيعه حتى ليستوفيه زاد اسمعيل فلا يبعه حتى يقبضه. (بخاری شریف، بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع ما لیس عندک، ص ۳۴۳، نمبر ۲۱۳۶ / مسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص ۶۶۲، نمبر ۱۵۲۵/۳۸۳۶ / ابوداؤد شریف، نمبر ۳۴۹۲) اس حدیث میں ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو مت بیچو، اس لئے منقولی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔

ترجمه: ۲؎ اس لئے کہ ہلاک ہونے کے اعتبار سے عقد کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہے۔

تشریح: یہ بہت ممکن ہے کہ بائع کے پاس مبیع ہلاک ہو جائے تو آگے مشتری کو کیا دیگا! اس لئے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۹۱) اور جائز ہے زمین کو بیچنا قبضہ کرنے سے پہلے شیخینؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ نے فرمایا جائز نہیں۔

وجه: (۱) زمین منقولی چیز نہیں ہے۔ اس لئے اس میں ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے اس لئے اس کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دیا تو جایز ہے (۲) حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ قبضہ کرنے کی شرط غلہ وغیرہ میں ہے۔ جس سے اندازہ ہوا کہ زمین وغیرہ

رجوعا إلى إطلاق الحديث واعتبارا بالمنقول وصار كالإجارة ٢؎ ولهما أن ركن البيع صدر من أهله في محله ٣؎ ولا غرر فيه لأن الهلاک في العقار نادر بخلاف المنقول ٤؎ والغرر المنهي عنه

پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز ہے، انکا قول یہ ہے۔ **سمعت ابن عباس يقول اما الذى نهى عنه النبى فهو الطعام ان يباع حتى يقبض** (بخاری شریف، باب بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع مالیس عندک، ص ۳۴۲، نمبر ۲۱۳۵) اس اثر میں ہے کہ غلے کے بارے میں ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین وغیرہ کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتا ہے (۳) قول تابعی میں ہے۔ **عن ابن سيرين قال لا بأس ان يشترى شيئا لا يكال ولا يوزن بنقدثم يبيعه قبل ان يقبضه** ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یشتری الشیء ممالا یکال ولا یوزن ھل یبیعہ قبل ان یقبضہ، ج ثامن ص ۳۴، نمبر ۱۴۳۰۸) اس قول تابعی میں ہے کہ جو چیز کیلی اور وزنی نہیں ہے اس کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتا ہے۔

ترجمہ : ۱؎ رجوع کرتے ہوئے حدیث کے مطلق ہونے کی طرف، اور منقولی چیز پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور غیر منقولی چیز کو اجرت پر رکھنے کی طرح ہوگئی۔

تشریح : یہاں سے امام محمدؒ کی تین دلیلیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ زمین کو بھی قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔ [۱] انکی پہلی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں مطلقا کسی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے، اس لئے زمین کو بھی قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے۔ [۲] دوسری دلیل، وہ منقولی چیزوں پر قیاس کرتے ہیں، کہ جس طرح منقولی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا ناجائز ہے، اسی طرح زمین پر بھی قبضہ کرنے سے پہلے ناجائز ہے۔ [۳] تیسری دلیل یہ ہے کہ زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو اجرت پر دینا جائز نہیں اسی طرح اس کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ۲؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اہل سے صادر ہوا ہے محل میں۔

تشریح : **ركن البيع صدر من اهله فى محله** : یہ ایک محاورہ ہے۔ اہل سے مراد ہے ایجاب اور قبول کرنے والے بائع اور مشتری، جو عاقل بالغ ہیں اور ایجاب اور قبول کرنے کے اہل ہیں۔ اور محل سے مراد ہے مبیع جو بیع کا محل ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عاقل بالغ بائع اور مشتری نے زمین جیسی مبیع کو بیچی ہے اس لئے زمین کی بیع ہو جانی چاہئے۔

ترجمہ : ۳؎ اور زمین میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہے، کیونکہ زمین کے اندر ہلاکت نہیں ہوتی بخلاف منقولی چیز کے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ زمین خراب تو ہو سکتی ہے لیکن ختم نہیں ہو سکتی، اس لئے اس میں منقولی چیزوں کی طرح ہلاکت نہیں ہے، اس لئے پہلی بیع ٹوٹ جانے کا دھوکہ نہیں ہے اس لئے اس کو بیچنا جائز ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ اور وہ دھوکہ جس کو حدیث میں روکا ہے، وہ پہلی بیع کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہے۔

غرر انفساخ العقد ۵؎ والحديث معلول به عملا بدلائل الجواز والإجارة قيل على هذا الخلاف ولو سلم فالمعقود عليه في ٦؎ الإجارة المنافع وهلاكها غير نادر.(۱۹۲) قال ومن اشترى مكيلا

تشریح :حدیث میں ہے کہ دھوکے کی بیع نہ کرو، حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع الغرر و عن بیع الحصاۃ**۔(ابن ماجۃ شریف، باب النھی عن بیع الحصاۃ وعن بیع الغرر، ص ۳۱۴، نمبر ۲۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ دھوکے کی بیع سے حضورؐ نے منع فرمایا۔۔اس حدیث کی تاویل فرماتے ہیں کہ۔مبیع ضائع ہونے کی وجہ سے پہلی بیع ٹوٹ جائے یہ دھوکہ ہے، اور حدیث میں اسی دھوکے سے روکا ہے، اور زمین کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہے اس لئے اس سے منع نہیں ہے

ترجمہ :۵؎ اوپر جو قبضے والی حدیث گزری اس کی تاویل ہے بیع کے جائز ہونے کی دلیل سے۔

تشریح :اوپر یہ حدیث گزری کہ قبضہ کئے بغیر مبیع مت بیچو۔اس کی تاویل کرتے ہیں۔دوسری احادیث میں مطلقا بیچنا جائز ہے، چاہے قبضہ کر چکا ہو یا قبضہ نہ کیا ہو، اور چاہے منقولی چیز ہو یا غیر منقولی ہو۔اس لئے اس حدیث کی وجہ سے یہ تخصیص کی جائے گی کہ جن چیزوں میں ہلاک ہونے کا خطرہ ہو، جیسے گیہوں، چاول اس کے بارے میں اوپر کی حدیث میں منع فرمایا کہ قبضہ کئے بغیر مت بیچو

لغت :بدلائل الجواز: کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں سب قسم کی چیزوں کو بیچنا جائز ہے، چاہے منقولی ہو یا غیر منقولی، اور چاہے اس پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

ترجمہ: ٦؎ اور اجرت کہا گیا ہے کہ اختلاف پر ہے، اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو اجرت میں اصل چیز نفع ہے، اور اس کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے۔

تشریح : زمین کو اجرت پر دینے کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ کرنے سے پہلے اجرت پر دے سکتا ہے۔اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ کرنے سے پہلے اجرت پر نہیں دے سکتا۔اگر یہ اختلاف ہو تو امام محمدؒ ہمارے خلاف استدلال نہیں کر سکتا۔اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ شیخین کا مسلک بھی یہی ہے کہ زمین پر قبضہ کئے بغیر اجرت پر نہیں دیا جا سکتا تو اسکی وجہ ہوگی کہ اجرت کا مقصد زمین سے نفع حاصل کرنا ہے اور اس کا ہلاک ہونا بہت ممکن ہے۔مثلا زمین کو تین مہینے کے لئے دھان بونے کے لئے اجرت پر لی، لیکن زمین والے نے تین مہینے تک قبضہ ہی نہیں دیا جسکی وجہ سے فصل کا وقت ختم ہو گیا تو نفع کا نقصان ہے اس لئے زمین پر قبضہ کرنے سے پہلے اجرت پر نہ دے۔

ترجمہ : (۱۹۲) کسی نے کیلی چیز کیل کر کے خریدی یا وزنی چیز وزن کر کے خریدی پھر اس کو کیل کیا یا وزن کیا پھر اس کو

مکایلة أو موزونا موازنة فاکتاله أو اتزنه ثم باعه مکایلة أو موازنة لم یجز للمشتری منه أن یبیعه ولا أن یأکله حتی یعید الکیل والوزن ۱؎ **لأن النبي علیه الصلاة والسلام نهی عن بیع الطعام حتی**

کیل سے یا وزن سے بیچا تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو بیچے اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کو کھائے یہاں تک کہ دوبارہ کیل یا وزن کر لے

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ حضورؐ نے کھانے کو بیچنے کو منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں دو مرتبہ صاع جاری ہو جائے، ایک بائع کا صاع اور دوسرا مشتری کا صاع۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی کو مال پورا دینا چاہئے اور پورا لینا چاہئے۔

تشریح : کیلی چیز مثلا گیہوں چاول اور وزنی چیز مثلا درہم اور دنانیر کیل اور وزن سے خریدا۔ اور کیل یا وزن کر کے بائع سے لیا۔ اب اس کو دوبارہ کیل کر کے یا وزن کر کے بیچنا چاہتا ہے اٹکل سے نہیں تو پہلا کیل کیا ہوا یا وزن کیا ہوا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اگلے مشتری کے سامنے دوبارہ کیل کرنا ہوگا۔ یا وزنی چیز ہے تو وزن کرنا ہوگا۔

وجہ : (۱) پہلا کیل کرنا یا وزن کرنا پہلے مشتری کو حوالے کرنے کے لئے تھا۔ یہ وزن اگلے مشتری کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگر کیل یا وزن سے اس مشتری نے خریدا ہے تو اس کے سامنے دوبارہ کیل یا وزن کرنا ہوگا۔ تا کہ اس کو اطمینان ہو۔ اور کم یا زیادہ ہو جائے تو جس کا حق ہے اس کو دیا جائے۔ (۲) حدیث یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **عن جابر قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع الطعام حتی یجری فیه الصاعان صاع البائع وصاع المشتری** ۔(ابن ماجہ شریف، باب النھی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض ،ص ۳۱۹، نمبر ۲۲۲۸) اس حدیث میں ہے کہ بائع کا صاع اور مشتری کا جاری ہونا چاہئے۔ یعنی دونوں صاع سے وزن کرے۔ (۳) آیت میں اس کی تاکید ہے کہ مشتری کو کم نہیں جانا چاہئے۔ **الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کاکالوهم او وزنوهم یخسرون**. (آیت ۲/۳ سورۃ المطففین ۸۳) اس آیت میں کیل اور وزن پورا دینے کی تاکید ہے (۴) حدیث میں ہے کہ بیچتے اور خریدتے وقت کیل کرے۔ **عن عثمان ان النبی ﷺ قال اذا بعت فکِل واذا ابتعت فاکتل** (بخاری شریف، باب الکیل علی البائع والمعطی ،ص ۳۴۱، نمبر ۲۱۲۶ / مسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض ،ص ۶۶۳، نمبر ۱۵۲۸ / ۳۸۴۸)

نوٹ: اس حدیث کی بنیاد پر کھانے کے وقت دوبارہ کیل کرنا استحبابی ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ غلہ زیادہ آ گیا ہو تو بائع کو واپس کر سکے، یا کم آیا ہو تو اس سے لے سکے۔

ترجمہ :۲؎ اور اس لئے کہ اگر شرط پر زیادہ ہو جائے تو یہ بائع کا ہے، اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے اس

يجري فيه صاعان صاع البائع وصاع المشتري ۲؎ ولأنه يحتمل أن يزيد على المشروط وذلك للبائع والتصرف في مال الغير حرام فيجب التحرز عنه ۳؎ بخلاف ما إذا باعه مجازفة لأن الزيادة له ۴؎ وبخلاف ما إذا باع الثوب مذارعة لأن الزيادة له إذ الذرع وصف في الثوب بخلاف القدر ۵؎ ولا معتبر بكيل البائع قبل البيع وإن كان بحضرة المشتري لأنه ليس صاع البائع والمشتري وهو الشرط ۶؎ ولا بكيله بعد البيع بغيبة المشتري لأن الكيل من باب التسليم لأن به يصير

لئے اس سے پرہیز کرے۔

تشریح : مشتری کے ہاتھ میں جو کچھ بیچا ہے، مثلا دس کیلو، اور وہ حقیقت میں گیارہ کیلو تھا، تو یہ ایک کیلو بائع کا ہے، جو مشتری کے لئے حرام ہے اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور بائع کو چاہئے کہ مشتری کے سامنے دس کیلو کیل کر کے دے۔

ترجمه :۳؎ بخلاف جبکہ اٹکل سے بیچا ہو اس لئے کہ زیادتی مشتری کے لئے ہے۔

تشریح : اگر کیل کر کے یا وزن کر کے نہیں بیچا بلکہ اندازے سے بیچا تو کم ہو یا زیادہ سب مشتری کا ہے اس لئے یہاں کیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لغت :مجازفۃ: اٹکل سے، اندازے سے۔

ترجمه :۴؎ بخلاف جبکہ کپڑے کو گز سے بیچا اس لئے کہ جو زیادہ ہوا وہ مشتری کے لئے ہے اس لئے کہ گز کپڑے میں صفت ہے بخلاف مقدار کے۔

تشریح :بائع نے کپڑا گز سے ناپ کر بیچا، اور وہ زیادہ نکل گیا تو وہ مشتری کا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے میں گز صفت ہے جو کپڑے کے ساتھ مشتری کے یہاں جاتی ہے اس لئے کپڑے کو دوبارہ ناپنے کی ضرورت نہیں ہے، بخلاف مقدار یعنی کیلی اور وزنی چیز کے، وہ صفت نہیں ہے، مستقل مبیع ہے، اور زیادہ ہوتے وقت بائع کی ہوتی ہے۔

ترجمه :۵؎ بیع سے پہلے بائع کے کیل کرنے کا اعتبار نہیں ہے چاہے مشتری کے سامنے ہو اس لئے کہ یہ بائع اور مشتری کا پیمانہ نہیں ہے جو شرط ہے۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ بائع اور مشتری ناپے، اور بیع کرنے سے پہلے دونوں بائع اور مشتری نہیں ہیں، وہ اجنبی ہیں اس لئے اس وقت بائع نے چاہے بننے والے مشتری کے سامنے ناپا ہو وہ کافی نہیں ہے۔

ترجمه :۶؎ بیع کے بعد بائع کیل کرے مشتری کی غیر حاضری میں تو کافی نہیں ہے اس لئے کہ کیل کا مطلب ہے سپرد کرنا اس لئے کہ اس سے مبیع معلوم ہوتی ہے، اور مشتری کی حاضری کے بغیر سپرد کرنا نہیں ہوگا۔

المبيع معلوما ولا تسليم إلا بحضرته ۷ ولو كاله البائع بعد البيع بحضرة المشتري فقد قيل لا يكتفى به لظاهر الحديث فإنه اعتبر صاعين والصحيح أنه يكتفى به لأن المبيع صار معلوما بكيل واحد وتحقق معنى التسليم ۸ ومحمل الحديث اجتماع الصفقتين على ما نبين في باب السلم إن شاء الله تعالى ۹ ولو اشترى المعدود عدا فهو كالمذروع فيما يروى عنهما لأنه ليس بمال

تشریح: بیع کرنے کے بعد بائع نے ناپا،لیکن مشتری موجود نہیں تھا تو یہ ناپنا کافی نہیں ہے۔

وجہ : (۱)اس لئے کہ ناپنے کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کو مبیع سپرد کر رہا ہے،اوراس کی حاضری کے بغیر سپرد نہیں کر سکتا اس لئے یہ ناپنا کافی نہیں ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ناپنے کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کو علم ہو جائے کہ کتنا کیل یا کتنا وزن مشتری کا ہے،اور یہ اس کی حاضری میں ہوگا اس لئے اس کی غیر حاضری میں ناپنا کافی نہیں ہے۔

ترجمہ :۷ اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے سامنے کیل کر دیا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ ظاہری حدیث کی بنا پر یہ کافی نہیں ہے،اس لئے کہ حدیث میں دو صاع کا اعتبار کیا ہے،لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ایک ہی صاع کافی ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ ناپنے سے مبیع معلوم ہوگئی،اور سپرد کرنے کا معنی متحقق ہو گیا۔

تشریح :حدیث میں تھا کہ بائع الگ ناپے،اور مشتری الگ ناپے،حدیث کا جملہ یہ ہے **حتى يجرى فيه الصاعان صاع البائع وصاع المشترى**۔(ابن ماجہ شریف،نمبر ۲۲۲۸)اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ باضابطہ دو مرتبہ ناپنا ہوگا ،ایک مرتبہ بائع ناپے اور دوسری مرتبہ مشتری ناپے۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بیع کے بعد مشتری کے سامنے ایک مرتبہ بائع کا ناپنا کافی ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کے سامنے ناپنے سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مشتری کا مال کتنا ہے،اور مال بھی مشتری کے سپرد ہو گیا اس لئے ایک مرتبہ کافی ہے۔

ترجمہ :۸ اور حدیث کا محمل یہ ہے کہ دو صفقے جمع ہو جائیں جیسا کہ باب السلم میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح :حدیث میں جو بائع اور مشتری دونوں کے لئے دو مرتبہ کیل کرنے کا حکم ہے وہ اس وقت ہے جبکہ ایک ساتھ دو بیع جمع ہو جائیں تو دو مرتبہ کیل کرنا ہوگا۔مثلا زید نے خالد سے بیع سلم کیا اور کہا کہ ایک کوئنٹل گیہوں ایک مہینے کے بعد لوں گا،اور خالد نے عمر سے ایک کوئنٹل گیہوں خریدا،اور زید سے کہا کہ عمر کے پاس سے ایک کوئنٹل گیہوں لے آؤ۔اب یہاں دو بیع ہیں ایک زید اور خالد کے درمیاں،اور دوسرا خالد اور عمر کے درمیان،اس لئے زید جب عمر سے گیہوں لیگا تو ایک مرتبہ خالد کے لئے ناپے گا،اور دوسری مرتبہ خود اپنے لئے ناپے گا تب زید کا گیہوں پر قبضہ ہوگا۔کیونکہ یہاں دو عقد ہیں۔اور حدیث کا محل یہی ہے

الربا وكالموزون فيما يروى عن أبي حنيفة رحمه الله لأنه لا تحل له الزيادة على المشروط.(۱۹۳) قال والتصرف في الثمن قبل القبض جائز لقيام المطلق وهو الملک وليس

ترجمہ :۹ اگر عددی چیز گن کر بیچا تو وہ گز والی چیز کی طرح ہے، یہ صاحبینؒ کی روایت ہے اس لئے کہ یہ سود کی جنس میں سے نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی روایت یہ ہے کہ جتنی شرط ہے اس سے زیادتی جائز نہیں ہے۔

تشریح ؛عددی چیز مثلا اخروٹ گن کر بیچا تو صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کو دوبارہ گننے کی ضرورت نہیں ہے بغیر گنے تصرف کرسکتا ہے

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کپڑے کی طرح ہے جس میں گز صفت ہے اور زیادہ ہو جائے تو یہ مشتری کے لئے ہے، اس لئے مشتری کو دوبارہ گننے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک اخروٹ کو دو اخروٹ کو بیچنا جائز ہے، سود نہیں ہے ،اور جب سود کے اموال میں سے نہیں ہے تو دوبارہ گننے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کو دوبارہ گننے کی ضرورت ہے تب تصرف کرے۔

وجہ :وجہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جتنے اخروٹ کی بیع ہوئی ہے مشتری کے لئے اتنا ہی لینا جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں ہے، اس لئے مشتری کو گننا ہوگا تا کہ زیادہ ہو تو بائع کی طرف واپس کرے۔

ترجمہ :(۱۹۳) اور تصرف کرنا ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے۔

ترجمہ :۱ جائز کرنے والی چیز یعنی ملک قائم ہونے کی وجہ سے، اور درہم دینار میں ہلاکت کی وجہ سے فسخ ہونے کا دھوکہ بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ،بخلاف مبیع کے [وہ متعین کرنے سے متعین ہوتی ہے]

تشریح : بائع نے بیچنے کی ابھی بات کی ہے اور مبیع دی تھی لیکن مشتری نے ابھی ثمن نہیں دیا ہے اور نہ بائع نے اس پر قبضہ کیا ہے۔ اس سے پہلے اس ثمن کے ذریعہ بائع کوئی چیز خریدنا چاہے تو خرید سکتا ہے۔ یا ثمن کو ہبہ کرنا چاہے تو ہبہ کرسکتا ہے۔

وجہ :(۱) ثمن پر بائع کی ملکیت ہو چکی ہے اس لئے اس سے کوئی چیز خریدنا چاہے تو خرید سکتا ہے۔ (۲) ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اس لئے یہ ثمن نہیں دے سکے گا تو اپنی طرف سے کوئی دوسرا درہم یا دینار دے دے گا۔ یہی ثمن دینا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس ثمن کی تعیین تو بائع کو بھروسہ دینے کے لئے کی ہے۔ (۳) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قال كنت أبيع الابل فى البقيع فأبيع بالدنانير و آخذ الدراهم و أبيع بالدراهم و آخذبالدنانير فوقع فى نفسى من ذالک فأتيت رسول الله ﷺ و هو فى بيت حفصة او قال حين خرج من بيت حفصة فقلت يا رسول الله رويدک أسألک انى أبيع الابل بالبقيع فأبيع بالدنانير و آخذ الدراهم و ابيع بالدراهم و آخذ

فیہ غرر الانفساخ بالهلاک لعدم تعینها بالتعیین بخلاف المبیع (۱۹۴) قال ویجوز للمشتري أن یزید للبائع في الثمن ویجوز للبائع أن یزید للمشتري في المبیع ویجوز أن یحط من الثمن

الدنانیر ، فقال : لا بأس ان تأخذها بسعر یومها مالم تفرقا و بینکما شیٔ۔(سنن بیہقی، باب اقتضاء الذهب من الورق، ج خامس، ص ۴۶۶، نمبر ۱۰۵۱۳)اس حدیث میں ہے کہ درہم کے بدلے دینار لیا کرتے تھے، جس سے معلوم درہم اور دینا متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔(۴) اس قول تابعی میں ہے کہ ثمن کے بدلے کوئی اور چیز بھی لے سکتا ہے۔عن ابن سیرین قال اذا بعت شیئا بدینار فحل الاجل فخذ بالدینار ما شئت من ذلک النوع و غیره . (مصنف عبدالرزاق، باب السلعة یسلفها فی دینار ھل یأ خذ غیر الدینار، ج ثامن، ص ۱۲، نمبر ۱۴۱۹۳)اس اثر میں ہے کہ ثمن دینار ہو تو اس کے بدلے کوئی اور چیز لے سکتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا۔اس لئے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرسکتا ہے۔

لغت :مطلق:اطلاق سے مشتق ہے، جائز کرنے والی چیز، مراد ہے درہم پر بائع کی ملکیت۔غرر الانفساخ بالهلاک :یہ ایک محاورہ ہے، ثمن ہلاک ہوجائے جسکی وجہ سے بیع ختم ہوجائے، یہ دھوکہ نہیں ہے، کیونکہ اپنی طرف سے دوسرا درہم دے دے گا۔ بخلاف المبیع :مبیع یعنی گیہوں چاول متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں، اس کے بدلے دوسرا گیہوں دینا چاہے تو نہیں دے سکتا۔

ترجمہ :(۱۹۴)اور مشتری کے لئے جائز ہے کہ بائع کو ثمن میں زیادہ دے۔اور بائع کے لئے جائز ہے کہ مبیع میں زیادہ کردے اور جائز ہے کہ ثمن میں کمی کردے۔

تشریح :مثلا دس پونڈ میں کپڑا خریدا ہے اب مشتری خوش ہوکر بارہ پونڈ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے۔اسی طرح بائع مبیع زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یا جو قیمت طے ہوئی ہے اس سے کم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

وجہ :(۱) یہ مشتری، اور ملکیت ہے اس کو جیسا چاہے خرچ کرسکتا ہے(۲) حدیث میں قیمت زیادہ دی گئی ہے۔عن ابی رافع قال استسلف رسول الله بکرا فجائته ابل من الصدقة فامر نی ان اقضی الرجل بکرهٔ فقلت لم اجد فی الابل الا جملا خیارا رباعیا فقال النبی ﷺ اعطه ایاه فان خیار الناس احسنهم قضاء۔(ابوداؤد شریف، باب فی حسن القضاء، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۶)اس حدیث میں جوان اونٹ لیا تھا اور اس کے بدلے اچھے قسم کا اونٹ واپس دیا، جس سے معلوم ہوا کہ مشتری زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔(۳) مبیع زیادہ دینے کی ترغیب حدیث میں ہے۔حدثنا سوید بن قیس ... وثم رجل یزن بالاجر فقال له رسول الله ﷺ زن و ارجح۔(ابوداؤد شریف، باب

(۱۹۵) ویتعلق الاستحقاق بجمیع ذلک ۱؎ **فالزیادۃ والحط یلتحقان بأصل العقد عندنا** ۲؎ **وعند زفر والشافعي رحمه الله لا یصحان علی اعتبار الالتحاق بل علی اعتبار ابتداء الصلة لهما**

فی الرجحان فی الوزن، ص ۴۸۶، نمبر ۳۳۳۶) اس حدیث میں ہے کہ بائع کو چاہئے کہ مبیع کو وزن میں کچھ زیادہ ہی دے

ترجمہ :(۱۹۵) اور استحقاق ان تمام کے ساتھ متعلق ہونگے۔

ترجمہ : ۱؎ پس زیادہ کرنا، اور کم کرنا ہمارے نزدیک اصل عقد کے ساتھ مل جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔ زیادہ دی ہوئی قیمت یا کم کی ہوئی قیمت یا زیادہ دی ہوئی مبیع اصل کے ساتھ لاحق ہوکر اب یہ اصل بن جائیگی (۲) اب تمام حقوق ان ہی کے ساتھ متعلق ہونگے۔

تشریح :دس درہم پر قیمت طے ہوئی تھی مشتری نے اس کے بجائے بارہ درہم دیئے تو اب مرابحہ اور تولیہ جو کرے گا وہ بارہ درہم پر کرے گا۔ اسی طرح بائع نے ایک مبیع کے بجائے دو مبیع دس درہم میں دیدی تو اب یوں کہے گا کہ دو مبیع دس درہم میں لی ہیں۔ یوں نہیں کہے گا کہ ایک مبیع دس درہم میں لی ہے۔ اسی طرح بائع نے دس درہم کے بجائے آٹھ درہم لئے تو لینے والا یوں کہے گا کہ آٹھ درہم میں مبیع خریدی ہے۔ اور اسی آٹھ درہم پر مرابحہ اور تولیہ کرے گا۔ اب دس درہم پر مرابحہ یا تولیہ نہیں کرے گا۔ اسی طرح جو آدمی شفعہ کا دعوی کرے گا وہ اب موجودہ قیمت اور موجودہ مبیع پر شفعہ کا دعوی کرے گا۔

وجہ : کیونکہ اب یہی قیمت اصل بن گئی اور زیادہ دی ہوئی قیمت یا بائع کی جانب سے کم کی ہوئی قیمت ہی اصل بن گئی۔ اس لئے اب تمام حقوق اسی پر منحصر ہونگے۔

ترجمہ : ۲؎ حضرت امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اصل عقد کے ساتھ ملانا صحیح نہیں ہے، بلکہ از سر نو صلہ اور مہربانی ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے جو زیادہ دیا اس کو ثمن بنانا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مشتری کے مال کے بدلے میں پہلے ہی اس کی ملکیت ہو چکی ہے، اس لئے اس زیادتی کو اصل عقد کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا، اور ایسے ہی ثمن کم کرنا، اس لئے کہ پورا ثمن پوری مبیع کے مقابلے میں پہلے ہو چکی ہے، اس لئے اس ثمن کو نکالنا ممکن نہیں ہے، اس لئے از سر نو یہ مہربانی اور صلہ ہے۔

اصول :امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ، بعد میں کم یا زیادہ کیا ہوا اصل عقد کے ساتھ نہیں ہے، یہ صلہ اور مہربانی ہے، اس پر مرابحہ یا تولیہ نہیں ہوگا۔ پہلی قیمت پر ہوگا۔

تشریح :امام زفر اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ شروع میں جو قیمت یا مبیع طے ہوئی تھی وہی اصل ہے۔ اسی کے ساتھ تمام حقوق متعلق ہوں گے۔ اور بعد میں جو مبیع زیادہ کی یا ثمن زیادہ کئے وہ بعد کا ہدیہ اور ہبہ ہے اس کا تعلق اصل مبیع اور ثمن کے ساتھ

أنـه لا يـمـكـن تـصـحـيـح الزيادة ثمنا لأنه يصير ملكه عوض ملكه فلا يلتحق بأصل العقد و كذا الـحـط لأن كـل الثـمـن صار مقابلا بكل المبيع فلا يمكن إخراجه فصار برا مبتدأ ۳؎ ولـنـا أنهما بـالحط والزيادة يغيران العقد من وصف مشروع إلى وصف مشروع وهو كونه رابحا أو خاسرا أو عـدلا ولهـمـا ولاية الـرفـع فـأولى أن يكون لهما ولاية التغيير وصار كما إذا أسقطا الخيار أو

نہیں ہے۔اس لئے اس زیادتی کے ساتھ حقوق متعلق نہیں ہونگے۔اور مرابحہ اور تولیہ پہلے والے ثمن، یا پہلی والی مبیع پر کر سکے گا

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلا دس درہم میں گیہوں خرید ابعد میں مشتری نے دو درہم زیادہ دئے، تو مشتری پہلے ہی دس درہم میں گیہوں کا مالک بن چکا ہے، اب یہ دو درہم کس چیز کا ہے، اس لئے اس کو بائع کے لئے ہدیہ ہی شمار کیا جائے گا۔ یا مثلا دس درہم میں گیہوں بیچا، بعد میں بائع نے دو درہم کم کر دئے، تو دس درہم پورے گیہوں کے مقابل ہو گئے اسلئے دو درہم اس سے نکالا کیسے جائے گا! اس لئے یہی کہا جائے گا کہ مہربانی کرتے ہوئے دو درہم نہیں لئے، ورنہ قاعدے سے دس درہم ہی ثمن ہے

لغت :یصیر ملکہ عوض ملکہ: مشتری کے دس درہم مال کے بدلے میں وہ مبیع کا پہلے مالک بن چکا ہے۔اس لئے مزید دو درہم مبیع کے بدلے میں نہیں ہے۔برا: نیکی، صلہ۔

ترجمہ : ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے کم کرنے اور زیادہ کرنے سے عقد ایک مشروع وصف سے دوسرے مشروع وصف کی طرف بدلتا ہے، یا وہ نفع بخش ہوتا ہے، یا نقصان والا ہوتا ہے، یا برابر والا ہوتا ہے، اور دونوں کو بیع کے ختم کرنے کا اختیار ہے تو دونوں کو اس کی تبدیل کا بھی اختیار ہوگا، اور ایسا ہو گیا کہ عقد کے بعد خیار شرط کو ساقط کر دیا، یا خیار شرط کو منعقد کر لیا۔

لغت :رابحا: مثلا بازار میں ایک من گیہوں کی قیمت دس درہم ہے، اور دس ہی درہم پر بیع ہوئی تو یہ بیع عادل ہے، بعد میں مشتری نے دو درہم اضافہ کر دیا، تو یہ بائع کے لئے بیع رابح ہوگئی، [نفع بخش]۔اور اگر بائع نے دو درہم کم کر دیا تو یہ بائع کے لئے بائع خاسر ہوئی۔ان باتوں کو صفت کہتے ہیں۔

تشریح :یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی ہے۔امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیع کے بعد ثمن میں کمی زیادتی کرنے سے بیع ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہوتی ہے، اور بائع اور مشتری کو یہ حق ہے کہ سرے سے بیع ہی ختم کر دے، اس لئے اس کا بھی اختیار ہوگا کہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل کر دے۔کہ پہلے رابح تھا تو ثمن کم کر کے عادل کر دے، یا عادل تھا تو ثمن زیادہ کر کے رابح کر دے۔جیسے عقد کے بعد خیار شرط لے لے، یا عقد میں خیار شرط تھا تو اس کو ساقط کر دے، اسی طرح بعد میں ثمن زیادہ کرے، یا بائع کم کر دے، اور اس کو اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دے۔

شـرطـاه بعد العقد ۴؎ ثـم إذا صـح يـلتـحـق بـأصـل العقد لأن وصف الشيء يقوم به لا بنفسه ۵؎ بـخـلاف حـط الـكل لأنه تبديل لأصله لا تغيير لوصفه فلا يلتحق به ۶؎ وعـلى اعتبار الالتحاق لا تـكون الزيادة عوضا عن ملكه ۷؎ ويـظهر حكم الالتحاق في التولية والمرابحة حتى يجوز على

تـرجـمـه :۴؎ پس جب کمی اور زیادتی کرنا صحیح ہوا تو یہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہو جائے گا، کیونکہ کسی چیز کی صفت اسی کے ساتھ چپکتی ہے خود قائم نہیں رہتی۔

تشریح :جب بیع کی صفت میں تبدیل ہوگئی یعنی رابح سے عادل، یا خاسر ہوگئی تو یہ صفت اصل عقد اور اصل ثمن کے ساتھ مل جائے گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ اب اتنے میں بیچا ہے۔

وجه :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ صفت ہے، اور صفت کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ خود بخود قائم نہیں رہتی، بلکہ اپنے اصل کے ساتھ چپک جاتی ہے، اس لئے پہلی قیمت کے ساتھ مل جائے گی۔

لغت : وصف الشیئ یقوم به لا بنفسه : یہ ایک منطقی قاعدہ ہے۔ کسی چیز کی صفت خود قائم نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے اصل کے ساتھ چپک کر رہتی ہے۔ یلتحق: لحق سے مشتق ہے، کسی چیز کے ساتھ لاحق ہونا، اس کے ساتھ چپک کر رہنا۔

تـرجـمـه:۵؎ بخلاف پورا ثمن ہی کم کر دے تو تو یہ اصل بیع کو ہی تبدیل کرنا ہے [وہ ہبہ بن گیا] وصف کو بدلنا نہیں ہے اس لئے اصل کے ساتھ نہیں ملے گا۔

تشـــریـح :بائع نے تمام ثمن معاف کر دیا تو یہ عقد اب بیع نہیں رہا بلکہ ہبہ بن گیا، یہ صفت کی تبدیل نہیں ہے، بلکہ عقد کی تبدیل ہے، کہ بیع سے ہبہ بن گیا۔ اس لئے صفت کی طرح کسی کے ساتھ چپکائی نہیں جائے گی۔

ترجمه :۶؎ لاحق کرنے کے اعتبار سے زیادتی اپنے ملک کے بدلے میں نہیں ہوگی۔

تشـریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مشتری پہلے ہی قیمت سے مبیع کا مالک بن چکا ہے اب جو زیادہ دیا اسکو ثمن بنائیں تو ایسا ہوا کہ اپنے ہی ملک کے لئے زیادہ رقم دی۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جب اس دو درہم کو بھی اصل ثمن کے ساتھ لاحق کر دیں گے تو یہ زیادتی مبیع کے مقابلے میں ہو جائے گی، اپنی ملکیت کے مقابلے میں نہیں ہوگی۔

تـرجـمـه :۷؎ تولیہ اور مرابحہ میں لاحق کرنے کا حکم ظاہر ہوگا، یہاں زیادتی میں کل پر مرابحہ تولیہ کرے گا اور کمی کی صورت میں باقی پر مرابحہ اور تولیہ کرے گا۔

تشریح :مثلا دس درہم میں کپڑا خریدا تھا اور مشتری نے دو درہم زیادہ کر دیا تو مرابحہ اور تولیہ بارہ درہم پر کرے گا۔ اور بائع نے دو درہم کم کر دیا تھا تو اب مرابحہ اور تولیہ آٹھ درہم پر کرے گا کیونکہ کمی اور زیادتی اصل عقد کے ساتھ مل گئی۔

الكل في الزيادة ويباشر على الباقي في الحط ۸ؚ وفي الشفعة حتى يأخذ بما بقي في الحط وإنما كان للشفيع أن يأخذ بدون الزيادة لما في الزيادة من إبطال حقه الثابت فلا يملكانه ۹ؚ ثم الزيادة لا تصح بعد هلاك المبيع على ظاهر الرواية لأن المبيع لم يبق على حالة يصح الاعتياض عنه والشيء يثبت ثم يستند ۱۰ؚ بخلاف الحط لأنه بحال يمكن إخراج البدل عما يقابله فيلتحق

ترجمه : ۸ؚ اور شفعہ میں کم کی صورت میں مابقی میں لیگا۔اور شفیع بغیر زیادتی کے لیگا اس لئے کہ زیادتی میں اس ثابت شدہ حق کو باطل کرنا ہے اس لئے بائع اس کا مالک نہیں ہوگا۔

تشریح :بائع نے جو قیمت کم کی ہے شفیع اس میں ہی حق شفعہ کے ذریعہ مکان لیگا،مثال مذکور میں بائع نے دو درہم کم کیا تھا تو شفیع آٹھ درہم وہ چیز لیگا۔لیکن اگر مشتری نے دس کے بجائے بارہ درہم کر دیا تو شفیع بارہ درہم میں مکان نہیں لیگا۔دس میں ہی لیگا۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے جو دس درہم میں بیچا تھا اسی میں شفیع کا حق ہو گیا تھا اس لئے بارہ دلوا کر اس کا حق باطل نہیں کیا جائے گا۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے،ممکن ہے کہ مشتری زیادہ پیش کر کے شفیع کو نقصان دینا مقصود ہو،اس لئے اس کو نقصان سے بچایا جائے گا۔

ترجمہ :۹ؚ مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مبیع اس حال میں باقی نہیں رہی کہ اس کا عوض بنایا جائے،کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے، پھر منسوب ہوتی ہے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے،کہ مبیع ہلاک ہونے کے بعد ثمن میں کمی کی جا سکتی ہے۔زیادتی نہیں کی جا سکتی ہے۔

تشریح : مبیع ہلاک ہوگئی اس کے بعد مشتری ثمن میں اضافہ کرنا چاہے تو یہ اضافہ اصل ثمن کے ساتھ لاحق نہیں ہوگا بلکہ الگ سے مہربانی ہوجائے گی۔کیونکہ ثمن کی زیادتی مبیع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور مبیع ہی نہیں ہے تو اس کے ثمن کی زیادتی کیسے ہوگی۔اور جب زیادتی نہیں ہوگی تو اصل ثمن کے ساتھ لاحق بھی نہیں کیا جائے گا۔

لغت :الشیئ یثبت ثم یستند: یہ ایک منطقی قاعدہ ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز پہلے خود ثابت ہوتی ہے،تب جا کر کسی چیز کی طرف منسوب ہوتی ہے، یہاں مبیع کا عوض زیادہ کرنا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ مبیع ہی نہیں ہے اس لئے اس کا ثمن کیسے زیادہ ہوگا،اور جب ثمن زیادہ نہیں ہوا تو اصل عقد کے ساتھ کیسے ملے گا۔اور ثمن کم کرنے کے لئے مبیع کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ پہلے سے جو ثمن ہے اس میں سے کم کرنا ہے،اور جب کم ہو گیا تو اصل ثمن کے ساتھ لاحق کیا جا سکتا ہے

ترجمہ :۱۰ؚ بخلاف کم کرنے کے اس لئے کہ مبیع اس حال میں ہے کہ اس کے مقابلے کا ثمن کم کیا جا سکتا ہے اس لئے کمی

بأصل العقد استنادا. (۱۹۶) قال ومن باع بثمن حال ثم أجله أجلا معلوما صار مؤجلا ؎ لأن الثمن حقه فله أن يؤخره تيسيرا على من عليه ألا ترى أنه يملک إبراء ه مطلقا فكذا مؤقتا ؎ ولو أجله إلى أجل مجهول إن كانت الجهالة متفاحشة كهبوب الريح لا يجوز وإن كانت متقاربة

اصل عقد کے منسوب ہو جائے گی۔

تشریح : یہ منطقی جملہ ہے۔ ثمن مبیع کے مقابلے میں ہے، مبیع اگر چہ ہلاک ہو چکی ہے، لیکن ثمن موجود ہے جس سے کم کیا جائے گا، اور جب کم ہو گیا تو اصل ثمن کے ساتھ مل جائے گا۔

لغت : یمکن اخراج البدل عما یقابله: بدل سے مراد ہے ثمن۔ اور یقابلہ سے مراد ہے مبیع۔ ثمن کو کم کرنا ممکن ہے جو ثمن مبیع کے مقابلے میں ہے، کیونکہ ثمن ابھی بھی موجود ہے۔ یلتحق باصل العقد استنادا : ثمن کی کمی اصل عقد کے ساتھ منسوب کر دیا جائے گا۔

ترجمہ : (۱۹۶) کسی نے فوری ثمن کے ساتھ بیچا پھر اس کو مؤخر کر دیا اجل معلوم کے ساتھ تو مؤجل ہو جائے گا۔

ترجمہ : ؎ اس لئے کہ ثمن بائع کا حق ہے، اس لئے مشتری پر آسانی کے لئے مؤخر کر سکتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ بالکل ثمن معاف کر سکتا ہے تو اس کو مؤخر بھی کر سکتا ہے۔

تشریح : کسی نے اس طرح بیع کی کہ ابھی قیمت دے گا لیکن بعد میں متعین تاریخ کے ساتھ مؤخر کر دیا تو اب مؤخر ہو جائے گا۔ اور متعین تاریخ پر قیمت دینی ہوگی۔

وجہ : (۱) حدیث میں قیمت مؤخر کرنے کی ترغیب ہے۔ ان حذیفةؓ قال قال النبی ﷺ تلقت الملائكة روح رجل ممن قبلكم فقالوا اعملت من الخير شيئا؟ قال كنت آمر فتياني ان ينظروا ويتجاوزوا عن الموسر قال فتجاوزوا عنه (بخاری شریف، باب من انظر موسرا، ص ۳۳۳، نمبر ۲۰۷۷) اس حدیث میں پچھلے زمانے کے ایک آدمی کو اس بنا پر اللہ نے معاف کر دیا کہ وہ قیمت لینے میں مہلت دیا کرتا تھا۔ اس لئے قیمت لینے میں مہلت دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ تاریخ معلوم ہو ورنہ جھگڑا ہوگا (۲) تاخیر دینا بائع کا اپنا اختیار ہے اس لئے وہ استعمال کر سکتا ہے۔ (۳) بائع پوری قیمت معاف کر سکتا ہے تو اس کو مؤخر بدرجہ اولی کر سکتا ہے۔

لغت : حال : ابھی فوری۔ اجلا : تاخیر کے ساتھ۔ علی من علیہ: جس پر قیمت ہے، یعنی مشتری کو۔ ابراءً مطلقا: مطلقا بری کرنا، معاف کرنا۔

ترجمہ : ؎ اگر مجہول وقت متعین کیا، پس اگر جہالت فاحشہ ہو تو جیسے کہ ہوا کا چلنا تو تاخیر جائز نہیں ہے، اور اگر جہالت

كـالـحصاد والدياس يجوز لأنه بمنزلة الكفالة وقد ذكرناه من قبل. (۱۹۷)قال وكل دين حال إذا أجلـه صاحبه صار مؤجلا ‌لـما ذكـرنـا إلا الـقرض فإن تأجيله لا يصح لأنه إعارة وصلة في

تھوڑی ہےتو کھیتی اور گاہنا تو جائز ہے،اس لئے کہ یہ کفالت کے درجے میں ہے،جسکو پہلے ذکر چکا ہوں۔

تشریح :اگر قیمت موخر کی لیکن تاریخ متعین نہیں کی بلکہ مجہول رکھا تو اگر جہالت ایسی ہے کہ پتہ ہی نہیں کہ یہ چیز کب ہوگی ،مثلا جب ہوا چلے تو قیمت دینا ،لیکن ہوا کب چلے گی کچھ پتہ نہیں ہے اس لئے تاخیر ختم ہوجائے گی اور نقد قیمت ادا کرنی ہوگی۔اور اگر جہالت ایسی ہے کہ دو چار مہینے میں ہو ہی جائے گی ،جیسے کس ماہ میں کھیتی کٹے گی اور گاہی جائے گی یہ طے ہے، البتہ تاریخ متعین نہیں ہے،اس لئے اگر کہا کہ کھیتی کٹنے کے وقت قیمت دینا تو جائز ہے۔یہ کفالت کے درجے میں ہے۔جیسے کفالت میں جہالت فاحشہ ہوتو جائز نہیں اور تھوڑی بہت ہوتو جائز ہے۔

لغت :ہبوب الریح:ہوا کا چلنا۔الحصاد:کھیتی کاٹنا۔دیاس:کھیتی گاہنا۔

ترجمہ :(۱۹۷)ہر وہ دین جو فوری ہوا گر اس کو مؤخر کر دیا جائے تو مؤخر ہو جائے گا مگر قرض کہ اس کی تاخیر صحیح نہیں ہے۔

تشریح :مثلا مبیع کی قیمت مشتری پر فوری ہو اس کو مؤخر کر دیا تو وہ مؤخر ہو جائے گی۔اب بائع تاریخ سے پہلے لینا چاہے تو نہیں لے سکے گا۔لیکن قرض کو موخر کیا تو آخر نہیں ہوگا ، بلکہ جب چاہے قرض دینے والا واپس مانگ سکتا ہے۔

وجہ :(۱) تاخیر کرنے میں مبیع کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے تاخیر کی بھی قیمت ہوئی اس لئے اس کو تاریخ سے پہلے نہیں لے سکتا۔لیکن قرض تو شروع سے تبرع اور احسان ہے اس لئے جب چاہے قرض دینے والا واپس لے سکتا ہے۔تاریخ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوگی۔قانونی طور پر پہلے بھی لے سکتا ہے۔البتہ تاریخ پر لے تو بہتر ہے۔(۲) اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عـن ابراهيم قال والقرض حال وان كان الى اجل (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۴ من قال القرض حال وان کان الی اجل، ج رابع ،ص ۳۲۴،نمبر ۲۰۵۷۸)اس قول تابعی میں ہے کہ قرض کو مؤخر بھی کیا تب بھی فی الحال ہی دینا ہوگا۔

لغت :دین اور قرض میں فرق یہ ہے۔خریدنے کی وجہ سے،یا کسی چیز کو ہلاک کرنے کی وجہ سے جو رقم واجب اس کو,دین، کہتے ہیں۔دین کی میعاد مقرر کی جا سکتی ہے،مثلا ایک مہینے میں قیمت دوں گا،اب بائع ایک مہینے سے پہلے قیمت نہیں مانگ سکتا ہے۔کیونکہ وہ مبیع کے بدلے میں ہے اور تاخیر کی وجہ سے قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔اور قرض: زید کسی کو قرض حسنہ دے دے یہ قرض ہے، یہ احسان ہے اس لئے اس کی میعاد مقرر نہیں ہوتی ،اگر کہا ہے کہ ایک مہینے کے بعد قرض واپس لوں گا تب بھی زید ابھی قرض واپس مانگ سکتا ہے۔ میعاد: وقت مقرر کرنا۔

ترجمہ :‌ اس لئے کہ قرض میعاد مقرر کرنا صحیح نہیں ہے،اس لئے کہ وہ ابتداء میں عارت اور صلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ

الابتداء حتى يصح بلفظة الإعارة ولا يملكه من لا يملك التبرع كالوصي والصبي ومعاوضة في الانتهاء فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التأجيل فيه كما في الإعارة إذ لا جبر في التبرع ؀ وعلى اعتبار الانتهاء لا يصح لأنه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربا ؂وهذا بخلاف ما إذا

عاریت کے لفظ سے صحیح ہے، اور جو تبرع دینے کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں ہوتا جیسے وصی اور بچہ، اور یہ انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے، پس ابتداء کے اعتبار سے میعاد لازم نہیں ہے جیسے کہ عاریت میں میعاد لازم نہیں ہے اسلئے کہ تبرع میں کوئی جبر نہیں ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قرض کا وقت متعین نہیں ہوسکتا ہے۔

تشریح: قرض کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا وقت متعین کرنا صحیح نہیں ہے، قرض شروع میں تبرع اور احسان ہے، اور آخیر میں رقم کے بدلے میں رقم دینی پڑتی ہے، اس لئے انتہاء کے طور پر معاوضہ ہے۔ اور تبرع میں وقت معین نہیں کیا جاسکتا ہے ورنہ اس پر جبر کرنا لازم ہوگا۔

وجہ: قرض تبرع ہے اس کی دو دلیلیں دیتے ہیں (۱) قرض شروع میں عاریت اور صلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ عاریت کے لفظ سے قرض دیا جاسکتا ہے [عاریت کا معنی ہے مانگ کر لینا] اس لئے قرض عاریت ہے، اور عاریت میں میعاد مقرر نہیں کی جاسکتی ورنہ مالک پر جبر ہوجائے گا، اس لئے قرض میں بھی میعاد مقرر نہیں کی جاسکتی ہے۔ (۲) جو لوگ عاریت اور تبرع نہیں کر سکتے وہ لوگ قرض بھی نہیں دے سکتے، مثلا بچے کا وصی بچے کے مال کو عاریت پر نہیں دے سکتا، تو بچے کے مال کو کسی کو قرض بھی نہیں دے سکتا، اسی طرح خود بچہ اپنے مال کو عاریت پر نہیں دے سکتا تو بچہ اپنے مال کو کسی کو قرض بھی نہیں دے سکتا۔

ترجمہ: ؀ اور انتہاء کے اعتبار وقت متعین کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ درہم کو درہم کے بدلے میں ادھار بیچنا ہوجائے گا اور وہ سود ہے۔

تشریح: قرض آخیر میں معاوضہ بن جاتا ہے، کیونکہ قرض کو واپس کرنا پڑتا ہے، لیکن اس میں بھی وقت متعین نہیں کرسکتا کیونکہ وقت متعین کریں گے تو درہم کو درہم کے بدلے ادھار بیچنا لازم آئے گا، اور درہم کو درہم کے بدلے ادھار بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ادھار ایک قسم کا سود ہے، اسلئے انتہاء کے اعتبار سے بھی قرض میں وقت متعین نہیں کر سکتے، اس لئے جب چاہے واپس مانگ سکتا ہے

ترجمہ: ؂ یہ بخلاف جبکہ وصیت کی کہ اس کے مال میں سے ایک ہزار درہم فلاں کو ایک سال کے لئے قرض دے دے، تو ورثہ پر لازم ہے کہ تہائی مال میں سے فلاں کو قرض دے، اور مدت سے پہلے مطالبہ نہ کرے اس لئے کہ ایک سال کے احسان

أوصى أن يقرض من ماله ألف درهم فلانا إلى سنة حيث يلزم الورثة من ثلثه أن يقرضوه ولا يطالبوه قبل المدة لأنه وصية بالتبرع بمنزلة الوصية بالخدمة والسكنى فيلزم حقا للموصى

کی وصیت ہے، جیسے ایک سال کی خدمت کی وصیت کرے، یا ایک سال کے رہنے کی وصیت کرے، اس لئے وصیت کرنے والے کے حق کی ادائیگی کے لئے یہ لازم ہوگا۔

تشریح : یہاں وصیت کے مسئلے کی وضاحت ہے، زید نے وصیت کی کہ خالد کو ایک سال کے لئے ایک ہزار درہم قرض دے، تو وارث پر ضروری ہے کہ ایک سال کے لئے ایک ہزار درہم خالد کو دے اور ایک سال سے پہلے مطالبہ نہ کرے، یہاں قرض کے لئے مدت متعین کرنا ضروری ہے۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک وصیت ایک ہزار دینے کی ہے، اور دوسری وصیت ایک سال مدت کی ہے، اس لئے دوسری وصیت پوری کرنے کے لئے ایک سال کی مہلت ہوگی، قرض کی بنا پر ایک سال کی مہلت نہیں ہے۔ (۲) جیسے ایک سال تک غلام کو خدمت کی وصیت کرے یا ایک سال تک مکان میں رہنے کی وصیت کرے، تو چونکہ خدمت کے علاوہ ایک سال مہلت کی وصیت ہے اس لئے اس کو پوری کرنے کے لئے مدت ہے، یہی حال یہاں قرض کا ہے۔

﴿باب الربوا﴾

(۱۹۸)قال الربا محرم في كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلا

﴿ باب الربوا ﴾

ترجمه :(۱۹۸)ربوا حرام ہے کیلی یا وزنی چیز میں جبکہ بیچا جائے اسی جنس سے کمی بیشی کر کے۔

تشریح :ایسی زیادتی جو عوض سے خالی ہو اس کو ربوا کہتے ہیں۔ یہاں مخصوص زیادتی کو ربوا اور سود کہا ہے جو حرام ہے۔ایک ہی جنس کی چیز ہو، اور کیلی ہو یا وزنی ہو، اور کمی بیشی کر کے بیچے تو یہ سود ہے جو حرام ہے۔اور ادھار بھی حرام ہے، مجلس میں قبضہ کرنا ہوگا۔

وجه :(۱)اس کے حرام ہونے کی دلیل یہ آیت ہے واحل الله البيع وحرم الربوا (آیت ۲۷۵،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں سود کو حرام کہا گیا ہے۔(۲)اس حدیث میں ہے۔عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء۔(مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذھب بالورق، ص ۶۹۳، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۴/بخاری شریف، باب بیع الفضۃ بالفضۃ، ص ۳۴۷، نمبر ۲۱۷۶/۲۱۷۷/ابوداؤد شریف، باب فی الصرف، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۹/ترمذی شریف، باب ماجاء ان الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل وکراہیۃ التفاضل فیہ، ص ۳۰۲، نمبر ۱۲۴۰)اس حدیث میں ہے کہ ایک جنس کی چیز ہو اور کیلی یا وزنی ہو تو کمی بیشی کر کے بیچنا حرام قرار دیا ہے۔

اصول :حنفیہ کے یہاں سود ہونے کے لئے تین علتیں ہیں[۱] دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی ہوں۔[۲] دونوں چیزیں وزنی ہوں۔[۳] یا دونوں چیزیں کیلی ہوں۔

وجه :اوپر کی حدیث میں تینوں علتوں کا ثبوت اس طرح ہے۔

[۱] پہلی علت ہے جنس ایک ہو چنانچہ اس حدیث میں, الذہب بالذہب، والفضۃ بالفضۃ الخ ہے، کہ سونا سونے کے بدلے میں ہو، یعنی مبیع اور ثمن ایک جنس کے ہوں تب سود ہوگا۔

[۲] دوسری علت ہے، دونوں چیزیں وزنی ہوں، چنانچہ حدیث, الذهب بالذهب والفضة بالفضة، یہ دونوں وزنی چیزیں ہیں (۲)وزن کو علت بنانے کی وجہ اس حدیث کا اشارہ بھی ہے۔عن فضالة بن عبيد قال كنا مع رسول الله يوم خيبر نبايع اليهود الاوقية الذهب بالدينارين والثلاثة فقال رسول الله لا تبيعوا الذهب بالذهب الا

وزنا بوزن. (مسلم شریف، باب بیع القلادۃ فیھا خرز وذھب، ص۶۹۴، نمبر۴۰۷۸/۱۵۹۱) اس حدیث میں ہے وزنا بوزن، اس سے بھی اس علت کا اشارہ ملتا ہے کہ چیز وزنی ہو تب سود ہوگا

[۳] تیسری علت ہے دونوں کیلی ہوں، چنانچہ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح، یہ چاروں کیلی چیزیں ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ کیلی چیز ہونا سود کی علت ہے۔ (۲) **یا ابن عباس الا تتقی الله حتی متی تؤکل الناس الربا أما بلغک ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم و هو عند زوجته ام سلمة ......بعثت بصاعین من تمر عتیق الی منزل فلان فأتینا بدلها من هذا الصاع الواحد فألقی التمرة من یده و قال ردوه ردوه لا حاجة لی فیه التمر بالتمر و الحنطة بالحنطة و الشعیر بالشعیر و الذهب بالذهب و الفضة بالفضة یدا بید مثلا بمثل لیس فیه زیادة و الا نقصان فمن زاد او نقص فقد اربی و کل ما یکال او یوزن فقال ابن عباس ذکرتنی یا ابا سعید امرا أنسیته أستغفر الله و اتوب الیه و کان ینهی بعد ذالک اشد النهی** ۔(سنن بیہقی، باب من قال بجریان الربا فی کل ما یکال و یوزن، ج خامس، ص۴۶۹، نمبر۱۰۵۲۱) اس حدیث میں ہے کہ کیلی اور وزنی چیز میں سود ہے (۳) اس حدیث مرسل میں بھی ہے۔ **عن سعید بن المسیب ان رسول الله ﷺ قال لا ربوا الا فی ذهب او فضة او مما یکال او یوزن و یؤکل و یشرب.** (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص۱۱، نمبر ۲۸۱۰ رسنن بیہقی، باب من قال بجریان الربا فی کل ما یکال و یوزن، ج خامس، ص۴۶۹، نمبر۱۰۵۲۱) اس حدیث مرسل میں صراحت ہے کہ سونا، چاندی یا کیلی اور وزنی چیزیں سود ہیں جو کھائی اور پی جاتی ہوں۔ (۴) اس قول تابعی میں اس کی صراحت ہے۔ **عن ابن المسیب فی قبطیة بقبطیتین نسیئة کان لا یری به بأسا ، و قال انما الربا فیما یکال او یوزن** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب البز بالبز، ج ثامن، ص۲۷، نمبر۱۴۲۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ سود صرف کیلی اور وزنی چیزوں میں ہے۔

لغت : ہدایہ کی عبارت میں یہ الفاظ بار بار آئیں گے، انکا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔

[۱]......قدر: وزن کرنے کو، اور کیل کرنے کو، قدر، کہتے ہیں کیونکہ اسی سے مقدار معلوم ہوتی ہے۔

[۲]......معیار: وزن اور کیل کو معیار کہتے ہیں، کیونکہ وزن کے ذریعہ اور کیل کے ذریعہ ہی دو چیزوں کا معیار معلوم ہوتا ہے۔

[۳]......صورۃً مماثلت: کیل اور وزن کو، صورۃً مماثلت، کہتے ہیں، اسی کو ذات کے اعتبار سے مماثلت کہتے ہیں۔

[۴]......معنوی مماثلت: مبیع اور ثمن کی جنس ایک ہو تو، معنوی مماثلت، ہوتی ہے

۱فالعلة عندنا الكيل مع الجنس والوزن مع الجنس. ۲قال رضي الله عنه ويقال القدر مع الجنس وهو أشمل. ۳والأصل فيه الحديث المشهور وهو قوله عليه الصلاة والسلام الحنطة بالحنطة مثلا بمثل يدا بيد والفضل ربا وعد الأشياء الستة الحنطة والشعير والتمر والملح والذهب والفضة على هذا المثال. ۴ويروى بروايتين بالرفع مثل وبالنصب مثلا. ومعنى الأول

[۵]......ربوا: بائع، یا مشتری میں سے کسی ایک کے لئے ایسی زیادتی جو عوض سے خالی ہو، اس کو، ربوا، کہتے ہیں۔

[۶]......صفت کے اعتبار سے گھٹیا یا اعلی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے، دونوں کو کمی بیشی کر کے بیچنا جائز نہیں ہے، برابر سرابر ہی بیچنا ہوگا۔

ترجمہ: ۱ پس علت ہمارے نزدیک ربوا میں کیل ہے جنس کے ساتھ اور وزن ہے جنس کے ساتھ۔

تشریح: ربوا ہونے کے لئے تین علتیں ہیں (۱)، بیع اور ثمن ایک جنس کی چیز ہو۔ (۲) دونوں وزنی ہو، (۳) یا دونوں کیلی ہوں۔ باقی دلائل اوپر گزر چکے ہیں۔

ترجمہ: ۲ قدر مع الجنس بھی کہا جاتا ہے اور یہ تعریف زیادہ شامل ہے۔

تشریح: کیل مع الجنس، اور وزن مع الجنس سے، قدر مع الجنس، زیادہ بہتر تعریف ہے۔ کیونکہ قدر میں کیل اور وزن دونوں آجاتے ہیں، اور، کیل مع الجنس، اور وزن مع الجنس، سے مختصر بھی ہے۔

ترجمہ: ۳ اصل اس میں وہ مشہور حدیث ہے، حضورؐ کا قول گیہوں گیہوں کے بدلے برابر سرابر، ہاتھوں ہاتھ [یعنی نقد ہو] اور زیادہ ہوا تو سود ہوگا، اور اس میں چھ چیزیں گنوائی، گیہوں، جو، کھجور، نمک، سونا، اور چاندی، اسی طرح [یعنی مثلا بمثل، یدا بید]

تشریح: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے: **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء۔** (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق، ص ۶۹۳، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۴/ بخاری شریف، باب بیع الفضة بالفضة، ص ۳۴۷، نمبر ۲۱۷۶/۲۱۷۰)

ترجمہ: ۴ حدیث میں دو روایتیں ہیں [۱] ایک ہے رفع کے ساتھ مثلٌ بمثل، اور دوسرا ہے نصب کے ساتھ مثلا بمثل، پہلی صورت میں معنی ہوگا، بیع التمر [کھجور کا بیچنا] اور دوسری صورت میں معنی ہوگا، بیعوا التمر، [کھجور کو بیچو]

تشریح: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مثلٌ بمثل، کے رفع کے ساتھ ہے اس

بيع التمر ومعنى الثاني بيعوا التمر ۵ **والحكم معلول بإجماع القائسين لكن العلة عندنا ما ذكرناه.** ٦ **وعند الشافعي رحمه الله الطعم في المطعومات والثمنية في الأثمان والجنسية شرط**

صورت میں بیع التمر مثلُ بمثل ،عبارت بنے گی،اس صورت میں بیع التمر مبتداء بنے گا اور مثلُ بمثل، اس کی خبر بن جائیگی۔اوپر کی حدیث میں نصب والی عبارت ہے۔اور دوسری صورت میں, بیعوا التمر مثلا بمثل ،عبارت ہوگی،اس صورت میں مثلا بیعوا کا مفعول بنے گا۔

ترجمہ :۵ تمام قیاس کرنے والوں نے اجماع کیا ہے کہ یہ حکم علت پر ہے،لیکن ہمارے نزدیک علت وہ ہے جو ذکر کیا [یعنی کیلی، یا وزنی ہو اور جنس ایک ہو]

تشریح :اصحاب ظوہر کا کہنا یہ ہے کہ سود ہونے کے لئے کوئی علت نہیں ہے اس لئے حدیث میں جو چھ چیزوں میں سود حرام ہے صرف اسی میں سود حرام ہوگا، دوسروں میں نہیں،لیکن قیاس کرنے والے تمام اماموں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ صرف یہ چھ چیزوں میں سود حرام نہیں ہے بلکہ اور چیزوں میں بھی سود کی علت پائی جائے تو اس میں بھی سود حرام ہوگا۔اور حنفیہ کے نزدیک سود کا سبب کیلی اور وزنی ہونا ہے،اور ایک جنس ہو۔

ترجمہ :٦ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کھائی جانے والی چیزوں میں کھانا علت ہے،اور قیمت ادا کی جانے والی چیزوں میں ثمنیت علت ہے،اور ایک ہی جنس ہونا شرط ہے پس اگر برابر ہو تو سود نہیں ہوگا۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک سود ہونے کی علت کھانے کی چیز ہونا ہے،اس لئے جتنی چیزیں کھانے کی ہیں،ان میں سود ہوگا۔اور دوسری علت ہے ثمنیت ،یعنی جتنی چیزوں سے قیمت ادا کی جاتی ہے،جیسے درہم ، دینار،سونا ، چاندی،سکہ، روپیہ ان سب میں سود ہوگا،لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں ایک جنس کی ہوں۔موسوعہ میں ہے۔ **فجعلنا للاشياء أصلين : اصل مأكول فيه ربوا** ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب الربا، باب الطعام بالطعام، ج سادس،ص۵۲،نمبر۷۸۰۳)اس میں ہے کہ کھانے والی چیز میں ربوا ہے۔

وجہ : (۱)اوپر کی حدیث میں دو قسم کی چیزیں ہیں ایک ہے سونا اور چاندی،ان دونوں میں ثمنیت ہے،ان سے قیمت ادا کی جاتی ہے،اس لئے ایک علت ثمنیت ہوگی۔دوسری قسم کی چیز ہے، گیہوں، جو، کھجور،اور نمک، یہ سب کھانے کی چیزیں ہیں اس لئے سود کی دوسری علت طعمیت ہوگی۔(۲)اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے **عن سعيد بن المسيب ان رسول الله** ﷺ **قال لا ربوا الا فی ذهب او فضة او مما يكال او يوزن و يؤكل و يشرب.** (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث،ص۱۱،نمبر۲۸۱۰)اس حدیث میں ہے کہ سونا اور چاندی میں سود جس سے پتہ چلا کہ ثمنیت علت ہے۔اور دوسرا جملہ ہے

والمساواة مخلص. ۷ والأصل هو الحرمة عنده لأنه نص على شرطين التقابض والمماثلة ۸ وكل ذلك يشعر بالعزة والخطر كاشتراط الشهادة في النكاح فيعلل بعلة تناسب إظهار الخطر والعزة وهو الطعم لبقاء الإنسان به والثمنية لبقاء الأموال التي هي مناط المصالح بها ولا أثر

یؤکل ویشرب، جس سے پتہ چلا کہ طعمیت سود کی علت ہے۔(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں انہیں دونوں قسموں کی زیادہ اہمیت اور ضرورت ہے، چنانچہ کھانے کی چیزوں سے انسانی زندگی قائم رہتی ہے۔اور ثمنیت سے ان کا کاروبار چلتا ہے، اس لئے انہیں دونوں کو سود کی علت قرار دی جائے۔اور ایک جنس ہو یہ شرط ہے۔

اصول:امام شافعیؒ۔ (۱) جنس ایک ہو یہ شرط ہے (۲) اور ثمن بننے کی چیز ہو(۳) یا کھانے کی چیز ہو۔ یہ دو علتیں ہیں۔

ترجمہ :۷ امام شافعیؒ کے نزدیک اصل حرمت ہے،اس لئے کہ حدیث میں دو شرطوں کی تصریح کی ہے،ایک قبضہ کرنا ،[یدا بید] دوسرا برابر ہونا[مثلا بمثل]۔

تشریح :مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہوں تو امام شافعیؒ کے نزدیک بیع اصل میں حرام ہی ہوگی،ہاں دو شرطیں ہوں تو حلال ہوگی ایک یہ کہ دونوں برابر ہوں،اور دوسری یہ کہ مجلس میں قبضہ کرے۔

وجہ :اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے کہ بیع اصل میں حرام ہے۔**عن فضالة بن عبید قال.... لا تبیعوا الذهب بالذهب الا وزنا بوزن.** (مسلم شریف، باب بیع القلادۃ فیھا خرز وذھب،ص۶۹۴،نمبر۱۵۹۱/۴۰۷۸)اس حدیث میں ہے سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو مگر برابر سرابر وزن کرکے،جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ ایک جنس میں اصل حرمت ہے،ہاں برابر سرابر ہو تو حلت آئے گی۔(۲) اور یہ بھی شرط ہے کہ مجلس میں دونوں پر قبضہ ہو تب حلت ہوگی،اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یدا بید فمن زاد او استزاد فقد اربی الآخذ والمعطی فیه سواء.** (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذھب بالورق،ص۶۹۳،نمبر۱۵۸۷/۴۰۶۴)اس حدیث میں برابر سرابر کی بھی تاکید ہے اور مجلس میں قبضے کی بھی تاکید ہے۔

ترجمہ :۸ ثمنیت اور طعمیت میں سے ہر ایک عزت اور اہمیت کی اطلاع دیتی ہے،جیسے نکاح میں گواہی کی شرط لگانا عزت اور اہمیت کی اطلاع دیتی ہے اس لئے ایسی علت مقرر کریں جو عزت اور اہمیت کے مناسب ہو،اور وہ طعمیت ہے اس لئے کہ انسان کی بقا کا مدار اس پر ہے،اور ثمنیت ہے،اس لئے کہ مال کے باقی رہنے کا مدار اس پر ہے،جو مصلحت کا مدار ہے،اور

للجنسية في ذلك فجعلناه شرطا والحكم قد يدور مع الشرط. ۹؎ولنا أنه أوجب المماثلة شرطا في البيع وهو المقصود بسوقه تحقيقا لمعنى البيع إذ هو ينبئ عن التقابل وذلك بالتماثل أو صيانة لأموال الناس عن التوى أو تتميما للفائدة باتصال التسليم به ثم يلزم عند فوته حرمة

جنسیت کا کوئی اثر نہیں تھا تو اس کو ہم نے شرط قرار دیا، اور حکم کبھی شرط کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے طعمیت اور ثمنیت کو سود کی علت قرار دی اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں، کہ طعمیت پر انسان کے باقی رہنے کا مدار ہے اس لئے اس کی اہمیت اور عزت ہے، اور ثمنیت پر کاروبار اور تجارت کا مدار ہے اس لئے اس کی عزت اور اہمیت ہے اس لئے انہیں دونوں کو سود کی علت قرار دی جائے۔اور حدیث میں ,الذہب بالذہب، ہے کہ دونوں کی جنس ایک ہو اس لئے اس کو شرط قرار دی جائے، اور یہ اتنی اہم شرط ہے کہ اس کے حلال اور حرام ہونے کا حکم اسی کے گرد گھومتا ہے۔

لغت :الخطر :دل میں جو بات کھٹکے، اہمیت کی چیز۔مناط: ناط سے مشتق ہے، اور اسم مفعول ہے، لٹکانے کی چیز، یہاں مراد ہے ,مدار،۔ **الحكم قد يدور مع الشرط** :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایک چیز علت نہیں ہوتی ،شرط کے درجے میں ہوتی ہے، لیکن اتنی اہم ہوتی ہے کہ پورے حکم کا مدار اسی پر ہوتا ہے، چنانچہ یہاں جنس کا حال یہی ہے کہ ایک جنس کا ہو تب ہی سود ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ :۹؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں مماثلت واجب کی ہے جو بیع میں شرط ہے، اور بیع کے معنی کو ثابت کرنے کے لئے حدیث کا مقصد بھی مماثلت ہے، کیونکہ بیع کا ترجمہ ہے مقابل ہونا، اور یہ مماثلت سے ہوگا۔یا لوگوں کے مال کو ہلاکت سے بچانا ہے، یا سپرد کر کے فائدہ کو پورا کرنا ہے پھر اس کے فوت ہوتے وقت سود کی حرمت لازم ہوگی۔

خلاصہ : صاحب ہدایہ کی دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث میں مماثلت کو واجب کی ہے، اور مماثلت دو طرح سے ہوتی ہے [۱] ایک صورت اور ذات کے اعتبار سے۔[۲] اور دوسری معنی کے اعتبار سے۔کیل اور وزن کر کے صورت کے اعتبار سے مماثلت کی جاتی ہے، اس لئے کیل اور وزن علت ہوگی۔اور جنس کے ذریعہ معنوی مماثلت ہوتی ہے اس لئے جنس کو سود کی علت قرار دی جائے۔

تشریح : سود کے لئے [۱] جنس [۲] کیل [۳] اور وزن علت ہیں، اس کے لئے تین دلیلیں دے رہے ہیں [۱] پہلی دلیل یہ ہے کہ بیع میں برابری ضروری ہے، چنانچہ جو حدیث اوپر ذکر کی گئی ہے اس میں مثلا بمثل ہے، جس سے معلوم ہوا کہ برابری ضروری ہے [۲] دوسری دلیل ہے کہ لوگوں کے مال کو ہلاکت سے بچانا ہے، اور یہ برابری کے ذریعہ ہوگا، [۳] اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مجلس میں مبیع سپرد کر دو تا کہ پورا پورا فائدہ ہو، اور یہ برابری اور مجلس میں سپردگی نہیں ہوئی تو سود ہوگا، جو حرام ہے۔

الربا١٠ والمماثلة بين الشيئين باعتبار الصورة والمعنى والمعيار يسوى الذات والجنسية تسوى المعنى فيظهر الفضل على ذلك فيتحقق الربا ١١ لأن الربا هو الفضل المستحق لأحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض شرط فيه ١٢ ولا يعتبر الوصف لأنه لا يعد تفاوتا عرفا أو لأن في اعتباره سد باب البياعات أو لقوله عليه الصلاة والسلام جيدها ورديئها سواء

لغت :سوقہ: چلانا،مراد ہے حدیث جس مقصد کے لئے لائی گئی ہو۔صیانۃ: بچانا۔التوی: ہلاک ہونا۔

ترجمہ :١٠ دو چیزوں کے درمیان مماثلت صورت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے،اور معیار [کیل اور وزن]صورت کے اعتبار سے برابر کرتی ہے۔اور جنس معنی کو برابر کرتی ہے پس اس پر زیادتی ظاہر ہوگی اور سود متحقق ہوگا

لغت :معیار: کیل اور وزن کو معیار، کہتے ہیں۔الذات: سے مراد صورت کے اعتبار سے برابری،یعنی کیل میں مبیع اور ثمن دونوں برابر ہوں، یا وزن میں دونوں برابر ہوں۔المعنی: سے مراد ہے کہ جنس کے اعتبار سے دونوں ایک ہوں۔یُسوّی : برابر کرتا ہے۔

تشریح :اوپر بتایا کہ مبیع اور ثمن میں مماثلت ہونی چاہئے، یہاں سے بتا رہے ہیں کہ مماثلت دو طریقے سے ہوتی ہے [١] کیل میں یا وزن میں دونوں برابر ہوں تو صورت اور ذات کے اعتبار سے برابری ہوئی[٢] اور دونوں کی جنس ایک ہو تو معنی کے اعتبار سے برابری ہوئی۔اس کے باوجود اگر ایک طرف چیز زیادہ ہو جائے جسکی کوئی عوض نہ ہو تو یہ سود ہو جائے گا۔

ترجمہ :١١ اس لئے کہ ربو وہ مستحق زیادتی ہے جو معاوضے میں بائع اور مشتری کے لئے ہو جو عوض سے خالی ہو اور اس کی شرط لگائی گئی ہو۔

تشریح :یہ ربوا کی تعریف ہے،کہ بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کے لئے زیادہ چیز کی شرط لگائی گئی ہو اور وہ عوض سے خالی ہو،اس کو سود اور ربوا کہتے ہیں۔

ترجمہ :١٢ صفت کے اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ عرف میں فرق نہیں سمجھا جاتا ہے۔یا اس لئے کہ اس کے اعتبار کرنے میں بیع کے دروازے کو بند کرنا ہے۔یا اس لئے کہ حضورؐ کا قول ہے کہ اعلی اور ادنی کا درجہ برابر ہے۔

تشریح ایک کھجور اعلی ہو اور دوسرا ادنی ہو تو اس صفت کا اعتبار نہیں ہے، دونوں کو برابر کر کے ہی بیچنا ہوگا ورنہ سود لازم آئے گا

وجہ :صاحب ہدایہ اس کی تین دلیل دے رہے ہیں۔(١) عام عرف میں ان چیزوں میں اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں کرتے

۱۳؎ والطعم والثمنية من أعظم وجوه المنافع والسبيل في مثلها الإطلاق بأبلغ الوجوه لشدة الاحتياج إليها دون التضييق فيه فلا معتبر بما ذكره. ۱۴؎ إذا ثبت هذا نقول إذا بيع المكيل أو الموزون بجنسه مثلا بمثل جاز البيع فيه لوجوب شرط الجواز وهو المماثلة في المعيار ألا ترى

اس لئے برابر ہی بیچنا ہوگا۔نوٹ:عام عرف میں اعلی اورادنی کا اعتبار کرتے ہیں اسی لئے تو ہر قسم کے گیہوں کی الگ الگ قیمت ہوتی ہے۔(۲) صفت کے اعتبار کرنے میں بیع کا دروازہ بند ہوجائے گا،کیونکہ ایک ہی قسم کا گیہوں ہوتو کیوں بیچے گا اور بدلے گا۔(۳)اور تیسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اعلی گیہوں اورادنی گیہوں کا حکم برابر ہے،یعنی برابر سرابر بیچو۔اس حدیث کامفہوم یہ ہےعن ابی هريرة ان رسول الله علیہ قال الدينار بالدينار لا فضل بينهما و الدرهم بالدرهم لا فضل بينهما ۔(مسلم شریف،باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا،ص۶۹۳،نمبر۱۵۸۸/۴۰۶۹)اس حدیث میں ہے کہ جیداورردی کی فضیلت نہیں ہے۔(۴)اس کے قریب حدیث یہ ہے۔ ان أبا سعيد الخدری و ابا هريرة حدثاه ان رسول الله علیہ بعث أخا بنى عدى الأنصارى و استعمله على خيبر فقدم بتمر جنيب فقال له رسول الله علیہ أكل تمر خيبر كذا ؟ قال : لا و الله يا رسول الله انا لنشترى الصاع بالصاعين من الجمع فقال رسول الله علیہ لا تفعلوا و لكن مثلا بمثل أو بيعوا هذا و اشتروا بثمنه من هذا و كذالک الميزان ۔(بخاری شریف،باب اذا اجتہد العامل والحاکم فأخطأ الخ،ص۱۲۶۴،نمبر۷۳۵۰رمسلم شریف،باب بیع الطعام مثلا بمثل،ص۶۹۵،نمبر۱۵۹۳/۴۰۸۱)اس حدیث میں ہے کہ گھٹیا درجے کے کھجور کواعلی درجے کے ساتھ بھی برابر سرابر بیچنا ہوگا۔

ترجمہ :۱۳؎ طعمیت اورثمنیت بڑے نفع کی چیز ہےاوران جیسی چیزوں میں زیادہ چھوٹ ہونی چاہئے کیونکہ اس کی ضرورت زیادہ ہےاس میں تنگی نہیں ہونی چاہئے اس لئے امام شافعیؒ نے جوذکر کیااس کااعتبار نہیں ہے۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کوجواب ہے۔انہوں نے فرمایا تھا کہ سود کی علت طعم اورثمنیت ہے۔اس کا جواب دیاجارہا ہے کہ انسان طعم اورثمنیت کی طرف بہت زیادہ محتاج،اورجس کی ضرورت زیادہ ہواس میں زیادہ چھوٹ ہونی چاہئے،جیسے ہوا پانی کی ضرورت زیادہ ہےتو اللہ تعالی نے اس کو عام کررکھا ہے،اس لئے طعم اورثمنیت کوسود کی علت قرار نہیں دینا چاہئے۔

ترجمہ :۱۴؎ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو تو ہم کہتے ہیں کہ اگر کیلی اوروزنی چیز کواس کی جنس کے ساتھ برابر سرابر بیچےتو تو بیع جائز ہے جواز کی شرط پائے جانے کی وجہ سے،اوروہ وزن میں اورکیل میں برابری ہے،کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ حدیث میں مثلا بمثل کے ساتھ کیلا بکیل ہےاورسونے کے بارے میں الذہب بالذہب وزنا بوزن موجود ہے۔

إلی ما یروی مکان قوله مثلا بمثل کیلا بکیل وفي الذهب بالذهب وزنا بوزن (۱۹۹)وإن تفاضلا لم یجز لے لتحقق الربا(۲۰۰) ولا یجوز بیع الجید بالردیء مما فیه الربا إلا مثلا بمثل لے

تشریح :اس ساری تفصیل کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ کیلی اور وزنی چیزوں کو برابر سرابر بیچا تو جواز کی شرط پائے جانے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی، کیونکہ حدیث میں مثلا بمثل کے ساتھ کیلا بکیل موجود ہے، جس کا مطلب ہے کہ کیلی چیز ہونا علت ہے، اور سونے کے بارے میں حدیث میں ہے وزنا بوزن، جس کا مطلب ہے کہ وزنی چیز ہونا سود کی علت ہے۔

وجه :صاحب ہدایہ کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن ابی اشعث الصنعانی انه شاهد خطبة عبادةیحدث عن النبی علیہ انه قال الذهب بالذهب وزنا بوزن و الفضة بالفضة وزنا بوزن و البر بالبر کیلا بکیل و الشعیر بالشعیر کیلا بکیل و التمر بالتمر و الملح بالملح فمن زاد واستزاد فقد اربی۔(سنن بیہقی، باب اعتبار التماثل فیما کان موزونا علی عہد النبی علیہ بالوزن، الخ، ج خامس، ص ۴۷۵، نمبر ۱۰۵۴۱) اس حدیث میں وزنا بوزن، اور کیلا بکیل، ہے

ترجمه: (۱۹۹) اور اگر کمی بیشی ہوئی تو سود متحقق ہونے کی وجہ سے بیع جائز نہیں ہے۔ تشریح گزر گئی ہے۔

ترجمه :(۲۰۰) اور نہیں ہے عمدہ کی بیع ردی کے ساتھ جس میں ربوا ہے مگر برابر سرابر۔

ترجمه :لے وصف میں تفاوت کو لغو قرار دینے کی وجہ سے۔

تشریح :جن چیزوں میں ربوا جاری ہوتا ہے مثلا گیہوں تو چاہے عمدہ گیہوں کو گھٹیا گیہوں کے بدلے میں بیچے پھر بھی برابر سرابر ہی بیچنا پڑے گا ورنہ سود ہو جائے گا۔

وجه :(۱)ان چیزوں میں عمدہ اور گھٹیا تو ہوتا ہی ہے۔اسی لئے تو بیع کرتا ہے۔پس اگر کمی بیشی جائز قرار دیدے تو ربوا کا دروازہ کھل جائے گا۔اس لئے ان میں صفت کے اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے۔ برابر سرابر ہی بیچنا پڑے گا۔اور اگر برابر سرابر نہیں بیچنا چاہتا ہے تو یوں کرے کہ مثلا گھٹیا کھجور ایک درہم کے دو کیلو مشتری کے ہاتھ بیچ دے اور اسی مشتری سے ایک درہم کا ایک کیلو عمدہ کھجور خرید لے۔اس صورت میں کھجور کھجور کے بدلے میں نہیں ہوا بلکہ دو کیلو گھٹیا کھجور کے بدلے ایک درہم آیا اور ایک کیلو عمدہ کھجور ایک درہم کے بدلے لیا گیا۔اس لئے درہم سے کھجور کی قیمت لگی اس لئے جائز ہو جائے گی (۲) اس حدیث میں عمدہ کھجور کو گھٹیا کھجور کے بدلے کمی بیشی کر کے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔اور کھجور کو درہم کے بدلے بیچنے کی صورت بتلائی ہے۔عن ابی هریرة ان رسول اللہ علیہ استعمل رجلا علی خیبر فجائه بتمر جنیب فقال رسول الله أکل تمر خیبر هکذا؟قال لا والله یا رسول الله انا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعین و الصاعین بالثلاث فقال

لإهدار التفاوت في الوصف(۲۰۱) ويجوز بيع الحفنة بالحفنتين والتفاحة بالتفاحتين ۱ لأن

رسول الله لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا (بخاری شریف، باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منہ، ص ۳۵۱، نمبر ۲۲۰۱ رمسلم شریف، باب بیع الطعام مثلا بمثل، ص ۶۹۵، نمبر ۱۵۹۳ر۴۰۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربوی چیزوں میں عمدہ اور گھٹیا کا اعتبار نہیں ہے۔ برابر سرابر ہی بیچنا ہوگا ورنہ سود ہوگا۔ (۳) اس حدیث میں صراحت ہے کہ گھٹیا کا عمدہ کے ساتھ بھی کمی بیشی جائز نہیں ہے۔ یا ابن عباس الا تتقی الله حتی متی تؤکل الناس الربا أما بلغک ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم و هو عند زوجته ام سلمة ......بعثت بصاعین من تمر عتیق الی منزل فلان فأتینا بدلها من هذا الصاع الواحد فألقى التمرة من یده و قال ردوه ردوه لا حاجة لی فیه التمر بالتمر و الحنطة بالحنطة و الشعیر بالشعیر و الذهب بالذهب و الفضة بالفضة یدا بید مثلا بمثل لیس فیه زیادة و الا نقصان فمن زاد او نقص فقد اربى و کل ما یکال او یوزن فقال ابن عباس ذکرتنی یا ابا سعید امرا أنسیته أستغفر الله و اتوب الیه و کان ینهى بعد ذالک اشد النهی ۔(سنن بیہقی، باب من قال بجریان الربا فی کل مایکال و یوزن، ج خامس، ص ۴۶۹، نمبر ۱۰۵۲۱)

ترجمہ :(۲۰۱) اور ایک لپ کو دو لپوں کے بدلے اور ایک سیب دو سیبوں کے بدلے بیچنا جائز ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ تھوڑی بہت چیز میں کمی زیادتی کر لی تو یہ سود کی حرمت میں نہیں آئے گی۔

اصول : دوسرا اصول یہ کہ کیلی نہ اور وزنی ہو بلکہ عددی ہو تب بھی کمی زیادتی کر کے بیچنا جائز ہے۔

تشریح : ایک لپ، اور دو لپ کوئی اہم چیز نہیں ہے اس لئے اس میں کمی زیادتی کرنے سے سود کی حرمت نہیں ہوگی، ہاں آدھا صاع ہو جائے تو یہ ایک اہم چیز ہے اس لئے اس میں کمی زیادتی کرنا سود ہوگا، اور دوسری مثال ہے کہ چیز کیلی اور وزنی نہ ہو بلکہ عددی ہو، جیسے ایک سیب کو دو سیب کے بدلے جائز ہے، کیونکہ یہ گن کر بیچے جاتے ہیں۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ صاع ہو تو سود ہوگا۔ یا ابن عباس الا تتقی الله حتی متی تؤکل الناس الربا أما بلغک ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم و هو عند زوجته ام سلمة ......بعثت بصاعین من تمر عتیق الی منزل فلان فأتینا بدلها من هذا الصاع الواحد فألقى التمرة من یده و قال ردوه ردوه لا حاجة لی فیه التمر بالتمر و الحنطة بالحنطة و الشعیر بالشعیر و الذهب بالذهب و الفضة بالفضة یدا بید مثلا بمثل لیس فیه زیادة و الا نقصان فمن زاد او نقص فقد اربى و کل ما یکال او یوزن فقال ابن عباس ذکرتنی یا ابا سعید امرا أنسیته أستغفر الله و اتوب الیه و کان ینهى بعد ذالک اشد النهی ۔(سنن بیہقی، باب من

المساواة بالمعيار ولم يوجد فلم يتحقق الفضل ولهذا كان مضمونا بالقيمة عند الإتلاف. ۲؎ وعند الشافعي رحمه الله العلة هي الطعم ولا مخلص وهو المساواة فيحرم ۳؎ وما دون نصف

قال بجریان الربا فی کل مایکال و یوزن، ج خامس، ص ۴۶۹، نمبر ۱۰۵۲۱) (۲) اس حدیث میں صاع تذکرہ ہے اس لئے اس سے کم میں سود نہیں ہونا چاہئے ۔(۲) اس دوسری حدیث میں مد کا تذکرہ ہے، اور ایک مد چوتھائی صاع ہوتا ہے اس لئے چوتھائی صاع سے کم میں سود نہیں ہونا چاہئے ۔عن قتادة باسناده ان رسول الله ﷺ قال الذهب بالذهب تبرها و عينها و الفضة بالفضة تبرها و عينها و البر بالبر مدى بمدى و الشعير بالشعير مدى بمدى و التمر بالتمر مدى بمدى و الملح بالملح مدى بمدى فمن زاد او ازداد فقد اربى (سنن بیہقی، باب اعتبار التماثل فیما کان موزونا علی عہد النبی ﷺ بالوزن، الخ، ج خامس، ص ۴۷۵، نمبر ۱۰۵۴۱) اس حدیث میں مد کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک مد تک سود ہوگا اس سے کم میں سود نہیں ہوگا ۔(۳) عددی چیز کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچ سکتے ہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔عن جابر قال جاء عبد فبايع النبى ﷺ على الهجرة و لم يشعر أنه عبد فجاء سيده يريده فقال له النبى ﷺ بعنيه فاشتراه بعبدين اسودين. (مسلم شریف، باب جواز بیع الحیوان بالحیوان من جنسہ متفاضلا، ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۲/۴۱۱۳) اس حدیث میں ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں خریدا ۔(۴) کیلی وزنی کے علاوہ میں سود نہیں ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے ۔عن ابن المسيب فى قبطية بقبطيتين نسيئة كان لا يرى به بأسا، و قال انما الربا فيما يكال او يوزن ۔(مصنف عبد الرزاق، باب البز بالبز، ج ثامن، ص ۲۷، نمبر ۱۴۲۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ سود صرف کیلی اور وزنی چیزوں میں ہے ۔قبطی کپڑے میں نہیں ہے ۔

لغت :حفنۃ: ایک لپ ۔تفاحۃ: سیب ۔معیار: کیل کرنے کو اور وزن کرنے کو ،معیار، کہتے ہیں ۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ برابری وزن اور کیل سے ہوتی ہے اور یہ پائی نہیں گئی اس لئے سود متحقق نہیں ہوا ۔اسی لئے ہلاک ہوتے وقت اس کی قیمت لازم ہوتی ہے ۔

تشریح : یہ دلیل ہے ۔حدیث میں ہے کہ وزن اور کیل ہو تو اس میں سود ہوگا، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو چیز وزن کے درجے میں نہیں ہے یا کیل کے درجے میں نہیں ہے، بلکہ لپ کے درجے میں ہے تو اس میں کمی بیشی جائز ہوگی ۔اس کی ایک دلیل دیتے ہیں کہ مثلی چیز کے ہلاک ہوتے وقت اس کی مثل لازم ہوتی ہے، لیکن ایک لپ، دو لپ مثلی چیز کسی سے ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ کیل کے اندر داخل نہیں ہے ۔

ترجمہ :۲؎ امام شافعیؒ کے نزدیک علت طعم اور ثمنیت ہے اور چھٹکارے کی چیز برابری ہے جو یہاں نہیں ہے اس لئے حرام

الصاع فهو في حكم الحفنة لأنه لا تقدير في الشرع بما دونه ۴ ولو تبايعا مكيلا أو موزونا غير مطعوم بجنسه متفاضلا كالجص والحديد لا يجوز عندنا لوجود القدر والجنس. ۵ وعنده

ہوگا۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک سود کی علت کھانا ہونا اور ثمن بننا ہے،اور ایک لپ اور دو لپ بھی کھانا ہے،اور یہاں مبیع اور ثمن برابر سرابر نہیں ہے اس لئے حرام ہوگا۔

ترجمہ:۳ اور آدھا صاع سے کم وہ لپ کے حکم میں ہے کیونکہ آدھا صاع سے کم میں شریعت میں کوئی مقداری پیمانہ نہیں ہے

تشریح :شریعت میں جو کم سے کم واجب ہوتا ہے وہ آدھا صاع گیہوں صدقۃ الفطر ہے،اس لئے آدھا صاع گویا کہ ایک کیل ہے اس سے کم لپ کے حکم میں ہوگا،یعنی کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہوگا۔

وجہ:اس حدیث میں مد کا تذکرہ ہے،اور ایک مد چوتھائی صاع ہوتا ہے اس لئے چوتھائی صاع سے کم میں سود نہیں ہونا چاہئے ،مصنفؒ اس سے آگے بڑھ کر آدھا صاع کو معتار بنایا ہے۔عن قتادة باسناده ان رسول الله ﷺ قال الذهب بالذهب تبرها و عينها و الفضة بالفضة تبرها و عينها و البر بالبر مدى بمدى و الشعير بالشعير مدى بمدى و التمر بالتمر مدى بمدى و الملح بالملح مدى بمدى فمن زاد او ازداد فقد اربى (سنن بیہقی، باب اعتبار التماثل فیما کان موزونا علی عہد النبی ﷺ بالوزن،الخ،ج خامس،ص ۴۷۵،نمبر ۱۰۵۴۱)اس حدیث میں مد کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک مد [چوتھائی صاع] تک سود ہوگا اس سے کم میں سود نہیں ہوگا،لیکن مصنف اسسے آگے بڑھ کر آدھا صاع کو سود کا معیار مانتے ہیں

ترجمہ :۴ اگر کیلی یا وزنی چیز ہو اور کھانے کی نہ ہو اور اس کی جنس کیساتھ بیچے جیسے چونا اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے،کیلی وزنی اور جنس پائے جانے کی وجہ سے۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کھانے کی چیز نہ ہو،اور ثمنیت کی چیز بھی نہ ہو،لیکن کیلی ہو یا وزنی ہو تب بھی کمی بیشی میں سود ہوگا

تشریح : اگر کوئی چیز کھانے یا ثمنیت کی نہیں ہے لیکن کیلی ہے،یا وزنی ہے،جیسے چونا کھانے کی نہیں ہے،لیکن کیلی ہے، اور لوہا وزنی ہے،پس اگر لوہے کو لوہے کے بدلے میں کمی بیشی کر کے بیچے تو ناجائز ہے،اور سود ہے

وجہ :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مبیع اور ثمن کی جنس ایک ہے،اور چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی ہے اس لئے کمی بیشی میں سود ہوگا۔(۲)اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن الزهری قال کل شئ یوزن فهو مجری مجری الذهب و

يجوز لعدم الطعم والثمنية. (۲۰۲)قال وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء ا لعدم العلة المحرمة ٢ والأصل فيه الإباحة وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء

الفضة ، و كل شئ يكلا فهو يجرى مجرى البر و الشعير ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الحديد بالنحاس، ج ثامن، ص ۲۹، نمبر ۱۴۲۸۴) اس قول تابعی میں ہے کہ جو چیز وزن کی جاتی ہے وہ سونے چاندی کے درجے میں وزنی ہے، اور جو چیز کیل کی جاتی ہے وہ گیہوں اور جو کے درجے میں کیلی ہے۔

ترجمه :۵ امام شافعیؒ کے نزدیک کمی بیشی جائز ہے کھانا نہ ہونے کی وجہ سے اور ثمنیت نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک سود کی علت کھانا ہونا، یا ثمن ہونا ہے، اور چونا اور لوہا کھانا نہیں ہے اور نہ ثمن بن سکتا ہے اس لئے ان دونوں میں کمی بیشی جائز ہے۔

ترجمه :(۲۰۲) اگر دونوں وصف نہ ہوں یعنی جنس اور وہ معنی جو اس کے ساتھ ملائی گئی ہو تو کمی بیشی حلال ہے اور ادھار بھی حلال ہے۔

ترجمه :ا حرام کرنے والی علت نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح:سود کی دو علتیں تھیں۔ یہ دونوں علتیں نہ ہوں تو کمی بیشی بھی حلال ہوگی اور ادھار لینا بھی حلال ہوگا۔ مجلس میں مبیع اور ثمن پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ سود کی ایک علت تھی کہ دونوں مبیع اور ثمن ایک ہی جنس کی چیز ہوں، مثلا دونوں گیہوں ہوں یا دونوں چاول ہوں۔ اور دوسری علت تھی کہ دونوں کیلی ہوں یا دونوں وزنی ہوں۔ پس اگر گیہوں کو جو کے بدلے بیچے تو کمی زیادتی کر کے بیچ سکتا ہے۔ اسی طرح سونا کو چاندی کے بدلے بیچے تو کمی بیشی کر کے بیچ سکتا ہے۔ لیکن ادھار نہیں بیچ سکتا اسلئے کہ ایک علت موجود ہے

وجه :(۱) حدیث میں ہے۔ عن ابی بکرة قال نهى النبى ﷺ عن الفضة بالفضة والذهب بالذهب الا سواء بسواء وامرنا ان نبتاع الذهب بالفضة كيف شئنا والفضة فى الذهب كيف شئنا. (بخاری شریف، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲) مسلم شریف میں اسی حدیث میں یہ جملہ زیادہ ہے۔ فاذا اختلفت هذه الاوصاف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل، ص ۳۰۲، نمبر ۱۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ جنس بدل جائے یعنی دونوں ایک ہی قسم کی چیز نہ ہوں اور کیلی اور وزنی بھی نہ ہوں تو ادھار بھی جائز ہے۔ (۲) دونوں ایک جنس کی چیز ہو لیکن کیلی یا وزنی نہ ہو تو ادھار حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نهى رسول الله ﷺ عن بيع الذهب بالورق

لوجود العلة. وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء مثل أن يسلم هرويا في هروي أو حنطة في شعير فحرمة ربا الفضل بالوصفين وحرمة النساء بأحدهما. ۳؎ وقال الشافعي

دینا (بخاری شریف، باب بیع الورق بالذھب نسیۃ ص۲۹۱ نمبر ۲۱۸۰) اس حدیث میں ہے کہ سونا اور چاندی دو جنس ہیں، لیکن دونوں وزنی ہے اس لئے ادھار حرام ہوگا۔ (۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن سمرة بن جندب عن النبی ﷺ انه نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة. (سنن للبیھقی، باب ماجاء فی النھی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ، ج خامس، ص۴۷۲، نمبر ۱۰۵۳۲) اس حدیث میں عددی چیزوں کی جنس ایک ہو تو ادھار بیچنا حرام قرار دیا۔

ترجمہ : ۲؎ بیع میں اصل مباح ہونا ہے اور اگر دونوں علتیں پائی جائیں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے، حرام کی علت پائے جانے کی وجہ سے، اور اگر دو علتوں میں سے ایک پائی جائے اور دوسری علت نہ ہو تو کمی بیشی حلال ہوگی، اور ادھار حرام ہوگا، مثلا ہروی کپڑا ہروی کے بدلے میں بیچے، یا گیہوں کو جو کے بدلے میں بیچے۔ پس کمی زیادتی کا سود ہونا دونوں علتوں کی وجہ سے ہے، اور ادھار کا حرام ہونا دونوں میں سے ایک علت سے ہے۔

تشریح : یہاں چار صورتیں ہیں [۱] جنس ایک ہو، اور کیلی ہو یا وزنی ہو تو کمی زیادتی بھی حرام ہے اور ادھار بھی حرام ہے۔

[۲]...... جنس ایک ہو لیکن کیلی اور وزنی چیز نہ ہو تو کمی بیشی حلال ہے، لیکن ادھار حرام ہوگا نقد بیع کرنی ہوگی، جیسے ہروی کپڑا ہروی کپڑے کے بدلے بیچے تو جنس ایک ہے لیکن نہ کیلی ہے اور نہ وزنی ہے اسلئے ایک کپڑا دیکر دو کپڑے لے سکتا ہے، البتہ نقد لینا ہوگا

[۳]...... دونوں چیزیں کیلی ہوں، لیکن جنس ایک نہ ہو تو بھی کمی بیشی کر کے بیچنا حلال ہے، لیکن ادھار بیچنا جائز نہیں ہے، جیسے گیہوں کو جو کے بدلے بیچے تو جنس دو ہیں لیکن دونوں کیلی ہیں اسلئے کمی بیشی جائز ہے، لیکن ادھار نا جائز ہے۔

[۴]...... یا دو جنس ہوں لیکن دونوں وزنی ہوں جیسے پیتل کو لوہے کے بدلے بیچے تو کمی بیشی حلال ہے لیکن ادھار نا جائز ہوگا۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے۔ عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلفت هذه الاوصاف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا، ص۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء ان الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل، ص۳۰۲، نمبر ۱۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ جنس بدل جائے تو ادھار جائز نہیں ہے۔ (۲) بخاری شریف میں ہے نهى رسول الله ﷺ عن بيع الذهب بالورق دينا. (بخاری شریف، باب بیع الورق بالذھب نسیۃ، ص۳۴۸، نمبر ۲۱۸۰)

الجنس بانفراده لا يحرم النساء لأن بالنقدية وعدمها لا يثبت إلا شبهة الفضل وحقيقة الفضل غير مانع فيه حتى يجوز بيع الواحد بالاثنين فالشبهة أولى. ۴ ولنا أنه مال الربا من وجه نظرا إلى القدر أو الجنس والنقدية أوجبت فضلا في المالية فتتحقق شبهة الربا وهي مانعة كالحقيقة ۵ إلا أنه إذا أسلم النقود في الزعفران ونحوه يجوز وإن جمعهما الوزن لأنهما لا يتفقان في صفة

ترجمہ :۳ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اکیلی جنس ادھار حرام نہیں کرتی اس لئے کہ نقد ہونا اور نہ ہونے سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہوتا ہے اور حقیقت میں زیادہ ہوتب بھی حرام نہیں ہے ، چنانچہ ایک کپڑے کی بیع دو کپڑے سے جائز ہے پس زیادتی کا شبہ ہوتو بدرجہ اولی جائز ہونا چاہئے۔

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جنس ایک ہولیکن وہ چیز کھانے کی، یا ثمن کی نہ ہو جیسے ہروی کپڑا ہروی کپڑے کے بدلے بیچے تو اس میں کمی بیشی بھی جائز ہے، اور ادھار بھی جائز ہے۔

وجہ :(۱) انکی دلیل عقلی یہ پیش کی ہے۔ جو چیز نقد ہے شبہ ہے کہ اس کی قیمت زیادہ ہوئی اور جو چیز ادھار ہے شبہ ہے کہ اس کی قیمت کم ہوئی، لیکن جو چیز کھانے کی نہیں ہے اور ثمنیت بھی نہیں ہے تو اس کو کم بیش کر کے بیچنا جائز ہے جو حقیقی ربو ہے تو شبہ ربوا بدرجہ اولی جائز ہونا چاہئے (۲) اس قول تابعی میں اس کی صراحت ہے۔ عن ابن المسيب فی قبطية بقبطيتين نسيئة كان لا يرى به بأسا ، و قال انما الربا فيما يكال او يوزن ۔(مصنف عبد الرزاق، باب البز بالبز، ج ثامن، ص ۲۷، نمبر ۱۴۲۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ ادھار جائز ہے۔ (۳) اس قول تابعی میں بھی ہے ادھار جائز ہے۔ عن ابراهيم كان لا يرى بأسا بالثوب بالثوبين نسيئة اذا اختلفا ، و يكره من شيء واحد (مصنف عبد الرزاق، باب البز بالبز، ج ثامن، ص ۲۷، نمبر ۱۴۲۷۶)

ترجمہ :۴ ہماری دلیل یہ ہے کہ من وجہ ربوا کا مال ہے نظر کرتے ہوئے کیل اور وزن کی طرف، یا ایک جنس ہونے کی طرف، اور نقد ہونا مالیت میں زیادتی کرتی ہے اس لئے سود کا شبہ متحقق ہو گیا، اور یہ حقیقت سود کی طرح ممنوع ہوگا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ نقد کی قیمت زیادہ ہے اور ادھار کی قیمت کم ہوتی ہے، اس لئے مالیت میں کمی زیادتی ہوئی، اور یہ حقیقت سود نہیں ہے، لیکن سود کا شبہ ہوا، اور ربوا میں سود کے شبہ سے بھی بچنا ضروری ہے۔ اس لئے ادھار ممنوع ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سود کی علت دو ہیں [۱] ایک جنس ہونا [۲] کیل ہونا، یا وزن ہونا، اب دو علتوں میں سے ایک پائی گئی تو سود کا شبہ ضرور ہو گیا اس لئے ادھار نا جائز ہوگا۔

ترجمہ :۵ مگر اگر زعفران میں نقد کے بدلے بیع سلم کیا تو جائز ہے اگر چہ دونوں ہی کو وزن کیا جا تا ہے، اس لئے کہ وزن

الوزن فإن الزعفران يوزن بالأمناء وهو مثمن يتعين بالتعيين والنقود توزن بالسنجات وهو ثمن لا يتعين بالتعيين. ٦ ولو باع بالنقود موازنة وقبضها صح التصرف فيها قبل الوزن وفي الزعفران وأشباهه لا يجوز فإذا اختلفا فيه صورة ومعنى وحكما لم يجمعهما القدر من كل وجه فتنزل

کرنے کے طریقے میں فرق ہے،اس لئے کہ زعفران من کے ذریعہ وزن کیا جاتا ہے،دوسری بات یہ ہے کہ زعفران مثمن ہے متعین کرنے سے متعین ہوتا ہے۔اور درہم دینار سنجات،اور باٹ سے وزن کیا جاتا ہے،دوسری بات یہ ہے کہ وہ ثمن ہے متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دونوں کو وزن کیا جاتا ہو لیکن وزن کرنے کا طریقہ الگ الگ ہو اور دونوں کی حقیقت بھی الگ الگ ہو تو کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے۔

لغت : یہاں یہ بھی بتانا چاہئے ہیں کہ زعفران حقیقت میں کیلی چیز ہے لیکن پیداوار میں بہت کم ہوتا ہے اور بہت قیمتی ہوتا ہے اس لئے اس کو وزن سے ناپتے تھے۔نوٹ زعفران ایک درخت کا پھول ہے جسکو سکھا کر بادشاہ لوگ دوائی میں استعمال کرتے ہیں۔

تشریح :کسی نے زعفران میں یا روئی وغیرہ میں بیع سلم کیا کہ ایک ماہ کے بعد زعفران دینا،اور درہم ابھی دے دیا تو یہ ادھار جائز ہے،حالانکہ دونوں وزنی ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ زعفران اور درہم دونوں وزنی ہیں اس لئے کم سے کم ادھار نا جائز ہونا چاہئے،لیکن ادھار بھی جائز اس لئے ہے کہ (۱) دونوں کے وزن کرنے کا طریقہ الگ الگ ہے،زعفران من سے وزن کیا جاتا ہے،اور درہم اور دینار سنجات سے وزن کئے جاتے ہیں اس لئے دونوں کے وزن بھی الگ الگ ہیں (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ زعفران ثمن نہیں ہے مثمن ہے،اور متعین کرنے سے متعین ہوتا ہے۔اور درہم اور دینار ثمن ہیں اور متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے،اس لئے دونوں کی حقیقت الگ الگ ہیں اس لئے دونوں کو ادھار بیچنا جائز ہے۔

لغت :من:عرب میں پہلے یہ وزن کرنے کا آلہ تھا۔سنجات:باٹ،سونا اور چاندی ناپنے کا آلہ۔مثمن:ثمن سے جو چیز خریدی جاتی ہو اس کو،مثمن،کہتے ہیں،جیسے زعفران وغیرہ۔

ترجمہ :٦ اگر زعفران کو درہم سے بیچا اور اس پر قبضہ کر لیا تو اس درہم کو وزن کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے،اور زعفران اور اس کے مشابہ میں وزن کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔پس جب زعفران اور درہم صورت کے اعتبار سے اور معنی کے اعتبار سے اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہیں تو ہر اعتبار سے دونوں ایک قسم کی وزنی نہیں ہیں،اس لئے اس میں

الشبهة فيه إلى شبهة الشبهة وهي غير معتبرة.(۲۰۳)قال وكل شيء نص رسول الله صلى الله عليه وسلم على تحريم التفاضل فيه كيلا فهو مكيل أبدا وإن ترك الناس الكيل فيه مثل الحنطة والشعير والتمر والملح وكل ما نص على تحريم التفاضل فيه وزنا فهو موزون أبدا وإن ترك الناس الوزن فيه مثل الذهب والفضة ١؎ لأن النص أقوى من العرف والأقوى لا يترك

شبہ شبہۃ الشبہ کی طرف نزول کر گیا اور اس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : زعفران اور درہم کے درمیان یہ تیسرا فرق ہے۔ زعفران پر مشتری نے قبضہ کیا تو پچھلی حدیث کے اعتبار سے جب تک دوبارہ اس کو وزن نہ کرے اس کو بیچنا، ہدیہ کرنا، یا کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن بائع درہم پر قبضہ کرے تو دوبارہ وزن کئے بغیر اس سے کوئی چیز خرید سکتا ہے، اس کو ہدیہ کر سکتا ہے، کیونکہ یہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا۔ اس لئے حکمی اعتبار سے بھی زعفران اور درہم الگ الگ چیز ہیں، اس لئے ایک کو دوسرے کے بدلے میں بیچا تو سود کا شبہ بھی نہیں رہا بلکہ شبہۃ الشبہ ہو گیا، اور شریعت میں حقیقت سود سے بچنے کی تاکید ہے، آگے بڑھ کر سود کے شبہ سے بچنے کی تاکید ہے، لیکن شبہۃ الشبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے اس کو ادھار بیچنا بھی جائز ہے۔

ترجمہ :(۲۰۳) ہر وہ چیز جس میں حضور ﷺ نے تصریح کی کمی بیشی کے حرام ہونے پر کیل کے اعتبار سے وہ چیز ہمیشہ کیلی ہے اگر چہ لوگ اس کو کیل کرنا چھوڑ دے۔ مثلا گیہوں، جو، کھجور اور نمک۔ اور ہر وہ چیز کہ تصریح کی اس میں کمی بیشی کے حرام ہونے پر وزن کے اعتبار سے تو وہ ہمیشہ وزنی ہے اگر چہ لوگ اس کو وزن کرنا چھوڑ دے۔ جیسے سونا اور چاندی۔

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ حدیث عرف سے زیادہ قوی ہے، اور ادنی کے ذریعہ سے قوی کو نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔

تشریح :حضور کے زمانے میں جو چیزیں کیلی تھیں وہ قیامت تک کیلی ہی رہیں گی۔ اور کمی بیشی کا اعتبار کیل کے اعتبار سے ہوگا۔ چاہے بعد میں لوگوں نے ان چیزوں کو کیل کرنا چھوڑ دیا ہو۔ مثلا گیہوں، جو، کھجور اور نمک وغیرہ حضور کے زمانے میں کیل سے بیچے جاتے تھے اور حضورؐ نے تصریح کی ہے کہ یہ کیلی ہیں اس لئے وہ ہمیشہ کیلی ہی رہیں گی۔ چاہے آج کل لوگوں نے ان چیزوں کو وزن کر کے بیچنا شروع کر دیا ہے۔ اور جو چیزیں حضور کے زمانے میں وزنی تھیں اور آپؐ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ وزنی ہیں تو وہ قیامت تک وزنی ہی کے اعتبار سے سود کا اعتبار ہوگا۔ مثلا سونا اور چاندی حضور کے زمانے میں وزنی تھے اور آپؐ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ وزنی ہیں اس لئے قیامت تک وزنی رہیں گے

وجہ :(۱) آپ کی حدیث قیامت تک کے لئے ہے اور آپ کا دین قیامت تک کے لئے ہے اس لئے آپ کی تصریح کا اعتبار بھی قیامت تک رہے گا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ الوزن**

بالأدنى[الف](۲۰۴) وما لم ينص عليه فهو محمول على عادات الناس ١ لأنها دالة. ٢ وعن أبي يوسف أنه يعتبر العرف على خلاف المنصوص عليه أيضا لأن النص على ذلك لمكان العادة فكانت هي المنظور إليها وقد تبدلت ٣ فعلى هذا لو باع الحنطة بجنسها متساويا وزنا أو

وزن اهل مكة والمكيال مكيال اهل المدينه. (ابوداؤدشریف، باب فی قول النبی ﷺ المکیال مکیال المدینۃ ،ص ۴۸۶،نمبر ۳۳۴۰)اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وزن میں اہل مکہ کا اعتبار ہے اور کیل میں اہل مدینہ کا اعتبار ہے، اس لئے یہ قیامت تک رہے گا۔

ترجمہ:(الف)(۲۰۴)اورجس پرتصریح نہیں ہے تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہے۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ لوگوں کی عادتیں ہی کیلی اوروزنی پر دلالت کرنے والی ہے۔

تشریح :جن چیزوں کے بارے میں شریعت کی تصریح نہیں ہے کہ وہ کیلی ہیں یاوزنی ہیں تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہونگے۔وہ اس کو کیلی طور پر استعمال کرتے ہیں تو کیلی ہوگی اور وزنی طور پر استعمال کرتے ہیں تو وزنی ہوگی۔

ترجمہ : ٢ حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ چاہے نص موجود ہواس کے خلاف وہ عرف کا اعتبار کرتے ہیں۔اس لئے کہ اس زمانے کی عادت کی وجہ سے نص وارد ہوئی تھی اس لئے عادت ہی منظور نظر ہوئی، اور اب عادت بدل گئی[تو حکم بھی بدل جائے گا]

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ عادت بدل گئی ہوتو اب عادت کے مطابق فیصلہ ہوگا۔مثلا لوگ اب گیہوں کو کیل کے بجائے کیلو سے بیچنے لگے ہیں تو اب سود کا مدار کیلو پر اور وزن پر ہوگا کیل پر نہیں ہوگا۔

وجہ:حضور کے زمانے میں لوگوں کی عادت کے مطابق فیصلہ کیا گیا تھا۔اس لئے اب عادت بدل گئی تو فیصلہ بدل جائے گا۔

ترجمہ :٣ اس قاعدے پر اگر گیہوں کو گیہوں کے بدلے میں وزن کر کے برابر سرابر بیچا۔یا سونے کو سونے بدلے میں کیل کر کے برابر سرابر بیچا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے چاہے لوگوں کے اس میں رواج پھیل گیا ہو، ناپنے کا جو معیار پہلے تھا اس کے اعتبار سے کمی زیادتی کے وہم کی وجہ سے، جیسے اٹکل سے بیچتا تو جائز نہیں ہوتا۔

تشریح :حضورؐ کے زمانے میں گیہوں کیلی ہے،لیکن وزن کر کے برابر سرابر بیچا۔سوناوزنی تھا لیکن کیل کر کے برابر سرابر بیچا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔ چاہے یہ عرف بن گیا ہو کہ گیہوں وزن کر کے بیچنے لگے ہیں اور سونا چاندی کیل کر کے بیچنے لگے ہیں۔

وجہ :(۱) یہ بہت ممکن ہے کہ اسی گیہوں کو حضورؐ زمانے کے اعتبار سے کیل کر کے ناپے تو کمی زیادتی ہو جائے، یا سونے کو

الـذهـب بـجـنسـه متـمـاثـلا كيـلا لا يجوز عندهما وإن تعارفوا ذلک لتوهم الفضل علی ما هو المعيار فيه كما إذا باع مجازفة ۴۳ إلا أنه يجوز الإسلام في الحنطة ونحوها وزنا لوجود الإسلام في معلوم.[ب](۲۰۴) قال وكـل ما ينسب إلی الرطل فهو وزني ۱معـناه ما يباع بالأواقي لأنها

وزن کر کے ناپے تو کمی زیادتی ہو جائے اور سود ہو جائے اس لئے ناجائز رہے گا۔(۲) جیسے اندازہ کر کے بیچے تو کمی زیادتی کا شبہ ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۴۳ مگر گیہوں اور اس کے مثل میں وزن کر کے بیع سلم کرنا جائز ہے، معلوم مقدار میں سلم کے جائز ہونے کی وجہ سے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کیلی چیز وزن کر کے بیع سلم کیا تو جائز ہے، اور اس طرح ادھار بھی جائز ہے۔

تشریح : گیہوں کو وزن کر کے بیع سلم کیا، قیمت ابھی دے دی اور ایک ماہ کے بعد گیہوں لینے کا وعدہ لیا تو یہ جائز ہے۔

وجہ :(۱) بیع سلم میں مقدار کا معلوم ہونا ضروری ہے چاہے وزن سے ہو، اور یہاں مقدار معلوم ہو گئی اس لئے بیع سلم جائز ہو جائے گی۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ گیہوں حقیقت میں کیلی ہے، وزن کر کے بعد میں بیچا ہے اس لئے درہم کا وزنی ہونا اور ہے اور گیہوں کا وزنی ہونا دوسری چیز ہے اس لئے ادھار بھی بیچنا جائز ہوگا۔

ترجمہ :(ب)(۲۰۴) ہر وہ چیز جو رطل سے بیچی جائے وہ وزنی ہوتی ہے، اس کا معنی ہے کہ جو اوقیہ سے بیچی جائے، اس لئے کہ رطل وزن کے اعتبار سے متعین کیا گیا ہے، یہاں تک کہ جو چیز رطل سے بیچی جائے اس میں اس کے وزن کا حساب ہوتا ہے، بخلاف اور کیلی برتن کے۔

تشریح : اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رطل کا جو برتن ہے وہ وزن کے حساب سے بنایا گیا ہے اس لئے اس میں بھر کر جو گیہوں چاول دیا جائے گا وہ کیلی نہیں ہوگا بلکہ وزنی ہو جائے گا۔ اور عام برتن جو وزن کے حساب سے نہ بنایا گیا ہو اس میں ڈال کر ناپا جائے گا تو وہ کیلی رہے گا، کیونکہ وہ وزن کے حساب سے نہیں بنایا گیا ہے۔

نوٹ : گیہوں، چاول کا دانہ چھوٹا ہوتا ہے، اور برتن میں بھرنے سے خلا باقی نہیں رہتا، اس لئے ایک ہی برتن میں دو مرتبہ بھرے تو دونوں برابر ہوں گے، اور بیع جائز ہوگی۔

لغت : رطل: عرب میں ایک برتن ہوتا تھا جسکو رطل کہتے تھے، اس سے کیلی چیزیں اور غلہ ناپی جاتی تھیں۔ اس میں بھر کر ناپا جائے تو وہ وزنی ہو جائے گا۔ 8 رطل کا ایک صاع ہوتا ہے۔ ایک رطل کا وزن 442.25 گرام ہوتا ہے۔ اور ایک صاع کا وزن 3538 گرام ہوتا ہے۔ یہ حساب احسن الفتاوی از مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ سے لیا گیا ہے۔

اوقیہ: عرب میں ایک باٹ ہوتا تھا جس سے درہم اور دینار ناپا جاتا تھا۔ 40 درہم کا ایک اوقیہ ہوتا ہے۔ ایک اوقیہ کا وزن

قدرت بطريق الوزن حتى يحتسب ما يباع بها وزنا بخلاف سائر المكاييل ٢ وإذا كان موزونا فلو بيع بمكيال لا يعرف وزنه بمكيال مثله لا يجوز لتوهم الفضل في الوزن بمنزلة المجازفة.

(٢٠٥)قال وعقد الصرف ما وقع على جنس الأثمان يعتبر فيه قبض عوضيه في المجلس ١ لقوله عليه الصلاة والسلام والفضة بالفضة هاء وهاء معناه يدا بيد وسنبين الفقه في الصرف إن شاء

2564 گرام ہوتا ہے۔12 اوقیہ کا ایک رطل ہوتا ہے۔

ترجمہ : ٢ اور اگر وزنی چیز ہو اور ایسے برتن میں بھر کر بیچی جائے جسکا وزن معلوم نہ ہو اسی کے مثل برتن سے تو جائز نہیں ہے کیونکہ وزن میں کمی زیادتی کا وہم ہے، جیسے اٹکل سے بیچے تو جائز نہیں ہے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ درہم اور دینار جو وزنی ہیں اور سخت چیزیں ہیں انکو برتن میں بھریں تو بیچ میں خلا رہ جاتا ہے، اس لئے ایک ہی برتن میں دو مرتبہ سونا چاندی بھریں تو گیہوں چاول کی طرح دونوں برابر نہیں ہوں گے، اس لئے کمی زیادتی کا خطرہ ہے اور سود ہے اس لئے بیچنا جائز نہیں۔

تشریح : وزنی چیز ہو مثلا درہم، یا دینار ہو اور اس کو کسی برتن میں بھر کر بیچے اور اس برتن کا وزن معلوم نہ ہو، مشتری بھی اسی برتن میں بھر کر درہم دے دے، یا اسی طرح کے دوسرے برتن میں بھر کر درہم دے دے، اور مشتری کے برتن کا بھی وزن معلوم نہیں تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔

وجہ : کیونکہ درہم دینار سخت ہوتے ہیں اس لئے برتن میں بھرنے سے خلا باقی رہ جاتا ہے ایک ہی برتن میں دو مرتبہ بھرنے سے دونوں برابر نہیں ہوں گے اس لئے سود کا خطرہ ہے اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔ جیسے اٹکل سے بیچے تو کمی بیشی کے خطرہ ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

لغت : مکیال: کیل کرنے کا برتن۔ مجازفۃ: اٹکل سے ناپنا۔

ترجمہ : (۲۰۵) عقد صرف جو ثمن کے جنس پر واقع ہو تو اس میں اعتبار ہے مجلس میں دونوں عوض کے قبضے کا۔

ترجمہ : ١ حضورؐ کے قول کی وجہ سے چاندی چاندی کے بدلے نقد ہو یعنی ہاتھوں ہاتھ ہو، اور اس کی وجہ کتاب الصرف میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اثمان یعنی درہم اور دنانیر متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے جب تک کہ قبضہ نہ کر لئے جائیں (۲) غلہ جات اور سامان متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں۔

تشریح : جن جن صورتوں میں سود ہوتا ہے ان صورتوں میں دونوں طرف سونا ہو یا چاندی ہو یا ایک طرف سونا ہو اور دوسری

الـلـه تعالى. (۲۰۶)قال وما سواه مما فيه الربا يعتبر فيه التعيين ولا يعتبر فيه التقابض اِخلافا

طرف چاندی ہوتو مسئلہ گزرا کہ ادھار جائز نہیں ہے۔نقد ضروری ہے۔اور نقد میں بھی یہ ہے کہ مجلس میں دونوں پر قبضہ کر لے،صرف تعین کرنا کافی نہیں ہے۔

وجه :(۱) کیونکہ ثمن یعنی سونا چاندی متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ قبضہ نہ کرلیا جائے۔اس لئے سود اورادھار سے بچنے کے لئے ان دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔(۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔فقال عمر بن الخطاب.....فان رسول الله ﷺ قال الورق بالذهب ربا الا هاء و هاء و البر بالبر ربا الا هاء و هاء و الشعير بالشعير ربا الا هاء و هاء و التمر بالتمر ربا الا هاء هاء (مسلم شریف،باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا،ص ۶۹۲،نمبر ۱۵۸۶/۴۰۵۹)اس حدیث میں ہے کہ ھاء وھاء یعنی مجلس میں قبضہ ہو۔

ترجمه (۲۰۶)اور جواس کے علاوہ ہے جن میں ربوا ہے ان میں اعتبار کیا جائے گا تعین کا اور نہیں اعتبار کیا جائے گا قبضے کا

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ،درہم اور دینار پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے تا کہ وہ متعین ہو جائے۔اور غلہ جات اور کیلی چیزیں متعین کرنے سے متعین ہو جاتیں ہیں اس لئے ان پر بیع کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔البتہ کرلے تو بہتر ہے

تشریح :ان کے علاوہ جو غلہ جات ہیں جن میں سود ہوتا ہے ادھار سے بچنے کیلئے ان پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔مجلس میں صرف متعین ہو جائے کہ یہ گیہوں یا یہ کھجور دینا ہے،یا اتنا کیلو گیہوں دینا ہے اتنا ہی کافی ہے،بیع ہو جائے گی،البتہ قبضہ کرلے تو بہتر ہے

وجه: (۱)غلہ جات متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں۔اور نقد بیچنے کے لئے اتنا کافی ہے۔مثلا گیہوں کے بدلے میں گیہوں بیچے تو برابر سرابر کے ساتھ یہ متعین کرلے کہ یہ گیہوں دینا ہے اور یہ گیہوں لینا ہے۔بس اتنا کافی ہے باضابطہ قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔(۲) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ فبلغ عبادة بن صامت فقام فقال انی سمعت رسول الـلـه ينهى عن بيع الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواء بسواء عينا بعين. (مسلم شریف،باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا،ص ۶۹۲،نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۱)اس حدیث میں یدا بید کے بجائے عینا بعین ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز متعین ہو جائے اور عین شی ہو جائے۔اس لئے حنفیہ اس حدیث کو غلہ جات پر محمول کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غلہ جات میں صرف تعین ہو جائے تو ادھار سے بچنے کے لئے کافی ہے۔اور , یدا بید، کو ثمن پر محمول کرتے ہیں۔

للشافعي في بيع الطعام بالطعام. له قوله عليه الصلاة والسلام في الحديث المعروف يدا بيد ولأنه إذا لم يقبض في المجلس فيتعاقب القبض وللنقد مزية فتثبت شبهة الربا. ٢ ولنا أنه مبيع متعين فلا يشترط فيه القبض كالثوب وهذا لأن الفائدة المطلوبة إنما هو التمكن من التصرف

ترجمه : ۱ کھانا کے بدلے میں کھانا بیچے اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، انکی دلیل حضورؐ کا قول ہے مشہور حدیث میں یدا بید، اور اس لئے بھی کہ مجلس میں اگر قبضہ نہیں کیا تو قبضہ آگے پیچھے ہوگا اور نقد کی ایک قیمت ہے اس لئے سود کا شبہ ہوگا۔ [جس سے بچنا ضروری ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ غلہ جات میں بھی ادھار سے بچنے کے لئے مجلس میں قبضہ کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

وجه :(۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ جس کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء ۔ (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق، ص ۶۹۳، نمبر ۱۵۸۴/۴۰۶۴/ بخاری شریف، باب بیع الفضة بالفضة ص ۳۴۷، نمبر ۲۱۷۶/۲۱۷۷/ ابوداؤد شریف، باب فی الصرف ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۹/ ترمذی شریف، باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل وکراہیة التفاضل فیہ، ص ۳۰۲، نمبر ۱۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ گیہوں،، جو اور کھجور، اور نمک کھانے کی چیز ہے اس کے باوجود یہ کہا کہ یدا بید ہو یعنی مجلس میں قبضہ ہو۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ جس چیز پر مجلس میں قبضہ ہوگا اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی ، اور جو چیز ادھار ہوگی اس کی قیمت کم ہو جائے گی جسکی بنا پر سود کا شبہ ہوگا، جس سے بچنا ضروری ہے اس لئے بھی کھانے کی چیزوں پر مجلس میں قبضہ ہونا ضروری ہے، صرف متعین ہو جانا کافی نہیں ہے۔

لغت: یتعاقب القبض: قبضہ آگے پیچھے ہوگا۔ مزیۃ: فضیلت، اہمیت۔

ترجمه : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ کھانا بھی مبیع ہے اور متعین ہے اس لئے اس پر قبضے کی شرط نہیں ہے جیسے کہ کپڑا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قبضے کا فائدہ تصرف کی قدرت ہے اور وہ متعین کرنے پر مرتب ہو جاتا ہے [اس لئے متعین ہو جانا کافی ہے]

تشریح : گیہوں پر قبضہ نہ کرنے کی ہماری دلیل یہ ہے کہ کیلی چیزیں مبیع بھی ہے اور متعین ہے تو جس طرح کپڑے پر مجلس میں قبضہ کرنے کی شرط نہیں ہے اسی طرح گیہوں وغیرہ پر بھی مجلس میں قبضہ کرنے کی شرط نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ قبضہ کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس پر تصرف کر سکے، مثلا اس کو بیچ سکے ہدیہ دے سکے، اور یہ فائدہ مبیع کے متعین کرنے سے ہی ہو جاتا ہے اس لئے اس پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں کر لے تو اچھا ہے۔

ويترتب ذلک على التعيين ۳؎ بخلاف الصرف لأن القبض فيه ليتعين به ۴؎ ومعنى قوله عليه الصلاة والسلام يدا بيد عينا بعين وكذا رواه عبادة بن الصامت رضي الله عنه ۵؎ وتعاقب القبض لا يعتبر تفاوتا في المال عرفا بخلاف النقد والمؤجل. (۲۰۷) قال ويجوز بيع البيضة بالبيضتين والتمرة بالتمرتين والجوزة بالجوزتين ۱؎ لانعدام المعيار فلا يتحقق الربا. والشافعي يخالفنا فيه

ترجمه :۳؎ بخلاف بیع صرف کے اس لئے کہ اس قبضہ متعین کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح : چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچے تو دونوں پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری اس لئے ہے کہ وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس پر قبضہ کر کے متعین کیا جاتا ہے۔

ترجمه ۴؎ حضورؐ کا قول یدا بید کا ترجمہ ہے عینا بعین، یعنی متعین کرنا چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث میں عینا بعین ہے

تشریح : حدیث میں یدا بید کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز متعین ہو جائے، اب غلہ متعین کرنے سے متعین ہو جاتا ہے اس لئے مجلس میں قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور سونا، چاندی متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے ان پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث میں عینا بعین کا لفظ موجود ہے۔ حدیث یہ ہے۔ فبلغ عبادة بن صامت فقام فقال انی سمعت رسول الله ينهى عن بيع الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواء بسواء عينا بعين. (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۱) اس حدیث میں یدا بید کے بجائے عینا بعین ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز متعین ہو جائے اور عین شی ہو جائے، یہ ضروری ہے۔

ترجمه ۵؎ اور قبضے کے آگے پیچھے ہونے سے تجار کے عرف میں مالیت میں تفاوت نہیں سمجھتے، بخلاف نقد کے اور ادھار کے

ترجمه :(۲۰۷) اور جائز ہے ایک انڈے کا دو انڈے کے بدلے، اور ایک کھجور دو کھجور کے بدلے، اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹ کے بدلے۔

ترجمه :۱؎ کیلی اور وزنی نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے سود متحقق نہیں ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کیلی نہ اور وزنی ہو بلکہ عددی ہو تب بھی کمی زیادتی کر کے بیچنا جائز ہے۔

تشریح : یہ سب چیزیں کیلی اور وزنی نہیں ہیں اس لئے کمی زیادتی کر کے بیچنا جائز ہے۔

وجه :(۱) عددی چیز کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچ سکتے ہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال جاء عبد فبايع النبى ﷺ على الهجرة و لم يشعر أنه عبد فجاء سيده يريده فقال له النبى ﷺ بعنيه فاشتراه بعبدين

لوجود الطعم علی ما مر .(۲۰۸) قال ویجوز بیع الفلس بالفلسین بأعیانهما ۱؎عند أبي حنيفة

اسودین. (مسلم شریف، باب جواز بیع الحیوان بالحیوان من جنسہ متفاضلا،ص ۷۰۱،نمبر ۱۶۰۲؍۴۱۱۳؍ ترمذی شریف، باب ما جاء فی شراء العبد بالعبدین،ص ۳۰۱،نمبر ۱۲۳۹) اس حدیث میں ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں خریدا۔(۲) کیلی وزنی کے علاوہ میں سود نہیں ہے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔**عن ابن المسیب فی قبطیة بقبطیتین نسیئة کان لا یری به بأسا ، و قال انما الربا فیما یکال او یوزن** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب البز بالبز، ج ثامن،ص ۲۷،نمبر ۱۴۲۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ سود صرف کیلی اور وزنی چیزوں میں ہے۔قبطی کپڑے میں نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ حضرت امام شافعیؒ ہماری مخالفت کرتے ہیں اس لئے کہ ان میں طعم پایا جاتا ہے،جیسا کہ پہلے گزرا۔

تشریح :امام شافعیؒ کے یہاں سود کی علت طعم ہونا ہے اور انڈا وغیرہ کھانے کی چیز ہے چاہے عددی ہے اس لئے ایک انڈے کو دو انڈے کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۰۸) دونوں پیسے متعین کر لے تو ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے بدلے جائز ہے۔

ترجمہ :۱؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک چیز پیدائشی طور پر ثمن نہیں ہے عوام نے ثمن بنا دیا ہے،اور وزنی کے بجائے عددی کر دیا ہے،اب بائع اور مشتری اس کی ثمنیت ختم کر کے اخروٹ کی طرح عددی طور پر کمی بیشی کر کے بیچے تو جائز ہے۔

اصول:شیخین کا اصول یہ ہے کہ جو چیز پیدائشی ثمن نہیں ہے عوام نے ثمن بنایا ہے تو بائع اور مشتری اس کی ثمنیت ختم کر سکتے ہیں

لغت :فلس: پیتل کا پیسہ، یہ درہم اور دینار کی طرح ثمن نہیں ہے،لیکن درہم سے کم مالیت ادا کرنے کے لئے پیتل کا پیسہ ادا کرتے تھے،پیتل وزنی چیز ہے،لیکن پیسہ بننے کے بعد یہ عددی ہو گیا۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک پیسہ کو دو پیسوں کے بدلے بیچنا جائز ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں جانب پیسہ متعین ہوں ورنہ یہ ادھار ہو جائے گا ،اور ایک جنس کی چیز کو ادھار بیچنا جائز نہیں ہے ،اس کے لئے پہلے حدیث گزر چکی ہے

وجہ :(۱) پیسہ پیدائش طور پر ثمن نہیں ہے،عوام کے ثمن بنانے سے ثمن بنا تھا،اب بائع اور مشتری نے اس کی ثمنیت ختم کر دی تو لوٹ کر پیتل رہ گیا، یہ پیدائشی طور پر وزنی تھا لیکن ابھی یہ عددی طور پر مروج ہے اس لئے وزنی نہیں رہا عددی ہو گیا، اور عددی کے بارے میں حدیث ہے کہ ایک کو دو کے بدلے میں بیچ سکتے ہو اسلئے ایک فلوس کو دو کے بدلے بیچنا جائز ہوگا (۲) عددی چیز کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچ سکتے ہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن جابر قال جاء عبد فبایع النبی ﷺ**

و أبي يوسف ؏ وقال محمد لا يجوز لأن الثمنية تثبت باصطلاح الكل فلا تبطل باصطلاحهما وإذا بقيت أثمانا لا تتعين فصار كما إذا كانا بغير أعيانهما و كبيع الدرهم بالدرهمين. ؏ ولهما أن الثمنية في حقهما تثبت باصطلاحهما إذ لا ولاية للغير عليهما فتبطل باصطلاحهما وإذا

علی الهجرة و لم يشعر أنه عبد فجاء سيده يريده فقال له النبی ﷺ بعنيه فاشتراه بعبدين اسودين. (مسلم شریف، باب جواز بیع الحیوان بالحیوان من جنسہ متفاضلا، ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۲/۴۱۱۳) اس حدیث میں ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں خریدا۔ (۳) ایک جنس کی چیز ہو چاہے عددی تو ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن سمرة بن جندب عن النبی ﷺ انه نهی عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة. (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی النھی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ، ج خامس، ص ۴۷۲، نمبر ۱۰۵۳۲) اس حدیث میں عددی چیزوں کی جنس ایک ہو تو ادھار بیچنا حرام قرار دیا۔

ترجمہ: ؏ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ ثمن ہونا تمام لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہوئی ہے اس لئے بائع اور مشتری کی اصطلاح سے باطل نہیں ہوگا اور جب ثمن باقی ہے جو متعین نہیں ہوسکتا ہے، تو ایسا ہوا کہ دونوں متعین ہی نہ ہوں، اور جیسے ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچنا نا جائز ہے۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ بائع اور مشتری فلوس کی ثمنیت ختم نہیں کر سکتے۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک فلوس کو دو فلوس کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے، اس کی تین دلیلیں دے رہے ہیں [۱] لوگوں نے اس کو ثمن قرار دیا ہے اس لئے بائع اور مشتری کے ساقط کرنے سے ثمنیت ساقط نہیں ہوگی [۲] پس جس طرح ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح ایک فلوس کو دو فلوس کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔ [۳] تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ ثمن ہے تو متعین کرنے کے باوجود متعین نہیں ہوئے، اور آگے خود بیان کر رہے ہیں کہ متعین نہ ہوں تو ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ ہو جائے گی [بیع الکالی بالکالی] جو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ؏ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ فلوس کی ثمنیت بائع اور مشتری کے حق میں ان دونوں کے ماننے سے ہوگی کیونکہ لوگوں کا ان دونوں پر ولایت نہیں ہے، اس لئے دونوں کے نہ ماننے سے ثمنت باطل ہو جائے گی اور متعین کرنے سے متعین ہو جائے گا، اور دوبارہ وزنی نہیں ہوگا، کیونکہ عددی ہونے کی اصطلاح باقی ہے، اس لئے عددی کو توڑنے میں عقد کا فساد ہے تو ایسا ہو گیا کہ ایک اخروٹ کو دو اخروٹ کے بدلے میں بیچا۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اور لوگوں کا بائع اور مشتری پر ولایت نہیں ہے اس لئے یہ دونوں فلوس کی ثمنیت ختم کرے

بطلت الثمنية تتعين بالتعيين ولا يعود وزنيا لبقاء الاصطلاح على العد إذ في نقضه في حق العد فساد العقد فصار كالجوزة بالجوزتين ۴ بخلاف النقود لأنها للثمنية خلقة ۵ وبخلاف ما إذا كانا بغير أعيانهما لأنه كالئ بالكالئ وقد نهي عنه وبخلاف ما إذا كان أحدهما بغير عينه لأن الجنس بانفراده يحرم النساء.(۲۰۹) قال ولا يجوز بيع الحنطة بالدقيق ولا بالسويق ۱ لأن المجانسة باقية من وجه لأنهما من أجزاء الحنطة والمعيار فيهما الكيل لكن الكيل غير مسو

گا تو ختم ہوجائے گی، اور ثمنیت ختم ہوگئی تو غلے کی طرح متعین کرنے سے یہ متعین ہوجائے گا، اور یہ جو پیدائشی وزنی ہے وہ بھی واپس نہیں آئے گا، بلکہ عددی ہی رہے گا، کیونکہ عددی نہ ماننے سے عقد فاسد ہوجائے گا، اور جب عددی رہا تو ایک اخروٹ کو دو اخروٹ کے بدلے جس طرح بیچنا جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہوگا۔

ترجمه : ۴ بخلاف درہم دینار کے اس لئے کہ وہ پیدائشی ثمن کے۔

تشریح : درہم اور دینار پیدائشی ثمن ہیں اس لئے بائع اور مشتری اس کی ثمنت ختم کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اور نہ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچ سکتے ہیں۔

ترجمه :۵ بخلاف اگر دونوں فلوس متعین نہ ہوں [تو بیچنا جائز نہیں ہے] اس لئے کہ بیع الکالی بالکالی، ادھار کی بیع ادھار سے ہوجائے گی، حالانکہ حضورؐ نے اس سے روکا ہے، بخلاف دونوں فلوس میں سے ایک متعین ہو [تو جائز نہیں] کیونکہ اکیلا جنس ایک ایک ہو تو ادھار حرام ہے۔

تشریح :دونوں جانب کے فلوس اگر متعین نہیں ہیں تو بیع جائز نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ادھار کی بیع ادھار سے ہوجائے گی جو ممنوع ہے۔اور اگر ایک جانب فلوس متعین ہو اور دوسری جانب متعین نہ ہو تب بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ جو فلوس متعین نہیں ہے وہ ادھار ہوگا، اور پہلے گزر چکا ہے کہ جنس ایک ہو تو ادھار بھی جائز نہیں ہے۔

وجه :(۱) بیع الکالی بالکالی، کو منع فرمایا اس کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهى عن بيع الكالى بالكالى ۔ دوسری روایت میں الدین بالدین ہے (سنن بیہقی، باب ما جاء فی النھی عن بیع الدین بالدین، ج خامس، ص ۴۷۴، نمبر ۱۰۵۳۶ / دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۶۰، نمبر ۳۰۴۲) اس حدیث میں ادھار کو ادھار سے بیچنا ناجائز قرار دیا ہے۔

ترجمه :(۲۰۹) اور نہیں جائز ہے گیہوں کی بیع آٹے سے اور نہ ستو سے۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ کسی نہ کسی اعتبار سے جنسیت باقی ہے، اس لئے کہ دونوں گیہوں کے اجزا سے ہیں اور دونوں کو ناپنے

بينهما وبين الحنطة لاكتنازهما فيه وتخلخل حبات الحنطة فلا يجوز وإن كان كيلا بكيل

(٢١٠)ويجوز بيع الدقيق بالدقيق متساويا كيلا ١؎ لتحقق الشرط ٢؎ وبيع الدقيق بالسويق لا يجوز عند أبي حنيفة متفاضلا ولا متساويا لأنه لا يجوز بيع الدقيق بالمقلية ولا بيع السويق

کا معیار کیل ہے، لیکن کیل، گیہوں ستو اور آٹے کو برابر نہیں کرتا، اس لئے کہ آٹا اور ستو کیل میں ٹھوس بھرتا ہے اور گیہوں کے دانے میں خلا رہتا ہے اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی چاہے کیل کو کیل کے ساتھ ہو۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جنس ایک ہو اور وزن یا کیل میں برابری نہ ہو پاتی ہو تب بھی جائز نہیں ہوگی کیونکہ مثلا بمثل نہیں ہوا۔

تشریح: گیہوں کو گیہوں کے آٹے کے بدلے میں بیچے یا اس کے ستو کے بدلے میں بیچے تو جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) ایک برتن میں گیہوں اور آٹا یا اس کا ستو ڈالے گا تو حقیقت کے اعتبار سے دونوں برابر نہیں ہوں گے کیونکہ گیہوں کا دانہ بڑا ہے اس لئے اس میں خلا رہ جائے گا اس لئے وہ کم آئے گا، اور آٹا باریک ہونے کی وجہ سے زیادہ آئے گا اس لئے دونوں میں برابری نہیں ہوگی اس لئے بیچنا جائز نہیں ہے، اگر لینا ہی ہو تو آٹا کو درہم سے خرید لے پھر اس درہم سے گیہوں خرید لے۔ (۲) حدیث میں ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ **قال سعد انی سمعت رسول الله ﷺ سئل عن شراء التمر بالرطب فقال رسول الله ﷺ أينقص الرطب اذا يبس؟ قالوا نعم فنهاه عن ذالک**۔ (ابوداود شریف، باب فی الثمر بالتمر، ص ۴۸۸، نمبر ۳۳۵۹ / ابن ماجۃ شریف، باب بیع الرطب بالتمر، ص ۳۲۴، نمبر ۲۲۶۴) اس حدیث میں کھجور اور رطب ایک جنس ہے لیکن کمی بیشی کا خطرہ ہے اس لئے ایک کیل سے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ (۳) اس قول صحابی میں ہے ۔**عن سعيد بن مسيب فى البر بالدقيق قال هو ربا** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السویق بالحنطۃ واشباھہ من اجازہ، ج رابع، ص ۲۹۶، نمبر ۲۰۲۵۵) اس میں ہے کہ گیہوں کو آٹے کے بدلے میں بیچنا سود ہے۔

لغت: الحنطۃ: گیہوں۔ الدقیق: آٹا۔ السویق: ستو۔ مسو: سوی سے مشتق ہے، برابر کرنے والا۔ اکتناز: کنز سے مشتق ہے، بھرا ہوا ہونا۔ **تخلخل**: خلا ہونا۔

ترجمہ: (۲۱۰) اور جائز ہے آٹے کی بیع آٹے کے ساتھ برابر سرابر کیل کر کے۔

ترجمہ: ١؎ برابری کے شرط کے متحقق ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: ایک طرف گیہوں کا آٹا ہو اور دوسری طرف بھی گیہوں کا آٹا ہو اور ایک کیل میں دونوں کو برابر کر کے بیچے تو جائز ہے، کیونکہ دونوں میں برابری ہوگئی۔

بالحنطة فكذا بيع أجزائهما لقيام المجانسة من وجه. ۳؎ وعندهما يجوز لأنهما جنسان مختلفان لاختلاف المقصود. ۴؎ قلنا معظم المقصود وهو التغذي يشملهما فلا يبالى بفوات البعض

ترجمه :۲؎ آٹے کوستو کے ساتھ بیچنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، نہ برابر کر کے اور نہ کمی بیشی کے ساتھ، اس لئے کہ آٹے کو بھنے ہوئے گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے، اور نہ ستو کو گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے، اسی طرح اس کے اجزاء کو بھی بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ من وجہ مجانست قائم ہے۔

تشریح :آٹے کو ستو کے بدلے میں برابر کر کے بھی بیچنا جائز نہیں اور کمی بیشی کر کے بھی بیچنا جائز نہیں ہے۔صاحب کتاب نے یہ دلیل دی ہے کہ آٹے کو بھنے گیہوں کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ستو جو بھنا ہوا ہوتا ہے کچے گیہوں کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے تو بھنے ہوئے گیہوں کا جز ستو کو کچے گیہوں کے جز آٹے کے بدلے بھی بیچنا جائز نہیں ہے۔۔

الدقیق المقلیۃ : بھنا ہوا گیہوں۔

وجہ:(۱) ستو بھننے کے بعد ہلکا ہو جاتا ہے وہ برتن میں کم آئے گا اور آٹا بھونا ہوا نہیں ہوتا ہے اس لئے اس میں دباؤ ہوتا ہے اور وزنی ہوتا ہے اس لئے ان دونوں میں بھی مساوات نہیں ہوگی، اور جنس ایک ہے، اور جنس ایک ہے اس لئے کمی بیشی جائز نہیں ہے، اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۳؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک ستو کی بیع آٹے کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ دونوں الگ الگ جنس ہیں، کیونکہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ صاحبینؒ کے یہاں گیہوں کا آٹا اور اس کا ستو دو جنس ہیں۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ستو کو آٹے کے بدلے بیچنا جائز ہے کیونکہ آٹے کا مقصد روٹی بنانا ہے، اور ستو کا مقصد پانی میں گھول کر کھانا ہے اس لئے دونوں کا مقصد الگ الگ ہے اس لئے دونوں دو جنس ہیں اس لئے کمی بیشی کر کے بھی بیچنا جائز ہوگا۔

ترجمہ :۴؎ ہم کہتے ہیں کہ بڑا مقصد غذا حاصل کرنا ہے جو دونوں میں موجود ہے، اور بعض مقصد کے فوت ہونے کا اعتبار نہیں ہے، جیسے بھنا ہوا گیہوں بغیر بھنے ہوئے گیہوں کے بدلے، یا اچھے گیہوں کو گھن لگے ہوئے گیہوں کے بدلے۔

تشریح :یہ صاحبین کو جواب ہے کہ آٹے اور ستو کی جنس ایک ہے، یعنی گیہوں، باقی مقصد الگ الگ ہونا اس سے فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ان دونوں کا بڑا مقصد کھانا کھانا ہے جو دونوں کو شامل ہے۔اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں کہ بھنا ہوا کا مقصد اور ہے اور کچے گیہوں کا مقصد اور ہے، پھر بھی دونوں کی جنس ایک شمار کی جاتی ہے، اور کیل میں ڈالنے سے دونوں کی

كالمقلية مع غير المقلية والعلكة بالمسوسة.(٢١١) قال ويجوز بيع اللحم بالحيوان ١؎ عند أبي حنيفة وأبي يوسف. ٢؎ وقال محمد إذا باعه بلحم من جنسه لا يجوز إلا إذا كان اللحم المفرز أكثر ليكون اللحم بمقابلة ما فيه من اللحم والباقي بمقابلة السقط إذ لو لم يكن كذلک يتحقق الربا من حيث زيادة السقط أو من حيث زيادة اللحم فصار كالخل بالسمسم. ٣؎ ولهما أنه باع

برابری نہیں ہوسکتی اس لئے دونوں کی بیع ناجائز ہے، اور یہی حال اچھے گیہوں اور گھن لگے ہوئے گیہوں کی ہے۔ کہ دونوں کی جنس ایک ہے لیکن مقصدا الگ الگ ہے اور دونوں میں برابری ناممکن ہے اس لئے دونوں کی بیع جائز نہیں ہے۔

لغت: المقلیۃ: قلی یقلی سے مشتق ہے، بھنا ہوا۔ العلکۃ: اچھا گیہوں، گوند۔ مسوسۃ: سوس سے مشتق ہے، گھن لگا ہوا۔

ترجمہ: (۲۱۱) جائز ہے گوشت کی بیع حیوان کے بدلے ١؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حیوان اور اس کا گوشت دو جنس ہیں۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک جنس ہیں۔

تشریح: مثلا گائے کا گوشت ہو اور زندہ گائے کے بدلے میں بیچنا چاہتا ہے تو شیخین کے نزدیک جائز ہے چاہے گائے میں گوشت ساٹھ کیلو ہو اور کٹا ہوا گوشت تیس کیلو ہو۔

وجہ: گوشت وزنی ہے اس کو وزن سے ناپتے ہیں اور گائے عددی ہے اس کو وزن سے نہیں ناپتے ہیں بلکہ عدد سے بیچتے ہیں۔ تو یہ دو جنس ہوئے ایک جنس نہیں ہوئے اس لئے کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: ٢؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر جانور کو اسی کے ہم جنس گوشت سے بیچے تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ الگ کیا ہوا گوشت جانور کے اندر کے گوشت سے زیادہ ہو، تا کہ گوشت کا ایک حصہ اس کے مقابلے میں ہو جائے جو جانور میں ہے اور باقی گوشت جانور کے اجزا کے بدلے میں ہو جائے، اسلئے کہ ایسا نہیں ہوا تو سود متحقق ہوگا جانور کے اجزا کی زیادتی کی وجہ سے، اور گوشت کی زیادتی کی وجہ سے

تشریح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جو کٹا ہوا گوشت ہے وہ اس گوشت سے زیادہ ہونا چاہئے جو زندہ گائے میں ہے تب بیچنا جائز ہوگا۔ مثلا زندہ گائے میں گوشت ساٹھ کیلو ہے تو کٹا ہوا گوشت ستر کیلو ہونا چاہئے۔ تا کہ ساٹھ کیلو ساٹھ کیلو کے برابر ہو جائے اور دس کیلو کٹا ہوا گوشت گائے کی کھال، کلیجی، گردہ اور سقط کے بدلے ہو جائے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جیسے تل کے تیل کے بدلے میں تل بیچے تو تیل اس سے زیادہ ہونا چاہئے جتنا تل کے اندر تیل ہے۔ ایسے ہی یہاں کٹا ہوا گوشت اس سے زیادہ ہونا چاہئے جتنا جانور میں گوشت ہے۔

الـموزون بـما ليس بموزون لأن الحيوان لا يوزن عادة ولا يمكن معرفة ثقله بالوزن لأنه يخفف نفسـه مـرة بصلابته ويثقل أخرى ۴ بـخـلاف تـلـک الـمسألة لأن الوزن في الحال يعرف قدر الـدهن إذا ميز بينه وبين الثجير ويوزن الثجير .(۲۱۲) قال ويـجوز بيع الرطب بالتمر مثلا بمثل

وجه :(۱)وہ فرماتے ہیں کہ گائے کا کٹا ہوا گوشت اور زندہ گائے دونوں ایک جنس ہیں اس لئے مساوات اور برابری ضروری ہے(۲)ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن سهل بن سعيد قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع اللحم بالحيوان . (دارقطنی ، کتاب البیوع ، ج ثالث ،ص ۵۹ ،نمبر ۳۰۴۷ رسنن للبیھقی ، باب بیع اللحم بالحیوان ، ج خامس ،ص ۴۸۳ ،نمبر ۱۰۵۶۹)اس حدیث میں گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

لغت :المفرز: فرز سے مشتق ہے، کاٹا ہوا۔السقط : ناکارہ چیز جیسے ہڈی اور سینگ وغیرہ۔الخل: تل کا تیل۔السمسم: تل۔

ترجمہ :۳؎ شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وزنی چیز کو ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جو وزنی نہیں ہے، اس لئے کہ جانور کو عادۃ وزن نہیں کیا جاتا ہے، اور وزن کے ذریعہ سے اس کی بھاری پن کو پہچاننا ناممکن ہے اس لئے کہ وہ کبھی اپنے آپ کو ہلکا کر لیتا ہے اور کبھی بھاری کر لیتا ہے۔

تشریح :شیخین کی دلیل یہ ہے کہ یہاں جانور الگ جنس ہے اور گوشت الگ جنس ہے، کیونکہ گوشت کو وزن کیا جاتا ہے، اور جانور کو عادۃ وزن نہیں کرتے ، بلکہ جانور کو وزن کرنا مشکل ہے، کیونکہ کبھی وہ کھا کر اپنے آپ کو بھاری کر لیتا ہے اور کبھی بھوکا ہوتا ہے تو ہلکا ہوتا ہے، اور جب دو جنس ہے تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف تل کے تیل کو تل کے بدلے میں بیچنے والے مسئلے کے، اس لئے کہ وزن کرنے سے فی الحال تیل کی مقدار معلوم کی جا سکتی ہے جبکہ تیل کو اور کھلی کو الگ کر دیا جائے، اور کھلی کو وزن کیا جائے۔

تشریح :یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، تل کے اندر کتنا تیل ہے اس کو معلوم کیا جا سکتا ہے، پہلے تل کو وزن کر لو، اس کے بعد تل کو پیس کر تیل نکال لیں ، پھر کھلی اور تیل کو الگ الگ وزن کر لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ تل کے اندر کتنا تیل ہے۔تل اور اس کا تیل ایک جنس ہے اور دونوں کو وزن کیا جا سکتا ہے اس لئے نکالا ہوا تیل زیادہ ہونا چاہئے تا کہ تیل تیل کے برابر ہو جائے اور مزید تیل کھلی کے بدلے میں ہو جائے اور اس طرح دونوں برابر سرابر ہو جائے۔

لغت :یخفف: ہلکا کر لیتا ہے۔یثقل: ثقل سے مشتق ہے، بھاری کر لیتا ہے۔الثجیر: کھلی۔

ترجمہ :(۲۱۲) جائز ہے تر کھجور کی بیع خشک کھجور کے بدلے برابر سرابر امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔

تشریح: تر کھجور کو خشک کے بدلے بیچنا جائز ہے بشرطیکہ دونوں کو صاع کے اعتبار سے برابر سرابر بیچے۔

عند أبي حنيفة ١ وقالا لا يجوز لقوله عليه الصلاة والسلام حين سئل عنه أو ينقص إذا جف ؟ فقيل نعم فقال عليه الصلاة والسلام لا إذا ٢ له أن الرطب تمر لقوله عليه الصلاة والسلام حين أهدى إليه رطب أوكل تمر خيبر هكذا سماه تمرا. وبيع التمر بمثله جائز لما روينا ٣ ولأنه لو

وجه :(۱) دونوں ہی کھجور ہیں اس لئے ایک جنس ہیں۔اس لئے برتن میں بھر کر دونوں کو برابر کر کے بیچے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔حدیث گزر چکی ہے مثلا بمثل۔(۲) اور اگر دو جنس مان لیں تو کمی بیشی کر کے بھی بیچنا جائز ہوگا۔اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے **فاذا اختلفت هذه الاوصاف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد** (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا،ص۶۹۲،نمبر ۴۰۶۳/۱۵۸۷)اس حدیث میں ہے کہ جنس بدل جائے تو کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ رطب کو تمر کے بدلے ادھار نہ بیچے اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ نقد بیچ سکتا ہے۔ **سمع سعد بن ابی وقاص يقول نهى رسول الله ﷺ عن بيع الرطب بالتمر نسيئة** (ابوداود شریف، باب فی الثمر بالتمر،ص۴۸۹،نمبر ۳۳۶۰)

ترجمہ :۱ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے،حضورؐ کے قول کی وجہ سے جب آپ سے پوچھا گیا کہ اگر خشک ہوتا ہے تو کم ہو جاتا ہے تو جواب دیا گیا کہ ہاں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تب نہ بیچو۔

تشریح :صاحبین اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ تر کھجور کو خشک کے بدلے بیچنا جائز نہیں۔

وجہ : (۱) وہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی جنس ایک ہے اور برتن میں بھر کر بیچیں گے تو ابھی تو دونوں برابر ہو جائیں گے لیکن بعد میں تر کھجور خشک ہوگا تو اس کی مقدار کم ہو جائے گی تو بعد میں مساوات باقی نہیں رہے گی۔اس لئے یہ مثلا بمثل نہیں ہوئی۔اس لئے تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا جائز نہیں (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔**قال سعد انی سمعت رسول الله ﷺ سئل عن شراء التمر بالرطب فقال رسول الله ﷺ أينقص الرطب اذا يبس؟ قالوا نعم فنهاه عن ذالک**۔(ابوداود شریف، باب فی الثمر بالتمر،ص۴۸۸،نمبر ۳۳۵۹/ابن ماجۃ شریف، باب بیع الرطب بالتمر،ص۳۲۴،نمبر ۲۲۶۴)اس حدیث میں کھجور اور رطب ایک جنس ہے لیکن کمی بیشی کا خطرہ ہے اس لئے ایک کیل سے بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

ترجمہ :۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر ہی ہے حضورؐ کے قول کی وجہ سے جب آپؐ کو رطب ہدیہ دیا گیا تو پوچھا أکل تمر خیبر ھکذا؟،یعنی رطب کو تمر کو تمر کہا،اور تمر کی بیع تمر کے ساتھ جائز ہے،اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خیبر سے جب تمر جنیب [رطب] حضورؐ کے سامنے آیا تو حضورؐ نے پوچھا کہ کیا خیبر کے تمام تمر ایسے ہی ہوتے ہیں؟،اور اس حدیث میں رطب کو تمر کہا ہے اس لئے رطب اور ایک جنس ہے اس لئے دونوں کو برابر

كـان تـمرا جاز البيع بأول الحديث وإن كان غير تمر فبآخره وهو قوله عليه الصلاة والسلام إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم ۴ ومـدار ما روياه على زيد بن عياش وهو ضعيف عند النقلة.

(۲۱۳)قال وكذا العنب بالزبيب ۱ يعني على الخلاف والوجه ما بيناه. ۲ وقيل لا يجوز بالاتفاق

سرابرکر کے بیچنا جائز ہے۔

وجه :صاحب ہدایہ کی حدیث قریب قریب یہ ہے۔ **عـن ابـی هـريـرةؓ ان رسول الله ﷺ استعمل رجلا على خيبـر فجائه بتمر جنيب فقال رسول الله ﷺ أكل تمر خيبر هكذا؟** (بخاری شریف، باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منہ، ص ۳۵۱، نمبر ۲۲۰۱) اس حدیث میں تمر جنیب ہے، یعنی عمدہ کھجور کو تمر کہا۔

تـــرجـــمـــه :۳ اور اس لئے کہ اگر دونوں تمر ہیں تو پہلی حدیث سے برابر کر کے بیچنا جائز ہوگا، اور اگر تمر نہیں ہے تو دوسری حدیث سے بیچنا جائز ہوگا اور وہ حضورؐ کا قول ہے کہ دو قسمیں الگ الگ ہو جائیں تو کمی بیشی کر کے جیسا چاہو بیچو۔

تشريح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، اگر دونوں تمر ہیں تو ایک جنس ہوئے اس لئے برابر سرابر بیچنا جائز ہے اور اگر دونوں قسمیں الگ الگ ہیں تو دوسری حدیث کی بنا پر کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہوگا۔

وجه :صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **فـاذا اختـلـفـت هـذه الاوصـاف فبيـعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد** (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳) اس حدیث میں ہے کہ جنس بدل جائے تو کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔

تـرجـمـه :۴ اور صاحبینؒ نے جو حدیث روایت کی اس کا مدار زید ابا عیاش پر، اور وہ ناقلوں کے نزدیک کمزور ہیں [اس لئے اس حدیث استدلال نہیں کر سکتے]

وجه : عـن عبد الله بن زيد أن زيد ابا عياش أخبره انه سأل سعد بن ابى وقاص....سمعت رسول الله ﷺ سـئـل عن شراء التمر بالرطب فقال رسول الله ﷺ أينقض الرطب اذا يبس؟ قالوا نعم فنهاه عن ذالك ۔(ابوداود شریف، باب فی الثمر بالتمر، ص ۴۸۸، نمبر ۳۳۵۹/ ابن ماجۃ شریف، باب بیع الرطب بالتمر، ص ۳۲۴، نمبر ۲۲۶۴) اس حدیث کے سند میں زید ابا عیاش ہے جو کمزور گنے جاتے ہیں۔

ترجمه :(۲۱۳) ایسے ہی انگور کی بیع کشمش کے ساتھ۔

ترجمه :۱ یعنی اسی اختلاف پر ہے، اور وجہ وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔

لغت:الرطب : تازہ کھجور۔ العنب : انگور۔ الزبيب : کشمش، سوکھے ہوئے انگور کو کشمش کہتے ہیں۔

اعتبارا بالحنطة المقلية بغير المقلية ٣؎ والرطب بالرطب يجوز متماثلا كيلا عندنا لأنه بيع التمر بالتمر وكذا بيع الحنطة الرطبة أو المبلولة بمثلها أو باليابسة أو التمر أو الزبيب المنقع بالمنقع

تشریح :یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک انگور کی بیع کشمش کے ساتھ برابر کر کے جائز ہے، کیونکہ انکے نزدیک دونوں ایک جنس ہے،اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٢؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ بالاتفاق جائز نہیں ہے، قیاس کرتے ہوئے بھونے ہوئے گیہوں کو بغیر بھونے ہوئے گیہوں پر۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ تینوں اماموں کے نزدیک جائز نہیں ہے، وہ قیاس کرتے ہیں بھونے ہوئے گیہوں کو بغیر بھونے ہوئے گیہوں کے بدلے بیچے تو کسی کے یہاں جائز نہیں ہے اسی طرح انگور کو کشمش کے بدلے بیچے تو جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہے، اور دونوں کو کیل میں بھر کر برابر کرنا چاہے تو برابر نہیں ہو سکتے۔

ترجمہ :٣؎ تازہ کھجور کو تازہ کھجور کے بدلے برابر کر کے بیچنا جائز ہے، ہمارے نزدیک، اس لئے کہ کھجور کا کھجور کے بدلے بیچنا ہوا، اور ایسے ہی تر گیہوں، یا بھیگا ہوا گیہوں اس کے مثل کے ساتھ، یا خشک گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے، یا کھجور، اور بھیگے ہوئے انگور کو بغیر بھیگے ہوئے انگور کے ساتھ برابر کر کے بیچنا جائز ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دونوں جنس ایک ہو، اور ابھی کیل سے برابری کر دی جائے تو بیچنا جائز ہوگا، چاہے بعد میں خشک ہونے کے بعد کم بیش ہو جائے۔

اصول :امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ خشک ہونے کے بعد کم بیش ہو جائے تب بھی بیچنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہاں 5 مسئلے ہیں[١] کھجور کو کھجور کے ساتھ بیچے، تو جنس ایک ہے اس لئے برابر کر کے بیچنا جائز ہے[٢] تر و تازہ گیہوں کو تر و تازہ گیہوں کے بدلے[٣] بھیگے ہوئے گیہوں کو بھیگے ہوئے گیہوں کے بدلے[٤] تر و تازہ گیہوں اور بھیگے ہوئے گیہوں کو خشک گیہوں کے بدلے بیچے[٥] بھیگے ہوئے کشمش کو بغیر بھیگے ہوئے کشمش کے ساتھ برابر کر کے بیچے تو جائز ہے۔۔اس عبارت میں ایک لفظ،التمر ،زائد ہے۔

وجہ :ان سب صورتوں میں جنس ایک ہے، اور ابھی کیل میں کر کے برابر کر دے اتنا ہی کافی ہے، کیونکہ مثلا بمثل ہو گیا۔

لغت:مقلیۃ :قلی،یقلی ، بھنا ہوا۔رطبۃ : تر، یا تر و تازہ۔مبلولۃ : بل سے مشتق ہے، بھیگا ہوا۔یابسۃ :خشک۔زبیب: کشمش ،سوکھے ہوئے انگور کو کشمش کہتے ہیں۔منقع : کشمش کو پانی میں بھگونے کے لئے دیتے ہیں اس کو منقع ، کہتے ہیں۔

ترجمہ :٤؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان تمام صورتوں میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مناسب حالتوں میں برابری کا اعتبار

منهما متماثلا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله. ۴ وقال محمد رحمه الله لا يجوز جميع ذلک لأنه يعتبر المساواة في أعدل الأحوال وهو المال ۵ وأبو حنيفة رحمه الله يعتبره في الحال وكذا أبو يوسف رحمه الله عملا بإطلاق الحديث ۶ إلا أنه ترک هذا الأصل في بيع الرطب بالتمر لما رويناه لهما. ۷ ووجه الفرق لمحمد رحمه الله بين هذه الفصول وبين الرطب بالرطب أن التفاوت فيما يظهر مع بقاء البدلين على الاسم الذي عقد عليه العقدوفي الرطب بالتمر مع بقاء أحدهما على ذلک فيكون تفاوتا في عين المعقود عليه وفي الرطب

کرتے ہیں اور وہ بعد کی حالت ہے۔

تشریح :امام محمدؒ کی رائے ہے کہ ان تمام صورتوں میں بیع جائز نہیں ہوگی، کیوں کہ اعدل الاحوال، یعنی بعد میں خشک ہونے کے بعد دونوں برابر نہیں رہیں گے اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

لغت :اعدل الاحوال: کا مطلب یہ ہے کہ خشک ہونے کے بعد برابر رہے، مآل: انجام کار، بعد میں۔

ترجمہ :۵ اور امام ابوحنیفہؒ فی الحال برابری کا اعتبار کرتے ہیں، اور ایسے امام ابو یوسفؒ فی الحال برابری کا اعتبار کرتے ہیں حدیث مثلا بمثل کے مطلق ہونے کی وجہ سے۔

تشریح :اوپر کی تمام صورتوں میں جنس ایک ہے اس لئے اس وقت دونوں برابر ہو جائیں اتنا ہی کافی ہے، کیونکہ حدیث میں تھا کہ مثلا بمثل، برابر کر کے بیچو، اس میں یہ نہیں ہے کہ خشک ہونے کے بعد بھی برابری قائم رہے۔

ترجمہ :۶ مگر یہ کہ امام ابو یوسفؒ نے اس قاعدے کو تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں بیچا جائے اس میں چھوڑ دیا، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے صاحبینؒ کے لئے بیان کیا۔

تشریح : تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچے تو اس وقت برابر کر دینے کے قاعدے کو اس حدیث کی بنا پر چھوڑ دیا جو صاحبینؒ کی دلیل میں پیش کیا تھا، وہ حدیث یہ تھی۔ قال سعد انی سمعت رسول الله ﷺ سئل عن شراء التمر بالرطب فقال رسول الله ﷺ أينقص الرطب اذا يبس؟ قالوا نعم فنهاه عن ذالک۔ (ابوداود شریف، باب فی التمر بالتمر ،ص ۴۸۸، نمبر ۳۳۵۹ / ابن ماجۃ شریف، باب بیع الرطب بالتمر ،ص ۳۲۴، نمبر ۲۲۶۴) اس میں ہے کہ بعد میں کم ہو جاتا ہو تو مت بیچو۔

ترجمہ :۷ رطب کو رطب کے بدلے میں بیچے تو جائز ہے اور باقی تمام میں جائز نہیں ہے امام محمدؒ کے نزدیک فرق کی وجہ

بالرطب التفاوت بعد زوال ذلک الاسم فلم یکن تفاوتا في المعقود علیه فلا یعتبر. ۸ؔ ولو باع

یہ ہے کہ دونوں بدل[مبیع اور ثمن]اسی نام پر رہیں گے جس پر عقد ہوا تھا،اور رطب کو تمر کے بدلے میں بیچے تو ایک[یعنی تمر] اس نام پر رہے گا جس پر عقد ہوا ہے،تو گویا کہ عین معقود علیہ میں تفاوت ہو گیا،اور رطب کو رطب کے بدلے میں بیچے تو اس میں تفاوت ہوگا اس نام کے ختم ہو جانے کے بعد،تو معقود علیہ میں تفاوت نہیں ہوا اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا[اور بیع جائز ہو جائے گی۔

تشریح :یہ عبارت پیچیدہ ہے۔حاشیہ نمبر۲ؔ میں ,الرطب بالرطب یجوز متماثلا کیلا عندنا،آ چکی ہے، یعنی امام محمدؒ کے نزدیک بھی یہ صورت جائز ہے،اس لئے فرق بیان کر رہے ہیں کہ باقی صورتیں انکے یہاں جائز نہیں،تو رطب بالرطب والی صورت جائز ہونے کی وجہ کیا ہے۔

وجہ : رطب کو رطب کے ساتھ بیچنا جائز ہے،اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں[۱]......رطب کو رطب کے بدلے بیچے تو بعد میں دونوں ہی خشک ہوں گے اس لئے بہت ممکن ہے کہ ابھی بھی کیل میں برابر ہو اور خشک ہونے کے بعد بھی دونوں برابر رہیں،اس لئے بیع جائز ہوگی،اور جو حدیث میں منع فرمایا ہے وہ رطب کو رطب کے بارے میں نہیں ہے بلکہ رطب کو تمر کے بارے میں ہے ،اور یہ طے ہے کہ رطب خشک ہوگا،اور کم ہو جائے گا،تمر نہ خشک ہوگا اور نہ کم ہوگا اس لئے بعد میں برابری باقی نہیں رہے گی اس لئے منع فرمایا۔[۲]......دوسری وجہ صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے،ابھی دونوں رطب ہیں،اور دونوں برابر ہیں اس لئے عقد جائز ہو گیا،اور بعد میں خشک ہو کر دونوں کا نام بدل کر تمر ہو جائے گا،پس جس نام پر عقد ہوا تھا وہ باقی ہی نہیں رہا اس لئے اس حال میں برابری کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اور باقی چار صورتوں میں عقد کے وقت جو نام ہے،خشک ہونے کے بعد بھی وہی نام رہتا ہے اس لئے خشک ہونے کے بعد بھی برابری ہونی چاہئے،مثلا[۱]تر و تازہ گیہوں کو خشک گیہوں کے بدلے بیچے،تو تر و تازہ گیہوں خشک ہونے کے بعد بھی دونوں کا نام گیہوں ہی ہے اس لئے خشک ہونے کے بعد بھی برابری ہونی چاہئے ، کیونکہ گیہوں ہی کے نام پر عقد ہوا ہے[۲]تر و تازہ گیہوں بھیگے ہوئے گیہوں کے بدلے میں بیچے تو خشک ہونے کے بعد بھی دونوں کا نام گیہوں ہے ۔[۳]......بھیگے ہوئے گیہوں خشک گیہوں کے بدلے میں بیچے تو خشک ہونے کے بعد بھی دونوں کا نام گیہوں ہے۔[۴]...... بھیگے ہوئے کشمش بغیر بھیگے ہوئے کشمش کے بدلے میں بیچے تو خشک ہونے کے بعد بھی دونوں کا نام کشمش ہے اس لئے بعد میں بھی برابری ہونی چاہئے ۔[۵]......رطب کو تمر کے بدلے میں بیچے تو تمر کا نام عقد کے وقت بھی تمر تھا اور بعد میں بھی تمر ہے اس لئے بعد میں برابری ہونی چاہئے ،اور وہ ہوگا نہیں اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

البسر بالتمر متفاضلا لا يجوز لأن البسر تمر ۹ بخلاف الكفرى حيث يجوز بيعه بما شاء من التمر اثنان بواحد لأنه ليس بتمر فإن هذا الاسم له من أول ما تنعقد صورته لا قبله ۱۰ والكفرى عددي متفاوت حتى لو باع التمر به نسيئة لا يجوز للجهالة. (۲۱۴)قال ولا يجوز بيع الزيتون بالزيت والسمسم بالشيرج حتى يكون الزيت والشيرج أكثر مما في الزيتون والسمسم فيكون الدهن بمثله والزيادة بالثجير ۱ لأن عند ذلک يعرى عن الربا إذ ما فيه من الدهن موزون وهذا

دوسری دلیل جو بہت اہم ہے کہ یہاں پانچوں صورتوں میں ایک کھجور، یا گیہوں، یا کشمش خشک ہوگا اور کم ہوگا اور دوسرا اپنی حالت پر رہے گا اس لئے بعد میں یقیناً برابری نہیں رہے گی، اس لئے حدیث کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۸ اگر گدر کھجور کو سوکھے کھجور کے بدلے میں بیچا کمی بیشی کر کے تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ گدر بھی کھجور ہی ہے۔

تشریح : کھجور بن چکا ہو، لیکن ابھی چھوٹا چھوٹا ہو اس کو بسر کھجور کہتے ہیں، چونکہ یہ بھی کھجور ہے اس لئے ایک جنس ہونے کی وجہ سے خشک کھجور کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا جائز نہیں ہوگا

ترجمہ :۹ بخلاف کُفرّیٰ، کے اس لئے کہ بیع جتنے کھجور سے چاہے کرے جائز ہے، دو کفری کو ایک کے بدلے بھی بیچ سکتا ہے، اس لئے کہ وہ تمر نہیں ہے، تمر اس وقت کہلاتا ہے جب کھجور کی صورت بن جاتی ہے، اور کفری تو اس سے پہلے ہوتی ہے۔

تشریح :شگوفے میں بہت چھوٹے چھوٹے کھجور ہوں جو ابھی دکھنے میں بھی نہیں آوے، اس وقت پورے شگوفے کو ایک ساتھ بیچتے ہیں اس کو کُفرّیٰ، کہتے ہیں، جھارکھنڈی زبان میں کھانی، کہتے ہیں، اس کو گن کر بیچتے ہیں عددی ہے اس لئے خشک کھجور کے بدلے کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے اور ایک کفری کو دو کفری کے بدلے بیچنا بھی جائز ہے۔

ترجمہ :۱۰ کفری عددی ہے اور چھوٹا بڑا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کھجور کے بدلے میں کفری ادھار خریدے، تو جہالت کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

تشریح : کُفرّیٰ [کھانی] گن کر بیچا جاتا ہے اور چھوٹا بڑا ہوتا ہے، چنانچہ کھجور کے بدلے میں کھانی ادھار خریدے اور بیع سلم کرے تو جائز نہیں ہے۔

وجہ : کھانی چھوٹی بڑی ہوتی ہے، بعد میں کیسا دیگا وہ ابھی طے نہیں کیا جاسکتا ہے اسلئے اس جہالت کی وجہ سے ادھار جائز نہیں ہوگا

ترجمہ :(۲۱۴)اور نہیں جائز ہے زیتون کی بیع زیتون کے تیل کے ساتھ اور تل کی بیع تل کے تیل کے ساتھ یہاں تک کہ زیتون کا تیل اور تل کا تیل زیادہ ہو اس سے جو زیتون اور تل میں ہے۔ تا کہ تیل اس کے مثل کے بدلے ہو جائے اور زیادہ تیل

لأن ما فيه لو كان أكثر أو مساويا له فالثجير وبعض الدهن أو الثجير وحده فضل ۲؎ ولو لم يعلم

کھلی کے بدلے میں ہو جائے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے اس صورت میں سود سے خالی ہوگا۔ اس لئے کہ تل میں جو تیل ہے وہ وزنی ہے، اور زیادتی کی شرط اس لئے ہے کہ جو تیل تل کے اندر ہے وہ زیادہ ہو جائے، یا نکالے ہوئے تیل کے برابر ہو جائے، تو کھلی اور تیل کا بعض حصہ زیادہ ہو جائے گا، یا صرف کھلی زیادہ ہو جائے گی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، ایک جنس ہوں تو مبیع اور ثمن کا برابر سرابر ہونا ضروری ہے ورنہ ربوا ہو جائے گا۔

تشریح: مثلا دو کیلو زیتون کا خالص تیل ہے اس کو چھ کیلو زیتون پھل کے بدلے میں بیچنا چاہتا ہے۔ اور چھ کیلو زیتون میں ڈیڑھ کیلو تیل موجود ہے تو بیع جائز ہوگی۔

وجه: (۱) کیونکہ نکالا ہوا ڈیڑھ کیلو تیل اس تیل کے برابر ہو جائے گا جو زیتون کے پھل میں ڈیڑھ کیلو تیل ہے۔ اور باقی آدھا کیلو تیل زیتون کی کھلی کے مقابلے میں ہو جائے گا۔ اس طرح ڈیڑھ کیلو تیل ڈیرھ کیلو تیل کے مقابلے میں ہو گیا اور ایک جنس ہونے کی وجہ سے مساوات اور برابری ہو گئی اس لئے جائز ہو گیا۔ اور اگر زیتون کے پھل میں جتنا تیل ہے، نکالا ہوا تیل اس سے کم ہو تو بیع جائز نہیں ہوگی۔ (۲) اس حدیث میں اشارہ موجود ہے۔ **عن سهل بن سعيد قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع اللحم بالحيوان** . (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۵۹، نمبر ۳۰۲۷ رسنن للبیہقی، باب بیع اللحم بالحیوان، ج خامس، ص ۴۸۳، نمبر ۱۰۵۶۹) اس حدیث میں گوشت کو حیوان کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ دونوں ایک ہی جنس ہیں۔ اسی طرح زیتون کا تیل اور زیتون کا پھل ایک ہی جنس ہیں اس لئے جائز نہیں جب تک کہ نکالا ہوا تیل زیتون کے اندر کے تیل سے زیادہ نہ ہو

لغت: الزیت: زیتون کا تیل۔ السمسم: تل۔ الشیرج: تل کا تیل۔ الدھن: تیل۔ الثجیر: کھلی۔

ترجمه: ۲؎ تل میں کتنا تیل ہے اس کی مقدار معلوم نہیں ہے تو جائز نہیں سود کے احتمال کی وجہ سے، اور یہاں شبہ بھی حقیقت کی طرح ہے۔

تشریح: تل کے اندر کتنا تیل ہے، یا زیتون کے اندر کتنا تیل ہے، نکالے ہوئے تیل سے زیادہ ہے یا کم ہے، یا برابر ہے یہ معلوم نہیں ہے تو بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ کوئی ایک بھی زیادہ ہو جائے تو سود ہو جائے گا، اور یہاں سود کا شبہ بھی حقیقت کی طرح ہے اس لئے جائز نہیں ہوگی۔

ترجمه: ۳؎ اخروٹ اس کے تیل کے بدلے، دودھ اس کے گھی کے بدلے، انگور کو اس کے رس کے بدلے، کھجور کو اس کے

مقدار ما فيه لا يجوز لاحتمال الربا والشبهة فيه كالحقيقة ۳؎ والجوز بدهنه واللبن بسمنه والعنب بعصيره والتمر بدبسه على هذا الاعتبار. ۴؎ واختلفوا في القطن بغزله ۵؎ والكرباس بالقطن يجوز كيفما كان بالإجماع (۲۱۵) قال ويجوز بيع اللحمان المختلفة بعضها ببعض متفاضلا ۱؎ ومراده لحم الإبل والبقر والغنم فأما البقر والجواميس جنس واحد وكذا المعز مع

رس کے بدلے، بیچنا اسی اعتبار پر ہے۔

تشریح : نکالا ہوا تیل اس تیل سے زیادہ ہو جو اخروٹ، یا زیتون میں ہے یا نکالا ہوا گھی اس گھی سے زیادہ ہو جو دودھ میں ہے، یا نکالا ہوا رس اس رس سے زیادہ ہو جو انگور میں یا کھجور میں ہے، تا کہ تیل تیل کے بدلے میں ہو جائے اور زیادہ تیل کھلی کے بدلے میں

لغت : جوز: اخروٹ۔ سمن: گھی۔ عصیر: انگور کا رس۔ دبس: کھجور کا رس۔ غزل: دھاگا۔ کرباس: سوتی کپڑا۔

ترجمه : ۴؎ روئی کو دھاگے کے بدلے میں بیچے اس بارے میں اختلاف ہے۔

روئی اور اس کا دھاگا ایک جنس ہے، لیکن دھاگا بننے کے بعد روئی کم ہو جاتی ہے اس لئے برابر سرابر ہونا مشکل ہے اس لئے بیچنا جائز نہیں ہے، جس طرح گیہوں کو اس کے آٹے کے بدلے بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ دونوں کی جنس ایک ہے، اور دونوں وزنی ہیں اس لئے ابھی برابر کر کے بیچنا جائز ہے۔

ترجمه : ۵؎ کپڑے کو روئی کے بدلے بیچنا جائز ہے، جیسا بھی ہو بالاتفاق۔

تشریح : سوتی کپڑا ہاتھ سے ناپا جاتا ہے، اس لئے یہ زراعی ہے، اور روئی وزن سے ناپی جاتی ہے اس لئے دونوں دو جنس ہوئے اس لئے کمی بیشی کر کے بیچنا بالاتفاق جائز ہے۔

ترجمه : (۲۱۵) جائز ہے بیع مختلف گوشت کی بعض کو بعض کے ساتھ کمی بیشی کر کے۔

ترجمه : ۱؎ اس کی مراد ہے اونٹ کا گوشت، گائے کا گوشت، اور بکری کا گوشت۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مختلف جنس ہوں تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

تشریح : مثلا بکری کا گوشت گائے کے گوشت کے بدلے بیچے تو کمی بیشی کر کے بیچنا بھی جائز ہے۔

وجه : (۱) بکری الگ جنس ہے اور گائے الگ جنس ہے۔ اور بکری کا گوشت بکری کی جنس سے ہوگا اسی طرح گائے کا گوشت گائے کی جنس سے ہوگا۔ اس لئے بکری کا گوشت گائے کے گوشت کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہوگا۔ کیونکہ دو الگ الگ جنس ہوئے (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ قال مالک ولا بأس بلحم الحيتان بلحم الابل والبقر والغنم وما

الضأن وكذا العراب مع البخاتي . (٢١٦)قال وكذلك ألبان البقر والغنم ۱؎ وعن الشافعي رحمه الله لا يجوز لأنها جنس واحد لاتحاد المقصود. ۲؎ ولنا أن الأصول مختلفة حتى لا يكمل

اشبه ذلک من الوحوش کلها اثنین بواحد واکثر من ذلک یدا بید فان دخل فی ذلک الاجل فلا خیر فیـــه (موطا امام مالک، باب بیع اللحم باللحم ص۵۹۳) اس اثر میں مچھلی کے گوشت کو بکری گائے کے گوشت کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا جائز قرار دیا بشرطیکہ نقد ہو ادھار نہ ہو اس لئے کہ دونوں وزنی ہیں۔

لغت:اللحمان: لحم کی جمع ہے گوشت۔ جوامیس: بھینس۔ معز: بکری۔ ضان: بھیڑ۔ بخاتی: بخت نصر نے عربی اونٹ اور عجمی اونٹ دونوں ملا کر ایک تیسرا اونٹ پیدا کروایا تھا جسکو بختی اونٹ کہتے ہیں۔

ترجمہ:۲؎ بہر حال گائے اور بھینس ایک جنس ہے ایسے ہی بکری اور بھیڑ ایک جنس ہے، ایسے ہی عربی اور بختی اونٹ ایک جنس ہے

تشریح: گائے اور بھینس ایک جنس شمار کی جاتی ہے، چنانچہ گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے بدلے برابر سرابر کر کے بیچنا ہوگا، اسی طرح بکری اور بھیڑ ایک جنس شمار کی جاتی ہے، اور عربی اونٹ اور بختی اونٹ ایک جنس شمار کی جاتی ہے اس لئے برابر سرابر بیچنا ہوگا

ترجمہ :(۲۱۶) ایسے ہی گائے کا دودھ اور بکری کا دودھ [بعض کا بعض کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے]

تشریح :گائے کا دودھ گائے کی جنس ہے اور بکری کا دودھ بکری کی جنس سے ہے اس لئے گائے کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔

وجہ:(۱) اوپر موطا امام مالک کا اثر گزر چکا۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن عبادة بن صامت ......وبیعوا الشعیر بالتمر کیف شئتم یدا بید. (ترمذی شریف، باب ما جاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل وکراہیة التفاضل فیہ، ص۳۰۲، نمبر ۱۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ دو جنس ہوں تو کمی بیشی کر کے جیسے چاہو بیچو۔

ترجمہ :۱؎ امام شافعی سے ایک روایت ہے کہ گائے کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ کم بیش کر کے بیچنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایک ہی جنس ہے، مقصد کے متحد ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : گائے کا دودھ اور بکری کا دودھ سب دودھ ہے، اور سب کا مقصد دودھ پینا ہے اس لئے ایک جنس ہوا اس لئے کمی بیشی کر کے بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ اصول مختلف ہے، یہی وجہ ہے کہ زکوۃ میں دونوں میں سے ایک دوسرے کا نصاب پورا

نصاب أحدهما بالآخر في الزكاة فكذا أجزاؤها إذا لم تتبدل بالصنعة.(۲۱۷) قال وكذا خل الدقل بخل العنب ١؎ **لاختلاف بين أصليهما فكذا بين ماء يهما ولهذا كان عصيراهما جنسين.** ٢؎ **وشعر المعز وصوف الغنم جنسان لاختلاف المقاصد.(۲۱۸) قال وكذا شحم البطن بالألية أو باللحم** ١؎ **لأنها أجناس مختلفة لاختلاف الصور والمعاني والمنافع اختلافا فاحشا.**

نہیں ہوتا، پس ایسے ہی اس کے اجزا مختلف ہوں گے اگر کسی کاریگری سے حقیقت نہ بدلی جائے

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ اس دودھ کا اصل گائے اور بکری ہے جو الگ الگ نسل ہے یہاں تک کہ زکوۃ میں گائے سے بکری کا نصاب پورا نہیں ہوتا اس لئے دودھ بھی ایک جنس کا نہیں ہوگا، ہاں سب دودھ کو ملا کر پنیر بنا دیا جائے تو اب ایک تیسری چیز بن گئی اس لئے اب پنیر ایک جنس ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۱۷)اور جائز ہے کھجور کا سرکہ انگور کے سرکہ کے ساتھ کمی بیشی کر کے۔

ترجمہ :١؎ دونوں کے اصل کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے، پس ایسے ہی دونوں کے پانی ہوں گے، اسی لئے دونوں کے رس دو جنس ہیں۔

وجہ :کھجور کا سرکہ الگ جنس ہے اور انگور کا سرکہ الگ جنس ہے۔ کیونکہ دونوں الگ الگ جنس سے نکلے ہیں اس لئے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ اگر چہ دونوں کا نام سرکہ ہے۔

لغت :خل: سرکہ۔ دقل: گھٹیا کھجور۔ خل العنب: انگور کا سرکہ

ترجمہ :٢؎ بکری کا بال اور بھیڑ کا اون دو جنس ہیں دونوں کے مقاصد کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اصل چاہے ایک جنس مانی جاتی ہو لیکن فرع کا مقصد بالکل الگ الگ ہو تو دو جنس شمار ہوں گے

تشریح :بھیڑ اور بکری زکوۃ کے باب میں ایک جنس مانے جاتے ہیں، لیکن انکے بال بالکل الگ الگ ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد بھی الگ الگ ہے اس لئے یہ دونوں دو جنس ہیں اس لئے کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ:(۲۱۸) پیٹ کی چربی چکتی کے بدلے میں یا گوشت کے بدلے میں [کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ :١؎ اس لئے کہ وہ سب الگ الگ جنس ہیں، صورت، معانی، اور منافع کے بہت الگ الگ ہونے کی وجہ سے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاہے سب کا اصل ایک ہی ہو، لیکن نام میں اور منافع میں فرق ہو تو اس کو الگ الگ جنس مانی جائے گی، اور کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہوگا۔

(۲۱۹)قال ويجوز بيع الخبز بالحنطة والدقيق متفاضلا ل لأن الخبز صار عدديا أو موزونا فخرج من أن يكون مكيلا من كل وجه والحنطة مكيلة. ٢ وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه لا خير فيه والفتوى على الأول ٣ وهذا إذا كانا نقدين فإن كانت الحنطة نسيئة جاز أيضا ٤ وإن كان الخبز نسيئة يجوز عند أبي يوسف رحمه الله وعليه الفتوى ٥ وكذا السلم في الخبز جائز في

تشريح : پیٹ کی چربی خالص چربی ہوتی ہےاوراس کا استعمال گوشت سے الگ ہے۔الیہ: یہ دنبے کے دم کے نیچے چربی اور گوشت کا مجموعہ ہوتا ہےاور نرم ہوتا ہے جسکو دنبے کی چکتی کہتے ہیں،،اس کا استعمال بھی بالکل الگ ہے اس لئے یہ تینوں مقصد کے اعتبار سے الگ الگ جنس ہیں،اگر چہ اس کا اصل بنیاد صرف دنبہ ہے اس لئے کمی بیشی کر کے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ :(۲۱۹)اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہوں سے اور آٹے سے کمی بیشی کر کے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ روٹی عددی ہے، یا وزنی ہے اس لئے ہر اعتبار سے کیلی ہونے سے نکل گئی،اور گیہوں کیلی ہے۔

وجہ :روٹی اگر چہ گیہوں کے آٹے کی ہو پھر بھی اس کو الگ جنس قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ روٹی عدد سے گن کر بکتی ہے اور گیہوں اور آٹا کیلی ہیں۔اسی طرح روٹی کا مصرف الگ ہے اور گیہوں کا مصرف الگ ہے۔اس لئے دونوں دو جنس ہو گئے۔اس لئے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہو گیا۔

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ بیع کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے،لیکن فتوی پہلے قول پر ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہ رح سے ایک روایت یہ ہے کہ روٹی کو گیہوں کے بدلے میں یا آٹے کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہی ہے،یعنی گیہوں،اور روٹی کو گیہوں کے برابر کرنا ناممکن ہے اس لئے کمی بیشی کر کے، یا برابر کر کے بیچنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٣ یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ نقد ہو،لیکن اگر گیہوں ادھار ہو تو بھی جائز ہے۔

تشریح:روٹی نقد دے دیا جائے اور گیہوں کے بارے میں بیع سلم کرے اور ایک مہینے کے بعد دینے کا وعدہ کرے تو جائز ہے

وجہ :روٹی کو عددی مانیں یا وزنی وہ ابھی دے دی گئی اس لئے اس کے متعین کرنے کا مسئلہ نہیں رہا اور گیہوں کیلی ہے اس کو متعین کر دیا گیا تو بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :٤ اور اگر روٹی کو ادھار کرے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

تشریح :روٹی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وزنی ہے اس لئے وزن کر کے متعین کرنا ممکن ہے اس لئے بعد میں دینے میں جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے جائز ہوگی۔

الصحيح ۶؎ ولا خير في استقراضه عددا أو وزنا عند أبي حنيفة رحمه الله لأنه يتفاوت بالخبز والخباز والتنور والتقدم والتأخر. ۷؎ وعند محمد رحمه الله يجوز بهما للتعامل ۸؎ وعند أبي يوسف رحمه الله يجوز وزنا ولا يجوز عددا للتفاوت في آحاده. (۲۲۰) قال ولا ربا بين المولى

ترجمہ: ۵؎ ایسے ہی روٹی میں بیع سلم کیا تو صحیح روایت میں جائز ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

تشریح: درہم ابھی دیا اور روٹی بعد میں دے گا اور اس میں بیع سلم کیا تو امام ابو یوسفؒ کے مزدیک جائز ہے۔

وجہ: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روٹی وزنی ہے اس لئے بعد میں وزن کر کے دے دے گا، اور کوئی جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے بیع سلم جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۶؎ عدد کے اعتبار سے ہو یا وزن کے اعتبار سے ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو قرض پر لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ روٹی میں فرق ہوتا ہے، روٹی بنانے والے کی وجہ سے فرق ہوتا ہے، تنور سے، آگے، پیچھے ہونے سے بھی روٹی میں فرق آتا ہے۔

تشریح: گن کر روٹی کو قرض پر لے تب بھی جائز نہیں کیونکہ کوئی روٹی چھوٹی ہوگی اور کوئی بڑی ہوگی اس لئے متعین کرنا مشکل ہے، لیکن وزن کر کے لینا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ پکانے والا اچھا ہو تو روٹی اچھی ہوگی، اور خراب ہو تو خراب ہوگی، خود تنور اچھا ہو تو اچھی ہوگی اور خراب ہو تو خراب ہوگی، تنور جلائے تو شروع کی روٹی اتنی اچھی نہیں ہوتی ، جبکہ بعد کی روٹی بہت اچھی ہوتی ہے، اس لئے وزن کے اعتبار سے متعین کرنا کافی نہیں خود روٹی میں بہت بڑا فرق آجاتا ہے اس لئے اس کا قرض لینا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ادائیگی کے وقت جھگڑا ہوگا۔

ترجمہ: ۷؎ امام محمدؒ کے نزدیک تعامل کی وجہ سے دونوں طریقوں سے قرض جائز ہے۔

تشریح: لوگوں کا عمل ہے کہ روٹی کو وزن کر کے، اور گن کر قرض لیتے ہیں اور پھر واپس کر دیتے ہیں، تھوڑی بہت کمی بیشی ہوتی ہے تو پڑوس اور رشتہ دار اس کو نظر انداز کرتے ہیں اس لئے اس تعامل کی وجہ سے یہ جائز ہے۔

وجہ: اس حدیث میں ہے کہ اونٹ قرض پر لیا تو تعامل کی وجہ سے روٹی بھی قرض پر لی جا سکتی ہے۔ **عن ابی هريرة قال استقرض رسول الله ﷺ سنا فاعطاه سنا خيرا من سنه** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی استقراض البعیر او الشیء من الحیوان، ص ۳۱۹، نمبر ۱۳۱۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اونٹ قرض لئے۔

ترجمہ: ۸؎ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وزن کے طور پر جائز ہے عدد کے طور پر نہیں، کیونکہ اس کے افراد میں فرق ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روٹی کو وزن کے طور پر قرض لے تو جائز ہے، گن کر قرض لے تو جائز نہیں ہے، کیونکہ ہر

وعبده ١ لأن العبد وما في يده ملک لمولاه فلا يتحقق الربا ٢ وهذا إذا كان مأذونا له ولم يكن عليه دين فإن كان عليه دين لا يجوز لأن ما في يده ليس ملک المولى عند أبي حنيفة رحمه الله وعندهما تعلق به حق الغرماء فصار كالأجنبي فيتحقق الربا كما يتحقق بينه وبين مكاتبه.

روٹی الگ الگ انداز کی ہوتی ہے اس لئے واپس کرنے میں جھگڑا ہوگا۔

ترجمہ :(۲۲۰) مولی اور اس کے غلام کے درمیان ربوا نہیں ہے۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ غلام اور جو اس کے ہاتھ میں ہے سب آقا کا ہے۔ اس لئے سود متحقق نہیں ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کسی نہ کسی انداز میں اپنا ہی مال ہو تو سود متحقق نہیں ہوتا۔

تشریح :مولی اپنے غلام سے سود لے ایک درہم کے بدلے دو درہم لے تو یہ سود نہیں ہے۔ لے سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ غلام پر قرض نہ ہو۔ کیونکہ غلام پر قرض ہوگا تو غلام کا روپیہ صرف غلام کا نہیں ہے بلکہ قرض دینے والے کا ہے۔

وجہ : (۱) غلام کے پاس جو روپیہ ہے وہ سب مولی کا ہے۔ اس لئے ایک درہم دیکر دو درہم لے تو گویا کہ مولی نے اپنا ہی روپیہ لیا اس لئے یہ سود ہی نہیں ہوا (۲) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ **كان ابن عباس يبيع عبدا له الثمرة قبل ان يبدو صلاحها و كان يقول ليس بين العبد وسيده ربا** (مصنف عبد الرزاق، باب ليس بين عبد وسيده والمكاتب وسيده ربا، ج ثامن ،ص ۶۰، نمبر ۱۴۴۵۶/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۸ من قال ليس بين العبد وسيده ربا ،ج رابع، ص ۲۷۸، نمبر ۲۰۰۳۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مولی اور اس کے غلام کے درمیان سود نہیں ہوتا۔

ترجمہ :٢ یہ سود نہ ہونا اس وقت ہے کہ غلام کو تجارت کی اجازت ہو اور اس پر قرض نہ ہو، اور اگر اس پر قرض ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے اس لئے کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آقا کا نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مال کے ساتھ قرض خواہوں حق متعلق ہو چکا ہے تو غلام اجنبی کی طرح ہو گیا اس لئے سود متحقق ہوگا جیسے آقا اور مکاتب کے درمیان سود متحقق ہوتا ہے

تشریح: آقا اور اس کے غلام کے درمیان اس وقت سود متحقق نہیں ہوگا جب کہ غلام پر قرض نہ ہو، کیونکہ اگر غلام کو تجارت کی اجازت ہو اور اس پر اتنا قرض ہو کہ پورا غلام بک جائے تو جو مال غلام کے پاس ہے وہ آقا کا ہے ہی نہیں اس لئے سود متحقق ہو جائے گا، اور صاحبین کے نزدیک وہ مال آقا کا ہے لیکن اس کے ساتھ قرض دینے والوں کا حق متعلق ہو چکا ہے، اس لئے غلام اجنبی کی طرح ہو گیا اس لئے سود متحقق ہوگا۔ جس طرح مکاتب آقا کو سود پر درہم دے تو سود متحقق ہوتا ہے۔ غرماء: غریم کی جمع ہے، قرض دینے والے

(۲۲۱) قال ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ۱؎ خلافا لأبی یوسف والشافعی رحمھما

ترجمہ :(۲۲۱)اورنہیں ہے سود مسلمان اور حربی کے درمیاں دار الحرب میں۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مباح مال سود کے طور پر لے لے تو سود کا گناہ نہیں ہوگا ، یا وہ سود نہیں ہے۔

تشریح :دار الحرب میں جو حربی ہیں مسلمان اس کے مال کو سودی کاروبار کر کے لیلے تو یہ سود نہیں ہے۔

وجہ :(۱) حربی کا مال مال غنیمت کے درجہ میں ہے۔اور مال غنیمت کا لینا جائز ہے۔اس لئے حربی کا مال اس کی رضامندی سے لینا بدرجہ اولی جائز ہوگا (۲) اس کے لئے ایک حدیث مرسل بھی ہے۔عن مکحول ان رسول اللہ ﷺ قال لا ربوا بین اھل الحرب واظنہ قال وبین اھل الاسلام. (نصب الرایۃ ، باب الربا ، ج رابع ، ص ۸۳/علاء السنن ، باب فی الربا فی دار الحرب بین المسلم والحربی ، ج رابع عشر ، ص ۳۸۶ ، نمبر ۴۷۴۴) اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ حربی اور مسلمان کے درمیان سود نہیں ہے۔امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے۔

نوٹ: مجھے یہ حدیث تلاش بسیار کے بعد کہیں نہیں ملی۔

ترجمہ :۱؎ خلاف امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے ، ان دونوں کی دلیل یہ ہے۔کوئی حربی دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہو تو سود تو ہم سے سود نہیں لے سکتا ، اس پر قیاس کیا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حربی اور مسلمان کے درمیان بھی سود جائز نہیں ہے۔انکی دلیل یہ ہے کہ کوئی حربی دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہوا اور وہ ہم سے سود کا کاروبار کرے تو حرام ہے اسی طرح ہم دار الحرب میں داخل ہوں اور سود کا کاروبار کریں تو حرام ہوگا۔

وجہ :(۱) قرآن میں علی الاطلاق سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔آیت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین. (آیت ۲۷۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں فرمایا کہ جو سود باقی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو اور یہ علی الاطلاق ہے۔اس لئے حربی سے سود لینا حرام ہوگی (۲) حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے سود ختم کرنے کا اعلان فرمایا تھا اور حضرت عباس کا سود جو لوگوں پر تھا اس کو معاف کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔حالانکہ وہ سود کافروں پر بھی تھا۔جس سے معلوم ہوا کہ سود حربی سے بھی لینا حرام ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ فسأل عن القوم ...وربا الجاھلیۃ موضوع وأول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ. (مسلم شریف ، باب حجۃ النبی ، ص ۵۱۵ ، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف ، باب صفۃ حجۃ النبی ، ص ۲۷۹ ، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں , وربا الجاھلیۃ موضوع ، فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ حربیوں کے سود بھی ختم کئے جاتے ہیں۔اس لئے حربی سے بھی سود لینا حرام ہوگا۔

الله. لهما الاعتبار بالمستأمن منهم في دارنا. ٢؎ ولنا قوله عليه الصلاة والسلام لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب ولأن مالهم مباح في دارهم فبأي طريق أخذه المسلم أخذ مالا مباحا إذا لم يكن فيه غدر ٣؎ بخلاف المستأمن منهم لأن ماله صار محظورا بعقد الأمان

نوٹ:فتوی امام یوسف کے مسلک پر ہے۔خصوصا دارالامن میں سود لینا بالکل جائز نہیں ہے۔

ترجمه :٢؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے، دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے، اور اس لئے کہ ان کا مال دارالحرب میں مباح ہے، پس مسلمان جس طریقے سے بھی لے اس نے مباح مال لیا، بشرطیکہ دھوکہ سے نہ ہو۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ایک تو اوپر والی حدیث ہے کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں سود نہیں ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ دارالحرب میں حربیوں کا مال مباح ہے اس لئے مسلمان جس طریقے سے بھی اس کو حاصل کرے وہ مباح ہے بشرطیکہ دھوکہ سے نہ لیا ہو۔

ترجمه :٣؎ بخلاف وہ ہمارے یہاں امن لیکر آئیں [تو سود حلال نہیں] اس لئے کہ امن لینے کی وجہ سے اس کا مال محفوظ ہو گیا۔

تشریح :یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ وہ امن لیکر دارالاسلام آئے تو اس کا مال محفوظ ہو گیا اس لئے ہم اس سے سود نہیں لے سکتے، لیکن ہم دارالحرب امن لیکر گئے تو اس کا مال ہمارے لئے محفوظ نہیں ہے مباح ہی ہے اس لئے ہم اس سے سود لے سکتے ہیں، حرام نہیں ہوگا۔

﴿باب الحقوق﴾

(۲۲۲)ومن اشترى منزلا فوقه منزل فليس له الأعلى إلا أن يشتريه بكل حق هو له أو بمرافقه

﴿باب الحقوق﴾

ضروری نوٹ:حقوق کا مطلب یہ ہے کہ مکان خریدا تو کون کون سی چیز بیع میں داخل ہوگی ،اور کون سی چیز داخل نہیں ہوگی

لغت :بیت:......بیت کا معنی ہے رات گزارنا،جس کمرے میں چہار دیواری ہو،چھت ہو اور دروازہ ہو اس کو بیت کہتے ہیں، اردو میں اس کو کمرہ،حجرہ،اور کوٹھری کہتے ہیں،بیت میں دوسرا کمرہ داخل نہیں ہے۔

منزل :......بیت سے بڑا ہوتا ہے،اس میں چند کمرے ہوں،باورچی خانہ ہو اور پاخانہ ہو اس کو منزل کہتے ہیں،اس میں صحن اور اوپر کی منزل داخل نہیں ہوتی۔

دار :......دار کا معنی ہے،گھومنا،کوٹھی کے چاروں طرف چہار دیواری ہوتی ہے اس کے اندر جتنے منزل ہوں،یا مکانات ہوں دار سب کو شامل ہیں۔

یہاں چار الفاظ ہیں،جنکی تشریح ضروری ہے۔

[۱] بکل حق هو له......اس گھر کے جتنے حقوق ہیں ان کے ساتھ خریدتا ہوں۔

[۲] بکل مرافقه......اس گھر کی جتنی مدد کی چیزیں ہیں ان کے ساتھ خریدتا ہوں۔

[۳] بکل قليل و كثير هو فيه......اس گھر کے ساتھ جتنی تھوڑی بہت چیز ہے اس کے ساتھ خریدتا ہوں۔

[۴] بکل قليل و كثير هو منه......اس گھر کے ساتھ جتنی تھوڑی بہت چیز ہے اس کے ساتھ خریدتا ہوں۔

ان چاروں الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز گھر میں داخل نہیں ہے،لیکن اس کے متعلقات میں سے ہے،اس لئے یہ الفاظ بول کر خریدا تو وہ چیز بیع میں شامل ہو جائے گی،مثلا منزل میں راستہ داخل نہیں ہے لیکن بمرافقہ،کہا تو راستہ بیع میں داخل ہو جائے گا۔

ترجمہ :(۲۲۲)کسی نے منزل خریدی اور اس کے اوپر ایک منزل ہے تو مشتری کو اوپر والی منزل نہیں ملے گی،مگر منزل کو بکل حق هو له۔یا بکل حق هو بمرافقه۔یابکل قليل و كثيرهو فيه،یا بکل قليل و كثير هو منه،کہہ کر خریدے تو اوپر کی منزل بیع میں داخل ہو جائے گی۔

تشریح : اوپر بتایا کہ منزل میں نیچے کے کمرے،باورچی خانہ اور پاخانہ داخل ہوں گے اوپر کی منزل تو اسی کی مثل ہے اس لئے داخل نہیں ہوگی،لیکن اوپر کی منزل نیچے کی منزل کے تابع ہے،کیونکہ اس کی بنیاد نیچے کی منزل پر ہے اس لئے،اگر منزل کو

أو بكل قليل و كثير هو فيه أو منه. ٠(٢٢٣) ومن اشترى بيتا فوقه بيت بكل حق هو له لم يكن له الأعلى ومن اشترى دارا بحدودها فله العلو والكنيف ١ جمع بين المنزل والبيت والدار فاسم

بكل حق هوله ـ يا بكل حق هو بمرافقه ـ يابكل قليل و كثيرهو فيه، يا بكل قليل و كثير هو منه ، کہہ کر خریدے تو اوپر کی منزل بیع میں داخل ہو جائے گی، کیونکہ اوپر کی منزل نیچے کی تابع ہے۔

ترجمہ :(٢٢٣) کسی نے بکل حق ہولہ، کہہ کر بیت خریدی، اور اس کے اوپر دوسری بیت ہے تو مشتری کے لئے اوپر کی بیت نہیں ہوگی۔ اور کسی نے دار اس کے حدود کے ساتھ خریدا تو اوپر کی منزل بھی داخل ہوگی، اور پاخانہ گھر بھی بیع میں داخل ہوگا

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ منزل کی بیع کی تو مزید سہولت کی چیز بکل حق هو له ـ بولے بغیر بیع میں داخل نہیں ہوگی

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں [١] بیت ایک کمرے کو کہتے ہیں اس میں دوسرا کمرہ داخل نہیں ہوتا اس لئے ,بکل حق ہولہ، یاباقی تین الفاظ کے ساتھ خریدے تب بھی اوپر کا کمرہ بیع میں داخل نہیں ہوگا۔

وجہ :(١) اس حدیث میں اس کا شارہ ہے۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من باع نخلا قد ابرت فثمرها للبائع الا ان يشترط المبتاع. (بخاری شریف، باب من باع نخلا قد ابرت او ارضا مزروعۃ او باجارۃ، ص ٣٥١ ، نمبر ٢٢٠٤ / مسلم شریف، باب من باع نخلا علیھا تمر، ص ٦٧٠ ، نمبر ١٥٤٣ / ٣٩٠١) اس حدیث میں ہے کہ کھجور بڑی ہونے کے بعد درخت کی بیع میں داخل نہیں ہوگی ، اسی طرح اوپر کی بیت نیچے کے بیت میں شامل نہیں ہے اس لئے بکل حق ہولہ کہہ کر خریدے گا تب بھی بیع میں داخل نہیں ہوگی۔ (٢) اس حدیث میں ہے۔ عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر فثمرتها للذى باعها الا ان يشترط المبتاع و من ابتاع عبدا فماله للذى باعه الا ان يشترط المبتاع ـ (مسلم شریف، باب من باع نخلا علیھا تمر، ص ٦٧٠ ، نمبر ١٥٤٣ / ٣٩٠٥)

اس حدیث میں بھی ہے کہ غلام بیچا ہو تو اس کا مال اسکی بیع میں داخل نہیں ہوگا۔

[٢] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ,دار، کو ,بحدودھا، کے ساتھ خریدا تو اوپر کی منزل بھی داخل ہوگی، اور پاخانہ گھر بھی داخل ہوگا،

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ دار پوری کوٹھی کو کہتے ہیں، اس لئے اوپر کی منزل اور پاخانہ گھر بھی داخل ہوگا۔

لغت :علو: بلندی، اوپر کی منزل ۔ کنیف : بیت الخلاء، پاخانہ۔

ترجمہ :١ مصنف نے منزل، بیت اور دار کو جمع کر دیا، پس دار کا لفظ اوپر کی منزل کو شامل ہے کیونکہ دار اس کو کہتے ہیں جسکے چاروں طرف حدود گھوم جائے ، اور اوپر کی منزل اصل کے تابع ہے اور اس کے اجزا میں سے ہے اس لئے دار کی بیع میں اوپر کی منزل داخل ہوگی۔

الـدار يـنتظم العلو لأنه اسم لما أدير عليه الحدود والعلو من توابع الأصل وأجزائه فيدخل فيه. ۲؎ والبيـت اسـم لـمـا يبـات فيه والعلو مثله والشيء لا يكون تبعا لمثله فلا يدخل فيه إلا بالتنصيص عليه ۳؎ والـمنزل بين الدار والبيت لأنه يتأتى فيه مرافق السكنى مع ضرب قصور إذ لا يكون فيه مـنـزل الـدواب فلشبهه بالدار يدخل العلو فيه تبعا عند ذكر التوابع ولشبهه بالبيت لا يدخل فيه بدونه. ۴؎ وقيل في عرفنا يدخل العلو في جميع ذلک لأن كل مسكن يسمى بالفارسية خانه ولا

تشـــريح :داراس کوٹھی کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف چہار دیواری ہواس لئے اس کی بیع میں منزل داخل ہوگی، کیونکہ منزل اس کے اجزا میں سے ہے اوراس کے تابع ہے۔

تـرجـمـه :۲؎ اور بیت نام ہے اس کمرے کا جس میں رات گزاری جائے ،اوراوپر کی منزل بھی اس بیت کی طرح ہے،اور قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے مثل کے تابع نہیں ہوتی اس لئے اوپر کی منزل بیت کی بیع میں داخل نہیں ہوگی ، جب تک کہ منزل بیچنے کی صراحت نہ کی جائے۔

تشريح :واضح ہے۔

ترجمه :۳؎ اور منزل کا لفظ,داراور بیت کے درمیان میں ہے،اس لئے کہ اس میں رہنے کی سب سہولتیں ہوتیں ہیں تھوڑی کمی کے ساتھ،اس لئے کہ اس میں جانور کا گوہال نہیں ہوتا، پس وہ دار کے مشابہ ہے اس لئے اس میں تابع ہوکراوپر کی منزل شامل ہوگی توابع کے ذکر کرتے وقت،اور بیت کے مشابہ ہے اس لئے بغیر توابع کے ذکر کئے اوپر کی منزل داخل نہیں ہوگی۔

تشريح :یہاں توابع سے مراد یہ چار الفاظ ہیں۔ بـكـل حق هوله ۔يا بـكـل حـق هـو بمرافقه ۔يابكل قليل و كثير هو فيه، يا بكل قليل و كثير هو منه ۔منزل کا لفظ داراور بیت کے درمیان کے لئے آتا ہے،اس لئے اس میں قیام کرنے کی ساری سہولتیں ہوتیں ہیں،لیکن جانور رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی، چونکہ منزل داراور بیت کے درمیان کا لفظ ہے اس لئے, بکل حق ہولہ، کا لفظ ذکر کرے گا تو اوپر کی منزل بیع میں داخل ہوگی،اورنہیں کرے گا تو داخل نہیں ہوگی۔

تـرجـمـه :۴؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے مرغینان کے عرف میں بیت،منزل،اوردار سبھی میں اوپر کی منزل بیع میں داخل ہے،اس لئے کہ ہر مسکن کو فارسی میں خانہ کہتے ہیں اوراس میں اوپر کی منزل ہوتی ہی ہے۔

تشـــريح :عرب کے عرف میں بیت،منزل،اوردار میں فرق ہے،لیکن مرغینان کے عرف میں سب کو خانہ کہتے ہیں اوراس میں اوپر کی منزل ہوتی ہی ہے اس لئے بغیر ذکر کئے بھی اوپر کی منزل خانہ کی بیع میں داخل ہوجائے گی۔

ترجمه :۵؎ دار کے نام میں جس طرح اوپر کی منزل داخل ہے پاخانہ بھی داخل ہوگا اس لئے کے دار کے توابع میں سے ہے

يخلو عن علو ۵ؚ وكما يدخل العلو في اسم الدار يدخل الكنيف لأنه من توابعه ولا تدخل الظلة إلا بذكر ما ذكرنا عند أبي حنيفة رحمه الله لأنه مبني على هواء الطريق فأخذ حكمه. ٦ؚ وعندهما إن كان مفتحه في الدار يدخل من غير ذكر شيء مما ذكرنا لأنه من توابعه فشابه الكنيف. (۲۲۴)قال ومن اشترى بيتا في دار أو منزلا أو مسكنا لم يكن له الطريق إلا أن يشتريه بكل حق هو له أو بمرافقه أو بكل قليل وكثير وكذا الشرب والمسيل ا لأنه خارج الحدود إلا

اورسائبان داخل نہیں ہوگا مگر اوپر کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس لئے وہ راستے کی مضا پر بنی ہوتی ہےاس لئے راستے کے حکم میں ہوگا۔

تشریح :سائبان: کی دوقسمیں ہیں[ا] بارش وغیرہ سے بچنے کے لئے دروازے کے سامنے سائبان بنایا جائے، یہ دار کی بیع میں۔بکل حق ھو لہ، کہے بغیر داخل ہے[۲]اوردوسری قسم وہ ہے کہ کوٹھی کی چوہدی سے باہر راستے پر بنایا جائے، یہ چونکہ دار سے باہر ہےاس لئے اس کا حکم راستے کا حکم ہے،اور۔بکل حق ھو لہ، کہے بغیر داخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٦ؚ صاحبینؒ کے نزدیک اگر سائبان کا دروازہ دار کے اندر کھلتا ہےتو بکل حق ھوالہ، کہے بغیر بیع میں داخل ہوگا اس لئے کہ وہ دار کے توابع میں سے ہےاس لئے پاخانہ کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح :واضح ہے۔

ترجمہ :(۲۲۴) کسی نے دار کے اندر بیت خریدا، یا منزل خریدا، یا مسکن خریدا تو اس کو راستہ نہیں ملے گا،مگر یہ کہ بکل حق ھو لہ ۔یا بکل حق ھو بمرافقہ۔یابکل قلیل و کثیر ھو فیہ، کہہ کرخریدے[تو راستہ داخل ہوگا] یہی حال ہے پانی کے حق کا، اورنالی کا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ یہ حدود سے خارج ہے،مگر یہ کہ بیت کے توابع میں سے ہے،اس لئے توابع کے ذکر سے داخل ہوجائے گا

تشریح :بیت،منزل اورقیام گاہ میں راستہ داخل نہیں ہوتا،اس لئے بکل حق ھولہ، کہے بغیر راستہ داخل نہیں ہوگا،لیکن چونکہ راستہ بیت کے توابع میں سے ہےاس لئے بکل حق ھولہ، کہنے سے راستہ داخل ہوجائے گا۔اسی طرح کھیت خریدا تو پانی پلانے کا حق اور نالی بیع میں داخل نہیں ہوگا،لیکن یہ کھیت کے توابع میں سے ہےاس لئے ,بکل حق ھولہ، وغیرہ الفاظ کہنے سے داخل ہوجائے گا۔

لغت : مسکن:سکن سے مشتق ہے،قیام کرنے کی جگہ۔شرب: پینا،کھیت میں پانی پلانے کا حق۔مسیل:سیل سے مشتق

أنـه من التوابع فيدخل بذكر التوابع ٢؎ بـخـلاف الإجـارة لأنها تعقد للانتفاع فلا يتحقق إلا به إذ الـمستـأجـر لا يشتـري الـطـريق عادة ولا يستأجره فيدخل تحصيلا للفائدة المطلوبة منه ٣؎ أما الانتفاع بالمبيع ممكن بدونه لأن المشتري عادة يشتريه وقد يتجر فيه فيبيعه من غيره فحصلت الفائدة .

ہے، پانی بہنے کی جگہ، پانی آنے کی نالی۔

ترجمہ :٢؎ بخلاف اجرت کے اس لئے کہ وہ فائدہ اٹھانے کے لئے ہی منعقد ہوتی ہے اور بغیر راستے کے فائدہ متحقق نہیں ہوگا، اس لئے کہ اجرت پر لینے والا عادۃ راستہ نہیں خریدتا، اور نہ اس کو اجرت پر لیتا ہے اس لئے مطلوبہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے راستہ اجرت میں داخل ہوگا۔

تشریح :اگر بیت، منزل، اور مسکن اجرت پر لی تو اس کا راستہ خود بخود اجرت میں داخل ہو جائے گی، چاہے بکل حق ھولہ، بولے یا نہ بولے۔

وجہ :(١) اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت فوری فائدہ حاصل کرنے کے لئے لی جاتی ہے، پس اگر راستہ اجرت میں داخل نہ ہو تو فائدہ کیسے حاصل کرے گا! اس لئے راستہ خود بخود داخل ہوگا۔ (٢) عام طور پر راستہ اجرت پر نہیں لیتا، کیونکہ وہ خود بخود داخل ہو جاتا ہے اس لئے داخل ہو جائے گا۔

ترجمہ :٣؎ بہر حال مبیع سے فائدہ اٹھانا تو بغیر راستے کے بھی ممکن ہے، اس لئے مشتری عادۃ اس کو بیچنے کے لئے خریدتا ہے، اور دوسرے سے بیچ دیتا ہے اور نفع کما لیتا ہے۔

تشریح :مکان کے خریدنے کا بعض مرتبہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کو بیچ دوں گا، اس میں رہوں گا نہیں، چنانچہ بیچ کر نفع کما لیتا ہے اس لئے اس کو راستے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس لئے راستہ بیت کی بیع میں داخل نہیں ہوگا۔

﴿باب الاستحقاق﴾

(۲۲۵)ومن اشترى جارية فولدت عنده فاستحقها رجل ببينة فإنه يأخذها وولدها وإن أقر بها لرجل لم يتبعها ولدها [۱] ووجه الفرق أن البينة حجة مطلقة فإنها كاسمها مبينة فيظهر بها ملكه

﴿باب الاستحقاق﴾

ترجمه :(۲۲۵) کسی نے باندی خریدی پھر مشتری کے پاس باندی نے بچہ دیا، پھر کوئی آدمی گواہ کے ذریعہ باندی کا مستحق ہوا تو وہ آدمی باندی کو بھی لیگا اور اس کے بچے کو بھی لیگا، اور اگر مشتری نے باندی کا کسی کے لئے اقرار کیا تو بچہ باندی کے ساتھ نہیں جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قاضی کا فیصلہ حجت مطلقہ ہے اس لئے بنیاد سے ملکیت ثابت ہوگی، اور اقرار کرنا حجت قاصرہ ہے اس لئے اقرار کے وقت سے کسی کی ملکیت ثابت ہوگی۔

تشریح :مثلا زید نے عمر کے ہاتھ میں باندی بیچی، باندی نے عمر مشتری کے یہاں بچہ دیا، اس کے بعد خالد نے گواہ کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ یہ باندی میری ہے تو باندی کے ساتھ اس کا بچہ بھی خالد کو ملے گا۔ اور اگر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ باندی خالد کی ہے تو باندی کا بچہ خالد کو نہیں ملے گا۔

وجه :(۱) یہاں بنیادی فرق یہ ہے کہ خالد نے جب گواہ کے ذریعہ ثابت کیا کہ یہ باندی میری ہے تو یقین یہ کیا جائے گا کہ بائع کے یہاں سے ہی یہ باندی خالد کی ہے، اور یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے وہ خالد کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے، اس لئے باندی کے ساتھ بچہ بھی خالد کو ملے گا، کیونکہ گواہ کو پیش کرنا اور قاضی کا فیصلہ کرنا حجت کاملہ ہے۔ اور عمر مشتری نے خالد کے لئے اقرار کیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ اب تک باندی خالد کی ہے اور خالد کی ملکیت میں بچہ پیدا ہوا ہے، اب اقرار کے بعد باندی خالد کو ملے گی اس لئے بچہ باندی کے ساتھ نہیں جائے گا، کیونکہ وہ باندی سے الگ ہو چکا ہے، کیونکہ اقرار کرنا حجت قاصرہ ہے۔۔ ہاں عمر اس بات کا اقرار کرے کہ بچہ بھی خالد کا ہے تو اب اس اقرار کی بنیاد پر بچہ خالد کو ملے گا، باندی کے تابع ہو کر نہیں۔

ترجمه :[۱] فرق کی وجہ یہ ہے کہ گواہ حجت مطلقہ ہے اس لئے کہ لفظ بینہ اپنے نام کی طرح واضح کرنے والا ہے، اس لئے بینہ کے ذریعہ سے مستحق کی ملک بنیاد سے ہی ظاہر ہوگی، اور بچہ ماں کے ساتھ پہلے سے متصل تھا اس لئے مستحق کے لئے ہوگا۔

لغت : حجت مطلقہ: گواہ کے ذریعہ قاضی کے فیصلے کے بعد یہ سب پر نافذ ہوسکتا ہے اس لئے اس کو، حجت مطلقہ، کہتے ہیں، اسی کو حجت کاملہ کہتے ہیں۔ حجۃ قاصرۃ: اقرار کرنے کی وجہ سے صرف اقرار کرنے والے پر اس کا حکم نافذ ہوتا ہے اس لئے اس کو

من الأصل والولد كان متصلا بها فيكون له ۲؎ أما الإقرار حجة قاصرة يثبت الملك في المخبر به ضرورة صحة الإخبار وقد اندفعت بإثباته بعد الانفصال فلا يكون الولد له. ۳؎ ثم قيل يدخل الولد في القضاء بالأم تبعا وقيل يشترط القضاء بالولد وإليه تشير المسائل فإن القاضي إذا لم يعلم بالزوائد. قال محمد رحمه الله لا تدخل الزوائد في الحكم فكذا الولد إذا كان في يد غيره

حجت قاصرہ، کہتے ہیں
مبینۃ: بینۃ سے مشتق ہے، واضح کرنا، گواہ چونکہ حقیقت کو واضح کرتا ہے اس لئے اس کو بینۃ کہتے ہیں۔ من الاصل: بنیاد سے، اصل سے۔ بعد الانفصال: جدا ہونے کے بعد، یہاں مراد ہے پیدا ہونے کے بعد۔

تشریح: گواہ کے ذریعہ ثابت کرنے میں اور اقرار کرنے میں فرق یہ ہے کہ گواہ حجت مطلقہ ہے اس لئے جب مستحق نے گواہ اور قاضی کے ذریعہ فیصلہ کروایا تو پتہ چلا کہ باندی پر اس کی ملکیت اصل ہی سے ہے، یعنی بائع کے پاس سے ہی ہے اس لئے باندی کے ساتھ بچہ بھی مستحق کا ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ بہر حال اقرار تو حجت قاصرہ ہے اس لئے خبر کو صحیح کرنے کے لئے جس چیز کی خبر دی ہے صرف اسی میں ملکیت ثابت ہوگی اور بچے کے پیدا ہونے کے بعد باندی میں یہ ضرورت پوری ہوگئی اس لئے بچہ جسکے لئے اقرار کیا ہے اس کے لئے نہیں ہوگا۔

تشریح: اقرار حجت قاصرہ ہے اس لئے جسکے بارے میں اقرار کیا صرف وہی چیز مستحق کو ملے گی، اور بچہ باندی سے جدا ہو چکا ہے اور اس کے لئے اقرار نہیں کیا ہے اس لئے بچہ مستحق کو نہیں ملے گا۔

ترجمہ: ۳؎ پھر کہا گیا کہ ماں کے فیصلے میں بچہ تابع ہو کر داخل ہو جائے گا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچے کی الگ سے فیصلے کی شرط لگائی جائے، اور مبسوط میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ قاضی کو زوائد کا علم نہ ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زوائد فیصلے میں داخل نہیں ہوگا۔ ایسے ہی اگر بچہ دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو ماں کے حکم میں تابع ہو کر داخل نہیں ہوگا۔

تشریح: قاضی نے باندی کا فیصلہ مستحق کے لئے کیا تو ایک روایت یہ ہے کہ بچہ بھی اس کے تابع ہو کر مستحق کو مل جائے گا، لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ بچے کا بھی مستحق کے لئے الگ سے فیصلہ کرنا ہوگا تب وہ مستحق کو ملے گا، اس کی دو مثال دیتے ہیں [۱] قاضی نے مستحق کے لئے مثلا گائے کا فیصلہ کیا، اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا زوائد [مثلا بچہ] بھی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زوائد حکم میں داخل نہیں ہوگا۔ [۲] دوسری مثال یہ ہے کہ باندی کا فیصلہ مستحق کے لئے کیا، لیکن بچہ مشتری کے قبضے میں نہیں ہے کسی اور قبضے میں ہے تو بچہ باندی کے فیصلے میں داخل نہیں ہوگا، ان دونوں مثالوں سے معلوم ہوا کہ جب تک قاضی الگ سے

لا يدخل تحت الحكم بالأم تبعا. (۲۲۶) قال ومن اشترى عبدا فإذا هو حر وقد قال العبد للمشتري اشترني فإني عبد له فإن كان البائع حاضرا أو غائبا غيبة معروفة لم يكن على العبد شيء وإن كان البائع لا يدرى أين هو رجع المشتري على العبد ورجع هو على البائع وإن ارتهن عبدا مقرا بالعبودية فوجده حرا لم يرجع عليه على كل حال. ۱؎ وعن أبي يوسف رحمه الله أنه لا

بچے کا فیصلہ مستحق کے لئے نہیں کرے گا بچہ مستحق کو نہیں ملے گا۔

ترجمہ :(۲۲۶) کسی نے غلام خریدا حالانکہ وہ آزاد تھا، اور غلام نے مشتری سے یہ کہا تھا کہ, مجھے خرید لو میں غلام ہوں، پس اگر بائع حاضر ہے، یا ایسا غائب ہے جو معلوم ہے تو غلام سے کچھ نہیں لیا جائے گا، اور اگر پتہ نہیں ہے کہ بائع کہاں ہے تو مشتری غلام سے وصول کرے گا، اور غلام بائع سے وصول کرے گا۔ اور اگر رہن پر رکھا حالانکہ غلام نے اقرار کیا تھا کہ, میں غلام ہوں، پھر وہ آزاد نکلا تو رہن پر رکھنے والا کا پتہ ہو یا نہ ہو غلام سے کچھ نہیں لے سکتا۔

اصول :اگر بیع ہے اور کہا کہ میں غلام ہوں تو وہ اپنی قیمت کا کفیل بن جائے گا۔ اور اگر رہن صورت ہے اور کہا کہ میں غلام ہوں تو وہ اپنی قیمت کا کفیل نہیں بنے گا۔

تشریح :یہاں دو مسئلے ہیں اور دونوں میں موازنہ کیا جا رہا ہے اور دونوں کا حکم الگ الگ بیان کیا جا رہا ہے۔ [۱] غلام نے کہا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لو، اور بعد میں پتہ چلا کہ یہ آزاد ہے پس اگر بائع حاضر ہو، یا ایسی جگہ ہو کہ اس سے غلام کی قیمت وصول کر سکتا ہو تو اس سے وصول کرے، اور بائع ایسا غائب ہو کہ اس سے وصول کرنا ناممکن ہو تو خود غلام سے قیمت وصول کرے پھر غلام بائع سے وصول کرے گا۔ اور اگر غلام کو رہن پر رکھ رہا ہو اور غلام نے کہا کہ میں غلام ہوں اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ آزاد ہے تو چاہے رہن رکھنے والے سے قرض وصول نہ رکھ سکتا ہو پھر بھی غلام سے قرض وصول نہیں کر سکتا ہے۔

وجہ :فرق یہ ہے کہ بیع میں غلام کی قیمت ہی مشتری کے پاس ہے اس لئے جب کہا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لو تو اس سے وہ اپنی قیمت کا کفیل بن گیا اس لئے بائع سے وصول نہ ہو سکتا ہو تو غلام سے وصول کرے گا۔ اور رہن میں غلام کی قیمت قرض نہیں ہے، غلام کو قرض وصول کرنے کا ایک وثیقہ بنایا ہے اس لئے جب غلام نے کہا کہ میں غلام ہوں مجھے رہن پر رکھ لو تو اس سے وہ اپنی قیمت کا کفیل نہیں بنے گا اس لئے غلام سے قرض وصول نہیں کر سکتا۔

ترجمہ :۱؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں غلام سے وصول نہیں کرے گا اس لئے کہ رجوع کرنا معاوضے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کفالت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں غلام نے صرف جھوٹی خبر دی ہے [کہ میں غلام ہوں]، تو ایسا ہو گیا کہ اجنبی نے یہ بات کہی ہو کہ [یہ غلام ہے اسے خرید لو] یا غلام نے یہ کہی ہو کہ میں غلام ہوں مجھے رہن پر رکھ لو، جو متن میں

يـرجع فيهما لأن الرجوع بالمعاوضة أو بالكفالة والموجود ليس إلا الإخبار كاذبا فصار كما إذا قـال الأجـنبـي ذلک أو قـال العبد ارتهني فإني عبد وهي المسألة الثانية. ۲؎ ولهـما أن المشتري شـرع في الشراء معتمدا على ما أمره وإقراره أني عبد إذ القول له في الحرية فيجعل العبد بالأمر بـالشـراء ضـامـنا للثمن له عند تعذر رجوعه على البائع دفعا للغرور والضرر ولا تعذر إلا فيما لا يـعـرف مـكـانـه والبيـع عـقد معاوضة فأمكن أن يجعل الآمر به ضامنا للسلامة كما هو موجبه ۳؎

دوسرا مسئلہ ہے

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ چاہے بیع کی صورت میں غلام نے کہا ہو یا رہن کی صورت میں کہا ہو غلام سے قیمت نہیں لے سکتے، کیونکہ قیمت دو ہی وجہ سے لے سکتے ہیں یا تو اس نے اس کا معاوضہ لیا ہو، یا قیمت ادا کرنے کا کفیل بنا ہو اور یہاں دونوں میں سے کچھ نہیں ہے، اس نے صرف جھوٹی خبر دی ہے کہ میں غلام ہوں اس سے کفیل نہیں بنتا، اس کی دو مثالیں دی ہیں [۱] اجنبی کہے کہ یہ غلام ہے اس کو خرید لو تو اس سے وہ قیمت کا ذمہ دار نہیں بنتا۔ [۲] دوسری مثال یہ ہے کہ رہن کی صورت میں غلام کہے کہ میں غلام ہوں مجھے رہن پر رکھ لو تو اس سے وہ قیمت کا ذمہ دار نہیں بنتا اسی طرح بیع کی صورت میں بھی وہ قیمت کا ذمہ نہیں بنتا۔

ترجمہ :۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے غلام کے حکم پر اعتماد کرتے ہوئے خریدنا شروع کیا، اور اس کے اقرار پر خریدنا شروع کیا کہ میں غلام ہوں، اور آزاد ہونے کے بارے میں اس کے قول کا اعتبار ہے اس لئے خریدنے کے حکم دینے کی وجہ سے اس کو ثمن کا ضامن بنایا جائے گا بائع سے رجوع کرنا ناممکن ہونے کی صورت میں دھوکہ اور نقصان کو دور کرنے کے لئے، اور جب بائع کی جگہ معلوم ہو تو قیمت وصول کرنا متعذر نہیں ہے، اور بیع معاوضے کا عقد ہے اس لئے ممکن ہے کہ جس نے حکم دیا قیمت سلامت رکھنے کی وجہ سے اس کو ضامن قرار دیا جائے جیسا کہ بیع کا موجب ہے۔

وجہ : (۱) طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بارے میں غلام کی بات مانی جاتی ہے تو غلام ہونے کے بارے میں بھی اس کی بات مانی جائے گی، (۲) غلام نے حکم دیا ہے کہ مجھے خرید لو اس لئے اس پر اعتماد کرتے ہوئے مشتری نے خریدا ہے، اس لئے جب اس کی قیمت ڈوب رہی ہو تو خریدنے کے حکم دینے والے کو ضامن بنایا جا سکتا ہے، تاکہ مشتری کو نقصان اور ضرر سے بچایا جائے۔ کیونکہ بیع کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس کی قیمت محفوظ رہے۔

ترجمہ :۳؎ بخلاف رہن کے اس لئے کہ وہ معاوضہ نہیں ہے بلکہ اپنا حق وصول کرنے کا وثیقہ ہے، یہی وجہ ہے کہ صرف

بخلاف الرهن لأنه ليس بمعاوضة بل هو وثيقة لاستيفاء عين حقه حتى يجوز الرهن ببدل الصرف والمسلم فيه مع حرمة الاستبدال فلا يجعل الأمر به ضمانا للسلامة ۴؎ وبخلاف الأجنبي لأنه لا يعبأ بقوله فلا يتحقق الغرور. ۵؎ ونظير مسألتنا قول المولى بايعوا عبدي هذا فإني قد أذنت له ثم ظهر الاستحقاق فإنهم يرجعون عليه بقيمته ۶؎ ثم في وضع المسألة ضرب إشكال

کے بدلے،اور مسلم فیہ کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے حالانکہ قبضہ کرنے سے پہلے بدلنا حرام ہے اس لئے کہنے والے کو سلامت کا ضامن قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔انہوں نے فرمایا تھا کہ رہن میں غلام ضامن نہیں ہوتا ہے تو بیع میں بھی ضامن نہیں ہوگا۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ رہن میں غلام کی قیمت قرض پر نہیں ہے قرض تو پہلے دے چکا ہے، یہ تو اس کو وصول کرنے کے لئے اعتماد کی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ صرف کے بدلے میں جو درہم آئے گا اس پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی چیز کو خریدنا جائز نہیں ہے،لیکن اس درہم کو رہن پر رکھنا جائز ہے، کیونکہ یہ عقد معاوضہ نہیں ہے۔دوسری مثال یہ ہے کہ زید نے ابھی درہم دیا اور بعد میں دس من گیہوں دینے کا وعدہ لیا، جسکو مسلم فیہ، کہتے ہیں،اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ،لیکن اس کو رہن پر رکھنا جائز ہے،جس سے معلوم ہوا کہ یہ معاوضہ نہیں ہے بلکہ وثیقہ ہے،اور وثیقہ کے بارے میں کوئی کہے کہ رہن رکھ لو تو اس سے وہ قیمت کا ذمہ دار نہیں بنے گا۔

لغت :وثیقۃ: راہن قرض پہلے دے چکا ہے،اب یہ اعتماد دلانے کے لئے کہ قرض واپس مل جائے گا،اور نہیں ملے گا تو اس غلام کو بیچ کر وصول کر لینا اس کے لئے غلام کو رہن پر رکھ رہا ہے خود غلام کی قیمت قرض پر نہیں ہے،اس کو ،وثیقہ، کہتے ہیں۔بیع: بیع میں خود غلام کی قیمت بائع کے پاس ہے،اس لئے یہاں معاوضہ ہے۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف اجنبی کے اس لئے کہ اس کے قول کا اعتبار نہیں ہے اس لئے دھوکہ متحقق نہیں ہوگا۔

تشریح :یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے،اجنبی یہ کہے کہ یہ غلام ہے اس کو خرید لو یہ ایک ترغیبی بات ہے اس لئے اس کے قول کا اعتبار نہیں ہے اس لئے دھوکہ بھی نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۵؎ ہمارے مسئلے کی مثال یہ ہے کہ آقا کہے کہ میرے اس غلام سے خرید و فروخت کرو میں نے اس کو تجارت کی اجازت دی ہے، بعد میں غلام کسی اور کا نکل گیا تو قرض دینے والا آقا سے تمام رقم وصول کریں گے۔[اسی طرح بیع کی صورت میں غلام نے کہا کہ مجھے خرید و میں غلام ہوں،تو ثمن ڈوبتے وقت غلام سے وصول کیا جائے گا]

تشریح :واضح ہے۔

علی قول أبي حنيفة رحمه الله لأن الدعوی شرط في حرية العبد عنده والتناقض يفسد الدعوى. ۷ وقيل إذا كان الوضع في حرية الأصل فالدعوى فيها ليس بشرط عنده لتضمنه تحريم فرج الأم. ۸ وقيل هو شرط لكن التناقض غير مانع لخفاء العلوق ۹ وإن كان الوضع في

ترجمہ :۶ مسئلہ کے بنانے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ایک اشکال ہے۔وہ یہ کہ غلام کے آزاد ہونے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دعوی کرنا شرط ہے،اور تناقض ہوگا تو دعوی ختم ہو جائے گا۔

تشریح :متن میں جو مسئلہ کی صورت بنائی ہے اس میں تھوڑا اشکال ہے،وہ یہ کہ غلام نے پہلے مشتری سے کہا کہ میں غلام ہوں،بعد میں اسی مشتری کے سامنے دعوی کیا کہ میں آزاد ہوں تو اس کی بات میں تناقض ہو گیا جسکی وجہ سے وہ آزاد نہیں شمار ہوگا تو پھر مسئلے کی صورت کیسے بنے گی؟۔

ترجمہ :۷ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر مسئلے کی صورت ہو کہ غلام اصلا آزاد ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ماں کے فرض کو حرام کرنے کو شامل ہے۔۔یہ سب جواب کافی لمبا ہے۔

لغت : لتضمنه تحريم فرج الام: غلام اصلا آزاد ہو تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس کی ماں کسی کی مملوکہ نہیں رہی ہے،اور جو آدمی یہ دعوی کرتا ہے کہ غلام کی ماں اس کی مملوکہ ہے اس پر اس عورت کا فرج حرام ہے،اور فرج اور شرمگاہ کا حرام ہونا حقوق اللہ میں سے ہے اس لئے اس کو ثابت کرنے کے لئے دعوی کی ضرورت نہیں ہے،اس لئے غلام اصلا آزاد ہونے کا کہے تو اس کو دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کی بات میں تناقض نہیں ہوگا۔حریۃ الاصل :اصل میں آزاد ہو،پیدائشی آزاد ہو۔

تشریح :اگر غلام یہ دعوی کرتا ہے کہ میں اصلا آزاد ہوں تو اس کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کو دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے،گواہ کی گواہی سن کر ہی آزاد شمار کر دیا جائے گا،اور جب دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو دعوی میں تناقض بھی نہیں ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کو نسلا آزاد ماننے کی صورت میں اس کی ماں کا فرج مملوکہ ہونے پر دعوی کرنے والے پر حرام ہو جاتا ہے،جو حقوق اللہ ہے،اور اس کو ثابت کرنے کے لئے دعوی کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۸ بعض حضرات نے فرمایا کہ حریۃ الاصل میں بھی دعوی شرط ہے،لیکن یہاں تناقض مانع نہیں ہے کیونکہ حمل ٹھہرنا مخفی کام ہے۔

تشریح :خفاء العلوق:علوق کا ترجمہ ہے حمل ٹھہرنا،یہاں عبارت کا مطلب یہ ہے،یہ ممکن ہے کہ غلام کے ماں باپ دار الحرب میں ہوا اور اس کو یہ پتہ نہ ہو کہ میرے ماں باپ آزاد تھے اس لئے اس نے غلامیت کا اقرار کر لیا،بعد میں پتہ چلا کہ وہ

الإعتاق فالتناقض لا يمنع لاستبداد المولى به فصار كالمختلعة تقيم البينة على الطلقات الثلاث قبل الخلع والمكاتب يقيمها على الإعتاق قبل الكتابة. (۲۲۷)قال ومن ادعى حقا في دار[معناه حقا مجهولا] فصالحه الذي في يده على مائة درهم فاستحقت الدار إلا ذراعا منها لم يرجع بشيء لأن للمدعي أن يقول دعواي في هذا الباقي .(۲۲۸) قال وإن ادعاها كلها فصالحه على

آزاد ہیں اور میں بھی نسلا آزاد ہوں، اس لئے بعد میں آزادگی کا دعوی کیا، پس اس کے دعوی میں تناقض تو ہے، لیکن علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ تناقض معاف ہے۔

ترجمہ :۹ اور اگر مسئلے کی وضع آزاد کرنے میں ہے تو دعوی میں تناقض مانع نہیں ہے اس لئے کہ آقا خود آزاد کرسکتا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ خلع کرنے والی خلع سے پہلے تین طلاق دینے پر گواہ قائم کرے، یا مکاتب غلام کتابت سے پہلے آزاد ہونے پر بینہ قائم کرے

تشریح :صورت مسئلہ یوں رکھا جائے کہ غلام نے دعوی کیا کہ میں غلام تھا لیکن آقا نے مجھے آزاد کیا ہے، تو دعوی میں تناقض نہیں ہے کیونکہ آقا جب چاہے غلام کو بتائے بغیر آزاد کرسکتا ہے، اس لئے جب غلام نے کہا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لو تو اس کو یہی معلوم تھا بعد میں پتہ چلا کہ اس سے پہلے ہی آقا نے مجھے آزاد کیا ہے، اس لئے بعد میں آزدگی کا دعوی کیا اس لئے اس میں کوئی تناقض نہیں ہے۔اس کی دو مثالیں دی ہیں[۱] عورت نے خلع کرایا، بعد میں دعوی کیا کہ خلع سے پہلے ہی شوہر نے اسے تین طلاقیں دی ہیں، اس میں تناقض نہیں ہے کیونکہ خلع کے وقت اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اس کو تین طلاق دی ہیں ۔[۲] دوسری مثال یہ ہے کہ غلام نے کتابت کیا، بعد میں دعوی کیا کہ آقا نے کتابت سے پہلے ہی مجھے آزاد کیا تو اس میں تناقض نہیں ہے، کیونکہ اس کو پہلے معلوم ہی نہیں تھا کہ مجھے آزاد کیا ہے۔اسی طرح غلام کو پتہ ہی نہیں تھا کہ مجھے آزاد کیا ہے اس لئے اس نے کہہ دیا کہ میں غلام ہوں بعد میں پتہ چلا کہ مجھے آزاد کیا ہے اس لئے آزاد ہونے کا دعوی کیا۔

ترجمہ :(۲۲۷) کسی نے کسی گھر میں مجہول حق ہونے کا دعوی کیا، پس جسکے قبضے میں وہ گھر تھا اس سے سو درہم کے بدلے صلح کرلیا، پھر وہ گھر کسی اور کا نکل گیا، مگر ایک ہاتھ تو یہ دعوی کرنے والے سے کچھ نہیں لے سکے گا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ مدعی کے لئے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ میرا دعوی اسی باقی ایک ہاتھ میں تھا۔

تشریح :مثلا زید کے قبضے میں ایک گھر تھا عمر نے کہا کہ اس میں کچھ میرا بھی حصہ ہے، یہ متعین نہیں کیا کہ کتنا حصہ اس کا ہے۔زید نے سو درہم دیکر عمر سے صلح کر لی، بعد میں خالد نے ثابت کر دیا کہ یہ گھر میرا ہے، مگر ایک گز میرا نہیں ہے تو زید عمر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ عمر یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق صرف ایک گز تھا اور اسی کے بدلے میں ایک سو درہم لیا تھا۔

مـائة درهم فاستحق منها شيء رجع بحسابه ۱ لأن التوفيق غير ممكن فوجب الرجوع ببدله عند فوات سلامة المبدل ۱ ودلت المسألة على أن الصلح عن المجهول على معلوم جائز لأن الجهالة فيما يسقط لا تفضي إلى المنازعة .

ترجمه :(۲۲۸) اور اگر پورے گھر کا دعوی کیا اور سو درہم پر صلح کیا پھر اس میں سے کچھ مستحق نکل گیا تو اس کے حساب سے رجوع کرے گا۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ توفیق ممکن نہیں ہے اس لئے اس کے بدل کا رجوع کرے گا اس کے بدل کے فوت ہوتے وقت۔

تشریح : زید کے قبضے میں گھر تھا عمر نے کہا کہ پورا گھر میرا ہے، پھر سو درہم دیکر صلح کر لیا، بعد میں خالد نے گواہ کے ذریعہ ثابت کر کے آدھا گھر لے لیا تو عمر کو آدھی رقم پچاس درہم واپس دینا پڑے گا، کیونکہ اس نے پورے گھر کا دعوی کیا تھا اور آدھا گھر خالد کا نکل گیا ہے۔

ترجمه : ۲ مسئلے سے پتہ چلا کہ مجہول کے بدلے میں معلوم سے صلح جائز ہے اس لئے کہ جو چیز ساقط ہوتی ہے اس میں جہالت جھگڑے کی طرف پہونچانے والا نہیں ہے۔

تشریح :عمر نے گھر میں مجہول کا دعوی کیا اور ایک سو درہم معلوم پر صلح کیا جس سے معلوم ہوا کہ چیز معلوم نہ ہو تو بھی اس پر صلح کر سکتا ہے، کیونکہ یہ جھگڑے کی طرف لیجانے والا نہیں ہے۔

﴿فصل في بيع الفضولي﴾

(۲۲۹)قال ومن باع ملک غیره بغیر أمره فالمالک بالخیار إن شاء أجاز البیع وإن شاء فسخ لـ وقال الشافعي رحمه الله لا ینعقد لأنه لم یصدر عن ولایة شرعیة لأنها بالملک أو بإذن

﴿فصل فی بیع الفضولی﴾

ضروری نوٹ:مالک کی اجازت کے بغیر اس کی چیز بیچ دے اس کو بیع فضولی کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۲۹)کسی نے دوسرے کی ملکیت بغیر اس کی اجازت کے بیچا تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو بیع جائز قرار دے اور چاہے تو فسخ کردے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دلالۃ اجازت ہو تب بھی بیع کرسکتا ہے۔

تشریح : مثلا زید نے عمر کا گھر بغیر اس کی اجازت کے بیچ دیا تو مالک یعنی عمر کو اختیار ہے کہ اس بیع کو باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کردے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ بغیر اجازت کے مال تو مالک نے بعد میں اس کو جائز قرار دیا۔ عن ابن عمر عن النبی علیہ السلام قال .....اللھم ان کنت تعلم انی استاجرت اجیرا بفرق من ذرۃ فأعطیتہ و ابی ذالک ان یأخذ فعمدت الی ذالک الفرق فزرعتہ حتی اشتریت منہ بقرا و راعیھا ....فقلت انطلق الی تلک البقرۃ و راعیھا فانھا لک فقال أ تستھزی بی ؟ (بخاری شریف، باب اذا اشتری شیئا لغیرہ بغیر اذنہ فرضی، ص ۳۵۳، نمبر ۲۲۱۵)اس میں ہے کہ بغیر مالک کی اجازت کے بیع اور شراء کی ہے ۔(۲) ہماری دلیل یہ ہے کہ عاقل بالغ آدمی نے ایجاب اور قبول کیا ہے، اور اس میں بائع اور مشتری دونوں کا فائدہ ہے، اور کوئی نقصان بھی نہیں ہے کیونکہ نقصان دیکھے گا تو بیع کے انکار کا حق ہے اس لئے یہ بیع جائز ہوگی۔

ترجمہ :لـ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بیع منعقد نہیں ہوگی اس لئے کہ ولایت شرعیہ سے صادر نہیں ہوئی ہے، اس لئے کہ ولایت شرعیہ یا ملک کی وجہ سے ہوتی ہے، یا مالک کی اجازت سے ہوتی ہے اور یہاں دونوں نہیں ہیں، اس لئے قدرت شرعیہ کے بغیر بیع کا انعقاد نہیں ہوگا۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بیع دو طریقے سے منعقد ہوتی ہے، یا مالک خود بیع کرے، یا دوسرے کو بیع کی اجازت دے، اور یہاں دونوں میں سے کوئی نہیں ہے اس لئے بیع منعقد نہیں ہوگی۔

المالک وقد فقدا و لا انعقاد إلا بالقدرة الشرعية. ٢ ولنا أنه تصرف تمليک وقد صدر من أهله في محله فوجب القول بانعقاده إذ لا ضرر فيه للمالک مع تخييره بل فيه نفعه حيث يكفي مؤنة طلب المشتري وقرار الثمن وغيره وفيه نفع العاقد لصون كلامه عن الإلغاء وفيه نفع المشتري فثبت للقدرة الشرعية تحصيلا لهذه الوجوه كيف وإن الإذن ثابت دلالة لأن العاقل يأذن في التصرف النافع (۲۳۰)قال وله الإجازة إذا كان المعقود عليه باقيا والمتعاقدان بحالهما ا لأن

وجه :انکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عمر و بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک و لا عتق الا فیما تملک و لا بیع الا فیما تملک ۔(ابوداود شریف، باب فی الطلاق ابل النکاح،ص ۳۱۷،نمبر ۲۱۹۰رترمذی شریف، باب ماجاء لا طلاق قبل النکاح،ص ۲۸۷،نمبر ۱۱۸۱)اس حدیث میں ہے کہ مالک بننے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے،اور فضولی مالک نہیں بنا ہے اس لئے اس کے لئے بیچنا بھی صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ :۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ مالک بنانے کا تصرف ہے اور اہل سے صادر ہوا ہے محل میں اس لئے بیع منعقد کرنا واجب ہے اور اس میں مالک کو نقصان نہیں ہے، کیونکہ اس میں اختیار ہے، بلکہ اس میں نفع ہے کیونکہ مشتری کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ثمن وغیرہ بھی متعین ہے،اور اس میں عقد کرنے والے کا بھی نفع ہے کیونکہ اس کے کلام کو لغو ہونے سے بچانا ہے،اور اس میں مشتری کا بھی نفع ہے [کہ مبیع مل گئی]اس لئے یہ سب وجہ سے قدرت شرعیہ حاصل ہوگئی،اور دلالۃ فضولی کو اجازت حاصل ہے، کیونکہ عقلمند آدمی نفع بخش تصرف کی اجازت دے گا۔

لغت :صدر من اہلہ فی محلّہ: یہ فقہ کا محاورہ ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ عقد کرنے والا عاقل اور بالغ ہے،اور اپنے محل یعنی مبیع بننے کی چیز میں بیع کی ہے۔

وجہ :فضولی کی بیع صحیح ہونے کے لئے چار دلیلیں دی ہیں (۱) عاقل بالغ نے بیع کی ہے،اس لئے اس کی بات کو لغو ہونے سے بچائی جائے۔(۲) اس میں بائع اور مشتری کو اختیار ہے، نفع دیکھیں گے تو نافذ کریں گے اور نقصان دیکھیں گے تو فسخ کر دیں گے (۳) بائع کا نفع ہے کہ مشتری تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اور ثمن بھی متعین کیا ہوا ہے (۴) مشتری کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو مبیع تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان وجوہات سے فضولی کو قدرت شرعیہ حاصل ہے، کیونکہ عاقل آدمی نفع بخش تصرف کی اجازت دے گا اس لئے فضولی کو دلالۃ بیع کی اجازت ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰) مالک اجازت دے سکتا ہے جبکہ مبیع موجود ہو اور بائع اور مشتری اپنی حالت پر ہو۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ اجازت دینا بیع میں تصرف کرنا ہے اس لئے اس کا موجود ہونا ضروری ہے،اور یہ اس صورت میں

الإجـازـة تـصـرف فـي العقد فلا بد من قيامه وذلك بقيام العاقدين والمعقود عليه. ۲؎ وإذا أجاز الـمـالك كان الثمن مملوكا له أمانة في يده بمنزلة الوكيل لأن الإجازة اللاحقة بمنزلة الوكالة السابقة ۳؎ وللفضولي أن يفسخ قبل الإجازة دفعا للحقوق عن نفسه بخلاف الفضولي في النكاح لأنـه معبر محض ۴؎ هـذا إذا كـان الثـمـن دينـا فـإن كان عرضا معينا إنما تصح الإجازة إذا كان

ہے کہ بائع اور مشتری قائم ہواور مبیع بھی موجود ہو۔

تشــــریح : بیع فضولی میں مالک اجازت اس وقت تک بیع کی اجازت دے سکتا ہے جب تک [۱] مبیع موجود ہو ہلاک نہیں ہوئی ہے، [۲] اصل بائع موجود ہواور ابھی بھی بیع کرنے کی اہلیت ہو مجنون وغیرہ نہ ہوا [۳] مشتری موجود ہواور اس میں خریدنے کی اہلیت موجود ہو، اور اگر تینوں میں سے ایک ختم ہو گیا ہو تو اب بیع کی اجازت نہیں دے سکتا، فضولی کی بیع خود بخود ختم ہو جائے گی۔

وجه : بیع کی اجازت دینے کا مطلب یہ ہے کہ گویا کہ ابھی بیع کر رہا ہے اس لئے اس وقت تینوں چیزیں موجود ہوں۔

ترجمه : ۲؎ اگر مالک نے بیچنے کی اجازت دے دی تو ثمن فضولی کے ہاتھ میں مالک کا مملوک ہوگا اور امانت رہے گا، وکیل کے درجے میں اس لئے کہ اگلی اجازت پچھلے زمانے میں وکیل بنانے کی طرح ہے۔

تشــریح : مالک نے بیع نافذ کرنے کی اجازت دے دی تو فضولی کے پاس جو ثمن آئے گا وہ مبیع کے مالک کا ہوگا، اور فضولی کے ہاتھ میں امانت کے طور پر محفوظ رہے گا۔

وجــه : کیونکہ جب بعد میں بیع کی اجازت دی تو گویا کہ پہلے ہی بیچنے کا وکیل بنایا، اور پہلے وکیل بناتا تو ثمن اس کے ہاتھ میں امانت کا ہوتا اور مالک کا مملوک ہوتا، ایسے ہی یہاں ہوگا۔

ترجمه : ۳؎ فضولی کے لئے جائز ہے کہ مالک کی اجازت سے پہلے بیع فسخ کر دے اپنے آپ سے حقوق کو دور کرنے کے لئے، بخلاف فضالی کے نکاح کے اس لئے کہ وہ صرف تعبیر کرنے والا ہے۔

تشریح : مالک نے ابھی تک بیع کی اجازت نہیں دی ہے اس دوران فضولی بیع کو توڑنا چاہے تو توڑ سکتا ہے تاکہ بیع کے حقوق سے جان چھوٹے، کیونکہ بیع کے سارے حقوق فضولی ہی پر عائد ہوں گے، اس کے برخلاف فضولی نے نکاح کرا دیا، دلہا یا دلہن کے اجازت دینے سے پہلے نکاح توڑنا چاہے تو نہیں توڑ سکتا ہے، اس لئے کہ نکاح میں حقوق نکاح کرانے والے کی طرف نہیں آتے، وہ تو صرف تعبیر کرنے والا ہے نکاح کے تمام حقوق دلہا اور دلہن ادا کریں گے۔

تــرجمه : ۴؎ بائع، مشتری، اور مبیع کا موجود ہونا اس وقت ہے کہ ثمن درہم یا دینار ہو، پس اگر متعین سامان ہو تو اجازت اس

العـرض باقيا أيضا. ۵ؔثـم الإجـازـة إجـازـة نـقد لا إجازة عقد حتى يكون العرض الثمن مملوكا لـلـفضولي وعليه مثل المبيع إن كان مثليا أو قيمته إن لم يكن مثليا لأنه شراء من وجه والشراء لا

وقت درست ہوگی کہ خود یہ سامان باقی ہو۔

تشریح اوپر بتایا کہ بائع، مشتری، اور مبیع [تین چیزیں] موجود ہوں تو مالک بیع کی اجازت دے سکتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ ثمن درہم یا دینار ہو جسکو دین کہتے ہیں، لیکن اگر ثمن کوئی متعین سامان ہو جیسے گیہوں، چاول تو چوتھی شرط بھی ہوگی کہ ثمن بھی موجود ہو تب مالک بیع کی اجازت دے سکتا ہے، اور اگر ثمن ہلاک ہو گیا تو بیع کی اجازت نہیں دے سکتا، کیونکہ اب کیا چیز دے گا

ترجمہ : ۵ؔ پھر یہ اجازت سامان دے دینے کی اجازت ہے، شروع سے عقد کرنے کی اجازت نہیں ہے، تاکہ سامان جو ثمن ہے وہ فضولی کا مملوک ہو جائے، اور فضولی پر مبیع کا مثل لازم ہو جائے اگر مثلی ہو، یا اس کی قیمت لازم ہو جائے اگر مثلی نہ ہو، اس لئے کہ من وجہ اصل بائع سے خریدنا ثابت ہوگا، اور خریدنا اجازت پر موقوف نہیں ہے۔

تشریح : یہ عبارت پیچیدہ ہے۔۔ چونکہ مبیع بھی سامان ہے [مثلا باجرہ ہے] اور ثمن بھی گیہوں یا چاول ہے جو سامان ہے اس لئے یہاں بیع مقائضہ ہے، اس لئے دونوں مبیع بن سکتے ہیں اور دونوں ثمن بھی بن سکتے ہیں، اس لئے یہاں دونوں کے نکتے کو سمجھنا ضروری ہے۔ پس بائع نے فضولی سے کہا کہ اس بیع پر راضی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرا باجرہ مشتری کو نقد دے دو، اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میرا باجرہ ابھی بیچو، یہی مطلب ہے، اجازۃ نقد لا اجازۃ عقد، کی۔

یہاں دو باتیں سمجھی جائے گی [۱] فضولی بائع کا باجرہ دیکر ثمن، گیہوں، کا خود مالک بنا، اور گویا کہ فضولی نے مشتری سے اپنے لئے باجرہ خریدا، اور کوئی خود اپنے لئے خریدے تو اس میں اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی، خریدنا نافذ ہو جاتا ہے۔

[۲] دوسری بات یہ سمجھی جائے گی کہ فضولی نے بائع سے باجرہ خریدا، اور اس باجرے کو مشتری کو گیہوں کے بدلے میں دیا، اور باجرہ فضولی پر قرض رہا، پس اگر یہ مثلی ہے تو فضولی باجرے کی مثل بائع کی طرف واپس کرے گا، اور اگر ذوات الامثال ہے، مثلا بائع کی جانب سے باندی ہے اور باندی مشتری کو دی ہے تو فضولی پر یہ ہے کہ باندی کی قیمت بائع کی طرف واپس کرے۔

اصول : یہاں بیع مقائضہ ہے اس لئے یہ اصول مانا گیا ہے کہ فضولی نے بائع سے بھی چیز خریدی، اور مشتری سے بھی چیز خریدی۔

لغت : اجازة نقد لا اجازة عقد: بائع نے جب کہا کہ اس بیع سے راضی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا مال مشتری کو نقد دے دو، یہ مطلب نہیں ہے کہ شروع سے بیع کرو۔ حتی یکون العرض الثمن مملوکا للفضولی۔ مشتری کی جانب سے جو ثمن ہے وہ فضولی کی ملکیت ہو جائے گی۔ علیه مثل المبيع ان كان مثليا او قيمته ان لم يكن مثليا۔ اس عبارت کا مطلب یہ

يتوقف على الإجازة. ٦ ولو هلك المالك لا ينفذ بإجازة الوارث في الفصلين لأنه توقف على إجازة المورث لنفسه فلا يجوز بإجازة غيره. ٧ ولو أجاز المالك في حياته ولا يعلم حال المبيع جاز البيع في قول أبي يوسف رحمه الله أولا وهو قول محمد رحمه الله لأن الأصل بقاؤه ثم رجع أبو يوسف رحمه الله وقال لا يصح حتى يعلم قيامه عند الإجازة لأن الشك وقع في

ہے کہ بائع سے جو مبیع لی، گویا کہ فضولی نے اس کو قرض لیا، پس اگر وہ مثلی چیز ہے مثلا باجرہ ہے تو فضولی اس کے مثل باجرہ بائع کی طرف واپس کرے، اور مثلی نہیں ہے، مثلا باندی ہے تو اس کی قیمت بائع کی طرف واپس کرے۔ لانہ شراء من وجہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، گویا کہ فضولی نے بائع سے باجرہ خریدا۔ والشرء لا یتوقف علی الاجازۃ: یہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ خریدنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :٦ اگر مالک مر گیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہیں ہوگی دونوں صورتوں میں [چاہے ثمن درہم دینار ہو چاہے چاول گیہوں ہو] اس لئے کہ بیع خود مورث کی اجازت پر موقوف تھی اس لئے دوسرے کی اجازت سے جائز نہیں ہوگی۔

تشریح :اوپر قاعدہ گزرا کہ بائع اور مشتری کی اہلیت موجود ہو تب اجازت جائز ہوگی، اسی پر یہ تبصرہ ہے کہ بائع کا انتقال ہو گیا اب اس کا وارث اجازت دے تو اس سے بیع نافذ نہیں ہوگی چاہے ثمن دین ہو یعنی درہم یا دینار ہو، چاہے عرض ہو یعنی چاول، گیہوں ہو، کیونکہ جسکی اجازت پر موقوف تھی اس کی اجازت نہیں ہو سکی۔

ترجمہ :٧ اور اگر مالک نے اپنی زندگی میں بیع کی اجازت دی لیکن اس کو مبیع کا حال معلوم نہیں تھا تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول میں بیع جائز ہے، اور وہی قول امام محمدؒ کا ہے اس لئے اصل یہ ہے کہ مبیع باقی ہوگی، پھر اس سے رجوع کر گئے اور فرمایا کہ اجازت کے وقت جب تک کہ مبیع کے موجود ہونے کا علم نہ ہو تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اجازت کی شرط میں شک واقع ہو گیا، اس لئے شک کے ساتھ اجازت ثابت نہیں ہوگی۔

تشریح : اوپر یہ قاعدہ گزرا کہ اجازت کے وقت مبیع موجود ہو اس پر یہ تبصرہ ہے، کہ اجازت کے وقت مالک کو اس کا علم نہیں تھا کہ مبیع موجود ہے یا نہیں تو امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ بیع جائز ہو جائے گی، اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے، کیونکہ اصل یہی ہے کہ مبیع موجود ہوگی، لیکن بعد میں اس سے رجوع کر گئے، اور فرمایا کہ اجازت کے وقت شک ہو گیا اس لئے شک سے اجازت ثابت نہیں ہوگی، یقینی معلوم ہونا چاہئے۔

ترجمہ :(۲۳۱) کسی نے غلام غصب کیا اور اس کو بیچ دیا، مشتری نے اس کو آزاد کر دیا بعد میں آقا نے اجازت دی تو آزاد کرنا جائز ہے۔

شرط الإجازة فلا يثبت مع الشك. (۲۳۱)قال ومن غصب عبدا فباعه وأعتقه المشتري ثم أجاز المولى البيع فالعتق جائز ۱ استحسانا وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف. ۲ وقال محمد رحمهم الله لا يجوز لأنه لا عتق بدون الملك قال عليه الصلاة والسلام لا عتق فيما لا يملك ابن آدم ۳ والموقوف لا يفيد الملك ولو ثبت في الآخرة يثبت مستندا وهو ثابت من وجه دون

ترجمه: ۱ استحسانا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بعد میں بھی آزاد کرنے والے کی ملکیت ہو جائے تو آزاد کرنا اتنا اہم ہے کہ آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: جس نے آزاد کیا اس کا نام مشتری من الغاصب ہے۔ مثلا زید نے خالد کے غلام کو غصب کیا، پھر اس نے عمر کے ہاتھ بیچ دیا، اس دوران عمر نے آزاد کر دیا، بعد میں خالد نے اس بیع کی اجازت دی تو عمر غلام کا مالک ہوگا، اور غلام آزاد شمار کیا جائے گا۔

وجہ: کیونکہ یہ بیع خالد کی اجازت پر موقوف تھی، جب اس نے اجازت دی تو عمر اس کا مالک بنا اور مالک بننے کے بعد آزاد شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ امام محمدؒ نے فرمایا کہ کہ جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ بغیر ملکیت کے آزاد نہیں کر سکتے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس کے لئے آزاد کرنا نہیں ہے۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ آزاد کرتے وقت کامل ملکیت ہونی چاہئے

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ بغیر مالک بنے آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فيما تملك و لا عتق الا فيما تملك و لا بيع الا فيما تملك۔ (ابو داود شریف، باب فی الطلاق ابل النکاح، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء لاطلاق قبل النکاح، ص ۲۸۷، نمبر ۱۱۸۱) اس حدیث میں ہے کہ مالک بننے سے پہلے آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ اور موقوف بیع ملک کا فائدہ نہیں دیتی، اور اگر آخیر میں ملک ثابت بھی ہو تو وہ غاصب کی طرف نسبت کر کے ثابت ہوگی، جو من وجہ ثابت ہے اور آزادگی کو ثابت کرنے والی ملک کامل ہوتی ہے، اس حدیث کی بنا پر جو روایت کی۔

تشریح: یہ امام محمدؒ کی دلیل ہے کہ جس وقت مشتری من الغاصب آزاد کر رہا تھا اس وقت مالک کی اجازت نہیں تھی، اس کی اجازت پر ملکیت موقوف تھی، دوسری بات یہ ہے کہ آخیر میں مشتری کی ملکیت ثابت بھی ہوگی تو وہ غاصب کی بیع کی طرف

وجه والمصحح للإعتاق الملك الكامل لما روينا ۴؎ ولهذا لا يصح أن يعتق الغاصب ثم يؤدي الضمان ۵؎ ولا أن يعتق المشتري والخيار للبائع ثم يجيز البائع ذلك ۶؎ وكذا لا يصح بيع المشتري من الغاصب فيما نحن فيه مع أنه أسرع نفاذا حتى نفذ من الغاصب إذا أدى الضمان ۷؎ وكذا لا يصح إعتاق المشتري من الغاصب إذا أدى الغاصب الضمان. ۸؎ ولهما أن الملك ثبت

منسوب ہوکر ثابت ہوگی اس لئے من وجہ ملکیت ثابت ہوئی، اور آزاد کرنے کے لئے کامل ملکیت چاہئے جیسا کہ ہم نے حدیث سے ثابت کیا اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۴؎ اسی لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ غاصب آزاد کرے پھر ضمان ادا کرے۔

تشریح : یہاں سے چار مثالیں دے رہے ہیں کہ ان میں مشتری من الغاصب کا آزاد کرنا صحیح نہیں اس لئے ہمارے مسئلے میں بھی آزاد کرنا صحیح نہیں ہوگا [۱] پہلی مثال یہ ہے کہ غاصب خود پہلے آزاد کرے بعد میں اس کا ضمان دے دے تو اس کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ آزاد کرتے وقت غلام کا مالک نہیں تھا، اسی طرح یہاں مشتری کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مشتری غلام کا مالک نہیں تھا۔

ترجمہ : ۵؎ اور یہ بھی جائز نہیں ہے مشتری آزاد کرے اور اختیار بائع کا ہو پھر بائع بیع کی اجازت دے دے۔

تشریح : [۲] یہ دوسری مثال ہے۔ بیع میں بائع نے خیار شرط لی تھی اس دوران غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا بعد میں بائع نے بیع کی اجازت دی تو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ آزاد کرتے وقت مشتری غلام کا مالک نہیں تھا۔

ترجمہ : ۶؎ ایسے ہی مشتری من الغاصب کا بیچنا دوسرے سے صحیح نہیں ہے، حالانکہ بیع بہت جلدی نافذ ہوتی ہے یہاں تک کہ غاصب کی بیع درست ہو جاتی ہے اگر غاصب ضمان ادا کر دے۔

تشریح : [۳] یہ تیسری مثال ہے۔ غاصب سے مشتری نے خریدا، پھر اس مشتری نے کسی اور کے ہاتھ میں بیچا پھر غاصب نے ضمان ادا کیا، پھر بھی یہ دوسری بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ مشتری کے بیچتے وقت نہ غاصب کی ملکیت تھی اور نہ مشتری کی ملکیت تھی۔ حالانکہ بیع آزاد کرنے سے بھی جلدی نافذ ہوتی ہے، چنانچہ اگر غاصب نے غلام بیچا پھر اس کا ضمان ادا کر دیا تو غاصب کی بیع جائز ہو جاتی ہے، اس کے باوجود یہاں مشتری من الغاصب کی بیع جائز نہیں ہوگی، تو مشتری من الغاصب کا آزاد کرنا کیسے جائز ہوگا۔

ترجمہ : ۷؎ اسی طرح مشتری من الغاصب کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اگر بعد میں غاصب ن ضمان ادا کر دے [اسی طرح بعد میں مالک اجازت دے دے تب بھی مشتری کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہوگا]

موقوفا بتصرف مطلق موضوع لإفادة الملك ولا ضرر فيه على ما مر فتوقف الإعتاق مرتبا عليه وينفذ بنفاذه ۹ے وصار كإعتاق المشتري من الراهن ۰ اے وكإعتاق الوارث عبدا من التركة وهي مستغرقة بالديون يصح وينفذ إذا قضى الديون بعد ذلك ااے بخلاف إعتاق الغاصب بنفسه

تشریح [۴] یہ چوتھی مثال ہے۔غاصب نے بیچا،مشتری نے خریدنے کے بعد اسکو آزاد کر دیا،بعد میں غاصب نے مالک کو ضمان ادا کر دیا پھر بھی مشتری کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہوگا،اسی طرح مالک نے بعد میں اجازت دی پھر بھی مشتری کا آزاد کرنا صحیح نہیں

ترجمہ :۸ے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق عقد سے ملک موقوف ثابت ہوئی ہے جو ملک کے فائدہ دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس میں کسی کو نقصان نہیں ہے [جیسا کہ گزر گیا] اس لئے اس ملک پر مرتب ہونے کی وجہ سے آزاد کرنا موقوف ہوگا اس لئے مالک کے نافذ کرنے سے آزادگی نافذ ہو جائے گی۔

لغت :تصرف مطلق: بیع میں بائع یا مشتری کا خیار شرط ہو یہ تصرف مطلق نہیں ہے،اس لئے پہلے گزرا کہ بائع کا خیار شرط ہو اور مشتری آزاد کر دے تو آزاد نہیں ہوگا،اور کسی کا خیار شرط نہ ہو تو اس کو تصرف مطلق، یا بیع مطلق کہتے ہیں۔

تشریح : یہ شیخینؒ کی دلیل ہے، یہاں جو بیع ہوئی وہ خیار شرط والی نہیں بلکہ مطلق بیع ہوئی ہے جس سے ملک کا فائدہ ہوتا ہے،البتہ یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے اس لئے جیسے ہی مالک اجازت دے گا مشتری غلام کا مالک ہو جائے گا،اور مالک ہونے پر آزادگی مرتب ہوگی ، اس لئے مشتری کے مالک ہونے کے بعد غلام آزاد ہوگا ،اور اس میں مالک کا نقصان بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی مرضی سے یہ ہوگا اور اس کو غلام کی قیمت بھی مل جائے گی۔

ترجمہ :۹ے راہن سے خریدنے والے کے آزاد کرنے کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہاں سے شیخینؒ کی طرف سے دو مثالیں دے رہے ہیں۔[۱] مثلا زید نے عمر سے ہزار درہم قرض لیا تھا اور ایک غلام رہن پر رکھا تھا پھر زید نے اس غلام کو خالد سے بیچ دیا اور خالد نے اس کو آزاد کر دیا، بعد میں زید راہن نے عمر مرتہن کو ہزار درہم ادا کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، یا عمر مرتہن نے آزاد کرنے کی اجازت دے دی تو غلام آزاد ہو جائے گا،اسی طرح یہاں بھی مالک کی اجازت دینے سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱۰ے یا وارث اپنے ترکے کے غلام کو آزاد کر دے حالانکہ وہ قرض میں گھرا ہوا ہے تو وارث کا آزاد کرنا صحیح ہے،اور جب قرض ادا کر دے گا تو اس کے بعد آزادگی نافذ ہو جائے گی۔

تشریح :یہ شیخینؒ کی طرف سے دوسری مثال ہے۔غلام قرض سے گھرا ہوا ہے،وارث نے اس کو آزاد کر دیا تو یہ ابھی آزاد

لأن الغصب غير موضوع لإفادة الملك ۱۲؎ وبخلاف ما إذا كان في البيع خيار البائع لأنه ليس بمطلق وقران الشرط به يمنع انعقاده في حق الحكم أصلا ۱۳؎ وبخلاف بيع المشتري من الغاصب إذا باع لأن بالإجازة يثبت للبائع ملك بات فإذا طرأ على ملك موقوف لغيره أبطله

نہیں ہوگا،لیکن سب قرض خواہوں کا قرض ادا کردیا تو آزاد ہوجائے گا،اسی طرح اوپر کے مسئلے میں مالک نے اجازت دے دی تو آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ :۱۱؎ بخلاف خود غاصب آزاد کرے تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ غصب ملک کے فائدے کے لئے وضع نہیں کیا ہے۔

تشریح : یہ امام محمدؒ کو جواب ہے۔غاصب خود آزاد کرے اور بعد میں ضمان ادا کرے تو آزاد نہیں ہوگا،اس کی وجہ یہ ہے کہ غصب مالک بننے کا سبب نہیں ہے،اس لئے جس وقت آزاد کیا تو غاصب غلام کا مالک ہی نہیں تھا اور نہ مالک بننے کا سبب اختیار کیا تھا، یہ تو بعد میں جب ضمان ادا کیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ مالک نے ضمان کے بدلے میں اب غلام غاصب کو دیا ہے، چونکہ آزاد کرتے وقت کسی طرح بھی مالک نہیں تھا اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱۲؎ بخلاف جبکہ بیع میں بائع کو خیار شرط ہو[تو مشتری مالک نہیں ہوگا]اس لئے کہ یہ مطلق بیع نہیں ہے اس کے ساتھ شرط ملی ہوئی نہیں ہے،اور بیع کے ساتھ شرط کا ملنا حکم کے حق میں بیع کے منعقد ہونے کو بالکل روکتا ہے۔

تشریح : یہ امام محمدؒ کو جواب ہے۔انہوں نے استدلال کیا تھا کہ بیع میں بائع کو خیار شرط ہو اور مشتری آزاد کردے تو جائز نہیں،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ۔بیع میں بائع کی خیار شرط ہو تو گویا کہ مشتری کی ملکیت ہوتی ہی نہیں ہے اس لئے اس دوران آزاد کرنے سے بغیر ملکیت کے آزاد کرنا ہوا اس لئے آزاد نہیں ہوگا۔

لغت :مشتری من الغاصب:جس نے غصب کیا ہے اس سے خریدنے والے کو،مشتری من الغاصب،کہتے ہیں۔

ترجمہ :۱۳؎ بخلاف مشتری من الغاصب کے جبکہ بیع کی[تو صحیح نہیں ہوگی] اس لئے کہ مالک کی اجازت سے بائع اول کے لئے ملک قطعی ثابت ہوگی پس جب یہ ملک قطعی ملک موقوف پر طاری ہوگی تو اس کو باطل کردے گی۔

تشریح :یہ امام محمدؒ کو جواب ہے۔انہوں نے استدلال کیا تھا کہ مشتری من الغاصب کسی دوسرے کے ہاتھ میں غلام بیچے تو اس کی بیع درست نہیں ہے،اس کا جواب دیا جارہا ہے۔

نوٹ :یہاں یہ ماناہے کہ[۱]غلام کا مالک زید ہے۔[۲]غصب کرنے والا عمر ہے۔[۳] عمر سے خریدنے والا خالد ہے، جسکو مشتری من الغاصب،کہتے ہیں[۴]خالد نے ساجد سے بیچا ہے۔

مالک زید جب اجازت دے گا تو غاصب عمر،اور مشتری من الغاصب خالد کے درمیان کی بیع درست ہوجائے گی اور خالد کی

۱۴؎ وأما إذا أدى الغاصب الضمان ينفذ إعتاق المشتري منه كذا ذكره هلال رحمه الله وهو الأصح. (۲۳۲)قال فإن قطعت يد العبد فأخذ أرشها ثم أجاز المولى البيع فالأرش للمشتري ا؎ لأن الملك قد تم له من وقت الشراء فتبين أن القطع حصل على ملكه۲؎ وهذه حجة على

ملکیت قطعی ہوجائے گی،اور خالد نے جو ساجد کو بیچا ہے،تو ساجد کی ملکیت موقوف ہے،اور قطعی ملکیت جب موقوف ملکیت پر طاری ہوتی ہے تو اس کو ختم کر دیتی ہے،کیونکہ ایک ہی چیز پر ملک قطعی اور ملک موقوف جمع نہیں ہوتی،اس لئے خالد اور ساجد کے درمیان والی بیع درست نہیں ہوئی۔ ۔اس کے سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں۔

مالک زید	غاصب عمر	مشتری من الغاصب خالد	خالد سے ساجد نے خریدا
بیع کی اجازت دی	عمر اور خالد کے درمیان پہلی بیع یہ بیع قطعی ہوجائے گی	خالد اور ساجد کے درمیان یہ دوسری بیع یہ بیع موقوف ہے،جو باجو باطل ہوگی	

ترجمہ :۱۴؎ بہر حال اگر غاصب نے ضمان ادا کر دیا تو مشتری من الغاصب کا آزاد کرنا نافذ ہوجائے گا هلالؒ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے،اور وہی صحیح ہے۔

تشریح :یہ بھی امام محمدؒ کو جواب ہے،انہوں نے استدلال کیا تھا کہ غاصب ضمان ادا کر دے تو مشتری من الغاصب کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے،اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ہلالؒ نے فرمایا کہ آزاد ہوجائے گا صحیح یہی ہے اس لئے اس سے استدلال نہیں کر سکتے۔

ترجمہ:(۲۳۲) اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کا تاوان لیا پھر مالک نے بیع کی اجازت دی تب بھی تاوان مشتری کو ملے گا

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ مشتری کی ملکیت خریدنے کے وقت سے پوری ہوئی اس لئے ظاہر ہوا کہ ہاتھ کا کاٹا جانا مشتری کی ملکیت میں ہوا۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مشتری کی ملکیت بیع کے وقت سے ثابت ہوگی۔

اصول :دوسرا اصول:یہ ہے کہ جسکی ملکیت میں ہاتھ کاٹا گیا،تاوان کی رقم اسی کو ملے گی۔

تشریح : یہاں یہ مانا ہے کہ [۱] غلام کا مالک زید ہے۔[۲] غصب کرنے والا عمر ہے۔[۳] عمر سے خریدنے والا خالد ہے،جسکو مشتری من الغاصب ، کہتے ہیں[۴] خالد کے خریدنے کے بعد غلام کا ہاتھ کاٹا گیا،اور تاوان لیا گیا[۵] تاوان کے بعد زید مالک نے بیع کی اجازت دی۔[۶] تاوان خالد مشتری کو ملے گا۔

محمد ۳؎ والعذر له أن الملک من وجه يكفي لاستحقاق الأرش كالمكاتب إذا قطعت يده وأخذ الأرش ثم رد في الرق يكون الأرش للمولى ۴؎ فكذا إذا قطعت يد المشترى في يد

صورت مسئلہ یہ ہے کہ: عمر نے زید کا غلام غصب کیا اور خالد سے بیچ دیا، اس کے بعد غلام کا ہاتھ کاٹا اور مشتری نے اس کا تاوان لے لیا اس کے بعد زید مالک نے بیع کی اجازت دی تو یہ تاوان مشتری کو ملے گا۔

وجه : کیونکہ جس وقت سے بیع ہوئی ہے اس وقت سے مشتری کی ملکیت مانی جائے گی، [اگر چہ اس کا اظہار مالک کی اجازت کے بعد ہوا ہے] اس لئے تاوان مشتری کو ملے گا۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اس نقشہ کو دیکھیں۔

1	2	3	4	5	6
زید مالک ہے	عمر غاصب ہے	خالد مشتری من الغاصب ہے	ہاتھ کاٹا گیا اور تاوان لیا گیا	اب بیع کی اجازت دی	تاوان خالد کو ملے گا

ترجمه : ۲؎ اور یہ مسئلہ امام محمدؒ پر حجت ہے۔

تشریح : اوپر کے مسئلے میں مشتری من الغاصب کی ملکیت مالک کی اجازت کے بعد ہوئی اور بیع کے وقت سے من وجہ ملکیت تھی پھر بھی امام محمدؒ کے یہاں غلام آزاد نہیں ہوا، اور یہاں بھی یہی صورت ہے پھر بھی مشتری کو تاوان مل گیا، اس لئے یہ مسئلہ امام محمدؒ پر حجت ہے۔

ترجمه : ۳؎ انکی جانب سے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ تاوان کے استحقاق کے لئے من وجہ ملک کافی ہے، جیسے مکاتب کا ہاتھ کاٹا جائے اور تاوان لے لیا جائے پھر غلامیت کی طرف لوٹ جائے تو تاوان آقا کو ملتا ہے۔

تشریح : یہاں امام محمدؒ کی جانب سے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ مشتری کے تاوان لینے کے لئے من وجہ ملک کافی ہے، اور بیع کے وقت سے مشتری کی موقوف ملکیت ہوتی ہے اس لئے اس کو تاوان مل جائے گا، اور آزاد ہونے کے لئے کامل ملکیت چاہئے اور مشتری کو وہ نہیں ہے اس لئے اس کی جانب سے آزاد نہیں ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مکاتب کا ہاتھ کاٹا گیا، اور اس کا تاوان لے لیا گیا بعد میں مکاتب غلامیت کی طرف لوٹ آیا تو یہ تاوان آقا کا ملے گا۔ حالانکہ اس وقت مالک کی ملکیت من وجہ تھی۔

ترجمه : ۴؎ ایسے ہی اگر مشتری کے قبضے میں مشتری [غلام] کا ہاتھ کاٹا گیا اور خیار شرط بائع کا تھا پھر بائع نے اجازت دی تو تاوان مشتری کو ملے گا۔ بخلاف آزاد کرنے کے [اس کے لئے کامل ملکیت ہونی چاہئے] جیسا کہ گزرا۔

المشتري والخيار للبائع ثم أجيز البيع فالأرش للمشتري بخلاف الإعتاق على ما مر. (۲۳۳)ويتصدق بما زاد على نصف الثمن لأنه لم يدخل في ضمانه أو فيه شبهة عدم الملك. (۲۳۴) قال فإن باعه المشتري من آخر ثم أجاز المولى البيع الأول لم يجز البيع الثاني لما ذكرنا ولأن فيه غرر الانفساخ على اعتبار عدم الإجازة في البيع الأول والبيع يفسد

تشریح :امام محمدؒ کی جانب سے یہ دوسری مثال ہے کہ، بائع نے خیار شرط لیا جسکی وجہ سے مشتری کی ملک موقوف ہے، اس دوران مشتری، یعنی خریدے ہوئے غلام کا ہاتھ کاٹا گیا، اور تاوان بھی لیا گیا اس کے بعد بائع نے بیع کی اجازت دی تو تاوان مشتری کو ملے گا، حالانکہ تاوان کے وقت مشتری کی ملک کامل نہیں تھی۔

ترجمہ :(۲۳۳)اور جو آدھی قیمت سے زیادہ ہو اس کو صدقہ کرے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ غلام اس کے ضمان میں داخل نہیں ہوا تھا، یا مالک نہ ہونے کا شبہ ہے۔

تشریح :جس وقت تاوان لیا گیا اس وقت غلام پورے طور پر مشتری کی ملکیت میں نہیں تھا، کیونکہ بیع موقوف تھی، اس لئے غلام یا تو اس کے ذمہ داری میں نہیں ہے، یا مشتری کی ملکیت میں شبہ ہے اس لئے اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، اور ہاتھ کی قیمت پورے جان کی آدھی شمار کی جاتی ہے، اس لئے آدھی قیمت سے زیادہ مشتری کے لئے نفع ہے، جسکو صدقہ کر دینا چاہئے۔

وجہ :ذمہ داری نہ ہو اور نفع اٹھالے تو اس کو صدقہ کرنا چاہئے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهيم فى الوديعة لا ضمان عليه . فان هو غيرها عن موضعها فكان فيه ربح فانه يتصدق به و ليس لواحد منهما۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل تکون عندہ الودیعۃ فیعمل بھا، لمن یکون ربحھا، ج رابع ،ص ۳۹۷،نمبر ۲۱۳۹۰)اس میں ہے کہ صدقہ کر دینا چاہئے

ترجمہ :(۲۳۴)اگر مشتری من الغاصب نے دوسرے آدمی سے بیچ دیا پھر آقا نے پہلی بیع کی اجازت دی تو دوسری بیع جائز نہیں ہوگی۔۔جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ اس میں پہلی بیع کی اجازت نہ دینے کے اعتبار پر فسخ ہونے کا دھوکہ ہے، اور بیع اس سے فسخ ہو جاتی ہے، بخلاف آزاد کرنے کے شیخینؒ کے نزدیک اس لئے کہ آزدگی دھوکہ مؤثر نہیں ہے۔

تشریح :یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ زید مالک سے عمر نے غلام غصب کیا پھر عمر نے خالد کے ہاتھ بیچ دیا، اس لئے خالد مشتری من الغاصب ہوا، پھر خالد نے غلام کو ساجد کے ہاتھ بیچ دیا اس کے بعد زید نے پہلی بیع کی اجازت دی تو دوسری بیع جائز نہیں

بـه بـخلاف الإعتاق عندهما لأنه لا يؤثر فيه الغرر.(۲۳۵) قـال فإن لم يبعه المشتري فمات في يده أو قتل ثم أجاز البيع لم يجز ل لما ذكرنا أن الإجازة من شروطها قيام المعقود عليه وقد فات بالموت ٢ وكذا بالقتل إذ لا يمكن إيجاب البدل للمشتري بالقتل حتى يعد باقيا ببقاء البدل لأنه

ہوگی۔

وجه : کیونکہ آقا اگر پہلی بیع کی اجازت نہ دے تو دوسری بیع کے فسخ ہونے کا خطرہ ہے، جسکو غرر انفساخ، کہتے ہیں اس لئے غرر انفساخ کی بنیاد پر دوسری بیع جائز ہی نہیں ہوگی۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غرر انفساخ کے باوجود آزاد کرنا ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایک آدمی کو آزاد کرنے کی جیسی نعمت سے نوازنا ہے۔۔اس کے سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں۔

مالک زید	غاصب عمر	مشتری من الغاصب خالد	خالد سے ساجد نے خریدا
بیع کی اجازت دی	عمر اور خالد کے درمیان پہلی بیع یہ بیع قطعی ہو جائے گی	خالد اور ساجد کے درمیان یہ دوسری بیع یہ بیع موقوف ہے، جو باجو باطل ہوگی	

ترجمہ :(۲۳۵) پس اگر مشتری من الغاصب نے بیچا نہیں بلکہ اس کے قبضے میں رہتے ہوئے مر گیا، یا قتل کر دیا گیا پھر مالک نے بیع کی اجازت دی تو غاصب کی بیع جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ل جیسا کہ پہلے ذکر کیا کہ اجازت کی شرط میں سے یہ ہے کہ مبیع موجود ہو، اور مبیع موت کی وجہ سے فوت ہو چکی ہے ۔[اس لئے بیع کی اجازت جائز نہیں ہے]

تشریح : مشتری من الغاصب نے بیچا نہیں بلکہ اس کے قبضے میں رہتے ہوئے غلام مر گیا یا قتل کر دیا اس کے بعد مالک نے غاصب کو بیع کی اجازت دی تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ پہلے گزرا کہ اجازت کے وقت غلام مبیع موجود رہنا چاہئے، اور وہ فوت ہو چکا ہے اس لئے بیع نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ٢ ایسے ہی قتل کی وجہ سے مبیع فوت ہوگئی اس لئے کہ قتل کی وجہ سے مشتری کے لئے بدل کا واجب کرنا ممکن نہیں ہے تا کہ بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے اصل کو باقی مان لیا جائے، اس لئے کہ قتل کے وقت مشتری کی ایسی ملکیت نہیں ہے جو بدل کے مقابل ہو اس لئے فوت متحقق ہو جائے گی۔ بخلاف بیع صحیح کے اس لئے کہ مشتری کی ملک ثابت ہے اس لئے غلام کا بدل کا واجب کرنا ممکن ہے، اس لئے خلیفہ کے قائم رہنے کی وجہ سے مبیع کا قائم رہنا سمجھا جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یا مبیع موجود ہو یا اس کا خلیفہ موجود ہو تب بیع کی اجازت سے بیع منعقد ہوگی، اور دونوں

لا ملک للمشتري عند القتل ملکا يقابل بالبدل فتحقق الفوات بخلاف البيع الصحيح لأن ملک المشتري ثابت فأمکن إيجاب البدل له فيکون المبيع قائما بقيام خلفه. (۲۳۶) قال ومن باع عبد غيره بغير أمره وأقام المشتري البينة على إقرار البائع أو رب العبد أنه لم يأمره بالبيع وأراد رد المبيع لم تقبل بينته ل لتناقض في الدعوى إذ الإقدام على الشراء إقرار منه بصحته

میں سے کوئی نہ ہو تو بیع منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح : اگر بیع صحیح ہو اور مشتری کے قبضے میں غلام قتل کیا جائے تو غلام کا تاوان مشتری کے قبضے میں مانا جاتا ہے تو گویا کہ غلام کا بدل موجود ہے اس لئے بیع کی اجازت دے تو بیع جائز ہو جاتی ہے، یہاں تو مشتری من الغاصب کی ملکیت موقوف ہے اس لئے غلام کا تاوان بھی اس کے ہاتھ میں نہیں مان سکتے اس لئے نہ غلام موجود ہے اور نہ غلام کا خلیفہ موجود ہے اس لئے اجازت سے بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :(۲۳۶) کسی نے دوسرے کے غلام کو بغیر اس کی اجازت کے بیچ دیا، پھر مشتری نے بائع کے اقرار پر بینہ قائم کیا، یا غلام کے مالک کے اقرار پر بینہ قائم کیا کہ اس نے بیچنے کا حکم نہیں دیا تھا اور بیع کو واپس کرنا چاہتا ہے تو مشتری کا بینہ قبول نہیں کیا جائے گا

ترجمہ :ل دعوی میں تناقض کی وجہ سے اس لئے کہ خریدنے پر اقدام کرنا بیع کے صحیح ہونے کا اقرار ہے، اور بینہ کا مدار دعوی کے صحیح ہونے پر ہوتا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دعوی میں تناقض ہو تو نہ بینہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

تشریح : مثلا عمر نے زید مالک کی اجازت کے بغیر اس کا غلام بیچا اور خالد نے خریدا، پھر خالد مشتری نے دعوی کیا کہ عمر بائع نے اقرار کیا ہے کہ بغیر مالک کی اجازت کے غلام بیچا ہے، یا خود زید مالک کے بارے میں مشتری نے دعوی کیا کہ اس نے بیچنے کی اجازت نہیں دی تھی، اور اس پر گواہ قائم کر کے بیع کو ختم کرنا چاہتا ہے تو اس کا بینہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے جب خریدنے کا اقدام کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس بیع کو صحیح سمجھ رہا ہے، اور بعد میں اس کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہے تو اس کے اقدام اور دعوی میں تناقض ہو گیا اس لئے اس کا گواہ قبول نہیں کیا جائے گا اور بیع رد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :(۲۳۷) اگر بائع نے قاضی کے پاس اجازت نہ دینے کا اقرار کر لیا تو بیع ختم ہو جائے گی۔

ترجمہ :ل اگر مشتری نے بھی بیع ختم ہونے کو طلب کیا، اسلئے کہ تناقض اقرار کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا، لیکن مشتری کیلئے بھی

والبينة مبنية على صحة الدعوى(۲۳۷) وإن أقر البائع بذلک عند القاضي بطل البيع إن طلب المشتري ذلک۱؎ لأن التناقض لا يمنع صحة الإقرار وللمشتري أن يساعده على ذلک فيتحقق الاتفاق بينهما فلهذا شرط طلب المشتري . ۲؎قال رضي الله عنه، وذكر في الزيادات أن المشتري إذا صدق مدعيه ثم أقام البينة على إقرار البائع أنه للمستحق تقبل. وفرقوا أن العبد في

ضروری ہے کہ اقرار کی مدد کرے تا کہ بائع اور مشتری کے درمیان اتفاق ہوجائے ،اسی لئے مشتری کے طلب کرنے کی شرط لگائی ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ تنہا بائع کے اقرار سے کام نہیں چلے گا مشتری کو بھی بیع ختم کرنے کا مطالبہ کرنا ہوگا، کیونکہ اس کے قبضے سے غلام جا ئے گا اور اس کا نقصان بھی ہوگا۔

تشریح: مشتری کے دعوی میں تناقض کے باوجود بائع نے قاضی کے پاس اقرار کرلیا کہ میں نے مالک کی اجازت کے بغیر غلام بیچا تھا تو وہ ایسا کرسکتا ہے، کیونکہ اس کا ذاتی حق ہے، مشتری کے دعوی کے تناقض سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، البتہ مشتری کو مطالبہ کرنا پڑے گا کہ بیع ختم کردی جائے ، کیونکہ بیع ختم ہونے سے مشتری کے ہاتھ سے غلام چلا جائے گا اور اس کا نقصان ہوگا اس لئے اس کے مطالبے پر برقرار رہنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۲؎ زیادات میں ذکر کیا کہ اگر مشتری مدعی کی تصدیق کرے پھر بائع کے اقرار پر بینہ قائم کرے کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مبیع مستحق کا ہے تو اس کا بینہ قبول کیا جائے گا ، اور فرق یہ بیان کیا کہ غلام اس مسئلے میں مشتری کے قبضے میں ہے، اور زیادات کے مسئلے میں مستحق کے قبضے میں ہے، اور ثمن لینے کی شرط یہ ہے کہ عین شیء مشتری کے لئے سالم نہ ہو۔

تشریح: اوپر مسئلہ آیا کہ مشتری نے خریدا جسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ بیع جائز ہے، پھر دعوی کیا کہ بائع نے اجازت بغیر بیچا ہے ،جس کا مطلب ہوا کہ یہ بیع جائز نہیں ہے تو تناقض کی وجہ سے گواہ قبول نہیں کیا جائے گا، لیکن اسی کے قریب زیادات میں ہے کہ مشتری نے خریدا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بیع جائز ہے، پھر دعوی کیا کہ یہ غلام بائع کا نہیں ہے بلکہ فلاں مستحق کا ہے، بائع نے اس کا اقرار کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بیع جائز نہیں ہے، اور اس کے عمل اور اس کی بات میں تناقض ہوگیا، پھر بھی اس کا گواہ قبول کیا جائے گا، تو دونوں میں فرق کیا ہے؟

اس کے لئے یہ اصول بیان کئے ہیں کہ اگر غلام مشتری کے قبضے میں ہو تو اس کا مال محفوظ ہے ، ایسی صورت میں تناقض کے وقت اس کا گواہ قبول نہیں کیا جائے گا ، اور اگر غلام مشتری کے قبضے میں نہ ہو مستحق کے قبضے میں ہو تو اس کا مال محفوظ نہیں ہے اس لئے تناقض کے وقت اس کا گواہ قبول کیا جائے گا تا کہ اس کا مال مل جائے ، زیادات کے مسئلے میں غلام مستحق کے قبضے میں ہے

هـذه الـمسألة في يد المشتري . وفي تلك المسألة في يد غيره وهو المستحق وشرط الرجوع بـالثمن أن لا يكون العين سالما للمشتري . (۲۳۸)قال ومن باع دار الرجل وأدخلها المشتري في بنائه لم يضمن البائع ١ عـند أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف رحمه الله آخرا وكان يقول أولا يضمن البائع وهو قول محمد رحمه الله وهي مسألة غصب العقار وسنبينه إن شاء الله تعالى والله تعالى أعلم بالصواب.

اس لئے اس کا مال محفوظ نہیں ہے اس لئے مال واپس لینے کے لئے اس کا گواہ قبول کیا گیا تا کہ اس کو غلام کی قیمت مل جائے۔ اور اوپر کے مسئلے میں غلام خود مشتری کے قبضے میں ہے اس لئے تناقض کی وجہ سے اس کا گواہ قبول نہیں کیا گیا کیونکہ اس کو غلام کی قیمت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۳۸) کسی نے دوسرے کا گھر بیچا اور مشتری نے اس کو اپنی عمارت میں شامل کرلیا تو بائع گھر کی قیمت کا ضامن نہیں بنے گا

ترجمہ : ١ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور یہی قول ہے امام ابو یوسفؒ کا۔ پہلے فرمایا کرتے تھے بائع کا ضامن بنے گا، اور یہی قول ہے امام محمدؒ کا۔ یہ زمین کے غصب کا مسئلہ ہے جسکو ان شاء اللہ باب الغصب میں ہم بیان کریں گے۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ زمین کا غصب نہیں ہوتا۔

اصول:امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ زمین پر غصب کرے تو غصب شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح :مثلا عمر نے زید کی زمین غصب کی اور خالد کے ہاتھ میں بیچ دی، خالد نے اس کو اپنی عمارت میں شامل کرلیا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عمر زید کی زمین کا ضامن نہیں بنے گا۔

وجہ :عمر نے زید کی زمین پر جو غصب کیا ہے اس کا اعتبار نہیں ہے کسی وقت بھی مالک اپنی زمین مشتری سے لے سکتا ہے اس لئے عمر بائع اس کا ضامن نہیں بنے گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ زمین کا غصب ہوتا ہے اس لئے عمر غاصب نے غصب کر کے خالد کے ہاتھ میں بیچا تو زید کا نقصان کیا اس لئے عمر اس کا ضامن بنے گا۔ تفصیل باب الغصب میں آئے گا ان شاء اللہ، واللہ اعلم بالصواب۔

﴿باب السلم﴾

(۲۳۹)السلم عقد مشروع بالكتاب وهو آية المداينة فقد قال ابن عباس رضي الله عنهما أشهد أن الله تعالى أحل السلف المضمون [۱] وأنزل فيها أطول آية في كتابه وتلا قوله تعالى يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه الآية. وبالسنة وهو ما روي أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم والقياس وإن كان يأباه ولكنا

﴿ باب السلم ﴾

ضروری نوٹ: بیع سلم کا مطلب یہ ہے کہ قیمت ابھی لے اور مبیع کچھ دنوں کے بعد دے۔اس بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۳۹) بیع سلم مشروع عقد ہے قرآن پاک کی آیت سے اور وہ دین کرنے کی آیت ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی نے سلف مضمون کو حلال کیا ہے اور

ترجمہ :[۱] اس بارے میں قرآن کریم میں لمبی آیت اتاری ہے، اور اللہ تعالی کا قول تلاوت کی۔یا ایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه . (آیت ۲۸۲، سورۃ البقرۃ ۲) اور حدیث کی وجہ سے حلال ہے چنانچہ حضور علیہ السلام سے روایت ہے، کہ انسان کے پاس جو چیز نہ ہو اس کی بیع نہ کرے، اور بیع سلم کے بارے میں رخصت دی، اور قیاس اگر چہ اس کا انکار کرتا ہے لیکن حدیث کی وجہ سے ہم نے اس کو چھوڑ دیا، اور قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم فیہ معدوم ہے۔

تشریح : بیع سلم مشروع عقد ہے، چانچہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت مداینت، یعنی دین لینے کی آیت اس سلسلے میں تلاوت کی اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی نے بیع سلم کو حلال قرار دیا یہ آیت اوپر گزر گئی ہے۔اور حدیث جس میں بیع سلم کرنے کی اجازت دی ہے وہ یہ ہے۔عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالثمر السنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم۔(بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ / مسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۱، نمبر ۴۱۱۸/۱۶۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع سلم جائز ہے اور تین شرطوں کا بھی علم ہوا کہ مبیع کی کیل، وزن اور مدت معلوم ہوں۔(۳) صاحب ہدایہ نے جو حدیث ذکر کی ہے یہ اوپر کی حدیث اور اس حدیث کا مجموعہ ہے۔ذکر عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ.....ولا بیع ما لیس عندک. (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یبیع ما لیس عنده، ص ۵۰۵، نمبر ۳۵۰۴ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراهیة بیع ما لیس عنده، ص ۳۰۰، نمبر ۱۲۳۲) (۴) عن حکیم بن حزام قال نهانی رسول الله ان ابیع ما لیس

تـركـنـاه بـمـا رويـنـاه. ووجه القياس أنه بيع المعدوم إذ المبيع هو المسلم فيه. (۲۴۰)قال وهو جـائز في المكيلات والموزونات ١؎ لـقـوله عليه الصلاة والسلام من أسلم منكم فليسلم في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم ٢؎ والـمـراد بالموزونات غير الدراهم والدنانير لأنهما أثمان

عـنـدی . (ترمذی شریف باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندہ،ص۳۰۰،نمبر۱۲۳۲) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ جو چیز آپ کے پاس نہ ہو اس کی بیع نہ کرو۔اس لئے قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جو چیز آپ کے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع جائز نہ ہو اور مسلم فیہ یعنی مبیع ابھی موجود نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ بیع جائز نہیں ہونی چاہئے لیکن اوپر کی حدیث کی بنا پر اور آیت کی بنا پر بیع سلم جائز قرار دی گئی ہے۔

لغت : باب السلم میں بائع کو مسلم الیہ، مشتری کو رب السلم، مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو رأس المال کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۴۰) بیع سلم جائز ہے کیلی چیزیوں، وزنی چیزیوں میں۔

ترجمہ :١؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ جو تم میں سے بیع سلم کرے وہ معلوم کیل، معلوم وزن، اور مدت معلوم میں سلم کرے۔

تشـــریح :جو چیز کیلی ہو یعنی کیل سے ناپ کر بیچی جاتی ہو جیسے گیہوں۔چاول تو اس میں بیع سلم جائز ہے۔اسی طرح جو چیزیں وزنی ہوں جیسے لوہا وغیرہ تو اس کو مسلم فیہ بنا کر بیع سلم کرنا جائز ہے۔

وجـــہ :(۱) کیلی، وزنی، عددی اور ذراعی میں بیع سلم کرنا اس لئے جائز ہے کہ ان کی صفات اور وزن متعین کر دیئے جائیں تو کافی حد تک تعین ہو جاتا ہے اور جھگڑا نہیں ہوگا اس لئے انہیں چیزوں میں سلم جائز ہے۔اور جن چیزوں کو صفات کے ذریعہ متعین کرنا ناممکن ہو ان کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔عـــن ابـن عبـاس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالثمر السنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء فـفی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم۔(بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم،ص۳۵۷،نمبر۲۲۴۰رمسلم شریف، باب السلم،ص۷۰۱،نمبر۴۱۱۸/۱۶۰۴) اس حدیث میں کیل معلوم سے پتہ چلا کہ چیز کیلی ہو، اور وزن معلوم سے پتہ چلا کہ چیز وزنی ہو۔

تـرجـمـہ :٢؎ وزنی سے مراد درہم اور دینار کے علاوہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں ثمن ہیں، اور مسلم فیہ کے لئے ضروری ہے کہ مثمن ہو اس لئے ان دونوں میں سلم صحیح نہیں ہے۔

تشریح :متن میں جو یہ آیا کہ مسلم فیہ وزنی چیز ہو تو درہم اور دینار بھی وزنی ہیں، لیکن انکو مسلم فیہ بنا کر بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے

والمسلم فيه لا بد أن يكون مثمنا فلا يصح السلم فيهما ۳؎ ثم قيل يكون باطلا وقيل ينعقد بيعا بثمن مؤجل تحصيلا لمقصود المتعاقدين بحسب الإمكان والعبرة في العقود للمعاني ۴؎ والأول أصح لأن التصحيح إنما يجب في محل أوجبا العقد فيه ولا يمكن ذلك. (۲۴۱)قال وكذا في المذروعات ا؎ لأنه يمكن ضبطها بذكر الذرع والصفة والصنعة ولا بد منها لترتفع الجهالة

وجہ:مسلم فیہ ایسی چیز ہونی چاہئے جو متعین کرنے سے متعین ہو جائے ،اور مثمن ہو یعنی ثمن سے خریدا جا سکتا ہو،اور درہم اور دینار تو خود ثمن ہیں،اور متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے درہم اور دینار میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ۳؎ پھر کہا گیا کہ بیع باطل ہوگی ،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ثمن موخر کہہ کر بیع منعقد ہو جائے گی حتی الامکان عقد کرنے والے کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور عقد میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے۔

تشریح :بعض حضرات[عیسی بن ابانؒ] نے فرمایا کہ یہ بیع سلم بالکل باطل ہے،کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوگی۔بعض دوسرے حضرات[ابوبکر اعمشؒ] نے فرمایا کہ اس کی یوں تصحیح کی جا سکتی ہے کہ جو چاول، گیہوں راس المال[ثمن] ہے اس کو مبیع قرار دی جائے اور جو درہم دینار مسلم فیہ ہے اور بعد میں ادا کرنا ہے،اس کو ثمن موخر قرار دیا جائے ،اور یوں کہا جائے کہ ابھی چاول دیکر ادھار اس کی قیمت لی ہے اور اس طرح اس بیع کو جائز قرار دی جائے۔

وجہ : جملہ اگر چہ بیع سلم کا بولا ہے،لیکن معانی کے اعتبار سے ثمن مؤجل کے ساتھ مبیع بیچنا ہے اس لئے دونوں عقد کرنے والوں کے مقصد کا اعتبار کیا جائے ،اور حتی الامکان بیع کو جائز قرار دیا جائے۔

ترجمہ :۴؎ پہلی روایت[کہ بیع باطل ہے] صحیح ہے اس لئے کہ تصحیح اس صورت میں واجب ہوتی ہے جہاں جہاں عقد بنانا ممکن ہو،اور یہاں اس کا امکان نہیں ہے۔

تشریح : پہلی روایت صحیح کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ درہم اور دینار کو یہاں مبیع بنایا، جو کسی حال میں نہیں بن سکتا کیونکہ وہ تو پیدائشی ثمن ہے اس لئے بیع درست ہی نہیں ہوگی۔

ترجمہ:(۲۴۱) اور ایسے ہی ہاتھ سے ناپی جانے والی چیزوں میں بیع سلم جائز ہے۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ گز صفت اور کاریگری کے ذکر سے اس کا ضبط کرنا ممکن ہے،اور یہ سب ضروری ہے تا کہ جہالت ختم ہو جائے اور سلم صحیح ہونے کی شرط متحقق ہو جائے۔

تشریح : کپڑا وغیرہ جو ہاتھ سے ناپا جاتا ہو اس کی بیع سلم جائز ہے۔

وجہ :(ا) گز کے ذریعے،اور صفت بیان کرنے کے ذریعے،اور کس فیکٹری کا ہے اس کے ذریعے اس کو متعین کرنا ممکن ہے

فيتحقق شرط صحة السلم(۲۴۲) وكذا في المعدودات التي لا تتفاوت كالجوز والبيض ۱؎ لأن العددي المتقارب معلوم القدر مضبوط الوصف مقدور التسليم فيجوز السلم فيه والصغير والكبير فيه سواء لاصطلاح الناس على إهدار التفاوت بخلاف البطيخ والرمان لأنه يتفاوت آحاده تفاوتا فاحشا وبتفاوت الآحاد في المالية يعرف العددي المتقارب.۲؎ وعن أبي حنيفة

اس لئے اس کی بیع سلم جائز ہے۔(۲)اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔**عن ابن عباس فی السلف فی الکرابیس قال اذا کان ذراع معلوم الی اجل معلوم فلا بأس** ۔(سنن للبیھقی ، باب السلف فی الحنطة والشعیر والزبیب والزیت والثیاب وجمیع ما یضبط بالصفة ، ج سادس، ص ۴۲،نمبر۱۱۱۲۳ ر مصنف ابن ابی شیبة ۱۷۳ فی السلم بالثیاب، ج رابع ،ص۳۹۸،نمبر۲۱۴۰۳)(۳)اس قول تابعی میں بھی ہے۔**عن سعید بن المسیب قال لا بأس فی السلم فی الثیاب ، ذراع معلوم الی اجل معلوم** ۔(مصنف ابن ابی شیبة۱۷۳فی السلم بالثیاب، ج رابع ،ص۳۹۸،نمبر۲۱۳۹۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کپڑا جو ہاتھ سے ناپا جاتا ہے اس کی بیع سلم جائز ہے۔

ترجمہ :(۲۴۲)ایسے ہی عددی چیز جس میں زیادہ فرق نہ ہوتا ہو، جیسے اخروٹ اور انڈا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ یہ عددی ہیں اور قریب قریب ہیں مقدار معلوم ہے اور اس کا وصف بیان سے منضبط ہو سکتا ہے، اور انکو سپرد کرنا بھی ممکن ہے، اس لئے اس میں سلم جائز ہے لوگوں کی اصطلاح سے چھوٹا بڑا برابر ہے، کیونکہ تفاوت کا اعتبار نہیں ہے، بخلاف خربوزے اور انار کے اس لئے کہ اس کے افراد میں بہت تفاوت ہوتا ہے، اور افراد میں مالیت کے تفاوت سے عددی چیز کا تفاوت پہچانا جاتا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔صفات متعین کرنے کے ذریعہ جو چیزیں متعین کی جاتی ہو اس کی بیع سلم جائز ہے۔

تشریح : وہ چیزیں جو گن کر بیچتے ہیں اور آپس میں زیادہ فرق نہیں ہوتا، اور تھوڑا بہت ہوتا ہے تو لوگ اس کا اعتبار نہیں کرتے ، اور اس کی صفت بھی معلوم کی جا سکتی ہے اور سپرد کرنا بھی ممکن ہے، جیسے انڈا اور اخروٹ، ایسی چیزوں کو سلم کے طور پر بیچنا جائز ہے۔اس کے برخلاف خربوزے اور انار کو سلم کے طور پر بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ کوئی بہت بڑا ہوتا ہے اور کوئی بہت چھوٹا ہے اور اس کی قیمت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

وجہ :**کان ابن مسعود لا یری بالسلم فی کل شي بأسا الی اجل ما خلا الحیوان** ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۱۷۳فی السلم بالثیاب، ج رابع ،ص۳۹۹،نمبر۲۱۴۰۴)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جانور کے علاوہ میں بیع سلم جائز ہے۔

لغت :الجوز: اخروٹ ۔البیض :انڈا۔المذروعات : ذراع سے مشتق ہے، جو چیز ہاتھ سے ناپی جاتی ہو یا گز سے ناپی جاتی

رحمه الله أنه لا يجوز في بيض النعامة لأنه يتفاوت آحاده في المالية ٣ ثم كما يجوز السلم فيها عددا يجوز كيلا. ٤ وقال زفر رحمه الله لا يجوز كيلا لأنه عددي وليس بمكيل. وعنه أنه لا يجوز عددا أيضا للتفاوت. ٥ ولنا أن المقدار مرة يعرف بالعدد وتارة بالكيل وإنما صار معدودا بالاصطلاح فيصير مكيلا باصطلاحهما ٦ وكذا في الفلوس عددا. وقيل هذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله. وعند محمد رحمه الله لا يجوز لأنها أثمان. ولهما أن الثمنية في حقهما

ہو جیسے کپڑا۔ مضبوط الوصف: جسکی صفت بیان کر کے متعین کرنا ممکن ہو۔ اهدر التفاوت: فرق کا لوگ اعتبار نہیں کرتے ہیں

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ شتر مرغ کے انڈے میں بیع سلم جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کے افراد کی قیمت میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔

تشریح :واضح ہے۔

ترجمہ :٣ عددی چیز میں بیع سلم جس طرح گن کر جائز ہے اسی طرح کیل کر کے بھی جائز ہے۔

تشریح : جن چیزوں کی بیع سلم گن کر جائز ہے ان کو کیل کر کے بیع سلم کرے تب بھی جائز ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی اصطلاح سے وہ عددی تھی تو لوگوں کی اصطلاح سے وہ کیلی بھی بن جائے گا، اور اس کی مقدار جس طرح گن کر معلوم کی جاتی ہے اسی طرح کیل کر کے بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ :٤ اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ کیل کر کے جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ عددی ہے کیلی نہیں ہے، اور انہیں سے ایک روایت یہ ہے کہ تفاوت کی وجہ سے گن کر بھی جائز نہیں ہے۔

تشریح : امام زفرؒ سے دو روایتیں ہیں [١] ایک روایت یہ ہے کہ وہ عددی ہے اس لئے اس کو کیل کر کے بیچنا جائز نہیں ہے ، اور دوسری روایت یہ ہے کہ گن کر بھی بیع سلم جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے افراد میں تفاوت ہوتا ہے۔

ترجمہ :٥ ہماری دلیل یہ ہے کہ مقدار کبھی معلوم ہوتی ہے گن کر کے اور کبھی کیل کر کے، اور چیز اصطلاح کی وجہ سے عددی ہوتی ہے، تو دونوں کی اصطلاح سے کیلی ہو جائے گی۔

تشریح :یہ ہماری دلیل ہے کہ لوگوں کی اصطلاح سے عددی تھی تو بائع اور مشتری کی اصطلاح سے کیلی ہو جائے گی اس لئے کیلی کر کے بیع سلم جائز ہوگی۔

ترجمہ :٦ ایسے ہی فلوس کو گن کر بیع سلم کرنا جائز ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی

باصطلاحهما فتبطل باصطلاحهما ولا تعود وزنيا وقد ذكرناه من قبل(۲۴۳) ولا يجوز السلم في الحيوان ‌ **وقال الشافعي رحمه الله يجوز لأنه يصير معلوما ببيان الجنس والسن والنوع**

رائے ہے۔اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی بیع سلم ہی جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ ثمن ہے۔شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے ماننے سے دونوں کے حق میں ثمنیت تھی اس لئے دونوں کے اصطلاح سے اس کی ثمنیت باطل ہو جائے گی ، اور دوبارہ وزنی نہیں بنے گی ،جسکو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

تشریح : پیتل وغیرہ کے پیسے کو فلوس کہتے ہیں، پیتل اصل میں وزنی ہے، لیکن اس کا پیسہ بنا دیا جائے تو وہ عددی بن جاتی ہے، اس لئے اب گن کر بیع سلم کرنا جائز ہے، باقی رہا تھا کہ وہ ثمن تھا اس لئے اس کو مبیع بنانا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اس کی ثمنیت پیدائشی نہیں ہے یہ تو لوگوں کے اصطلاح سے ثمن بنا ہے اس لئے بائع اور مشتری کے اتفاق کر لینے سے ثمنیت ختم ہو جائے گی اور بیع سلم میں مبیع بن جائے گی۔اور دوبارہ وزنی اس لئے نہیں بنے گی کہ ان دونوں نے وزنیت کے ختم ہونے پر اتفاق نہیں کیا ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے اتفاق سے فلوس اب ثمن بن گیا ہے اس لئے اس کو بیع سلم میں مبیع بنانا جائز نہیں ہے اس لئے اس کی بیع سلم ہی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۴۳) اور نہیں جائز ہے سلم حیوان میں۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ،جن چیزوں کو صفات کے ذریعہ متعین نہیں کر سکتے ان کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

تشریح : قیمت ابھی ادا کرے اور حیوان کی ساری صفات متعین کر کے اس کو مثلا مہینہ بعد میں لے اور اس میں بیع سلم کرے

وجہ : (۱) دو حیوانوں کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے۔بعض مرتبہ ظاہری طور پر دو گائے ایک جیسی ہو جائے گی لیکن ایک گائے زیادہ دودھ دے گی اور دوسری کم ،ایک زیادہ بچے دے گی اور دوسری کم ،اس اعتبار سے معنوی طور پر دو گایوں میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔اس لئے جانور میں صفت متعین کرنا مشکل ہے۔اس لئے اس کی بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن سمرة ان النبی ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ ،ص ۳۰۱ ،نمبر ۱۲۳۷ /ابوداؤد شریف، باب الحیوان بالحیوان نسیئۃ ،ص ۴۸۸ ،نمبر ۳۳۵۶) اس حدیث میں حیوان کو ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے۔اور بیع سلم ادھار ہوتی ہے اس لئے بیع سلم حیوان میں جائز نہیں ہے۔(۳) **كان ابن مسعود لا يرى بالسلم فی كل شي بأسا الى اجل ما خلا الحيوان** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۷ افی السلم بالثیاب، ج رابع ،ص ۳۹۹ ،نمبر ۲۱۴۰۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جانور کے علاوہ میں بیع سلم جائز ہے۔

والصفة والتفاوت بعد ذلک يسير فأشبه الثياب. ۲؎ ولنا أنه بعد ذكر ما ذكر يبقى فيه تفاوت فاحش في المالية باعتبار المعاني الباطنة فيفضي إلى المنازعة بخلاف الثياب لأنه مصنوع للعباد فقلما يتفاوت الثوبان إذا نسجا على منوال واحد. ۳؎ وقد صح أن النبي عليه الصلاة والسلام

ترجمه :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جانور کی بیع سلم جائز ہے۔اس لئے کہ جنس بیان کردے،عمر بیان کردے،قسم بیان کردے،اور صفات بیان کردے تو جانور معلوم ہوجائے گا،اور اس کے بعد فرق کم رہ جاتا ہے اس لئے یہ کپڑے کی طرح ہوگیا۔

وجه (۱)وہ فرماتے ہیں کہ جانور کی تمام صفات اور عمر وغیرہ متعین کردی جائیں تو کافی حد تک متعین ہوجاتا ہے۔اس لئے جانور،کی بیع سلم جائز ہے(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن عبد الله بن عمر ان رسول الله امره ان يجهز جيشا فنفدت الابل فامره ان يأخذ في قلاص الصدقة فكان يأخذ البعير بالبعيرين الى ابل الصدقة۔**(ابو داؤد شریف،باب في الرخصة في ذلک[ای فی بیع الحیوان بالحیوان نسیئة]ص ۴۸۸،نمبر ۳۳۵۷/ابو داؤد،باب فی حسن القضاء، ص ۴۸۷،نمبر ۳۳۴۶)اس حدیث میں آپؐ نے ایک اونٹ کے بدلے دو اونٹ دیکر ادھار خریدا ہے جو بیع سلم کی شکل ہے اس لئے امام شافعیؒ کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز ہے۔

ترجمه :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کے ذکر کرنے کے بعد بھی باطنی معانی کے اعتبار سے مالیت میں بہت فرق باقی رہ جاتا ہے جو جھگڑے تک پہنچائے گا۔بخلاف کپڑے کے اس لئے کہ وہ بندے کی بناوٹ ہے اس لئے دو کپڑوں میں کم فرق رہتا ہے اگر ایک ہی آلہ پر بنا جائے۔

تشریح :دو جانوروں کے کتنے ہی صفت بیان کردئے جائیں پھر بھی دونوں میں فرق باقی رہ جاتا ہے،اور اس کی مالیت میں فرق رہاتا ہے،مثلا ایک گائے زیادہ دودھ دیتی ہے اور دوسری کم دیتی ہے،ایک بیل ہل میں اچھا چلتا ہے دوسرا کم چلتا ہے اس لئے اس کی بیع سلم جائز نہیں ہوگی،اس کے برخلاف کپڑا انسان کی بناوٹ ہے اس لئے ایک ہی آلے پر بنا جائے تو دو کپڑوں میں بہت کم فرق رہے گا اس لئے اس کی بیع سلم جائز ہوگی۔

لغت :نسج:کپڑا بننا۔منوال:نال سے مشتق ہے۔دینا،منوال کپڑا بننے والے وہ لکڑی جس پر کپڑا لپیٹتے ہیں۔یہاں مراد ہے آلہ۔

ترجمه :۳؎ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے جانور میں بیع سلم کرنے سے منع فرمایا ہے،اور اس میں جانور کی تمام جنسیں شامل ہیں،یہاں تک کہ چڑیوں میں بھی بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔

نهى عن السلم في الحيوان ويدخل فيه جميع أجناسه حتى العصافير. (۲۴۴) قال ولا في أطرافه كالرءوس والأكارع ؎ لـلتفاوت فيها إذ هو عددي متفاوت لا مقدر لها. (۲۴۵) قال ولا في الجلود عددا ولا في الحطب حزما ولا في الرطبة جرزا ؎ للتفاوت فيها ؎ إلا إذا عرف ذلک بأن بين له طول ما يشد به الحزمة أنه شبر أو ذراع فحينئذ يجوز إذا كان على وجه لا

تشریح :صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔(۱)عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ نهى عن السلف فى الحيوان ۔(دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۶۰، نمبر ۳۰۴۰)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حیوان میں بیع سلم سے منع فرمایا۔(۲)اس حدیث میں بھی منع فرمایا ہے۔عن سمرة ان النبى ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ، ص ۳۰۱، نمبر ۱۲۳۷/ابوداؤد شریف، باب الحیوان بالحیوان نسیئۃ، ص ۴۸۸، نمبر ۳۳۵۶)اس حدیث میں حیوان کو ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے۔اور بیع سلم ادھار ہوتی ہے اس لئے بیع سلم حیوان میں جائز نہیں ہے

ترجمہ :(۲۴۴) جانور کے اعضاء میں جیسے سر، اور پاؤں کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :؎ اس میں تفاوت کی وجہ سے،اس لئے کہ وہ عددی ہے متفاوت ہے،اس کے واسطے کوئی اندازہ نہیں ہے۔

تشریح :جانور کا سر اور پاؤں کی بیع سلم کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ عددی ہے،اور اس میں تفاوت ہوتا ہے۔

ترجمہ :(۲۴۵)اور کھالوں کی بیع سلم گن کر اور لکڑیوں کی بیع گٹھری سے اور گھاس کی بیع سلم پولی سے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :؎ تفاوت کی وجہ سے۔

اصول : یہ سب مسئلے اس اصول پر ہیں کہ،جن چیزوں کو صفات کے ذریعہ متعین نہیں کر سکتے ان کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

تشریح :کھال کو گن کر بیچے،لکڑی کو گٹھری بنا کر بیچے، یا گھاس کو پولی بنا کر بیع سلم کرے تو جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں تفاوت ہوتا ہے۔

لغت :اطراف : طرف کی جمع ہے اعضاء۔ جلود : جلد کی جمع ہے کھال۔ عددا : گن کر۔ اکارع: کراع کی جمع ہے، جانور کا پاؤں ۔حطب : ایندھن کی لکڑی ۔حزما: گٹھری ۔رطبۃ : تر گھاس ۔جزرا: گھاس کا گٹھر، گھاس کی پولی ۔شبر : بالشت ۔ ذراع: ہاتھ۔

ترجمہ :؎ مگر جبکہ معلوم ہو اس طرح کہ اس چیز کی لمبائی ایک بالشت ہے یا ایک ہاتھ ہے بیان کر دے جس سے گٹھا باندھا جائے گا تو اس وقت بیع سلم جائز ہوگی اگر اس طرح ہو کہ تفاوت نہ ہو۔

يتفاوت(۲۴۶) قال ولا يجوز السلم حتى يكون المسلم فيه موجودا من حين العقد إلى حين المحل حتى لو كان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل أو على العكس أو منقطعا فيما بين ذلک لا يجوز ١وقال الشافعي رحمه الله يجوز إذا كان موجودا وقت المحل لوجود القدرة

تشریح :اگر گٹھے کی لمبائی چوڑائی اس طرح بیان کر دیا جائے کہ زیادہ تفاوت نہ رہے، مثلا اتنا ہاتھ لمبا ہوگا اور اتنی بالشت چوڑا ہوگا بیان کر دے تو بیع سلم جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۴۶) اور نہیں جائز ہے سلم یہاں تک کہ مسلم فیہ موجود ہو عقد کے وقت سے دینے کے وقت تک۔ یہاں تک کہ اگر عقد کے وقت موجود نہ ہو، اور دینے کے وقت موجود ہو، یا اس کا الٹا ہو، یا عقد اور دینے کے درمیان موجود نہ ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے

تشریح : یہاں سے بیع سلم صحیح ہونے کے لئے اس کے شرائط کا بیان ہے۔ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ایسی چیز کی بیع سلم جائز ہے جو عقد کے وقت سے جس دن مبیع مشتری کو دینا ہے اس وقت تک بازار میں موجود ہو اور ملتی ہو۔ اگر وہ چیز بازار میں بھی نہیں ملتی ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے۔ یا دینے کے دنوں ملے گی لیکن ابھی بازار میں نہیں ہے۔ درمیان میں بازر سے غائب ہونے کا قوی امکان ہے تب بھی بیع سلم جائز نہیں ہوگی۔

وجہ :(۱) جو چیز بازار میں ملتی نہیں ہے اس کی بیع سلم کر لیں تو وقت آنے پر مشتری کو کیا چیز دیں گے۔ اور کیسے اس کے روپے حلال کریں گے۔ اس لئے منع فرمایا (۲) حدیث میں ایسی چیز کی بیع سلم سے منع فرمایا جو ابھی بازار میں نہیں ملتی ہو۔ اس حدیث کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن ابن عمر ان رجلا اسلف رجلا فی نخل فلم تخرج تلک السنة شيئا فاختصما الى النبى ﷺ فقال بما تستحل ماله اردد عليه ماله ثم قال لا تسلفوا فى النخل حتى يبدو صلاحه . (ابوداؤد شریف، باب فی السلم فی ثمرة بعينها ص ۵۰۱، نمبر ۳۴۶۷ ربخاری شریف، باب السلم فی النخل ص ۳۵۸، نمبر ۲۲۴۷ ر ابن ماجہ شریف، باب اذا اسلم فی نخل بعينه لم يطلع ص ۳۲۷، نمبر ۲۲۸۴) اس حدیث میں فرمایا کہ بازار میں بھی اصل موجود نہ ہو تو کیسے بیع کرو گے؟ اور کیسے مشتری کے مال کو حلال کرو گے؟ اس لئے مال کا بازار میں ہونا ضروری ہے

اصول: مال کم از کم بازار میں ملتا ہو تو بیع سلم جائز ہوگی۔

لغت:المسلم فیہ : مبیع۔ المحل : مدت حلول ہونے کا وقت، مبیع دینے کا وقت۔

ترجمہ :١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر دینے کے وقت مبیع موجود ہو تب بھی جائز ہے واجب ہونے کے وقت دینے پر قدرت پائے جانے کی وجہ سے۔

علـى التسليم حال وجوبه. ۲؎ ولنـا قـولـه علـيـه الصلاة والسلام لا تسلفوا في الثمار حتى يبدو صلاحها ۳؎ ولأن القـدرة عـلـى التسـليم بالتحصيل فلا بد من استمرار الوجود في مدة الأجل ليتمكن من التحصيل. (۲۴۷) ولـو انـقطع بعد المحل فرب السلم بالخيار إن شاء فسخ السلم وإن شاء انتظر وجوده۱؎ لأن السلم قد صح والعجز الطارء على شرف الزوال فصار كإباق المبيع

وجه: دینے کے وقت مبیع موجود ہے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اسی وقت مبیع کی ضرورت پڑے گی، اس وقت خرید کر دے دیگا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے پھل میں سلم مت کرو یہاں تک کہ اس کا صلاح ظاہر ہو جائے۔

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر گئی

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ سپرد کرنے پر قدرت بار بار حاصل کرنے پر ہے اجل کی مدت میں ہمیشہ موجود رہنا ضروری ہے تا کہ حاصل کر سکے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ بیع سلم غریبوں کی بیع ہے اس لئے اس کو بار بار خرید کر حاصل کرے گا تا کہ وقت پر ادا کر سکے، اس لئے عقد سے وقت سے دینے کے وقت بازار میں موجود ہونا چاہئے۔

لغت: تحصیل: حصل سے مشتق ہے، حاصل کرنا، یہاں مراد ہے مبیع کو بار بار خرید و فروخت کر کے اس کو بیع سلم کے لئے جمع کرنا۔ مدة الاجل: دینے کی مدت میں۔

ترجمہ: (۲۴۷) اور اگر وقت مقرر کے بعد مبیع منقطع ہوئی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو بیع سلم کو فسخ کر دے، اور چاہے تو مبیع کے پائے جانے کا انتظار کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بیع سلم تو صحیح ہے اور عاجزی طاری ہے جو ختم ہو سکتی ہے، تو ایسا ہوا کہ قبضہ سے پہلے غلام بھاگ گیا۔

تشریح: مبیع بازار میں موجود تھی لیکن جس وقت دینا تھا اس مدت کے بعد مبیع ختم ہوئی ہے، اس لئے بیع سلم تو جائز ہوگئی ہے، کیونکہ بیع سلم جائز ہونے کے لئے یہی شرط ہے کہ عقد کے وقت سے دینے کے وقت تک مبیع بازار میں موجود ہو اس لئے بیع سلم جائز ہوگئی، البتہ اب بازار میں نہیں مل رہی ہے تو مشتری [رب السلم] کو اختیار ہے کہ اب بیع فسخ کر دے یا مبیع ملنے تک کا انتظار کر لے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ بیع طے ہونے کے بعد غلام بھاگ گیا تو بیع ہوگئی، اس لئے یا اب بیع فسخ کر دے یا غلام کے ملنے کا انتظار کر لے۔

وجہ: بیع موجود ہونے کی وجہ یہ ہے عاجزی مدت پوری ہونے کے بعد آئی ہے، اور یہ ممکن ہے کہ مبیع جلد ہی ملنے لگ جائے اور یہ مجبوری ختم ہو جائے۔

قبل القبض. (۲۴۸)قال ويجوز السلم في السمك المالح وزنا معلوما وضربا معلوما[لأنه معلوم القدر مضبوط الوصف مقدور التسليم إذ هو غير منقطع] ولا يجوز السلم فيه عددا ۱؎ للتفاوت.(۲۴۹) قال ولا خير في السلم في السمك الطري إلا في حينه وزنا معلوما وضربا معلوما ۱؎ لأنه ينقطع في زمان الشتاء حتى لو كان في بلد لا ينقطع يجوز مطلقا وإنما يجوز وزنا لا عددا لما ذكرنا. ۲؎ وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه لا يجوز في لحم الكبار منها وهي التي تقطع

ترجمه :(۲۴۸)نمکین مچھلی کی بیع سلم جائز ہے وزن معلوم ہو اور قسم معلوم ہو۔

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ مقدار بھی معلوم ہے اور وصف بھی ضبط کے قابل ہے اور سپرد کرنا بھی قدرت میں ہے اس لئے کہ وہ بازار سے منقطع نہیں ہوتی۔لیکن گن کر کے بیع سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں تفاوت ہوتی ہے۔

تشریح :جو مچھلی نمک ڈال کر سکھا دیتے ہیں اور بازار میں ہمیشہ ملتی ہے اس میں یہ تین صفت پائی جاتی ہے[۱]اس کا وزن معلوم ہوتا ہے۔[۲] وہ مچھلی کس قسم کی ہے یہ بھی معلوم ہوتی ہے [۳] چونکہ ہر وقت بازار میں موجود رہتی ہے اس لئے کسی وقت بھی سپرد کرنا آسان ہے اس لئے وزن کے طور پر بیع سلم کرنا جائز ہے،لیکن گن کر بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس لئے کہ اس کے افراد میں فرق ہوتا ہے جو مفضی الی المنازعۃ ہے۔

ترجمه :(۲۴۹) تازی مچھلی کی بیع سلم میں کوئی خیر نہیں ہے مگر اس کے زمانے میں جبکہ وزن معلوم ہو اور قسم معلوم ہو۔

ترجمه :۱؎ اس لئے سردی کے زمانے میں مچھلیاں منقطع ہو جاتیں ہیں،چنانچہ کسی ملک میں کبھی بھی منقطع نہ ہوتی ہو تو جائز ہے،اور وزن کر کے جائز ہے،گن کر جائز نہیں ہے اس کی وجہ ذکر کر دی ہے[کہ اس کے افراد میں تفاوت ہوتا ہے]

تشریح :تازی مچھلی سردی میں نہیں ملتی ہے اس لئے جس زمانے میں ملتی ہو اسی زمانے میں بیع سلم جائز ہوگی اور جس زمانے میں نہیں ملتی اس میں جائز نہیں ہے،ہاں اگر اس ملک میں ہر زمانے میں ملتی ہے تو ہر زمانے میں جائز ہوگی،دوسری بات یہ ہے کہ وزن کر کے جائز ہوگی،گن کر جائز نہیں ہوگی،کیونکہ اس کے افراد میں تفاوت ہوتا ہے جس سے جھگڑا ہوگا۔

ترجمه :۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ بڑی مچھلی کے گوشت میں بیع سلم جائز نہیں ہے،جس مچھلی کو کاٹ کر بیچتے ہوں،گوشت پر قیاس کرتے ہوئے،انکے نزدیک۔

تشریح : جانور کے گوشت میں بیع سلم جائز نہیں ہے چربی ہو یا نہ ہو اس کی وجہ سے فرق پڑتا ہے،اسی طرح بوڑھے جانور اور جوان جانور کے گوشت میں فرق ہوتا ہے،اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گوشت میں بیع سلم جائز نہیں اسی پر قیاس کر کے وہ مچھلی جو بڑی ہو اور کاٹ کر بیچی جاتی ہو اس کے گوشت میں بیع سلم جائز نہیں ہے،کیونکہ اس کے گوشت میں بھی فرق ہوگا۔

اعتبارا بالسلم في اللحم عنده .(۲۵۰)قال ولا خير في السلم في اللحم عند أبي حنيفة رحمه الله. ا وقالا إذا وصف من اللحم موضعا معلوما بصفة معلومة جاز لأنه موزون مضبوط الوصف ولهذا يضمن بالمثل. ويجوز استقراضه وزنا ويجري فيه ربا الفضل ۲ بخلاف لحم الطيور لأنه لا يمكن وصف موضع منه. ۳ وله أنه مجهول للتفاوت في قلة العظم وكثرته أو في سمنه وهزاله

ترجمه : (۲۵۰)امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گوشت میں سلم کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

وجه : گوشت گوشت میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے گوشت میں بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه :ا صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر گوشت کے متعین جگہ کا وصف بیان کر دیا جائے معلوم صفت کے ساتھ تو سلم جائز ہے، اس لئے کہ وہ وزنی ہے صفت منضبط کی جاسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا ضمان مثل کے ساتھ ہوتا ہے، اور وزن کر کے اس کا قرض لینا جائز ہے، اور زیادہ ہو جائے تو سود جاری ہوتا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کی رائے ہے کہ جسم کے جس حصے کا گوشت لینا ہے اس کو متعین کر دیا جائے اور اس کی صفت بیان کر دی جائے اور وزن معلوم ہو جائے تو اس کی بیع سلم جائز ہے، کیونکہ گوشت وزنی ہے اور اس کی صفت ضبط کی جاسکتی ہے، اس لئے اس کی بیع سلم جائز ہے۔ آگے اس کے لئے چار مثالیں دی ہیں [۱] اگر گوشت ہلاک ہو جائے تو گوشت ہی لازم ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ مثلی ہے [۲] اس کو وزن کر کے قرض دینا جائز ہے۔ [۳] اگر گوشت کے بدلے میں گوشت بیچے اور کمی زیادتی ہو جائے تو سود ہوگا، یہ چاروں مثالیں اس بات کی دلیل ہے کہ گوشت وزنی ہے اور معلوم الصفت ہے اس لئے اس کی بیع سلم جائز ہے۔

لغت : ربوا الفضل: گوشت کو گوشت کے بدلے میں بیچے اور کمی زیادتی ہو جائے تو اس کو ربوا الفضل، کہتے ہیں۔

ترجمه : ۲ بخلاف پرندے کے گوشت کے اس لئے کہ اس کے کسی ایک جگہ کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح : پرندہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس کی گردن، یا ٹانگ کو متعین کر کے گوشت نہیں لیا جاسکتا ہے، وہ تو پورا ہی بیچا جاتا ہے، اس لئے اس میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

ترجمه :۳ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ گوشت مجہول ہے تفاوت کی وجہ سے ہڈی کے کم بیش ہونے میں، موٹے اور دبلے ہونے میں سال کے موسموں کے اختلاف ہونے میں، اور یہ جہالت جھگڑے تک پہونچانے والے ہیں۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ کسی گوشت میں ہڈی زیادہ ملاتے ہیں کسی میں کم جس سے قیمت میں فرق ہوتا ہے، جوان جانور کا گوشت اچھا ہوتا ہے، جبکہ بوڑھا کا گوشت اتنا اچھا نہیں ہوتا، موٹے جانور میں چربی ہوتی ہے اور دبلے میں نہیں ہوتی

علی اختلاف فصول السنة وهذه الجهالة مفضية إلی المنازعة. ۴؎ وفي مخلوع العظم لا یجوز علی الوجه الثاني وهو الأصح ۵؎ والتضمین بالمثل ممنوع. وکذا الاستقراض وبعد التسلیم

،گرمی کے موسم میں گوشت اچھا ہوتا ہے جبکہ دوسرے موسم میں وہ بات نہیں ہوتی اس لئے گوشت کی صفت کو منضبط کرنا ناممکن ہے،اس لئے اس کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

لغت :سمن:موٹا ہونا۔ ہزال :دبلا پتلا ہونا۔فصول السنۃ: سال میں تین موسم ہوتے ہیں[۱] سردی،[۲] گرمی[۳] بارش کا موسم اس کو فصول السنۃ کہتے ہیں۔

ترجمہ :۴؎ ہڈی کو نکالے ہوئے گوشت کی بیع سلم جائز نہیں ہے دوسری وجہ سے اور وہی صحیح ہے۔

تشریح :ہڈی نکال کر خالص گوشت کی بیع سلم بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں ہڈی کی کمی بیشی نہیں ہوگی،لیکن چربی،اور غیر چربی کی کمی بیشی ہوگی،یا موسم کے فرق سے گوشت میں فرق آئے گا جسکی وجہ سے بیع سلم جائز نہیں ہوگی۔یہاں دوسری وجہ سے مراد چربی اور غیر چربی ہے،یا دبلا اور موٹا ہونا ہے۔مخلوع:خلع سے مشتق ہے،نکالنا،ہڈی سے گوشت نکالنا۔

ترجمہ :۵؎ اور مثل کے ساتھ ضمان دینا ممنوع ہے،ایسے ہی قرض لینا بھی ممنوع ہے۔اور تسلیم کرنے کے بعد تو مثل دینا قیمت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔اور اس لئے کہ قبضہ کرتے وقت دیکھا جائے گا،اس لئے قبضہ کرنے کے مثل ابھی پہچانا جائے گا، بہر حال صفت بیان کرنا تو اس پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا

تشریح : عبارت پیچیدہ ہے۔۔یہ امام صاحبینؒ کو جواب ہے،انہوں نے استدلال کیا تھا کہ گوشت ہلاک ہوجائے تو اس کا مثل دینا پڑتا ہے،دوسرا استدلال تھا کہ گوشت کو قرض پر لیتے ہیں،اس لئے اس کی بیع سلم بھی جائز ہونی چاہئے۔اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ گوشت ہلاک ہوجائے تو اس کا ضمان گوشت لازم ہوا ایسا نہیں ہے، بلکہ قیمت لازم ہوتی ہے،اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ گوشت ہی لازم ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو قیمت ہی لازم کرنی تھی،لیکن یہ صرف معنوی مثل ہے،اور گوشت معنوی طور پر بھی مثل ہے اور ظاہری طور بھی مثل ہے اس لئے یہ زیادہ اعدل اور بہتر ہے۔

یہ دوسرا استدلال[قرض لینے] کا جواب ہے۔۔اسی طرح گوشت کو وزن کرکے قرضہ لینا ہمارے یہاں جائز نہیں ہے اس لئے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے،اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو فرق یہ ہے کہ گوشت کو قرضہ لیتے وقت دیکھے گا اس لئے اس کے تمام صفات سامنے آجائیں گے،اور جب گوشت واپس دیں گے تو اسی صفت کے ساتھ واپس لینے کا مطالبہ کیا جائے گا، اور بیع سلم میں تو ابھی گوشت کی صرف صفت بیان کی جائے گی،اور مہینے کے بعد لیا جائے گا تو تمام صفت متعین نہیں ہوسکیں گے اس لئے قرض لینا تو جائز ہوگا،اس کی بیع سلم کرنا جائز نہیں ہوگا۔۔

فالمثل أعدل من القيمة ولأن القبض يعاين فيعرف مثل المقبوض به في وقته أما الوصف فلا يكتفى به. (۲۵۱)قال ولا يجوز السلم إلا مؤجلا ۱؎ وقال الشافعي رحمه الله يجوز حالا لإطلاق الحديث ورخص في السلم. ولنا قوله عليه الصلاة والسلام إلى أجل معلوم فيما رويناه ۲؎ ولأنه شرع رخصة دفعا لحاجة المفاليس فلا بد من الأجل ليقدر على التحصيل فيه فيسلم ۳؎ ولو كان

لغت :تضمین بالمثل: گوشت کے بدلے میں گوشت ہی ضمان میں دینا، اس کو تضمین بالمثل، کہتے ہیں۔القبض یعاین: قبضہ ایسی چیز ہے جو نظر آتی ہے، مشاہد ہے، یعرف مثل المقبوض به فی وقته۔ گوشت کو قرضہ لیتے وقت جن صفات کے ساتھ قبضہ کیا تھا واپس دینے کے وقت یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ گوشت پہلے کے گوشت کی طرح ہے یا نہیں ہے۔الوصف فلا یکتفی بہ ۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بیع سلم میں ابھی گوشت کی صرف صفات بیان کی گئی ہیں جو سامنے نہیں ہیں اس لئے اس پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا اور بیع سلم کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۵۱)اور نہیں جائز ہے سلم مگر مؤخر کر کے ساتھ۔

تشریح : بیع سلم کہتے ہی ہیں اس کو جس میں مبیع بعد میں دی جائے۔اور اگر مبیع فوری دینے کی بات ہو تو اس کو بیع سلم نہیں کہیں گے۔اس کو عام بیع اور بیع عین کہیں گے۔

وجہ : اس آیت میں ہے کہ بیع سلم کرو ایک مدت تک تو اس کو لکھ لیا کرو، جس سے معلوم ہوا کہ بیع سلم میں مدت ضروری ہے۔ یا ایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ . (آیت ۲۸۲، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بیع سلم فی الفور بھی جائز ہے، کیونکہ حدیث میں مطلقا، رخص فی السلم، ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیع سلم کرے اور مبیع فوری طور پر دینے کی بات طے کرے تب بھی بیع سلم ہوگی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ مطلقا ہے کہ بیع سلم کرو اس لئے فوری بیع بھی ہو سکتی ہے۔۔نوٹ: پہلے گزر چکا ہے کہ رخص فی السلم والی حدیث نہیں ہے، یہ حدیث کا مفہوم ہے۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول الی اجل معلوم ہے۔

وجہ :حدیث میں ہے اجل معلوم، جس کا مطلب ہے کہ بیع سلم کہتے ہی اس کو جس کی مدت ہو، صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالثمر السنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم ۔(بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰/ مسلم شریف، باب السلم، ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۴/ ۴۱۱۸)

قادرا على التسليم لم يوجد المرخص فبقي على النافي .(۲۵۲) قال ولا يجوز إلا بأجل معلوم[۱] لما روينا ولأن الجهالة فيه مفضية إلى المنازعة كما في البيع[۲] والأجل أدناه شهر وقيل ثلاثة

ترجمه :[۳] اوراس لئے کہ بیع سلم مفلسوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے مشروع ہوئی ہے اس لئے کوئی مدت ہونی چاہئے تا کہ خرید وفروخت کر کے اس میں مبیع حاصل کر سکے اور مشتری کو سپرد کر سکے، اس لئے اگر مبیع سپرد کرنے پر قدرت ہوگئی تو رخصت کی بنیاد نہیں پائی گئی اس لئے نفی پر باقی رہے گی۔

تشریح : بیع سلم میں مدت ہونے کی یہ دلیل عقلی ہے۔۔حدیث میں یہ تھا کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع نہ کرو لیکن غریبوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بیع سلم جائز رکھا تا کہ مشتری سے ابھی سے قیمت لے لے اور خرید وفروخت کرتا رہے اور مبیع حاصل کر لے اور مدت متعینہ پر مشتری کو دے دے۔لیکن اگر وہ ابھی مبیع دینے پر قادر ہے تو بیع سلم کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ یہ تو اس کے لئے ہے جسکے پاس ابھی مبیع نہیں ہے، اس لئے فوری مبیع سپرد کرنے کی شرط لگائے گا تو بیع سلم نہیں ہوگی، فوری بیع ہو جائے گی۔

لغت : لم یوجد المرخص: جسکے پاس مبیع نہیں ہے اس کے لئے بیع سلم ہے، اور جسکے پاس ابھی دینے کے لئے مبیع ہے اس کے لئے حدیث کی بنا پر رخصت نہیں ہے۔فبقی علی النافی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کی بیع مت کرو، اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمه :(۲۵۲) اور نہیں جائز ہے مگر معلوم مدت کے

ترجمه :[۱] اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔اور اس لئے کہ جہالت اس میں جھگڑے تک پہونچانے والی ہے۔

وجه (۱) اگر مدت متعین نہ ہو تو مشتری پہلے لینا چاہے گا اور بائع بعد میں دینا چاہے گا۔اور جھگڑا ہوگا اس لئے مبیع دینے کی تاریخ طے ہونا ضروری ہے (۲) حدیث میں گزرا، الی اجل معلوم (بخاری شریف نمبر ۲۲۴۰ رمسلم شریف نمبر ۱۶۰۴) اس لئے مدت متعین ہونا ضروری ہے۔

ترجمه :[۲] بیع سلم کے لئے کم سے کم مدت ایک مہینہ ہے، اور بعض لوگوں نے کہا تین دن ہے، اور بعض لوگوں نے کہا آدھے دن سے زیادہ ہو، لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

تشریح :ایک مہینہ مدت ہو یہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ غریب ایک ماہ تک خرید وفروخت کر کے مبیع جمع کر سکے گا۔

وجه :اس قول صحابی کے اشارے سے استدلال کر سکتے ہیں۔عن ابن عباس انه كره الى الاندر ، و العصير ، و العطاء ان يسلف اليه و لكن يسمى شهر ا۔(مصنف عبد الرزاق، باب لا سلف الا الی اجل معلوم، ج ثامن، ص ۵، نمبر

أيـام وقيـل أكثر من نصف يوم. والأول أصح (۲۵۳) ولا يـجـوز السـلـم بمكيال رجل بعينه ولا بـذراع رجل بعينه ۱؎ معنـاه إذا لـم يعـرف مقداره لأنه تأخر فيه التسليم فربما يضيع فيؤدي إلى المنازعة وقد مر من قبل ۲؎ ولا بد أن يكون المكيال مما لا ينقبض ولا ينبسط كالقصاع مثلا فإن

۱۴۱۴۳) اس قول صحابی میں ایک مہینے کا ذکر ہے۔

ترجمه: (۲۵۳) کسی آدمی کے متعین مکیال سے بیع سلم جائز نہیں اور نہ کسی متعین آدمی کے ہاتھ سے۔

ترجمه : ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اس برتن کی مقدار معلوم نہ ہو، کیونکہ مبیع بعد میں سپرد کی جائے گی اس لئے ہوسکتا ہے کہ ضائع ہوجائے اور جھگڑے تک پہنچ جائے۔، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے [کہ جھگڑے تک پہنچے گی تو بیع فاسد ہوگی]

تشریح : ایک آدمی کا متعین برتن ہے اور اس کی مقدار معلوم نہیں ہے کہ کتنا کیلو اس میں آتا ہے۔ اب اس برتن کی ناپ سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔۔مکیال: کیل سے مشتق ہے، کیل کرنے کی چیز۔

وجه : (۱) مبیع مہینوں بعد ادا کرنا ہے اس لئے اگر وہ برتن گم ہوجائے تو کس برتن سے ناپیں گے۔ اس کی مقدار تو معلوم نہیں ہے اس لئے کسی آدمی کے متعین برتن سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح متعین آدمی کے ہاتھ سے بیع سلم کی اور وہ آدمی مر گیا یا کہیں چلا گیا تو کس آدمی کے ہاتھ سے کپڑا ناپیں گے۔ اس لئے کسی متعین آدمی کے ہاتھ سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲) خاص درخت کے کھجور سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہے تو خاص برتن سے کیسے ہوگا، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان رجلا اسلف رجلا فی نخل فلم تخرج تلک السنة شیئا فاختصما الی النبی ﷺ فقال بما تستحل ماله اردد علیه ماله ثم قال لا تسلفو فی النخل حتی یبدو صلاحه** ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی السلم فی ثمرة بعینها، ص ۵۰۱، نمبر ۳۴۶۷ / ابن ماجہ شریف، باب اذا اسلم فی نخل بعینه لم یطلع ص ۳۲۷، نمبر ۲۲۸۴)

ترجمه ۲؎ اور ضروری ہے کہ ناپ کا برتن نہ سکڑتا ہو اور نہ پھیلتا ہو جیسے کاسہ، پس اگر بھینچنے سے سکڑ جاتا ہو تو جیسے زنبیل اور تھیلا تو جھگڑے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، مگر پانی کے مشکوں میں کیونکہ اس میں لوگوں کا عمل جاری ہے ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے

تشریح : جس برتن سے سلم کی مبیع دینی ہے وہ سکڑتا نہ ہو کہ کم جائے، اور پھیلتا نہ ہو کہ زیادہ جائے اور جھگڑا ہو جائے۔ ہاں پانی کا مشکیزہ سکڑتا اور پھیلتا ہے لیکن یہ لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ پانی کی اتنی قیمت نہیں ہے اس لئے بھی جائز ہے۔

لغت : ینقبض: قبض سے مشتق ہے، سکڑ جانا۔ ینبسط: بسط سے مشتق ہے، پھیلنا۔ قصاع: کاسہ، پیالہ جس میں فقیر لوگ

كان مما ينكبس بالكبس كالزنبيل والجراب لا يجوز للمنازعة إلا في قرب الماء للتعامل فيه كذا روي عن أبي يوسف رحمه الله. (۲۵۴) قال ولا في طعام قرية بعينها أو ثمرة نخلة بعينها لأنه قد يعتريه آفة فلا يقدر على التسليم وإليه أشار عليه الصلاة والسلام حيث قال أرأيت لو

بھیک مانگتے ہیں۔ینکبس :کبس سے مشتق ہے، بھینچ جانا، سکڑ جانا۔زنبیل :تھیلا، جھولی۔جراب: چمڑے کا برتن۔قرب: مشکیزہ، چمڑے کا تھیلا جس میں پانی بھر کر لاتے ہیں۔

ترجمہ:(۲۵۴)اورنہیں جائز ہے بیع سلم کسی متعین گاؤں کے کھانے میں اور نہ متعین درخت کے پھل میں۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس پر آفت پیش آجائے تو مبیع سپرد کرنے پر قدرت نہ ہو سکے، اور اسی کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے، اگر اللہ تعالی پھل کو لے لے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کو کیسے حلال کرے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، جس مبیع کے نہ ملنے کا خطرہ ہو اس کی بیع سلم جائز نہیں۔

تشریح: کوئی یوں طے کرے کہ فلاں متعین گاؤں کے گیہوں کی بیع سلم کرتا ہوں یا متعین آدمی مثلا زید کے فلاں درخت کے پھل کی بیع سلم کرتا ہوں تو یہ بیع سلم صحیح نہیں ہے۔

وجہ (۱) اگر اس گاؤں میں گیہوں کی پیداوار نہ ہو تو کون سا گیہوں دے گا؟ اور اس قسم کے گیہوں کہاں سے لائے گا؟ اسی طرح متعین درخت میں پھل نہیں آئے تو کون سا پھل دے گا؟ اس لئے متعین گاؤں یا متعین درخت کے پھل میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ہاں کہیں کا بھی گیہوں ہو تو جائز ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن ابن عمر ان رجلا اسلف رجلا فی نخل فلم تخرج تلک السنة شیئا فاختصما الی النبی ﷺ فقال بما تستحل ماله اردد علیه ماله ثم قال لا تسلفو فی النخل حتی یبدو صلاحه.** (ابوداؤد شریف، باب فی السلم فی ثمرة بعینها، ص ۵۰۱، نمبر ۳۴۶۷ /ابن ماجہ شریف، باب اذا اسلم فی نخل بعینه لم یطلع، ص ۳۲۷، نمبر ۲۲۸۴) اس حدیث میں ہے کہ ایک خاص درخت کے پھل میں بیع سلم کی اور اس میں اس سال پھل نہیں آئے تو آپؐ نے فرمایا اس کے مال کو کیسے حلال کرو گے؟ مال واپس کرو (۳) حدیث میں ہے۔**قال عبد الله بن سلام ... فقال زید بن سعنه یا محمد هل لک ان تبیعنی تمرا معلوما الی اجل معلوم من حائط بنی فلان قال لا یا یهودی ولکنی ابیعک تمرا معلوما الی کذا وکذا من الاجل ولا اسمی من حائط بنی فلان فقلت نعم.** (سنن للبیہقی، باب لا یجوز السلف حتی یکون بصفة معلومة لا تتعلق بعین، ج سادس، ص ۴۰، نمبر ۱۱۱۱۴) اس حدیث میں زید بن سعنہ نے خاص فلاں کے باغ کے کھجور کی بیع سلم کرنا چاہا تھا لیکن آپؐ نے انکار فرمایا۔اور فرمایا کسی باغ کے کھجور کی بیع کروں گا۔خاص بنی فلاں کے باغ کے کھجور کی بیع سلم نہیں کرتا۔جس سے معلوم ہوا

أذهب الله تعالى الثمر بم يستحل أحدكم مال أخيه ؟ ۲؎ ولو كانت النسبة إلى قرية لبيان الصفة لا بأس به على ما قالوا كالخشمراني ببخارى والبساخي بفرغانة.(۲۵۵) قال ولا يصح السلم عند أبي حنيفة رحمه الله إلا بسبع شرائط جنس معلوم[كقولنا حنطة أو شعير] ونوع معلوم[كقولنا سقية أو بخسية] وصفة معلومة [كقولنا جيد أو ردىء]ومقدار معلوم [كقولنا كذا كيلا بمكيال معروف وكذا وزنا] وأجل معلوم[والأصل فيه ما روينا والفقه فيه ما بينا]ومعرفة مقدار رأس المال إذا كان يتعلق العقد على مقداره [كالمكيل والموزون والمعدود] وتسمية المكان

کہ خاص باغ یا خاص درخت کے پھل کی بیع سلم جائز نہیں۔

ترجمہ :۲؎ اگر گاؤں کی طرف نسبت صفت کے بیان کے لئے ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے کہا، جیسے بخارا میں خشمرانی، اور فرغانہ میں بساخی گیہوں۔

تشریح :اگر کسی گاؤں کا نام اس لئے بیان کیا تا کہ مبیع کی صفت بیان کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسے بخارا میں خشمرانی گیہوں ہوتا تھا اور فرغانہ میں بساخی گیہوں ہوتا تھا اور اس کی طرف نسبت کر کے کہتے تھے کہ اس طرح کا گیہوں کہیں سے لاؤ تو بیع سلم جائز ہے، کیونکہ کسی متعین گاؤں کا نہیں ہوا۔

ترجمہ :(۲۵۵)اور نہیں صحیح ہے سلم امام ابوحنیفہ کے نزدیک مگر سات شرطوں کے ساتھ جو ذکر کی جائے عقد میں

(۱)......جنس معلوم ہو

(۲)......نوع معلوم ہو

(۳)......صفت معلوم ہو

(۴)...... مبیع کی مقدار معلوم ہو

(۵)......مدت معلوم ہو

(۶)......ثمن کی مقدار معلوم ہو اگر ثمن اس میں سے ہو کہ اگر تعلق رکھتا ہو اس کی مقدار پر جیسے کیلی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو

(۷)......اور اس جگہ کا متعین کرنا جس میں مبیع سپرد کرے گا اگر مبیع کو اٹھانے کی زحمت ہو اور اجرت لگتی ہو۔

تشریح :امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سات شرطیں پائی جائیں تو بیع سلم درست ہوگی ورنہ نہیں۔

اصول: یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ مبیع سامنے نہ ہو تو اتنی شرطیں لگائی جائیں کہ مبیع کافی حد تک موجود کے درجے میں ہو

الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة

جائے۔

وجــــه: سلم میں مبیع بعد میں دیگا اس لئے یہ چیزیں ابھی سے متعین ہو جائے تو نزاع نہیں ہوگا۔ اور مبیع کافی حد تک متعین ہو جائے گی۔

نوٹ: یہ ساری شرطیں کچھ تو حدیث۔ **عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالثمر السنتین والثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم**۔ (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰؍ مسلم شریف، باب السلم، ص ۱۰۷، نمبر ۴۱۱۸؍۱۶۰۴) سے مستنبط ہے (۲) اور کچھ شرطیں اس لئے لگائی گئی ہیں تا کہ مبیع میں دھوکہ نہ رہے۔ **عن ابی هریرة قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع الغرر وبیع الحصاة**. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع الغرر، ص ۲۹۹، نمبر ۱۲۳۰) (۳) اور حدیث **فقال رسول الله ﷺ لیس منا من غش** ۔ (ابوداؤد شریف، باب النھی عن الغش، ص ۵۰۰، نمبر ۳۴۵۲) کا خلاصہ ہے۔ تا کہ بائع کو اور مشتری کو کسی قسم کا دھوکہ نہ رہے۔ اس لئے یہ سات شرطیں لگائی گئی ہیں۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ بیع خلاف قیاس ہے اس لئے بھی کچھ شرطیں لگی ہیں۔

ہر شرط کی تفصیل اس طرح ہے۔

شــرط ......(۱) جنس معلوم ہو : یعنی یہ معلوم ہو کہ کس چیز کی بیع کر رہا ہے۔ گیہوں کی، چاول کی یا کھجور کی۔ اس سے چیز کا پتہ چلے گا کہ کیا چیز ہے؟ حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **فقال (ابن ابی اوفی) انا کنا نسلف علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فی الحنطة والشعیر والزبیب والتمر وسألت ابن ابزی فقال مثل ذلک**. (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم، ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۲) اس حدیث میں گیہوں، جو، کشمش اور کھجور الگ الگ جنس کا نام لیا ہے کہ ہم لوگ ان میں بیع سلم کرتے تھے۔ اس لئے جنس معلوم ہونا ضروری ہے۔

شــرط ......(۲) نوع معلوم ہو : کیونکہ گیہوں بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ طے کرنا ہوگا کہ کس قسم کے گیہوں چاہئے یا کس قسم کے چاول چاہئے۔ اس کو نوع معلوم کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس قول تابعی میں ہے۔ **عن عامر قال اذا اسلم فی ثوب یعرف ذرعه ورقعة فلا بأس**. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۷۳ فی السلم بالثیاب، ج رابع، ص ۳۹۸، نمبر ۲۱۴۰۱) اس قول تابعی میں ہے ورقعۃ یعنی کس قسم کا کپڑا ہو۔ یہ معلوم ہو تو کپڑے میں بیع سلم جائز ہے۔

شــرط......(۳) صفت معلوم ہو : یعنی یہ بھی طے ہو کہ عمدہ قسم کے گیہوں ہو یا ردی قسم کے۔ ورنہ مشتری عمدہ لینا چاہے گا

۱؎ وقالا لا يحتاج إلى تسمية رأس المال إذا كان معينا ولا إلى مكان التسليم ويسلمه في موضع

اور بائع ردی دینا چاہے گا اور جھگڑا ہوگا۔اس لئے صفت کا طے ہونا ضروری ہے۔

شرط......(۴) مبیع کی مقدار معلوم ہو: یعنی مبیع کتنے کیلو ہوگی یا کتنے صاع ہوگی۔تا کہ یہ نہ ہو کہ بیس کیلو پر بات طے ہوئی تھی یا تیس کیلو پر؟ حدیث گزر چکی ہے ففی کیل معلوم ووزن معلوم۔

شرط......(۵) مدت معلوم ہو : یعنی کب مبیع دوگے۔تا کہ یہ نہ ہو کہ بائع دیر کر کے دے اور مشتری جلدی مانگے جس سے نزاع ہو۔حدیث گزر چکی ہے **الی اجل معلوم** (بخاری شریف، نمبر ۲۲۴۱)

شرط......(۶) رأس المال یعنی ثمن کی مقدار معلوم ہو : یعنی وہ کتنے کیلو یا کتنے صاع یا کتنے عدد ہیں۔

وجہ:(۱) کیونکہ مثلا مبیع نہیں دے سکا اور ثمن کو لوٹانے کی ضرورت پڑی تو اگر ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہے تو کیسے لوٹائے گا۔یا مثلا ثمن میں کھوٹا پن ہے اور اس کو لوٹانے کی ضرورت پڑی تو کیسے لوٹائے گا۔اس لئے اگر ثمن کیلی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو تو ثمن کی مقدار معلوم ہونا ضروری ہے۔چاہے ثمن کی طرف اشارہ کر کے بیع سلم طے کی ہو۔ہاں اگر ثمن ذراعی ہو مثلا کپڑا ہو تو کپڑوں میں ذراع صفت ہے اور صفت کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لئے ذراعی کی شکل میں کپڑا سامنے ہو تو کتنا گز ہے اس کو معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ اثر ہے **وقال ابن عمر لابأس فی الطعام الموصوف بسعر معلوم الی اجل معلوم**۔ (بخاری شریف، باب السلم الی اجل معلوم، ص ۳۵۸، نمبر ۲۲۵۳) اس اثر میں ہے کہ بھاؤ معلوم ہو یعنی رأس المال ثمن کی مقدار معلوم ہو۔

شرط......(۷) سپرد کرنے کی جگہ معلوم ہو : مسلم فیہ یعنی مبیع کو اٹھا کر لے جانے کا کرایہ لگتا ہو تو مبیع کو کس مقام پر مشتری کو دے گا اس جگہ کا تعین بھی ضروری ہے۔کیونکہ اگر جگہ متعین نہ ہو تو بائع اپنے قریب مبیع دینا چاہے گا اور مشتری اپنے قریب لینا چاہے گا اور جھگڑا ہوگا۔اس لئے مبیع دینے کی جگہ کا متعین ہونا ضروری ہے۔ہاں اگر مبیع کے اٹھانے کا کرایہ نہ ہو تو کسی جگہ بھی دیگا تو صحیح ہو جائے گا۔اس صورت میں جگہ کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں۔

لغت: حمل ومؤنۃ : اٹھانا اور اس کی اجرت۔

ترجمہ:۱؎ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا کہ رأس المال کے متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ معین ہو اور نہ سپرد کرنے کی جگہ متعین کرنے کی ضرورت ہے۔اور مبیع کو سپرد کرے گا عقد کی جگہ میں۔پس ان دو مسئلوں میں اختلاف ہے۔

تشریح:شرط نمبر ۶ اور شرط نمبر ۷ کے بارے میں اختلاف ہے اس لئے یہاں سے اس اختلاف کا ذکر ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ رأس المال یعنی ثمن سامنے ہے تو عام بیوع میں اس کی مقدار معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔صرف

العقد فهاتان مسألتان. ۲؎ ولهما في الأولى أن المقصود يحصل بالإشارة فأشبه الثمن والأجرة وصار كالثوب. ۳؎ ولأبي حنيفة أنه ربما يوجد بعضها زيوفا ولا يستبدل في المجلس فلو لم

اشارہ کرنے سے ثمن متعین ہو جاتا ہے۔اسلئے بیع سلم میں بھی صرف اس کی طرف اشارہ کرنے سے ثمن متعین ہو جائے گا۔اسکی تعداد یعنی کتنے کیلو ہیں یا کتنے صاع ہیں معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح مبیع ادا کرنے کی جگہ متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: کیونکہ جس جگہ بیع کی بات ہوئی وہی جگہ مبیع دینے کے لئے خود بخود متعین ہو جائے گی۔اس لئے الگ سے جگہ متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔البتہ کر لے تو اچھا ہے۔

لغت: موضع العقد : عقد کرنے کی جگہ۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ کی دلیل پہلے مسئلے میں یہ ہے کہ راس المال [ثمن] کی طرف اشارے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے،اس لئے وہ ثمن اور اجرت کی طرح ہو گیا،اور کپڑے کی طرح ہو گیا۔

لغت: رأس المال: بیع سلم میں جو قیمت ہوتی ہے اس کو ,رأس المال، کہتے ہیں۔اور عام بیع میں جو قیمت طے ہوتی ہے اس کو ثمن، کہتے ہیں۔اور نفع کی قیمت کو ,اجرت، کہتے ہیں۔

تشریح: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو رأس المال ہے اس کی طرف اشارہ کریں گے تو اس سے وہ متعین ہو جائے گا اس لئے اس کی مقدار متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اس کی تین مثالیں دیتے ہیں [۱] جس طرح عام بیع میں ثمن سامنے ہو اور اشارہ کر دیا جائے تو یہ کافی ہوتا ہے،اس کی مقدار متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔[۲] یا اجرت سامنے ہو تو اس طرف اشارہ کر دینا کافی ہوتا ہے۔[۳] یا رأس المال کپڑا ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے،وہ کتنا گز ہے اس کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح رأس المال اگر درہم یا دینار ہو تو اس کی مقدار متعین کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بعض درہم کھوٹا ہوتا ہے اور مجلس میں تبدیل نہیں کر پایا پس اگر اس کی مقدار معلوم نہ ہو تو پتہ نہیں چلے گا کہ کتنے میں بیع سلم باقی رہی۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض رأس المال کھوٹا ہوتا ہے اور مجلس میں واپس نہیں کر پاتا،اور راس المال بائع سے خرچ ہو گیا تو اگر مقدار معلوم نہ ہو تو یہی پتہ نہیں چلے گا کتنے میں بیع ختم ہوئی اور کتنے میں باقی رہی،اس لئے رأس المال کی مقدار جاننا ضروری ہے،تا کہ یہ جان سکے کہ کتنے میں بیع باقی رہی اور کتنے میں ختم ہو گئی۔

ترجمہ: ۴؎ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم فیہ [مبیع] حاصل کرنے پر قدرت نہیں ہوتی اس لئے رأس المال [ثمن] کو

يعلم قدره لا يدري في كم بقي ۴؎أو ربـما لا يقدر على تحصيل المسلم فيه فيحتاج إلى رد رأس الـمال والموهوم في هذا العقد كالمتحقق لشرعه مع المنافي ۵؎ بخلاف ما إذا كان رأس المال ثـوبـا لأن الذرع وصف فيه لا يتعلق العقد على مقداره. ۶؎ ومـن فروعه إذا أسلم في جنسين ولم يبيـن رأس مال كل واحد منهما أو أسلم جنسين ولـم يبين مقدار أحدهما. ۷؎ولهما في الثانية أن

واپس کرنے کی ضرورت پڑتی ہے [تو اگر معلوم نہ ہو کہ راس المال کتنی ہے تو کتنا واپس کرے گا] اور اس عقد میں وہمی چیز حقیقت کی طرح ہے، اس لئے کہ منافی کے باوجود یہ بیع مشروع کی گئی ہے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم فیہ [یعنی مبیع] نہیں ملتی اس لئے راس المال واپس کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اگر یہی معلوم نہ ہو کہ راس المال کتنا ہے تو کیا واپس کرے گا، اس لئے بیع کے وقت راس المال کی مقدار معلوم ہونا ضروری ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ، یہ باتیں اگر چہ وہمی ہیں کہ کبھی یہ بات پیش نہ بھی آئے لیکن بیع سلم منافی کے باوجود جائز قرار دی گئی ہے اس لئے وہمی چیز بھی حقیقت کی طرح ہے، اس لئے مقدار کا معلوم کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ :۵؎ بخلاف اگر راس المال [ثمن] کپڑا ہو [تو مقدار متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے] اس لئے کہ گز اس میں وصف ہے جسکی مقدار پر عقد متعلق نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے۔ راس المال کپڑے کا تھان ہو تو یہ متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کتنا گز ہے، کیونکہ کپڑے میں گز صفت ہے اور صفت سے عقد کا تعلق نہیں ہوتا اس لئے کپڑے میں مقدار متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے

ترجمہ :۶؎ اس کے فروع میں سے یہ ہے کہ اگر دو جنسوں میں بیع سلم کی اور ہر ایک کا راس المال بیان نہیں کیا، یا دو جنسوں کے راس المال سے سلم کیا، اور دو میں سے ایک جنس کی مقدار بیان نہیں کی [تو اختلاف رہے گا]

تشریح :ان حضرات کے اصول پر یہ دو مسئلے متفرع ہوں گے [۱] ایک یہ کہ ایک سو درہم دئے اور ایک من گیہوں، اور ایک من چاول لینے کی بیع سلم کی اور یہ متعین نہیں کیا کہ گیہوں کی قیمت کیا ہوگی، اور چاول کی قیمت کیا ہوگی، تو صاحبینؒ کے نزدیک بیع ہو جائے گی، کیونکہ انکے یہاں راس المال کی مقدار متعین کرنا ضروری نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع نہیں ہوگی، کیونکہ انکے یہاں ہر مبیع کے لئے الگ الگ ثمن کی مقدار متعین کرنا ضروری ہے۔ [۲] اور دوسرا فروع یہ ہے کہ ایک من گیہوں کے بدلے میں درہم اور دینار دئے، اور دونوں میں سے ایک کی مقدار متعین نہیں کی تو صاحبینؒ کے یہاں بیع جائز ہوگی، کیونکہ انکے یہاں راس المال کی مقدار معلوم کرنا ضروری نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں جائز نہیں ہے کیونکہ ایک کی مقدار معلوم نہیں کی تو اس میں جہالت آگئی اور دونوں عقد ایک ہی ہے اس لئے پورے میں جہالت سرایت کرے گی اور پوری بیع ہی فاسد

مكان العقد يتعين لوجود العقد الموجب للتسليم ٨ ولأنه لا يزاحمه مكان آخر فيه فيصير نظير

ہوجائے گی۔

لغت :اسلم فی جنسین : سے مراد ہے کہ مبیع دو قسم کی چیزیں ہیں، مثلا گیہوں اور چاول اور ثمن ایک قسم کی ہے ۔اسلم جنسین : کا مطلب ہے کہ ثمن دو قسم کی چیزیں ہیں، درہم اور دینار، اور مبیع ایک قسم کی چیز ہے مثلا گیہوں۔

ترجمه :ے صاحبینؒ کی دلیل دوسرے مسئلے [مکان متعین کرنے] کے بارے میں یہ ہے کہ عقد کرنے کی جگہ ہی خود متعین ہوجائے گی، کیونکہ سپرد کرنے کو جو واجب کرتا ہے وہ عقد وہاں پایا گیا۔

تشریح :دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ بیع سلم میں اگر مبیع ایسی ہے جسکے لیجانے کی اجرت لگتی ہے تو صاحبینؒ کے یہاں الگ سے مبیع دینے کی جگہ متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جس جگہ پر عقد ہوا ہے وہی جگہ مبیع دینے کے لئے خود بخود متعین ہوجائے گی اور بیع سلم صحیح ہوجائے گی۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک الگ سے جگہ متعین کرے گا تو بیع درست ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ یہاں سے صاحبینؒ کی دلیل پیش کی جارہی ہے، کہ جس جگہ پر بیع سلم کی ہے مبیع دینے کے لئے وہی جگہ خود بخود متعین ہوجائے گی، ہاں اگر الگ سے متعین کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه :۸ اور اس لئے کہ اس کے مقابلے پر کوئی اور جگہ نہیں ہے [اس لئے وہی جگہ متعین ہوجائے گی] عبادات میں حتی الامکان اول وقت کی طرح ہوگیا، اور قرض اور غصب کی طرح ہوگیا۔

لغت :اول الاوقات فی الاوامر :مثلا نماز کا حکم دیا تو اس کے اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہوگا، کیونکہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا وقت نہیں ہے، اسی طرح حج کا حکم ہوا تو پہلے سال ہی میں حج کرنا افضل ہوگا، کیونکہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا وقت نہیں ہے اسی طرح جس جگہ پر بیع کی وہی جگہ خود بخود مبیع دینے کے لئے متعین ہوجائے گی۔۔ یہاں اوامر سے مراد احکام ہیں۔

تشریح :صاحبینؒ کی یہ دوسری دلیل ہے کہ جس جگہ بیع سلم ہوا ہے اس کے مقابل دوسری جگہ نہیں ہے اس لئے مبیع دینے کے لئے وہی جگہ متعین ہوجائے گی۔ پھر اس کی تین مثالیں دیتے ہیں [۱] نماز وغیرہ ادا کرنے میں اول وقت اول وقت افضل ہوتا ہے کیونکہ اس کے مقابلے پر کوئی دوسرا وقت نہیں ہوتا۔ [۲] یا جہاں قرض لیا وہی جگہ قرض واپس کرنے کے لئے متعین ہوجاتی ہے۔ [۳] یا جہاں غصب کیا وہی جگہ مغصوب شیء واپس کرنے کے لئے متعین ہوجاتی ہے، اسی طرح جہاں بیع سلم ہوئی ہے وہی جگہ مبیع دینے کے لئے متعین ہوجائے گی۔ اور بیع درست ہوجائے گی۔ البتہ دوسری جگہ متعین کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

أول أوقـات الإمكان في الأوامر فصار كالقرض والغصب.۹ ولأبي حنيفة رحمه الله أن التسليم غيـر واجـب في الحال فلا يتعين بخلاف القرض والغصب وإذا لم يتعين فالجهالة فيه تفضي إلى الـمـنـازعة لأن قيـم الأشيـاء تـختلف باختلاف المكان فلا بد من البيان وصار كجهالة الصفة ۱۰ وعـن هـذا قـال من قال من المشايخ رحمهم الله إن الاختلاف فيه عنده يوجب التخالف كما في

ترجمه :۹ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبیع ابھی دیناواجب نہیں ہے اس لئے یہ جگہ بھی متعین نہیں ہوگی ،بخلاف قرض اورغصب کے [کہ ابھی دینا ضروری ہے اس لئے یہی جگہ متعین ہوجائے گی]اور جب متعین نہیں ہوئی تو اس میں جہالت جھگڑے تک پہنچائے گی ،اس لئے کہ چیزوں کی قیمت مکان کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اس لئے جگہ کا متعین کرنا ضروری ہے،اور یہ صفت کی جہالت کی طرح ہوگیا۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سلم کی مبیع ابھی دیناضروری نہیں ہے اس لئے بیع کرنے کی جگہ متعین نہیں ہوگی اور جگہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے قیمت مختلف ہوتی ہے،اور وہاں تک لیجانے کی بھی اجرت ہوتی ہے،اس لئے جھگڑا ہوگا اس لئے دینے کی جگہ متعین کرناضروری ہے، اس کے برخلاف قرض کی چیز اورغصب کی چیز قاعدے کے اعتبار سے ابھی واپس کرنا ضروری ہے اس لئے جس جگہ قرض لیا ہے،یا غصب کیا ہے وہی جگہ واپس کرنے کے لئے متعین ہوجائے گی۔آگے ایک مثال دی ہے کہ جس طرح گیہوں کی صفت متعین نہ کی ہو کہ وہ اعلی قسم کی ہے یا ادنی قسم کی تو بیع سلم فاسد ہوجاتی ہے اسی طرح جگہ متعین نہ کی ہو تو بیع فاسد ہوجائے گی۔

وجه :اس قول تابعی میں ہے کہ جگہ متعین نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی۔ قال الثوری اذا سلفت سلفا فبينه الى اجل معلوم و فى مكان معلوم فان سميت الاجل ولم تسم المكان فهو مردود حتى تسمى حيث يوفيک الطعام ۔(مصنف عبدالرزاق، باب لاسلف الا الی اجل معلوم ، ج ثامن ،ص ۵ ،نمبر ۱۴۱۴۸)اس قول تابعی میں ہے کہ مکان متعین ہونا چاہئے۔

ترجمه :۱۰ اس اصول پر مشائخ نے فرمایا کہ جگہ کے بارے میں اختلاف سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قسم کھلوانا ضروری ہے جیسے صفت میں قسم ضروری ہوتی ہے۔

تشریح :مشائخ نے یہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں جگہ کا حکم صفت کی طرح ہے،اس لئے اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوجائے مثلا بائع کہے کہ دینے کی جگہ متعین ہوئی تھی اور مشتری کہے کہ نہیں ہوئی تھی ،اور گواہ کسی کے پاس نہ ہو تو جس طرح مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف ہوجائے اور گواہ نہ ہو تو دونوں کو قسم کھلائی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی دونوں کو قسم کھلائی

الصفة. ال وقيل على عكسه لأن تعين المكان قضية العقد عندهما ۱۲ وعلى هذا الخلاف الثمن والأجرة والقسمة وصورتها إذا اقتسما دارا وجعلا مع نصيب أحدهما شيئا له حمل ومؤنة.

جائے گی، اور دونوں کے قسم کھانے پر بیع فسخ کر دی جائے گی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ جگہ متعین ہے اس لئے قسم کھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه : ال کہا گیا کہ معاملہ اس کا الٹا ہے، اس لئے کہ صاحبینؒ کے نزدیک مکان کا تعین عقد کے قضیہ میں سے ہے [اس لئے صاحبینؒ کے نزدیک قسم کھلوائی جائے گی]

تشریح : جن مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ اس کا الٹا ہے یعنی صاحبینؒ کے یہاں قسم کھلوائی جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں کھلوائی جائے گی۔ انکی دلیل یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک مکان متعین ہونے کا معاملہ عقد کی طرح ہے، اور اگر عقد میں اختلاف ہو جائے، مثلا ایک کہتا ہے کہ عقد ہوا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں ہوا تو دونوں کو قسم کھلوائی جاتی ہے، اسی طرح مکان کے متعین ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہو جائے تو دونوں کو قسم کھلوائی جائے گی۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکان کا معاملہ مدت کی طرح ہے، اور مدت میں بائع اور مشتری کا اختلاف ہو جائے تو قسم نہیں کھلوائی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی نہیں کھلوائی جائے گی۔

ترجمه : ۱۲ اور اسی اختلاف پر ہے ثمن، اور اجرت، اور تقسیم کرنے کا معاملہ۔ اور تقسیم کی صورت یہ ہے کہ اگر دونوں نے ایک گھر تقسیم کی اور دونوں میں سے ایک کے حصے میں ایسی چیز آئی جسکو اٹھانے کی اجرت لگتی ہے۔ [تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تقسیم فاسد ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم کی جگہ متعین ہو جائے گی۔

تشریح : پہلے اصول پر یہاں تین مسئلے متفرع کر رہے ہیں [۱] عام بیع کی۔ اور مثلا دس من گیہوں کے بدلے کوئی مکان خریدا اور گیہوں ادھار رکھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس من گیہوں کو دینے کی جگہ متعین ہونی چاہئے اور نہ بیع فاسد ہو جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک جس جگہ بیع ہوئی ہے وہی جگہ سپرد کرنے کے لئے متعین ہو جائے گی۔ [۲] مثلا دس من گیہوں اجرت میں متعین کی تو کس جگہ اجرت ادا کرے گا؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی جگہ متعین ہونا ضروری ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک وہی جگہ متعین ہو جائے گی جس جگہ پر اجرت کی بات طے ہوئی۔ [۳] وصورتها الخ سے صاحب ہدایہ نے تیسرے مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ مثلا گھر تقسیم کیا اور ایک کے حصے میں دس من گیہوں آیا تو یہ گیہوں کس جگہ دے گا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی جگہ متعین ہونا ضروری ہے ورنہ تقسیم فاسد ہو جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک وہی جگہ متعین ہو جائے گی جہاں تقسیم ہوئی ہے۔

۱۳؎ وقيل لا يشترط ذلک في الثمن. والصحيح أنه يشترط إذا كان مؤجلا وهو اختيار شمس الأئمة السرخسي رحمه الله. ۱۴؎ وعندهما يتعين مكان الدار ومكان تسليم الدابة للإيفاء.

(۲۵۶) قال وما لم يكن له حمل ومؤنة لا يحتاج فيه إلى بيان مكان الإيفاء بالإجماع [لأنه لا تختلف قيمته] ويوفيه في المكان الذي أسلم فيه ۱؎ قال رضي الله عنه وهذه رواية الجامع الصغير والبيوع. وذكر في الإجارات أنه يوفيه في أي مكان شاء وهو الأصح لأن الأماكن كلها سواء ولا

لغت: حمل: کا ترجمہ ہے اٹھانا، اور مؤنۃ کا ترجمہ ہے خرچ، نان نفقہ برداشت کرنا۔ حمل ومؤنۃ: جس چیز کو دوسری جگہ لیجانے کی اجرت لگتی ہو اس کو حمل ومؤنت کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ ثمن میں جگہ متعین کرنے کی شرط نہیں ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اگر ثمن مؤخر ہے تو متعین کرنے کی شرط ہے، اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے۔

تشریح: عام بیع میں اگر ثمن ادھار ہو اور اس کو دوسری جگہ لیجانے کی اجرت لگتی ہو تو ثمن دینے کی جگہ متعین کرنا بعض حضرات کے نزدیک ضروری نہیں ہے، لیکن دوسرے حضرات کے یہاں ضروری ہے، اسی کو شمس الائمہ سرخسیؒ نے اختیار کیا ہے۔

ترجمہ: ۱۴؎ صاحبینؒ کے نزدیک گھر کی جگہ اور چوپائے سپرد کرنے کی جگہ اجرت دینے کے لئے متعین ہو جائے گی۔

تشریح: اس عبارت کا تعلق اجرت پر لینے اور گھر تقسیم کرنے کے ساتھ ہے، کہ اگر جانور اجرت پر لیا تو جس جگہ جانور واپس دے گا اجرت ادا کرنے کے لئے وہی جگہ متعین ہو جائے گی۔ اور جس جگہ گھر ہے جسکو تقسیم کیا ہے وہی جگہ اس کے حصے کا گیہوں دینے لئے متعین ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۶) اور جسکے لیجانے کی اجرت نہ ہو اس میں ادا کرنے کے مکان بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے بالا جماع [اس لئے کہ اس کی قیمت میں فرق نہیں پڑتا ہے]۔ اور جس جگہ بیع سلم کی ہے اسی جگہ دے گا۔

تشریح: مبیع کے لیجانے کی کوئی اجرت نہیں ہے تو کہاں یہ ادا کرے گا اس جگہ کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جس جگہ بیع سلم ہوئی ہے اسی جگہ مبیع ادا کرے گا، کیونکہ اس کی قیمت میں فرق نہیں پڑتا، یہ مسئلہ بالا جماع ہے۔

ترجمہ: ۱؎ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ یہ روایت جامع صغیر میں کتاب البیوع کا ہے، اور مبسوط کے کتاب الاجارات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جس جگہ چاہے دے دے اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ تمام جگہیں برابر ہیں، اور ابھی ادا کرنا تو واجب نہیں ہے۔

تشریح: جامع صغیر کی عبارت میں یہ ہے کہ جس جگہ بیع سلم کی ہے وہی جگہ مبیع دینے کیلئے متعین ہو جائے گی، لیکن مبسوط

وجوب في الحال. ۲؎ ولو عينا مكانا قيل لا يتعين لأنه لا يفيد وقيل يتعين لأنه يفيد سقوط خطر الطريق ۳؎ ولو عين المصر فيما له حمل ومؤنة يكتفى به لأنه مع تباين أطرافه كبقعة واحدة فيما ذكرنا. (۲۵۷)قال ولا يصح السلم حتى يقبض رأس المال قبل أن يفارقه فيه ۱؎ أما إذا كان من النقود فلأنه افتراق عن دين بدين وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الكالىء بالكالىء

کے باب الاجارات میں یہ ہے کہ کسی جگہ بھی دے تو کافی ہے اس لئے کہ جب کوئی جگہ متعین نہیں ہوئی تو دینے کے لئے تمام جگہیں برابر ہیں

وجه :جامع صغیر کی عبارت یہ ہے، و كل شيء أسلم فيه له حمل و مؤنة و لم يشترط مكان الايفاء فهو فاسد و ما لم يكن له حمل و مؤنة فهو جائز و يوفيه فى المكان الذى اسلم فيه، و هذا قول ابو حنيفہؒ و قال ابو يوسف و محمدؒ و كذالک ماله حمل و مؤنة فهو جائز و ان يشترط مكان الايفاء ۔(جامع صغیر ،باب السلم ،ص۳۲۳)اس عبارت میں ہے کہ جس جگہ بیع سلم ہوئی اسی جگہ مبیع دے گا۔

ترجمه :۲؎ اور کوئی جگہ متعین کرے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ متعین نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ متعین ہو جائے گی، کیونکہ راستے کا خطرہ ٹل جانے کا فائدہ ہے۔

تشریح :واضح ہے۔

ترجمه :۳؎ اور اگر ادا کرنے کے لئے کسی شہر کو متعین کیا جس تک لیجانے کی اجرت ہے تو شہر کا متعین کرنا ہی کافی ہے اس لئے کہ لمبا چوڑا ہونے کے باوجود ایک جگہ کی طرح ہے،جیسا کہ ذکر کیا ہے۔

تشریح: دس من گیہوں دینے کے لئے ایسے شہر کا نام لیا جو کافی لمبا چوڑا ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لیجانے کے لئے بھی اجرت لگتی ہے،اس کے باوجود بھی اس شہر کو متعین کر لینا کافی ہے،اس کے ہر محلے کو متعین کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ لمبا چوڑا ہونے کے باوجود ایک جگہ شمار کیا جاتا ہے۔اور بعض حضرات نے فرمایا کہ شہر اگر ایک فرسخ سے زیادہ لمبا ہو تو دینے کے محلے کو متعین کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ دوسرے کنارے تک لیجانے کے لئے فافی خرچ پڑ جاتا ہے۔

لغت :اطراف: کنارے،بقعة: ایک جگہ،زمین کا ٹکڑا۔

ترجمه :(۲۵۷)اور نہیں صحیح ہے سلم یہاں تک کہ رأس المال پر قبضہ کرے جدا ہونے سے پہلے۔

ترجمه :۱؎ بہر حال اگر ثمن نقد ہے تو اس لئے کہ ادھار کو ادھار کے بدلے کر کے جدا ہو رہے ہیں،حالانکہ حضورؐ نے ادھار کو ادھار کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

۲؎ وإن كان عينا فلأن السلم أخذ عاجل بآجل إذ الإسلام والإسلاف ينبئان عن التعجيل فلا بد من قبض أحد العوضين ليتحقق معنى الاسم ۳؎ ولأنه لا بد من تسليم رأس المال ليتقلب المسلم

تشریح: بیع سلم طے ہونے کے بعد بائع اور مشتری کے جدا ہونے سے پہلے ثمن پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر ثمن پر قبضہ نہیں کیا تو بیع سلم صحیح نہیں ہوگی۔

وجه: (۱) مبیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں اور ثمن درہم یا دینار ہے تو عام بیوع میں مجلس میں مبیع پر قبضہ ہو جاتا ہے اس لئے ثمن پر قبضہ نہ بھی ہو تو چل جائے گا۔ لیکن بیع سلم میں مبیع لازمی طور پر بعد میں دے گا اس لئے کم از کم ثمن پر قبضہ ضروری ہے۔ ورنہ تو مبیع بھی ادھار ہوگی اور ثمن بھی ادھار ہوگا۔ حالانکہ دونوں ہی شرطیہ طور پر ادھار ہوں تو حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه نهى عن بيع الكالي بالكالي قال اللغويون هو النسيئة بالنسيئة** ۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۶۰ نمبر ۳۰۴۲ سنن للبیھقی، باب ما جاء عن بیع الدین بالدین، ج خامس، ص ۴۷۴، نمبر ۱۰۵۳۶) اس حدیث میں ادھار کی بیع ادھار سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے امام حنفیہ کے نزدیک بیع سلم میں مجلس میں رأس المال پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

لغت: نقود: نقد کی جمع ہے، درہم اور دینار۔ دین بدین: کا ترجمہ ہے قرض، یہاں مراد ہے ادھار کی بیع ادھار سے۔ عین: درہم، دینار کے علاوہ چاول گیہوں وغیرہ کو عین کہتے ہیں۔ عاجل: عجل سے مشتق ہے، جلدی۔ آجل: اجل سے مشتق ہے، دیر سے، ادھار کر کے۔ کالی: ادھار۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر ثمن عینی چیز ہو [چاول گیہوں وغیرہ] تو سلم کا ترجمہ ہے جلدی دیکر ادھار لو، اس لئے کہ اسلام، اور اسلاف میں جلدی کا معنی ہے اس لئے دونوں عوضوں میں سے ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے نام کا معنی متحقق ہو جائے۔

تشریح: بیع سلم میں ثمن پر قبضہ کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے، اس میں اسلام اور اسلاف کے لغوی معنی سے استدلال کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سلم اور سلف کا ترجمہ ہے سپرد کرنا اور جلدی کرنا اس لئے اس لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے ثمن پر اس وقت قبضہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ مبیع پر قبضہ ہوگا ہی نہیں اس لئے ثمن ہی رہ گیا جس پر قبضہ کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اسلئے کہ رأس المال کو سپرد کرنا ضروری ہے تا کہ بائع اس سے خرید وفروخت کرے اور مبیع سپرد کرنے پر قادر ہو جائے

تشریح: ثمن پر قبضہ کرنے کی یہ تیسری دلیل ہے، کہ بیع سلم غریبوں کی بیع ہے اس لئے ثمن اس کو ابھی ادا کرے تا کہ اس سے خرید وفروخت کر کے مسلم فیہ [مبیع] خرید سکے اور اس کو مشتری کے حوالے کر سکے۔ یتقلب: قلب سے مشتق ہے، الٹ

إليـه فيـه فيـقدر على التسليم ۴ؕ ولهـذا قـلـنـا لا يـصـح السلم إذا كان فيه خيار الشرط لهما أو لأحـدهـمـا لأنـه يمنع تـمام القبض لكونه مانعا من الانعقاد في حق الحكم وكذا لا يثبت فيه خيار الرؤية لأنه غير مفيد بخلاف خيار العيب لأنه لا يمنع تـمام القبض ۵ؕ ولو أسقط خيار الشرط قبل الافتـراق ورأس الـمال قائم جاز خلافا لزفر وقد مر نظيره(۲۵۸) وجـملة الشروط جمعوها في

پھیر کرنا، خرید وفروخت کرنا۔

ترجمہ :۴ؕ اسی لئے ہم نے کہا کہ بیع سلم صحیح نہیں ہے اگر اس میں دونوں کے لئے یا اس میں سے ایک کے لئے خیار شرط ہو اس لئے کہ وہ قبضے کے تمام ہونے کو روکتا ہے اس لئے کہ حکم کے حق میں انعقاد سے مانع ہے، اور ایسے ہی بیع سلم میں خیار رویت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ مفید نہیں ہے، بخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ اس لئے کہ وہ قبضے کے تمام ہونے کو نہیں روکتا۔

تشریح :چونکہ ثمن پر بائع کا پورا قبضہ ہو تب ہی وہ تصرف کر سکتا ہے اور مسلم فیہ [مبیع] حاصل کر سکتا ہے۔اس لئے بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کو خیار شرط ہو تو ثمن پر پورا قبضہ شمار نہیں کیا جاتا اس لئے بیع سلم میں کسی کو خیار شرط نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح خیار رویت ہو تب بھی قبضہ پورا شمار نہیں کیا جاتا ہے اس لئے خیار رویت بھی نہیں ہونا چاہئے، ہاں خیار عیب ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کیونکہ خیار عیب کے باوجود قبضہ پورا شمار کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :۵ؕ اگر جدا ہونے سے پہلے خیار شرط ساقط کر دی اور ثمن موجود ہے تو بیع سلم جائز ہو جائے گی۔خلاف امام زفرؒ کے، اور اس کی مثال گزر چکی ہے۔

تشریح : ابھی گزرا کہ اگر بیع سلم میں خیار شرط ہو بیع سلم نہیں ہوگی ،لیکن اگر پہلے خیار شرط تھی اور بائع اور مشتری کے جدا ہونے سے پہلے اس کو ساقط کر دیا، اور ثمن ابھی موجود تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع سلم پلٹ کر جائز ہو جائے گی۔لیکن اگر خرچ کر دیا تو اب پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، اور امام زفرؒ کے یہاں پلٹ کر جائز نہیں ہوگی، چاہے ثمن موجود ہو۔اس کے مثل مسئلہ باب بیع الفاسد میں گزر چکا ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ خرابی پیوست ہونے سے پہلے ختم کر دی گئی اس لئے جائز ہو جائے گی۔اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ بیع فاسد منعقد ہوئی ہے اس لئے پلٹ کر جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :(۲۵۸) مصنف نے فرمایا کہ مشائخ نے بیع سلم کے تمام شروط کو اختصار کے ساتھ اپنے اس قول میں جمع کیا ہے، راس المال سے آگاہ کرنا، اور رأس المال کو فی الحال دے دینا، اور مسلم فیہ سے آگاہ کرنا، اور مسلم فیہ کو ادا کرنے کے لئے وقت

قولهم إعلام رأس المال وتعجيله وإعلام المسلم فيه وتأجيله وبيان مكان الإيفاء والقدرة على تحصيله (۲۵۹) فإن أسلم مائتي درهم في كر حنطة مائة منها دين على المسلم إليه ومائة نقد فالسلم في حصة الدين باطل [لفوات القبض] ويجوز في حصة النقد لـ لاستجماع شرائطه ولا

مقرر کرنا، اور مقام مقرر کرنا، اور مسلم فیہ حاصل کرنے پر قادر ہونا۔

تشریح: اس کی تشریح یہ ہے۔ **اعلام رأس المال**: یعنی رأس المال [ثمن] کی جنس، نوع، صفت، اور وزن، یا کیل کی مقدار، یا عدد بیان کرے۔ **و تعجیله**: راس المال کو فی الحال مجلس میں ادا کرے۔ **اعلام المسلم فیه**: یعنی مسلم فیہ [مبیع] کی کی جنس، نوع، صفت، اور وزن، یا کیل کی مقدار، یا عدد بیان کرے۔ **تأجیله**: مسلم فیہ دینے کے لئے وقت مقرر کرے۔ **و بیان مکان الایفاء**: ضرورت ہو تو مسلم فیہ ادا کرنے کا مقام بیان کرے۔ **و القدرة علی تحصیله**: یعنی عقد کے وقت سے لیکر ادا کرنے تک مبیع بازار میں ملتی ہو تا کہ اس کو حاصل کرنے پر قدرت ہو۔

ترجمہ: (۲۵۹) پس اگر دو سو درہم کے بدلے ایک کرّ گیہوں کی بیع سلم کی، پھر ایک سو درہم بائع [مسلم الیہ] پر قرض کے بدلے میں رکھا اور ایک سو درہم نقد دیا، تو قرض کے حصے کی سلم باطل ہوگی [اس لئے کہ قبضہ فوت ہو گیا] اور نقد کے حصے کی سلم جائز ہوگئی۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ اس میں سب شرطیں جمع ہو گئیں، اور قبضہ نہ کرنے کا فساد نقد میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ فساد بعد میں ہوا ہے، اور اس لئے کہ بیع سلم صحیح واقع ہوئی تھی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جتنے ثمن پر مجلس میں قبضہ ہوگا اتنے ہی کی بیع سلم صحیح ہوگی۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ جو قرض ہے وہ متعین نہیں ہوتا اس لئے اس کا فساد نقد میں سرایت نہیں کرے گا۔

تشریح: کر ایک پیمانہ ہے جس سے چاول گیہوں ناپتے تھے۔ دو سو درہم کے بدلے ایک کر گیہوں کی بیع سلم کی، بعد میں مشتری نے کہا کہ ایک سو درہم مجلس میں نقد دیتا ہوں اور باقی ایک سو جو آپ پر قرض ہے اس کے بدلے میں کاٹتا ہوں تو آدھے کر گیہوں کی بیع صحیح ہوگی، اور آدھے کی باطل ہوگی، کیونکہ ثمن پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری تھا، اور آدھے ہی پر قبضہ کیا ہے اس لئے آدھے کی بیع درست ہوگی۔ لیکن باقی آدھا کر جسکی بیع باطل ہوگئی اس کا فساد صحیح والے حصے میں سرایت نہیں کرے گا۔

وجہ: کیونکہ شروع میں بیع سلم صحیح ہوگئی ہے، اور قرض کاٹنے کی بات بعد میں ہوئی ہے اس لئے فساد صحیح والے حصے میں سرایت نہیں کرے گا۔ باقی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لغت: **ولا یشیع الفساد لان الفساد طار اذ السلم وقع صحیحا**: بیع سلم کرنے کی دو صورتیں ہیں [۱] شروع میں

يشيع الفساد لأن الفساد طارء إذ السلم وقع صحيحا ٢ ولهذا لو نقد رأس المال قبل الافتراق صح إلا أنه يبطل بالافتراق لما بينا ٣ وهذا لأن الدين لا يتعين في البيع ألا ترى أنهما لو تبايعا

مشتری نے کہا کہ میں دوسودرہم کے بدلے میں ایک کر گیہوں کی بیع سلم کرتا ہوں، اور بیع ہوجانے کے بعد میں ایک سودرہم بائع کے اوپر قرض کا کاٹا۔ اس صورت میں پہلے بیع مطلقا دوسودرہم کے بدلے میں کی ہے، اور بہت بعد میں قرض کا کاٹا ہے اس لئے بیع سلم صحیح ہوگئی۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ شروع ہی میں مشتری نے کہا کہ ایک سونقد اور ایک سوقرض کے بدلے میں ایک کر گیہوں خریدتا ہوں، اس صورت میں قرض کے باوجود اس لئے بیع درست ہوجائے گی کہ قرض متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا وہ مطلق ہی رہتا ہے، یعنی یوں سمجھا جائے گا کہ مطلق دوسودرہم کے بدلے میں بیع سلم کی، اس لئے بیع سلم ہوجائے گی۔ اور بعد کا فساد پہلے میں سرایت نہیں کرے گا۔

ترجمہ :٢ اسی لئے اگر رأس المال جدا ہونے سے پہلے نقد دے دیا تو بیع صحیح ہوجائے گی لیکن اگر بغیر دئے جدا ہوگئے تو باطل ہوجائے گا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

تشریح : یہ بیع سلم صحیح ہونے کا اصول ہے کہ اگر مشتری نے جدا ہونے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع درست ہوجائے گی، اور اگر کچھ بھی نہیں دیا تو بیع سلم پوری باطل ہوجائے گی، کیونکہ مجلس میں ثمن [رأس المال] پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ :٣ بیع سلم باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ بیع میں قرض متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کسی عینی چیز کو قرض کے بدلے میں بیچا پھر بائع اور مشتری نے تصدیق کر لی کہ بائع پر قرض نہیں تھا تب بھی بیع باطل نہیں ہوگی، اس لئے کہ بیع صحیح منعقد ہوئی ہے۔

تشریح : مشتری [رب السلم] نے کہا کہ دوسودرہم میں ایک سونقد اور ایک سوقرض کے بدلے میں بیع سلم کرتا ہوں پھر بھی بیع ہوجائے گی، اس کی دلیل بیان کر رہے ہیں کہ بیع میں قرض کی رقم کو متعین کرے تب بھی وہ متعین نہیں ہوتی، مطلق ہی رہ جاتی ہے، اس کی دو مثال دیتے ہیں [۱] ایک یہ کہ ایک سودرہم قرض کے بدلے میں مثلا غلام خریدا، پھر بائع اور مشتری نے تصدیق کر لی کہ بائع پر قرض نہیں تھا پھر بھی بیع درست رہتی ہے، حالانکہ قرض جب نہیں تھا تو غلام کا ثمن ہی نہیں رہا اس لئے بیع فاسد ہوجانی چاہئے، لیکن چونکہ قرض متعین نہیں ہے اس لئے مشتری پر کوئی سا بھی ایک سودرہم لازم ہوگا اور بیع باقی رہے گی، ٹھیک اسی طرح بیع سلم میں شروع میں مطلق دوسودرہم کے بدلے بیع ہوئی اس لئے بیع باقی رہے گی۔ [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ سامنے درہم یا دینار ہو اور یہ کہے کہ اس درہم کے بدلے بیع کرتا ہوں تب بھی وہی درہم متعین نہیں ہوتا، اسی طرح درہم بائع پر قرض ہو تب بھی وہ قرض متعین نہیں ہوتا بلکہ مطلق دوسودرہم لازم ہوتے ہیں اس لئے بیع سلم ہوجائے گی۔

عينا بدين ثم تصادقا أن لا دين لا يبطل البيع فينعقد صحيحا. (٢٦٠)قال ولا يجوز التصرف في رأس مال السلم والمسلم فيه قبل القبض ﴿أما الأول فلما فيه من تفويت القبض المستحق بالعقد. وأما الثاني فلأن المسلم فيه مبيع والتصرف في المبيع قبل القبض لا يجوز (٢٦١) ولا تجوز الشركة والتولية في المسلم فيه ﴿ لأنه تصرف فيه (٢٦٢) فإن تقايلا السلم لم يكن له أن

لغت :عينا بدین: عین سے مراد ہے درہم اور دینار کے علاوہ کی چیز، مثلا گیہوں چاول، غلام، اور دین سے مراد ہے درہم اور دینار جو قرض ہو۔ عین کو دین کے بدلے، یعنی غلام کو قرض کے بدلے بیچے۔

ترجمه :(۲۶۰) اور نہیں جائز ہے رأس المال میں تصرف کرنا اور نہ مسلم فیہ میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے۔

تشریح :بیع سلم میں ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ رأس المال سے مراد ثمن اور مسلم فیہ سے مراد مبیع ہے۔

وجه:(۱) حدیث میں پہلے گزر چکا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ مثلا اس کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور سلم میں رأس المال مبیع کے درجے میں ہے اس لئے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں، حدیث یہ ہے **سمعت ابن عباس يقول اما الذى نهى عنه النبى ﷺ فهو الطعام ان يباع حتى يقبض قال ابن عباس ولا احسب كل شيء الا مثله** ۔(بخاری شریف، باب بیع الطعام قبل ان یقبض وبیع ما لیس عندک، ص۳۴۲، نمبر ۲۱۳۵ رمسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص۶۶۲، نمبر ۱۵۲۵/۳۸۳۸ رابوداؤد شریف، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی، ص۵۰۴، نمبر ۳۴۹۲) اس حدیث میں مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

ترجمه :﴿ پہلا یعنی رأس المال پر قبضہ کرنا تو اس لئے کہ اس میں قبضے کو فوت کرنا ہے جو عقد کے ذریعہ سے مستحق ہوا ہے۔، اور دوسرا تو اس لئے کہ مسلم فیہ مبیع ہے اور قبضے سے پہلے مبیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ پہلا، سے مراد رأس المال، ہے، کیونکہ پہلے گزرا کہ عقد کی وجہ سے رأس المال پر قبضہ ضروری ہے، اور اس پر قبضے سے پہلے تصرف کر دیا تو قبضہ فوت ہو گیا، اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔۔ اور دوسرے سے مراد مسلم فیہ ہے، بیع سلم میں مسلم فیہ مبیع ہے اور ابھی حدیث گزری کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه :(۲۶۱) اور نہیں جائز ہے شرکت اور نہ تولیہ مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے۔

ترجمه :﴿ اس لئے کہ اس میں تصرف کرنا ہوا۔

تشریح : مسلم فیہ یعنی مبیع پر ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اور اس میں بیع تولیہ کرنا چاہتا ہے تو نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اس میں کسی کو

يشتري من المسلم إليه برأس المال شيئا حتى يقبضه كله ۱؎ لقوله عليه الصلاة والسلام لا تأخذ إلا سلمک أو رأس مالک أي عند الفسخ ۲؎ ولأنه أخذ شبها بالمبيع فلا يحل التصرف فيه قبل قبضه وهذا لأن الإقالة بيع جديد في حق ثالث ولا يمكن جعل المسلم فيه مبيعا لسقوطه فجعل

شریک کرنا چاہتا ہے تو نہیں کرسکتا۔

وجه : بیع تولیہ کرنا یا کسی کو شریک کرنا اس میں تصرف کرنا ہے۔ اور ابھی گزر چکا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیع تولیہ کرنا یا کسی کو شریک کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۶۲) اگر بیع سلم کا اقالہ کرلیا تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہے کہ بائع [مسلم الیہ] سے رأس المال کے بدلے کوئی چیز خریدے یہاں تک کہ پورے راس المال پر قبضہ کرلے۔

ترجمہ : ۱؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ یا مسلم فیہ لو، یا اپنا رأس المال لو یعنی فسخ کے وقت۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع سلم فسخ کے بعد اس کے ثمن سے قبضہ سے پہلے کوئی دوسری چیز نہیں خرید سکتا۔

تشریح : بیع سلم فسخ کردے اور ثمن پر ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اور مشتری یہ چاہے کہ ثمن کے بدلے میں مسلم فیہ [مبیع] کے بجائے کوئی اور چیز لے لیں تو یہ جائز نہیں ہے، جب تک کہ پورے ثمن پر قبضہ نہ کرلے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں ہے کہ رأس المال کو کسی اور چیز میں خرچ نہ کرو۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ من أسلف فی شئ فلا يصرفه الى غيره** ۔(ابوداود شریف، باب السلف یحول، ص ۵۰۱، نمبر ۳۴۶۸ / ابن ماجۃ شریف، باب من اسلم فی شئ فلا یصرفہ الی غیرہ ص ۳۲۶، نمبر ۲۲۸۳) اس حدیث میں ہے کہ مسلم فیہ کو دوسری چیز میں استعمال نہ کرے۔ (۲) قول صحابی یہ ہے۔ **ان عبد الله بن عمر كان يسلف له فی الطعام فقال للذی كان يسلف له لا تأخذ بعض مالنا و بعض طعامنا ، و لكن خذ رأس مالنا كله او الطعام وافيا** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یأ خذ بعض سلمہ و بعضا طعاما، ج رابع، ص ۲۷۵، نمبر ۱۹۹۹۱ / دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۴۰، نمبر ۲۹۵۸) اس قول صحابی میں ہے کہ یا مسلم فیہ یا پورا راس المال لے۔ (۳) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے جس میں ہے یا رأس المال لو یا پورا مسلم فیہ لو۔ **عن الشعبی .....فقال لا تأخذ الا رأس مالک او طعاما كله** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یأ خذ بعض سلمہ و بعضا طعاما، ج رابع، ص ۲۷۵، نمبر ۱۹۹۹۲)

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے کہ رأس المال مبیع کے مشابہ ہو گیا اس لئے کہ قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ اس لئے کہ اقالہ کرنا تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے، اور مسلم فیہ کو مبیع نہیں بنا سکتے اس لئے کہ وہ ساقط ہو گیا تو راس المال کو مبیع

رأس المال مبيعا لأنه دين مثله ۳؎ إلا أنـه لا يجب قبضه في المجلس لأنه ليس في حكم الابتداء من كل وجه۴؎ وفيه خلاف زفر رحمه الله والحجة عليه ما ذكرناه. [الف](۲۶۳)قال ومن أسلم في كر حنطة فلما حل الأجل اشترى المسلم إليه من رجل كرا وأمر رب السلم بقبضه قضاء لم يكـن قضاء وإن أمره أن يقبضه له ثم يقبضه لنفسه فاكتاله له ثم اكتاله لنفسه جاز۱؎ لأنه اجتمعت

بنادیااس لئے کہ وہ بھی مسلم فیہ کی طرح بائع پر قرض ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔کہ اقالہ کرنے کی وجہ سے مسلم فیہ ساقط ہو گیا،اب راس المال بائع پر قرض رہ گیا تو اس کو مبیع قرار دے دی جائے گی،اور پہلے گزر چکا ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس پر تصرف کرنا جائز نہیں ہے،اس لئے اب راس المال کے بدلے کوئی چیز بائع سے خریدنا جائز نہیں ہے۔

لغت :فجعل رأس المال مبيعا، لانه دين مثله: پہلے بائع پر مسلم فیہ قرض تھا اس کے ساقط ہونے کے بعد اب راس المال قرض ہو گیا،اس لئے اس کو مبیع قرار دے دی جائے گی۔

ترجمه ۳؎ مگر یہ کہ مجلس میں اس ثمن پر قبضہ کرنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ ہر اعتبار سے ابتداء بیع سلم کے حکم میں نہیں ہے

تشریح :یہاں راس المال مسلم فیہ کے درجے میں ہو گیا ہے ابتدائی طور پر ہر اعتبار سے یہ بیع سلم نہیں ہے اس لئے اس لئے مجلس اس راس المال کا قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمه :۴؎ اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے،اور ان پر حجت وہ دلیل ہے جسکو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ بیع سلم ختم ہو گیا تو راس المال بائع پر قرض ہو گیا،پس جس طرح اور قرض کے بدلے کوئی چیز خرید سکتا ہے اسی طرح اس قرض کے بدلے بھی کوئی چیز مشتری خرید سکتا ہے،اور ان پر ہمارا حجت یہ ہے کہ اوپر حدیث میں گزری کہ یا مسلم فیہ لے یا راس المال لے،اس لئے دوسری چیز نہیں خرید سکتا۔

ترجمه :[الف](۲۶۳) کسی نے ایک کر گیہوں میں بیع سلم کیا پس جب وقت آیا تو بائع نے کسی آدمی سے ایک کر خریدا اور مشتری کو اپنی ادائیگی کیلئے قبضہ کرنے کا حکم دیا تو یہ ادائیگی نہیں ہوگی۔اور اگر مشتری کو حکم دیا کہ پہلے بائع کے لئے قبضہ کرے پھر اپنے لئے قبضہ کرے،پس رب السلم [مشتری] نے پہلے بائع کے لئے کیل کیا پھر اپنے لئے کیل کیا تو جائز ہو جائے گا

ترجمه :۱؎ کیونکہ کیل کے شرط کے ساتھ دو صفقے جمع ہو گئے اس لئے دو مرتبہ کیل کرنا ضروری ہے،کیونکہ حضورؐ نے روکا ہے بیع سے یہاں تک کہ اس میں دو مرتبہ صاع جاری ہو جائے،اور یہی حدیث کا محمل ہے،جیسا کہ پہلے باب المرابحۃ والتولیۃ، مسئلہ نمبر ۱۹۲، میں گزر چکا۔

الصفقتان بشرط الكيل فلا بد من الكيل مرتين لنهي النبي عليه الصلاة والسلام عن بيع الطعام حتى يجري فيه صاعان وهذا هو محمل الحديث على ما مر ۲؎ والسلم وإن كان سابقا لكن قبض المسلم فيه لاحق وأنه بمنزلة ابتداء البيع لأن العين غير الدين حقيقة. ۳؎ وإن جعل عينه في حق

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو بیع جمع ہو جائیں تو حدیث کے اعتبار سے دو مرتبہ ناپنا پایا جائے گا تو بیع صحیح ہوگی، ورنہ نہیں۔

تشریح : مثلا زید مشتری نے عمر سے ایک کر گیہوں کی بیع سلم کی، دینے کا وقت آیا تو عمر بائع نے خالد سے ایک کر گیہوں خریدا اور زید مشتری کو کہا کہ جا کر گیہوں پر اپنے لئے قبضہ کرلو تو بیع سلم درست نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں دو بیع ہیں اس لئے پہلے بائع کے لئے بطور وکیل کے قبضہ کرنا چاہئے، پھر اپنے لئے بطور اصیل کے قبضہ کرنا چاہئے، اور حدیث کے اعتبار سے دو مرتبہ کیل کرنا چاہئے، یہاں ایک مرتبہ کیل کیا اس لئے قبضہ صحیح نہیں ہے۔ اور اگر زید نے کہا پہلے میرے لئے قبضہ کرو پھر اپنے لئے قبضہ کرو، اور اس نے پہلے بائع کے لئے قبضہ کیا پھر اپنے لئے قبضہ کیا، اسی طرح پہلے بائع کے لئے کیل کیا پھر اپنے لئے کیل کیا تو قبضہ درست ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع الطعام حتى يجرى فيه الصاعان صاع البائع وصاع المشترى ۔ (ابن ماجہ شریف، باب النھی عن بیع الطعام قبل مالم یقبض ،ص ۳۱۹، نمبر ۲۲۲۸) اس حدیث میں ہے کہ بائع کا صاع اور مشتری کا جاری ہونا چاہئے۔ یعنی دونوں صاع سے وزن کرے۔ (۲) حدیث میں ہے کہ بیچتے اور خریدتے وقت کیل کرے۔ عن عثمان ان النبى ﷺ قال اذا بعت فكِل واذا ابتعت فاكتل (بخاری شریف، باب الکیل علی البائع والمعطی ،ص ۳۴۱، نمبر ۲۱۲۶ رمسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض ،ص ۶۶۳، نمبر ۱۵۲۸/۳۸۴۸)

ترجمہ : ۲؎ بیع سلم بہت پہلے کیا ہے لیکن قبضہ ابھی کر رہا ہے اس لئے گویا کہ ابھی بیع ہو رہی ہے اس لئے ابھی جو عین گیہوں پر قبضہ ہو رہا ہے وہ اور ہے، اور بائع پر مسلم فیہ جو قرض تھا وہ اور ہے۔

تشریح : یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے، وہ یہ کہ بیع سلم تو بہت پہلے ہو چکی تھی اور بائع نے جو خالد سے ایک کر خریدا ہے وہ بہت بعد میں ہے تو دو صفقے جمع کیسے ہو گئے؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بائع [مسلم الیہ] نے خالد سے گیہوں خریدا ہے اس کے بعد مشتری سے قبضہ کروا رہا ہے اس لئے گویا کہ ابھی بیع ہوئی، اس لئے دو صفقے جمع ہو گئے۔

حكم خاص وهو حرمة الاستبدال فيتحقق البيع بعد الشراء ٤ وإن لم يكن سلما وكان قرضا فأمره بقبض الكر جاز لأن القرض إعارة ولهذا ينعقد بلفظ الإعارة فكان المردود عين المأخوذ مطلقا حكما فلا تجتمع الصفقتان.[ب](۲۶۳) قال ومن أسلم في كر فأمر رب السلم أن يكيله

لغت :لان العين غیرالدین:اس عبارت سے بتانا چاہتے ہیں کہ جو گیہوں بائع [مسلم الیہ] پر قرض تھا وہ گویا کہ اور ہے،اور جس گیہوں پر ابھی قبضہ کروا رہا ہے وہ گویا کہ اور چیز ہے،اس لئے دو صفقے ہو گئے۔

ترجمہ:٣ و ان جعل عينه في حق حكم خاص هو حرمة الاستبدال - یہ عبارت بھی ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ابھی جو گیہوں مشتری کو دے رہا ہے وہ اور ہے اور مسلم الیہ پر جو گیہوں قرض تھا وہ اور ہو گیا تو مسلم فیہ کے بدلے میں دوسری چیز کا لینا لازم آیا جو ابھی گزرا کہ جائز نہیں ہے،اس کا جواب دیا جا رہا کہ یہاں عین کو قرض کے بدلے میں لینا لازم آئے گا اس لئے اس معاملے میں دونوں کو ایک کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ :٤ اور اگر بیع سلم نہیں تھی بلکہ قرض تھا اور قرض لینے والے نے قرض دینے والے کو کر پر قبضہ کرنے کا حکم دیا تو جائز ہے اس لئے کہ قرض عاریت کی چیز ہے،اسی لئے عاریت کے لفظ سے قرض منعقد ہوتا ہے،اس لئے جو کچھ قرض لینے والے نے جو کچھ لیا تھا گویا کہ وہی واپس کیا،اس لئے دو صفقے جمع نہیں ہوئے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قرض لینے اور قرض دینے والے کے درمیان کوئی بیع نہیں ہوتی،یا کوئی صفقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک مانگی ہوئی چیز ہوتی ہے۔

تشریح :زید نے عمر سے ایک کر گیہوں قرض لیا،بعد میں زید نے خالد سے ایک کر گیہوں خریدا اور عمر کو کہا کہ اپنے لئے اس گیہوں پر قبضہ کرلو،اب یہاں زید اور عمر کے درمیان کوئی بیع نہیں ہے صرف عاریت اور مانگی ہوئی چیز ہے،اس لئے زید اور خالد کے درمیان جو بیع ہوئی ہے صرف وہی ایک بیع ہے اس لئے یہاں دو صفقے جمع نہیں ہوئے اس لئے دو مرتبہ کیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ دو مرتبہ قبضہ کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ عمر نے خالد سے جیسے ہی زید کا وکیل بن کر قبضہ کیا تو وہی چیز عمر کی بن گئی۔

لغت : فكان المردود عين الماخوذ:جو گیہوں قرض لینے والے نے لیا تھا گویا کہ وہی گیہوں اس کو واپس لوٹا دیا۔اس لئے کوئی بیع نہیں ہوئی اور نہ کوئی نیا عقد ہوا ہے۔

ترجمہ : [ب](۲۶۳) کسی نے ایک کر گیہوں میں بیع سلم کی، پھر مشتری نے بائع کو حکم دیا کہ مشتری کے تھیلے میں گیہوں ڈال دے،مشتری غائب تھا اس وقت بائع نے گیہوں ڈالا تو مشتری کو ادا کرنا نہیں ہوا۔

المسلم إليه في غرائر رب السلم ففعل وهو غائب لم يكن قضاءً ا لأن الأمر بالكيل لم يصح لأنه لم يصادف ملك الآمر لأن حقه في الدين دون العين ٢ فصار المسلم إليه مستعيرا للغرائر

ترجمہ : ا اس لئے کہ ناپنے کا حکم صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مشتری کے حکم نے مشتری کی ملک کو نہیں پایا، اس لئے کہ مشتری کا حق قرض میں ہے عین شئی میں نہیں ہے اس لئے ایسا ہوا کہ بائع نے مشتری کے تھیلے کو مانگ لیا اور اپنا گیہوں اس میں ڈال دیا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، بائع کی چیز ہو اور مشتری کے تھیلے میں ڈال کر اپنے پاس رکھ لیا تو ابھی مشتری کا قبضہ شمار نہیں کیا جائے گا، اگر یہ گیہوں ضائع ہوا تو بائع کا ضائع ہوگا، کیونکہ چیز ابھی تک بائع ہی کی ہے۔

اصول : دوسرا اصول یہ ہے۔ اگر مشتری کی متعین چیز ہو اور مشتری کے حکم سے مشتری ہی کے تھیلے میں ڈال دے تو مشتری کا قبضہ شمار ہو جاتا ہے، اگر ضائع ہوا تو مشتری کا ضائع ہوگا، کیونکہ اس کی چیز اس کے حکم سے اسی کے تھیلے میں ڈالا ہے۔

تشریح : مثلا زید نے عمر سے ایک کر گیہوں بیع سلم کے ماتحت بیچا، بعد میں عمر نے اپنا تھیلا زید کو دیا اور کہا کہ اس میں گیہوں ڈال دو، زید نے ایسے وقت میں گیہوں ڈالا کہ عمر مشتری وہاں موجود نہیں تھا، اور اس کو اپنے ہی گھر میں رکھ دیا تو اس سے عمر کا قبضہ شمار نہیں کیا جائے گا، ہاں عمر وہاں موجود ہوتا تو قبضہ شمار کیا جاتا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم فیہ [مبیع] کا گیہوں متعین نہیں ہوتا کوئی گیہوں بھی عمر کو دے سکتا ہے، اس لئے جب تک عمر کے ہاتھ میں نہ پکڑا دے یہ گیہوں زید بائع ہی کا ہے، اس لئے ابھی ضائع ہوا تو بائع ہی کا ضائع ہوا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ مشتری کا تھیلا مانگا اور اپنا گیہوں اس میں ڈال کر اپنے گھر میں رکھ دیا۔

اس کے برخلاف اگر عمر نے زید سے عام بیع کی اور متعین گیہوں خریدا اور عمر نے اپنے تھیلے میں بھر دینے کے لئے کہا اور زید نے عمر کے غائبانے میں بھر دیا تو عمر کا قبضہ شمار کیا جائے گا، اور یہ گیہوں ضائع ہوا تو عمر کا ضائع ہوا، کیونکہ یہ متعین گیہوں تو عمر کا ہو چکا تھا اور عمر کے حکم سے اس کے تھیلے میں ڈالا تو اس کا قبضہ ہو گیا۔

لغت : دین: یہاں دین سے مراد ہے جو مسلم الیہ پر گیہوں قرض ہے، اور کوئی گیہوں متعین نہیں ہے۔ اور عین سے مراد ہے وہ گیہوں جو متعین ہے اور مشتری نے خریدا ہے۔ یصادف: پانا، چپکنا، یہاں مراد ہے کہ غیر متعین گیہوں مشتری کے تھیلے میں نہیں گیا۔ مستعیرا: مانگ کر۔ غرائر: غرارۃ کی جمع ہے، تھیلا۔

ترجمہ : ٢ تو ایسا ہو گیا کہ مقروض پر درہم قرض تھا پس قرض دینے والے نے اپنی تھیلی دی کہ مقروض اس میں درہم وزن کر کے ڈال دے تو اس سے قرض والے کا قبضہ نہیں ہوگا۔

منه وقد جعل ملك نفسه فيها فصار كما لو كان عليه دراهم دين فدفع إليه كيسا ليزنها المديون فيه لم يصر قابضا. ٣ ولو كانت الحنطة مشتراة والمسألة بحالها صار قابضا لأن الأمر قد صح حيث صادف ملكه لأنه ملك العين بالبيع ٤ ألا ترى أنه لو أمره بالطحن كان الطحين في السلم للمسلم إليه وفي الشراء للمشتري لصحة الأمر وكذا إذا أمره أن يصبه في البحر في السلم يهلك من مال المسلم إليه وفي الشراء من مال المشتري ويتقرر الثمن عليه لما قلنا

تشریح : یہ مثال پیش کی ہے کہ مقروض پر درہم قرض تھا قرض دینے والے نے اپنی تھیلی دی کہ اس میں درہم وزن کر کے ڈال دو، مقروض نے قرض دینے والے کے غائبانے میں درہم ڈال دیا تو اس سے قرض دینے والے کا قبضہ نہیں شمار کیا جائے گا، کیونکہ یہ درہم متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اس لئے گویا کہ قرض لینے والے ہی کا درہم ہے جو قرض دینے والے کی تھیلی میں ڈال دیا۔ اسی طرح بیع سلم میں بائع ہی کا گیہوں ہے جو مشتری کے تھیلے میں ڈال دیا۔

ترجمہ : ٣ اگر گیہوں خریدا ہوا ہو اور مسئلہ اسی طرح ہو تو مشتری کا قبضہ ہو جائے گا اس لئے کہ حکم دینا صحیح ہے اس لئے کہ حکم مشتری کی ملک کے ساتھ مل گیا، اس لئے کہ بیع کرنے کی وجہ سے عین شیء کا مالک بن گیا۔

تشریح : مشتری نے عین گیہوں خریدا اور بائع کو حکم دیا کہ میرے تھیلے میں ڈال دو اور اس نے مشتری کے غائبانے میں گیہوں ڈال دیا تو مشتری کا قبضہ شمار کیا جائے گا، کیونکہ یہ گیہوں متعین ہے اور مشتری کا ہو چکا ہے اس لئے جب مشتری کے حکم سے مشتری ہی کے تھیلے میں ڈالا تو مشتری کا قبضہ ہو جائے گا، اور ضائع ہوگا تو مشتری ہی کا ہوگا۔

ترجمہ : ٤ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر گیہوں پیسنے کا حکم دے تو بیع سلم میں آٹا بائع کا ہوگا، اور خریدنے کی صورت میں مشتری کا ہوگا حکم صحیح ہونے کی وجہ سے، ایسے ہی اگر بائع کو حکم دے سمندر میں بہا دینے کا تو سلم میں مسلم الیہ کا ہلاک ہوگا، اور خریدنے کی شکل میں مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور مشتری پر ثمن لازم ہو جائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح : مشتری نے گیہوں پیس دینے کا حکم دیا تو اگر بیع سلم ہے تو یہ آٹا بائع ہی کا ہوگا، کیونکہ یہ گیہوں متعین نہیں ہے اس لئے مشتری کا قبضہ نہیں ہوا، اور اگر متعین گیہوں کو خریدا ہو تو پیسنے کے حکم دینے سے اس کا قبضہ ہو گیا اس لئے آٹا مشتری کا ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر مشتری نے اس گیہوں کو سمندر میں ڈال دینے کا حکم دیا تو بیع سلم میں یہ گیہوں بائع کا ضائع ہوا کیونکہ ابھی تک اسی کا گیہوں ہے، اور بیع کیا ہو تو یہ گیہوں مشتری کا ہو چکا ہے اس لئے مشتری کا ضائع ہوگا، اور مشتری پر گیہوں کی قیمت لازم ہوگی۔

۵؎ ولهذا يكتفى بذلک الكيل في الشراء في الصحيح لأنه نائب عنه في الكيل والقبض بالوقوع في غرائر المشتري ٦؎ ولو أمره في الشراء أن يكيله في غرائر البائع ففعل لم يصر قابضا لأنه استعار غرائره ولم يقبضها فلا تصير الغرائر في يده فكذا ما يقع فيها وصار كما لو أمره أن يكيله ويعزله في ناحية من بيت البائع لأن البيت بنواحيه في يده فلم يصر المشتري قابضا. ۷؎ ولو اجتمع الدين والعين والغرائر للمشتري إن بدأ بالعين صار قابضا أما العين فلصحة الأمر فيه وأما

لغت: طحن: پیسنا۔ صبّ: بہادینا۔

ترجمہ: ۵؎ اسی لئے خریدنے کی شکل میں اسی کیل پر اکتفا کیا جائے گا صحیح روایت میں، اس لئے کہ بائع کیل کرنے میں مشتری کا وکیل ہے، اور مشتری کے تھیلے میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کا قبضہ بھی ہو گیا۔

تشریح: اس عبارت کا تعلق اوپر کی عبارت کے ساتھ ہے، چونکہ عام بیع میں گیہوں مشتری کا ہو چکا ہے اس لئے بائع نے کیل کر کے مشتری کے تھیلے میں دے دیا تو یہی کیل کرنا قبضہ کے لئے کافی ہے، کیونکہ بائع کیل کرنے میں مشتری کا وکیل ہے۔

ترجمہ: ٦؎ بیع کی صورت میں مشتری نے حکم دیا کہ بائع ہی کی تھیلے میں کیل کر کے ڈالے اور اس نے ڈالا تو مشتری کا قبضہ نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے مشتری کے تھیلے کو عاریت پر لیا اور تھیلے پر قبضہ نہیں کیا اس لئے تھیلا مشتری کے ہاتھ میں نہیں ہوا اس لئے جو کچھ اس میں ڈالا وہ بھی ویسے ہی قبضہ نہیں ہوا۔ جیسے کہ بائع کو حکم دیا کہ کیل کر کے بائع کے گھر کے کونے میں الگ رکھ دے [تو قبضہ نہیں ہوتا] اس لئے کہ گھر سب کونے کے ساتھ بائع کے قبضے میں ہے اس لئے مشتری گیہوں پر قبضہ کرنے والا نہیں ہوا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مانگی ہوئی چیز پر جب تک باضابطہ قبضہ نہ کر لے اس کی نہیں ہوتی۔

تشریح: یہاں بائع کی تھیلی مشتری نے مانگ کر [عاریت پر] لی ہے اس لئے جب تک اس پر باضابطہ قبضہ نہیں کرے گا اس پر قبضہ نہیں ہوگا، اور یہاں مشتری نے قبضہ کیا نہیں ہے اس لئے قبضہ نہیں ہوا، اس لئے جو گیہوں اس میں ڈالا اس پر بھی مشتری کا قبضہ نہیں ہوا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مشتری نے بائع کو کہا کہ میرا خریدا ہوا گیہوں کیل کر کے اپنے گھر کے کسی کونے میں رکھ دو اور اس نے ایسا کیا تو اس سے مشتری کا قبضہ شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ گھر بھی بائع کا ہے اور اس کا کونہ بھی بائع کا ہے اس لئے مشتری کا قبضہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۷؎ اگر دین اور عین جمع ہو جائیں اور تھیلا مشتری کا ہو، اگر عین سے شروع کیا تو قبضہ ہو جائے گا، بہر حال عین میں اس لئے کہ اس میں حکم دینا صحیح ہے، اور بہر حال دین میں تو اس لئے کہ وہ مشتری کی ملک کے ساتھ مل گیا، اور ملنے سے قبضہ

الدين فلاتصاله بملكه وبمثله يصير قابضا كمن استقرض حنطة وأمره أن يزرعها في أرضه وكمن دفع إلى صائغ خاتما وأمره أن يزيده من عنده نصف دينار ٨ وإن بدأ بالدين لم يصر قابضا أما الدين فلعدم صحة الأمر وأما العين فلأنه خلطه بملكه قبل التسليم فصار مستهلكا عند

ہو جاتا ہے، جیسے گیہوں قرض لیا اور قرض دینے والے سے کہا کہ اس کو قرض لینے والے کی زمین میں بو دے [اور بو دیا تو یہ گیہوں قرض لینے والے کا ہو گیا] - یا سنار کو انگوٹھی دی اور اس کو حکم دیا کہ اس میں اپنے پاس سے آدھا دینار کا سونا زیادہ کر دے [اور اس نے کر دیا تو انگوٹھی والے کا قبضہ ہو گیا]

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بائع کا مال مشتری کے مال کے ساتھ مل گیا تو مشتری کا قبضہ شمار کیا جائے گا۔ اور اگر مشتری کا مال بائع کے مال کے ساتھ مل گیا تو مشتری کا قبضہ شمار نہیں کیا جائے گا۔

تشریح : یہاں دین سے مراد مسلم فیہ کی مبیع [گیہوں] ہے جو غیر متعین ہے اور ابھی تک مشتری کا نہیں ہوا ہے۔ اور عین سے مراد بیع کی مبیع [گیہوں] ہے جو متعین ہے، اور مشتری کا ہو چکا ہے۔۔ عین اور دین [متعین گیہوں اور غیر متعین گیہوں] دونوں جمع ہیں اور تھیلا مشتری کا ہے، پس اگر پہلے تھیلا میں متعین گیہوں ڈالا، اور غیر متعین گیہوں بعد میں ڈالا تو دونوں پر مشتری کا قبضہ ہو جائے گا، عین گیہوں پر تو اس لئے کہ یہ گیہوں پہلے سے مشتری کا ہے اور تھیلا بھی مشتری کا ہے، اور دین گیہوں پر اس لئے قبضہ ہو جائے گا کہ یہ یہ مشتری کے گیہوں کے ساتھ مل گیا، اس لئے اس پر بھی قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے لئے دو مثالیں دی ہیں [۱] پہلی مثال یہ ہے کہ کسی نے گیہوں قرض لیا اور قرض دینے والے سے کہا کہ میرے کھیت میں بو دو اور اس نے بو دیا تو قرض لینے والے کی زمین کے ساتھ گیہوں مل گیا اس لئے اس کا قبضہ ہو گیا۔ [۲] دوسری مثال یہ ہے کہ سنار کو انگوٹھی دی اور کہا کہ اس میں آدھا دینار سونا ملا دو اس نے ملا دیا تو چونکہ آدھا دینار سونا انگوٹھی کے ساتھ مل گیا اس لئے اس کا قبضہ ہو گیا اب اگر ضائع ہوگا تو انگوٹھی والے کا ضائع ہوگا۔ اسی طرح بائع کا گیہوں مشتری کے گیہوں کے ساتھ مل گیا تو مشتری کا قبضہ ہو گیا۔

ترجمہ : ٨ اور اگر دین گیہوں کو پہلے ڈالا تو قبضہ نہیں ہوگا، بہر حال دین گیہوں پر تو اس لئے کہ اس میں حکم دینا صحیح نہیں ہے، بہر حال عین گیہوں تو اس لئے کہ سپرد کرنے سے پہلے بائع نے اپنی ملکیت کے ساتھ ملا لیا تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک گیہوں کو ہلاک کرنے والا ہوگا، اس لئے بیع سلم ٹوٹ جائے گی۔

تشریح : اگر مشتری کے تھیلے میں بائع نے پہلے دین والا گیہوں ڈالا بعد میں عین والا گیہوں ڈالا تو کسی گیہوں پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوگا

وجہ : دین والے گیہوں پر اس لئے قبضہ نہیں ہوگا کہ یہ چیز ابھی تک مشتری کی نہیں ہوئی ہے اس لئے اسکے تھیلے میں ڈالنے

أبي حنيفة رحمه الله فينتقض البيع ۹؎ وهذا الخلط غير مرضي به من جهته لجواز أن يكون مراده البداء ة بالعين ۱۰؎ وعندهما هو بالخيار إن شاء نقض البيع وإن شاء شاركه في المخلوط لأن الخلط ليس باستهلاک عندهما . (۲۶۴) قال ومن أسلم جارية في كر حنطة وقبضها المسلم إليه ثم تقايلا فماتت في يد المشتري فعليه قيمتها يوم قبضها ولو تقايلا بعد هلاک الجارية جاز ۱؎ لأن صحة الإقالة تعتمد بقاء العقد وذلک بقيام المعقود عليه وفي السلم المعقود عليه إنما

کاحکم دینا بھی صحیح نہیں ہے۔اورعین گیہوں پر اس لئے قبضہ نہیں ہوگا کہ اس کو بائع نے اپنے گیہوں کے ساتھ ملا دیا، تو گویا کہ مبیع [مسلم فیہ] ہلاک ہوگئی اس لئے بیع سلم ہی ختم ہو جائے گی۔

ترجمہ :۹؎ اوراس ملانے میں مشتری کی جانب سے رضامندی نہیں ہے، کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ مشتری کی مراد یہ ہو کہ پہلے عین گیہوں ڈالے۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے کہ بائع نے جو گیہوں ملایا ہے وہ مشتری کے حکم سے ملایا ہے اس لئے بیع نہیں ٹوٹنی چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مشتری کی مرضی یہ تھی کہ پہلے عین گیہوں تھیلے میں ڈالو، اس کے بعد دین گیہوں ڈالوتا کہ مبیع ہلاک نہ ہو، بائع نے الٹا کر دیا اس لئے ہلاک ہوگئی اور بیع ختم ہوگئی۔

ترجمہ :۱۰؎ صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو بیع توڑ دے، اور چاہے تو ملے ہوئے گیہوں میں شریک ہو جائے اس لئے کہ صاحبینؒ کے نزدیک ملانے سے ہلاک نہیں ہوتی۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک دین گیہوں کو عین گیہوں کے ساتھ ملانے سے گویا کہ مبیع ہلاک نہیں ہوتی، بلکہ باقی رہتی ہے، البتہ مشتری کا گیہوں بائع کے گیہوں کے ساتھ مل گیا ہے اسلئے چاہے تو بیع توڑ دے، اور چاہے تو بیع باقی رکھے اور بائع کے ساتھ شریک ہو جائے، کیونکہ تھیلے میں بائع کا بیع سلم والا گیہوں ہے، اور مشتری کا بیع والا متعین گیہوں بھی ہے، اسلئے دونوں شریک ہو جائے

ترجمہ :(۲۶۴) کسی نے باندی کو ثمن بنا کر ایک کر گیہوں کی بیع سلم کی، پھر بائع نے باندی پر قبضہ بھی کر لیا، پھر اقالہ کیا اس کے بعد باندی بائع کے ہاتھ میں مرگئی تو بائع پر قبضے کے دن کی قیمت لازم ہوگی، اور اگر باندی کے مرنے کے بعد اقالہ کیا تب بھی صحیح ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اقالہ کا صحیح ہونا عقد کے باقی رہنے پر ہے اور معقود علیہ [مبیع] کے باقی رہنے پر اقالہ ہوتا ہے، اور بیع

هو المسلم فيه فصحت الإقالة حال بقائه ٢ے وإذا جاز ابتداء فأولى أن يبقى انتهاء لأن البقاء أسهل ٣ے وإذا انفسخ العقد في المسلم فيه انفسخ في الجارية تبعا فيجب عليه ردها وقد عجز فيجب عليه رد قيمتها (٢٦٥)ولو اشترى جارية بألف درهم ثم تقايلا فماتت في يد المشتري

سلم میں معقود علیہ مسلم فیہ [گیہوں] ہے اس لئے گیہوں کے رہتے ہوئے اقالہ درست ہو جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع سلم میں مسلم فیہ مبیع ہے اس لئے جب تک وہ موجود ہے اقالہ ہو سکتا ہے۔ ثمن [باندی] چاہے موجود ہو یا نہ ہو۔

لغت :اقالہ : بیع کو ختم کر کے مبیع بائع کی طرف واپس کرنے کو اقالہ کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مبیع موجود ہوگی تو اقالہ ہوگا ،اور وہ ہلاک ہوگئی تو اقالہ نہیں ہو سکے گا۔

تشریح : اس عبارت میں مشتری سے مراد مسلم الیہ [بائع] ہے۔ کسی نے باندی کو ثمن بنایا اور ایک کر گیہوں کو مبیع بنایا اور بیع سلم کی پھر اقالہ کیا اس کے بعد باندی بائع کے ہاتھ میں مرگئی تو اقالہ جائز ہے۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ باندی مرگئی اس کے بعد اقالہ کیا تب بھی جائز ہے۔

وجہ :اس لئے کہ ایک کر گیہوں یہاں مبیع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مبیع موجود ہو تو اقالہ ہو سکتا ہے اس لئے اقالہ ہو جائے گا۔ اور باندی مرچکی ہے اس لئے مسلم الیہ [بائع] پر اس کی قیمت لازم ہوگی، اور جس دن باندی پر قبضہ کیا تھا اس دن اس کی کیا قیمت تھی وہی لازم ہوگی

ترجمہ:٢ے اگر ابتداء اقالہ جائز ہے تو بقاء بدرجہ اولی جائز ہوگا اس لئے کہ بقاء زیادہ سہل ہے۔

تشریح : یہاں ابتداء سے مراد دوسری صورت ہے جس میں باندی مرنے کے بعد اقالہ درست ہوا۔ اور بقاء سے مراد پہلی صورت ہے جس میں باندی کے زندہ رہتے ہوئے اقالہ کیا۔۔ دوسری صورت میں تھا کہ باندی مرگئی ہو اس کے بعد بھی اقالہ صحیح ہے تو باندی زندہ ہو تب تو بدرجہ اولی اقالہ درست ہوگا اس لئے کہ باندی باقی ہے تو اقالہ کرنا زیادہ سہل ہے۔

ترجمہ :٣ے عقد مسلم فیہ میں فسخ ہو گیا تو تابع ہو کر باندی میں بھی فسخ ہو گیا اس لئے باندی کو واپس کرنا واجب ہو گیا، اور مرنے کی وجہ سے باندی کو واپس کرنے سے عاجز ہو گیا اس لئے اس کی قیمت واپس کرے گا۔

تشریح : یہ قیمت واپس کرنے کی وجہ ہے کہ جب گیہوں میں بیع سلم ختم ہوگئی تو تابع ہو کر باندی میں بھی بیع ختم ہوگئی، لیکن وہ مرچکی اس لئے اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اس لئے اس کی قیمت واپس کریگا۔

ترجمہ :(۲٦۵) اگر مطلق بیع کے ماتحت ایک ہزار میں باندی خریدی، پھر اقال کیا، پھر باندی مرگئی تو اقالہ باطل ہو گیا۔

بطلت الإقالة ولو تقايلا بعد موتها فالإقالة باطلة ۱؎ لأن المعقود عليه في البيع إنما هو الجارية فلا يبقى العقد بعد هلاكها فلا تصح الإقالة ابتداء ولا تبقى انتهاء لانعدام محله ۲؎ وهذا بخلاف بيع المقايضة حيث تصح الإقالة وتبقى بعد هلاک أحد العوضين لأن كل واحد منهما مبيع فيه.

(۲۶۶)قال ومن أسلم إلى رجل دراهم في كر حنطة فقال المسلم إليه شرطت رديئا وقال رب

اوراگر باندی مرنے کے بعد اقالہ کیا تب بھی اقالہ باطل ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہاں بیع میں معقود علیہ باندی ہے، اس لئے باندی کے ہلاک ہونے کے بعد عقد باقی نہیں رہے گا اس لئے ابتداء بھی اقالہ صحیح نہیں ہے اس لئے انتہاء بھی اقالہ باقی نہیں رہے گا، اس لئے کہ اقالہ کا محل باقی نہیں رہا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ درہم کے بدلے باندی خریدی تو باندی ہی مبیع ہے درہم مبیع نہیں بن سکتا، اس لئے اگر اقالہ کرنے کے بعد باندی مرگئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا، اور اقالہ سے پہلے باندی مرگئی تو اقالہ ہی نہیں ہو سکے گا۔

تشریح : ہزار درہم کے بدلے باندی کی مطلق بیع کی پھر اقالہ کیا اس کے بعد باندی مرگئی تو اب اقالہ باطل ہو جائے گا، کیونکہ یہاں درہم مبیع نہیں بن سکتا وہ تو ہر حال میں ثمن ہے، اور باندی مرچکی ہے اس لئے مبیع نہیں ہے اس لئے اقالہ میں بائع کی طرف کس چیز کو واپس کرے گا، اس لئے کیا ہوا اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور اگر باندی مرگئی اس کے بعد اقالہ کرنا چاہے تو اقالہ ہوگا ہی نہیں کیونکہ باندی موجود نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ یہ بخلاف بیع مقایضہ کے اس لئے کہ اقالہ صحیح ہے، اور دونوں عوض میں سے ایک کے ہلاک کے بعد بھی مبیع باقی رہتی ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک اس میں مبیع ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع مقایضہ میں دونوں ہی مبیع ہیں اس لئے ایک کے ہلاک کے بعد بھی دوسری مبیع باقی ہے اس لئے اقالہ ہو سکے گا۔

تشریح : دونوں طرف مبیع ہوں، مثلا ایک طرف چاول ہے اور دوسری طرف گیہوں ہے تو اس کو بیع مقایضہ کہتے ہیں۔ اس میں چونکہ دونوں طرف ہی مبیع ہیں اس لئے اقالہ کرنے کے بعد ایک ہلاک ہو جائے تب بھی اقالہ صحیح رہے گا۔ اور ایک ہلاک ہوگئی تب بھی اقالہ کرنا جائز ہے، کیونکہ ابھی بھی ایک مبیع باقی ہے۔

ترجمہ :(۲۶۶) کسی نے درہم کے بدلے ایک کر گیہوں میں بیع سلم کی، پھر بائع نے کہا کہ ردی گیہوں کی شرط تھی، اور مشتری نے کہا کہ کوئی شرط نہیں تھی، اور گواہ نہیں ہے تو بائع کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ مشتری بیع کے صحیح ہونے کا انکار کر رہا ہے، اور اس میں متعنت ہے، اس لئے کہ عام طور پر مبیع ثمن

السلم لم تشترط شيئا فالقول قول المسلم إليه ۱؎ لأن رب السلم متعنت في إنكاره الصحة لأن المسلم فيه يربو على رأس المال في العادة ۲؎ وفي عكسه قالوا يجب أن يكون القول لرب السلم

سے زیادہ فائدہ مند شمار کیا جاتا ہے۔

لغت :متعنت: جو آدمی اپنے فائدے کا انکار کرے اس کو متعنت، کہتے ہیں۔ **لان المسلم فيه يربو على رأس المال فی العادة** : ربا، یربو: مال کا زیادہ ہونا، بڑھنا۔ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ثمن دیکر مبیع لینے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ ثمن سے زیادہ مبیع کار آمد ہے، تب ہی تو ثمن دیکر مبیع لے رہا ہے، اب جو مبیع چھوڑ دے تو گویا کہ وہ متعنت ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو بیع سلم کی شرائط کے مطابق دعوی کرے، گواہ نہ ہونے پر اس کی بات مانی جائے گی۔

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ بیع سلم میں مبیع کے وصف کو طے کرنا ضروری ہے کہ وہ ردی ہوگی یا اعلی درجے کی ہوگی، تب بیع درست ہوگی۔

تشریح :کسی آدمی نے ایک کر میں بیع سلم کی، پھر بائع نے کہا کہ ردی گیہوں کی شرط تھی اور مشتری کہتا ہے کہ کوئی شرط نہیں تھی اور گواہ کسی کے پاس نہیں ہے تو بائع کی بات مانی جائے گی۔

وجہ :(۱) پہلے قاعدہ گزرا کہ بیع سلم اس وقت درست ہوگی جبکہ مبیع کی صفت متعین ہو کہ ردی ہوگی یا اعلی، اور یہاں مشتری کہہ رہا ہے کہ ردی کی صفت طے نہیں تھی تو گویا کہ بیع سلم ہی نہیں ہوئی۔ اور اس میں نقصان مشتری ہی کا ہے کیونکہ اگر بیع نہیں ہوئی تو اس کو مبیع نہیں ملے گی، حالانکہ عمومی طور پر مبیع ملنے کو ثمن کے مقابلے پر کار آمد سمجھی جاتی ہے تو مبیع نہ ملنے سے مشتری کا نقصان ہے، اس لئے وہ متعنت ہے، اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بائع کا قول بیع سلم کی شرط کے موافق ہے اس لئے بھی اس کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ :۲؎ اور اس کے الٹے میں [یعنی مشتری کہتا ہے کہ ردی کی شرط تھی اور بائع کہتا ہے کہ کوئی شرط طے نہیں تھی] علما فرماتے ہیں کہ مشتری کی بات مانی جائے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس لئے کہ وہ بیع کے صحیح ہونے کا دعوی کر رہا ہے۔ اگر چہ یہ مدعی ہے اور بائع منکر ہے [اس لئے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منکر کی بات ماننی چاہئے]

تشریح :اگر اس کا الٹا ہے، یعنی مشتری کہتا ہے کہ ردی کی شرط تھی، اور بائع کہتا ہے کہ کوئی شرط طے نہیں تھی تو ایسی صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری کی بات مانی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کی بات بیع سلم کی شرط کے مطابق ہے اس لئے گویا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ بیع سلم صحیح ہے، اس لئے اس کی بات مانی جائے گی۔ اور بائع کی بات ماننے میں بیع سلم درست نہیں ہوتی ہے اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گا۔ یوں قاعدے کے اعتبار سے یہاں بائع کی بات ماننی چاہئے، کیونکہ

عند أبي حنيفة رحمه الله لأنه يدعي الصحة وإن كان صاحبه منكرا. ۳؎ وعندهما القول للمسلم إليـه لأنـه منكر وإن أنكر الصحة وسنقرره من بعد إن شاء الله تعالى(۲۶۷)ولو قال المسلم إليه لـم يـكـن لـه أجـل وقـال رب السـلـم بل كان له أجل فالقول قول رب السلم۱؎ لأن الـمسلم إليه متعنت في إنكاره حقا له وهو الأجل۲؎ والفساد لعدم الأجل غير متيقن لمكان الاجتهاد فلا يعتبر

یہاں مشتری بیع صحیح ہونے کا اور مبیع لینے کا مدعی ہے اور بائع اس کا منکر ہے اس لئے منکر کی بات ماننی چاہئے چاہے سلم کی شرط کے خلاف ہو۔

ترجمہ :۳؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک بائع کی بات مانی جائے گی اس لئے کہ وہ منکر ہے، چاہے بیع سلم کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہو۔ بعد میں اس کی بحث کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح : صاحبینؒ نے ظاہری قاعدے کو دیکھا کہ مسلم الیہ [بائع] یہاں منکر ہے اس لئے اسی کی بات مانی جائے گی، چاہے بیع سلم کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہو۔

ترجمہ :(۲۶۷) اگر مسلم الیہ [بائع] نے کہا کہ مدت متعین نہیں تھی، اور مشتری نے کہا کہ مدت متعین تھی تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ مسلم الیہ اپنے حق کے انکار کرنے میں متعنت ہے، اور وہ مدت ہے۔

تشریح : بیع سلم میں مسلم الیہ [بائع] نے کہا کہ بیع میں مدت متعین نہیں تھی، اور مشتری نے کہا کہ مدت متعین تھی تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔

وجہ :مدت متعین ہونے سے بائع کا فائدہ ہے، لیکن اس کا انکار کر کے اپنا نقصان کر رہا ہے، اس لئے وہ متعنت ہے اس لئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مدت متعین ہونا بیع سلم کی شرط میں سے ہے اور مشتری اس کا دعوی کر رہا ہے اس لئے اس کی بات بیع سلم کے موافق ہے اس لئے اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

نوٹ : بیع سلم صحیح ہونے کے لئے سات شرطوں میں سے ایک شرط صفت کا متعین ہونا ہے، اور ایک شرط مدت کا طے ہونا ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ صفت کا طے ہونا تمام اماموں کے نزدیک ضروری ہے اس لئے اس کا انکار کرنے والا شدید متعنت ہے اور مدت طے ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک مدت طے ہونا ضروری نہیں ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے، اس اختلاف کی بنا پر اس کا انکار کرنے والا شدید متعنت نہیں ہے، اسی فرق کو بیان کرنے کے لئے مصنفؒ یہ دوسری بحث لائے ہیں۔

النفع في رد رأس المال بخلاف عدم الوصف ۳؎ وفي عكسه القول لرب السلم عندهما لأنه ينكر حقا له عليه فيكون القول قوله وإن أنكر الصحة ۴؎ كرب المال إذا قال للمضارب شرطت

ترجمه :۲؎ اور مدت متعین نہ ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہونا متیقن نہیں ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے اس لئے ثمن واپس کرنے کا جو نفع ہے اس کا اعتبار نہیں ہے، بخلاف وصف کے انکار کرنے کا۔

تشریح : یہاں سے ایک نکتہ بیان کر رہے ہیں کہ بیع سلم میں مدت متعین ہونے میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ مدت متعین کرنا ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی بیع سلم ہو جائے گی اس لئے مدت کا انکار کر کے مبیع رکھنے کا جو نفع ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وصف متعین کرنے میں کسی امام کا اختلاف نہیں ہے۔

ترجمه :۳؎ اس کے الٹے میں [یعنی مسلم الیہ کہتا ہے کہ مدت متعین تھی اور رب السلم کہتا ہے کہ نہیں تھی] تو صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی بات مانی جائے گی اس لئے کہ اپنے اوپر حق کا انکار کرتا ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی، چاہے وہ بیع سلم کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہے۔

تشریح : الٹا کا مطلب یہ ہے کہ۔ بائع کہتا ہے کہ مدت متعین تھی اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں تھی، تو صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی بات مانی جائے گی، کیونکہ بائع جب کہتا ہے کہ مدت متعین تھی تو وہ اپنے حق کا دعوی کر رہا ہے اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے، اور گواہ نہ ہو تو منکر کی بات مانی جاتی ہے، اس لئے قسم کے ساتھ مشتری کی بات مانی جائے گی، چاہے وہ بیع سلم کے صحیح ہونے کا انکار کر رہا ہو۔

وجه :اس حدیث میں ہے کہ منکر کی بات مانی جائے گی ۔عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال فی خطبته البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، ص ۳۲۴، نمبر ۱۳۴۰)

ترجمه :۴؎ جیسے کہ مال والا مضاربت کرنے والے سے کہے کہ میں نے تیرے لئے آدھے نفع کی شرط کی تھی مگر دس درہم میرا ہوگا، اور مضارب نے کہا کہ شرط کی تھی کہ آدھا نفع میرا ہوگا، تو مال والے کی بات مانی جائے گی، اس لئے کہ وہ مضارب کے لئے نفع کے مستحق ہونے کا انکار کرتا ہے، اگرچہ مضاربت کے صحیح ہونے کا بھی انکار کر رہا ہے۔

لغت : مضاربت: ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرے آدمی کی محنت ہو اور نفع میں آدھا آدھا ہو تو اس کو، مضاربت، کہتے ہیں۔ اس میں جس کا مال ہے اس کو، رب المال، کہتے ہیں، اور جسکی محنت ہے اس کو، مضارب، کہتے ہیں۔ ان انکر الصحة: اگر مال والا، یا مضارب یہ شرط لگا دے کہ نفع کے علاوہ دس درہم میرا ہوگا تو یہ مضاربت میں شرط فاسد ہے اس لئے مضاربت ہی باطل

لک نصف الربح إلا عشرة وقال المضارب لا بل شرطت لي نصف الربح فالقول لرب المال لأنه ينكر استحقاق الربح وإن أنكر الصحة. ۵؎ وعند أبي حنيفة رحمه الله القول للمسلم إليه لأنه يدعي الصحة ۶؎ وقد اتفقا على عقد واحد فكانا متفقين على الصحة ظاهرا بخلاف مسألة المضاربة ۷؎ و لأنه ليس بلازم فلا يعتبر الاختلاف فيه فيبقى مجرد دعوى استحقاق الربح أما

ہوجائے گی، اس مسئلے میں مال والا اپنے لئے دس درہم خاص کرر ہا ہے اس سے مضاربت فاسد ہوجائے گی۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کی جانب سے مثال پیش کی ہے، مال والا کہہ رہا ہے کہ آدھے آدھے نفع کی شرط تھی، لیکن یہ شرط بھی تھی کہ الگ سے دس درہم میرے لئے ہوگا، اور اس شرط سے مضاربت باطل ہوجائے گی، اور مضارب دعوی کرر ہا ہے کہ آدھے آدھے نفع کی شرط تھی اس لئے مضاربت صحیح ہے اور مجھے آدھا نفع چاہئے، اس لئے یہ آدھے نفع کا مدعی ہوا اور مال والا اس کا منکر ہے اس لئے مال والے کی بات مانی جائے گی، حالانکہ اس کی بات ماننے سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی اوپر کے مسئلے میں رب السلم منکر ہے اس لئے اس کی بات مانی جائے گی، چاہے وہ عدم صحت کا دعوی کرر ہا ہو۔

ترجمہ : ۵؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسلم الیہ [بائع] کی بات مانی جائے گی اس لئے کہ وہ سلم کے صحیح ہونے کا دعوی کرتا ہے

تشریح : واضح ہے۔

ترجمہ : ۶؎ بیع سلم میں بائع اور مشتری ایک عقد پر متفق ہیں تو ظاہری طور پر صحیح ہونے پر بھی متفق ہیں، بخلاف مضاربت کے مسئلے کے [اس میں اختلاف کے بعد اجرت ہوجائے گی]

تشریح : عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، اور مضاربت اور بیع سلم میں دو فرق بیان کررہے ہیں۔ [۱] مضاربت میں مال والا یہ کہے کہ الگ سے دس درہم میرا ہے تو مضاربت فاسد ہوکر اجرت بن جائے گی تو گویا کہ رب المال اجرت کا دعوی کرر ہا ہے اور مضارب مضاربت کا دعوی کرر ہا ہے، اور سلم میں مدت کے متعین ہونے اور نہ ہونے کے اختلاف کے باوجود وہ بیع سلم ہی رہے گی، دوسرا عقد نہیں بنے گا اس لئے گویا کہ دونوں ایک عقد پر متفق ہیں، تو گویا کہ دونوں سلم کے صحیح ہونے پر بھی متفق ہیں، اس لئے مسلم الیہ مدت ہونے کا دعوی کرر ہا تو گویا کہ وہ صحیح ہونے کا دعوی کرر ہا ہے اس لئے انکی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ : ۷؎ اور اس لئے کہ مضاربت لازم نہیں رہتی اس لئے اس میں اختلاف کا اعتبار نہیں ہے اس لئے صرف مضارب کے لئے نفع کا استحقاق کا دعوی رہ گیا، اور بیع سلم لازم رہتی ہے۔

تشریح : یہ دوسرا فرق ہے، کہ بیع سلم ایک آدمی توڑنا چاہے تو نہیں توڑسکتا اس لئے وہ لازم ہے، اور مضاربت کو کوئی ایک

السلم فلازم ۸؎ فصار الأصل أن من خرج كلامه تعنتا فالقول لصاحبه بالاتفاق وإن خرج خصومة ووقع الاتفاق على عقد واحد فالقول لمدعي الصحة عنده وعندهما للمنكر وإن أنكر الصحة.

(٢٦٨) قال ويجوز السلم في الثياب إذا بين طولا وعرضا ورقعة ۱؎ لأنه أسلم في معلوم مقدور

بھی توڑ سکتا ہے اس لئے وہ لازم نہیں ہے، اور مضاربت میں اختلاف کی وجہ سے مضاربت ختم ہوگئی اب صرف یہ بات باقی رہی کہ مضارب نفع لینے کا مدعی ہے اور مال والا اس کا منکر ہے اس لئے اس کی بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ :۸؎ اس لئے یہ قاعدہ نکلا کہ جسکی بات سے تعنت ہوتا ہو تو بالاتفاق اس کے مخالف کی بات مانی جائے گی، اور جسکی بات خصومت کے طور پر ہو اور بائع اور مشتری نے ایک عقد پر اتفاق کر لیا ہو تو جو عقد صحیح ہونے کا دعوی کرتا ہو اس کی بات مانی جائے گی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ کے نزدیک منکر کی بات مانی جائے گی، چاہے عقد صحیح ہونے کا انکار کرتا ہو۔

تشریح تعنت: اپنا فائدہ ہو پھر بھی اس کا انکار کرے، اسکو تعنت، کہتے ہیں، اس کی بات کسی کے یہاں نہیں مانی جائے گی۔ خصومت: کسی کو کچھ نقصان ہو رہا ہو اس کی وجہ سے انکار کرتا ہو تو اس کو خصومت، کہتے ہیں، ایسی صورت میں جو عقد صحیح ہونے کا دعوی کرتا ہو اس کی بات مانی جائے گی، اور صاحبین کے یہاں منکر کی بات مانی جائیگی، چاہے عقد کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہو

ترجمہ :(۲۶۸) اور صحیح ہے بیع سلم کرنا کپڑے میں جبکہ متعین کی جائے لمبائی۔ چوڑائی اور اصل جوہر۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ مقدار معلوم میں بیع سلم کی اور سپرد کرنا بھی ممکن ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

تشریح : رقعۃ کے معنی ہیں پیوند، کپڑے کا ٹکڑا، یہاں اس کا مطلب ہے کہ کپڑا سوتی ہے یا ریشمی اور اس کی حقیقت کیا ہے، مطلب یہ نکلا کہ کپڑے کی لمبائی کہ کتنے گز ہیں اور چوڑائی کہ کتنا انچ چوڑا ہے اور کس قسم کا کپڑا ہے یہ سب متعین ہو جائے تو کپڑے میں بھی بیع سلم جائز ہے، کیونکہ مقدار بھی معلوم ہوگئی ہے اور سپرد کرنا بھی ممکن ہے۔

وجہ : اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عامر قال اذا اسلم فی ثوب یعرف ذرعه ورقعه فلا بأس.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۷۱ فی السلم بالثیاب، ج رابع، ص ۳۹۸ رسنن للبیھقی، باب السلف فی الحنطۃ والشعیر والزبیب والزیت والثیاب وجمیع مایضبط بالصفۃ، ج سادس، ص ۴۲، نمبر ۱۱۱۲۳) اس قول تابعی میں موجود ہے کہ کپڑے کی لمبائی چوڑائی اور کس قسم کا ہے وہ متعین ہو جائے تو بیع سلم جائز ہے۔

نوٹ : پچھلے زمانے میں کپڑا ہاتھ سے بنتے تھے اور ہر گز الگ الگ انداز کا ہوتا تھا اسلئے کپڑے کی صفات متعین کرنا مشکل تھا اس لئے بیع سلم کے جواز میں اندیشہ تھا۔ لیکن اس مشینی دور میں ایک طرح کا ہزاروں کپڑے بنتے ہیں اسلئے بیع سلم جائز ہے

ترجمہ :۲؎ اگر کپڑا ریشم کا ہو تو اس کے وزن کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اس لئے کہ اس میں وزن مقصود ہے۔

التسليم على ما ذكرنا ٢ إن كان ثوب حرير لا بد من بيان وزنه أيضا لأنه مقصود فيه. (٢٦٩) ولا يجوز السلم في الجواهر ولا في الخرز ا لأن آحادها متفاوتة تفاوتا فاحشا ٢ وفي صغار اللؤلؤ التي تباع وزنا يجوز السلم لأنه مما يعلم بالوزن (٢٧٠) ولا بأس بالسلم في اللبن والآجر

تشریح: ریشم کا کپڑا لمبائی چوڑائی کی بنیاد پر نہیں بکتا بلکہ وزن کر کے بکتا ہے اس لئے اس میں وزن متعین ہونا ضروری ہے

ترجمہ: (۲۶۹) اور نہیں جائز ہے سلم جواہر میں اور نہ موتیوں میں۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ اس کے افراد میں بہت فرق ہوتا ہے۔

وجه: جواہر اور موتی بڑے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور ان میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ اور وزن سے نہیں بکتے بلکہ گن کر بکتے ہیں اس لئے ان کی صفات کو منضبط نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان میں بیع سلم جائز نہیں۔

اصول: جن چیزوں کے صفات منضبط نہیں کر سکتے ان کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

لغت: الجواہر : جمع ہے جوھر کی۔ الخرز : خزرۃ کی جمع ہے سوراخ دار چیز، موتی۔

ترجمہ: ٢ اور چھوٹی موتی جو وزن سے بیچی جاتی ہے اسکی بیع سلم جائز ہے اس لئے کہ وزن سے اس کی مقدار معلوم کی جا سکتی ہے

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۷۰) اور کوئی حرج کی بات نہیں ہے سلم کرنے میں کچی اینٹ میں اور پکی اینٹ میں جبکہ متعین کیا جائے اس کا سانچہ

ترجمہ: ا اس لئے کہ یہ عددی ہے اور قریب قریب ہے خاص طور پر جبکہ اس کا فرما متعین کر دیا جائے۔

تشریح: اینٹ بنانے کا سانچہ متعین ہو تو اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ کتنی بڑی اینٹ ہے۔ اس سے اس کی مقدار کی معلومات ہو جائے گی۔ اس لئے سانچہ متعین ہو جائے چاہے پکی اینٹ ہو یا کچی اینٹ ہو تو ان کا بیع سلم کرنا جائز ہے۔

لغت: اللبن : کچی اینٹ۔ الاجر : پکی اینٹ۔ ملبنا : اینٹ بنانے کا سانچہ، فرما، لبن سے اسم آلہ ہے۔

ترجمہ: (۲۷۱) ہر وہ چیز جس کی صفت منضبط کرنا ممکن ہو اور اسکی مقدار معلوم کرنا ممکن ہو اس میں سلم جائز ہے۔ [اسلئے کہ جھگڑے تک نہیں پہنچائے گا] اور ہر وہ چیز جس کی صفت ضبط کرنا ممکن نہ ہو اور اس کی مقدار معلوم کرنا ممکن نہ ہو اس میں بیع سلم جائز نہیں

ترجمہ: ا اس لئے کہ مبیع بعد میں ادا کرے گا اس لئے بغیر وصف بیان کئے ہوئے مجہول باقی رہے گا جو جھگڑے تک

إذا سمى ملبنا معلوما لأنـه عددي متقارب لا سيما إذا سمي الملبن. (۲۷۱) قال وكل ما أمكن ضبط صفته ومعرفة مقداره جاز السلم فيه [لأنه لا يفضي إلى المنازعة] وما لا يضبط صفته ولا يعرف مقداره لا يجوز السلم فيه لأنه دين وبدون الوصف يبقى مجهولا جهالة تفضي إلى المنازعة (۲۷۲) ولا بأس بالسلم في طست أو قمقمة أو خفين أو نحو ذلک إذا كان يعرف لاستجماع شرائط السلم وإن كان لا يعرف فلا خير فيه لأنه دين مجهول. (۲۷۳) قال وإن

پہنچائے گا

تشریح :اس مسئلہ میں مصنف علیہ الرحمۃ نے بیع سلم کا قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جن چیزوں کوصفات متعین کرنے کے ذریعہ اور مقدار متعین کرنے کے ذریعہ منضبط کرسکتا ہوان کی بیع سلم جائز ہے۔اور جن چیزوں کوصفات متعین کرنے کے ذریعہ اور مقدار متعین کرنے کے ذریعہ منضبط نہ کرسکتا ہوان کی بیع سلم جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱)عن ابن عباس قال قدم النبی ﷺ المدينة وهم يسلفون بالثمر السنين وثلاث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم . (بخاری شریف، باب السلم فی وزن معلوم ص ۳۵۷، نمبر ۲۲۴۰ر مسلم شریف، باب السلم ص ۷۰۱، نمبر ۱۶۰۴ر ۴۱۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلم فیہ کی کیل، وزن اور اجل معلوم کی جاسکتی ہواور متعین کی جاسکتی ہوتو بیع سلم جائز ہوگی (۲) سنن بیہقی نے انہیں احادیث کے لئے یہ باب باندھا ہے باب السلف فی الحنطة والشعير والزبيب والزيت والثياب وجميع ما يضبط بالصفة (سنن بیہقی، باب السلف فی الحنطۃ، ج سادس، ص ۴۲، نمبر ۱۱۱۲۲) جس سے معلوم ہوا کہ جن کی صفات منضبط کی جاسکتی ہوں ان کی بیع سلم جائز ہے۔

ترجمه :(۲۷۲)طست قمقمہ اور موزے اور اس جیسی چیز میں بیع سلم جائز ہے اگر اس کی ساری صفات معلوم ہوں، سلم کے تمام شرائط جمع ہونے کی وجہ سے، اور اگر صفات معلوم نہ ہوں تو اس میں اچھائی نہیں ہے، اس لئے کہ مجہول دین ہوگی۔

تشریح :طست، قمقمہ، اور موزے اور اس قسم کی چیزوں کی تمام صفات معلوم ہوں اور ان میں بیع سلم کریں تو جائز ہے کیونکہ بیع سلم کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں، اور اس کی صفات متعین نہ کی جاسکتی ہوں تو پھر مجہول دین ہونے کی وجہ سے اس کی بیع سلم جائز نہیں ہے

ترجمه :(۲۷۳)اگر کسی نے ان میں سے کسی چیز کا بغیر مدت کے بیٹھ بنوایا تو جائز ہے۔

ترجمه: استحسانا اور اجماع کی وجہ سے جو تعامل سے ثابت ہے، اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ جائز نہ ہواس لئے کہ معدوم کی بیع ہے

استصنع شيئا من ذلک بغير أجل جاز[1] استحسانا للإجماع الثابت بالتعامل. وفي القياس لا يجوز لأنه بيع المعدوم [2] والصحيح أنه يجوز بيعا لا عدة والمعدوم قد يعتبر موجودا حكما [3] والمعقود عليه العين دون العمل حتى لو جاء به مفروغا لا من صنعته أو من صنعته قبل العقد

تشریح :مثلاً سیمپل کے طور پر موزہ دیا اور کہا کہ اسی انداز کا ایک جوڑ موزہ بنادو تو اس کو استصناع کہتے ہیں، اس میں مدت متعین ہو تب بھی جائز ہے اور مدت متعین نہ ہو تب بھی جائز ہے۔ یہاں موزہ ابھی موجود نہیں ہے اس لئے معدوم کی بیع ہونے کی وجہ سے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جائز نہ ہو، لیکن تعامل، اور حدیث کی بنا پر جائز ہے۔

وجہ :(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ لوگوں کا تعامل ہے اور اس کے بنوانے پر اجماع ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ خود حضورؐ نے انگوٹھی بنوائی ہے، حدیث یہ ہے۔**عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ اصطنع خاتما من ذهب و كان يلبسه**۔(بخاری شریف، باب من حلف علی الشیء وان لم یحلف ،ص ۱۱۴۹، نمبر ۶۶۵۱ رنسائی شریف، باب طرح الخاتم وترک لبسہ ،ص ۷۱۸، نمبر ۵۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے انگوٹھی کو بیٹھ بنوایا ہے۔(۳) اس حدیث میں بھی ہے۔**عن انس ان النبی ﷺ اصطنع خاتما فقال انا قد اتخذنا خاتما و نقشنا عليه نقشا فلا ينقش عليه أحد** ۔(نسائی شریف، باب موضع الخاتم ،ص ۷۱۸، نمبر ۵۲۸۴) اس لئے اس حدیث کی بنا پر قیاس چھوڑ دیا جائے گا۔

لغت:استصناع :صنع سے مشتق ہے کسی چیز کو تیار کرنے کا حکم دینا، بیٹھ بنوانا۔

ترجمہ :[2] صحیح یہ ہے کہ وہ بیع ہے وعدہ نہیں ہے، اور معدوم کو کبھی حکما موجود مانا جاتا ہے۔

تشریح :یہاں مبیع موجود نہیں ہے اس لئے یہ بیع ہوگی، یا وعدہ ہوگا، یا بیع سلم ہوگی، اس بارے میں وضاحت فرمار ہے ہیں کہ یہ عقد بیع ہے، وعدہ نہیں ہے، اب اعتراض ہوتا ہے کہ چیز تو موجود نہیں ہے تو بیع کیسے ہوئی ؟ تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ لوگوں کے تعامل کی وجہ سے مبیع کو حکما موجود مان لیا گیا ہے۔

ترجمہ :[3] عقد کی چیز عین شیء ہے کام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی اور کا بنایا ہوا لائے یا خود اس کا نہیں۔ یا عقد سے پہلے کا اسی کا بنایا ہوا لایا اور مشتری نے لے لیا تو جائز ہے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یہاں عین چیز مبیع ہے، کام مبیع نہیں ہے۔

اصول :دوسرا اصول یہ ہے کہ مشتری کے قبول کرنے کے بعد مبیع بنے گی اس سے پہلے نہیں۔

تشریح :یہاں سے یہ وضاحت کررہے ہیں کہ کام مبیع نہیں ہے، بلکہ موزہ جو تیار ہوا وہ مبیع ہے،

وجہ :(۱) کیونکہ کام کو مبیع قرار دیں تو یہ اجرت بن جائے گی، بیع نہیں رہے گی،(۲) دوسری بات یہ ہے کہ کاریگر نے کسی اور

فأخذه جاز ۴؎ ولا يتعين إلا بالاختيار حتى لو باعه الصانع قبل أن يراه المستصنع جاز وهذا كله هو الصحيح. (۲۷۴) قال وهو بالخيار إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء تركه ۱؎ لأنه اشترى شيئا لم يره ولا خيار للصانع كذا ذكره في المبسوط وهو الأصح لأنه باع ما لم يره. ۲؎ وعن أبي حنيفة

سے بنوا کر دیا اور لینے والے نے اسکو قبول کرلیا تو بیع ہو جائیگی، جس سے معلوم ہوا کہ موزہ اصل میں مبیع ہے کام نہیں، کیونکہ اس کاریگر کا کیا ہوا کام نہیں ہے (۳) تیسری دلیل ہے کہ اسی کاریگر نے عقد سے پہلے موزہ بنایا تھا اس کو لینے والے نے پسند کرلیا تب بھی بیع ہو جائے گی، حالانکہ عقد کے بعد اسکے لئے کام نہیں کیا ہے یہ تو پہلے کا کیا ہوا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موزہ مبیع ہے کام مبیع نہیں

لغت: مفروغا عنہ: اس سے فارغ ہو کر، یعنی اس کو بنا کر لایا۔ صنعة: کاریگری کرنا، بنانا۔

ترجمه: ۴؎ اور چیز متعین نہیں ہوگی مگر اس کو اختیار کرنے کے بعد، یہی وجہ ہے کہ کاریگر نے بنوانے والے کو دکھلانے سے پہلے بیچ دیا تو جائز ہے، اور یہ سب تفصیل صحیح ہے۔

تشریح: بنوانے والا چیز کو منتخب کرلے گا تب یہ چیز مبیع بنے گی، یہی وجہ ہے کہ کاریگر نے اسی کے لئے بنایا تھا، لیکن بنوانے والے کو دکھلانے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا تو جائز ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ چیز بنوانے والے کے لئے متعین نہیں ہے۔ اور یہ تفصیلات صحیح ہیں۔

ترجمه: (۲۷۴) اگر چاہے تو لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ ایسی چیز خریدی جو دیکھی نہیں ہے، اور بنانے والے کو اختیار نہیں ہے، ایسا ہی مبسوط میں ذکر کیا ہے، اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ ایسی چیز بیچی ہے جسکو دیکھا نہیں ہے۔

تشریح: بنوانے والے کو چیز دیکھنے کے بعد اختیار ہوگا چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے، کیونکہ ایسی چیز خریدی جو دیکھی نہیں ہے، البتہ بنانے والے کو خیار رویت نہیں ہے کیونکہ وہ تو دیکھ کر ہی بنائے گا، اور حدیث میں بھی اس کو خیار رویت نہیں ملی ہے

وجه: (۱) **عن ابی هریرة قال رسول الله من اشتری شیئا لم یره فهو بالخیار اذا راٰه** ۔(دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۵، نمبر ۲۷۷۹ رسنن للبیھقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبۃ، ج خامس، ص ۴۴۰، نمبر ۱۰۴۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مبیع کو نہ دیکھا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ بیچنے والے کو خیار رویت نہیں ہوگا۔ **عن ابن ابی ملیکة ان عثمان ابتاع من طلحة بن عبید الله ارضا بالمدینة ناقله بارض له بالکوفة فلما تباینا ندم عثمان ثم قال بایعتک مالم اره فقال طلحة انما النظر لی**

رحمه الله أن له الخيار أيضا لأنه لا يمكنه تسليم المعقود عليه إلا بضرر وهو قطع الصرم وغيره. ۳؂ وعن أبي يوسف أنه لا خيار لهما. أما الصانع فلما ذكرنا. وأما المستصنع فلأن في إثبات الخيار له إضرارا بالصانع لأنه ربما لا يشتريه غيره بمثله ۴؂ ولا يجوز فيما لا تعامل فيه للناس كالثياب لعدم المجوز وفيما فيه تعامل إنما يجوز إذا أمكن إعلامه بالوصف ليمكن

انما ابتعت مغيبا و اما انت فقد رايت ما ابتعت فجعلا بينهما حكما فحكما جبير ابن مطعم فقضى على عثمان ان البيع جائز وان النظر لطلحة انه ابتاع مغيبا. (سنن للبیھقی، باب من قال یجوز بیع العین الغائبة، ج خامس، ص۴۳۹، نمبر۱۰۴۲۴) اس قول صحابی میں ہے کہ بیچنے والے کو خیار رویت نہیں ہے۔

ترجمہ : ۲؂ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ بنانے والے کو بھی اختیار ہوگا اس لئے کہ بغیر نقصان کے معقود علیہ کو سپرد کرنا ناممکن ہے اور وہ چمڑا کو کاٹنا وغیرہ ہے۔

تشریح : یہاں اختیار کا مطلب خیار رویت نہیں ہے، بلکہ بات ہونیکے بعد بھی بنانے اور نہ بنانے کا اختیار ہے، کیونکہ بغیر چمڑا کاٹے نہیں بنے گا اس لئے اس نقصان کی وجہ سے بنانے اور نہ بنانے کا اختیار ہوگا، ہاں بات ایسی طے ہو جائے کہ موزہ لے گا ہی تو اب اختیار نہیں ہوگا۔ صرم: کاٹنا، یہاں مراد چمڑے کو کاٹنا۔

ترجمہ : ۳؂ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ بنانے والے اور لینے والے دونوں کو خیار رویت نہیں ہوگا۔ بنانے والے کی وجہ تو پہلے بیان کی، اور بنوانے والے کی اس لئے کہ اس کو اخیار ثابت کرنے میں بنانے والے کو نقصان ہے کیونکہ دوسرا آدمی اس طرح کی چیز نہیں خریدے گا۔

تشریح : واضح ہے۔

ترجمہ : ۴؂ اور جس میں لوگوں کا تعامل نہ ہو جیسے کپڑا اس میں بیٹھ بنوانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جائز کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، اور جس میں تعامل ہے اس میں بھی اس وقت جائز ہے جبکہ وصف کے ذریعہ اس کو بتلانا ممکن ہو، تا کہ سپرد کرنا ممکن ہو سکے۔

تشریح : اس کے جائز ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں جسکو یہاں بیان کی جا رہی ہے [۱] ایک یہ کہ جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل ہے انہیں چیزوں جائز ہوگی، کیونکہ مبیع ابھی موجود نہیں ہے اس لئے حدیث کی بنا پر جائز نہیں ہونی چاہے، لیکن تعامل کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہے۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ جس میں لوگوں کا تعامل ہے اس کو بھی صفت بیان کر کے متعین کرنے کے لائق ہوتا کہ بنانے والا سپرد کر سکے۔

التسليم ۵؎ وإنما قال بغير أجل لأنه لو ضرب الأجل فيما فيه تعامل يصير سلما عند أبي حنيفة خلافا لهما ولو ضربه فيما لا تعامل فيه يصير سلما بالاتفاق. لهما أن اللفظ حقيقة للاستصناع فيحافظ على قضيته ويحمل الأجل على التعجيل بخلاف ما لا تعامل فيه لأنه استصناع فاسد

لغت: مجوز: جائز کرنے والی چیز، مراد ہے لوگوں کا تعامل۔

ترجمہ: ۵؎ متن میں بغیر اجل، اس لئے کہا کہ جس چیز میں تعامل ہے اس میں مدت متعین کر دی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع سلم ہو جاتی ہے، خلاف صاحبینؒ کے، اور جس میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے اس میں مدت متعین کی جائے تو بالاتفاق سلم ہوگی۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حقیقت میں استصناع کے لئے ہے اس لئے اس کی معانی کی حفاظت کی جائے گی اس لئے مدت کو جلدی بنانے پر حمل کیا جائے گا، بخلاف جس میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے، اس لئے کہ وہاں استصناع فاسد ہے اس لئے صحیح سلم پر حمل کیا جائے گا۔ اور ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ موزہ دین ہے بیع سلم کا بھی احتمال رکھتا ہے [اور بیٹھ بنوانے کا بھی احتمال رکھتا ہے اور بیع سلم کا جائز ہونا سب کے نزدیک ہے جس میں شبہ نہیں ہے، اور بیٹھ بنوانے کے تعامل میں شبہ ہے اس لئے بیع سلم پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں [۱] متن میں استصناع کے بارے میں کہا تھا کہ مدت نہ ہو، اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جن چیزوں میں لوگوں کے اندر بیٹھ بنوانے کا تعامل نہیں ہے اس میں مدت متعین کر دی جائے تو وہ بالاتفاق بیع سلم ہے، بیٹھ بنوانا نہیں ہے

وجہ: جس چیز میں لوگوں کے بیٹھ بنوانے کا رواج نہیں ہے اس میں استصناع فاسد ہے، پس جب بیٹھ بنوانا نہیں ہوا اور مدت بھی موجود ہے تو سب کے نزدیک بیع سلم ہو جائے گی۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جن چیزوں میں بیٹھ بنوانے کا رواج ہے اس میں مدت متعین نہ ہو تو بیٹھ بنوانا ہے، اور اگر مدت متعین ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک پھر بھی بیٹھ بنوانا ہے، اور جو مدت ہے اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ جلدی بنوانے کے لئے مدت کا تعین کیا ہے۔

وجہ: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ استصناع کا استعمال کیا گیا ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس لفظ کے معانی پر ہی حمل کیا جائے گا اس لئے استصناع پر حمل کر کے بیٹھ بنوانا مانا جائے گا، اور یہ جو مدت کا تعین ہے اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ جلدی بنوانے کے لئے مدت طے کی ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیٹھ بنوانا نہیں رہے گا، بلکہ بیع سلم ہو جائے گی۔

فيحمل على السلم الصحيح. ولأبي حنيفة أنه دين يحتمل السلم وجواز السلم بإجماع لا شبهة فيه وفي تعاملهم الاستصناع نوع شبهة فكان الحمل على السلم أولى والله أعلم.

وجــه : انکی دلیل یہ ہے کہ چونکہ اس میں مدت متعین ہے اس لئے یہ عقد بیع سلم ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے اور استصناع کا بھی احتمال رکھتا ہے، لیکن استصناع کے بارے میں شبہ ہے، کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک استصناع جائز نہیں ہے، اور بیع سلم کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے وہ پکی حدیث سے ثابت ہے، اور اس کے جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اس لئے بیع سلم پر ہی حمل کرنا بہتر ہے۔ چونکہ بیٹھ بنوانے میں اجل ہونے سے ائمہ کا اختلاف تھا اسلئے متن میں ,بغیر اجل، کا جملہ استعمال کیا۔ و اللہ اعلم

﴿مسائل منثورة﴾

(٢٧٥) قال ويجوز بيع الكلب والفهد والسباع ا۔ المعلم وغير المعلم في ذلك سواء ٢۔ وعن أبي يوسف أنه لا يجوز بيع الكلب العقور لأنه غير منتفع به. ٣۔ وقال الشافعي لا يجوز بيع

﴿مسائل منثورة﴾

ضروری نوٹ: منثورۃ: نثر سے مشتق ہے، پھیلا ہوا۔ جو مسائل چھوٹ گئے ہیں اور ضروری ہیں انکو اس باب میں ذکر کریں گے

ترجمہ: (٢٧٥) اور جائز ہے کتے کی بیع اور چیتے کی بیع اور پھاڑ کھانے والے کی بیع۔

ترجمہ: ا۔ کتا چیتا وغیرہ چاہے شکار کرنے کے لئے سکھایا گیا ہو یا نہ سکھایا گیا ہو۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے، کہ جو چیز نجس العین نہ ہو اور فائدہ مند ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔

تشریح: یہ جانور پھاڑ کھانے والے ہیں۔ ان کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے۔ پھر بھی چاہے شکار کرنے کے لئے سکھایا گیا ہو یا نہ سکھایا گیا ہو دونوں صورتوں میں اس کا بیچنا جائز ہے۔

وجہ: (۱) یہ جانور کھانے کے لئے نہیں ہیں لیکن نجس العین نہیں ہیں اس لئے ان کی بیع جائز ہے۔ مثلا کتا شکار کے کام کا ہے۔ چیتے کی کھال کام کی ہے۔ پھاڑ کھانے والے جانور کی کھال دباغت کے بعد کام آتی ہے اس لئے اس کی بیع جائز ہوگی (۲) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ نهى عن ثمن الكلب الا كلب الصيد. (ترمذی شریف، باب الرخصۃ فی ثمن کلب الصید، ص ۳۱۲، نمبر ۱۲۸۱ رنسائی شریف، باب الرخصۃ فی ثمن کلب الصید، ص ۵۹۸، نمبر ۴۳۰۰) اس حدیث میں ہے کہ آپ نے کتے کے ثمن سے منع فرمایا۔ لیکن شکاری کتے کے ثمن کی اجازت دی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بیع جائز ہے۔ اسی لئے تو اس کے ثمن کی اجازت ہے۔ (۳) عن ابراهيم قال لا بأس بثمن كلب الصيد۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی ثمن الکلب، ج رابع، ص ۳۵۳، نمبر ۲۰۹۱۰) اس قول تابعی میں ہے کہ شکاری کتے کی قیمت میں رخصت دی ہے۔

ترجمہ: ۲۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ پھاڑ کھانے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ منتفع بہ نہیں ہے

وجہ: کتے کی بیع اس لئے جائز تھی کہ وہ کسی کام میں آئے اور پھاڑ کھانے والا کتا کسی کام کا نہیں ہے، ایسا کتا پاگل ہوتا ہے، اور آدمی کو کاٹ کھاتا ہے، اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کتے کی بیع جائز نہیں ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ حرام میں سے زنا کی رقم ہے، اور

الکلب لقوله علیه الصلاة والسلام إن من السحت مهر البغي وثمن الکلب ولأنه نجس العین والنجاسة تشعر بهوان المحل وجواز البیع یشعر بإعزازه فکان منتفیا. ۴؎ ولنا أنه علیه الصلاة والسلام نهی عن بیع الکلب إلا کلب صید أو ماشیة۵؎ ولأنه منتفع به حراسة واصطیادا فکان ما

کتے کی قیمت ہے۔اوراس لئے کہ یہ نجس العین ہے،اور نجس ہونا اس کی ذلیل ہونے کی دلیل ہےاور بیع کے جائز ہونے میں اس کی عزت ہےاس لئے بیع کی نفی ہوگی۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک کتے کو بیچنا،خریدنا حلال نہیں ہے،موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ و بهذا نقول لا یحل للکلب ثمن بحال ، واذا لم یحل ثمنه لم یحل ان یتخذه الا صاحب صید او حرث او ماشیة ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب بیع الکلاب وغیرها من الحیوان غیر الماکول، ج سادس،ص ۳۸،نمبر ۷۷۳۲)اس عبارت میں ہے کہ کتے کی قیمت حلال نہیں ہے۔

وجه :(ا)امام شافعیؒ کتے کی بیع ناجائز ہونے کی دو دلیل دیتے ہیں ایک تو حدیث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ عن ابی مسعود الانصاری ان رسول الله ﷺ نهی عن ثمن الکلب ومهر البغی وحلوان الکاهن۔ (بخاری شریف، باب ثمن الکلب ،ص ۳۵٦،نمبر ۲۲۳۷رمسلم شریف، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاہن،ص نمبر ۱۵٦۷ر ترمذی شریف نمبر ۱۲۸۱)اس حدیث میں کتے کے ثمن سے منع فرمایا ہےاس لئے اس کی بیع بھی جائز نہیں ہوگی (۲)ان کے یہاں کتا نجس العین ہےاور نجس العین کی بیع جائز نہیں اس لئے کتے کی بھی بیع جائز نہیں ہے۔

لغت:الفهد :چیتا۔سباع :سبع کی جمع ہے۔ پھاڑ کھانے والے جانور۔

ترجمه :۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ کتے کی بیع سے منع فرمایا ہےسواء شکاری کتے کےاور جانور کی حفاظت کیلئے کتے کی

وجه :صاحب ہدایہ کی حدیث ان دو حدیثوں کا مجموعہ ہے(ا)نهی عن ثمن الکلب الا کلب الصید. (ترمذی شریف، باب الرخصۃ فی ثمن کلب الصید ،ص ۳۱۲،نمبر ۱۲۸۱)اس حدیث میں ماشیۃ کا لفظ نہیں ہے(۲)اس دوسری حدیث میں ہے ۔عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجره کل یوم قیراطان ۔(نسائی شریف، باب الرخصۃ فی امساک الکلب للصید،ص ۵۹۷،نمبر ۴۲۹۲)اس کلب ماشیۃ کا ذکر ہے۔

لغت :ماشیۃ:مشی سے مشتق ہے، چلنا،کلب ماشیۃ:وہ کتا جو چوپائے کی حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہو۔

ترجمه :۵؎ اوراس لئے کہ حفاظت کرنے کے لئے اور شکار کرنے کے لئے نفع بخش ہےاس لئے وہ مال ہوگیا اس لئے اس کی بیع جائز ہوجائے گی، بخلاف تکلیف دینے والے کیڑے کےاس لئے کہ اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

لا يجوز بيعه بخلاف الهوام المؤذية لأنه لا ينتفع بها ٦ والحديث محمول على الابتداء قلعا لهم عن الاقتناء ٧ ولا نسلم نجاسة العين ولو سلم فيحرم التناول دون البيع. (۲۷٦) وقال ولا يجوز

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ کتا جانور کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور شکار کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے وہ منتفع بہ ہوگیا اس لئے وہ مال کے درجے میں ہوگیا اس لئے اس کی بیع جائز ہوگی۔ اس کے برخلاف تکلیف دینے والے کیڑے یا جانور کے، اس لئے کہ وہ انسان کے لئے ضرر رساں ہیں اس لئے وہ مال نہیں ہے اس لئے اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔

لغت : ھوام: کیڑا مکوڑا۔ موذیۃ: اذی سے مشتق ہے، تکلیف دینے والی چیز۔

ترجمہ : ٦ اور حدیث ابتداء اسلام پر محمول ہے تا کہ کتا پالنے سے لوگوں کو روکا جا سکے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ حدیث میں کتا پالنے سے روکا گیا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اہل عرب کتے سے بہت محبت کرتے تھے اس کو روکنے کے لئے حضورؐ نے شروع میں کتا مارنے کا حکم دیا بعد میں اس کی اجازت دے دی، اور اس وقت کتے کا بیچنا جائز ہوگیا، جیسے کی حدیث میں گزری۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ پہلے کتے کو مارنے کا حکم دیا۔ **اخبرتني ميمونة ان رسول الله ﷺ قال له جبرائيل وليه السلام لكنا لا ندخل بيتا فيه كلب و لا صورة فاصبح رسول الله ﷺ يومئذ فامر بقتل الكلاب حتى انه ليأمر بقتل الكلب الصغير** ۔ (نسائی شریف، باب الامر بقتل الکلب، ص ۵۹٦، نمبر ۴۲۸۱) اس میں تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ (۲) بعد میں اس حدیث میں مارنے سے منع فرمایا۔ **عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ لولا ان الكلاب امة من الامم لامرت بقتلها فاقتلوا منها الاسود البهيم** ۔ (نسائی شریف، باب الامر بقتل الکلب، ص ۵۹٦، نمبر ۴۲۸۱) اس حدیث میں کالے کتے کے علاوہ کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

لغت : قلعا: قلع سے مشتق ہے، جڑ سے اکھاڑنا۔ اقتناء: قناء سے مشتق ہے، مال کی حفاظت کرنا۔

ترجمہ : ٧ اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کتا نجس العین ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو یہ کھانے کے حق میں ہے بیچنے کے حق میں نہیں

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ کتا نجس العین ہے، بلکہ ہمارے یہاں وہ نجس العین نہیں ہے، اور اگر مان بھی لیں تو کھانے کے حق میں نجس العین ہے، بیچنے کے حق میں نہیں وہ جائز ہے، کیونکہ مینگنی، اور گوبر نجس العین ہے لیکن اس کا بیچنا جائز ہے، اسی طرح کتا کا کھانا نجس العین ہو لیکن منتفع بہ ہونے کی وجہ سے اس کا بیچنا جائز ہو۔

ترجمہ : (۲۷٦) اور نہیں جائز ہے شراب کی بیع اور سور کی بیع۔

بیع الخمر والخنزیر1 لقوله علیه الصلاة والسلام إن الذي حرم شربها حرم بیعها وأکل ثمنها ولأنه لیس بمال في حقنا وقد ذکرناه. (۲۲۷۷)قال وأهل الذمة في البیاعات کالمسلمین1

ترجمہ: 1 حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جس کا پینا حرام اس کی بیع حرام ہے اور اس کی قیمت کو کھانا حرام ہے، اور اس لئے کہ وہ ہمارے حق میں مال نہیں ہے۔

وجہ: (۱) شراب اور سور نجس العین ہیں اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ نجس العین ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان۔ (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں خمر کو رجس اور ناپاک کہا گیا ہے (۲) حدیث میں شراب بیچنے کی ممانعت ہے۔ عن عائشة مما نزلت آیات سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۲۱۹ عن آخرها خرج النبی ﷺ فقال حرمت التجارة فی الخمر۔ (بخاری شریف، باب تحریم التجارۃ فی الخمر، ص ۳۵۵، نمبر ۲۲۲۶ر مسلم شریف، باب تحریم الخمر، ص ۶۹۰، نمبر ۱۵۸۰/۴۰۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب کی تجارت حرام ہے (۳) اس حدیث میں ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے تو اس کا ثمن بھی حرام ہے اس کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن ابن عباس قال رایت رسول اللہ ﷺ جالسا عند الرکن قال فرفع بصره الی السماء فضحک فقال لعن اللہ الیهود ثلاثا ان اللہ تعالی حرم علیهم الشحوم فباعوها واکلوا اثمانها وان اللہ تعالی اذا حرم علی قوم اکل شیء حرم علیهم ثمنه (ابوداؤد شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۵۰۴، نمبر ۳۴۸۸) اس حدیث میں ہے کہ کسی چیز کا کھانا حرام ہو تو اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ (۴) اور خنزیر کے حرام ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیر اللہ به (آیت ۱۴۵ سورۃ الانعام ۶) اس آیت میں لحم خنزیر کو رجس اور ناپاک کہا گیا ہے اس لئے اس کا بیچنا حرام ہے۔ (۵) حدیث میں ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ انه سمع رسول اللہ ﷺ یقول عام الفتح وهو بمکة ان اللہ ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام (مسلم شریف، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام، ص ۶۹۰، نمبر ۱۵۸۱/۴۰۴۸) اس حدیث میں شراب، مردار اور سور اور بتوں کے بیچنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے سور کی بیع بھی جائز نہیں ہے (۷) شراب اور سور مسلمانوں کے لئے مال ہی نہیں ہیں اس لئے اس کو بیچیں گے کیسے؟

ترجمہ: (۲۲۷۷) اہل ذمہ بیوع میں مسلمانوں کی طرح ہیں۔

ترجمہ: 1 حضورؐ کے قول کی وجہ سے اس حدیث میں، ان ذمیوں کو بتلا دو کہ ان کو وہی فائدے ملیں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں، اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گیں جو مسلمانوں کے لئے ہیں، اور اس لئے بھی کہ وہ مکلّف ہیں اور محتاج ہیں۔

لقوله عليه الصلاة والسلام في ذلك الحديث فأعلمهم أن لهم ما للمسلمين وعليهم ما على المسلمين ولأنهم مكلفون محتاجون كالمسلمين.

تشریح : وہ کافر جو ٹیکس دے کر دار الاسلام میں رہتے ہیں ان کو ذمی کہتے ہیں۔ان لوگوں کے حقوق مسلمانوں کی طرح ہیں۔اس لئے جس طرح مسلمان خرید وفروخت کرتے ہیں اسی طرح ذمی بھی خرید وفروخت کریں گے۔

وجه :(۱) صاحب ہدایہ کا اشارہ اس قول صحابی کی طرف ہے۔ قال علیؓ من كانت له ذمتنا فدمه كدمنا ۔(دار قطنی، کتاب الحدود والدیات، ج ثالث، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۶۷) اس قول صحابی میں ہے کہ ذمی کا خون ہمارے خون کی طرح ہے۔(۲) حضورؐ نے خود کفار سے خرید وفروخت کیا ہے۔عن عبد الرحمن بن ابی بکر قال کنا مع النبی ﷺ ثم جاء رجل مشرک مشعان طويل بغنم يسوقها فقال النبی ﷺ ابيعا ام عطية ؟ او قال ام هبة ؟ قال لا بل بيع فاشترى منه شاة ۔(بخاری شریف، باب الشراء والبیع مع المشرکین واہل الحرب، ص ۳۵۳، نمبر ۲۲۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے مشرک سے بیع کی ہے۔(۳) عن عائشةؓ ان النبی ﷺ اشترى طعاما من يهودى الى اجل و رهنه درعا من حديد ۔(بخاری شریف، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئۃ، ص ۳۳۲، نمبر ۲۰۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی سے حضورؐ نے بیع کی ہے۔اس لئے مشرک کو بیع کرنے کی اجازت ہوگی تو ذمیوں کو بدرجہ اولی بیع وشراء کرنے کی اجازت ہوگی۔ کیونکہ وہ دار الاسلام کو ٹیکس دیکر تمام حقوق حاصل کر لئے ہیں۔(۴) اس حدیث میں صاحب ہدایہ کا اشارہ ہے ۔ عن سليمان بن بريده عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ اذا امر اميرا على جيش ... واذا لقيت عدوک من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال او خلال. فايتهن ما اجابوک فاقبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم الى الاسلام فان اجابوک فاقبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم الى التحول من دارهم الى دار المهاجرين ، و اخبرهم انهم ان فعلوا ذالک فلهم ما للمهاجرين و عليهم ما على المهاجرين فان ابو ان يتحولوا منها فاخبرهم انهم يكونون كاعراب المسلمين يجرى عليهم حكم الله الذى يجرى على المؤمنين ....فان هم ابوا فسلهم الجزية،فان هم اجابوک فاقبل منهم وكف عنهم، فان هم ابوا فاستعن بالله وقاتلهم. (مسلم شریف، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث ووصیۃ ایاھم بآداب الغزو وغیرھا، ص ۷۶۸، نمبر ۱۷۳۱/۴۵۲۲/ ابوداؤد شریف، باب فی دعاء المشرکین، ص ۳۷۷، نمبر ۲۶۱۲) اس حدیث میں ہے کہ جزیہ دینے کے بعد اس سے رک جاؤ، یعنی انکو تمام حقوق دے دو۔ صاحب ہدایہ کو اسی حدیث سے شبہ لگا ہے اس حدیث میں ہے کہ کافر مسلمان ہو جائے اور مدینہ آجائے تو جو مہاجرین کے لئے ہے وہ انکے لئے ہوگا، لیکن صاحب ہدایہ اس کو ذمی کے لئے سمجھ رہے ہیں

(۲۷۸) قال إلا في الخمر والخنزير خاصة ل فإن عقدهم على الخمر كعقد المسلم على العصير وعقدهم على الخنزير كعقد المسلم على الشاة لأنها أموال في اعتقادهم ونحن أمرنا بأن نتركهم وما يعتقدون. دل عليه قول عمر ولوهم بيعها وخذوا العشر من أثمانها. (۲۷۹) قال ومن قال لغيره بع عبدک من فلان بألف درهم على أني ضامن لک خمسمائة من الثمن سوى الألف ففعل فهو جائز ويأخذ الألف من المشتري والخمسمائة من الضامن وإن كان لم يقل من

۔(۵) چوتھی دلیل عقلی یہ ہے کہ ذمی بھی انسان ہے اس لئے وہ مسلمان کی طرح محتاج ہے اس لئے انکے لئے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔

ترجمہ :(۲۷۸) مگر شراب میں اور سور میں خاص طور پر۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ ان کا عقد شراب پر ایسا ہے جیسا کہ مسلمان کا عقد شربت پر، اور ان کا عقد سور پر ایسا ہے جیسا کہ مسلمان کا عقد بکری پر، اور اس لئے کہ یہ انکے اعتقاد میں مال ہے، اور جس چیز کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں ہم کو حکم ہے کہ ہم اس کو اس پر چھوڑ دیں، اس پر حضرت عمرؓ کا قول دلالت کرتا ہے کہ ذمیوں کو بیع کرنے دو اور اس کی قیمت میں عشر لو۔

تشریح :البتہ ذمیوں کو اپنے طور پر شراب اور سور بیچنے کی اجازت ہوگی کیونکہ ان کے اعتقاد میں وہ مال ہیں۔اس لئے جس طرح مسلمان شربت کی خرید وفروخت کرتے ہیں اسی طرح وہ آپس میں شراب کی خرید وفروخت کریں گے۔اور ہم جس طرح بکری کی خرید وفروخت کرتے ہیں اسی طرح وہ آپس میں سور کی خرید وفروخت کریں گے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے جس میں اجازت موجود ہے۔سمع ابن عباس يقول دخلت على عمر ... قال سفيان يقول لا تأخذوا فى جزيتهم الخمر والخنازير ولكن خلوا بينهم وبين بيعها فاذا باعواها فخذوا اثمانها فى جزيتهم. (سنن للبیہقی، باب لایأ خذ منھم فی الجزیۃ خمرا ولاخنزیر، ج تاسع، ص ۳۴۶، نمبر ۱۸۷۳۸/ مصنف عبد الرزاق، باب بیع الخمر، ج ثامن، ص ۱۵۰، نمبر ۱۴۹۳۲) اس قول صحابی میں ہے کہ ذمیوں کو شراب اور سور کی بیع کرنے دو اور اس کے ثمن میں جزیہ لو۔

لغت :اھل الذمۃ : جو کافر دار الاسلام میں ٹیکس دیکر رہتے ہین ان کو اہل الذمۃ کہتے ہیں۔

ترجمہ :(۲۷۹) کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنے غلام کو فلاں سے ایک ہزار میں بیچ دو اس شرط پر کہ ثمن میں سے پانچ سو کا میں ضامن ہوں سوائے ایک ہزار کے، اور بائع نے ایسا کیا تو جائز ہے اور ہزار مشتری سے لے گا اور پانچ سو ضامن سے لے گا، اور اگر من الثمن نہیں کہا تو ایک ہزار میں بیع ہوگی اور ضامن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

الثمن جاز البيع بألف ولا شيء على الضمين ۱؎ وأصله أن الزيادة في الثمن والمثمن جائز عندنا وتلتحق بأصل العقد خلافا لزفر والشافعي لأنه تغيير للعقد من وصف مشروع إلى وصف

ترجمه :۱؎ اصل قاعدہ یہ ہے کہ مبیع اور ثمن پر زیادتی ہمارے نزدیک جائز ہے، اور اصل عقد کے ساتھ ملا دیا جائے گا، خلاف امام زفر اور امام شافعیؒ کے، اس لئے کہ عقد کو ایک وصف مشروع سے دوسرے عقد مشروع کی طرف بدلنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ عقد یا عدل ہوگا، یا خاسر ہوگا، یا رابح ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اجنبی بھی قیمت کا ضامن بن سکتا ہے، اور یہ اصول بھی ہے کہ قیمت میں، یا مبیع میں زیادتی کی جا سکتی ہے۔

لغت : عادل: مثلا مبیع کی قیمت بازار میں ایک سو درہم ہے، اور ایک سو میں خریدا تو یہ عادل ہے۔ خاسر: ایک سو سے کم میں خریدا تو یہ خاسر ہے۔ رابح : ایک سو سے زیادہ میں خریدا تو یہ بائع کے لئے رابح ہے، اگر چہ مشتری کے لئے خاسر ہو گیا۔

تشریح : مثلا زید مشتری نہیں ہے لیکن اس نے عمر سے کہا کہ اپنا غلام خالد سے ایک ہزار میں بیچ دو، اور ثمن ہی میں سے مزید پانچ سو درہم کا میں ذمہ دار ہوں، اور عمر بائع نے ایسا کر دیا تو یہ جائز ہے اور زید پر پانچ سو درہم لازم ہو جائے گا۔ لیکن اگر زید نے ثمن میں سے نہیں کہا تو زید پر پانچ سو درہم لازم نہیں ہوگا، صرف ایک ہزار درہم خالد مشتری پر لازم ہوگا۔

وجہ : یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ اجنبی آدمی بھی ثمن میں اضافہ کر سکتا ہے، اس اضافے سے بیع یا عادل ہو جائے گی [یعنی غلام کی جو قیمت ہو سکتی ہے وہ مل جائے گی] یا بائع کے لئے رابح ہو جائے گی، یعنی پہلے سے مناسب قیمت تھی لیکن اجنبی نے زیادہ دے کر اس کو زیادہ فائدہ مند کر دیا، یا خاسر ہوگا یعنی پیسے میں اضافہ کرنے کے باوجود قیمت کم رہی ہو۔ [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ اجنبی آدمی، من الثمن ، کہے گا تو وہ رقم ثمن میں سے ہوگی اور وہ آدمی ذمہ دار ہوگا، اور اگر من الثمن نہیں کہا تو یہ جملہ صرف ترغیب کے لئے ہو جائے گا، اور اس اجنبی پر پانچ سو درہم لازم نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ زیادہ قیمت دی۔ عن ابی رافع قال استسلف رسول الله ﷺ بكرا فجائته ابل من الصدقة فأمرني ان اقضى الرجل بكره فقلت لم أجد في الابل الا جملا خيارا رباعيا فقال النبي ﷺ أعطه اياه ، فان خيار الناس احسنهم قضاء ۔ (ابو داود شریف، باب فی حسن القضاء، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۶) اس حدیث میں ہے کہ زیادہ دے سکتا ہے۔ (۲) سمعت جابر بن عبد الله قال كان لي على النبي ﷺ دين فقضاني و زادني ۔ (ابو داود شریف، باب فی حسن القضاء، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۷) اس حدیث میں ہے کہ زیادہ دے سکتا ہے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ اجنبی آدمی اپنے اوپر دوسرے کا قرض لے سکتا ہے۔ عن سلمة بن اكوعؓ ان النبي

مشروع وهو كونه عدلا أو خاسرا أو رابحا ۲؎ ثم قد لا يستفيد المشتري بها شيئا بأن زاد في الثمن وهو يساوي المبيع بدونها فيصح اشتراطها على الأجنبي كبدل الخلع ۳؎ لكن من شرطها المقابلة تسمية وصورة فإذا قال من الثمن وجد شرطها فيصح وإذا لم يقل لم يوجد فلم

ﷺ اتى بجنازة ليصلي عليها فقال هل عليه دين ؟ .....قالوا نعم قال فصلوا على صاحبكم قال ابو قتادة عليّ دينه يا رسول الله فصلى عليه ۔(بخاری شریف، باب من تکفل عن میت دینا فلیس لہ ان یرجع ،ص ۳۶۶، نمبر ۲۲۹۵)اس حدیث میں ہے کہ دوسرا آدمی اپنے اوپر قرض لے سکتا ہے۔

ترجمه : ۲؎ پھر مشتری کبھی مبیع سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا ہے، اس طرح کہ ثمن میں اضافہ کردے حالانکہ مبیع کی قیمت بغیر اضافے کے بھی مناسب تھی اس لئے قیمت کی شرط اجنبی پر لگانا صحیح ہے، جیسے کہ خلع کا بدل۔

تشریح : یہاں سے اس بات کی دلیل ہے کہ اجنبی کوئی فائدہ نہ ہوتب بھی وہ ضامن بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ من الثمن کا لفظ بولے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشتری کو زیادہ دینے میں فائدہ نہیں ہے، مثلا بغیر زیادہ کئے بھی پہلے سے مبیع کی قیمت مناسب تھی پھر بھی ثمن میں اضافہ کرنا جائز ہے، اسی طرح اجنبی کو کوئی فائدہ نہ ملے تب بھی وہ ثمن کا ضامن بن سکتا ہے ، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ خلع کرانے میں عورت کو کچھ نہیں ملتا پھر بھی وہ رقم دیکر خلع کراتی ہے، اسی طرح اجنبی آدمی بھی خلع کی رقم کا ذمہ دار بنے تو جائز ہے، اسی طرح یہاں اجنبی کو کچھ فائدہ نہ ہوتب بھی وہ ثمن کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔

ترجمه : ۳؎ لیکن اس کی شرط میں سے یہ ہے کہ نام اور صورت دونوں اعتبار سے ثمن کے مقابل ہو، پس جب من الثمن ، کہا تو لفظ اور صورت کے اعتبار سے مقابلہ پایا گیا تو ضامن بننا صحیح ہو جائے گا اور من الثمن نہیں کہا تو مقابلہ نہیں پایا گیا اس لئے ضامن بننا صحیح نہیں ہوگا۔

تشریح : اجنبی آدمی ثمن کا ضامن اس وقت بنے گا کہ انی ضامن من الثمن ، کہا ہو، لیکن من الثمن نہیں کہا ہو تو یہ جملہ بائع کو ترغیب دینے کے لئے ہوگا، اور اخلاقی اعتبار سے اس کو پانچ سو درہم دے دینا چاہئے ، لیکن قانون کے اعتبار سے ثمن کا ضامن نہیں بنے گا، کیونکہ من الثمن ، نہیں کہا ہے۔

لغت : شرطها المقابلة تسمية و صورة : یہاں صورت کے اعتبار سے تو مبیع کے بدلے میں ہے، لیکن جب من الثمن ، کہے گا تو نام کے اعتبار سے بھی مبیع کے بدلے میں ہوگا، تب اجنبی آدمی ثمن کا ضامن بنے گا۔

ترجمه : (۲۸۰) کسی نے باندی خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا اور اس کی کسی سے شادی کرادی، پھر شوہر نے اس سے وطی کی تو نکاح جائز ہے۔

يصح.(۲۸۰) قال ومن اشترى جارية ولم يقبضها حتى زوجها فوطئها الزوج فالنكاح جائز ۱؎ لوجود سبب الولاية وهو الملک في الرقبة على الكمال وعليه المهر . وهذا قبض لأن وطء الزوج حصل بتسليط من جهته فصار فعله كفعله إن لم يطأها فليس بقبض ۲؎ والقياس أن يصير قابضا لأنه تعييب حكمي فيعتبر بالتعييب الحقيقي . وجه الاستحسان أن في الحقيقي استيلاء

ترجمه :۱؎ ولایت کے سبب کے پائے جانے کی وجہ سے اعر پورے طور پر ملک رقبہ ہے، اور شوہر پر مہر لازم ہوگا، اور اس سے مشتری کا قبضہ ہو جائے گا اس لئے کہ شوہر کی وطی مشتری کی جانب سے مسلط کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لئے شوہر کی وطی مشتری کی وطی کی طرح ہے۔

اصول : یہاں تین اصول ہیں۔

[۱]...... یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مشتری خود کا ہاتھ لگا کر حقیقی عیب کر دے،

[۲]...... یا اس کا وکیل [شوہر وطی کر کے] حقیقی عیب کر دے تو باندی پر مشتری کا قبضہ شمار کیا جائے گا۔

[۳]...... مشتری حکمی طور پر عیب دار کرے، مثلا نکاح کرا دے تو اس سے نکاح تو ہو جائے گا، لیکن باندی پر قبضہ شمار نہیں ہوگا۔

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں [۱] کسی نے باندی خریدی اور اس پر ابھی قبضہ نہیں کیا اور اس کی شادی کسے سے کرا دی تو نکاح جائز ہو جائے گا، کیونکہ خریدنے کے بعد مشتری کی ملکیت ہوگئی ہے اور اس نے نکاح کرایا ہے اس لئے نکاح ہو جائے گا، اور شوہر پر مہر لازم ہو جائے گا۔ لیکن اس نکاح سے مشتری کا قبضہ نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح کرانا زبانی طور پر اور حکمی طور پر باندی کو عیب دار کرانا ہے، اور حکمی طور پر عیب دار کرانے سے قبضہ شمار نہیں ہوتا، جب تک کہ خود مشتری حقیقی طور پر باندی کو عیب دار نہ کر دے، مثلا آنکھ پھوڑ دے، یا ہاتھ کاٹ لے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شوہر نے باندی سے وطی کر لی تو اب باندی پر مشتری کا قبضہ ہو جائے گا، کیونکہ شوہر مشتری کا وکیل ہے وطی کر کے گویا کہ حقیقی طور پر باندی کو عیب دار کر دیا تو اس سے مشتری کا قبضہ ہو جائے گا، اور اب باندی ہلاک ہوگی تو مشتری کی جانب سے ہلاک ہوگی۔

ترجمه :۲؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نکاح ہی سے مشتری کا قبضہ ہو جائے اس لئے کہ حکمی طور پر عیب دار بنانا ہے، اس لئے حقیقی طور پر عیب دار بنانے پر قیاس کیا جائے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی عیب دار کرنے میں باندی پر پورا قابو پانا ہوا ہے اس لئے اس سے قبضہ ہو جائے گا، اور حکمی طور پر عیب دار کرنے میں قابو پانا نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم الگ الگ ہوگیا

لغت : نکاح کرانا حکمی طور پر اور زبانی طور پر باندی کو عیب دار کرنا ہے، کیونکہ اب خود مشتری وطی نہیں کر سکتا ہے۔ اور وطی کر لینا حقیقی طور پر اس کو عیب دار کرنا ہے، کیونکہ اب وہ ثیبہ ہوگئی، اور اب اس کی قیمت اتنی نہیں رہی۔ استیلاء علی المحل: محل پر یعنی

علی المحل وبه یصیر قابضا ولا کذلک الحکمي فافترقا. (۲۸۱)قال ومن اشتری عبدا فغاب فأقام البائع البینة أنه باعها إیاه فإن کانت غیبته معروفة لم یبع في دین البائع ۱؎ لأنه یمکن إیصال

باندی پر قابو پاجانا، باندی کو ہاتھ لگا کر عیب دار کرنا۔

تشریح : قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف نکاح کرا دینے سے باندی پر مشتری کا قبضہ شمار کر دیا جائے، کیونکہ نکاح کرانا بھی حکمی طور پر باندی کو عیب دار کرانا ہے، اس لئے اس کا حکم وہی ہونا چاہئے جو حقیقی طور پر، مثلا آنکھ پھوڑ کر، یا وطی کر کے عیب دار کرے یعنی مشتری کا قبضہ ہو جانا چاہئے، لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ حقیقی طور پر عیب دار کرنے میں باندی پر پورا قابو پانا ہے اس لئے اس سے قبضہ ہو جائے گا، اور حکمی طور پر عیب دار کرنے میں [مثلا نکاح کرانے میں] پورا قابو پانا نہیں ہے یہ تو صرف زبان سے عیب دار کرنا ہوا اس لئے اس سے قبضہ شمار نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۲۸۱) کسی نے غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ غائب ہو گیا، اور غلام بائع کے قبضے میں ہے، پھر بائع نے بینہ قائم کیا کہ، اس نے مشتری کے ہاتھ میں بیچا تھا، پس اگر مشتری کا پتہ معلوم ہو تو غلام بائع کے قرض میں نہیں بیچا جائے گا

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ بغیر بیچے بائع کے حق کو وصول کرنا ممکن ہے، اور بیچنے میں مشتری کا حق باطل ہوگا۔

اصول : یہاں تین اصول ہیں۔[۱].....کوشش یہ کی جائے گی کہ غائب آدمی پر قضا نہ ہو

[۲].....اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہے تب تو بائع کا حق مبیع کے ساتھ متعلق نہیں رہا اس لئے اس کو بیچوا نہیں سکتا، بلکہ مشتری کے سر پر اس کا ثمن قرض ہو گیا، اس لئے قاضی کے ذریعہ مشتری ہی سے وصول کرے۔

[۳].....اور اگر مشتری نے ابھی تک مبیع پر قبضہ نہیں کیا تو کوشش یہ کرے کہ مشتری ہی سے ثمن وصول کرے تا کہ مبیع بچوانا نہ پڑے اور غائب پر قضا نہ ہو جائے۔ لیکن اس کا آتہ پتہ نہیں ہے تو اب بائع کے حق کو دلوانے کیلئے مبیع کو بیچنے کا فیصلہ کرے۔

تشریح : کسی نے مشتری کے ہاتھ غلام بیچا، ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ غائب ہو گیا، اب بائع نے گواہ قائم کیا کہ اس غلام کو فلاں مشتری کے ہاتھ بیچا تھا، لیکن وہ قیمت دئے بغیر غائب ہو گیا۔ اب اگر مشتری کا ٹھکانہ معلوم ہو تو مشتری ہی سے قیمت وصول کی جائے گی، اور غلام نہیں بیچا جائے گا۔

وجہ :(۱) یہاں مشتری غائب ہے اس لئے غلام بیچنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو غائب پر فیصلہ کرنا ہو جائے گا جو جائز نہیں ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ خریدنے کی وجہ سے یہ غلام مشتری کا ہو چکا ہے اس لئے اس کی اجازت بغیر بیچنا جائز نہیں ہے (۳) قضا علی الغائب جائز نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے. **عن علیؓ ... فقال ان اللہ سیھدی قلبک ویثبت لسانک فاذا جلس بین یدیک الخصمان فلا تقضین حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الاول فانه**

البائع إلى حقه بدون البيع وفيه إبطال حق المشتري ۲؎ وإن لم يدر أين هو بيع العبد وأوفى الثمن لأن ملک المشتري ظهر بإقراره فيظهر على الوجه الذي أقر به مشغولا بحقه وإذا تعذر استيفاؤه من المشتري يبيعه القاضي فيه كالراهن إذا مات والمشتري إذا مات مفلسا والمبيع لم

احری ان يتبين لک القضاء. (ابوداؤد شریف، باب کیف القضاء، ص۵۱۴، نمبر۳۵۸۲) رترمذی شریف، باب ماجاء فی القاضی لایقضی بین الخصمین حتی یسمع کلامهما، ص۳۲۲، نمبر۱۳۳۱) اس حدیث میں ہے کہ مدعی علیہ کی بات بھی سنو تب فیصلہ کرو۔ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مدعی علیہ حاضر ہو یا اس کا قائم مقام حاضر ہو اور اپنی بات سنا سکے (۴) اس قول تابعی میں ہے کہ غائب پر فیصلہ نہ کرے۔ **سمعت شریحا یقول لایقضی علی غائب** (مصنف عبدالرزاق، باب لایقضی علی غائب، ج ثامن، ص۲۳۵، نمبر۱۵۸۵)

ترجمہ: ۲؎ اور اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ مشتری کہاں ہے تو غلام بیچا جائے گا اور بائع کو پوری قیمت دی جائے گی، اس لئے کہ بائع کے اقرار سے مشتری کی ملکیت ظاہر ہوئی ہے، پس اس طرح ظاہر جس طرح اپنے حق کے ساتھ مشغول کر کے اقرار کیا ہے، اور مشتری سے وصول کرنا متعذر ہو گیا تو قاضی قیمت وصول کرنے کے لئے بیچے گا، جیسے رہن پر رکھنے والا مر جائے، یا مشتری مفلس ہو کر مر جائے اور مبیع پر قبضہ نہ کیا ہو [تو قاضی مبیع کو بیچے گا]

تشریح: اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ مشتری کہاں ہے تو اب قاضی مبیع کے بیچنے کا فیصلہ کریں گے اور اس سے بائع کا ثمن ادا کیا جائے گا، پس اگر کچھ بچ گیا تو مشتری کے لئے رکھا جائے گا، اور کم ہو گیا تو مشتری سے وصول کیا جائے گا، کیونکہ مشتری ہی کے لئے غلام بیچا گیا ہے

وجہ: یہاں غائب پر فیصلہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ غلام کے ساتھ بائع کا حق متعلق ہے، اگر غلام نہیں بچواتے ہیں تو بائع کو ثمن نہیں ملتا ہے، اور بائع نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ یہ غلام مشتری کا ہے، لیکن یہ بھی کہا ہے کہ میرا ثمن اس کے ساتھ متعلق ہے، اس لئے غلام کے بیچنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس کی دو مثالیں دیتے ہیں [۱] جیسے قرض لینے والا راہن مر گیا اور اس کا غلام قرض دینے والے مرتہن کے پاس ہے تو قاضی اس غلام کو بیچنے کا فیصلہ کرے گا اور اس سے راہن کا قرض ادا کیا جائے گا۔ [۲] یا مشتری مفلس ہو کر مر گیا اور ابھی تک مبیع پر قبضہ نہیں کیا تھا تو مبیع کو بیچنے کا فیصلہ کرے گا اور اس کی قیمت سے بائع کا ثمن ادا کیا جائے گا، حالانکہ یہاں بھی قضا علی الغائب ہے اس لئے کہ مشتری مر چکا ہے، لیکن چونکہ بائع کا اور قرض دینے والے کا حق غلام کے ساتھ متعلق ہے اس لئے مجبورا قضا علی الغائب کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔

يقبض ۳؎ بخلاف ما بعد القبض لأن حقه لم يبق متعلقا به ۴؎ ثم إن فضل شیء يمسک للمشتري لأنـه بـدل حقـه وإن نقص يتبع هو أيضا.(۲۸۲) قال فـإن كـان الـمشتـري اثنين فغاب أحدهما فـلـلـحاضر أن يدفع الثمن كله ويقبضه وإذا حضر الآخر لم يأخذ نصيبه حتى ينقد شريكه الثمن

وجه :اس حدیث میں مجبوری کے درجے میں غائب پر فیصلہ کرنے کا اشارہ ہے۔ عـن عـائشةؓ ان هـنـدا قالت للنبی ﷺ ان ابـا سـفيـان رجـل شـحيـح واحتـاج ان آخـذ مـن مـالـه ،قال ﷺ خذی مايكفيک وولدک بـالـمعـروف (بخاری شریف، باب القضاء علی الغائب، ص ۱۲۳۶، نمبر ۷۱۸۰/ مسلم شریف، باب قضية ہند، ص ۷۶۰، نمبر ۱۷۱۴/ ۴۴۷۷) اس حدیث میں حضرت سفیانؓ حاضر نہیں تھے پھر بھی ان کے مال سے نفقہ لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مجبوری میں غائب پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے

ترجمه :۳؎ بخلاف غلام پر قبضے کے بعد اس لئے کہ بائع کا حق غلام کے ساتھ متعلق نہیں رہا۔

تشــریــح :مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تو یہ غلام مکمل مشتری کا ہو گیا، اب بائع کا حق غلام کے ساتھ متعلق نہیں رہا بلکہ ثمن مشتری کے سر پر قرض ہو گیا، اس لئے ثمن نہ ملنے کی صورت میں غلام نہیں بیچا جائے گا، بلکہ کسی نہ طرح سے مشتری ہی سے وصول کیا جائے گا

ترجمه :۴؎ پھر اگر قیمت میں سے کچھ باقی رہ گئی تو مشتری کے لئے رکھی جائے گی، اس لئے کہ مشتری کے غلام کا بدلہ ہے ،اور اگر کم ہو گئی تو مشتری سے لیا جائے گا۔

تشریح:اس عبارت کا تعلق اوپر بیعہ القاضی کے ساتھ ہے۔ مثلا بائع کا ثمن ایک ہزار تھا اور غلام بارہ سو میں بکا تو ایک ہزار بائع کو دینے کے بعد یہ دو سو درہم مشتری کے لئے رکھا جائے گا، کیونکہ اسی کے غلام کی قیمت ہے، اور اگر غلام آٹھ سو میں بکا تو دو سو درہم پھر سے مشتری سے لیا جائے گا، کیونکہ بائع کا ثمن پورا نہیں ہوا ہے۔

لغت :یتبع ھو ایضا: کا مطلب یہ ہے مشتری کا پھر بھی پیچھا کیا جائے گا، اور اس سے مزید وصول کیا جائے گا۔

ترجمه :(۲۸۲) اگر دو آدمی مشتری تھے اور ان میں سے ایک غائب ہو گیا تو جو حاضر ہے اس کے لئے جائز ہے کہ پورا ثمن ادا کر دے اور غائب کے حصے پر بھی قبضہ کر لے، اور جب دوسرا آدمی آئے تو جب تک پورا ثمن ادا نہ کر دے اپنا حصہ نہیں لے سکے گا۔

ترجمه :۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

اصــول : یہاں دو اصول ہیں [۱] امام ابو یوسفؒ کا اصول۔ زید نے اپنا حصہ بچانے کے لئے مجبوری کے درجے میں ساتھی

كله۱؎ وهو قول أبي حنيفة ومحمد. ۲؎وقال أبو يوسف إذا دفع الحاضر الثمن كله لم يقبض إلا نصيبه وكان متطوعا بما أدى عن صاحبه لأنه قضى دين غيره بغير أمره فلا يرجع عليه وهو أجنبي عن نصيب صاحبه فلا يقبضه. ۳؎ ولهما أنه مضطر فيه لأنه لا يمكنه الانتفاع بنصيبه إلا بأداء جميع الثمن لأن البيع صفقة واحدة وله حق الحبس ما بقي شيء منه ۴؎والمضطر يرجع

کے حکم کے بغیر اس کے حصے کی رقم ادا کردی تو یہ تبرع اور احسان ہوگا، اس لئے نہ ساتھی کے حصے پر قبضہ کرسکتا ہے، اور نہ اپنی رقم کو وصول کرنے کے لئے اس کا حصہ روک سکتا ہے۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول۔ مجبوری کی وجہ سے اس کے حکم کے بغیر رقم ادا کی ہے، اس لئے ساتھی کے حصے پر قبضہ بھی کرسکتا ہے، اور اپنی ادا کی ہوئی رقم وصول کرنے کے لئے اس کا حصہ روک بھی سکتا ہے، یہ تبرع نہیں ہے۔

تشریح :مثلا زید نے اور عمر نے ایک ہزار میں ایک غلام خریدا، اور عمر غائب ہوگیا تو حاضر زید کے لئے جائز ہے کہ عمر کا حصہ بھی بائع کو ادا کردے اور پورے غلام پر قبضہ کرلے، اور جب عمر آئے تو اس سے اس کے حصے کی قیمت وصول کرے تب غلام اس کو دے، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے، کیونکہ زید نے مجبوری کے درجے میں عمر کے حصے کی رقم ادا کی ہے، یہ تبرع اور احسان نہیں ہے۔ باقی دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ :۲؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر حاضر آدمی نے پورا ثمن دے دیا تو بھی صرف اپنے ہی حصے پر قبضہ کرے گا اور ساتھی کی جانب سے جو کچھ ادا کیا اس میں تبرع اور احسان کیا، اس لئے کہ دوسرے کا قرض بغیر اس کے حکم کے ادا کیا ہے، اس لئے اس سے وصول نہیں کرے گا، اور یہ ساتھی کے حصے کے بارے میں اجنبی ہے اس لئے اس پر قبضہ بھی نہیں کرے گا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاضر آدمی اپنے شریک کے حصے میں اجنبی کی طرح ہے، اور چونکہ بغیر اس کے حکم کے اس کے حصے کی رقم ادا کی ہے اس لئے یہ تبرع اور احسان ہے اس لئے اس کے حصے پر نہ قبضہ کرسکتا ہے، اور نہ اپنی رقم وصول کرنے کے لئے اس کے حصے کو روک سکتا ہے، بس اپنی باری میں غلام سے خدمت لے۔

ترجمہ :۳؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حاضر آدمی ساتھی کی رقم ادا کرنے میں مجبور ہے اس لئے کہ ساتھی کے حصے کا ثمن ادا کئے بغیر اپنے حصے سے بھی نفع حاصل نہیں کرسکتا، اس لئے کہ بیع میں ایک ہی صفقہ ہے، اور حاضر آدمی کو حق ہے کہ غائب کے حصے کو روک لے جب تک کہ اس کا پورا ثمن ادا نہ ہوجائے۔

تشریح :طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زید جو حاضر وہ اپنے ساتھ عمر کے حصے کی رقم ادا کرنے میں مجبور ہے، کیونکہ اس کو دئے بغیر اپنے حصے سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے، جب تک پورا ثمن وصول نہیں کرلے گا بائع غلام سے فائدہ اٹھانے نہیں دے گا،

كمعير الرهن۵ وإذا كان له أن يرجع عليه كان له حق الحبس عنه إلى أن يستوفي حقه كالوكيل بالشراء إذا قضى الثمن من مال نفسه. (۲۸۳) قال ومن اشترى جارية بألف مثقال ذهب وفضة فهما نصفان ا لأنه أضاف المثقال إليهما على السواء فيجب من كل واحد منهما خمسمائة

کیونکہ بیع تو ایک ہی ہے اس لئے زید کو حق ہے کہ جب تک عمر پوری رقم ادا نہ کرے اس کے حصے کو اپنے پاس روک لے۔

ترجمہ :۴ اور مجبور آدمی دی ہوئی رقم وصول کرتا ہے، جیسے رہن کو عاریت پر دینے والا آدمی۔

تشریح :مثلا زید نے عمر سے قرض لیا، اور خالد نے زید کو اپنا غلام دیا کہ عمر کے پاس رہن رکھ دو، پھر زید مفلس ہو گیا، یا غائب ہو گیا، جسکی وجہ سے خالد نے زید کے حکم کے بغیر خالد کو اس کا قرض ادا کر دیا، اور اپنا غلام چھڑالایا تو اب خالد زید سے اپنی رقم وصول کرے گا، کیونکہ یہاں خالد نے مجبورا زید کا قرض ادا کیا ہے ورنہ اس کا غلام نہیں چھوٹے گا، حلانکہ زید کے حکم کے بغیر قرض ادا کیا، اسی طرح حاضر شریک مجبورا غائب ساتھی کا قرض ادا کیا ہے اس لئے اپنی رقم وصول کرے گا۔

لغت: معیر الرہن: رہن رکھنے کے لئے غلام کو عاریت پر دینے والا آدمی۔ معیر کا معنی ہے عاریت اور مانگ کر دینے والا۔

ترجمہ :۵ اور جب حاضر آدمی کو غائب سے وصول کرنے کا حق ہے تو جب تک اپنا حق وصول نہ کر لے اس سے غلام کو روکنے کا بھی حق ہوگا۔ جیسے خریدنے کا وکیل اگر اپنی ذاتی رقم دی ہو [تو موکل سے وصول کرنے کیلئے مبیع کو روکنے کا حق ہوتا ہے]

تشریح :حاضر شریک کو غائب شریک سے اپنی رقم وصول کرنے کا حق ہے تو وصول ہونے تک اس کے حصے کے غلام کو روکنے کا بھی حق ہوگا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ خریدنے کا وکیل بنایا اور وکیل نے اپنی رقم ثمن میں دی تو موکل سے اپنی رقم وصول کرنے کے لئے مبیع کو روکنے کا حق ہوتا ہے، اسی طرح یہاں حاضر کو غلام روکنے کا حق ہوگا۔

ترجمہ :(۲۸۳) کسی نے باندی کو ہزار مثقال سونا اور چاندی کے بدلے میں خریدا تو دونوں کا آدھا آدھا لازم ہوگا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ مثقال کو دونوں کی طرف برابر برابر طور پر منسوب کیا، اس لئے دونوں میں سے ہر ایک کا پانچ، پانچ سو مثقال لازم ہوں گے، کیونکہ کسی کی فضیلت نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے۔ کسی عدد کو دو چیزوں کی طرف منسوب کیا تو دونوں کا آدھا آدھا مراد ہوگا، کیونکہ کسی کی فضیلت نہیں ہے۔

تشریح :یہاں الف کے ساتھ مثقال بولا ہے، اگلے مسئلے میں الف کے ساتھ مثقال نہیں بولا ہے، یہ فرق ہے۔ ہزار مثقال سونے اور چاندی میں باندی خریدی، اور مثقال کو دونوں کی طرف منسوب کیا تو دونوں آدھا آدھا لازم ہوگا، کیونکہ مثقال کو دونوں کی طرف منسوب کیا ہے، اور کسی ایک کی فضیلت نہیں ہے۔

مثقال لعدم الأولوية ٢؎ وبمثله لو اشترى جارية بألف من الذهب والفضة يجب من الذهب مثاقيل ومن الفضة دراهم وزن سبعة لأنه أضاف الألف إليهما فينصرف إلى الوزن المعهود في كل واحد منهما. (٢٨۴) قال ومن له على آخر عشرة دراهم جياد فقضاه زيوفا وهو لا يعلم فأنفقها أو هلكت فهو قضاء عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله. وقال أبو يوسف يرد مثل زيوفه ويرجع بدراهمه ١؎ لأن حقه في الوصف مرعي كهو في الأصل ولا يمكن رعايته بإيجاب ضمان

ترجمہ: ٢؎ اسی کی دوسری مثال ہے کہ باندی کوسونے اور چاندی کے ہزار کے بدلے خریدی تو سونے میں سے پانچ سومثقال لازم ہوگا، اور چاندی میں سے پانچ سو درہم لازم ہوگا جو وزن سبعہ ہو، اس لئے کہ ہزار کوسونا اور چاندی دونوں کی طرف منسوب کیا تو ہر ایک کومتعین وزن کی طرف پھیرا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، وزن متعین نہیں کیا تو بازار میں جومروج ہے وہ مراد ہوگا۔ چنانچہ سونا دینار سے بیچا جاتا ہے جوایک مثقال کا ہوتا ہے اس لئے مثقال لازم ہوگا۔ اور چاندی درہم سے بیچا جاتا ہے جووزن سبعہ ہوتا ہے اسلئے وزن سبعہ لازم ہوگا

تشریح: یہاں الف کے ساتھ مثقال کا لفظ نہیں بولا، اور الف کوسونے اور چاندی دونوں کی طرف منسوب کر دیا، اس لئے دونوں کا آدھا آدھا لازم ہوگا، اور بازار میں سونے کو دینار سے بیچا جاتا ہے، جوایک مثقال کا ہوتا ہے اس لئے پانچ سومثقال لازم ہوگا، اور چاندی کو درہم سے بیچا جاتا ہے جووزن سبعہ ہوتا ہے اس لئے پانچ سو درہم وزن سبعہ والا لازم ہوگا۔

لغت: وزن سبعہ: 10 درہم 7 مثقال کے برابر ہوں، اس کو وزن سبعہ، کہتے ہیں۔ اس صورت میں ایک درہم 0.7 مثقال ہوتا ہے، یعنی ایک مثقال سے کم وزن ہوتا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانے سے یہی وزن بازار میں مروج تھا۔ ایک مثقال، یا ایک دینار کا وزن 0.375 تولہ ہوتا ہے، اور 4.375 گرام ہوتا ہے۔ اور ایک درہم [وزن سبعہ] کا وزن 0.262 تولہ ہوتا ہے ، اور 3.061 گرام ہوتا ہے

ترجمہ: (٢٨۴) کسی کا دوسرے پر دس درہم کھرے تھے، پس اس نے کھوٹے ادا کر دئے، اور سامنے والے کو کھوٹے کا علم نہیں تھا، اور خرچ کر دئے، یا ہلاک ہو گئے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ادا ہو گئے، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کھوٹا واپس کرے اور کھرا درہم لے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ اس کا حق رعایت کئے ہوئے وصف میں ہے [یعنی اعلی وصف میں ہے تو وہ اصل درہم میں کمی کی

الوصف لأنه لا قيمة له عند المقابلة بجنسه فوجب المصير إلى ما قلنا.

طرح ہوگیا، اور وصف کا ضمان واجب کر کے اعلی وصف کی رعایت کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت صفت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لئے وہی کرنا پڑے گا جو ہم نے کہا۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ کھرا کے بجائے کھوٹا ادا ہوگیا اور اب اس کا معاوضہ دینا ناممکن ہے تو وہ ادا ہوگیا، کیونکہ حدیث میں ردی اور جید کا اعتبار نہیں ہے، دونوں کو برابر شمار کئے جاتے ہیں۔

اصول :امام ابویوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ کھرا کے بدلے کھوٹا چلا گیا اور خرچ بھی ہوگیا تو اس جیسے کھوٹے کو واپس کروا اور پھر سے کھرے دلواؤ تا کہ اس کو پورا حق مل جائے۔

تشریح :مثلا زید قرض دینے والے کا عمر قرض لینے والے پر کھرے دس درہم قرض تھے، عمر نے کھوٹے دس درہم دے دئے، زید نے اس کو خرچ کر دیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو کھوٹے تھے، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اب اس اچھی صفت کو ادا کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے یوں سمجھو کہ زید کی پوری رقم ادا ہوگئی۔

وجہ :(۱) وہ فرماتے ہیں کہ درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ ہو تو کھرے اور کھوٹے کی صفت کا اعتبار نہیں ہوتا، اس لئے کھوٹا ادا کر دیا تو گویا کہ ادا ہوگیا، پھر یہاں اچھے درہم کا ادا کرنا مشکل بھی ہے اس لئے اسی کو ادا سمجھا جائے اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال الدینار بالدینار لا فضل بینھما و الدرھم بالدرھم لا فضل بینھما** ۔(مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۳، نمبر ۱۵۸۸/۴۰۶۹) اس حدیث میں ہے کہ جید اور ردی کی فضیلت نہیں ہے۔ (۲) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ صفت کا اعتبار نہیں ہے۔ **عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ استعمل رجلا علی خیبر فجائه بتمر جنیب فقال رسول الله أکل تمر خیبر ھکذا؟ قال لا والله یا رسول الله انا لنأخذ الصاع من ھذا بالصاعین و الصاعین بالثلاث فقال رسول الله لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا** (بخاری شریف، باب اذا اراد بیع تمر بتمر خیر منه، ص ۳۵۱، نمبر ۲۲۰۱ر مسلم شریف، باب بیع الطعام مثلا بمثل، ص ۶۹۵، نمبر ۱۵۹۳/۴۰۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربوی چیزوں میں عمدہ اور گھٹیا کا اعتبار نہیں ہے۔ (۳) اس حدیث میں صراحت ہے کہ گھٹیا اور عمدہ کا حکم ایک ہے۔ **یا ابن عباس الا تتقی الله حتی متی تؤکل الناس الربا أما بلغک ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم و ھو عند زوجته ام سلمة ......بعثت بصاعین من تمر عتیق الی منزل فلان فأتینا بدلھا من ھذا الصاع الواحد فألقی التمرة من یده و قال ردوه ردوه لا حاجة لی فیه التمر بالتمر و الحنطة بالحنطة و الشعیر بالشعیر و الذھب بالذھب و الفضة بالفضة یدا بید**

۲؎ ولهما أنه من جنس حقه. حتى لو تجوز به فيما لا يجوز الاستبدال جاز فيقع به الاستيفاء

مثلا بمثل ليس فيه زيادة و الا نقصان فمن زاد او نقص فقد اربى و كل ما يكال او يوزن فقال ابن عباس ذكرتنى يا ابا سعيد امرا أنسيته أستغفرالله و اتوب اليه و كان ينهى بعد ذالک اشد النهى ۔(سنن بیہقی، باب من قال بجریان الربا فی کل مایکال ویوزن، ج خامس، ص۴۶۹،نمبر۱۰۵۲۱)

اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ زید کا حق کھرے درہم میں ہے، اور اس کو کھوٹا دیا ہے اس لئے زید کھوٹا درہم عمر کو واپس کرے، اور عمر کھرا درہم دے۔

وجه :(۱) جس طرح [اصل درہم میں کم دیتا، یعنی دس درہم میں سے کم دیتا تو زید کو لینے کا حق تھا اسی طرح صفت میں کمی کی تو زید کو لینے کا حق ہے، اور درہم کو درہم کے ساتھ مقابلے کی صورت میں صفت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لئے عمر پر کوئی الگ سے ضمان لازم نہیں کر سکتے تو اب یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ کھوٹا درہم واپس کرے، اور عمر سے کھرا لے لے۔(۲) اخبرنا الثوری فی رجل ابتاع ثمانية دراهم بدينار فوجد فيها اربعة زيوفا قال اذا وجدها بعد ما فارق صاحبه ردها عليه و لم يكن فيما بينهما رد بيع ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصرف، ج ثامن، ص۹۶،نمبر۱۴۶۴۴) اس قول صحابی میں ہے کہ کھوٹا درہم واپس کرے۔

ترجمه :۲؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ کھوٹا بھی اس کے حق کی جنس سے ہے یہی وجہ ہے کہ بیع سلم میں جہاں تبدیل کرنا جائز نہیں وہاں وہاں چشم پوشی کر لے تو جائز ہو جاتا ہے اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ قرض دینے والے نے اپنا حق وصول کر لیا

تشریح :طرفین کی دلیل یہ ہے کہ کھوٹا بھی درہم ہی ہے اس لئے قرض دینے والے نے اپنا حق دس درہم لے لیا ہے اس لئے اسکو واپس کر کے کھرا دلوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھوٹا بھی درہم ہی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ۔ بیع سلم کا قاعدہ یہ ہے کہ مجلس میں راس المال [ثمن] پر قبضہ ضرور کرے، اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے بدلے میں کوئی چیز نہ لے ورنہ بیع فاسد ہو جائے گی۔اب مشتری نے کھوٹا راس المال [ثمن] مجلس میں دے دیا اور بائع نے لے لیا اور جدا ہو گیا تو بیع سلم جائز ہو جائے گی۔اگر کھوٹا درہم درہم نہیں ہوتا تو بیع سلم فاسد ہو جانی چاہئے کیونکہ ثمن پر قبضہ کئے بغیر جدا ہوا ہے ،اور فاسد نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کھوٹا درہم بھی درہم ہے، اس کے لینے سے حق ادا ہو گیا۔

لغت: لو تجوز به فيما لا يجوز الاستبدال جاز: تجوز: کا ترجمہ ہے چشم پوشی کرنا۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ بیع سلم میں کھوٹا درہم لے کر رکھ لیا تب بھی جائز ہو جائے گا، کیونکہ درہم جو راس المال ہے وہ مل گیا۔حالانکہ راس المال لئے بغیر

۳؎ ولا يبقى حقه إلا في الجودة ولا يمكن تداركها بإيجاب ضمانها لما ذكرنا ۴؎ وكذا بإيجاب ضمان الأصل لأنه إيجاب له عليه ولا نظير له.(۲۸۵) قال وإذا أفرخ طير في أرض رجل فهو لمن أخذه وكذا إذا باض فيها وكذا إذا تكنس فيها ظبي ۱؎ لأنه مباح سبقت يده إليه ولأنه صيد

جدا ہوجاتے تو بیع فاسد ہوجاتی۔استیفاء:وفی سے مشتق ہے،وصول ہوگیا۔

ترجمہ :۳؎ اور قرض دینے والے کا حق باقی نہیں رہا مگر کھرے ہونے میں اور صرف کھرا کا ضمان واجب کرکے اس کا تدارک کرنا ممکن نہیں ہے،اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا [کہ درہم کا درہم کے ساتھ مقابلے کے وقت میں صفت کا اعتبار نہیں ہے]

تشریح : یہاں سے دو دلیل دے رہے ہیں۔[۱] قرض دینے والے کا حق دس درہم کا تھا وہ مل چکا ہے،صرف اتنی بات باقی رہ گئی ہے کہ کھرا درہم نہیں ملا،لیکن اس صفت کا تدارک کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ ہو تو کھرے،اور کھوٹے صفت کا اعتبار نہیں ہے،اس لئے کھرے کا ضمان واجب کرکے اس کا تدارک کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

لغت:لما ذکرنا: پہلے گزر چکا ہے کہ درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ ہو تو صفت کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ :۴؎ اور ایسے ہی اصل کھوٹے درہم کا ہی ضمان لازم کریں یہ بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ قرض دینے والے پر اسی کے فائدے کے لئے ضمان لازم کرنا ہوگا،جسکی کوئی مثال نہیں ہے۔

تشریح :[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ قرض دینے والے نے جو کھوٹا درہم لیا ہے اور خرچ کر دیا ہے اب اس پر اس کا ضمان لازم کیا جائے، وہ کھوٹا درہم واپس کریں اور اس کے بدلے میں کھرا درہم دیا جا سکے، یہ بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ دوسرے کے فائدے کے لئے ضمان لازم کیا جاتا ہے، یہاں قرض دینے والے کے فائدے کے لئے خود اسی پر ضمان لازم کیا جا رہا ہے جسکی کوئی مثال نہیں ملتی اس لئے یہ بھی ممکن نہیں ہے،اس لئے یہی کہا جائے گا کہ جو کھوٹا درہم ادا کر دیا بس گویا کہ وہ پورا ادا ہوگیا۔

ترجمہ :(۲۸۵) اگر پرندے نے کسی آدمی کی زمین میں بچہ دے دیا،تو جو اس کو پکڑ لے گا اسی کا ہو جائے گا،ایسے ہی کسی کی زمین میں انڈا دے دیا،اور ایسے ہی کسی کی زمین میں ہرن نے رہنا شروع کر دیا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہ مباح ہیں جو اس کو پہلے پکڑے گا وہ اسی کا ہو جائے گا،اور اس لئے کہ یہ شکار ہے اگر چہ بغیر حیلے کے پکڑے جاتے ہیں،اور شکار کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو اس کو لے لے اسی کا ہو جائے گا۔

وإن كـان يـؤخـذ بـغيـر حيلة والصيد لمن أخذه۲ وكـذا البيـض لأنـه أصـل الصيد ولهذا يجب

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شکار، یا ہر ایک کے لئے مباح چیز جو بھی پکڑ لے گا اسی کی ہو جائے گی، چاہے کسی کی بھی زمین میں ہو، ہاں زمین والا پہلے پکڑ لے یا اسی لئے زمین تیار کی ہے تو پھر اس کی ہو گی۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں۔[۱] پرندے نے کسی کی زمین میں بچہ دیا۔[۲] یا اس میں انڈا دیا۔[۳] یا ہرنی نے اس میں گھر بنالیا تب بھی جو اسکو پکڑ لے گا اسی کی ملکیت ہو جائے گی، زمین والے کی نہیں ہو گی، ہاں زمین والے نے کوئی جال رکھا تھا، یا کوئی حیلہ کیا تھا جس کی وجہ سے شکاری جانور اس میں پھنس گیا تب زمین والے کی یا جال والے کی ملکیت ہو گی، اب کوئی دوسرا نہیں لے سکتا

وجہ :(۱) شکار، یا اس کا بچہ، یا اس کا انڈا مباح الاصل، یعنی سب کے لئے ہے، اس لئے جو اس کو پہلے پکڑے گا اسی کا ہو جائے گا۔(۲) صاحب ہدایہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔**عن ابیها اسمر ابن مضرس قال أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال من سبق الى مالم يسبقه اليه مسلم فهو له قال فخرج الناس يتعادون يتخاطون** ۔(ابوداود شریف، باب فی اقطاع الارضین، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۱) اس حدیث میں ہے کہ عوام کی جو چیز اس نے لیا ہے تو جسکے ہاتھ لگے وہ اس کی ہے۔(۳) اس آیت میں اس کی تائید کا اشارہ ہے۔ **يا ايها الذين آمنوا ليبلونكم الله بشيء من الصيد تناله ايديكم و رماحكم** (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ جو شکار تمہارے ہاتھ کو پالے، جس سے اشارہ ہے کہ شکار جسکے ہاتھ آجائے وہ اسکا ہے(۴) **أحل لكم صيد البحر و طعامه متاعا لكم و للسيارة و حرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما** ۔(آیت ۹۶، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ شکار سب کے لئے ہے۔(۵) شکار مردہ زمین کی طرح ہوتا ہے جو اس پر قبضہ کر لے اسی کا ہے اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن سعيد بن زيد عن النبي ﷺ قال من احيا ارضا ميتة فهي له وليس لعرق ظالم حق** (ترمذی شریف، باب ماذکر فی احیاء ارض الموات، ص ۳۳۴، نمبر ۱۳۷۸ / ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۳ / بخاری شریف، باب من احیا ارضا میتۃ، ص ۳۷۵، نمبر ۲۳۳۵) اس حدیث میں ہے کہ جو بھی مردہ زمین کو آباد کرے گا وہ مالک ہو جائے گا۔ اسی طرح جو بھی شکار کو پکڑ لے گا اسی کا ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲ اور ایسے ہی انڈا کا حکم ہے، اس لئے کہ وہ شکار کی اصل ہے، اسی لئے تو اس کے توڑنے پر اور بھوننے پر محرم پر بدلہ واجب ہوتا ہے۔

تشریح : پرندے کے انڈے پر جس کا قبضہ ہو جائے وہ اس کی ہے، اس لئے انڈا تو شکار کی اصل ہے اس لئے جو حکم شکار کا

الجزاء على المحرم بكسره أو شيه ۳؎ وصاحب الأرض لم يعد أرضه فصار كنصب شبكة للجفاف وكذا إذا دخل الصيد داره أو وقع ما نثر من السكر والدراهم في ثيابه ما لم يكفه أو كان مستعدا له ۴؎ بخلاف ما إذا عسل النحل في أرضه لأنه عد من أنزاله فيملكه تبعا لأرضه

ہوگا وہی حکم اس کے انڈے کا ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ شکار کے انڈے کو توڑنے، یا اس کو بھوننے سے محرم پر اس کا بدلہ لازم ہوتا، کیونکہ وہ شکار ہی کے حکم میں ہے۔

لغت: کسر: توڑنا۔ شی: شوی یشوی سے مشتق ہے بھوننا، تلنا۔

ترجمہ: ۳؎ اور زمین والے نے اپنی زمین کو اس کے لئے تیار نہیں کیا تھا، اس لئے سکھانے کے لئے جال پھیلانے کے لئے رکھنے کی طرح ہو گیا، اور ایسا ہو گیا کہ شکار گھر میں داخل ہو گیا، یا شکر یا درہم بکھیرا اور وہ کسی کے کپڑے میں گر گیا جب تک کہ کپڑے کو سمیٹے نہیں، یا کپڑے کو اس کے لئے تیار نہ کیا ہو۔

تشریح: یہاں چار مثالیں دے رہے ہیں جس میں شکار یا درہم کا مالک نہیں ہوتا۔ [۱] سکھانے کے لئے جال پھیلایا اور اس میں شکار کا جانور پھنس گیا تو یہ جال والے کا نہیں ہوگا بلکہ جو پہلے پکڑے گا اسی کا ہو جائے گا، ہاں شکار ہی کے لئے جال بچھایا ہو یا شکار پھنسنے کے بعد جال والے نے اس کو شکار پکڑنے کے لئے سمیٹا ہو تب وہ مالک بنے گا۔ [۲] شکار کسی کے گھر میں داخل ہو گیا لیکن گھر والے کو معلوم نہیں تھا اور دروازہ بند کر دیا تو مالک نہیں بنے گا، ہاں شکار پکڑنے کے لئے دروازہ بند کیا تو مالک ہوگا۔ [۳] کپڑا پھیلا ہوا تھا اس میں شادی کا شکر گر پڑا [۴] یا درہم گر پڑا تو مالک نہیں ہوگا، ہاں اسی لئے کپڑا پھیلایا ہو، یا شکر یا درہم گرنے کے بعد کپڑا سمیٹا ہو تو اب اس کا مالک بنے گا۔

لغت: لم یعد ارضہ: زمین کو شکار پکڑنے کے لئے تیار نہیں کیا ہے۔ نصب: پھیلایا۔ شبکۃ: جال۔ جفاف: جف سے مشتق ہے، سوکھنے کے لئے۔ نثر، پھیلایا، بکھیرا۔ یکف: جمع کرنا، سمیٹنا۔ مستعدا لہ: عد سے مشتق ہے، اس کے لئے تیار کیا ہو۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف جبکہ شہد کی مکھی نے کسی کی زمین میں شہد بنا ڈالا [تو زمین والے کا ہوگا]، اس لئے کہ شہد زمین کی پیداوار میں سے شمار کیا جاتا ہے اس لئے زمین کے تابع ہو کر مالک بن جائے گا، جیسے کہ وہ درخت جو زمین میں اگے، یا وہ مٹی جو پانی کے چلنے سے زمین میں جمع ہو جائے [وہ مالک کا ہوتا ہے]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شہد کھیتی کے درجے میں ہے اس لئے وہ کسی کی زمین میں لگا یا تو اس کی ملکیت ہو جائے گی

تشریح: شہد کی مکھی نے کسی کی زمین میں چھتہ بنا دیا تو یہ زمین والے کی ملکیت ہو جائے گی، کیونکہ شہد کھیتی کی طرح سمجھی جاتی ہے، یا خود رو گھاس کی طرح سمجھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شہد میں عشر لازم کیا جاتا ہے، پس جس طرح خود رو درخت زمین

كالشجر النابت فيها والتراب المجتمع في أرضه بجريان الماء.

والے کی ہوتی ہے، یا پانی کے بہاو سے کھیت میں جومٹی جمع ہوجاتی ہے وہ زمین والے کی ملکیت ہوتی ہے اسی طرح شہد کی مکھی نے کسی کی زمین میں چھتہ بنایا تو یہ زمین والے کی ملکیت ہوگی۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے کہ شہد کھیتی کی طرح ہے اوراس میں عشر ہے۔**قال جاء هلال احد بنی متعان الی رسول الله بعشور نحل له وکان سأله ان یحمی وادیا یقال له سبلة فحمی رسول الله ذلک الوادی فلما ولی عمر ابن الخطاب کتب سفیان بن وهب الی عمر بن خطاب یسأله عن ذلک فکتب عمر ان ادی الیک ما کان یودی الی رسول الله من عشور نحله فاحم له سلبه والا فانما هو ذباب غیث یأکله من یشاء** ۔(ابوداؤدشریف، باب زکوۃ العسل ،ص۲۳۷،نمبر۱۶۰۰رسنن للبیھقی ،باب ماورد فی العسل ،ج رابع ،ص۲۱۲،نمبر ۷۴۶۰)(۲) **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ فی العسل فی کل عشرة ازقاق زق** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی زکوۃ العسل ،ص۱۶۲،نمبر۶۲۹رابوداؤدشریف، باب زکوۃ العسل ،ص۲۳۷،نمبر۱۶۰۱)اس حدیث میں ہے کہ عشر میں زکوۃ ہے۔

لغت :عسل :شہد۔النحل :شہد کی مکھی ۔عُدّ :شمار کیا گیا ہے انزال :نزل سے مشتق ہے، اترنا، یہاں زمین کی پیداوار مراد ہے۔الشجر النابت :خود سے اگنے والا درخت۔

﴿كتاب الصرف﴾

(۲۸۶)قال الصرف هو البيع إذا كان كل واحد من عوضيه من جنس الأثمان ۱؎ سمي به للحاجة إلى النقل في بدليه من يد إلى يد. والصرف هو النقل والرد لغة أو لأنه لا يطلب منه إلا الزيادة إذ لا ينتفع بعينه والصرف هو الزيادة لغة كذا قاله الخليل ومنه سميت العبادة النافلة صرفا.

﴿ كتاب الصرف ﴾

ضروری نوٹ :[۱]سونے کے بدلے میں سونا،[۲] چاندی کے بدلے میں چاندی خریدے،[۳] یا سونے کے بدلے میں چاندی خریدے تو اس کو بیع صرف کہتے ہیں۔اس بیع میں مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، ورنہ بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۲۸۶)صرف وہ بیع ہے جبکہ ہو دونوں عوض ثمنوں کی جنس سے۔

تشریح :دونوں طرف سونا ہو، دونوں طرف چاندی ہو، یا ایک طرف سونا اور دوسری طرف چاندی ہو تو ان تینوں صورتوں کو بیع صرف کہتے ہیں۔

نوٹ :خالص چاندی یا سونا ہو، ملاوٹ والے ہوں، چاندی اور سونے کے برتن ہوں، یا سونے اور چاندی کے سکے ہوں سب چاندی کے حکم میں ہیں۔البتہ ملاوٹ زیادہ ہو اور سونا یا چاندی کم ہوں تو ملاوٹ کو الگ کر کے جو چاندی یا سونا نکل سکتے ہوں ان کا حساب کیا جائے گا۔اور ان کے بارے میں بیع صرف کا اطلاق ہوگا۔

لغت:الاثمان : ثمن کی جمع ہے، سونا اور چاندی کو اثمان کہتے ہیں، اسی طرح درہم اور دینار کو اثمان کہتے ہیں۔

ترجمہ :۱؎ صرف کا نام اس لئے رکھا کہ دونوں بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت ہے ،اور لغت میں صرف کا معنی نقل کرنے اور پھیرنے کا ہے، یا اس لئے کہ بیع صرف سے زیادتی طلب کی جاتی ہے، اس لئے کہ درہم اور دینار کے عین سے کوئی نفع نہیں ہوتا، اور صرف کا معنی لغت میں زیادتی کے ہے، حضرت امام خلیلؒ نے ایسے ہی کہا ہے، اسی لئے عبادت نافلہ کو صرف کہتے ہیں [کیونکہ وہ زیادہ عبادت ہے]

تشریح : بیع صرف کو صرف کیوں کہتے ہیں اس کی دو وجہ بیان کر رہے ہیں۔[۱] لغت میں صرف کا ترجمہ ہے منتقل ہونا اور پھرنا چونکہ درہم اور دینار ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور پھرتا رہتا ہے اس لئے اس کو بیع صرف، کہتے ہیں۔[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ امام خلیل نے فرمایا کہ لغت میں صرف کا ترجمہ ہے زیادتی، اور درہم اور دینار کی ذات سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، نہ وہ کھایا جاتا ہے، نہ پہنا جاتا ہے، اس سے مبیع لی جاتی ہے جس کے بارے میں تصور یہ ہوتا ہے کہ زیادہ نفع کی

(۲۸۷)قال فإن باع فضة بفضة أو ذهبا بذهب لا يجوز إلا مثلا بمثل وإن اختلفا في الجودة والصياغة[۱]لقوله عليه الصلاة والسلام الذهب بالذهب مثلا بمثل وزنا بوزن يدا بيد والفضل ربا الحديث. وقال عليه الصلاة والسلام جيدها ورديئها سواء وقد ذكرناه في البيوع.

چیز لی اس لئے اس کو بیع صرف کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نفلی عبادت کو صرف کہتے ہیں، کیونکہ فرض اور واجب کے علاوہ گویا کہ زیادہ عبادت کی۔

ترجمہ :(۲۸۷)پس اگر بیچا چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے تو نہیں جائز ہے مگر برابر سرابر، اگر چہ عمدگی اور گھڑائی میں مختلف ہوں۔

ترجمہ [۱]حضورؐ کے قول کی وجہ سے، کہ سونا سونے کے بدلے ہو برابر سرابر ہو برابر سرابر وزن ہو، ہاتھوں ہاتھ ہو، اور کسی طرف زیادہ ہو جائے تو سود ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ اعلی اور ادنی اس میں برابر ہے، اس کو کتاب البیوع میں میں ذکر کر دیا ہے

تشریح : چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچے تو برابر سرابر ہوں کمی بیشی حرام ہے۔ چاہے ایک زیادہ عمدہ ہو اور دوسرا ردی ہو۔ یا ایک میں گھڑائی اچھی ہو اور دوسرے میں گھڑائی خراب ہو جس کی وجہ سے اس کی قیمت کم ہو۔ پھر بھی وزن کے اعتبار سے دونوں کو برابر کر کے بیچنا ہوگا۔ کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اور کمی بیشی کرنا ہو تو سونے کی قیمت چاندی سے لگائے پھر اس چاندی سے سونا زیادہ خریدے۔ اسی طرح چاندی کی قیمت سونے سے لگائے اور اس سونے سے چاندی زیادہ خریدے۔ یہی صورت اختیار کرے۔ البتہ چاندی کو چاندی کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ نہ بیچے۔

وجہ :(۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء** ۔(مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۳، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۴ ر بخاری شریف، باب بیع الفضة بالفضة، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۷۶، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲ ر ابو داؤد شریف، باب فی الصرف، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے برابر سرابر بیچے۔ سونے کو سونے کے بدلے برابر سرابر بیچے۔ کمی زیادتی کرنے میں سود ہوگا جو **حرم الربوا** کے تحت حرام ہے۔ اور دونوں ثمنوں پر مجلس میں قبضہ کرے، کیونکہ ادھار میں بھی سود ہے۔ حدیث میں **یدا بید** کے ہاتھوں ہاتھ لو، ادھار نہیں۔ اس حدیث سے بیع صرف کا بھی ثبوت ہوا۔(۲) صاحب ہدایہ کی دوسری حدیث کا مفہوم اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال الدينار بالدينار لا فضل بينهما و الدرهم بالدرهم لا فضل بينهما** ۔(

(۲۸۸) قال ولا بد من قبض العوضين قبل الافتراق ۱؎ لما روينا ۲؎ ولقول عمر رضي الله عنه وإن استنظرك أن يدخل بيته فلا تنظره ۳؎ ولأنه لا بد من قبض أحدهما ليخرج العقد عن الكالىء بالكالىء ثم لا بد من قبض الآخر تحقيقا للمساواة فلا يتحقق الربا ولأن أحدهما ليس بأولى من

مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۳، نمبر ۴۰۶۹/۱۵۸۸) اس حدیث میں ہے کہ جید اور ردی کی فضیلت نہیں ہے۔

اصول: اموال ربویہ میں مبیع اور ثمن ایک جنس ہوں تو عمدہ اور ردی کا اعتبار نہیں ہے۔

لغت: الجودة : عمدہ۔ الصیاغة : گھڑائی، رنگ وروغن۔

ترجمہ: (۲۸۸) اور ضروری ہے دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا جدا ہونے سے پہلے۔

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی۔

تشریح: چونکہ یہ اثمان ہیں اس لئے جدا ہونے سے پہلے مبیع اور ثمن پر قبضہ کرلے، ورنہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ اس کے لئے صاحب ہدایہ چار دلیلیں پیش کر رہے ہیں۔

وجہ: (۱) [۱] صاحب ہدایہ کی حدیث میں گزرا کہ, یدا بید، ہو یعنی ہاتھوں ہاتھ ہو (۲) **سالت براء بن عازب و زید بن ارقم عن الصرف فكل واحد منهما يقول هذا خير منى فكلاهما يقول نهى رسول الله ﷺ عن الذهب بالورق دينا**. (بخاری شریف، باب بیع الورق بالذهب نسیئة، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۰ رمسلم شریف، باب النهی عن بیع الورق بالذهب دینا، ص ۶۹۴، نمبر ۴۰۷۲/۱۵۸۹) اس حدیث میں فرمایا کہ دین اور ادھار نہ ہو۔

لغت: العوضین : سے مراد مبیع اور ثمن ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے اگر تم سے گھر میں داخل ہونے کی مہلت مانگے تو اس کو مہلت نہ دو۔

تشریح: [۲] اس قول صحابی میں ہے کہ بیع صرف میں بائع یا مشتری مبیع یا ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے گھر میں جانے کی مہلت مانگے تو مہلت مت دو۔ **قال عمر لا تبيعوا الذهب بالذهب و لا الورق بالورق الا مثلا بمثل ،لا تفضلوا بعضه على بعض ، و لا تبيعوا منه غائبا بناجز فان استنظرك يدخل بيته فلاتنظره فانى اخاف عليكما الربا**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصرف، ج ثامن، ص ۹۶، نمبر ۱۴۶۴۱) اس قول صحابی میں ہے کہ گھر میں جانے کی مہلت مانگے تو مہلت مت دو۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ دونوں میں سے ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے تا کہ عقد کالی بالکالی سے نکل جائے، پھر دوسرے

الآخر فوجب قبضهما ﴿٤﴾ سواء كانا يتعينان كالمصوغ أو لا يتعينان كالمضروب أو يتعين

ثمن پر بھی قبضہ کرنا ضروری ہے برابری ثابت کرنے کے لئے تا کہ سود متحقق نہ ہو، اور اس لئے بھی کہ دونوں میں سے ایک کی فضیلت نہیں ہے اس لئے دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی اور دلیل نقلی کا مجموعہ ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ جائز نہیں ہے، اب یہاں دونوں طرف درہم اور دینار ہیں جو متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے، پس جب ایک پر قبضہ کیا تو دوسرے پر بھی قبضہ کرے کیونکہ دونوں برابر درجے کی چیز ہے، کسی ایک کی فضیلت نہیں ہے اس لئے دوسرے پر بھی قبضہ کرنا ہوگا، اس لئے بیع صرف میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

وجه : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه نهی عن بیع الکالی بالکالی ،قال اللغویون : هو النسیئة بالنسیئة** ۔(دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ٦٠، نمبر ٣٠٤٢) اس حدیث میں ہے کہ ادھار کی بیع ادھار سے منع فرمایا۔

ترجمه : ﴿٤﴾ چاہے دونوں متعین ہو سکے، جیسے ڈھلا ہوا برتن، یا متعین نہ ہو سکے جیسے درہم دینار، یا دونوں میں سے ایک متعین ہو سکے اور دوسرا متعین نہ ہو سکے، ہمارے مطلق حدیث کی روایت میں سب داخل ہیں۔

تشریح : سونے چاندی کی تین قسمیں ہوتیں ہیں [١] سونا اور چاندی ڈلی میں ہوں، جیسے سونے چاندی کی ڈلی ہوتی ہے [٢] سونے اور چاندی کے برتن، یا زیور بنے ہوئے ہوں جسکو مصوغ، کہتے ہیں اور متعین کرنے سے متعین ہو سکتے ہیں [٣] سونے اور چاندی پر ٹھپہ مارا ہوا، جسکو مضروب کہتے ہیں جس سے درہم اور دینار بنتے ہیں، مطلق حدیث میں سبھی داخل ہیں، یعنی سب پر مجلس میں قبضہ کرنا ہوگا تب بیع صرف صحیح ہوگی۔

وجه : **عن مجاهد ان صائغا سأل ابن عمر فقال یا ابا عبد الرحمن انی اصوغ ثم ابیع الشیء باکثر من وزنه و استفضل من ذالک قدر عملی . او قال عمالتی ؟ فنهاه عن ذالک فجعل الصائغ یرد علیه المسألة ، و یأتی ابن عمر حتی انتهی الی بابه او قال باب المسجد فقال ابن عمر الدینار بالدینار ، و الدراهم بالدراهم لا فضل بینهما، هذا عهد نبینا ﷺ الینا ، و عهد نا الیکم** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الفضة بالفضة والذهب بالذهب، ج ثامن، ص ٩٨، نمبر ١٤٦٥٣) اس قول صحابی میں ہے کہ گھڑا ہوا ہو تب بھی کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

لغت : مصوغ: صاغ سے مشتق ہے، ڈھالنا۔ مضروب: ضرب سے مشتق ہے، مارنا، یہاں مراد ہے ٹھپہ مار کر درہم یا دینار

أحـدهـما ولا يتعين الآخر لإطلاق ما روينا ۵ؕ ولأنـه إن كـان يتـعين ففيه شبهة عدم التعيين لكونه ثـمـنا خلقة فيشترط قبضه اعتبارا للشبهة في الربا ٦ؕ والـمراد منه الافتراق بالأبدان حتى لو ذهبا عـن الـمجلس يمشيان معا في جهة واحدة أو ناما في المجلس أو أغمي عليهما لا يبطل الصرف لقول ابن عمر رضي الله عنه وإن وثب من سطح فثب معه وكذا المعتبر ما ذكرناه في قبض رأس

بنانا۔

ترجمه :۵ؕ اوراس لئے کہ اگر چہ یہ متعین ہوتے ہیں لیکن متعین نہ ہونے کا شبہ ہے،اس لئے کہ یہ پیدائشی ثمن ہیں اس لئے سود کے شبہ کا اعتبار کرتے ہوئے ان پر قبضہ کرنا شرط ہے۔

تشریح :چاندی،اورسونے کے زیوراور برتن اگر چہ متعین کرنے سے متعین ہوجاتے ہیں،لیکن چونکہ یہ پیدائشی طورثمن ہیں جومتعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے یہ شبہ ہے کہ اس میں سود ہوجائے اس لئے بھی زیوراور برتن کی بیع ہوئی ہوتو اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

ترجمه: ٦ؕ اس سے مراد بدن کی جدائیگی ہے یہاں تک کہ اگر دونوں مجلس سے اٹھ کرایک جہت میں ساتھ ساتھ چلتے رہے ،یا دونوں ایک مجلس میں سو گئے ،یا بیہوش ہوگئے تو بیع صرف باطل نہیں ہوگی [جب تک کہ جسم سے جدا نہ ہوجائے] حضرت ابن عمرؓ کےقول کی وجہ سے کہ اگر ایک چھت سے کود جائے تو تم بھی اس کے ساتھ کود جاؤ، یہی معتبر ہے راس المال کے قبضے کرنے میں اس کو ذکر کیا ہے

تشریح :بیع صرف میں مبیع اورثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا نہ ہوں کا مطلب یہ ہے کہ جسم سے دونوں جدا نہ ہوں،چنانچہ دونوں ایک جہت میں ساتھ ساتھ چلتے رہے، یا دونوں ایک ہی مجلس میں سو گئے، یا دونوں دونوں ایک ہی مجلس میں بیہوش ہوگئے تو بیع فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ جسم کے اعتبار سے جدا نہیں ہوئے ہیں۔ بیع سلم کے رأس المال کے سلسلے میں بھی یہی کہا تھا کہ جسم کے اعتبار سے دونوں جدا نہ ہوں۔

وجه : صاحب ہدایہ کا قول صحابی قریب قریب یہ ہے۔ان ابا طلحة اصطرف دنانير بوزن فنهاه عمر ان يفارقه حتى يستوفي ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا صرفت فلا تفارقہ وبینک وبینہ لبس ،ج رابع ،ص ۵۰۱،نمبر ۲۲۵۰۱) اس قول صحابی میں ہے کہ دونوں جسم کے اعتبار سے علیحدہ نہ ہوں۔

ترجمه :ےؕ بخلاف مخیّرہ کے اختیار کے اس لئے وہ اعراض سے باطل ہوجاتا ہے۔

تشریح :جس عورت کوشوہر نے یہ اختیار دیا ہے کہ چاہے شوہر کو اختیار کرلے یا اپنے آپ کو طلاق دے کر جدا کرلے تو اس کو

مال السلم ے **بخلاف خيار المخيرة لأنه يبطل بالإعراض.(۲۸۹) وإن با ع الذهب بالفضة جاز التفاضل [لعدم المجانسة] ووجب التقابض** ۱ **لقوله عليه الصلاة والسلام الذهب بالورق ربا إلا**

مخیّرہ، کہتے ہیں، شوہر کے اس اختیار دینے کے بعد عورت نے اپنے آپ کو طلاق نہیں دی، اور کوئی ایسی حرکت کی جس سے اس بات سے اعراض کرنے کا پتہ چلتا ہے، تو اس اعراض سے عورت کا اختیار باطل ہو جائے گا، چاہے وہ اسی مجلس میں بیٹھی رہی، کیونکہ اختیار دینے میں اس کو طلاق کا مالک بنانا ہے، اور گویا کہ اس ملکیت کو قبول کرنا ہے، اور اعراض کرنے سے قبولیت کا حق باطل ہو جاتا ہے۔ اور بیع صرف میں جسم کے اعتبار سے جدا ہونے سے بیع باطل ہوگی۔ دونوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمه :(۲۸۹) اگر سونے کو چاندی کے بدلے بیچے تو کمی بیشی جائز ہے [ایک جنس کی چیز نہ ہونے کی وجہ سے] لیکن قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔

ترجمه: ۱ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہے مگر یہ کہ ھاء وھاء ہو یعنی نقد ہو۔

وجه (۱) سونا اور چاندی دونوں دو جنس ہیں۔ اس لئے کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا۔ لیکن چونکہ دونوں وزنی ہیں اس لئے مجلس میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے (۲) حدیث میں ہے. **عن ابی بكرة قال نهى النبى ﷺ عن الفضة بالفضة والذهب بالذهب الا سواء بسواء وامرنا ان نبتاع الذهب بالفضة كيف شئنا والفضة فى الذهب كيف شئنا** . (بخاری شریف، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲ رمسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کو چاندی کے بدلے بیچے تو کمی بیشی کے ساتھ بیچ سکتا ہے بشرطیکہ نقد ہو۔ (۲) **سالت براء بن عازب و زيد بن ارقم عن الصرف فكل واحد منهما يقول هذا خير منى فكلاهما يقول نهى رسول الله ﷺ عن الذهب بالورق دينا**. (بخاری شریف، باب بیع الورق بالذهب نسیئۃ، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۰ رمسلم شریف، باب النھی عن بیع الورق بالذهب دینا، ص ۶۹۴، نمبر ۱۵۸۹/۴۰۷۲) اس حدیث میں فرمایا کہ دین اور ادھار نہ ہو۔ (۳) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **فقال عمر بن الخطاب .....فان رسول الله ﷺ قال الورق بالذهب ربا الا هاء و هاء و البر بالبر ربا الا هاء و هاء و الشعير بالشعير ربا الا هاء و هاء و التمر بالتمر ربا الا هاء هاء** . (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب باورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۶/۴۰۵۹) اس حدیث میں ھاء وھاء ہے

اصول :جنس بدل جائے تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

لغت: التفاضل: کمی بیشی۔ ھاء وھاء: نقد ہو۔

هـاء وهاء (٢٩٠)فإن افترقا في الصرف قبل قبض العوضين أو أحدهما بطل العقد ل لفوات الشرط وهو القبض ٢ ولهذا لا يصح شرط الخيار فيه ولا الأجل لأن بأحدهما لا يبقى القبض مستحقا وبالثاني يفوت القبض المستحق إلا إذا أسقط الخيار في المجلس فيعود إلى الجواز لارتفاعه قبل تقرره وفيه خلاف زفر رحمه الله. (٢٩١)قال ولا يجوز التصرف في ثمن الصرف قبل قبضه حتى لو باع دينارا بعشرة دراهم ولم يقبض العشرة حتى اشترى بها ثوبا فالبيع في

ترجمه :(۲۹۰)اگر بائع اور مشتری بیع صرف میں دونوں عوضوں پر قبضہ کرنے سے پہلے یا دونوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جائے گا۔

ترجمه :ل شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے اور وہ قبضہ ہے۔

تشریح :بائع اور مشتری نے بیع صرف کی اور مبیع اور ثمن دونوں پر قبضہ نہیں کیا یا ایک پر قبضہ کیا اور دوسرے پر نہیں کیا اور جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو جائے گی۔

وجه :اوپر کی حدیث کی بنیاد پر دونوں پر قبضہ کرنا ضروری تھا اور اس نے قبضہ نہیں کیا، حدیث کے خلاف کیا اس لئے عقد باطل ہو جائے گا۔

ترجمه :٢ اسی لئے بیع صرف میں خیار شرط نہیں ہے اور نہ آگے کی مدت لینا صحیح ہے اس لئے کہ پہلے والے [خیار شرط سے] سے قبضہ کا حق نہیں رہتا، اور دوسرے [مدت لینے] سے جس قبضے کا حق تھا وہ فوت ہو جاتا ہے، مگر جبکہ مجلس میں خیار شرط ختم کر دیا جائے تو لوٹ کر جائز ہو جائے گا کیونکہ فساد ثابت ہونے سے پہلے اُٹھ گیا، اور اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔

تشریح :بیع صرف خیار شرط لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ مشتری خیار شرط لے گا تو اس پر ابھی ثمن دینا ضروری نہیں ہوگا اس لئے ثمن پر جو قبضہ کا حق تھا وہ باقی نہیں رہتا اس لئے خیار شرط لینا جائز نہیں ہے، اسی طرح مشتری مدت لے لے کہ میں بعد میں ثمن دوں گا یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے بھی قبضہ کا جو حق تھا وہ فوت ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر خیار شرط لیا تھا یا مدت لی تھی اور بیع کی مجلس ہی میں ختم کر دی تو لوٹ کر بیع جائز ہو جائے گی، کیونکہ فساد پیوست ہونے سے پہلے اٹھا دیا گیا۔ البتہ اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے کیونکہ انکے یہاں ایک مرتبہ فساد داخل ہونے کے بعد مجلس میں ختم کر دیا جائے تو ختم نہیں ہوتا اس لئے انکے یہاں بیع فاسد ہی رہے گی۔

ترجمه :(۲۹۱)اور نہیں جائز ہے صرف ثمن میں تصرف کرنا اس پر قبضہ کرنے سے پہلے، یہاں تک کہ اگر دینار کو دس درہم کے بدلے میں بیچا اور اس دس پر قبضہ نہیں کیا اور اس سے کپڑا خرید لیا تو کپڑے کی بیع فاسد ہے۔

الثوب فاسد ۱؎ لأن القبض مستحق بالعقد حقا لله تعالى وفي تجويزه فواته ۲؎ وكان ينبغي أن يجوز العقد في الثوب كما نقل عن زفر لأن الدراهم لا تتعين فينصرف العقد إلى مطلقها ولكنا نقول الثمن في باب الصرف مبيع لأن البيع لا بد له منه ولا شيء سوى الثمنين فيجعل كل واحد

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ عقد کی وجہ سے جو قبضہ مستحق تھا اور اللہ تعالیٰ کا حق تھا اس بیع کے جائز کرنے میں اس کو فوت کرنا ہے

تشریح : بیع صرف کے ثمن پر ابھی قبضہ نہیں کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے اور اس میں تصرف کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ مثلا ایک دینار کے بدلے دس درہم خریدا اور دس درہم پر قبضہ بھی نہیں کیا کہ اس سے کپڑا خرید لیا تو کپڑے کی بیع فاسد ہوگی، کیونکہ دس درہم پر قبضہ کرنا اللہ کا حق تھا، اس لئے اگر کپڑے کی بیع جائز قرار دیتے ہیں تو اس قبضے کو چھوڑنا ہوگا، اس لئے کپڑے ہی کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) اوپر حدیث گزری کہ دونوں ثمن پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے اسی پر یہ مسئلہ تبصرہ ہے۔ (۲) بیع صرف میں دونوں جانب ثمن ہیں۔ اس لئے کسی ایک کو ترجیح دیئے بغیر دونوں مبیع کے درجے میں ہیں۔ اور قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کو بیچنا جائز نہیں اس لئے بیع صرف میں جس کو بھی ثمن قرار دیں اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله من ابتاع طعاما فلا يبيعه حتى يقبضه.** (مسلم شریف، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، ص ۶۶۲، نمبر ۱۵۲۵/۳۸۳۸/بخاری شریف، باب بیع الطعام قبل ان یقبض و بیع مالیس عندک، ص ۳۴۲، نمبر ۲۱۳۵/ابو داؤد شریف، نمبر ۳۴۹۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه :۲؎ مناسب یہ تھا کہ کپڑے کی بیع جائز ہو جیسا کہ امام زفرؒ سے منقول ہے اس لئے کہ درہم متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، اس لئے کپڑے کی بیع مطلق درہم کی طرف پھیرا جائے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ثمن صرف کے باب میں مبیع ہے اس لئے کہ بیع میں مبیع ہونا ضروری ہے اور یہاں دونوں ثمن کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے دونوں ثمن کو مبیع قرار دیا جائے گا ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے اور قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کو بیچنا جائز نہیں ہے [اس لئے کپڑے میں بیع جائز نہیں ہوگی]

تشریح : بیع صرف کے دس درہم کے بدلے میں جو کپڑا خریدا تھا اس میں بیع جائز ہو جانی چاہئے اس لئے کہ یہ درہم متعین نہیں ہوتے، اور مشتری پر مطلق دس درہم لازم ہونا چاہئے، جیسا کہ امام زفرؒ نے کہا ہے، لیکن ہم نے اس کو ناجائز اس لئے کہا ہے کہ بیع صرف آخر بیع ہے اس لئے اس میں مبیع ہونا چاہئے اور یہاں دونوں طرف دراہم ہیں اس لئے دونوں ہی کو مبیع کے درجے میں رکھ دیا جائے تا کہ کسی ایک کی فضیلت نہ ہو، اور پہلے گزرا کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے

منهـما مبيعا لعدم الأولوية وبيع المبيع قبل القبض لا يجوز ۳؎ وليـس من ضرورة كونه مبيعا أن يكون متعينا كما في المسلم فيه. (۲۹۲)قال ويجوز بيع الذهب بالفضة مجازفة ۱؎ لأن المساواة غيـر مشـروطة فيه ولكن يشترط القبض في المجلس لما ذكرنا ۲؎ بـخلاف بيعه بجنسه مجازفة

اس لئے اس دس درہم پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے کپڑا خریدنا جائز نہیں ہوا اس لئے کپڑے کی بیع فاسد ہوگئی۔

ترجمہ :۳؎ اور مبیع ہونے کی ضروریات میں سے یہ نہیں ہے کہ وہ متعین بھی ہو جائے، جیسے کہ بیع سلم میں مسلم فیہ ہوتی ہے

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، کہ بیع صرف میں جب دونوں جانب کے درہم مبیع ہیں تو انکو متعین بھی ہونی چاہئے، حالانکہ وہ متعین نہیں ہوتے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ بیع سلم میں مسلم فیہ مبیع ہوتی ہے، لیکن وہ متعین نہیں ہوتی بلکہ بائع کے ذمے میں واجب ہوتی ہے، اسی طرح یہاں درہم مبیع ہے، لیکن وہ متعین نہیں ہوتا۔

ترجمہ :(۲۹۲) سونے کی بیع چاندی کے بدلے اٹکل سے جائز ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ یہاں سونے چاندی کا برابر ہونا شرط نہیں، لیکن مجلس میں قبضہ کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

تشریح :سونے کو چاندی کے بدلے اٹکل سے بیچے گا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کمی زیادتی ہوگی۔ اور سونے کو چاندی کے بدلے کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ دو جنس ہو گئے اس لئے سونے کو چاندی کے بدلے اٹکل سے بیچنا جائز ہے، البتہ چونکہ دونوں جانب ثمن ہیں اس لئے مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ متعین ہو جائے۔۔ مجازفۃ : اٹکل۔

وجہ:(۱) اس حدیث میں ہے۔ عن عباده بن صامت ...... فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كـان يـدا بيـد ۔(مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳/ بخاری شریف، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲) کہ سونا چاندی کے بدلے ہو تو جیسے چاہے بیچو۔ اسلئے اٹکل سے بیچنا جائز ہوگا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ مجلس میں قبضہ کرو (۲) حدیث میں ہے۔ عـن ابـى بكرة قال نهى النبى ﷺ عن الفضة بـالـفـضـة والـذهـب بـالـذهـب الا سـواء بسواء وامرنا ان نبتاع الذهب بالفضة كيف شئنا والفضة فى الذهب كيف شئنا . (بخاری شریف، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲/ مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کو چاندی کے بدلے بیچے تو کمی بیشی کے ساتھ بیچ سکتا ہے بشرطیکہ نقد ہو۔

اصول: دو الگ الگ جنس ہوں تو اٹکل سے بیچنا جائز ہے اس لئے کہ اس میں ربوا نہیں ہے۔

ترجمہ :۲؎ بخلاف اپنے ہی جنس کے ساتھ اٹکل سے بیچے تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

لما فيه من احتمال الربا. (٢٩٣)قال ومن باع جارية قيمتها ألف مثقال فضة وفي عنقها طوق فضة قيمته ألف مثقال بألفي مثقال فضة ونقد من الثمن ألف مثقال ثم افترقا فالذي نقد ثمن الفضة لـ لأن قبض حصة الطوق واجب في المجلس لكونه بدل الصرف والظاهر منه الإتيان بالواجب(٢٩٤) وكذا لو اشتراها بألفي مثقال ألف نسيئة وألف نقدا فالنقد ثمن الطوق لـ لأن الأجل باطل في الصرف جائز في بيع الجارية والمباشرة على وجه الجواز وهو الظاهر

تشریح : درہم کو درہم کے بدلے اٹکل سے بیچے، یا دینار کو دینار کے بدلے اٹکل سے بیچے تو اس میں قوی احتمال ہے کہ کم بیش ہوا ہو اور اس سے سود لازم آیا ہو اس لئے ایک جنس کے ساتھ اٹکل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :(۲۹۳) کسی نے دو ہزار مثقال چاندی میں باندی بیچی جسکی قیمت ہزار مثقال چاندی ہے، اور اس کی گردن میں ایک ہار ہے جسکی قیمت ایک ہزار مثقال چاندی ہے، اور ایک ہزار مثقال چاندی نقد دے دی پھر جدا ہوئے، تو جو نقد دیا ہے وہ ہار کی چاندی کی قیمت ہے۔

ترجمہ :لـ اس لئے کہ ہار کے حصے کو مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ صرف کا بدلہ ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ واجب کو دیا ہوگا۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاہے کچھ نہ بولا ہو پھر بھی بیع صحیح رکھنے کے لئے اس کی طرف پھیرا جائے جس سے بیع جائز ہو جائے۔

تشریح :باندی ایک ہزار کی تھی اور اس کے گلے میں ایک ہزار مثقال چاندی کا ہار بھی تھا، مشتری اس کو دو ہزار مثقال میں خریدا، اور ایک ہزار مثقال نقد دے دیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ ایک ہزار ہار کی قیمت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہار کی قیمت پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے تا کہ بیع فاسد نہ ہو، اس لئے اس کو جائز رکھنے کے لئے یہی سمجھا جائے گا کہ یہ ہار کی قیمت ہے۔

ترجمہ :(۲۹۴) ایسے ہی اگر باندی کو اور ہار کو دو ہزار مثقال میں خریدا، جس میں سے ہزار نقد اور ہزار ادھار رکھا تو نقد ہار کی قیمت ہوگی۔

ترجمہ :لـ اس لئے کہ بیع صرف میں مدت باطل ہے، اور باندی کی بیع میں جائز ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ عاقدین وہ کام کریں گے جو جائز ہو۔

تشریح :دو ہزار میں باندی خریدی جس پر ایک ہزار کا ہار تھا، اور بات یہ طے ہوئی کہ ایک ہزار ادھار جائے گا اور ایک ہزار نقد دیا جائے گا، تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ نقد ہار کی قیمت ہے، کیونکہ ہار میں بیع صرف ہوگی اور بیع صرف میں مدت لینا جائز نہیں

منهما(۲۹۵) وكذلك إن باع سيفا محلى بمائة درهم وحليته خمسون فدفع من الثمن خمسين جاز البيع وكان المقبوض حصة الفضة وإن لم يبين ذلك لما بينا(۲۹۶)وكذلك إن قال خذ هذه الخمسين من ثمنهما لأن الاثنين قد يراد بذكرهما الواحد قال الله تعالى يخرج

ہے، باندی میں مدت لینا جائز ہے، اس لئے یہی سمجھا جائے گا کہ عاقدین یعنی اور بائع اور مشتری نے ہار ہی کی قیمت فوری دی ہوگی جس سے بیع صحیح رہ جائے۔

ترجمہ :(۲۹۵) ایسے ہی کسی نے زیوردار تلوار بیچی سو درہم کے بدلے اور اس کا زیور پچاس درہم کا ہے۔ پس اس کی قیمت میں سے پچاس درہم دیئے تو بیع جائز ہوگی اور جو رقم قبضہ کی وہ چاندی کے حصہ میں سے ہوگی اگر چہ اس کی تصریح نہیں کی

ترجمہ : اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا [کہ درہم کی قیمت پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے]

تشریح :لوہے کی تلوار بیچی اس میں پچاس درہم کا زیور لگا ہوا تھا۔ اور پچاس درہم نقد دیا اور باقی پچاس ادھار کیا تو پوری تلوار اور زیور کی بیع جائز ہوگی۔

وجہ: زیور کی قیمت مجلس میں دینا ضروری تھا کیونکہ وہ چاندی ہے اور ثمن ہے اور چاندی کی بیع چاندی سے ہو رہی ہے اس لئے برابر سرابر بھی ضروری ہے۔ اب جو پچاس درہم دیئے وہ پچاس درہم کے برابر زیور کے بدلے میں ہوئے اور باقی پچاس لوہے کی تلوار کے بدلے میں ہے جو ادھار رہے۔ اس لئے مجلس میں جو پچاس دیئے وہ زیور کے بدلے میں سمجھا جائے گا تا کہ بیع صحیح ہو، اور اگر پچاس میں سے آدھا تلوار کے بدلے کریں تو زیور کے بدلے پر مجلس میں قبضہ نہیں ہوگا اور پورے کی بیع فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے یہ پچاس جو دیئے وہ زیور کے بدلے قرار دیئے جائیں گے۔

ترجمہ :(۲۹۶) اور ایسے ہی جائز ہوگی بیع اگر کہا یہ پچاس دونوں کی قیمت سے لو۔

ترجمہ : اس لئے کہ دو ذکر کر کے کبھی ایک بھی مراد لیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ﴿يخرج منهما اللؤلؤ و المرجان ﴾ (آیت ۲۲، سورۃ الرحمٰن ۵۵) اور یہاں مراد ایک سمندر ہے، اس لئے پچاس کو ایک ہی پر حمل کیا جائے گا بیع کی ظاہری حالت کی وجہ سے۔

تشریح :تلوار میں پچاس درہم کی چاندی تھی اور سو درہم میں خریدا، اور مجلس میں پچاس درہم دئے اور یوں کہا کہ یہ تلوار اور چاندی دونوں کی قیمت ہے، تب بھی وہ صرف چاندی کی قیمت سمجھی جائے گی، تا کہ بیع درست ہو جائے۔

اصول : (۱) سونا یا چاندی دوسری دھات کے ساتھ شامل ہوں تب بھی حقیقی سونا اور چاندی کو برابر کر کے بیچنا ہوگا تا کہ ربوا نہ ہو، (۲) اور یہ بھی ضروری ہے کہ کم سے کم چاندی کی مقدار پر مجلس میں قبضہ کرے، ورنہ بیع فاسد ہو جائے گی۔

منهما اللؤلؤ والمرجان والمراد أحدهما فيحمل عليه لظاهر حاله ۲؎ فإن لم يتقابضا حتى افترقا بطل العقد في الحلية لأنه صرف فيها وكذا في السيف إن كان لا يتخلص إلا بضرر لأنه لا يمكن

وجه: (۱) ایک دلیل عقلی یہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایسا ہوا کہ دو بول کر ایک مراد لی گئی ہے، چنانچہ اس آیت ﴿**یخرج منهما اللؤلؤ و المرجان**﴾ (آیت ۲۲، سورۃ الرحمٰن ۵۵) میں یہ کہا گیا ہے کہ موتی اور مونگا دو سمندروں سے نکلتے ہیں، حالانکہ ایک ہی سمندر سے دونوں نکلتے ہیں، پس یہاں دو بول کر ایک مراد لی گئی ہے، اسی طرح مشتری کا یہ جملہ کہ دونوں کی قیمت لو، ایک چاندی کی قیمت سمجھی جائے گی، تا کہ بیع درست ہو جائے (۲) اس حدیث میں ہے چاندی کے بدلے پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے ۔ **عن عبادہ بن صامت ...... فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد** ۔ (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا، ص ۶۹۲، نمبر ۱۵۸۷/۴۰۶۳ / بخاری شریف، باب بیع الذهب بالورق یدا بید، ص ۳۴۸، نمبر ۲۱۸۲) اس حدیث میں ,, یدا بید،، سے معلوم ہوا کہ چاندی کے بدلے پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔

لغت: اللؤلؤ: موتی ۔ مرجان: چھوٹی موتی، مونگا۔

ترجمہ: ۲؎ اگر دونوں نے مجلس میں قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو زیور میں عقد باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں بیع صرف ہے، ایسے ہی تلوار میں بھی بیع باطل ہو جائے گی اگر ضرر کے بغیر چاندی الگ نہ ہوتی ہو، اس لئے کہ بغیر نقصان کے تلوار کو الگ کرنا ممکن نہیں ہے، اسی وجہ سے تنہا تلوار کی بیع جائز نہیں ہے، جیسے چھت میں شہتیر کی بیع جائز نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاندی کی قیمت پر قبضہ کئے بغیر جدا ہو گئے اس لئے تلوار اور زیور سب کی بیع فاسد ہوگئی، پس اگر بغیر نقصان کے تلوار الگ کی جا سکتی ہو تو تلوار کی بیع جائز ہو جائے گی، اور اگر بغیر نقصان کے الگ نہیں کی جا سکتی ہے تو دونوں کی بیع فاسد رہے گی۔ کیونکہ کسی کا نقصان برداشت نہیں ہے۔ لاضرر ولاضرار۔

تشریح: اگر چاندی کی قیمت پر قبضہ کئے بغیر الگ ہو جائے، اور تلوار کے ساتھ چاندی اس طرح چپکی ہوئی ہو کہ بغیر نقصان کے اس سے الگ ہونا ناممکن ہو تو تلوار اور چاندی دونوں کی بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہ بیع صرف ہے جس میں کم سے کم چاندی کی قیمت پر قبضہ کرنا ضروری ہے اس لئے اس میں بیع فاسد ہوگئی، اور چونکہ بغیر نقصان کے چاندی الگ نہیں ہو سکتی ہے اس لئے تلوار کی بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تنہا تلوار کی بیع جائز نہیں ہے۔ جیسے بغیر نقصان کے شہتیر کو چھت سے الگ کرنا مشکل ہو تو شہتیر کی بیع جائز نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بغیر نقصان کے چاندی کو تلوار سے الگ کرنا ناممکن ہو تو تلوار کی بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔

تسليمه بدون الضرر ولهذا لا يجوز إفراده بالبيع كالجذع في السقف ۳؎ وإن كان يتخلص السيف بغير ضرر جاز البيع في السيف وبطل في الحلية لأنه أمكن إفراده بالبيع فصار كالطوق والجارية ۴؎ وهذا إذا كانت الفضة المفردة أزيد مما فيه فإن كانت مثله أو أقل منه أو لا يدري لا

لغت :افرادہ بالبیع :تلوار کو چاندی سے الگ کر کے بیچنا جائز نہیں ہے۔اگر الگ کرنا ممکن نہ ہو۔الجذع :شہتیر ،وہ لکڑی جس پر چھت ڈالی جاتی ہے۔یتخلص :خلص سے مشتق ہے،نکل سکتا ہو

ترجمہ :۳؎ اور اگر تلوار چاندی سے بغیر نقصان کے الگ ہو سکتی ہو تو تلوار کی بیع جائز ہو جائے گی اور زیور میں باطل ہوگی اس لئے کہ تنہا تلوار کی بیع کرنا ممکن ہے،اس لئے باندی کے ہار کی طرح ہو گیا۔

تشریح :اگر تلوار کا زیور بغیر نقصان کے الگ کرنا ممکن ہو تو پھر تلوار کی بیع ہو جائے گی اور زیور کی بیع باطل ہوگی ،کیونکہ تلوار لوہے کی ہے اس کی قیمت پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔اسلئے ایسی صورت میں تنہا تلوار کی بیع بھی جائز ہے۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ باندی کے گلے میں چاندی کا ہار ہو،اور ہار سمیت باندی کو بیچا ہوا اور قیمت پر قبضہ کئے بغیر جدا ہو جائے تو باندی کی بیع ہو جائے گی ،اور ہار کی بیع باطل ہو جائے گی ،اسی طرح یہاں تلوار کی بیع جائز ہوگی اور زیور کی بیع باطل ہوگی

ترجمہ :۴؎ یہ بیع جائز اس وقت ہے کہ جبکہ وہ چاندی جو الگ سے ہے وہ اس سے زیادہ ہو جو مبیع میں ہو،پس اگر مبیع کے برابر ہو،کا مبیع سے کم ہو،یا معلوم نہیں ہے کہ کتنی ہے تو سود ہونے کی وجہ سے،یا سود کا احتمال ہونے کی وجہ سے بیع جائز نہیں ہے،اس لئے کہ صحیح ہونے کی ایک صورت ہے،اور فاسد ہونے کی دو صورتیں ہیں،اس لئے دو صورتوں کو ترجیح ہوگی ،اور بیع فاسد ہوگی

تشریح :یہاں چار صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے،اس کی تفصیل یہ ہے۔

جو چاندی ثمن میں ہے وہ مبیع کی چاندی سے کم ہے یا زیادہ،اس کی چار صورتیں ہیں،اس کا حکم

1 زیادہ ہے	2 کم ہے	3 برابر ہے	4 معلوم نہیں کہ کتنا ہے
بیع جائز ہوگی	بیع فاسد ہوگی	بیع فاسد ہوگی	بیع فاسد ہوگی

پہلی صورت[۱]......اگر یقینی طور سے معلوم ہے کہ ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی سے زیادہ ہے تب تو بیع جائز ہوگی ،کیونکہ چاندی چاندی کے برابر ہو جائے گی ،اور ثمن میں جو زیادہ چاندی ہے وہ تلوار کی قیمت ہو جائے گی۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں کہ الگ شدہ چاندی مبیع کی چاندی سے زیادہ ہو۔ سمعت فضالة بن عبيد الانصاری يقول اتی رسول الله وهو بخيبر بقلادة فيها خرز و ذهب وهی من المغانم تباع فامر رسول الله

يـجـوز البيـع للربا أو لاحتماله ۵ وجهة الـصـحة مـن وجه وجهة الفساد من وجهين فترجحت.

(۲۹۷)قال ومن باع إناء فضة ثم افترقا وقد قبض بعض ثمنه بطل البيع فيما لم يقبض وصح فيما

بـالـذهـب الذى فى القلادة فنزع وحده ثم قال لهم رسول الله ﷺ الذهب بالذهب وزنا بوزن (مسلم شریف ، باب بیع القلادة فیھا خرز وذھب ،ص۶۹۴ ،نمبر ۱۵۹۱/۴۰۷۵) اس حدیث میں ہے کہ دونوں چاندی برابر ہوں ۔(۲)عـن فـضـالة بـن عبيد قال اشتريت يوم خيبر قلادة باثنى عشر دينارا ، فيها ذهب و خرز ففصلتها فـوجـدت فيها أكثر من اثنى عشر دينارا فذكرت ذالک للنبى ﷺ فقال لا تباع حتى تفصل ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی شراء القلادة وفیھا ذھب وخرز،ص ۳۰۶،نمبر ۱۲۵۵/ابوداؤدشریف، باب فی حلیۃ السیف تباع بالدراھم ،ص۴۸۷،نمبر ۳۳۵۱) اس حدیث میں ہے کہ چاندی کو الگ کر کے ثمن کی چاندی کے برابر کر کے بیچے تو جائز ہوگی، ورنہ نہیں

لغت :الطّوق: گلے کا ہار۔المفردة: فرد سے مشتق ہے، الگ کیا ہوا۔

[۲]......دوسری صورت یہ ہے کہ مبیع کی چاندی اور ثمن کی چاندی برابر ہو، اس صورت میں بیع جائز نہیں ہے کہ، کیونکہ تلوار کی قیمت کچھ نہ کچھ چاندی سے کاٹی جائے گی اس لئے ثمن کی چاندی کم ہو جائے گی، اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

[۳]......تیسری صورت یہ ہے کہ ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی سے بھی کم ہو، تو اس صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ چاندی چاندی کے برابر نہیں ہوئی۔

[۴]......چوتھی صورت یہ ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ ثمن کی چاندی کم ہے یا زیادہ، تو اس صورت میں بھی بیع نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تین صورتوں میں سے ایک صورت میں بیع جائز ہوگی، جبکہ ثمن کی چاندی زیادہ ہو۔ اور دو صورتوں میں ناجائز ہوگی ،[۱] جبکہ ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی کے برابر ہو، [۲] یا ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی سے کم ہو۔ اور دو کی عدد غالب ہے اس لئے اسی کو ترجیح دی جائے گی، اور بیع کو ناجائز قرار دی جائے گی۔

لغت :۵ جهة الـصـحة من وجه و جهة الفساد من وجهين :اس عبارت کا مطلب یہ ہے، کہ یہاں تین صورتوں میں سے ایک صورت میں بیع جائز ہوگی، جبکہ ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی سے زیادہ ہو۔ اور دو صورتوں میں بیع ناجائز ہوگی، جبکہ ثمن کی چاندی مبیع کی چاندی سے کم ہو، یا برابر ہو، پس چونکہ دو صورتیں ناجائز کی ہیں اس لئے اسی کو ترجیح دی جائے گی اور نہ معلوم ہونے کی صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمه :(۲۹۷) کسی نے چاندی کا برتن بیچا پھر دونوں جدا ہو گئے حالانکہ بعض ثمن پر قبضہ کیا تو عقد باطل ہو جائے گا جس میں قبضہ نہیں کیا تھا اور صحیح ہوگا جتنے پر قبضہ کیا تھا اور برتن دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

قبض وكان الإناء مشتركا بينهما ۱؎ لأنه صرف كله فصح فيما وجد شرطه وبطل فيما لم يوجد ۲؎ والفساد طارء لأنه يصح ثم يبطل بالافتراق فلا يشيع.(۲۹۸) ولو استحق بعض الإناء فالمشتري بالخيار إن شاء أخذ الباقي بحصته وإن شاء رده ۱؎ لأن الشركة عيب في الإناء.

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ پورا بیع صرف ہے اس لئے جتنے میں قبضے کی شرط پائی گئی اس میں بیع صحیح ہوگی، اور جس میں شرط نہیں پائی گئی اس میں بیع باطل ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ فساد شروع سے نہ ہو بلکہ بعد میں طاری ہوا ہو تو باقی مبیع میں سرایت نہیں کرے گا۔

تشریح :مثلا سو درہم کا برتن تھا۔ پچاس درہم مجلس میں دیئے اور پچاس درہم نہیں دیئے۔ تو جتنے دیئے اس کی بیع ہوگی اور جتنے نہیں دیئے اس کی بیع باطل ہوگی۔

وجہ : کیونکہ دونوں جانب چاندی ہیں اس لئے دونوں پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری تھا۔ اور یہاں آدھے پر مجلس میں قبضہ ہوا اس لئے آدھے کی بیع ہوگی اور آدھے کی بیع نہیں ہوگی۔ اس صورت میں مبیع برتن ہے اس لئے آدھا برتن الگ تو نہیں ہوسکتا اس لئے آدھے برتن کی بیع نہ ہونے کی وجہ سے پورے برتن کی بیع فاسد ہونی چاہئے لیکن فاسد اس لئے نہیں کریں گے کہ پہلے بیع پورے برتن کی ہوئی ہے اور بعد میں فساد آیا ہے اس لئے آدھے کا فساد پورے میں سرایت نہیں کرے گا۔ اس لئے آدھے برتن کی بیع ہوگی اور آدھے برتن کی بیع نہیں ہوگی۔ اور برتن بائع اور مشتری کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲؎ اور فساد بعد میں آیا ہے اس لئے کہ بیع صحیح ہوئی ہے بعد میں جدا ہونے کی وجہ سے باطل ہوئی ہے اس لئے فساد پورے برتن میں سرایت نہیں کرے گی۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے کہ آدھے برتن کی بیع فاسد ہوئی تو یہ فساد پورے برتن میں سرایت کیوں نہیں کی اور پورے برتن کی بیع کیوں فاسد نہیں ہوئی، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ بیع پہلے صحیح تھی، کیونکہ پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ آدھی ہی قیمت دوں گا اس لئے پورے کی بیع درست ہوگئی، بعد میں آدھی قیمت دی ہے جسکی وجہ سے آدھے برتن کی بیع فاسد ہوئی، اس لئے یہ فساد پورے برتن میں سرایت نہیں کرے گی۔

لغت: طار: طاری ہونے والا، بعد میں آنے والا۔ لا یشیع: شائع نہیں ہوگی۔ سرایت نہیں کرے گی۔

ترجمہ :(۲۹۸) اگر بعض برتن کا مستحق نکل آیا تو مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو باقی کو اس کے ثمن کے حصے کے ساتھ لے اور اگر چاہے تو رد کر دے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ برتن میں شرکت عیب ہے۔

(۲۹۹)ومن باع قطعة نقرة ثم استحق بعضها أخذ ما بقي بحصتها ولا خيار له لے لأنه لا يضره التبعيض.(۳۰۰) قال ومن باع درهمين ودينارا بدرهم ودينارين جاز البيع وجعل كل جنس

اصول: شرکت عیب ہے اس لئے لینے اور فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

تشریح: مثلا چاندی کا کوئی برتن سو درہم میں بیچا۔ بیع طے ہونے کے بعد کسی دوسرے نے کہا کہ اس برتن میں آدھا میرا حق ہے۔ اور دلائل کے ذریعہ اپنا حق ثابت کر دیا تو گویا کہ آدھا تیسرے آدمی کا ہوگا اور آدھا برتن مشتری کا ہوگا۔ اور جتنا حصہ اس کے حق میں آتا ہے اتنی قیمت دے کر لے لے اور چاہے تو پورے کی بیع فسخ کر دے، کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہے اس لئے اس کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ: (۲۹۹) کسی نے چاندی کا ٹکڑا بیچا۔ پس اس کے بعض کا مستحق نکل آیا تو لے گا جو باقی ہے اس کے حصے کے ثمن کے بدلے اور مشتری کو اختیار نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس کو ٹکڑا کرنے کسی کا نقصان نہیں ہوتا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مبیع کو ٹکڑا کر کے مشتری کو دیں تو کسی کو نقصان نہ ہو تو مشتری کو آدھی مبیع واپس کرنے اختیار نہیں ہوگا، آدھی مبیع لینی ہوگی۔

تشریح: مثلا سو درہم کی چاندی کی ڈلی تھی اس کو خریدا، بعد میں آدھے کا مستحق کوئی اور آدمی نکل آیا تو آدھی قیمت یعنی پچاس درہم دیکر مشتری آدھا لے لے۔ اور اس صورت میں مشتری کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

وجہ: چاندی کی ڈلی ٹکڑا ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس میں شرکت نہیں ہوگی جو عیب ہے۔ اسلئے مشتری کو لینا ہی پڑے گا اور اس کو بیع رد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ البتہ جتنا حصہ مشتری کے حق میں آئے گا اتنی ہی قیمت دینی ہوگی زیادہ نہیں۔ کیونکہ اتنا ہی حق اس کو ملا ہے

لغت: نقرۃ : چاندی کی ڈلی، چاندی کا ڈھیلا۔ تبعیض: بعض سے مشتق ہے، ٹکڑا کرنا۔

ترجمہ: (۳۰۰) کسی نے دو درہم اور ایک دینار، دو دینار اور ایک درہم کے بدلے میں بیچا تو بیع جائز ہے اور دونوں جنسوں میں سے ہر ایک کو دوسری جنس کے بدلے میں کر دی جائے گی۔

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ چاہے ایک صفقہ ہو لیکن خلاف جنس کر کے ربوا سے بچنے کی کوئی صورت موجود ہو تو اس کو اختیار کیا جائے گا اور انسانی سہولت ملحوظ رکھی جائے گی، اور بیع کو جائز قرار دی جائے گی۔

تشریح: ایک طرف دو درہم اور ایک دینار ہیں اور دوسری طرف دو دینار اور ایک درہم ہیں۔ اس لئے اگر دو درہم کو ایک

بخلافه ا**وقال زفر والشافعي رحمهما الله لا يجوز وعلى هذا الخلاف إذا باع كر شعير وكر حنطة بكري شعير وكري حنطة ولهما أن في الصرف إلى خلاف الجنس تغيير تصرفه لأنه قابل الجملة بالجملة ومن قضيته الانقسام على الشيوع لا على التعيين والتغيير لا يجوز وإن كان فيه**

درہم کے بدلے اور ایک دینار کو دو دینار کے بدلے کر دیں تو بیع فاسد ہوگی اور سود ہوگا۔لیکن دو درہم کو ایک دینار کے بدلے کر دیں اور اسی طرح دو دینار کو ایک درہم کے بدلے کر دیں تو خلاف جنس ہونے کی وجہ سے کمی زیادتی جائز ہوگی اور بیع جائز ہو جائے گی۔حتی الامکان بیع جائز کرنے کے لئے یہی دوسری صورت اختیار کی جائے گی۔

ترجمہ :ا امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ بیع جائز نہیں ہے، اور اسی اختلاف پر ہے اگر ایک کر جو اور ایک کر گیہوں دو کر جو اور دو کر گیہوں کے بدلے بیچے۔ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ خلاف جنس کی طرف پھیرنا بائع کے تصرف کو بدلنا ہے حالانکہ بائع نے مجموعے کو مجموعے کے مقابلے میں بیچا ہے، اور اس کا تقاضا ہے کہ مشترک طور پر بٹوارہ ہو نہ کہ متعین طور پر، اور تصرف کو بدلنا جائز نہیں ہے اگر چہ اس میں بیع کو صحیح کرنا پایا جائے۔

اصول:امام زفر، اور امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ جو جملہ بولا ہے اسی پر حکم لگایا جائے چاہے اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہو۔

تشریح :امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اوپر کی صورت میں بیع فاسد ہوگی۔اسی طرح ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کو دو کر گیہوں اور دو کر جو کے بدلے میں بیچا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ بائع نے مجموعے درہم، اور دینار کو مجموعے درہم اور دینا کے بدلے میں بیچا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ مشترک طور پر تقسیم ہو، یعنی درہم کے مقابلے پر درہم ہو جائے، اور دینار کے مقابلے پر دینار ہو جائے، اور چونکہ دو درہم کے مقابلے پر ایک درہم ہے اس لئے سود ہوگا اور بیع ناجائز ہوگی۔اسی طرح ایک دینار کے مقابلے پر دو دینار ہے اس لئے سود ہوگا اور بیع فاسد ہوگی۔اور جو صورت امام ابو حنیفہؒ اختیار کر رہے ہیں اس میں متعین کرنا ہوتا ہے، کہ درہم کے مقابلے پر دینار ہو جائے اور اس میں بائع کے جملے کو بدلنا ہوتا ہے، اور بائع کے جملے کو بدلنا ٹھیک نہیں ہے چاہے اسمیں بیع درست ہوتی ہو۔

لغت :من قضيته الانقسام على الشيوع لا على التعيين :اس عبارت کا مطلب ہے کہ جملے کا جملے کے ساتھ مقابلہ کریں، ایک قسم [مثلا درہم کو] کو دوسری قسم [مثلا دینار] کے مقابلے پر متعین نہ کریں، کیونکہ اس میں بائع کی کہی ہوئی بات بدل جاتی ہے

ترجمہ :۲ جیسے دس درہم میں کنگن خریدا، اور دس درہم میں کپڑا خریدا، پھر دونوں کو مرابحہ کے طور پر بیچا تو جائز نہیں ہے،

تصحيح التصرف ٢ كما إذا اشترى قلبا بعشرة وثوبا بعشرة ثم باعهما مرابحة لا يجوز وإن أمكن صرف الربح إلى الثوب ٣ وكذا إذا اشترى عبدا بألف درهم ثم باعه قبل نقد الثمن من البائع مع عبد آخر بألف وخمسمائة لا يجوز في المشترى بألف وإن أمكن تصحيحه بصرف

اگر چہ نفع کو کپڑے کی طرف پھیرنا ممکن ہے۔

تشریح : یہاں سے چار مثالیں امام زفرؒ، اور امام شافعیؒ کی جانب سے دی جا رہی ہیں۔[١] پہلی مثال۔فرماتے ہیں کہ چاندی کا کنگن تھا جسکو دس درہم چاندی کے بدلے خریدا تھا، اب اس پر نفع نہیں لینا چاہئے، کیونکہ سود ہو جائے گا، اب اس کے ساتھ دس درہم کا کپڑا ملا دیا اور دونوں کو مرابحہ کے طور پر مثلا بائیس درہم میں بیچ دیا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ایک درہم چاندی کے کنگن کے مقابلے پر نفع آیا جو سود ہے، حالانکہ اس بیع کے جواز کی ایک شکل نکل سکتی ہے کہ دو درہم جو نفع کا ہے وہ کپڑے کے مقابلے پر ہو، لیکن یہاں مجموعے کو مجموعے کے مقابلے پر کیا اور بیع کو جائز قرار نہیں دیا، اسی طرح متن کے مسئلے میں مجموعے کو مجموعے کے مقابلے پر کیا جائے گا اور دو درہم کو ایک درہم کے مقابلے پر کیا جائے گا، اس لئے سود کی وجہ سے بیع جائز نہیں ہوگی

ترجمہ :٣ [٢] دوسری مثال۔ ایسے ہی ایک غلام کو ہزار درہم کے بدلے میں خریدا، پھر بائع کو ثمن دینے سے پہلے دوسرے غلام کے ساتھ پندرہ درہم میں بیچ دیا تو ایک ہزار میں جس غلام کو خریدا تھا اس میں بیع جائز نہیں ہے، اگر چہ یہ ممکن ہے کہ ہزار کو ہزار کو خریدے ہوئے غلام کی طرف پھیرا جائے۔

تشریح : پہلے ایک مسئلہ گزر چکا تھا کہ، جتنے میں خریدا ہے قیمت ادا کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ میں اس سے کم میں بیچنا جائز نہیں ہے[شراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن]، کیونکہ اس میں بائع کا گھاٹا ہے، اور اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے۔اب زید نے عمر سے ایک ہزار درہم میں غلام خریدا، ابھی عمر کو اس کی قیمت بھی نہیں دی تھی کہ زید نے اپنا ایک اور غلام ملا کر پندرہ سو درہم میں عمر کے ہاتھ میں دونوں غلام بیچ دیا، تو یہ بیع نا جائز ہے، کیونکہ دونوں غلام پر پندرہ سو تقسیم کریں تو خریدے ہوئے غلام کی قیمت بھی ساڑھے سات سو ہو جاتی ہے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ زید نے ایک ہزار میں خریدا تھا اور ساڑھے سات سو میں بیچ دیا اور[شراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن] ہوا، حالانکہ جواز کی ای صورت بن سکتی تھی کہ، خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار مانی جائے اور زید کے اپنے غلام کی قیمت صرف پانچ سو مانی جائے، لیکن اس میں زید کی بات کو بدلنا ہو جائے گا، اور جملے کا مقابلہ جملے کے ساتھ نہیں ہوگا، اسی طرح متن کے مسئلے میں دو درہم کو ایک دینار کے بدلے قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس میں بائع کی بات کو بدلنا لازم آتا ہے، اور جملے کا مقابلہ جملے کے ساتھ نہیں ہوتا۔

ترجمہ :٤ [٣] تیسری مثال۔ایسے ہی اپنے غلام کو اور دوسرے کے غلام کو جمع کیا اور کہا کہ دونوں میں سے ایک کو بیچتا

الألف إليه. ٤ وكذا إذا جمع بين عبده وعبد غيره وقال بعتك أحدهما لا يجوز وإن أمكن تصحيحه بصرفه إلى عبده. ٥ وكذا إذا باع درهما وثوبا بدرهم وثوب وافترقا من غير قبض فسد العقد في الدرهمين ولا يصرف الدرهم إلى الثوب لما ذكرنا. ٦ ولنا أن المقابلة المطلقة تحتمل مقابلة الفرد بالفرد كما في مقابلة الجنس بالجنس وأنه طريق متعين لتصحيحه فيحمل

ہوں تو جائز نہیں ہے اس کی تصحیح کرنا ممکن ہے کہ، کہ بیع کو اپنے غلام کی طرف پھیر دے۔

تشریح :اپنے غلام کو بیچنا جائز ہے، اور دوسرے کے غلام کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ اب یہاں بائع کہتا ہے کہ دو میں سے ایک کو بیچتا ہوں، پس اگر مجموعے کے طرف پھیرا جائے تو جائز نہیں ہوگی، کیونکہ دوسرے کے غلام کو اس کی اجازت کے بغیر بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کی بات اپنے غلام کی طرف پھیرا جائے تو جائز ہو جائے گی، لیکن اس صورت میں اس کی بات کو بدلنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔ اسی طرح متن کے مسئلے میں بدلنا لازم آتا ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٥ [۴] چوتھی مثال۔ ایسے ہی ایک درہم اور کپڑا ایک درہم اور کپڑے کے بدلے میں بیچا اور قیمت پر قبضہ کئے بغیر جدا ہو گئے تو دونوں درہموں میں بیع فاسد ہو جائے گی، اور درہم کو کپڑے کی طرف نہیں پھیرا جائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو ذکر کیا [یعنی شائع کے طور پر تقسیم ہوگا، تعیین کے طور پر نہیں]

تشریح: ایک درہم اور کپڑے کو ایک درہم اور کپڑے کے بدلے میں بیچا اور درہم پر قبض کئے بغیر جدا ہو گئے تو درہم کی بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہاں یوں سمجھا جائے گا کہ درہم کے مقابلے پر درہم ہے، اس لئے بیع صرف ہوگئی اور مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہو گیا، اور وہ کیا نہیں اس لئے درہم میں بیع فاسد ہو جائے گی، البتہ کپڑے میں بیع جائز رہے گی۔ حالانکہ دوسری صورت بنا دی جائے کہ درہم کے مقابلے پر کپڑا رکھ دیا جائے اور دوسری جانب بھی درہم کے مقابلے پر کپڑا رکھ دیا جائے تو بیع جائز ہو جاتی، لیکن اس میں بائع کی بات کو بدلنا لازم آتا ہے اس لئے یہ صحیح نہیں ہے، اسی طرح متن کے مسئلے میں بائع کی بات کو بدلنا لازم آتا ہے اس لئے صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ : ٦ ہماری دلیل یہ ہے کہ مطلق مقابلہ فرد کا فرد کے ساتھ مقابلے کا احتمال رکھتا ہے، جس طرح جنس کا جنس کے ساتھ مقابلے کا احتمال رکھتا ہے، لیکن فرد کے ساتھ مقابلہ متعین ہے اس لئے کہ اس سے بیع درست ہوتی ہے، اس لئے بائع کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے اسی پر حمل کیا جائے گا،، اور اس میں وصف کا بدلنا ہے اصل کا بدلنا نہیں ہے، اس لئے کہ بیع کے اصلی موجب پر باقی رہتا ہے، اور وہ ہے کل کے مقابلے پر کل کا مالک ہونا۔

تشریح :حنفیہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ بائع نے جو جملہ بولا ہے اس میں فرد کا مقابلہ فرد کے ساتھ ہو سکتا ہے اور

عليه تصحيحا لتصرفه وفيه تغيير وصفه لا أصله لأنه يبقى موجبه الأصلي وهو ثبوت الملك في الكل بمقابلة الكل ے وصار هذا كما إذا باع نصف عبد مشترک بينه وبين غيره ينصرف إلى نصيبه تصحيحا لتصرفه ٨ بخلاف ما عد من المسائل. أما مسألة المرابحة فلأنه يصير تولية في

خلاف جنس بھی کر دیں، یعنی درہم کو دینار کے مقابلے پر، اور دینار کو درہم کے مقابلے پر کر دیں، اس صورت میں کمی زیادتی بھی ہو تو بیع جائز ہو جائے گی، اور بائع کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے یہی صورت متعین ہے۔ باقی رہا کہ بائع کے جملے کو بدلنا لازم آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں وصف بدلے گا، اصل بیع نہیں بدلے گی، یعنی کل کے مقابلے پر کل کا مالک ہونا جو بیع کا اصلی موجب ہے وہ نہیں بدلے گا، بائع پورے ثمن کا مالک بن جائے گا، اور مشتری پوری مبیع کا مالک بن جائے گا۔

تینوں صورتیں ایک نظر میں دیکھیں

درہم کا مقابلہ دینار کے ساتھ بیع جائز ہے	درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ بیع ناجائز ہے	مجموعہ کا مقابلہ مجموعے کے ساتھ بیع ناجائز ہے
دو درہم۔۔۔ایک دینار ⟪ مقابلے میں ⟫ دو دینار۔۔۔ایک درہم	دو درہم۔۔۔ایک دینار ⟪ مقابلے میں ⟫ ایک درہم۔۔۔دو دینار	دو درہم اور ایک دینار مقابلے میں⟫ ایک درہم، اور دو دینار کے

ترجمہ: ے اور یہ ایسا ہو گیا کہ اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان غلام مشترک تھا، اس نے آدھے غلام کو بیچا، تو اس کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے اپنے ہی حصے کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح: یہ حنفیہ کی جانب سے ایک مثال ہے۔ کسی آدمی کا غلام مشترک تھا، اب وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ میں اپنا حصہ بیچتا ہوں بلکہ مطلقا کہتا ہے کہ میں آدھا غلام بیچتا ہوں تو اس کا تصرف صحیح کرنے کے لئے یہی کہا جائے گا کہ یہ اپنا حصہ بیچ رہا ہے، کیونکہ دوسرے کا حصہ تو نہیں بیچ سکتا، اسی طرح متن کے مسئلے میں اس کے تصرف کو صحیح کرنے کے لئے یہی کہا جائے گا کہ دو درہم کو دو دینار کے بدلے میں بیچ رہا ہے۔

ترجمہ: ٨ بخلاف جو مسائل شمار کئے گئے ہیں، بہر حال مرابحہ کا مسئلہ تو اس لئے کہ پورا نفع کپڑے کی طرف پھیرنے کی وجہ سے کنگن میں تولیہ بن جائے گا۔

القلب بصرف الربح كله إلى الثوب. ۹ والطريق في المسألة الثانية غير متعين لأنه يمكن صرف الزيادة على الألف إلى المشتري . ۱۰ وفي الثالثة أضيف البيع إلى المنكر وهو ليس بمحل للبيع

تشریح : یہاں سے امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کو چاروں مثالوں کا جواب دیا جا رہا ہے، [۱] پہلی مثال کا جواب یہ ہے کہ سارا نفع کپڑے کی طرف پھیرا جائے تو کنگن میں تولیہ ہو جائے گا، مرابحہ نہیں رہے گا، حالانکہ بائع نے پورے میں مرابحہ کا لفظ بولا ہے، اس لئے پورا نفع کپڑے کی طرف نہیں پھیر سکتے، اور جب نفع کنگن کی طرف جائے گا تو یہ سود ہو جائے گا، اور بیع ناجائز ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۹ اور دوسرے مسئلے میں راستہ متعین نہیں ہے اس لئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار سے زیادہ ہی رکھ دیا جائے، اس لئے قیمت مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو گئی۔

تشریح : یہ دوسری مثال کا جواب ہے، کہ جس غلام کو ایک ہزار میں خریدا ہے ثمن دینے سے پہلے اس کو بائع کے ہاتھ اپنے غلام کے ساتھ پندرہ سو میں بیچے، تو خریدے ہوئے غلام کی قیمت متعین نہیں ہے، کیونکہ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں [۱] خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار رکھی جائے، اس صورت میں بیع درست ہو گی۔ [۲] خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار سے کم رکھی جائے، اس صورت میں بیع درست نہیں ہو گی۔ [۳] خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار سے بھی زیادہ رکھی جائے، اس صورت میں بیع درست ہو گی۔ لیکن غلام کی قیمت یقینی طور پر ہے کتنی ہے یہ متعین نہیں ہے اس جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہوئی ہے، قیمت کم دینے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوئی ہے۔

خریدے ہوئے غلام کی قیمت کی تین صورتیں ہیں ایک نظر میں۔

صحیح قیمت ، بیع درست ہو گی	کم قیمت، بیع درست نہیں ہو گی	زیادہ قیمت بیع درست ہو گی
خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار	خریدے ہوئے غلام کی قیمت ساڑھے سات سو	خریدے ہوئے غلام کی قیمت ایک ہزار، ایک سو

ترجمہ : ۱۰ اور تیسری مثال میں بیع کو نکرے غلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو بیع کا محل نہیں ہے، اور متعین غلام اس کی ضد ہے [اس لئے بیع درست نہیں ہو گی]

تشریح : تیسری مثال میں بائع نے یوں کہا کہ دونوں غلاموں میں سے ایک کی بیع کرتا ہوں، لیکن معلوم نہیں ہے کہ کون سا

والمعين ضده. اا وفي الأخيرة العقد انعقد صحيحا والفساد في حالة البقاء وكلامنا في الابتداء. (۳۰۱) قال ومن باع أحد عشر درهما بعشرة دراهم ودينار جاز البيع وتكون العشرة بمثلها والدينار بدرهم ا لأن شرط البيع في الدراهم التماثل على ما روينا فالظاهر أنه أراد به ذلك فبقي الدرهم بالدينار وهما جنسان ولا يعتبر التساوي فيهما. (۳۰۲) ولو تبايعا فضة

غلام ہے، اس لئے مبیع مجہول ہوگئی، اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی، اور اپنا غلام اس لئے مراد نہیں لے سکتا کہ وہ متعین ہے اور نکرہ کی ضد ہے اور نکرہ بول کر اس کی ضد ,,متعین،، مراد نہیں لے سکتا، اس لئے مبیع مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔

لغت :منکر: جو متعین نہ ہو، معین اس کی ضد ہے۔

ترجمہ :اا اور آخیر صورت میں عقد صحیح ہوا ہے، پھر بعد میں فاسد ہوا ہے، اور ہمارا کلام اس بارے میں ہے کہ شروع میں فاسد ہوا ہے یا نہیں۔

تشریح :متن کے مسئلے اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی چوتھی مثال میں بہت بڑا فرق ہے، اس لئے یہ مثال متن کے مسئلے کی نظیر نہیں بن سکتی۔ متن کے مسئلے میں یہ ہے کہ شروع ہی میں درہم کو دینار کے مقابلے پر نہ کریں تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور چوتھی مثال میں یہ ہے کہ ایک طرف کپڑا اور ایک درہم ہے، اور دوسری طرف بھی کپڑا اور ایک درہم ہے اس لئے شروع میں بیع جائز ہوگئی، البتہ جب جدا ہونے لگے تو درہم پر قبضہ نہیں کیا اس لئے اب بیع فاسد ہوئی، جسکو بقاء بیع فاسد ہونا کہتے ہیں اس لئے اس سے متن کے مسئلے میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ :(۳۰۱) کسی نے گیارہ درہم دس درہم اور ایک دینار کے بدلے بیچے تو بیع جائز ہے، دس درہم دس درہم کے برابر ہو جائیں گے اور ایک دینار ایک درہم کے بدلے ہو جائے گا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ بیع شرط درہم میں برابری کرنا ہے، جیسا کہ روایت کی، اور ظاہر یہی ہے کہ بائع نے یہی مراد لی ہے، اس لئے جو اگیارواں درہم باقی رہا وہ دینار کے مقابلے میں ہے، اور وہ دونوں دو قسم کی چیزیں ہیں اس لئے ان دونوں میں برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح : یہاں بھی اوپر کا اصول کارگر ہوگا کہ گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار کے بدلے بیچا تو دس درہم کو دس درہم کے بدلے کر دیں گے اور جو ایک درہم بچا اس کو ایک دینار کے بدلے کر دیا جائے گا۔ اور وہ چونکہ الگ جنس ہے اس لئے اس میں کمی زیادتی جائز ہوگی اور بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۳۰۲) اگر چاندی کو چاندی کے بدلے بیچا، یا سونے کو سونے کے بدلے میں بیچا، اور دونوں میں سے ایک

بـفـضـة أو ذهبـا بـذهـب وأحدهما أقل ومع أقلهما شيء آخر تبلغ قيمته باقي الفضة جاز البيع من غيـر كـراهية وإن لم تبلغ فمع الكراهة وإن لم يكن له قيمة كالتراب لا يجوز البيع[1] لتحقق الربا إذ الـزيـادة لا يقابلها عوض فيكون ربا. (٣٠٣)قال ومـن كـان له على آخر عشرة دراهم فباعه

وزن میں کم ہے، لیکن کم والے کے ساتھ کوئی ایسی چیز ہے جسکی قیمت باقی چاندی کی قیمت کو پہنچتی ہے تو بغیر کراہیت کے جائز ہے، اور اگر باقی چاندی کی قیمت کو نہیں پہنچتی تو کراہیت کے ساتھ جائز ہے، اور اگر اس چیز کی قیمت کچھ بھی نہیں ہے، جیسے مٹی ہے تو بیع جائز نہیں ہوگی

ترجمہ :[1] سود کے متحقق ہونے کی وجہ سے، اس لئے کہ زیادتی کے بدلے میں کچھ نہیں ہے اس لئے سود متحقق ہوگا، اس لئے بیع فاسد ہوگی۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاندی کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ چاندی ہو لیکن جو زیادہ ہو اس کے مقابلے پر کوئی قیمت والی چیز ہو تو بیع جائز ہو جائے گی، اور قیمت والی چیز نہ ہو تو سود ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہوگی۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں [۱] مثلا دس درہم کو آٹھ درہم کے بدلے میں بیچا، اور آٹھ درہم کے ساتھ کپڑا دیا جسکی قیمت دو درہم ہے تو بیع بغیر کراہیت کے جائز ہو جائے گی، کیونکہ دو درہم زائد تو تھا لیکن اس کے بدلے میں دو درہم کا کپڑا موجود ہے، اس لئے سود نہیں ہوا۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑے کی قیمت ایک درہم ہے تو آٹھ درہم اور ایک درہم مجموعہ نو درہم ہوئے، ایک درہم ابھی بھی فاضل رہ گیا، اس لئے کراہیت کے ساتھ یہ بیع جائز ہوگی، تاہم بیع جائز اس لئے ہو جائے گی کہ یوں سمجھا جائے گا کہ کپڑے کا نفع زیادہ لیا ہے۔ [۳] تیسری صورت یہ ہے کہ آٹھ درہم کے ساتھ ایسی چیز دی جسکی کوئی قیمت نہیں ہے، مثلا مٹی دے دی تو بیع جائز نہیں ہوگی، کیونکہ مٹی کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے گویا کہ دو درہم فاضل رہ گئے جو سود ہے اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (ا)عـن فضالة بن عبيد قال أتى النبي ﷺ عام خيبر بقلادة فيها ذهب و خرز قال ابو بكر و ابن منيع فيهـا خـرز معلقة بذهب ابتاعها رجل بتسعة دنانير او بسبعة دنانير فقال النبي ﷺ لا حتى تميز بينه و بينه فقال انما اردت الحجارة فقال النبي ﷺ لا حتى تميز بينهما ، قال فرده حتى ميز بينهما ۔(ابوداود شریف، باب فی حلیۃ السیف تباع بالدراہم، ص ۴۸۷، نمبر ۳۳۵۱) اس حدیث میں ہے کہ چاندی اور غیر چاندی کو الگ الگ کیا جائے اور چاندی کے برابر چاندی ہو۔

ترجمہ : (۳۰۳) کسی کا دوسرے پر دس درہم قرض تھے، قرض لینے والے قرض دینے والے سے ایک دینار دس درہم

الـذي عـليه العشرة دينارا بعشرة دراهم ودفع الدينار وتقاصا العشرة بالعشرة فهو جائز[ا] ومعنى

میں بیچا اور دینار دے دیا، اور قرض کی وجہ سے جو دس درہم تھے اس سے ادلہ بدلی کر لی تو جائز ہے۔

ترجمہ: [ا] مسئلے کی صورت یہ ہے کہ دینار کو مطلق دس درہم کے بدلے میں بیچا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاندی اور سونے کے ثمن کو مجلس میں قبضہ کرنا چاہئے، لیکن اگر پہلے سے قرض لیا ہے اور اس چاندی پر قبضہ ہے تو یہ پرانا قبضہ بھی کافی ہو جائے گا، مجلس میں دوبارہ اس پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

لغت: یہاں قرضہ لینے والے کو غریب کہوں گا، اور قرضہ دینے والے کو سیٹھ کہوں گا۔

تشریح: یہاں دو صورتیں ہیں [ا] پہلی صورت۔ مثلا زید غریب پر عمر سیٹھ کا دس درہم قرضہ تھا، زید غریب نے اس قرضے کے بدلے ایک دینار بیچا، اور مجلس ہی میں دینار عمر سیٹھ کو دے دیا تو بیع ہو جائے گی اور زید غریب کے اوپر جو دس درہم تھے اس پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ زید غریب نے پہلے ہی اس پر قبضہ کر کے متعین کر لیا ہے۔۔ یہ صورت متن میں مذکور نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صورت سب کے نزدیک جائز ہے۔

وجہ: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رضامندی سے ایک کے بجائے دوسری چیز اسی قیمت کی لے لے تو جائز ہے۔ **عن ابن عمر قال كنت أبيع الابل بالبقيع فأبيع بالدنانير و آخذ الدراهم ، و أبيع بالدراهم و آخذ الدنانير .....فقال رسول الله ﷺ لا بأس ان تأخذ ها بسعر يومها مالم تفترقا و بينكما شيء** ۔(ابوداود شریف، باب فی اقتضاء الذهب من الورق، ص ۴۸۸، نمبر ۳۳۵۴) اس حدیث میں ہے کہ درہم کے بجائے دینار لے لے، یا دینار کے بجائے درہم لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے [جو متن میں ہے]۔ زید غریب نے یہ نہیں کہا کہ میرے اوپر جو دس درہم قرض ہے اس کے بدلے میں دینار بیچتا ہوں، بلکہ مطلق دس درہم میں دینار بیچا، بعد میں زید اور عمر نے مل کر ادلہ بدلی کر لیا، کہ دس درہم جو قرض تھا اس کے بدلے میں دینار ہو گیا، اس صورت میں بھی قرض والے درہم پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے، پچھلا قبضہ ہی کافی ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی دونوں نے مل کر ادلہ بدلی کیا تو پہلی بیع ختم ہو گئی، اور گویا کہ دوسری بیع خاص اس قرض والے درہم کے بدلے میں ہوئی، اور قرض والا درہم پہلے سے متعین ہے اور بائع زید کے ہاتھ میں مقبوض ہے اس لئے نئے سرے سے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بیع ہو جائے گی۔ نوٹ: آگے مصنف کی لمبی عبارت کا حاصل یہی ہے۔

ترجمہ: [۲] اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عقد کی بنا پر ایسا ثمن واجب ہے جسکو قبضہ کر کے متعین کرنا ضروری ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اور جو زید پر قرض ہے وہ اس صفت کے مطابق نہیں ہے [یعنی متعین نہیں ہے] اس لئے نفس بیع سے ادلہ بدلی نہیں

المسألة إذا با ع بعشرة مطلقة. ۲؎ووجهه أنه يجب بهذا العقد ثمن يجب عليه تعيينه بالقبض لما ذكرنا والدين ليس بهذه الصفة فلا تقع المقاصة بنفس المبيع لعدم المجانسة فإذا تقاصا يتضمن ذلک فسخ الأول والإضافة إلى الدين ۳؎ إذ لو لا ذلک يكون استبدالا ببدل الصرف ۴؎ وفي الإضافة إلى الدين تقع المقاصة بنفس العقد على ما نبينه ۵؎والفسخ قد يثبت بطريق

ہوگا، کیونکہ دونوں ایک جنس کے نہیں ہیں، لیکن جب ادلہ بدلی کر ہی لیا تو اس کے ضمن میں پہلی بیع فسخ ہوگئی، اور دوسری بیع قرض کی طرف منسوب ہوگئی [اور گویا کہ قرض کے بدلے میں بیع ہوئی، اور جائز ہوگئی]

تشریح :متن کے مسئلے کی وجہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ زید غریب نے عمر سیٹھ سے دینار بیچا تو اس کی وجہ سے عمر سیٹھ پر ایسا مطلق ثمن واجب ہے جو قبضہ کر کے متعین ہو، اور زید پر جو دس درہم ہے وہ مطلق نہیں ہے، بلکہ قرض کا ہے، اور قرض کے بدلے میں یہاں بیچا نہیں ہے، اس لئے قرض والا درہم اور ہو گیا، اور جو لازم ہے وہ اور چیز ہوگئی، اس لئے بیع سے ادلہ بدلی نہیں ہوگا، لیکن دونوں نے ادلہ بدلی کر ہی لیا ہے تو یہی سمجھا جائے گا کہ پہلی بیع فسخ ہوگئی، اور اس کے ضمن میں دوسری بیع قرض والے درہم سے ہوگئی۔ اور پہلے گزر گیا ہے کہ قرض والے درہم سے بیع کر لے تو اس پر دوبارہ مجلس میں قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ متعین ہے اور پہلے سے قبضہ شدہ ہے۔

ترجمہ :۳؎ اگر پہلی بیع کو فسخ نہیں کرتے ہیں تو قبضہ کرنے سے پہلے بدل صرف کے بدلے میں دوسری چیز کو خریدنا لازم آئے گا [جو جائز نہیں ہے]

لغت : یہاں دو قسم کے دس درہم ہیں [۱] ایک ہے قرض والا دس درہم۔ [۲] دوسرا ہے مطلق دس درہم جسکے بدلے میں دینار بیچا ہے

تشریح : یہاں پہلی بیع فسخ کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ اگر پہلی بیع فسخ نہیں کرتے ہیں تو اس کا جو ثمن ہے مطلق دس درہم، اس کے بدلے میں قرض والا دس درہم کو خریدنا لازم آئے گا، اور بیع صرف کا جو ثمن ہوتا ہے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے، اس لئے اس مجبوری کی وجہ سے پہلی بیع فسخ ہوگی، اور اندر ہی اندر دینار کے بدلے میں قرض والا دس درہم خریدیں تا کہ بیع درست ہو جائے۔

ترجمہ :۴؎ اور قرض کی طرف نسبت کرنے سے خود عقد ہی سے ادلہ بدلی ہو جائے گا، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے

تشریح :اگر زید غریب اپنے دس درہم قرض ہی کے بدلے میں دینار بیچے تو اس صورت میں خود بخود ہی قرض والے دس درہم کے بدلے ہو جائے گا، اور مجلس میں قبضے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس صورت کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اوپر دیکھ لیں

الاقتضاء كما إذا تبايعا بألف ثم بألف وخمسمائة ٦ وزفر يخالفنا فيه لأنه لا يقول بالاقتضاء ٧ وهذا إذا كان الدين سابقا. فإن كان لاحقا فكذلک في أصح الروايتين لتضمنه انفساخ الأول

۔،لیکن یہاں یہ ہے کہ مطلق دس درہم کے بدلے دینار بیچا ہے،اس لئے پہلی بیع فسخ ہوگی،اس کے بعد دوسری بیعا اس قرض والے درہم کے بدلے ہوگی۔

ترجمہ :۵ بیع کا فسخ کبھی تقاضے کے طور پر ہوتا ہے،جیسے پہلے ایک ہزار میں بیچے،پھر ایک ہزار پانچ سو میں بیچے [تو تقاضے کے طور پر پہلی بیع ختم ہو جائے گی،اور دوسری بیع ہو جائے گی۔

تشریح :یہ جملہ اس بات کی وضاحت ہے کہ زید اور عمر نے ادلہ بدلی کی تو پہلی بیع کیسے ختم ہوگئی،اس کی مثال دے رہے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بطور اقتضا کے پہلی بیع فسخ ہو جاتی ہے،جیسے پہلے ایک ہزار میں بیع کرے،بعد میں رضامندی سے ایک ہزار پانچ سو میں بیع کرے تو بطور اقتضا کے پہلی بیع ختم ہو جائے گی،اور دوسری بیع منعقد ہو جائے گی،ایسے ہی یہاں پہلی بیع ختم ہو کر دوسری بیع قرض والے دس درہم سے ہو جائے گی۔

ترجمہ :٦ امام زفرؒ اس بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں،اس لئے کہ وہ اقتضاء بیع فسخ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ زید اور عمر نے ادلہ بدلی کر لیا تو اس سے اقتضاء پہلی بیع فسخ نہیں ہوگی،بلکہ عمر پہلے مطلق دس درہم زید کو دے وہ اس پر مجلس میں قبضہ کرے،اس کے بعد اپنے قرض کا دس درہم عمر کو دے۔

ترجمہ :۷ یہ تمام تفصیلات اس وقت ہے جبکہ بیع سے پہلے زید پر قرض ہو،اور اگر بیع کے بعد زید پر قرض آیا تو صحیح روایت میں یہی ہے کہ دوسری بیع صحیح ہو جائے گی،کیونکہ پہلی بیع ضمنا ختم ہوگئی ہے،اور ایسے قرض کی طرف منسوب ہے جو عقد کے منتقل ہوتے وقت موجود ہے،اور جائز ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تشریح :زید پر پہلے قرض نہیں تھا،اس وقت عمر سے مطلق دس درہم کے بدلے میں ایک دینار بیچا،ابھی مجلس ہی میں تھا کہ کسی طرح زید پر عمر کا دس درہم قرض ہو گیا،زید نے عمر سے دس درہم لینے کے بجائے ادلہ بدلی کر لیا تو جائز ہو جائے گی،اور پہلی بیع ضمنا ختم ہو جائے گی اور دوسری بیع منعقد ہو جائے گی،اور قرض والے درہم پر مجلس میں قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

وجہ :اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ادلہ بدلی کرتے وقت زید پر قرض موجود تھا اس لئے دوسری صحیح ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے

والإضافة إلى دين قائم وقت تحويل العقد فكفى ذلك للجواز. (٣٠٤)قال ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمي غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة ١ والغلة ما يرده بيت المال ويأخذه التجار. ٢ووجهه تحقق المساواة في الوزن وما عرف من سقوط اعتبار الجودة

یہ تینوں صورتیں بالترتیب ایک نظر میں

1	2	3
دینار کی مطلق درہم کے ساتھ بیع	پھر غریب پر قرض ہوا	پھر مقاصہ ہوا۔ تو دوسری بیع جائز ہو جائے گی

لغت: لاحقا: قرض بعد میں ہوا ہو۔ تحویل: حوالۃ سے مشتق ہے، منتقل ہونا۔

ترجمہ: (٣٠٤) اور جائز ہے بیع دو صحیح درہم اور ایک کھوٹے درہم کی، بدلے میں ایک صحیح درہم اور دو کھوٹے درہم کے۔

تشریح: ایک طرف دو صحیح درہم اور ایک کھوٹا درہم ہے۔ دوسری طرف ایک صحیح اور دو کھوٹے درہم ہیں تو بیع جائز ہوگی۔

وجہ: (١) چونکہ دونوں طرف تین تین درہم ہیں اس لئے وزن میں دونوں برابر ہونگے۔ البتہ ایک طرف دو کھوٹے ہیں اور دوسری طرف صرف ایک کھوٹا ہے اس لئے قیمت میں کمی بیشی ہوگی۔ لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ اموال ربوا میں وزن میں دونوں برابر ہوں اس کا اعتبار ہے۔ عمدہ اور ردی اور قیمت میں کمی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے دونوں طرف وزن کے برابر ہونے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی۔ (٢) اس حدیث میں ہے کہ سود والے مال میں جید اور ردی کا اعتبار نہیں۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال الدينار بالدينار لا فضل بينهما و الدرهم بالدرهم لا فضل بينهما** ۔ (مسلم شریف، باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدا، ص ٦٩٣، نمبر ١٥٨٨/٤٠٦٩) اس حدیث میں ہے کہ جید اور ردی کی فضیلت نہیں ہے

اصول: اموال ربویہ میں مبیع اور ثمن ایک جنس ہوں تو عمدہ اور ردی کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ وزن کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں

ترجمہ: ١ درہم کا کھوٹ اس کو کہتے ہیں جسکو بیت المال رد کر دے، لیکن تاجر لے لے۔

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٢ بیع جائز ہونے کی وجہ وزن میں برابری کا متحقق ہونا ہے، اور یہ بھی گزر گیا ہے کہ اچھے اور خراب کا اعتبار ساقط ہے

تشریح: یہاں متن کی بیع کے جائز ہونے کی دلیل بیان کر رہے ہیں کہ وزن میں دونوں جانب کے درہم برابر ہیں اس

(۳۰۵)قال وإذا كان الغالب على الدراهم الفضة فهي فضة وإذا كان الغالب على الدنانير الذهب فهي ذهب ويعتبر فيهما من تحريم التفاضل ما يعتبر في الجياد ۱؎ حتى لا يجوز بيع الخالصة بها ولا بيع بعضها ببعض إلا متساويا في الوزن. وكذا لا يجوز الاستقراض بها إلا وزنا

لئے بیع جائز ہوجائے گی ، چاہے اعلی اور ادنی کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں، کیونکہ سود کی چیزوں میں اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے، اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

ترجمہ :(۳۰۵) اگر درہم پر غالب چاندی ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور اگر دینار پر غالب سونا ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہے۔ تو اعتبار کیا جائے گا ان دونوں میں کمی بیشی کے حرام ہونے کا جو اعتبار کیا جاتا ہے عمدہ میں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو غالب اور اکثر ہو اس کا اعتبار ہے۔ للاکثر حکم الکل۔

تشریح: خالص سونے کا سکہ نہیں بن سکتا ، اسی طرح خالص چاندی کا سکہ نہیں بن سکتا ہے۔ ان میں کچھ نہ کچھ دوسری دھات ملانی پڑتی ہے۔ اس لئے تھوڑی بہت ملاوٹ کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ جید اور عمدہ کے حکم میں ہے۔ اس میں کمی زیادتی ایسے ہی حرام ہے جیسے جید اور اچھے میں۔ البتہ آدھے سے زیادہ ملاوٹ ہو تو چونکہ غالب دوسری دھات ہوگئی اس لئے اب یہ خالص سونے چاندی کے حکم میں نہیں رہی۔ بلکہ سامان کے حکم میں ہوگئی۔

ترجمہ : ۱؎ یہاں تک کہ اس ملاوٹ والے کی بیع خالص سے جائز ہے، اور آپس میں بعض کی بیع بعض کے ساتھ وزن میں برابر سرابر ہی جائز ہے، اسی طرح قرض لینا نہیں جائز ہے مگر وزن کر کے۔

تشریح: یہاں تین مسئلے بیان کر رہے ہیں [۱] ملاوٹ والی چاندی اور سونا اب خالص کے درجے میں ہوگئی اس لئے خالص کے ساتھ وزن میں برابر کر کے بیچنا جائز ہے۔ [۲] دوسرا مسئلہ۔ ایسے ملاوٹ والے سکے کو دوسرے ملاوٹ والے سکے کے ساتھ بیچنا ہو تو برابر کر کے ہی بیچنا ہوگا۔ [۳] تیسرا مسئلہ، ان سکوں کو قرض پر دینا ہو تو وزن کر کے ہی قرض پر دیں تا کہ اتنا ہی وزن واپس لے سکے

وجہ: عن مجاهد ان صائغا سأل ابن عمر فقال يا ابا عبد الرحمن انى اصوغ ثم ابيع الشيء باكثر من وزنه و استفضل من ذالک قدر عملي . او قال عمالتي ؟ فنهاه عن ذالک فجعل الصائغ يرد عليه المسألة ، و يأتي ابن عمر حتى انتهى الى بابه او قال باب المسجد فقال ابن عمر الدينار بالدينار ، و الدراهم بالدراهم لا فضل بينهما، هذا عهد نبينا ﷺ الينا ، و عهد نا اليكم ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الفضة بالفضة والذهب بالذهب، ج ثامن، ص ۹۸، نمبر ۱۴۶۵۳ رسنن بیہقی، باب لا یباع المصوغ من الذہب والفضة

٢؎ لأن النقود لا تخلو عن قليل غش عادة لأنها لا تنطبع إلا مع الغش وقد يكون الغش خلقيا كما في الرديء منه فيلحق القليل بالرداءة والجيد والرديء سواء (٣٠٦) وإن كان الغالب عليهما الغش فليسا في حكم الدراهم والدنانير ١؎ اعتبارا للغالب ٢؎ فإن اشترى بها فضة خالصة فهو على

بجنسہ با کثر من وزنہ، ج خامس، ص ۷۷، نمبر ۱۰۵۴۸)اس قول صحابی میں ہے کہ گھڑا ہوا ہوتب بھی کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٢؎ اس لئے کہ سکہ عادۃ کچھ کھوٹ سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے کہ سکہ بغیر کھوٹ کے نہیں ڈھلتا، اور کبھی پیدائشی کھوٹ ہوتا ہے، جیسے کہ ردی سکے میں ہوتا ہے اس لئے تھوڑے کھوٹ کو ردی کے ساتھ ملا دیا جائے گا، کیونکہ اس باب میں جید اور ردی کا درجہ برابر ہے۔

تشریح :تھوڑے بہت کھوٹ کو خالص سونے، چاندی کے درجے میں کیوں رکھا اس کی دو وجہ بیان کر رہے ہیں [۱] ایک یہ کہ بغیر کھوٹ ملائے سکہ ڈھلتا ہی نہیں ہے اس لئے تھوڑا سا کھوٹ ملانا ہی پڑے گا، اس لئے تھوڑے بہت کھوٹ والے کو خالص والے کے درجے میں رکھا گیا ہے [۲] دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ بعض سونے چاندی میں پیدائشی کھوٹ ہوتا ہے، جسکو ردی سونا، یا ردی چاندی کہتے ہیں، اسلئے اسکو خالص کے درجے میں رکھنا پڑتا ہے، اور حدیث بھی گزر گئی ہے کہ اس بارے میں جید اور ردی کا درجہ برابر ہے۔

لغت :غش: کھوٹ۔ تنطبع: طبع سے مشتق ہے ڈھالنا، سکہ بنانا۔ خلقیا: پیدائشی۔ ردی: جو سونا یا چاندی ردی ہو۔

ترجمہ :(۳۰۶)اور اگر دونوں پر غالب کھوٹ ہے تو وہ دونوں درہم اور دنانیر کے حکم میں نہیں ہیں۔ پس وہ دونوں سامان کے حکم میں ہیں۔

ترجمہ :١؎ غالب کا اعتبار کرتے ہوئے۔

تشریح: درہم میں چاندی غالب نہیں ہے بلکہ کھوٹ غالب ہے تو چونکہ اکثر کھوٹ ہے اس لئے اس کا حکم سامان کا حکم ہے۔ اسی طرح دینار میں کھوٹ غالب ہے تو وہ اب سونے کے حکم میں نہیں ہے بلکہ سامان کے حکم میں ہے۔ قاعدہ گزر چکا ہے

ترجمہ :٢؎ پس اگر کھوٹ والے سے خالص چاندی خریدی تو اس کی تمام صورتیں وہ ہوں گی جو تلوار کے زیور کے بارے میں گزری

تشریح :یہ خالص چاندی نہیں ہے، اس لئے اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ چاندی ہے کتنی، جتنی چاندی اس میں نکل سکتی ہو اس سے زیادہ چاندی کے بدلے میں بیچے تب بیع درست ہوگی، دوسری بات یہ ہے کہ جتنی چاندی اس میں ہے اس کے ثمن پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ اتنے میں بیع صرف ہے، جیسا کہ تلوار کے زیور کے سلسلے میں گزرا۔

الوجوه التي ذكرناها في حلية السيف.(۳۰۷) فإن بيعت بجنسها متفاضلا جاز ل صرفا للجنس إلى خلاف الجنس فهي في حكم شيئين فضة وصفر ۲ ولكنه صرف حتى يشترط القبض في المجلس لوجود الفضة من الجانبين فإذا شرط القبض في الفضة يشترط في الصفر لأنه لا يتميز عنه إلا بضرر. ۳ قال رضي الله عنه ومشايخنا رحمهم الله لم يفتوا بجواز ذلک في العدالی والغطارفة لأنها أعز الأموال في ديارنا فلو أبيح التفاضل فيه ينفتح باب الربا ۴ ثم إن كانت

ترجمه :(۳۰۷) پس اگر اس کی جنس کے ساتھ بیچی جائے کمی بیشی کر کے تو جائز ہے۔

ترجمه :ل چاندی کو خلاف جنس کی طرف پھیرتے ہوئے، تو گویا کہ وہ دو چیزوں کے حکم میں ہو گئے، چاندی اور پیتل۔

اصول : یہ مسئلے ان تین اصولوں سے مستنبط ہیں (۱) سونا سونے کے برابر ہو، چاندی چاندی کے برابر ہو (۲) اثمان ہوں تو مجلس میں قبضہ ہو (۳) اور چاندی اور سونا مشترک ہو تو اس میں کوشش کی جائے کہ خلاف جنس کے بدلے ہو کر بیع جائز ہو جائے۔

تشریح :صورت حال یہ ہے کہ دونوں طرف کھوٹ والا درہم یا دینار ہیں اس لئے یوں کر دیا گویا کہ ادھر سے چاندی کو پیتل کے بدلے میں بیچا اور ادھر سے بھی چاندی کو پیتل کے بدلے میں بیچا، اس لئے کمی بیشی کے ساتھ جائز ہو جائے گی۔

ترجمه :۲ لیکن بیع صرف ہے اس لئے مجلس میں قبضے کی شرط لگائی جاتی ہے اس لئے کہ دونوں جانب سے چاندی ہے، پس جب چاندی میں قبضے کی شرط لگی تو پیتل میں بھی شرط لگے گی اس لئے کہ بغیر نقصان کے پیتل چاندی سے الگ نہیں ہو سکتی۔

تشریح : یہاں دونوں طرف چاندی ہیں، اس لئے مجلس میں قبضہ ضروری ہے، اور چاندی اور پیتل دونوں گھلی ملی ہے، یہاں تک کہ بغیر نقصان کے پیتل الگ نہیں ہو سکتا اس لئے پیتل پر بھی قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔

ترجمه :۳ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ عدالی اور غطریفہ درہم میں کمی بیشی کے ساتھ بیع کرنے کا فتویٰ نہیں دیتے ہیں اس لئے کہ یہ ہمارے ملک سمرقند اور بخارا میں قیمتی مال ہیں، اگر کمی زیادتی جائز قرار دے دی جائے تو سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

لغت :عدالی :عدل ایک باشاہ کا نام تھا اسی طرف منسوب کر کے ایسے درہم جس میں کھوٹ زیادہ ہو اس کو عدالی درہم، کہتے ہیں۔ غطارفہ، طریف بن عطا کندی، خراسان کے امیر تھے انہیں کی طرف منسوب کر کے اس درہم کو غطریفہ، کہتے ہیں، ان دونوں درہموں میں کھوٹ زیادہ ہوتا ہے، اور چاندی کم ہوتی ہے

تروج بالوزن فالتبايع والاستقراض فيها بالوزن وإن كانت تروج بالعد فبالعد وإن كانت تروج بهما فبكل واحد منهما لأن المعتبر هو المعتاد فيهما إذا لم يكن فيهما نص ٥؎ ثم هي ما دامت تروج تكون أثمانا لا تتعين بالتعيين ٦؎ وإذا كانت لا تروج فهي سلعة تتعين بالتعيين وإذا كانت يتقبلها البعض دون البعض فهي كالزيوف لا يتعلق العقد بعينها بل بجنسها زيوفا إن كان البائع يعلم بحالها لتحقق الرضا منه وبجنسها من الجياد إن كان لا يعلم لعدم الرضا منه.

تشریح :عدالی اور غطارفہ درہم میں کھوٹ زیادہ ہوتے تھے، پھر بھی سمرقند اور بخاری کے علما اس کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنے کا فتوی نہیں دیتے تھے، کیونکہ یہ قیمتی اموال تھے پس اگر اس میں کمی زیادتی کے ساتھ تجارت کرنے کا فتوی دے دے تو سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

ترجمہ : ٤؎ پھر اگر وزن کے ساتھ بیچنے کا رواج ہے تو اس میں بیچنا اور قرض دینا وزن کے ساتھ ہوگا، اور اگر گن کر بیچنے کا رواج ہے تو گن کر ہوگا، اور اگر دونوں کا رواج ہے تو دونوں کے ذریعہ سے بیع ہوگی۔ اس لئے کہ ان دونوں میں عادت معتبر ہے ،اس لئے کہ اس میں کوئی نص نہیں ہے۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یہ کھوٹے درہم سامان کے درجے میں ہیں، اس لئے اس کا مدار رواج پر ہوگا۔

تشریح ؛ واضح ہے۔

ترجمہ :٥؎ پھر اس کا جب تک ثمن کے طور پر رواج ہے، تو یہ ثمن ہوں گے اور متعین کرنے سے متعین نہیں ہوں گے، اور اگر ثمن کے طور پر رواج نہیں ہے تو وہ سامان کے درجے میں ہیں، اور متعین کرنے سے متعین ہو جائیں گے۔

تشریح : یہاں سے رواج کی تین صورتیں بیان کر رہے ہیں۔[١] پہلی صورت۔حکومت کی جانب سے یہ کھوٹے سکے چلتے ہیں تو یہ ثمن کے درجے میں ہوں گے، چنانچہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہونگے ،[٢] دوسری صورت۔اور اگر حکومت نے اسکو ثمن کے درجے میں چلنے سے بند کر دیا تو یہ بالکل سامان کے درجے میں ہو جائیں گے، چنانچہ متعین کرنے سے متعین ہوں گے

ترجمہ :٦؎ اگر کچھ لوگ قبول کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے ہیں تو وہ کھوٹے سکے کی طرح ہوں گی ،عقد اس کے عین کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا اگر بائع اس کی حالت کو جانتا ہو، کیونکہ وہ اس سے راضی ہو گیا۔اور اس کی حالت کو جانتا نہ ہو تو اس کی جنس کے اچھے سکے کے ساتھ عقد متعلق ہوگا، کیونکہ وہ اس سے راضی نہیں ہے۔

تشریح :[٣] یہ رواج کی تیسری صورت ہے۔زیادہ کھوٹ والا درہم کہیں چلتا ہے، اور کہیں نہیں چلتا ہے، پس اگر بائع کو

(۳۰۸)وإذا اشترى بها سلعة فكسدت وترك الناس المعاملة بها بطل البيع عند أبي حنيفة. وقال أبو يوسف رحمهما الله عليه قيمتها يوم البيع. وقال محمد رحمه الله قيمتها آخر ما تعامل الناس بها ۱ لهما أن العقد قد صح إلا أنه تعذر التسليم بالكساد وأنه لا يوجب الفساد كما إذا اشترى بالرطب فانقطع أوانه. وإذا بقي العقد وجبت القيمة لكن عند أبي يوسف رحمه الله

اس کا پتہ ہے کہ کہیں چلتا ہے اور کہیں نہیں چلتا ہے پھر بھی بائع نے اس درہم سے بیع کی ہے تو یہ کھوٹے سکے کی طرح ہوگا، اور وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوگا، چنانچہ وہ درہم دے دے یا اس طرح کے دوسرے کھوٹے درہم دے دے بیع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس سے وہ راضی ہے۔ اور اگر بائع کو اس کا علم نہیں ہے کہ کہیں چلتا ہے اور کہیں نہیں چلتا ہے اور اس درہم سے بیع کر لی تو اس جیسا اچھا درہم لازم ہوگا، کیونکہ وہ اس کھوٹے درہم سے راضی نہیں ہے۔

ترجمه :(۳۰۸) اگر کھوٹے درہم کے بدلے سامان خریدا پھر اس کا رواج نہ رہا پس لوگوں نے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے معاملہ چھوڑ دیا تو بیع باطل ہو جائے گی امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ اور فرمایا امام ابو یوسفؒ نے مشتری پر سکے کی قیمت لازم ہے بیع کے دن کی۔ اور فرمایا امام محمد نے مشتری پر سکے کی قیمت لازم ہے آخری دن کی جب لوگ اس سکے کا معاملہ کرتے تھے۔

تشریح :کھوٹے سکے کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک لوگوں میں اس کا رواج ہو اس وقت تک وہ سکے کے درجے میں ہے، اور جس دن رواج ختم ہوا اس دن سے وہ سامان کے درجے میں ہے۔ اب مثلا دس کھوٹے سکے کے بدلے کوئی چیز خریدی۔ ابھی مبیع پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ لوگوں میں ان سکوں کا رواج ختم ہو گیا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بیع باطل ہو گئی۔

وجه وہ فرماتے ہیں کہ یہ سکے کھوٹے تھے اس لئے لوگوں کے تعامل سے سکے تھے۔ اور جب لوگوں نے تعامل چھوڑ دیا تو وہ سامان بن گئے۔ اور انکی ثمنیت ختم ہو گئی۔ اسلئے مبیع بغیر ثمن کے باقی رہی۔ اور بیع بغیر ثمن کے ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے۔ اسلئے یہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ اور چونکہ مبیع پر مشتری کا قبضہ نہیں ہوا تھا اس لئے مبیع بائع کے پاس ہی رہے گی اور مشتری کو کچھ نہیں دینا ہوگا

اصول: بیع بغیر ثمن کے ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

ترجمه :۱ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ عقد بیع صحیح ہے سکہ نہ چلنے کی وجہ سے سپرد کرنا ناممکن ہے، اور اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی، جیسے تازہ کھجور سے کوئی چیز خریدے، پھر تازہ کھجور نہ ملنے لگے، تو بیع فاسد نہیں ہوتی [اسی طرح یہاں بھی نہیں ہوگی]، اور جب عقد باقی ہے تو سکوں کی قیمت واجب ہوگی، لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع کے وقت کی قیمت واجب ہوگی، اس لئے کہ بیع ہی کی وجہ سے سکے کی قیمت واجب ہوئی۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بیع کرتے وقت ان سکوں کی قیمت تھی اس لئے بیع تو درست ہو گئی، یہ تو بعد میں اس

وقت البيع لأنه مضمون به ۲؎ وعند محمد رحمه الله يوم الانقطاع لأنه أوان الانتقال إلى القيمة. ۳؎ ولأبي حنيفة رحمه الله أن الثمن يهلك بالكساد لأن الثمنية بالاصطلاح وما بقي فيبقى بيعا بلا ثمن فيبطل وإذا بطل البيع يجب رد المبيع إن كان قائما وقيمته إن كان هالكا كما في البيع

کی ثمنیت ختم ہوئی اس لئے اس کو دینا متعذر رہوا، اس لئے اب اس کی قیمت دینی ہوگی، اور چونکہ بیع کی وجہ سے سکے کی قیمت لازم ہوئی اس لئے بیع کے وقت کی قیمت لازم ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ بائع نے بیع کے وقت کی قیمت ملحوظ رکھ کر بیع کی تھی اس لئے بیع کے واقت ان سکوں کی جو قیمت تھی وہی لازم ہوگی، چاہے سکوں کی ثمنیت ختم ہوتے وقت اس کی قیمت گھٹ گئی ہو

اصول: بیع کے دن کی قیمت ملحوظ ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور امام محمدؒ کے نزدیک جس دن سکہ بازار سے ختم ہوا اس دن کی قیمت لازم ہوگی اس لئے اسی وقت میں سکے سے اس کی قیمت کی طرف منتقل ہوا۔

اصول: امام محمدؒ کے نزدیک۔ سکے سے قیمت کی طرف جس دن منتقل ہوا اس دن کی قیمت ملحوظ ہوگی۔

تشریح: امام محمد کے نزدیک بھی بیع صحیح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آخری دن جس میں لوگوں نے ان سکوں کو لینا دینا چھوڑا اس دن ان دس سکوں کی کیا قیمت تھی وہ دلوائی جائے گی۔ مثلا بیع کرتے وقت دس سکوں کی قیمت دس درہم تھی، اور جس دن یہ سکے بازار سے ختم ہو رہے تھے تو اس کی قیمت آٹھ درہم ہوگئی تھی تو مشتری پر آٹھ درہم ہی لازم ہوں گے۔

وجہ: جب تک سکے رائج تھے اس وقت تک سکے دینے ہی کے مجاز تھے۔ البتہ جس دن ان کا لینا دینا چھوڑا اس دن سکے سے ان کی قیمت کی طرف منتقل ہوا اس لئے اس دن کی قیمت مشتری پر لازم ہوگی۔

لغت: ماتعامل الناس : لوگ اس کے ساتھ معاملہ کرتے ہوں، لوگوں میں اس کا رواج ہو۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ چلن بند ہونے کی وجہ سے ثمنیت ختم ہوگئی، کیونکہ اس کی ثمنیت لوگوں کے ماننے سے تھی، اور اب چلن باقی نہیں رہی اس لئے بیع بغیر ثمن کے باقی رہی اس لئے بیع باطل ہو جائے گی، اور جب بیع باطل ہوئی تو اگر مبیع قائم ہے تو اس کو واپس کرے، اور اگر مبیع ہلاک ہو چکی ہے تو اس کی قیمت واپس کرے، جیسے کہ بیع فاسد میں ہوتی ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب سکو کی ثمنیت ختم ہوگئی تو یوں سمجھو کہ بیع بغیر ثمن کے رہی، اور بیع بغیر ثمن کے ہو تو بیع ہی ختم ہو جاتی ہے اس لئے بیع ختم ہو جائے گی، اب اگر مبیع مشتری کے پاس ہو تو وہ واپس کرے، اور وہ نہیں ہے تو مبیع کی بازاری قیمت ادا کرے، سکوں کی قیمت دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ بیع ہی نہیں ہے، جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے تو اگر مشتری کے پاس مبیع موجود ہوتی ہے تو وہ واپس کروائی جاتی ہے، اور وہ نہ ہو تو اس مبیع کی ابھی بازار میں قیمت کیا ہے وہ دلوائی جاتی ہے

الفاسد. (۳۰۹)قال ويجوز البيع بالفلوس ١ لأنها مال معلوم ٢ فإن كانت نافقة جاز البيع بها وإن لم تتعين لأنها أثمان بالاصطلاح ٣ وإن كانت كاسدة لم يجز البيع بها حتى يعينها لأنها سلع فلا بد من تعيينها (۳۱۰)وإذا باع بالفلوس النافقة ثم كسدت بطل البيع عند أبي حنيفة رحمه الله ١ خلافا لهما وهو نظير الاختلاف الذي بيناه.(۳۱۱) ولو استقرض فلوسا نافقة فكسدت عند أبي

۔اوراگر مشتری نے مبیع پر قبضہ نہیں کیا ہے تب تو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ترجمہ:(۳۰۹)جائز ہے بیع رائج پیسوں سے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ معلوم مال ہے

تشریح : فلوس چاندی اور سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں کے سکے بنتے ہیں،اس کو فلوس کہتے ہیں،چونکہ یہ مال ہے اس لئے اس کے بدلے بیع کرنا جائز ہے،آگے اس کی دو صورتیں بیان کی جا رہی ہیں۔

ترجمہ :٢ پس اگر رائج ہو تو اس سکے سے بیع جائز ہے چاہے متعین نہ کرے،اسلئے کہ لوگوں کے اصطلاح سے وہ ابھی ثمن ہے

تشریح :اگر یہ سکے رائج ہیں تب تو وہ درہم کے درجے میں ہیں،متعین نہ بھی کرے تب بھی اس کے ذریعہ بیع جائز ہے۔

ترجمہ :٣ اور اگر سکے رائج نہ ہوں تو نہیں جائز ہے بیع یہاں تک کہ ان کو متعین کرے۔

وجہ :جو سکے رائج نہیں ہیں ان سے مبیع خریدا تو چونکہ وہ سکے سامان کے درجے میں ہیں اس لئے ان کو متعین کئے بغیر بیع جائز نہیں ہوگی۔جس طرح سامان کو متعین کئے بغیر بیع جائز نہیں ہوتی ہے۔

لغت:کاسدۃ : وہ سکے جن کا رواج نہ ہو۔

ترجمہ :(۳۱۰)اگر مروج پیسوں سے بیچا پھر رواج ختم ہو گیا تو بیع باطل ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح: مروج پیسوں سے کوئی مبیع خریدی۔پھر ان سکوں کا رواج ختم ہو گیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی

وجہ:پہلے گزر چکا ہے کہ پیسوں کا رواج ختم ہونے کے بعد وہ عام سامان ہو گئے اور مبیع بغیر ثمن کے باقی رہی اس لئے بیع فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ :١ خلاف صاحبینؒ کے،اور یہ اسی اختلاف کے مثل ہے جسکو ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح:صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور فلوس کی قیمت دیکر مشتری مبیع لیگا۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع کے دن کی قیمت اور امام محمدؒ کے نزدیک اس آخری دن کی قیمت جس دن فلوس نافقہ کا رواج بند ہوا ہے۔تفصیل اور قاعدہ مسئلہ نمبر ۳۰۸ میں گزر چکے

حنيفة رحمه الله يجب عليه مثلها ۱ لأنه إعارة وموجبه رد العين معنى والثمنية فضل فيه إذ القرض لا يختص به. ۲ وعندهما تجب قيمتها لأنه لما بطل وصف الثمنية تعذر ردها كما قبض

ترجمه :(۳۱۱) اگر رائج سکہ قرض لیا پھر اس کا چلن بند ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسی سکے کے مثل واجب ہوگا، اس لئے کہ یہ عاریت ہے اور اس کا موجب معنوی طور پر عین چیز کو واپس کرنا ہے اور ثمن ہونا ایک زائد چیز ہے، کیونکہ قرض لینا ثمن کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو چیز لی ہے اس کے عین کا اعتبار ہے چاہے اس کی قیمت گھٹ گئی ہو، اس لئے عین یا اس کی مثل واپس کرے۔

تشریح : مثلا جس زمانے میں سکے چل رہے تھے اس زمانے میں دس سکے قرض لئے، اب بند ہونے کے بعد اسی قسم کا سکہ واپس کرے، یا اس کی قیمت جتنی ہو وہ واپس کرے؟ تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس قسم کا سکہ لیا تھا اسی قسم کا سکہ واپس کر دے چاہے ابھی اس کی قیمت گھٹ گئی ہو۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں شروع سے سامان تھا، اور رواج دینے کے بعد اس میں ثمنیت آئی ہے اس لئے اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ دس سکے والا سامان قرض لیا اس لئے بعد میں اس کی ثمنیت ختم ہوگئی تب بھی سکہ ہی واپس کرے گا۔(۲) دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرض لینا اصل میں عاریت کی چیز لینا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرض لینا سکے کے ساتھ خاص نہیں ہے کوئی بھی چیز عاریت پر لے سکتا ہے، اور عاریت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز لی ہے اگر وہی موجود ہے تو اسی کو واپس کرے، اور اگر وہ نہیں ہے، جیسے گیہوں عاریت پر لیا اور اس کو کھا گیا تو اس کی مثل گیہوں واپس کرے، اسی طرح یہاں دس سکہ لیا ہے اور اس کو خرچ کر دیا ہے تو اسی کی مثل سکہ واپس کرے۔

لغت :فلوسا نافقة: فلوس: درہم اور دینار کے علاوہ، مثلا پیتل وغیرہ کے دھات سے جو سکہ بناتے ہیں اس کو فلوس کہتے ہیں۔ نافقة کا ترجمہ ہے رائج، فلوسا نافقة کا ترجمہ ہے جو سکہ رائج ہو۔ رد العین معنی: مثلا گیہوں لیا اور اسی گیہوں کو واپس کر دیا تو یہ رد العین ہوا، لیکن اس گیہوں کو کھا لیا اور اسی کی مثل دوسرا گیہوں واپس کیا تو یہ رد العین معنی ہوا کہ معنوی طور پر گویا کہ اسی عین چیز کو واپس کیا۔

ترجمه :۲ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس سکے کی قیمت واجب ہے اس لئے کہ جب ثمنیت کا وصف ختم ہو گیا تو جس حال میں ان سکوں کو قبضہ کیا تھا اس حال میں واپس کرنا متعذر ہو گیا، اس لئے اس کی قیمت واجب ہوگی، جیسے کوئی مثلی چیز قرض لے اور وہ بازار سے ختم ہوگئی تو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

فيجب رد قيمتها كما إذا استقرض مثليا فانقطع ۳؎ لكن عند أبي يوسف رحمه الله يوم القبض وعند محمد رحمه الله يوم الكساد على ما مر من قبل ۴؎ وأصل الاختلاف فيمن غصب مثليا فانقطع ۵؎ وقول محمد رحمه الله أنظر للجانبين وقول أبي يوسف أيسر.

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ثمنیت کی صفت کے ساتھ سکہ لیا تھا، اب اس صفت کے ساتھ واپس نہیں کر سکتا، اس لئے اس کی قیمت واپس کرے

تشریح : صاحبین فرماتے ہیں کہ جب قرض لیا تھا تو قرض دینے والے کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اسی صفت، اور اسی قیمت کے ساتھ سکے واپس ہوں گے، لیکن جب اس کا رواج ختم ہو گیا تو اس قیمت کے ساتھ، یا اس صفت کے ساتھ واپس کرنا ناممکن ہو گیا اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ تازہ کھجور قرض لیا، لیکن اب بازار میں تازہ کھجور نہیں ملتی ہے، تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے، اسی طرح یہ سکے ثمنیت کے صفت کے ساتھ نہیں ملتے ہیں تو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ : ۳؎ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قبضے کے دن کی قیمت، اور امام محمدؒ کے نزدیک رواج ختم ہونے کے دن کی قیمت، جیسے کہ پہلے قاعدہ گزر چکا۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سکے کی قیمت اس دن کی لازم ہوگی جس دن قرض لینے والے نے لیا تھا، اس لئے کہ قرض ہی کی وجہ سے یہ قیمت لازم ہوئی ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس دن کی قیمت لازم ہوگی جس دن ان سکوں کا رواج ختم ہو رہا تھا کیونکہ اب تک وہی سکے لازم تھے لیکن رواج ختم ہونے کے دن سکے سے قیمت کی طرف منتقل ہوئی ہے۔، یہ قاعدہ پہلے گزر چکا ہے۔

ترجمہ : ۴؎ اصل اختلاف اس صورت میں ہے کہ مثلی چیز غصب کی، پھر وہ چیز بازار سے ختم ہو گئی۔

تشریح : مثلا گیہوں زید نے غصب کیا، اور اس کو کھا گیا بعد میں بازار میں گیہوں نہیں ملتا ہے، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غصب کرنے کے دن کی قیمت لازم ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک اس دن کی قیمت لازم ہوگی جس دن گیہوں بازار سے ختم ہوا

ترجمہ : ۵؎ امام محمدؒ کے قول میں دونوں قرض دینے والے اور قرض لینے والے دونوں کی رعایت ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں آسانی ہے۔

تشریح : امام محمدؒ کے قول میں قرض دینے والے کی رعایت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مقابلے پر ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کے قول میں قرض دینے والا کھوٹا سکہ واپس لے گا، اور امام محمد کے قول پر اس کی قیمت لیگا جو یقیناً بہتر ہے اس لئے قرض دینے والے کی رعایت ہوئی۔ اور قرض لینے والے کی رعایت اس طرح ہوئی کہ رواج ختم ہونے کے دن ان سکوں کی قیمت وہ نہیں

(٣١٢) قال ومن اشترى شيئا بنصف درهم فلوس جاز وعليه ما يباع بنصف درهم من الفلوس وكذا إذا قال بدانق فلوس أو بقيراط فلوس جاز ١ وقال زفر لا يجوز في جميع ذلك لأنه اشترى بالفلوس وأنها تقدر بالعدد لا بالدانق والدرهم فلا بد من بيان عددها ٢ ونحن نقول

رہی ہوگی جو قرض لینے کے دن میں تھی، اس لئے قرض لینے والے کو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ مل گیا، اس طرح دونوں کی رعایت ہوگئی۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں سہولت یہ ہے کہ قرض لینے کے دن کی قیمت دونوں کو معلوم ہے، اس لئے اس قیمت کو دینا آسان ہے، جبکہ رواج ختم ہونے کے دن کی قیمت معلوم کرنا مشکل ہے، کیونکہ رواج آہستہ آہستہ ختم ہوتا ہے اس لئے یہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کس دن ان سکوں کا رواج ختم ہوا۔

ترجمہ : (٣١٢) کسی نے کوئی چیز خریدی آدھے درہم کے پیسے کے بدلے تو بیع جائز ہے اور مشتری پر اتنے پیسے لازم ہوں گے جو آدھے درہم میں بیچے جاتے ہیں، اور ایسے ہی اگر کہا کہ دانق کے بدلے میں جو فلوس بیچے جاتے ہیں اس کے بدلے میں، یا کہ قیراط کے بدلے میں جو فلوس بیچے جاتے ہیں اس کے بدلے میں تو بیع جائز ہوگی۔

تشریح : کسی نے یوں کہا کہ مثلا یہ کپڑا آدھے درہم کے جتنے پیسے آتے ہیں ان کے بدلے خریدتا ہوں تو یہ بیع جائز ہوگی۔ اور آدھے درہم کے جتنے پیسے اس ملک میں ہوتے ہیں اتنے پیسے مشتری پر لازم ہوں گے۔ یا ایک دانق کے جتنے پیسے ہوتے ہیں اس کے بدلے میں، یا ایک قیراط کے جتنے پیسے ہوتے ہیں اس کے بدلے میں یہ کپڑا خریدتا ہوں تو بیع جائز ہو جائے گی۔

وجہ : آدھے درہم کے کتنے پیسے ہوتے ہیں اس میں تھوڑی سی جہالت ہے لیکن اس ملک میں آدھے درہم کے کتنے پیسے ملتے ہیں، اسی طرح ایک دانق کے کتنے پیسے ملتے ہیں، یا ایک قیراط کے کتنے پیسے ملتے ہیں تاجروں کے یہاں یہ مشہور و معروف ہوتے ہیں اس لئے یہ جہالت رفع ہو جائے گی۔ اور ثمن مجہول نہیں رہے گا۔ اس لئے بیع جائز ہو جائے گی۔

لغت: فلوس : پیسہ، سونے اور چاندی کے علاوہ کا سکہ۔ دانق: ایک درہم کے چھٹے حصے کو دانق، کہتے ہیں۔ قیراط : ایک درہم کے چودھویں حصے کو قیراط کہتے ہیں، یہ دانق کا تقریبا آدھا ہوتا ہے۔

ترجمہ: ١ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ان تمام صورتوں میں بیع جائز نہیں ہے، اسلئے کہ فلوس کے بدلے میں خریدا ہے اور فلوس عدد سے گنا جاتا ہے دانق، یا آدھے درہم سے نہیں اس لئے فلوس کا عدد بیان کرنا ضروری ہے [اور وہ بیان نہیں کیا اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی]

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ آدھا درہم، دانق، اور قیراط وزن سے اندازہ کیا جاتا ہے، اور فلوس [پیسے] گن کر اندازہ

ما يباع بالدانق ونصف الدرهم من الفلوس معلوم عند الناس والكلام فيه فأغنى عن بيان العدد.

۳؎ ولو قال بدرهم فلوس أو بدرهمي فلوس فكذا عند أبي يوسف رحمه الله لأن ما يباع بالدرهم

کیا جاتا ہے اس لئے دونوں میں فرق ہے، دوسری بات یہ ہے کہ پیسے کو آدھا درہم، دانق، اور قیراط سے اندازہ نہیں کیا جاتا، اس لئے ثمن مجہول ہو گیا اس لئے بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۲؎ ہم کہتے ہیں کہ دانق، اور آدھے درہم کے بدلے میں جتنا فلوس بیچا جاتا ہے وہ لوگوں کو معلوم ہے، اور مسئلہ فرض اسی صورت میں کیا گیا ہے کہ لوگوں میں آدھے درہم کا کتنا فلوس ملتا ہے یہ معلوم ہو، اس لئے فلوس کے عدد بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہی [اس لئے بیع جائز ہوگی]

تشریح ؛ ہمارا جواب یہ ہے کہ آدھے درہم کے بدلے میں جتنا فلوس [پیسے] ملتا ہے، یا ایک دانق کے بدلے، یا ایک قیراط کے بدلے میں جتنا فلوس ملتا ہے وہ سب لوگوں کو معلوم ہے تو پھر ثمن مجہول نہیں رہا اس لئے بیع ہو جائے گی، ہاں اگر آدھے درہم کے بدلے میں کتنا فلوس ملتا ہے یہ لوگوں کو معلوم نہ ہو تو پھر بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۳؎ اور اگر کہا کہ ایک درہم کے فلوس، یا دو درہم کے فلوس کے بدلے میں خریدتا ہوں تو تب بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ ایک درہم کا جو فلوس آتا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اور یہی یہاں مراد ہے، فلوس کے بدلے درہم کا کتنا وزن ہوتا یہ مراد نہیں ہے۔

لغت :صاحب ہدایہ کا ملک مرغینان میں رواج یہ تھا کہ ایک درہم کا چاندی کا سکہ بنتا تھا، لیکن اس سے کم کے لئے چاندی کا سکہ نہیں بنتا تھا بلکہ پیتل کا فلوس بنتا تھا، اس لئے اگر ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چیز خریدی ہے تب تو درہم ادا کیا جاتا تھا، لیکن اس سے کم کی چیز خریدی ہے تو فلوس دیا جاتا تھا [جسکو ہمارے ملک میں پیسہ کہتے ہیں] ایک درہم اور اس سے اوپر میں درہم دینے کا رواج تھا، اور کم میں فلوس دینے کا عام رواج تھا، اس کو ذہن میں رکھ کر آگے کا مسئلہ سمجھیں۔

تشریح؛ اوپر تھا آدھے درہم کے بارے میں۔ یہاں ہے ایک درہم، یا دو درہم کے فلوس کے بدلے میں کپڑا خریدا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہوگی۔ اس لئے کہ ایک درہم کا کتنا فلوس آتا ہے، یا دو درہم کا کتنا فلوس آتا ہے یہ بائع اور مشتری کو معلوم ہے اسلئے ثمن مجہول نہیں رہا اسلئے اس کی بیع ہو جائے گی، اگر چہ ایک درہم کے فلوس کے بدلے میں کپڑا خریدنے کا رواج نہیں ہے

لغت :لا وزن الدرہم من الفلوس: کا مطلب یہ ہے کہ ایک درہم کا جو فلوس ہے اس کے بدلے میں کتنا وزن چاندی آتی ہے یہ مراد نہیں ہے، بلکہ ایک درہم کا کتنا عدد فلوس آتا ہے مشتری کا مقصد یہی ہے۔

من الفلوس معلوم وهو المراد لا وزن الدرهم من الفلوس. ۴ وعن محمد رحمه الله أنه لا يجوز بالدرهم ويجوز فيما دون الدرهم لأن في العادة المبايعة بالفلوس فيما دون الدرهم فصار معلوما بحكم العادة ولا كذلک الدرهم ۵ قالوا وقول أبي يوسف رحمه الله أصح لا سيما في ديارنا.

(۳۱۳)قال ومن أعطى صيرفيا درهما وقال أعطني بنصفه فلوسا وبنصفه نصفا إلا حبة جاز البيع

ترجمه: ۴ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ درہم کے بدلے جائز نہیں ہے، اوراس سے کم میں جائز ہےاس لئے کہ عادت یہی ہے کہ درہم سے کم میں فلوس کے بدلے میں کپڑا خریدتے ہیں اس لئے عادت کے طور پر فلوس کا عدد معلوم ہے اور درہم میں یہ عادت نہیں ہے۔

تشریح: امام محمدؒ عوام کی عادت پر گئے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ عام عادت یہی ہے کہ ایک درہم سے کم میں فلوس کے بدلے میں کوئی چیز خریدتے ہیں اس لئے آدھے درہم کے فلوس کے بدلے میں جائز ہے کیونکہ بائع اور مشتری کی معلوم ہے کہ کتنا عدد فلوس ہوگا، لیکن ایک درہم اور اس سے اوپر میں فلوس دینے کی عادت نہیں بلکہ درہم دینے کی عادت ہے اس لئے بائع اور مشتری کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کا فلوس کتنا ہے اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۵ بڑے حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول میں سہولت ہے، خاص طور ہمارے ملک میں

تشریح: صاحب ہدایہ کے ملک میں ایک درہم اور دو درہم کے لئے بھی اس کا جتنا فلوس دیتے تھے اس لئے فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر بہت سہولت ہے۔

اصول: یہ سارے مسئلے اس اصول پر تھے کہ بائع اور مشتری کو کسی طرح بھی ثمن معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی، اور معلوم نہ ہو تو بیع نہیں ہوگی، چنانچہ صاحبینؒ نے سمجھا کہ ثمن معلوم ہے تو انہوں نے بیع جائز ہونے کا فتوی دیا، اور زفرؒ نے سمجھا کہ ثمن مجہول ہے تو بیع کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا۔

ترجمه: (۳۱۳) کسی نے صراف کو ایک درہم دیا اور کہا آدھے درہم کے فلوس دو اور آدھے درہم کا درہم دو مگر ایک رتی کم دو تو صاحبینؒ کے نزدیک فلوس میں بیع جائز ہے اور درہم کے مقابلے پر جو درہم ہے اس کی بیع باطل ہے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ فلوس کے بدلے میں آدھے درہم کی بیع جائز ہے، اور آدھے درہم کے بدلے میں آدھا درہم مگر ایک رتی کم تو تو اس میں سود ہے اس لئے جائز نہیں ہوگی۔

اصول: ایک ہی بیع میں دو قسم کی چیزیں ہوں۔ ایک قسم کی چیز اپنے ہم جنس کے ساتھ برابر سرابر ہو اور دوسری قسم کی چیز خلاف جنس کے ساتھ کمی زیادتی ہو جائے تو چونکہ سود کا وقوع نہیں ہوا اس لئے بیع جائز ہوگی۔ یہاں کے تینوں مسئلے اسی اصول پر

في الفلوس وبطل فيما بقي عندهما لِ لأن بيع نصف درهم بالفلوس جائز وبيع النصف بنصف إلا حبة ربا فلا يجوز (۳۱۴) **وعلى قياس قول أبي حنيفة رحمه الله بطل في الكل** لِ لأن الصفقة متحدة والفساد قوي فيشيع وقد مر نظيره ۲ؚ ولو كرر لفظ الإعطاء كان جوابه كجوابهما هو

متفرع ہیں۔اوراصول کے لئے حدیث وہی ہے مثلا بمثل یدا بید.

تشریح :صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اندرونی طور پر دو بیع ہیں ایک بیع سے آدھے درہم کا مقابلہ فلوس کے ساتھ ہے اور دوسری بیع ہے جس میں آدھے درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ مگر ایک رتی کم۔اس لئے جس آدھے درہم کا مقابلہ پیسے کے ساتھ ہے وہ بیع جائز ہوگی۔ کیونکہ اس میں کوئی ربوانہیں ہے۔اور جس آدھے درہم کا مقابلہ درہم کے ساتھ ہے مگر ایک رتی کم وہ بیع فاسد ہوگی۔ کیونکہ اس میں دونوں طرف چاندی ہیں اور آدھے درہم کے مقابلے میں پورا آدھا درہم نہیں ہے بلکہ ایک رتی کم ہے اس لئے سود ہو گیا اس لئے یہ دوسری بیع فاسد ہوگی۔اور ایک کا فساد دوسرے میں سرایت نہیں کرے گا اور حتی الامکان بیع جائز ہونے کی صورت نکالی جائے گی۔

لغت: حبۃ : دانہ،رتی،چھوٹا پیسہ،صراف: پیسے بھنانے والا،پیسے چینز کرنے والا۔

ترجمہ:(۳۱۴)اورامام ابوحنیفہؒ کے قول پر پورے ہی کی بیع باطل ہوگی۔

ترجمہ :لِ اسلئے کہ دونوں کا صفقہ ایک ہے اور فساد قوی ہے اس لئے دوسرے میں شائع ہو جائے گا،چنانچہ اس کی مثال بیع فاسد میں گزر چکی ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درہم کے مقابلے میں جو فلوس ہے اس کی بیع بھی فاسد ہوگی،اور درہم کے مقابلے میں جو درہم ہے،مگر ایک رتی کم اس کی بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔اس کی مثال بیع فاسد میں یہ گزری کہ آزاد اور غلام دونوں کو ایک ساتھ مثلا ایک ہزار میں بیچا تو آزاد کی بیع فاسد ہوگی،اور اس کی وجہ سے غلام کی بیع بھی فاسد ہو جائے گی، کیونکہ دونوں کا عقد ایک ہی ہے۔

وجہ :یہاں آدھے درہم کا مقابلہ آدھے درہم سے ہے اور اس میں ایک رتی کم ہے تو ربوا ہو گیا اس لئے اس آدھے درہم کی بیع فاسد ہوگئی۔اور چونکہ فساد قوی ہے اور شروع سے ہے اس لئے یہ سرایت کر کے درہم کے بدلے فلوس کی جو بیع تھی وہ بھی فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ پوری بیع ایک ہی ہے۔جس کو کہتے ہیں کہ صفقہ ایک ہے۔

ترجمہ:۲ؚ اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کیا تو امام ابوحنیفہؒ کا جواب صاحبین کی طرح ہوگا،صحیح بات یہی ہے اس لئے کہ اب دو بیع ہوگئی

تشریح : یوں کہا۔اعطنی بنصفه فلوسا و اعطنی بنصفه نصفا الا حبة۔[مجھے آدھے درہم کا فلوس دو،اور مجھے

الصحيح لأنهما بيعان ولو قال أعطني نصف درهم فلوسا ونصفا إلا حبة جاز لأنه قابل الدرهم بما يباع من الفلوس بنصف درهم وبنصف درهم إلا حبة فيكون نصف درهم إلا حبة بمثله وما وراء ه بإزاء الفلوس. ٣ قال رضي الله عنه وفي أكثر نسخ المختصر ذكر المسألة الثانية .

آدھے درہم کا آدھا درہم دو مگر ایک رتی کم دو] تو اس صورت میں درہم کے بدلے میں فلوس کی بیع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی جائز ہو جائے گی، اور درہم کے مقابلے میں جو درہم کی بیع ہے وہ فاسد ہوگی، کیونکہ یہاں دو الگ الگ بیع ہوگی اس لئے ایک کا فساد دوسرے میں سرایت نہیں کرے گا۔

ترجمہ : ٣ اگر کہا آدھے درہم کا فلوس دو اور آدھے درہم مگر ایک رتی تو بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ درہم کا مقابلہ کیا آدھے درہم آدھے درہم کے فلوس کے ساتھ اور آدھے درہم رتی کم کے ساتھ، اس لئے رتی کم آدھا درہم، رتی کم آدھے درہم کے مقابلے پر ہوگا، اور جو باقی آدھا درہم اور رتی ہوا وہ فلوس کے مقابلے پر ہوگا۔

ایک درہم کا مقابلہ آدھے درہم اور فلوس کے ساتھ اس طرح ہوگا

ایک درہم دیا	
آدھا درہم اور ایک رتی کے	آدھا درہم سے رتی کم کے
مقابلے پر	مقابلے پر
فلوس ۔۔ ہوا	آدھا درہم سے رتی کم ۔۔ ہوا
	اس لئے بیع جائز ہوگئی

تشریح : یہاں یوں کر دیا جائے گا کہ آدھے درہم اور ایک رتی کے بدلے میں فلوس کر دیا جائے گا، اور باقی آدھے درہم سے ایک رتی کم کے بدلے میں آدھا درہم سے ایک رتی کم کو کر دیا جائے گا، اس لئے ایک رتی کم آدھا درہم برابر ہو گیا ایک رتی کم آدھے درہم کے اس لئے سود نہیں ہوا، اور بیع جائز ہوگئی۔

ترجمہ : ٤ مصنف فرماتے ہیں کہ مختصر قدوری کے اکثر نسخے میں دوسرے مسئلے کا ذکر ہے، اور پہلے مسئلے کا ذکر نہیں ہے۔

تمت بالخیر

الحمد لله آٹھویں جلد ختم ہوگئی۔ اگلی جلد کتاب الکفالہ سے شروع ہوگی ان شاء اللہ

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ ۱۰/ ۱ / ۲۰۱۲ء